انتساب

عفّت

رشک، رامش

اور

الہام کے نام

سینے سے مرے زہر اترنے نہیں دیتے
زندہ رہیں وہ لوگ جو مرنے نہیں دیتے

Scanned by CamScanner

فہرست

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

زمانے، لے اُڑا ہو گا اُسے جبریل سُوئے عرش
جو مصرعہ ہو گیا ہو گا تو آیت ہو گئی ہو گی

کسی خلوت میں تم نے لوحِ دل کو جب پڑھا ہو گا
سمجھ لو میرے دیواں کی تلاوت ہو گئی ہو گی

تمہیں تم مل گئے ہو گے جو مصرعہ کُھل گیا ہو گا
زیارت ہو گئی ہو گی عبادت ہو گئی ہو گی

میر احمد نویدؔ

Scanned by CamScanner

☆

کرو ختم جھگڑا، نشہ اپنا اپنا
خودی اپنی اپنی، خدا اپنا اپنا

سوال اپنے اپنے، جواب اپنے اپنے
یہ 'کیوں' اپنا اپنا، یہ 'کیا' اپنا اپنا

سنو 'میں' سے 'تو' تک، سنو 'تو' سے 'میں' تک
ہے سب کے لیے، آئینہ اپنا اپنا

یہ مستی کا سجدہ، الستی کا سجدہ
قضا اپنا اپنا، ادا اپنا اپنا

پلٹنا ہے سب کو احد ہی کی جانب
مکمل کرو، دائرہ اپنا اپنا

ثبوت اپنے ہونے کا، دینا ہے سب کو
جلانا ہے سب کو، دِیا اپنا اپنا

Scanned by CamScanner

☆

کیا کہا جائے کیا لکھا جائے
چُپ رہا جائے ''لاٗ'' لکھا جائے

ایسا سناٹا ایسی خاموشی
آج تو بس خُدا لکھا جائے

جو کہا جو سنا وہ بہرِ سکوت
اَن کہا اَن سُنا لکھا جائے

کیسا معلوم کیسا نامعلوم
سب خلا در خلا لکھا جائے

سب ہی مبہم ہے سب ہی مُدغم ہے
کیا بہم کیا جُدا لکھا جائے

Scanned by CamScanner

☆

خلق کرکے عقل کو ''کیوں'' اور ''کیا'' کیوں ہوگئے
یہ مجھے بندہ بنا کر تم خدا کیوں ہوگئے

تھا تڑپنا دیکھنا یا مرہم افزائی کا شوق
درد کیوں پیدا کیا اور پھر دوا کیوں ہوگئے

نعمتِ دنیا و دیں کیا یہ بھی ہے کوئی مزا
سب مزے اک ایک کرکے بے مزا کیوں ہوگئے

کیا پڑی افتاد آخر کہتے سنتے ماجرا
کہتے سنتے ماجرا بے ماجرا کیوں ہوگئے

Scanned by CamScanner

کس کو سمجھائیں بر آیا بر نہ آیا مدعا
ہوگئے بے مُدّعا بے مدّعا کیوں ہوگئے

تجھ سے کب اُن کا بدل پورا ہو جو ہیں زیرِ خاک
اے شگفتِ گُل بتا بھی وہ فنا کیوں ہوگئے

کیا بہ طرزِ عشق کوئی مسئلہ رکھتے ہیں آپ
چلیئے مانا ہوگئے شاعر بھلا کیوں ہوگئے

Scanned by CamScanner

☆

تو کیا یہ ''کیوں'' نہیں ہوتا یہ ''کیا'' نہیں ہوتا
اگر نہ ہوتی خودی کیا خدا نہیں ہوتا

اگر یہ ساری حقیقت ہے ''لا'' میں پوشیدہ
تو کیا ''الہ'' نہ ہوتا جو ''لا'' نہیں ہوتا

سوائے وہم حقیقت میں کچھ نہ ہوتا ''تُو''
جو درمیان میں ''مَیں'' کا سِرا نہیں ہوتا

کسی بھی جزو میں گر ''کُل'' نہ ہوتا پوشیدہ
کسی بھی قطرے میں دریا چھپا نہیں ہوتا

خدا وہ ہے کہ محمدؐ جسے خدا کہہ دے
وہ جس کو عقل تراشے خدا نہیں ہوتا

Scanned by CamScanner

☆

کہوں کیسے بنامِ عجز رمزِ لا الہ کیا ہے
نہیں کھلتا الہ کے ساتھ یہ الحاقِ ''لا'' کیا ہے

فقط ''لا'' کے اضافے سے ہے گر محدود لا محدود
تو لامحدود بھی محدود ہے اِس کے سوا کیا ہے

کُھلے جاتے ہیں ''کیوں'' اور ''کیا'' سے دل پر بھید اشیا کے
نہیں کُھلتا مگر دل پر یہ ''کیوں'' کیا ہے یہ ''کیا'' کیا ہے

کہاں پہنچے گا اے دل درد کی عمرِ تحیّر کو
تجھے یہ فکر ہے اِس درد کی آخر دوا کیا ہے

یہ تنہائی یہ میرا دل یہ میرا آئینہ خانہ
یہاں ''تم'' بھی اگر ''میں'' ہوں تو پھر یہ دوسرا کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

"کیوں" سا رہتا ہے "کیا" سا رہتا ہے
دل جو کھویا ہُوا سا رہتا ہے

ایک سناٹے کا سینے میں
بھاگنا دوڑنا سا رہتا ہے

صُبح کا دل کہیں نہیں لگتا
شام کا دم گُھٹا سا رہتا ہے

میں کہیں آؤں میں کہیں جاؤں
وقت جیسے رُکا سا رہتا ہے

دل کے آنے کا دل کے جانے کا
ایک دھڑکا لگا سا رہتا ہے

اے خلش بول کیا یہی ہے خُدا
یہ جو دل میں خلا سا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

خود سے ملتے نہیں اور ''لا'' کا سرا ڈھونڈتے ہیں
جنہیں انساں نہیں مِلتا وہ خدا ڈھونڈتے ہیں

آپ کو زندگی و موت سے کیا لینا ہے
جنہیں ''کیوں'' چاہیے ہوتا ہے وہ ''کیا'' ڈھونڈتے ہیں

رویئے ہنسیے پسِ نوحہ و نغمہ صاحب
کیا تماشے میں تماشے سے سِوا ڈھونڈتے ہیں

زندگی تیرے عناصر ہی نہیں سرگرداں
ہم بھی اِس شور میں گُم اپنی صدا ڈھونڈتے ہیں

دل میں اپنے جو کوئی بات نئی آتی ہے
ہم بھی پیرایۂ اظہار نیا ڈھونڈتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

''کیوں'' کا کیا راز ''کیا'' کا کیا مقصد
اے خودی معنی اے خدا مقصد

عمر بھر خاک چھانتا ہی رہا
در بہ در ڈھونڈتا رہا مقصد

رازِ ہستی ہے کس میں پوشیدہ
درد مقصد ہے یا دوا مقصد

مجھ پہ مقصد کھلا تو مجھ پہ کھلا
میرے اندر ہی ہے مرا مقصد

Scanned by CamScanner

ہے ہر اک ''میں'' کے واسطے اک ''تو''
ہے ہر اک ''میں'' کا اک جُدا مقصد

زندگی بھر تو ہاتھ کیا آیا
موت آئی تو پھر مِلا مقصد

موت کو بے حجاب کیوں نہ کرے
زندگی کا ہے اور کیا مقصد

Scanned by CamScanner

☆

جس لمحے تجھے تیرا پتا مل گیا ہوگا
''کیوں'' مل گیا ہوگا تجھے ''کیا'' مل گیا ہوگا

دی ہوگی خبر تجھ کو تری بے خبری نے
گم ہو گیا ہوگا تو سِرا مل گیا ہوگا

جب مل گیا ہوگا سبب کہنگیٔ دہر
آنکھوں کو ترِی خواب نیا مل گیا ہوگا

ڈھونڈے سے تجھے کچھ تو مِلا ہوگا مِری جان
میں یہ نہیں کہتا کہ خدا مل گیا ہوگا

اِس ڈھونڈ میں کچھ تجھ کو مِلا ہو نہ مِلا ہو
لیکن تجھے جینے کا مزا مل گیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

غافل! تجھے خود اپنا پتا ہے کہ نہیں ہے
کیا ڈھونڈنے نکلا ہے خُدا ہے کہ نہیں ہے

کچھ ہو کہ نہ ہو دہر کی بنیاد میں لیکن
''کیوں'' ہے کہ نہیں ہے کہو ''کیا'' ہے کہ نہیں ہے

اوّل ہو کہ آخر ہو وہ مثبت ہو کہ منفی
بنیاد میں ہر صفر کی ''لاؔ'' ہے کہ نہیں

اِس بیچ سے اٹھ جائے اگر دل کا دھڑکنا
خاموشی ہی پھر کُن کی بنا ہے کہ نہیں ہے

''ہے'' سے بھی نکل جا تُو ''نہیں'' سے بھی نکل جا
پھر تیری بلا تجھے کیا ''ہے کہ نہیں ہے''

Scanned by CamScanner

☆

جب ابتدا بھی "کیا" ہے یہاں انتہا بھی "کیا"
ادراک میں کسی کے پھر آئے خدا بھی کیا

کیوں دم نہ دے کہ وسعتِ امکاں کے دشت میں
دل کو بجز سرابِ تمنا مِلا بھی کیا

میں بے نشانِ وقت و زمانہ خراب و خوار
آیا بھی کیا' رہا بھی یہاں کیا' گیا بھی کیا

کوئی اگر نہ دیکھے تو کیا موند لیجے آنکھ
کوئی نہیں سُنے تو نہ کیجئے صدا بھی کیا

مانا اِسے سُنانے میں تُو نے تو عُمر کی
اک آہ کا یہ قصّہ کسی نے سُنا بھی کیا

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئے سید حسین احسن۔۔۔پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

"مَیں" کو "تُو" قطرے کو یم نے کو نوا ہونے سے کام
ہر سوا کو ہے یہاں تو ما سوا ہونے سے کام

مَت سمجھ مجھ کو بہ قدرِ چشمِ وا اے چشمِ وا
ہے بہ قدرِ تاب مجھ کو رونما ہونے سے کام

فُرصتِ آئینہ بینی نے کیا پیدا یہ شوق
ورنہ صورت کو کہاں تھا آئنہ ہونے سے کام

بندگانِ عشق کی بے چارگی سے کیا غرض
حُسنِ بے پروا کو ہے اپنے خدا ہونے سے کام

جانتی ہے جب کہ اک دشتِ فنا ہے درمیاں
ابتدا کو کس لئے ہے انتہا ہونے سے کام

Scanned by CamScanner

☆

گھٹن سے سانس خزاں سے بہار کھینچتے ہیں
ہمی ہیں جبر سے جو اختیار کھینچتے ہیں

ہمی ہیں وہ جو حقیقت کا وزن اٹھائے ہوئے
مہارِ ناقۂ لیل و نہار کھینچتے ہیں

ہمارے سانس سے چلتا ہے نظمِ باغِ جہاں
نسیم چھینکتے ہیں ہم غُبار کھینچتے ہیں

سکون کھینچتے ہیں دردِ اضطراب سے ہم
کہ بے قراری سے ہم تو قرار کھینچتے ہیں

Scanned by CamScanner

نہ ہم خودی کے کسی دائرے میں آتے ہیں
نہ اپنے گِرد خدا کا حِصار کھینچتے ہیں

خدا کرے کہ نہ اُن پر کُھلے حقیقتِ وصل
وہ خوش نصیب ہیں جو انتظار کھینچتے ہیں

ہو مستِ نغمہ و نوحہ جہاں سماعتِ شہر
وہاں ہم آہ بہ شکلِ ہزار کھینچتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆
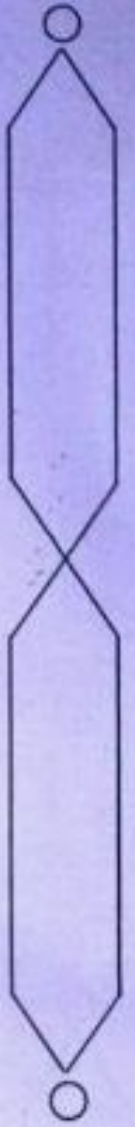
ہر جبر و اختیار سے آگے نکل گئے
اہلِ خزاں بہار سے آگے نکل گئے

وہ حُسن اپنی آئینہ بینی میں گُم رہا
ہم اپنے انتظار سے آگے نکل گئے

کچھ دن خود اپنی گونج سے بہلے اسیرِ ذات
پھر اپنی ہی پکار سے آگے نکل گئے

کچھ درد بھی ہمارا ہُوا دردِ لا دوا
کچھ زخم بھی شمار سے آگے نکل گئے

Scanned by CamScanner

جامِ خودی سے پی کے مئے بے خودی یہ رند
ہر نشہ و خمار سے آگے نکل گئے

چھوڑ آئے پیچھے جانے کہاں ہوش اہلِ ہوش
دُھن یار کی تھی یار سے آگے نکل گئے

چپ کیا ہوئے وہ کوئے محبت کے قصّے گو
تفصیل و اختصار سے آگے نکل گئے

Scanned by CamScanner

☆

موجود کے سوال سے آگے نہ جا سکے
ممکن تھے ہم محال سے آگے نہ جا سکے

اک وہ ترے وصال کے بیٹھے ہیں دعویدار
اک ہم ترے خیال سے آگے نہ جا سکے

وہ بھی حصارِ حُسن سے باہر نہ آ سکا
ہم بھی حدِ مجال سے آگے نہ جا سکے

ہم ہجر میں وصال سے آگے نکل گئے
تم وصل میں وصال سے آگے نہ جا سکے

ایسی ہوئی ہے ہم میں زمانے کی ٹوٹ پھوٹ
ہم اپنی دیکھ بھال سے آگے نہ جا سکے

خوابِ عروج دیکھنے والے اسیرِ خواب
اِس عہد کے زوال سے آگے نہ جا سکے

Scanned by CamScanner

☆

فہم و خیالِ ہستیِ اشیا کچھ اور ہے
دیکھا کچھ اور ہے نظر آیا کچھ اور ہے

صحرا نہیں کچھ اور ہے اپنے وجود میں
پانی نہیں ہے حالتِ دریا کچھ اور ہے

پوشیدہ گر ہے حرف کی صورت "نہیں" میں "ہے"
منظور اِس حجاب سے پردہ کچھ اور ہے

رنگِ سپید اصل میں کوئی نہیں ہے رنگ
جو میں سمجھ رہا ہوں وہ گویا کچھ اور ہے

Scanned by CamScanner

دامانِ موج تھام نہ رکھیے تو مرگ ہے
اِس جا روانیِ یم و دریا کچھ اور ہے

نقشِ قدم بہ نقشِ قدم دل بہ نقشِ دل
یوسفؑ کی رَو میں خوابِ زلیخا کچھ اور ہے

مسجد ہے مدرسہ ہے نہ دیوارِ خانقاہ
مجھ پر جو پڑ رہا ہے وہ سایہ کچھ اور ہے

Scanned by CamScanner

☆

کیا شمعِ یقیں دودِ گماں بھی نہ رہے گا
یعنی یہ زماں اور یہ مکاں بھی نہ رہے گا

یہ سود کی گرمیِ دکاں بھی نہ رہے گی
سودائی سودائے زیاں بھی نہ رہے گا

یہ سادگیِ خاک بسر بھی نہ رہے گی
پیچِ کُلہِ کج کلہاں بھی نہ رہے گا

کشکولِ گدا کی یہ صدا بھی نہ رہے گی
یہ دستِ عطایائے شہاں بھی نہ رہے گا

Scanned by CamScanner

یہ تازگی و نرمیِ گُل بھی نہ رہے گی
یہ پنجۂ سختیِ خزاں بھی نہ رہے گا

واماندگیِ منزلِ گُم بھی نہ رہے گی
یہ ولولۂ شکِّ نشاں بھی نہ رہے گا

خاموشیِ فطرت کی یہ چُپ بھی نہ رہے گی
یہ دَم یہ مِرا زورِ بیاں بھی نہ رہے گا

Scanned by CamScanner

☆

اِسی زماں سے اِسی مکاں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں
میں اک ''نہیں'' سے اور ایک ''ہاں'' سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

زمیں کی چند اک خرابیاں بھی نویدِ تعمیرِ نَو بنی ہیں
ہلاکتِ ہفت آسماں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

وہ نشہ جس کی لاابالی سے مِرا پیالہ چھلک رہا ہے
اُسی کی مستیِ غیب داں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

رواں دواں ہے یہ وقت پیہم رواں دواں ہیں یہ کہکشائیں
رواں دواں پر رواں دواں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

کہ از ستارہ و تا ستارہ بس ایک گردش ہے بے کنارہ
اُٹھا کے کچھ راکھ درمیاں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

Scanned by CamScanner

میانِ اجزائے آب و گل اک ستارہ رکھا ہے کیمیا میں
سو کچھ یقیں سے سو کچھ گماں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

مِرا ٹھہرنا بھی اک زمانہ مِرا گزرنا بھی اک زمانہ
ٹھہر کے جاں میں گزر کے جاں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

جہاں تھی تہذیب اب نشاں ہے نشاں بگولوں کے درمیاں ہے
غُبار ہوتے ہوئے نشاں سے نیا زمانہ بنا رہا ہوں

☆

جواب جس کا نہیں وہ سوال آدمی ہوں
میں خوابِ ماضی و فردا و حال آدمی ہوں

کبھی پہنتا ہوں خود کو کبھی اُتارتا ہوں
میں آپ اپنے لئے اک وبال آدمی ہوں

میں اک خیال ہُوں کوئی ترے گمان میں کیا
مرا خیال ہے میں بے خیال آدمی ہوں

میں آپ اپنی گرہ آپ اپنا ناخن میں
میانِ واجب و ممکن محال آدمی ہوں

بہت خیال سے چھونا مجھے کہ میں صاحب
وجود رکھتا ہے جو وہ خیال آدمی ہوں

نہ پوری طرح لطیف اور نہ پوری طرح کثیف
میں خود ہی آئنہ میں خود ہی بال آدمی ہوں

Scanned by CamScanner

نہ بچھڑا خود سے نہ خود سے ملا مگر پھر بھی
فراق آدمی ہوں میں وصال آدمی ہوں

میں اپنے نقد پہ وہ قرضِ بے نہایت ہوں
کہ خود میں جکڑا ہوا بال بال آدمی ہوں

تم عندلیب ہو ناآفریدگاں کے نوید
میں آہ دشتِ سگاں میں غزال آدمی ہوں

Scanned by CamScanner

☆

اک عالمِ سکوت و صدا ہے مِرا وجود
اپنے ہی بندِ ذات میں وا ہے مِرا وجود

وہ جسمِ خضر و روحِ مسیحا ہوں میں کہ بس
لاشے کی طرح مجھ میں پڑا ہے مِرا وجود

اثباتِ ہستِ ذات میں ہے نفی میری ذات
یا کائناتِ عشق کا "لاؔ" ہے مِرا وجود

جب سے مِرے غبار میں پیدا ہوئی ہے آنکھ
مجھ آئنے کو چہرہ نما ہے مِرا وجود

Scanned by CamScanner

گم ہو رہو خود آپ میں گر خود کو پاسکو
کیا مجھ کو ڈھونڈتے ہو خلا ہے مِرا وجود

ہوں چشمِ آئنہ میں برہنہ کچھ اِس طرح
بے جُبّہ و عبَا و قبا ہے مِرا وجود

ہر چند اِس سوال سے میں لا جواب ہُوں
پر مجھ سے پوچھتے رہو کیا ہے مِرا وجود

Scanned by CamScanner

☆

دے کے مجھ کو مئے عام نہ ٹال اے ساقی
وہ جو اپنے لئے رکھی ہے نکال اے ساقی

اوّلِ شب کے تکلّف سے اٹھا ہاتھ اپنا
آخرِ شب ہے یہ، گر توں کو سنبھال اے ساقی

دامنِ ہوش فنا ہاتھ سے چھوڑے تو کہوں
نشہ وہ دے کہ نہیں جس کو زوال اے ساقی

کیوں دیا ہوشِ خم و ساغر و مے خانہ و مے
بے خودی جبکہ خودی کا ہے مآل اے ساقی

گردشِ جام ہی کر تیز کہ ہے بس میں ترے
گر نہیں بس میں ترے گردشِ حال اے ساقی

Scanned by CamScanner

☆

بجائے عقل ذرا دل سے کام لے ساقی
مَیں گر رہا ہوں مجھے اُٹھ کے تھام لے ساقی

نہ تُو سخیِ جواب اور نہ میں گدائے سوال
شراب دے مجھے اور مجھ سے دام لے ساقی

سُنا یہ ہے تجھے آتا ہے تشنگی کا حساب
سو آ گئے ہیں ہمارا سلام لے ساقی

نہ ہو کہ ہوشِ شمارِ سبو سے جائے ہوش
نہ اپنے ہوش سے اِس درجہ کام لے ساقی

جو گِر گئی مِرے کاسے سے صُبح ڈھونڈ کے دے
عِوض میں میرے پیالے سے شام لے ساقی

Scanned by CamScanner

☆

کیسی حرکت مادّہ کیسا کہاں کی کائنات
جب ارادے کو تغیّر جب تغیر کو ثبات

وہم ہے مطلق یہ معروض و اضافیّت ہیں فرض
اے توّہم اے تیقّن اے وجوب اے ممکنات

دل پہ کیا اقراء سے پہلے ہی کتاب القا نہ تھی
کیا نہ تھی موجود اِس دل میں زباں سے پہلے بات

دل اگر خود غیب ہو اور دل اگر خود ہو شہود
جبرئیل آتا ہے جاتا ہے نفس کے ساتھ ساتھ

زندگی ہے وہ سمجھتے ہیں جسے ہم اپنی موت
موت ہے وہ ہم سمجھتے ہیں جسے اپنی حیات

Scanned by CamScanner

☆

ملتمس دست و گریباں ہیں گراں تا بہ گراں
کون سمجھے گا خرابے میں تغیّر کی زباں

زخم سب دستِ نمک پاش کی میراث ہوئے
خاک پر بیٹھ گئی آ کے صفِ چارہ گراں

اپنی آغوش میں مخلوقِ کفن پوش لئے
یہ زمیں ہے کہ خلا میں کوئی تابوت رواں

ذرّے ذرّے میں بپا معرکۂ بود و نبود
لمحہ لمحہ کہ تڑپتا ہے تہہِ نوکِ سناں

ہو نہ جائے گی اشاروں ہی اشاروں میں غبار
میری دنیا کہ جو ہے کار گہہِ شیشہ گراں

اب کے اُس زلف میں وہ پیچ پڑا ہے کہ اُسے
دستِ قدرت ہی سنوارے تو سنوارے مری جاں

Scanned by CamScanner

☆

ستارہ ساز ہوئی جب سے گردشِ افلاک
نمودِ لالہ و گُل ہے سرِ تغیرِ خاک

اُٹھا نہ دشت و جبل سے یہ بارِ خار آلود
شگفتِ گُل نے اُٹھایا طلسمِ پردۂ خاک

ہزار لذّت و رنگینیِ فنا معلوم
صدائے سیل ہے بر ہر لبِ خس و خاشاک

ستم یہ ہے کہ تڑپنے کی جا نہیں ہے یہاں
ہے ایک قامتِ نخچیر و قامتِ فتراک

گُور کے آئنہ خانے سے دل میں تیر ہوئی
اگر اُٹھی ہے کبھی یہ نگاہِ حسرت ناک

تھی سر پہ خاک بہت پھر بھی کم تھی وحشت سے
سو اور ڈال لی اک مشتِ خاک بر سرِ خاک

Scanned by CamScanner

☆

نئی ہے فکر نیا اہتمام پیدا کر
کہ تُو خواص بہ طرزِ عوام پیدا کر

اگر نصیب ہوئی ہے تجھے یہ دیدہ وری
تو چشمِ خاص سے اک چشمِ عام پیدا کر

جو کور چشم ہیں دے اُن کو نورِ نظّارہ
جو گوش بند ہیں اُن سے کلام پیدا کر

ہزار محمل و لیلیٰ طراز گردِ قدم
ارادۂ سفرِ بے قیام پیدا کر

ملے ہیں دست و گریباں جو دل کی فرصت کو
تو کوئی چاک و رفو کا ہی کام پیدا کر

سو پہلے عشق میں بے نام و بے مقام گزار
پھر اپنا نام پھر اپنا مقام پیدا کر

Scanned by CamScanner

☆

لوحِ جہاں پہ نقش کیے اپنے تجربات
امکان کے چراغ سے روشن ہے کائنات

اٹھنا سمجھ کے جاء سے کہ ہے جائے احتیاط
پیمانۂ حواس پہ ٹھہری ہے کائنات

رہتی تھی ہر گھڑی دلِ بینا کے ساتھ ساتھ
اک چشمِ خام ہوگئی صرفِ تحیّرات

وہ اِسم جو شعور کو وسعت عطا کرے
یا وہ جو درمیاں سے اُٹھا دے تکلّفات

Scanned by CamScanner

اقرار سے وجود نہ انکار سے عدم
اِن دونوں زاویوں سے الگ ہے وجودِ ذات

اک دوسرے کی رسم و روایت پہ خندہ زن
گزرے ہے ساری خلق اٹھائے توّہمات

اٹھتا ہے تیرے لمس میں بیدار ہو کے دن
چلتی ہے تیرے عشق کی خوابیدگی میں رات

Scanned by CamScanner

☆
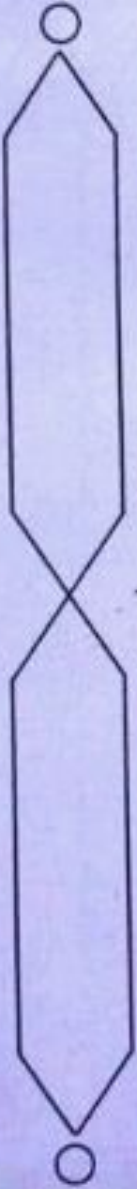
آئنہ دے گیا آخر یہ خبر عشق بھی میں حُسن بھی مَیں
از نظر تا بہ تماشائے نظر عشق بھی میں حُسن بھی مَیں

دیدہ و دید میں کچھ فرق نہیں اب نہ فلک ہے نہ زمیں
اب نہ اٹھتی ہے نہ جھکتی ہے نظر عشق بھی میں حُسن بھی مَیں

چل کے خود پر سے گزر آیا کہ میں شعلہ نہیں راکھ نہیں
اب نہیں دل میں فنا ہونے کا ڈر عشق بھی میں حُسن بھی مَیں

درَ تو جب ہو کوئی دیوار ہو دیوار کوئی ہو تو ہو درَ
کیسی دیوار کہاں کا کوئی درَ عشق بھی میں حُسن بھی مَیں

مجھ سے پیدا ہوئی یہ رہگزرِ شام و سحر میرے لئے
ختم مجھ پر ہوئی یہ راہگزر عشق بھی میں حُسن بھی مَیں

Scanned by CamScanner

☆

خود ہی ہادی ہوں خود ہدایت ہوں
اپنے ہی ہاتھ پر میں بیعت ہوں

وہ جو "مَیں" بن کے مجھ پہ ٹوٹی ہے
وا دریغا میں وہ قیامت ہوں

"مَیں" سے جو صرف کاڑھتی رہی "مَیں"
مَیں وہ تنہائی میں وہ فرصت ہوں

مَیں ہوں خود قہقہہ مَیں خود گریہ
میں ہی جلوت ہوں میں ہی خلوت ہوں

مَیں تماشا ہوں مَیں ہی چشم کہ مَیں
خود ہی آئینہ خود ہی حیرت ہوں

Scanned by CamScanner

☆

قائم ہیں یہ زمین و زماں بر بنائے عشق
جلوت سرائے حسن ہے خلوت سرائے عشق

آرائشِ جمال سے فرصت نہیں اُسے
ہم کو بھی کوئی کام نہیں ہے سوائے عشق

تشکیلِ حُسنِ ذات سے تکمیلِ حُسن تک
میں ہی سزائے عشق ہُوں میں ہی جزائے عشق

ہم بوالہوس تو خیر نہیں ہیں مگر یہ ہے
عریاں تھا یہ بدن جو نہ ہوتی قبائے عشق

عاشق کوئی نظر میں سمائے تو کچھ کہوں
کیا ابتدائے عشق ہے کیا انتہائے عشق

Scanned by CamScanner

☆

سیلِ جہاں میں خود کو ڈبونا بھی عشق ہے
ہونا بھی عشق اور نہ ہونا بھی عشق ہے

اے حُسن اب یہ خواب حقیقت سے جُو گیا
اب جاگنا بھی عشق ہے سونا بھی عشق

کہتے ہیں ''مَیں'' کو ہستیِ آدم پہ داغ ہے
یہ داغ ہے تو اِس کا نہ دھونا بھی عشق ہے

دیکھو مجھے کہ عشق سے میں حُسن ہوگیا
عاشق خود اپنی ذات کا ہونا بھی عشق ہے

اِس حالتِ تباہ پہ روئے گا اور کون
روؤ دل و نگاہ کہ رونا بھی عشق ہے

Scanned by CamScanner

☆

معلولِ محض و بے رُخِ علّت کہیں جسے
صورت خود آئنہ ہو کہ حیرت کہیں جسے

اے نازِ بے نیاز تری انجمن سے دُور
گوشہ وہ کون سا ہے کہ خلوت کہیں جسے

اے وہمِ جاں بہ لب یہ بتا میں کہاں سے لاؤں
وہ ارتقائے وہم حقیقت کہیں جسے

بدلے میں سکّہ ہائے جنون و خرد کے ہائے
وہ آگہی ملی ہے کہ غفلت کہیں جسے

یہ کیا ہوا ''نہیں'' کا ''نہیں'' ڈھونڈنے میں ہائے
وہ کام آ پڑا ہے کہ فرصت کہیں جسے

دنیا و دیں بغیر بسر کر رہے ہیں ہم
یہ زندگی وہ رمز ہے ہمّت کہیں جسے

Scanned by CamScanner

☆

مایوس کوئی بھی نہیں قامت کے برابر
یہ آئنہ خانہ نہیں حیرت کے برابر

مکتب میں مرا سر تہہِ شمشیرِ الف ہے
لکھنا کہ یہ منصب ہے شہادت کے برابر

اِس انجمن آرائیِ عالم کو جو دیکھو
آئے گی نظر یہ تمہیں خلوت کے برابر

بیکار ہوں میں اے مرے سیّارہ و افلاک
کچھ کام نکالو مری فرصت کے برابر

Scanned by CamScanner

میں جاں سے وہ آئینۂ خود بینی سے گزرا
اب حُسن ہوا میری محبّت کے برابر

آنسو جو رکا ہے سرِ مژگاں و پسِ ضبط
بہہ جائے تو یہ بھی ہے قیامت کے برابر

اِس عصر کے بازار میں یوسفؑ سا بِکا ہوں
پہنچے گا کوئی کیا مری قیمت کے برابر

Scanned by CamScanner

☆

کہہ رہا ہے یہ جلال، کہہ رہا ہے یہ جمال
عشق کو نہیں زوال حُسن کو نہیں زوال

میں ہوں ایک جسمِ نور سیلِ برقِ کوہِ طور
حدِّ چشمِ اہلِ دہر میرا جامۂ سفال

میں ہوں خود ہی آئنہ میں ہوں خود ہی حیرتی
عشق یعنی میری تاب حُسن یعنی میرا حال

دہر کے غروب پر کب کھلا مِرا طلوع
عقل ہے مِری سرشت علم ہے مِرا کمال

زندگی ہے میری موت، موت میری زندگی
بندگی مری صفت صاحبی مرا کمال

"میں" سے لے کے "تُو" تلک "تُو" سے لے کے "میں" تلک
میں ہوں آپ ہی جواب میں تھا آپ ہی سوال

Scanned by CamScanner

☆

جو ہے سو ہے وہ جو عریاں نہیں ہے وہ بھی ہے
اور اِن کے بیچ جو حیراں نہیں ہے وہ بھی ہے

کسی شجر میں دمِ شاخِ نَو دمیدہ سے
کسے خبر کہ جو امکاں نہیں ہے وہ بھی ہے

جو اشک بر سرِ داماں نہیں تھا وہ بھی تھا
جو اشک بر سرِ مژگاں نہیں ہے وہ بھی ہے

غلط بیاں ہے نظارہ کہ چشمِ وسعت کو
خیالِ تنگیِ داماں نہیں ہے وہ بھی ہے

یہی کہ نشّۂ کارِ سپردگی میں کہیں
وہ ایک ربط جو عریاں نہیں ہے وہ بھی ہے

یہ کیا مذاق کہ انبوہِ غم گساراں میں
ترے لئے جو پریشاں نہیں ہے وہ بھی ہے

Scanned by CamScanner

☆

خود مجھ کو بھی خبر نہیں کیا چاہتا ہوں میں
ہوں چاہتا بقا کہ فنا چاہتا ہوں میں

ہوں گُل مگر خبر نہیں دورانِ ہست و نیست
لُو چاہتا ہوں میں کہ صبا چاہتا ہوں میں

خوف آتا ہے مکان سے دیوار و در سے خوف
رہنے کو بھی مگر کوئی جا چاہتا ہوں میں

مجھ یاسیّت زدہ کو نہیں فکرِ ردّوکد
یعنی خدا نہیں کہ خدا چاہتا ہوں میں

مجھ بے مزا سے کیا ہو مزا گر وہ پوچھ لے
اس زندگی سے کیسا مزا چاہتا ہوں میں

لے جاؤ اپنے نشتر و مرہم تُم اپنے ساتھ
اب درد چاہتا نہ دوا چاہتا ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

کوئی حالت نہیں یہ کون سی حالت میں ہوں
کیا خدا ہے ہی نہیں کس لئے وحشت میں ہوں

''تُو'' کا دَر بند ہوا اور کھلا ''میں'' کا دَر
ایک حیرت سے نکل کر نئی حیرت میں ہوں

جس طرح وقت سے فطرت کو مِلے اذنِ نمو
میں اُسی طرح کی سرمست مسرت میں ہوں

وہی سمجھے گا جسے نشّہ سُبک کرتا ہے
کس ہَوا پر ہیں قدم کیسی لطافت میں ہوں

مثلِ یک طائرِ آزاد اُڑوں یا نہ اُڑوں
آج میں خوش ہوں کہ میں اپنی ہی قدرت میں ہوں

Scanned by CamScanner

☆

ابھی نہیں ہوں سرِ آئنہ ابھی ہوں میں
وہ شعبدہ ہوں کہ خود اپنا حیرتی ہوں میں

سب آن بیٹھے ہیں بزمِ ازل کے نکلے ہوئے
کوئی نہیں کہ جو پہچان لے وہی ہوں میں

کہاں سے لاؤں وہ محویّت خبر انداز
یہاں تو خود کو میسّر کبھی کبھی ہوں میں

کہاں سے گزروں نہ گزروں کہاں سے وائے سفر
کہ ہر نظارہ یہ کہتا ہے رفتنی ہوں میں

جو نکلا خود سے تو آ گے تھی تنگیِ افلاک
نکل کے دام سے بھی زیرِ دام ہی ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

جس کی حدِ وسعتِ امکاں ہے وہ حد بھی میں ہوں
اپنے اندر وہ ازل ہوں کہ ابد بھی میں ہوں

تُو ہر اک جا ہے بتا میں بھی کہیں ہوں کہ نہیں
اور پھر جب تیرے ہونے کی سند بھی میں ہوں

لئے جاتا ہوں ہر اک آن بہائے خود کو
سیل بھی میں ہوں اور اِس سیل کی زد بھی میں ہوں

مجھ کو اپنایا مجھے میرے حوالے نہ کیا
وہ قبولِ درِ حسرت ہوں کہ رَد بھی میں ہوں

چشمِ حیرت نہ سمجھ سہل تماشا میرا
وہ جنوں ہوں پسِ وحشت کہ خرد بھی میں ہوں

دیکھتے دیکھتے ہی ہوگیا میں صرف تمام
اور جس مَد میں ہوا صرف وہ مَد بھی میں ہوں

Scanned by CamScanner

☆

''مَیں'' ہے کیا تم کو بتانے آیا ہوں
میں تمھیں تم سے مِلانے آیا ہوں

پائی ہے جس کے لئے تم نے یہ آنکھ
میں وہی جلوہ دِکھانے آیا ہوں

پائے ہیں جس کے لئے تم نے یہ کان
میں وہی نغمہ سنانے آیا ہوں

پائے ہیں جس کے لئے تم نے حواس
میں اُسی حِس کو جگانے آیا ہوں

پائے ہیں جس کے لئے تم نے یہ پاؤں
میں اُسی رہ پر چلانے آیا ہوں

جس زمیں میں تُم نے دوزخ بوئی ہے
میں وہیں جنت اُگانے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

کہاں سے آئی خزاں میں مگر نہ دیکھ سکا
گئی بہار کہاں مَیں مگر نہ دیکھ سکا

کبھی تو ہونے کو میں دیکھ لوں گا ہوتے ہوئے
مجھے بھی تھا یہ گماں میں مگر نہ دیکھ سکا

جو دیکھتے ہی نہیں وہ تو دیکھتے ہی نہیں
مَیں دیکھتا تھا یہاں مَیں مگر نہ دیکھ سکا

یہ دیکھنے مَیں کہاں ہوں کہاں کی ٹوہ میں مَیں
پھرا کہاں نہ کہاں میں مگر نہ دیکھ سکا

کہاں کو جاتی ہے جاں خاک کر کے ہستی کو
کہاں سے آتی ہے جاں میں مگر نہ دیکھ سکا

Scanned by CamScanner

☆

مری تلاش میں تُو تیرے پاؤں پیچھے بہار
سو تیری راہ میں دنیا نہ راستوں کا غبار

جو خواب ہُوں تو کھُلے مجھ پہ کوئی رمزِ ثبات
کبھی مجھے مِری وسعت سے دُور جا کے پکار

نکل نہ بُوئے کفِ برگ کے تعاقب میں
تُو دستِ کشف و کرامت ہے شاخِ گل کو سنوار

میں آئنوں کا مَیں خود تجھے صدا دوں گا
مجھے تلاش نہ کر مجھ میں زاویے ہیں ہزار

ترے گماں سے جُدا میرا مدّعا کب ہے
مگر غبار ہے دنیا سنور سکے تو سنوار

Scanned by CamScanner

☆

جواب کیا ہے یہ آخر سوال کیا شے ہے
چلو کہ شے کوئی شے ہے خیال کیا شے ہے

یہ بات کیا ہوئی آخر وہ لب ہیں مثلِ گلاب
مثال آئی کہاں سے مثال کیا شے ہے

بہ دوشِ وقت ہیں فردا و دوش اِدھر سے اُدھر
اُلٹ پُلٹ ہو جو ایسی تو حال کیا شے ہے

مری ہی ذات ہے مرکز تمام سمتوں کا
یہ شرق و غرب و جنوب و شمال کیا شے ہے

بتا مجھے تُو اے دوری یہ ہجر کیا ہے بلا
بتا مجھے تُو اے قربت وصال کیا شے ہے

Scanned by CamScanner

☆

تُو مردِ عشق اناالحق تری نوا سائیں
خدا نہیں پہ خدا سے نہیں جُدا سائیں

تجھے خبر نہ ہوئی "تُو" سے کب ہوا "میں" تو
رہا تُو مستِ مئے ساغرِ الہ سائیں

وہ تُو کہ آپ ہی عاشق ہے آپ ہی معشوق
ملے گا اور کہاں تجھ سا مبتلا سائیں

تُو عشق تھا بہ خدا حُسن ہوگیا آخر
وہ ابتدا تھی تری یہ ہے انتہا سائیں

نویدؔ بھی ہے مسافر رہِ اناالحق کا
یہی ہے وقت کچھ اُس کے لئے دُعا سائیں

Scanned by CamScanner

☆

یقیں رکھوں میں کہاں پر گماں کہاں لے جاؤں
ہزار سود ہو کوئی زیاں کہاں لے جاؤں

تری زمیں کو کہاں دفن کرنے جاؤں میں
لگانے آگ ترا آسماں کہاں لے جاؤں

تو کیا نہ دیکھوں میں اشیا کو رائیگاں جاتے
اگر میں دیکھوں تو یہ رائیگاں کہاں لے جاؤں

تمام لحظہ بہ لحظہ بکھر رہا ہے جہاں
اسے سمیٹوں تو یہ جسم و جاں کہاں لے جاؤں

کہاں کہاں نہ بچاؤں فنا سے اپنا وجود
میں اپنا آپ اُٹھائے کہاں کہاں لے جاؤں

Scanned by CamScanner

☆

پے بہ پے لمحہ بہ لمحہ یہ تماشا کیا ہے
اور دیکھو ابھی تم نے ابھی دیکھا کیا ہے

کچھ نہیں ہونا نہ ہونا تو پھر اے موجِ ہوا
نقش کا بننا ہے کیا نقش کا مِٹنا کیا ہے

بحرِ ہستی کے تو معنی ہیں کوئی سطح نہ تہہ
ڈوبنا کیا ہے یہاں اور ابھرنا کیا ہے

تمھیں معلوم ہے تم موج ہو جس دریا کی
اک روانی کے سوا اور وہ دریا کیا ہے

بے تمنا ہوئے جانے کی تمنا کے سوا
کوئی پوچھے بھی تو کیا کہیے تمنا کیا ہے

جب میّسر ہی نہیں کچھ تو بلا سے میری
کیا بُرا ہے مجھے کیا، کیا مجھے اچھا کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

خدا نہیں کہ خدا ہے مجھے نہیں معلوم
کہاں تلک یہ خلا ہے مجھے نہیں معلوم

حرم نہ دیر کلیسا نہ در پھر آج یہ دل
کدھر کو لے کے چلا ہے مجھے نہیں معلوم

یہ دردِ حسرتِ ہستی جو لے کے پھرتا ہُوں
یہ درد ہے کہ دوا ہے مجھے نہیں معلوم

میانِ کشمکشِ باد و ہستیِ خاشاک
فنا ہے یا کہ بقا ہے مجھے نہیں معلوم

جو چشمِ عشق تہہِ بارِ آئنہ ہے تو یہ
سزا ہے یا کہ جزا ہے مجھے نہیں معلوم

Scanned by CamScanner

اگر ہے کچھ تو وہ کیا ہے خبر نہیں ہے مجھے
جو کچھ نہیں ہے تو کیا ہے مجھے نہیں معلوم

میں سادہ دل ہُوں گریباں کی پوچھتے کیا ہو
کہاں یہ چاک ہوا ہے مجھے نہیں معلوم

جو چاہے سجدہ گزارے جو چاہے سر پھوڑے
وہ بُت ہے یا وہ خدا ہے مجھے نہیں معلوم

Scanned by CamScanner

☆

اُٹھے تھے "ہے" سے جو زندہ مگر "نہیں" میں رہے
شعورِ "لا" تھے کسی ذہنِ آتشیں میں رہے

حدودِ حُسن سے یوں مل گئی حدِ عشاق
کہ اب نہ دین سے باہر ہیں اور نہ دیں میں رہے

جنھوں نے خود پہ کیا شک سی نعمتوں کو حرام
وہ پھر بتوں کی طرح کعبۂ یقیں میں رہے

جنھیں شمار کیا بجھ گئے وہ سب تارے
جنھیں شمار نہ کر پائے آستیں میں رہے

یہ امتیازِ زمان و مکاں رہا جب تک
وہ آسماں میں رہا اور ہم زمیں میں رہے

Scanned by CamScanner

☆

یہ خلا کی بے وجودی یہ وجودِ چشمِ حیراں
اِسی آئنے سے پیدا اِسی آئنے میں پنہاں

تو یہ آئنہ بھی کیوں ہو جو وہ موجِ حُسن یوں بھی
پَسِ آئنہ چھپی ہو سرِ آئنہ ہو عریاں

کبھی بھول کر بدن پر نہ لیا لباس اُس نے
وہ جو خلوتِ عجب میں کوئی پھر رہا ہے عُریاں

یہ کہاں کی بے دلی ہے تجھے کیا ہوا ہے اے دل
وہ طوافِ کوئے جاناں نہ وہ سیرِ دشتِ امکاں

کہیں اور اے ستارو یہ طلسمِ شب گزارو
مرے دل میں سو رہی ہے کوئی شامِ بے چراغاں

Scanned by CamScanner

☆

بے خودی ہے نہ خودی ہے تو یہ حالت کیا ہے
جو گزرتی ہے مِرے دل پہ قیامت کیا ہے

دین بھی کم ہے جسے کم ہے یہ دنیا جس کو
کم ہیں یہ عشق و ہوس جس کو وہ شدّت کیا ہے

کوئی تو ٹھہرے کہ پُوچھیں یہ گزرنے والے
وہم کس چیز کو کہتے ہیں حقیقت کیا ہے

چلیے مانا کسی صورت میں نہیں ہے صورت
سب یہ حسرت کے تماشے ہیں تو حسرت کیا ہے

تجھ سے رنگینی ہے اِس شہرِ فنا میں اے دل
تُو سلامت رہے یاں اور سلامت کیا ہے

اتنا سوچا ہے تو یہ بات سمجھ میں آئی
سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

جس کی طلب میں عمر بسر ہو مگر نہ ہو
اچھا ہے گر وہ ہے بہت اچھا ہے گر نہ ہو

وہ خواب ہی نہیں نہ کھلے جس کی لو سے آنکھ
وہ عشق ہی نہیں جسے اپنی خبر نہ ہو

رہتا ہے ایک خوف تجسس سے ہم کلام
وہ جو ہوا نہیں ہے وہ ہوجائے پر نہ ہو

وہ حیرتی ہوں آئنہ خانے کے درمیاں
جس کو سراغِ ہستیِ آئنہ گر نہ ہو

Scanned by CamScanner

تیری طلب ہے گر تو خود اپنی خبر کو جاؤں
وہ راہ کیوں چلوں جو تیری رہگزر نہ ہو

کیا ہجر کھینچتا ہے مری جاں کو تا بہ چشم
میں آگ ہو رہوں جو یہ آنکھوں میں تر نہ ہو

وہ شورِ اشک و آہ ہے دیوار و در کے بیچ
جیسے مقامِ گریہ وزاری ہو گھر نہ ہو

Scanned by CamScanner

☆

جو خود میں دیکھا ہے اب وہ جہاں میں دیکھنا ہے
کہ اِس مکاں کو کہیں لا مکاں میں دیکھنا ہے

چلی ہے سمتِ مخالف میں طبعِ ماہیِ عشق
ہے کتنا دَم ترے آبِ رواں میں دیکھنا ہے

ابھی تو محوِ تماشائے گُل ہے دیدۂ دل
بہار کیا ہے یہ دل کو خزاں میں دیکھنا ہے

بنے ہیں چشمِ تغیر اِس ایک حسرت میں
جہاں کو آئینۂ کہکشاں میں دیکھنا ہے

دِکھا کے جلوۂ اُلفت ہماری آنکھ نہ مُوند
ابھی تو تجھ کو صفِ دشمناں میں دیکھنا ہے

Scanned by CamScanner

☆

خامشی کو پردۂ سازِ سخن کافی نہیں
یہ وہ خلوت ہے کہ جس کو انجمن کافی نہیں

کیا دکھانا ہے کہ عریانی پڑی جاتی ہے کم
کیا چھپانا ہے کہ جس کو پیرہن کافی نہیں

گر نہ کہیے زندگی جاتی ہے گر کہیے تو مَوت
روح کی حسرت نکلنے کو بدن کافی نہیں

اے زمیں اب رکھ ہمارے سر پہ دستِ خاک رکھ
ہم خمیرِ خاک کو چرخِ کہن کافی نہیں

کس نزاکت سے گزر کر کس نفاست سے جناب
فن وہاں تک آ گیا ہے اب کہ فن کافی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

چشمِ ہوش و چشمِ محو و چشمِ وا کافی نہیں
وہ تماشا ہے کہ جس کو دیکھنا کافی نہیں

یہ وہ حسرت ہے جسے میرا بھی مل جانا ہے کم
یہ وہ تنہائی ہے جس کو دوسرا کافی نہیں

یہ وہ قامت ہے جسے بابوسِ یکتائی ہے کم
یہ وہ چہرہ ہے کہ جس کو آئنہ کافی نہیں

چاہیے بے خوفیِ معلوم میں کوئی خدا
خوفِ نا معلوم کو خوفِ خدا کافی نہیں

تُو بہلتا ہی نہیں اے دل بہلنے کے لئے
کیا فنا کافی نہیں ہے کیا بقا کافی نہیں

ہو سکے تو دل کو اب بے مدّعا کرلیجیے
اک فقط یہ ترکِ عرضِ مدّعا کافی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

یہ بھی کیا سوچنا پردہ ہو کہ پردہ ہی نہ ہو
کیا تماشا ہو اگر دیکھنے والا ہی نہ ہو

قیمتِ عشقِ زلیخا نہیں معلوم مگر
حُسنِ یوسفؑ ہے ٹکے کا جو زلیخا ہی نہ ہو

آج رخصت ہے تمنّا کی مگر یہ مِرا دل
ایسے خاموش ہے جیسے کبھی دھڑکا ہی نہ ہو

تیر وہ ہے کہ جگر سے نہ نکالے نکلے
زخم وہ ہے کسی مرہم سے جو اچھا ہی نہ ہو

بات وہ ہے جو کسی طرح بنائے نہ بنے
بوجھ وہ ہے کسی پہلو بھی جو ہلکا ہی نہ ہو

مَیں نے مانا کہ زمانہ نہیں سنتا لیکن
بَک رہا ہُوں میں جنوں میں کوئی سنتا ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

☆

پردے میں وہم کے ہے حقیقت خدا گواہ
گھیرے ہے آئنے کو یہ حیرت خدا گواہ

ہے حُسن کیا وجود کے ہونے کا ایک وہم
ہے عشق کیا نہ ہونے کی وحشت خدا گواہ

میں ''لا'' ہوں اِس زمان و مکاں کی حدود میں
ہے تنگ مجھ پہ میری ہی وسعت خدا گواہ

آئنے میں اب اپنے خدوخال دیکھ کر
تکتی ہے میرا منہ مِری صورت خدا گواہ

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

جانے نہ جانے تیری مشیّت کو تُو ہی جان
مجھ کو تُو ہے مجھی سے شکایت خدا گواہ

یکسانیِ جہاں سے اب اُکتا گیا ہوں میں
اب لگ نہیں رہی ہے طبیعت خدا گواہ

بدلا ہے اپنے ہاتھ سے مُرشد نے میرا ہاتھ
ہوں اپنے ہاتھ پر ہی میں بیعت خدا گواہ

Scanned by CamScanner

حیرت نے دکھایا ہے تو دیکھا ہے وگرنہ
دیکھا جو نہیں تھا کبھی دیکھا بھی نہ ہوتا

اچھا ہُوا پوچھا نہ اگر حال کسی نے
باتوں سے مِرا زخم تو اچھا بھی نہ ہوتا

آئینہ تکا کرتا ہوں ہر آن کہ مجھ کو
مجھ سا تو کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہوتا

Scanned by CamScanner

☆

حیرتی ہوں چشم کے آگے دَھرا ہے آئینہ
مستقل دیکھو تو جانو اک بلا ہے آئینہ

کچھ نہیں مقصودِ چشمِ عشق حیرت کے سوا
آنکھ جو رکھتا ہے اُس کا مدّعا ہے آئینہ

کس کے ٹھہرائیں مماثل کیا رکھیں تمثیل میں
کس سے دیں تشبیہ آخر آئینہ ہے آئینہ

میں نے دیکھا تو نہیں اُس کا بدن لیکن یہ ہے
کیا قیامت ہوگا وہ جس کی قبا ہے آئینہ

اب نگہ حائل نہیں لے دیکھ یہ رنگِ وصال
چشم خوں آلود ہے ٹوٹا پڑا ہے آئینہ

Scanned by CamScanner

☆

سفر ہے یہ کہ نہیں ہے سفر نہیں معلوم
قدم چلے کہ چلی رہگزر نہیں معلوم

بھلے سے سرسری گزرے بھلے ٹھہر جائے
نظر کو اپنی ہی حدِ نظر نہیں معلوم

ہمیں خبر ہی نہیں کب گئی خبر اپنی
کب آئے گی ہمیں اپنی خبر نہیں معلوم

یہ عشق کی ہے کرامت کہ ہے کرامتِ تیغ
کہاں جُدا ہوا شانے سے سر نہیں معلوم

وہ کون ہے جو حقیقت کو جانتا ہے یہاں
تو کیا ہوا جو تمہیں بھی اگر نہیں معلوم

Scanned by CamScanner

☆

ہر نفس ''ہاں'' اور ''نہیں'' کے درمیاں میں بھی تو ہوں
اے یقیں میں بھی تو ہُوں ہاں اے گماں میں بھی تو ہوں

مٹ چکا ہے سب یہاں اور سب یہاں مٹ جائے گا
مٹ رہا ہے سب یہاں ہائے یہاں میں بھی تو ہوں

دیکھتا ہوں اک جہاں کو روز تھک کر بیٹھتے
سر ہے بے سودا مِرا پر سر گراں میں بھی تو ہوں

سب کی بے سمتی ہے میرا قہقہہ ہے اور سفر
بھول بیٹھا ہوں میں یہ شاید رواں میں بھی تو ہوں

بنتے مٹتے رُکتے چلتے دیکھتا تھا میں حباب
یک بہ یک مجھ کو خیال آیا کہ ہاں میں بھی تو ہوں

لگ گئی ہے چُپ مجھے بھی راز داں کے ساتھ ساتھ
اُس کے لب کی خامشی کا راز داں میں بھی تو ہوں

Scanned by CamScanner

☆

جنوں خانے میں یہ ہونا نہ ہونا کون دیکھے گا
تماشا جس طرح سے میں نے دیکھا کون دیکھے گا

ہیں مستِ حال سب کوئی نہیں بے حال و بے حالت
اُٹھا کر پردۂ ماضی و فردا کون دیکھے گا

کیے جاتا ہے خود کو تیز عہدِ تیز و بے پروا
جو آہستہ ہُوا جاتا ہے عنقا کون دیکھے گا

جو دریا کو ہے کرتا خاک کر کے خاک کو دریا
وہ بے آواز و بے رفتار دریا کون دیکھے گا

ہے سب سمجھا نہ سمجھا ایک جیسا کون سمجھے گا
ہے سب دیکھا نہ دیکھا ایک جیسا کون دیکھے گا

Scanned by CamScanner

☆

کچھ نظر آئے تو پھر کچھ نظر آتا ہی نہیں
دیکھنے کی طرح تم نے ابھی دیکھا ہی نہیں

پیاس کی حد میں ہے جو کچھ نہیں جُز موجِ سراب
پیاس کی حد سے جو باہر ہے وہ صحرا ہی نہیں

اک تمنّا کہ تمنّا ہی نہیں ہے جیسے
ایک سودا ہے کہ جیسے کوئی سودا ہی نہیں

میں وہ گُل ہوں کہ پسِ پردۂ ہنگامِ نمود
مجھ کو فطرت نے کسی شاخ پہ رکھا ہی نہیں

سنگِ دَر چُپ ہے کہ ہے محرمِ رازِ سجدہ
سر اُٹھاتے ہی نہیں ہم کہ سر اٹھتا ہی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

بس دل ہی سمجھ سکتا ہے عالم مِرے دل کا
ہر قطرۂ خوں کرتا ہے ماتم مِرے دل کا

اے رشکِ جنوں' رشکِ خردٔ رشکِ رہِ طور
لو تم ہی اُٹھاؤ جو اُٹھے غم مِرے دل کا

یہ لاغری و ضعف یہ رعشہ یہ رُخِ زرد
اے بے دمِ نظّارہ یہ ہے دم مِرے دل کا

عاشق ہوں مِرے تن سے جھلکتا ہے وہ معشوق
یونہی تو دوانہ نہیں عالم مِرے دل کا

اک قہقہہ بر عشق تو اک قہقہہ بر حُسن
جاری ہے عجب گریۂ پیہم مِرے دل کا

مَیں محرمِ جاں محرمِ اسرارِ خودی مَیں
پہ کوئی نہیں دہر میں محرم مِرے دل کا

Scanned by CamScanner

☆

کہوں تو کیا جو بتاؤں تو کیا کہ یوں ہے جنوں
یہی کہوں یہی کہتا رہوں جنوں ہے جنوں

نہ پوچھ سر کی کہ یہ ہوشِ سنگ سے بھی گیا
جنوں کی پوچھ جنوں سے بھی کچھ فزوں ہے جنوں

ہم ایسے خونیں کفن جس کی تہہ کے ہیں پیراک
وہ دام و موجہ و گرداب و بحرِ خوں ہے جنوں

کشید کرتا ہے نشہ خود اپنی خلوت سے
شریکِ محفلِ مے جامِ واژگوں ہے جنوں

یہ عمرِ خس تو کٹی منتِ ہوا میں تمام
اُڑی جو راکھ کھلا شعلۂ دروں ہے جنوں

خیالِ دیر نہ فکرِ بُتاں نہ ہوش اپنا
جنوں سہی مگر اب اِس قدر بھی کیوں ہے جنوں

Scanned by CamScanner

☆

لوحِ محفوظ کا آہنگِ نوا بولتا ہے
سن سکو تو مرے لہجے میں خدا بولتا ہے

وحی ہے، غیب ہے، الہام ہے، بڑ ہے کیا ہے
منہ ہی منہ میں وہ خدا جانیے کیا بولتا ہے

تا دمِ مرگ ترا چلہ کشِ خاموشی
کچھ اشاروں ہی اشاروں میں سنا بولتا ہے

کھیلتا رہتا ہے معلوم و نہ معلوم کا کھیل
خود پتا پوچھتا ہے خود ہی پتا بولتا ہے

دستِ عشاق میں آئے تو مشیّت کی طرح
بیدِ مجنوں ہو کہ موسیٰ کا عصا بولتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

مِری ''مَیں'' کو ''تُو'' کا جو سودا سمایا
تو خود کو ہی خود کا ہی جلوہ دکھایا

کسے یہ خبر ''تُو'' سے ظاہر ہوا ''مَیں''
مِری شکل میں ''تُو'' نے خود کو چھپایا

نظر آیا میں ''تُو'' کی صورت میں خود کو
مِری میں نے ''تُو'' سے جو پردہ ہٹایا

کھلا عرش پر ''مَیں'' کا ''تُو'' میزباں تھا
کہ ''تُو'' نے ہی تھا مَیں کو مہماں بلایا

نہیں کوئی ''تُو'' اب نہیں کوئی ''مَیں'' اب
میں تجھ میں سمایا تو مجھ میں سمایا

Scanned by CamScanner

☆

وحشت یہ کہہ رہی ہے کہ وحشت کو اب نہ رو
حالت یہ بے سبب ہے تو حالت کو اب نہ رو

وہ کھیل تھا سمجھتا تھا تُو جس کو کوئی کام
اے طفلِ عقل بیٹھ کے فرصت کو اب نہ رو

اب بے بسی میں دوڑ تارہ ''کیا'' سے ''کیوں'' تلک
حسرت ہے آئنے کی تو حیرت کو اب نہ رو

کر اپنی اپنے ہونے سے بے نسبتی تلاش
نسبت تو اک فریب ہے نسبت کو اب نہ رو

رونے ہی سے ترے اگر آئی تو آئے گی
مژگاں سے اشک پونچھ قیامت کو اب نہ رو

Scanned by CamScanner

☆

ہے فنا دہر کا مقدور بقا ہو کہ نہ ہو
موت خود ایک حقیقت ہے خدا ہو کہ نہ ہو

سر پٹکنے ہی میں لذّت وہ میسّر ہے کہ اب
درِ کعبہ سے غرض کس کو ہے وا ہو کہ نہ ہو

نا امیدی کو مگر اُس نے نہ آنے دیا پاس
چاہیے وحشت سے کوئی کام بنا ہو کہ نہ ہو

درد کو یونہی کبھی حد سے گزرتا ہوا دیکھ
اک نظر قطعِ نظر اِس سے دوا ہو کہ نہ ہو

کیوں نہ پھر جس طرح میں چاہوں مروں جب یوں بھی
کیا خبر حق مِرے مرنے کا ادا ہو کہ نہ ہو

دل وہ دیوانہ کہ جینے میں مزا ڈھونڈتا ہے
عمر کہتی ہے جیے جاؤ مزا ہو کہ نہ ہو

Scanned by CamScanner

☆

موجود ہو وجود ہو کیجیے بجا ہے شک
بس وہ ہی با یقیں ہے کہ جو کر رہا ہے شک

حُجت کہاں یقیں کو کہاں یہ دماغ ہے
گر عقل پر کھلا ہے تو شک سے کھلا ہے شک

شک تہہ بہ تہہ ہے اور پرت در پرت ہے شک
اک سلسلہ کہ سلسلہ در سلسلہ ہے شک

لے آب و گل سے تا بہ خلا تا بہ کہکشاں
میں جب کہیں چلا مرے پیچھے چلا ہے شک

تم شک میں اور یقیں میں رہو گم مجھے تو یاں
شک میں یقیں ملا ہے یقیں میں ملا ہے شک

پہلے بھی یاں بڑے بڑے آئے ہیں پُر یقیں
اک ایک کر کے اٹھ گئے کس سے اٹھا ہے شک

Scanned by CamScanner

☆

کیا خوب کہ ہو سکتا ہوں یا ہو نہیں سکتا
ہونا تو نہ ہونے سے جدا ہو نہیں سکتا

آلودۂ خوں لاکھ ہوں یاں ناخنِ مجنوں
وا پیچِ خمِ زلفِ دوتا ہو نہیں سکتا

کچھ درد ہی اتنا ہے کہ اب تا بہ دمِ مرگ
یہ ہاتھ مرے دل سے جدا ہو نہیں سکتا

مَیں بھی تو ہوں اک عشق میں پابندِ سلاسل
کیوں ہاتھ وہ پابندِ حنا ہو نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

ماضی ہے مری آنکھ کو ہر لحظہ موجود
میرے لئے یاں کچھ بھی نیا ہو نہیں سکتا

قطرہ نہیں دریا ہے جو دریا میں ہے شامل
قطرہ کبھی دریا میں فنا ہو نہیں سکتا

یہ دل کہاں وہ ناوکِ مژگاں کہاں اے عشق
حق زخم چھپانے کا ادا ہو نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

☆

بیٹھا یہ سوچتا ہے کیا وقت بہت گزر گیا
کاسہ اٹھا صدا لگا وقت بہت گزر گیا

حال میں تھا کہ قال میں جانے تھا کس خیال میں
مجھ کو پتا نہیں چلا وقت بہت گزر گیا

یا یہ زماں بدل گیا یا یہ مکاں بدل گیا
یا میں ذرا سا سوگیا وقت بہت گزر گیا

مجھ سے مجھے مِلا چکی مَوت بھی آ کے جا چکی
دیکھنا بج رہا ہے کیا وقت بہت گزر گیا

تھمے تھمے تھمے تھمے دبے دبے دبے دبے
ذرا ذرا ذرا وقت بہت گزر گیا

Scanned by CamScanner

☆

کیا کرو، کیا نہ کرو، وقت ہوا جاتا ہے
چاہے کچھ ہو کہ نہ ہو وقت ہوا جاتا ہے

نالہ بلبل کا سنو چاہے سنو نغمۂ گُل
چاہے کچھ بھی نہ سنو وقت ہوا جاتا ہے

سر کو خنجر تلے یا سنگ کی زد پر رکھو
چاہے زانو پہ دھرو وقت ہوا جاتا ہے

چاہے آہستہ چلو چاہے چلو تیز قدم
یا رُکو یا نہ رُکو وقت ہوا جاتا ہے

چاہے دیوانہ بنو چاہے بنو صاحبِ ہوش
چاہے کچھ بھی نہ بنو وقت ہوا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

شے بہ شے لا بہ لا تحیّر ہے
علم کی انتہا تحیّر ہے

جو چُکا دے وہ آئنہ لے جائے
قیمتِ آئنہ تحیّر ہے

ہم تحیّر زدہ ہیں بندۂ عشق
اور ہمارا خدا تحیّر ہے

جانے کیا ہوگا کیا نہ ہوگا وہ
جس کا بندِ قبا تحیّر ہے

کیا کہا کیا سنا مگر یونہی
جو کہا جو سنا تحیّر ہے

Scanned by CamScanner

☆

سیر کو یا سفر کو جاتے ہیں
راستے یہ کدھر کو جاتے ہیں

لے کے اپنی نظر کو آئے تھے
لے کے تیری نظر کو جاتے ہیں

اِس تماشے میں جی لگاؤ تم
ہم تو اب اپنے گھر کو جاتے ہیں

اک جگہ بیٹھ کیوں نہیں رہتے
کیا اِدھر کو اُدھر کو جاتے ہیں

اپنی فرقت میں دل کو رو آئے
اب تو رونے جگر کو جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

یہ سوئے عرش آہ بن کر ہم
ڈھونڈنے کس اثر کو جاتے ہیں

کچھ خبر ہے یہ عشق کا ہے سفر
منہ اٹھائے کدھر کو جاتے ہیں

دیکھتی ہوگی راہ کب سے وہ تیغ
لے کے اب ہم بھی سر کو جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کیا خبر جی رہے ہیں مر رہے ہیں
کتنی تیزی سے دن گزر رہے ہیں

دل میں درد اٹھ رہا ہے رہ رہ کر
دل پہ رہ رہ کے ہاتھ دھر رہے ہیں

اتنے دن جو نظر نہیں آئے
کیا کہیں تم سے ہم کدھر رہے ہیں

آپ دل پر نہ لیں ہماری بات
ہم تو بس یونہی بات کر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

جی کسی کام میں نہیں لگتا
جانے کیا کام ہے جو کر رہے ہیں

ہم تو بس کر رہے ہیں رات کو دن
ہم تو بس دن کو رات کر رہے ہیں

مَوت سے مر رہی ہے یہ دنیا
اور ہم زندگی سے مر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

مرحلے سنگ و سر کے دیکھ ذرا
اُس گلی سے گزر کے دیکھ ذرا

میں بھی اِن منظروں کا حصہ ہوں
مجھ کو بھی آنکھ بھر کے دیکھ ذرا

اشک ٹپکائے اور لہو دیکھے
مشغلے چشمِ تر کے دیکھ ذرا

خود کو اے محوِ آئنہ داری
آئنوں سے گزر کے دیکھ ذرا

آگئی ہائے کیسی بے خبری
آتے آتے خبر کے دیکھ ذرا

تجھ کو کھویا ہوا مِلے گا فلک
اپنی تہہ میں اتر کے دیکھ ذرا

Scanned by CamScanner

☆

ہجر میں کیا وصال میں کیا ہے
ہم کو کیا اِس وبال میں کیا ہے

اِس میں کیا نصف "تُو" ہے پوشیدہ
اے حقیقت سوال میں کیا ہے

"ہے" بھی میرے خیال میں "نہیں" ہے
جانے تیرے خیال میں کیا ہے

کیا ہے جز وہم وقت کی تقویم
کچھ تو کہہ ماہ و سال میں کیا ہے

وہم کی کیا یہی حقیقت ہے
"مثل" میں "کیوں" مثال میں "کیا" ہے

Scanned by CamScanner

☆

ہر اک بقا ہر ایک فنا سے گزر گیا
یہ درد تو دوا و دعا سے گزر گیا

خود سے گزر کے خود سے مِلا تو مجھے لگا
اپنی تلاش میں مَیں خدا سے گزر گیا

پوشیدہ ہر سوال تھا بس اک سوال میں
میں ''کیوں'' سے جب گزر گیا ''کیا'' سے گزر گیا

کچھ اتنی بے خیالی میں گزرا جہان سے
ہر اک خیالِ بے سروپا سے گزر گیا

اِس شورِ خامشی میں بہت بولتا تھا میں
چپ کیا ہوا کہ اپنی صدا سے گزر گیا

جس دن سے مجھ پہ علم برہنہ ہوا نوید
عمّامہ و عبا وقبا سے گزر گیا

Scanned by CamScanner

☆

وجود ہُوں نہ میں موجود ہوں نہ میں "لا" ہوں
نہ آئنہ ہوں نہ صورت ہُوں کیا کہوں کیا ہوں

وہ چشمِ غیب کہاں ہے جو مجھ کو دیکھ سکے
کہ اپنی اصل میں پنہاں ہوں میں نہ پیدا ہوں

میں جز و کل کا تماشا نہیں کہ کھل جاؤں
کسے خبر کہ میں قطرہ ہوں اور نہ دریا ہوں

کسی کے ہاتھ لگوں بھی تو کس طرح سے لگوں
کہ میں جنوں ہوں کوئی اور نہ کوئی سودا ہوں

فقیر و سالک و درویش و رند و مست و ملنگ
جلو میں لے کے نکلتے ہیں جب میں چلتا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

جس کا ''میں'' جزو ہے وہ کُل ہے انائے مطلق
''مَیں'' سے ''مَیں'' تک کا تسلسل ہے انائے مطلق

''تو'' کبھی ''مَیں'' سے گزر تجھ پہ بھی کھل جائے گا
تُو کی خاموشی میں ایک غُل ہے انائے مطلق

''مَیں'' ''میں'' ''تُو'' بھر کے بنا دیتی ہے جو مست الست
''تُو'' کی مینا کی وہ قُل قُل سے انائے مطلق

جو عطا کرتی ہے ہر عقل کو مستی کا شعور
وہ تدبر و تعقل ہے انائے مطلق

وہ کبھی ''میں'' کی خبر پا ہی نہیں سکتا ہے
واسطے جس کے تغافل ہے انائے مطلق

Scanned by CamScanner

☆

کیوں ہم سے دیکھنے کا تقاضا کیا گیا
کیا ہم سے پوچھ کر یہ تماشا کیا گیا

جلوہ نہ تھا تو کس لیے پھر آنکھ دی گئی
کوئی نہ تھا تو کس لئے پردہ کیا گیا

گوندھا گیا کچھ ایسے حقیقت کو وہم میں
پنہاں کیا گیا کبھی پیدا کیا گیا

گوندھا گیا قیام و رکوع و سجود کو
جب عشق کے خمیر کو زندہ کیا گیا

''ہے'' کو ''نہیں'' بنا کے ''نہیں'' کو ''ہے''
دریا کو قطرہ، قطرے کو دریا کیا گیا

Scanned by CamScanner

☆

بس ایک ھا کی صدا ہے بس ایک ھُو کی صدا
یہ کیا مقام ہے جانے خودی رہی نہ خدا

سوائے اپنے کسی کو میں جانتا بھی نہیں
بچھڑ گیا تو میں پوچھوں گا کس سے اپنا پتا

عجب جنوں ہے کدھر دیکھیے نکلتا ہوں
یہ اپنے پیچھے نہ معلوم میں کدھر کو چلا

وہ آئنہ نظر آیا جو مجھ سے گرد ہٹی
پھر اُس کے بعد مجھے دُوسرا دکھائی دیا

یہ مرگ و زیست کے عالم سے تُو گزر کر پوچھ
کہ میں نے کھودیا خود کو کہ میں یہ خود سے ملا

Scanned by CamScanner

☆

نغمے کو موت آگئی نوحہ بھی مرگیا
لپٹا کفن میں قہقہہ گریہ بھی مرگیا

جب مجھ پہ کھل گیا یہ تماشائے جزو وکُل
قطرے کو موت آگئی دریا بھی مرگیا

جب میں حدِ زمان و مکاں سے نکل گیا
سب مرگئے شمار و عدد "لا" بھی مرگیا

یونان میں مرا تھا وہ مجذوبِ فلسفہ
اب یہ کہ اس کی فکر کا مردہ بھی مرگیا

انسان ہی مرا نہ خدا ہی مرا نوید
خود تیرے "کیوں" کے ساتھ ترا "کیا" بھی مرگیا

Scanned by CamScanner

☆

میں حال میں نہیں ہوں میرے حال پر مت جا
اسیرِ عقل جنوں کی مثال پر مت جا

تو اپنے ہونے کو خود اپنے ہی سوال میں ڈھونڈ
رٹے رٹائے جواب و سوال پر مت جا

سوائے وہم نہیں کچھ نہیں وجود کا ''لا''
نہ کر خیال کا پیچھا خیال پر مت جا

ثبوتِ وہم میں ہرگز نہ لا حقیقت کو
بیان کرنے کو ممکن، محال پر مت جا

میں تیرے عشق میں خود بن گیا ہوں تجھ جیسا
مگر میں کون ہوں میری مثال پر مت جا

Scanned by CamScanner

☆

مرکز ہوں یا مدار میں الجھا ہوا ہوں میں
گردش ہوں یا قرار میں الجھا ہوا ہوں میں

ہے کائنات گِرد مرے یا میں اِس کے گِرد
اے وہم کس حصار میں الجھا ہوا ہوں میں

جوہر ہے کس نمو میں مِرا اے نمودِ خاک
ہوں نور یا کہ نار میں الجھا ہُوا ہوں میں

تنہا بھی ہوں قطار میں بھی ہوں تو اے نگاہ
تنہا ہوں یا قطار میں الجھا ہوا ہوں میں

فطرت کہ بے تکلّفِ ناز و نیاز ہے
یاں جبر و اختیار میں الجھا ہوا ہوں میں

اپنی صدا پہ کان لگائے ہوں روز و شب
اپنے ہی انتظار میں الجھا ہوا ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

نکل ہر ایک توہّم سے ہر گماں سے نکل
زمیں کے شک سے نکل وہمِ آسماں سے نکل

نیا جہاں ہے پرے مہر و مہہ کی گردش سے
ہے اُس جہاں کی تمنّا تو اِس جہاں سے نکل

اِسی مکاں کا تصور ہے لا مکاں کا وجود
سو اے اسیرِ مکاں دامِ لا مکاں سے نکل

یہ باغ کیا ہے اگر جاننے کی خواہش ہے
تو مفت دی ہوئی تشریحِ باغباں سے نکل

Scanned by CamScanner

وہی بہار و خزاں سرد و گرمِ ابر و ہوا
مسلسل ایک ہی تکرار کے جہاں سے نکل

پڑا ہے پردۂ سود و زیاں حقیقت پر
تجھے طلب ہے تو ہر سود ہر زیاں سے نکل

نہ یوں گنوا اِسے آرام کی تمنّا میں
یہ وقتِ کم ہے بہت فکرِ آشیاں سے نکل

اگر ہے آنا تو طوفانِ پُر خطر میں آ
جو ہے نکلنا تو اِس خوفِ این و آں سے نکل

سب ایک بار گرا دے جو سب ہے کج بنیاد
یہ روز روز کے اِس خوفِ رائیگاں سے نکل

Scanned by CamScanner

یہ وقت سمٹے تو کُن اور پھیلے تو فیہ کون
مگر یہ دیکھنے لازم ہے اِس زماں سے نکل

ہزار سودے ترا سر ابھی سلامت ہے
حصارِ سنگِ خموشیِ رازداں سے نکل

وجود سے تُو عدم کے سرے تلک کھنچ جا
کہ تیرِ عشق ہے تُو حُسن کی کماں سے نکل

Scanned by CamScanner

☆

دل اگر بے سمت ہو قبلہ نما کچھ بھی نہیں
اس کا مطلب آدمی خود سے جدا کچھ بھی نہیں

چشم ہو گر خام تو نظارگی ہے خود نقاب
ورنہ کیا ہے بندشِ بندِ قبا کچھ بھی نہیں

ایک حیرت تھی سو اب وہ یاس ہے کیا کیجیے
درمیانِ چشم و آئینہ رہا کچھ بھی نہیں

حُسن کو جو کچھ بھی ہم سمجھے مگر سمجھائیں کیا
یہ عجب خط ہے کہ جس کا زاویہ کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

دامِ بستی میں نہیں آئے جو ہم اہلِ جنوں
پھر ہمارے سامنے کیا ہے فنا کچھ بھی نہیں

سُن کہ ہونے میں نہیں مخفی کوئی مفہومِ زیست
اور اگر ہے تو نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں

دیکھنا ہر دم نگاہِ حُسن سے بدبیّتی
آگے اِس اندوہ کے سیلِ بلا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

طے ہوا ''تُو'' سے ''مَیں'' تک کا یہ فاصلہ اے خدا الوداع
شکریہ مجھ کو مجھ تک جو پہنچا دیا اے خدا الوداع

اب اجازت کہ یہ زندگی اک نیا موڑ مُڑنے کو ہے
اب نئی زندگی ہے نیا سلسلہ اے خدا الوداع

اب اجازت کہ فطرت سے میں اک نیا حُسن پیدا کروں
عشق کو اب ترا حُسن کم پڑ گیا اے خدا الوداع

اب اجازت کہ فطرت سے مجھ کو نیا جام درکار ہے
تیرا بخشا ہوا جام خالی ہوا اے خدا الوداع

اب اجازت کہ رخصت ہُوں تجھ سے مگر اِس سے پہلے ذرا
میرے ماتھے کو بوسہ تو دے اے خدا اے خدا الوداع

Scanned by CamScanner

☆

کوئی خبر کہ سلسلۂ دل کا کیا بنا
ہم آگئے جب اُٹھ کے، تو محفل کا کیا بنا

پھر میرے بعد کس نے اُٹھایا، یہ بارِ عشق
پھر میرے بعد، طوق و سلاسل کا کیا بنا

کیا آنے والوں کے لیے، آسان ہوگئی؟
پھر میرے بعد، عشق کی مشکل کاکیا بنا

پھر کیا کسی نے، دفن کیا، میری لاش کو
وارث مرے کدھر گئے، قاتل کا کیا بنا

Scanned by CamScanner

ہم کو تو موت آ گئی تھی درمیان میں
پھر راہ کس طرف گئی، منزل کا کیا بنا

پھر میرے بعد کون بسا، کون اُجڑ گیا
پھر وہ بھنور کدھر گیا، ساحل کا کیا بنا

اہلِ خرد تو صحبتِ ہشیار میں ہیں مست
میرے جنوں کو فکر، کہ غافل کا کیا بنا

Scanned by CamScanner

☆

نے جز و کل، نہ قطرہ و دریا، نہ میں نہ تو
ھا کے سوائے، ھُو کے علاوہ، نہ میں نہ تو

ہجر و وصال سے جو گزر آئے تو کھلا
'میں' اور'تو' کے بیچ میں پردہ، نہ میں نہ تو

معدوم سا جو 'میں' ہے، جو'موہوم' سا 'ہے' تو'
'میں' اور'تو' کے بیچ وہ نقطہ، نہ میں نہ تو

'ہے' گم ہوئی 'نہیں' میں، نہیں 'ہے' میں گم ہوئی
'میں' اور 'تو' کے بیچ رہا کیا، نہ میں نہ تو

'میں' اور 'تو' کے بیچ تھی، بس ایک 'ھو' کی دیر
پھر کچھ نہیں تھا 'ہونا' نہ 'ہونا'، نہ میں نہ تو

Scanned by CamScanner

☆

نہ نظّارہ، نہ حیرت چاہتا ہوں
خدایا، معنویّت چاہتا ہوں

ابھی تو وہم ہی معنی طلب ہے
اور اُس پر میں، حقیقت چاہتا ہوں

ورائے بحثِ لایعنی و یعنی
میں، ہونے کی وضاحت چاہتا ہوں

ذرا دیکھوں تو بے قیمت ہوں کتنا
میں تم سے اپنی قیمت چاہتا ہوں

نہ کوئی 'میں'، نہ کوئی 'تو'، نہ امکاں
بس اب میں ھُو کی خلوت چاہتا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

ذات کے دام میں تھا، دام سے آزاد ہوا
تب ملا نام کہ جب نام سے آزاد ہوا

عشق نے مسندِ کُن مجھ کو عطا کی یعنی
عشق کے کام میں ہر کام سے آزاد ہوا

اِک عجب مستیِ بے نام کی مستی میں ہُوں مست
نیست کے، ہست کے، آلام سے آزاد ہوا

منزل و جادہ و آرام و سفر ایک ہوئے
میں ہر آغاز، ہر انجام سے آزاد ہوا

یعنی پاتا ہوں میں اب عالمِ ھُو میں خود کو
یعنی قیدِ سحر و شام سے آزاد ہوا

Scanned by CamScanner

☆

رخصت ہوا جو 'کون'، تو 'کیوں' بھی چلا گیا
ساتھ اپنے لے کے 'میں' کو، یہ 'ہُوں' بھی چلا گیا

پھر یہ ہُوا، خبر سے خبر بھی چلی گئی
پھر یہ ہُوا، فسوں سے فسوں بھی چلا گیا

'تھا' اور 'ہے' کو لے کے روانہ ہوئی خرد
حالت سے حال لے کے، جنوں بھی چلا گیا

اِک ھو مچا کے داخل و خارج بھی کیا گئے
'میں' کا دُروں بھی، تو کا 'بُروں' بھی چلا گیا

گزرا وصال و ہجر کا عالم، نوید ہو
مژدہ کہ اضطراب و سکوں بھی چلا گیا

Scanned by CamScanner

☆

'لا' پہ پردہ پڑا ہے، 'کیا' چپ ہے
کیوں نہ میں چپ ہُوں جب خدا چپ ہے

''علم کیا، علم کی حقیقت کیا''
جاننا چپ، نہ جاننا چپ ہے

'ہے' کی کیا ہست، کیا نہیں کی نیست
اک سِرا گم ہے، اِک سِرا چپ ہے

بولیے، کچھ تو بولیے صاحب
اِبتدا چپ ہے، انتہا چپ ہے

Scanned by CamScanner

جانے کیا ہو رہے ہیں راز و نیاز
حیرتی چپ ہے، آئینہ چپ ہے

لازمانی کلام جاری ہے
'ہے' ہے خاموش، اور 'تھا' چپ ہے

ہر طرف گونجتی ہے یکتائی
یعنی 'ھو' چپ ہے، یعنی 'ھا' چپ ہے

اِک زمانہ تھا، بولتا تھا نوید
ایک مدت سے اب، سُنا چپ ہے

Scanned by CamScanner

☆

'کیا' ڈھونڈنے میں، 'لا' کا سوال آ گیا ہوگا
ممکن سے گزر کر، تو محال آ گیا ہوگا

یا کُہنہ خیالات کو، دن ہوگئے ہوں گے
یا لے کے کوئی تازہ، خیال آ گیا ہوگا

دل قصۂ مجنوں سے، جب اٹھنے لگے ہوں گے
پھر لے کے جنوں کوئی، مثال آ گیا ہوگا

یا طعنہ زناں، سنگ زناں، تھک گئے ہوں گے
یا تیرے جنوں میں ہی، سنبھال آ گیا ہوگا

وہ حال ہُوا ہے دلِ پُردرد کا اِس بار
کہتے ہوئے خود، درد کو، حال آ گیا ہوگا

موت آ گئی ہوگی اُنھیں، وہ جی گئے ہوں گے
جب یونہی اُنھیں، میرا خیال آ گیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

بنے گا کیا، کہ دل سے بے دلی بھی جارہی ہے
کہ موت آئی نہیں، اور زندگی بھی جارہی ہے

یہ ہے معلوم کا عالم، کہ ہے معدوم کا عالم
صدا تو ہو چکی گم، خامشی بھی جارہی ہے

بتا، کیا چشمۂ آبِ بقا ہے پھوٹنے والا؟
خدایا، اب تو میری تشنگی بھی جارہی ہے

شریعت کیا، طریقت کیا، حقیقت کیا، خدایا
یہ کیسی معرفت ہے، آگہی بھی جارہی ہے

جبیں کا زخم، پیروں کا لہو، بہہ بہہ کے کہتا ہے
ترا دَر جا چکا، تیری گلی بھی جا رہی ہے

Scanned by CamScanner

☆

دعائیں دیتے ہوئے اور سلام کرتے ہوئے
کدھر سے ہم نہیں گزرے کلام کرتے ہوئے

ہماری فکر بھی تھی خاص، اور ہم بھی تھے خاص
مگر جو بیت گئی ہم پہ، عام کرتے ہوئے

سوائے عشق ہمیں اور کچھ نہیں آتا
سو مر رہے ہیں، یہی ایک کام کرتے ہوئے

خدا کے بندے ہیں، یعنی خدا نہیں ہیں ہم
ہمیں تو شرم سی آتی ہے، نام کرتے ہوئے

کبھی تو پوچھ، کسی صبح، ہم پہ کیا گزری
کبھی تو دیکھ، ہمیں آ کے شام کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

پڑا ہوں، مجھ سے کوئی کام زندگی کو نہیں
فُغاں، کہ میری ضرورت، یہاں کسی کو نہیں

نہیں ہے کوئی پیمبر یہاں، چلو نہ سہی
پیمبرانہ کوئی دکھ بھی، کیا کسی کو نہیں

یہ کیا ہوا ہے، مجھے کیوں ملی ہے بے خبری
میں خود کو ڈھونڈنے نکلا تھا، آگہی کو نہیں

سوال یہ ہے مجھے موت کیوں نہیں آئی
میں تجھ کو ڈھونڈنے نکلا تھا، زندگی کو نہیں

کہاں کے جیب و گریباں، کہاں کے چاک و رفو
ترے خیال کو چاہا ہے، زندگی کو نہیں

میں کس خدا کو پکاروں، کسے صدا دوں نوید
یہاں کسی کی ضرورت ہی، جب کسی کو نہیں

☆

خود اپنی ذات کا تجھ کو پتا ملا کہ نہیں
خدا کو ڈھونڈنے والے خدا ملا کہ نہیں

یہی کہ سرِّ حقیقت کا ایک تیرے سوا
نہیں ہے کوئی سِرا، یہ سِرا ملا کہ نہیں

یہ مانا مِل گیا تجھ کو، سِرا حقیقت کا
'سِوا' ملا کہ نہیں، 'ماسوا' ملا کہ نہیں

یہ مانا مل گیا تجھ کو، 'اِلٰہ' کا مفہوم
مگر بتا کہ، نہ معلومِ 'لا' ملا کہ نہیں

ہزار چہرہ و آئینہ کی دوئی میں نویؔد
جوخود میں چہرہ ہو، وہ آئینہ ملا کہ نہیں

Scanned by CamScanner

☆

اگر خاموش ہیں بُت آذری تو چل رہی ہے
خرد کی بندگی بے بندگی تو چل رہی ہے

خدا جانے یہ کوئی وہم ہے یا ہے حقیقت
جنوں کے آگے اک پری تو چل رہی ہے

کوئی ہو بے جنون و بے خرد تیری بلا سے
تری بخیہ گری جامہ دری تو چل رہی ہے

بس اک تم ہو جو دل تھامے ہوئے گم سُم کھڑے ہو
دل افگارو! وہ دیکھو زندگی تو چل رہی ہے

رہا ہوشِ جنوں سو اب نہیں ہے ایک مدّت سے
رہی آوارگی، آوارگی تو چل رہی ہے

نہیں ہے کیا کوئی مصروفیت اِس کے علاوہ
کہو کیا کر رہے ہو شاعری تو چل رہی ہے

Scanned by CamScanner

☆

خراب و خستہ و واماندگاں گزر رہے ہیں
سبو ہٹاؤ کہ تشنہ دہاں گزر رہے ہیں

خوشی میں حد سے کہیں بڑھ نہ جائے ساز کی لے
زرا خیال کے آزردگاں گزر رہے ہیں

اشارہ ہائے جرس ہے نہ مژدۂ ناقوس
مثالِ یوسفِ بے کارواں گزر رہے ہیں

ملال یہ ہے زرا بھی نہیں کسی کو ملال
ملال یہ نہیں ہم رائیگاں گزر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

زمانہ ہم سے یونہی بے سبب نہیں ناخوش
سُبک گزر رہے ہیں تو گراں گزر رہے ہیں

فقط ہمارا نہیں ہے تری گلی میں گزر
زمیں گزر رہی ہے آسماں گزر رہے ہیں

مکاں کی قید سے نکلے تو یہ کُھلے تجھ پر
کہ تیری "مَیں" سے کئی لا مکاں گزر رہے ہیں

رکوع ہوتے چلے جا رہے ہیں سر بہ سجود
جدھر جدھر سے یہ آوارگاں گزر رہے ہیں

کسے خبر کہ ہمیں داستاں سُنا رہی ہے
کہ ہم سناتے ہوئے داستاں گزر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

مُستقل سوچتے رہنے کا بہانہ ہے سوال
ہے حقیقت کا دکھانا کہ چُھپانا ہے سوال

''کیا'' سے بھی پہلے ہے درکار مجھے اِس کا جواب
یہ بنانا ہے کہ یہ عقل میں آنا ہے سوال

آج تک دے نہ سکا کوئی مجھے اِس کا جواب
ہے بڑھانا کہ حدِ عقل دکھانا ہے سوال

ہے کوئی واقف ہستی کہ جو دے اِس کا جواب
ہے مجھے عمر بِتانی کہ بِتانا ہے سوال

میرے جانے کا بھی دُنیا سے کوئی ہوگا جواب
میرا دُنیا میں جو اِس طرح سے آنا ہے سوال

تھک کے کب بیٹھنا ہے مَسندِ عرفاں پہ مجھے
مجھ کو تو ایک کے بعد ایک اُٹھانا ہے سوال

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

وہم پَر ہے مِرا ایماں نہ حقیقت پہ یقیں
شک پہ بھی شک ہے مجھے بس ہے محبت پہ یقیں

عقل کو تو کسی صورت نہ مِلا نقل کا اصل
دل بھی کیا چیز ہے لے آیا شباہت پہ یقیں

کیا ہے زاہد تیری تسبیح میں بخشش کا حساب
ہے خدا پر کہ تجھے اپنی عبادت پہ یقیں

ماننے کی مِری پوچھو تو مِرا ماننا کیا
نہ طریقت پہ یقیں ہے نہ شریعت پہ یقیں

بے زبانی کا مزا ایسا پڑا ہے کہ مجھے
نہ فصاحت پہ یقیں ہے نہ بلاغت پہ یقیں

Scanned by CamScanner

☆

نہ سلسلہ ہے مِرا اور نہ کوئی گدّی ہے
مجھی تلک یہ مری ساری شدّومدّی ہے

حقیقتاً اِسے میں نے دیا ہے رنگِ دِگر
یہ فکرِ خاص جو پشتی ہے اور جدّی ہے

نگاہِ نو نے جو دیکھی جہانِ کہنہ کے بیچ
وہ شکل "ہاں" سے حسیں ہے "نہیں" سے بھدّی ہے

وہ مُحکم و متاشابہہ ہے میرا سارا کلام
کسی کو ہے یہ صحیفہ کِسی کو ردّی ہے

نیا جہاں مرا مقصودِ آرزو ہے نوید
مِرا جنوں نئے انساں کی خال و خدّی ہے

Scanned by CamScanner

☆

دکھائی کیسی حقیقت نے حال کی صورت
مِلا جواب بھی مجھ کو سوال کی صورت

وہ رنگ لائے کہاں سے کہ جس کی ''لا'' ہے نمود
بنائے کس طرح ممکن محال کی صورت

میں کس طرح سے حقیقت کروں تصور کو
میں کس طرح سے دکھاؤں خیال کی صورت

خیال ہے وہ جسے سب سمجھ رہے ہیں وصال
کسی نے دیکھی کہاں ہے وصال کی صورت

شریکِ حال کروں تو کسے کروں میں نویدؔ
کہ عرضِ حال سے باہر ہے حال کی صورت

Scanned by CamScanner

☆

نہ ہے حقیقتِ وہم اور نہ ہے حقیقتِ خواب
شراب لاؤ! کہاں کا سبق کہاں کی کتاب

بیانِ جہل ہے واں اور یاں عبادتِ نفس
اسی کو کہتے ہیں منبر ہے کیا یہی محراب

جو دے صدائے سلونی وہ زیبِ منبر ہو
جو تر ہو خون میں آباد وہ کرے محراب

دعائیں مانگنے والو ظہورِ مہدیؑ کی
خدا سے مانگا ہے میں نے تو اُس کا قہر و عذاب

یہ لمحہ لمحہ بکھیرا گیا ہے کوئی وجود
کہ حرف حرف سمیٹی گئی ہے کوئی کتاب

Scanned by CamScanner

☆

آئینے میں کیا ڈھونڈیے حیرت سے زیادہ
صورت میں تو کچھ بھی نہیں صورت سے زیادہ

کچھ وسعتِ قطرہ نہیں جز تنگیِ دریا
قد ہو نہ سکا بڑھ کے بھی قامت سے زیادہ

خاموشی سے بولا نہ گیا نطق سے آگے
ظاہر نہ ہُوا رنگ بھی رنگت سے زیادہ

یا عقل سے سوچا نہ گیا عقل سے آگے
یا کھُل نہ سکا وہم حقیقت سے زیادہ

امکان ہی امکان ہے امکان سے آگے
حسرت میں مِلا کچھ نہیں حسرت سے زیادہ

کیا حالِ سفر کہیے نہ آغاز نہ انجام
منزل نہ کھُلی ہم پہ مسافت سے زیادہ

Scanned by CamScanner

☆

نہ "کیا" نہ "کیوں" کہاں لے آئی بے خودی ہم کو
کہ اب رہا ہی نہیں ہوشِ آگہی ہم کو

پھر اُس کے بعد نہ "ہے" تھا نہ تھا "نہیں" کوئی
جو اپنی بے خبری کی خبر ہوئی ہم کو

نہ کرتے خود کو جو گُم اے تلاشِ لاموجود
نگل ہی جاتی بالآخر کوئی کمی ہم کو

کسی کی حسرتِ زلفِ ہزار پیچاں سے
ہماری سادگی لے کر گزر گئی ہم کو

نہ اب سُبک ہیں نہ ہم خود پہ ہیں گراں یعنی
بَلا جو سر سے گئی ساتھ لے گئی ہم کو

Scanned by CamScanner

☆

سائیں، باوا، میر صاحب، بادشاہ
اتنے ناموں پر بھی میں تنہا ہوں آہ

کردے تنہائی کو یکتائی نصیب
اے علیؑ اے بے پناہوں کی پناہ

ماورائے رنگ مجھ کو رنگ دے
ماورائے لاسپید و لاسیاہ

میں کدھر، رستا کدھر، منزل کدھر
چل پڑا میں راہ جانے ، جانے شاہ

یا غیاث المستغیث و یا مغیث
یا علیؑ و یاعلیؑ و یااللہ

Scanned by CamScanner

☆

نئے سرے سے اُٹھا پھر نیا وبال اِک اور
ترے جواب سے پیدا ہُوا سوال اِک اور

کہا تھا تجھ سے تو میں نے گرہ کشائی کو
یہ کیا اُلجھ کے نیا پیچ تو نہ ڈال اِک اور

جو دیکھنا ہے وہ جامِ سفال و جم میں نہیں
ہو تیرے پاس تو ساغر کوئی اچھال اِک اور

تھا عین عالمِ گریہ کہ شق ہوا سینہ
خوشا فراق کہ رستا ہوا بحال اِک اور

قریب ہوگئے کچھ اور اپنی منزل سے
گزر گیا بڑی آہستگی سے سال اِک اور

Scanned by CamScanner

☆

یوسفِ مصرِ عصر ہیں یعنی ہیں قدر دانِ دل
خود کو فروخت کردیا بند نہ کی دکانِ دل

تیری گلی میں گھومتے ماہ و نجوم چومتے
کتنے ہی راکھ ہوگئے ہم سے بلا کشانِ دل

سینہ بہ سینہ دل بہ دل ایک ہی لے ہے مستقل
جانِ قرار و جانِ جاں جانِ نگاہ و جانِ دل

اپنی ہی رَو میں مست ہیں محرمِ رازِ ہست ہیں
دل ہی ہمیں زمینِ دل، دل ہی ہمیں زمانِ دل

Scanned by CamScanner

کوئی خزاں ہو یا بہار کیسا کسی کا انتظار
دل ہی ہے میہمانِ دل، دل ہی ہے میزبانِ دل

عکس بہ عکس سر بہ سر رنگ بہ رنگ تر بہ تر
خوب ہے اُس کے حسن کو آئینۂ مکانِ دل

عرصہ ہوا کہ حسن کی کوئی جھلک نہیں ہوئی
ڈالے ہوئے سروں پہ خاک بیٹھے ہیں ساکنانِ دل

Scanned by CamScanner

☆

وہ جو اُٹھے تھے خاک سے، خاک میں پھر وہ سو رہے
ذکرِ بتانِ شہر کیا شہر زمیں کے ہو رہے

کس کو خبر کہاں چلے کس کو خبر کہاں رہے
چلنے کو ہم بھی چل دیے رہنے کو ہم بھی گو رہے

شکریہ دردِ لادوا اُن کا بھی شکریہ کہ جو
لحہ بہ لحہ گاہ گاہ واقفِ حال تو رہے

ہائے رہے پیشِ آئنہ آئینہ داریاں تری
ہم تھے کہ آئنے کو دیکھ اپنے حواس کھو رہے

کس میں تھی تابِ آئینہ دیتا جوابِ آئینہ
ہم بھی تو حیرتی ہی تھے خاک سے منہ کو دھو رہے

Scanned by CamScanner

قشقہ کشانِ دَیر سے دَیر کی پوچھتے ہو کیا
دَیر کی تم سے کیا کہیں تم تو خدا کے ہو رہے

وہ تو جدائے ہست و بود کیسا وجود کیا شہود
ہستی ہے یاں ہمی کو عار ہم جو فنا کے ہو رہے

اُٹھی نگاہِ زاویہ لے کے ہزاروں زاویے
جتنے تھے سب حریفِ دل چشم و ادا کے ہو رہے

Scanned by CamScanner

☆

مطلب و مقصدِ نگاہ خاک بلا ہی کیوں نہ ہو
تکنے کو کچھ تو چاہیے چاہے خلا ہی کیوں نہ ہو

کیا ہیں حیات و رمزِ مرگ کیا ہیں ہوا و تخم و برگ
سوچیے کچھ تو سوچیے بے سروپا ہی کیوں نہ ہو

چاہیے درد کو دوا عمر پڑی ہے گر تو کیا
زخم تو زخم ہے جناب زخم نیا ہی کیوں نہ ہو

عشق کو اِس سے کیا حذر عشق کو اس کی کیا خبر
عشق سزا ہی کیوں نہ ہو عشق جزا ہی کیوں نہ ہو

عشق ہے سیلِ تند و تیز، عشق کو اِس سے کب گریز
عشق فنا ہی کیوں نہ ہو عشق بقا ہی کیوں نہ ہو

عشق خودی و بے خودی ہے صاحبی و بندگی
عشق طریقِ زندگی عشق بلا ہی کیوں نہ ہو

Scanned by CamScanner

☆

بیٹھا یہ سوچتا ہے کیا، وقت بہت گزر گیا
کاسہ اُٹھا صدا لگا، وقت بہت گزر گیا

حال میں تھا کہ قال میں جانے تھا کس خیال میں
مجھ کو پتا نہیں چلا، وقت بہت گزر گیا

یا یہ زماں بدل گیا یا یہ مکاں بدل گیا
یا میں ذرا سا سو گیا، وقت بہت گزر گیا

مجھ سے مجھے مِلا چکی مَوت بھی آ کے جا چکی
دیکھنا بج رہا ہے کیا، وقت بہت گزر گیا

تھمے تھمے تھمے تھمے دبے دبے دبے دبے
ذرا ذرا ذرا ذرا، وقت بہت گزر گیا

Scanned by CamScanner

☆

یہی عشق کا ہے اوّل یہی عشق کا ہے آخر
کہیں خود سے خود میں غائب کہیں خود میں خود سے حاضر

پسِ منزل و مسافر یہ سفر ہے خود سے خود تک
جو پہنچ گیا وہ منزل وہ جو رہ گیا مسافر

جو خبر ہے آئینہ ہے جو ہے آئینہ خبر ہے
نہ کوئی خبیر و مخبر نہ کوئی نظیر و ناظر

کسی نے مجھے گرایا کسی نے مجھے اٹھایا
نہ گرا خود اپنی خاطر نہ اُٹھا خود اپنی خاطر

میں خود آپ اپنا صاحب میں خود آپ اپنا بندہ
بہ خدا نہ کوئی صوفی بہ خدا نہ کوئی شاعر

Scanned by CamScanner

☆

مجھی سے رازِ حقیقت مجازِ راز بھی میں
جواز بھی سبھی مجھ سے ہیں بے جواز بھی میں

مجھی سے ہے یہ خموشی مجھی سے ہے یہ سخن
درونِ ساز بھی میں اور برونِ ساز بھی میں

مجھی سے عشق کی خلوت مجھی سے جلوتِ حسن
نیاز بھی سبھی مجھ سے ہیں بے نیاز بھی میں

مجھی سے چشم کی حیرت مجھی سے تابِ طلسم
کہ آئنہ بھی ہوں میں آئنہ طراز بھی میں

مجھی سے سارے جواب اور مجھی سے سارے سوال
درِ عطا بھی ہوں میں کاسۂ دراز بھی میں

Scanned by CamScanner

☆

جنوں کی خیر منا اے جنونِ بے بنیاد
چلو، کہیں نہیں کوئی پری مگر فریاد

عدو کو کھا گئی خود ہی عدد کی بے عددی
وہ بے بسی تھی کہ منہ دیکھتے رہے اعداد

یہ 'کیوں' کہاں سے بھلا فرض کرلیا تو نے
یہ 'کیا' کہاں سے لیا 'کیا' سے تیری کیا ہے مراد

او بے خبر ترے 'ہے' اور 'نہیں' سے کیا ہوگا
کہ بے تضاد ہے بنیادِ عنصرانِ تضاد

یہ بے ستارہ و بے کوچواں خدا کی قسم
کدھر چلی ہے سواریِ عالمِ ایجاد

ہے دوڑنے کو بہت اور کم ہے رہنے کو
زمیں کا حال کہیں جاکے کس سے آدم زاد

Scanned by CamScanner

☆

لغزشِ دم قدمِ مست ہے اور کچھ بھی نہیں
حرکت واہمۂ ہست ہے اور کچھ بھی نہیں

حاصلِ ہمہمۂ آدمِ بے بس کیا ہے
جست کے بعد پھر اک جست ہے اور کچھ بھی نہیں

جہاں لایا ہے گِلہ اُس کو بلندی نہ سمجھ
یہ بلندی گلۂ پست ہے اور کچھ بھی نہیں

تیرِ تحقیر کیے بیٹھی ہے فطرت کی کماں
ہائے انساں کہ زدِ شست ہے اور کچھ بھی نہیں

فہمِ اشیاء سے کہیں پہلے یہ ترتیبِ جہاں
وہم ہے جو بھی دروبست ہے اور کچھ بھی نہیں

ہے کوئی حسرتِ تعمیر بغیرِ اسباب
ہے تو بس حسرتِ بے دست ہے اور کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

ہے اگر یہ کوئی گستاخی تو گستاخی معاف
مسئلہ ہے ماورائے اتفاق و اختلاف

چشمِ بینا کو تو دونوں حالتیں ہیں ایک سی
آئنے پر گرد ہو یا سطحِ آئینہ ہو صاف

مطلب و معنی و مفہوم و اشارات و گریز
گر کہیں ٹھہریں تو جائز ہیں قبول و انحراف

ماورائے بے دری و در ہے تُو پھر کیوں تری
عقل ہے سو در بہ در ہے دل ہے سو محوِ طواف

ہے ریا فطرت نے عریانی چھپانے کے لئے
وجہِ آرائش نہیں ہے سبزہ و گل کا غلاف

Scanned by CamScanner

☆

دورانیۂ گل پسِ گل کم ہی تو دیکھا
بے وقفہ پہ اِس سیل کو پیہم ہی تو دیکھا

کیا تاب کہ جب آنکھ نہ ہو پہلے سے تیار
دیکھا اُسے جس آنکھ نے اِک دم ہی تو دیکھا

قامت کے برابر کوئی آئینہ نہیں ہے
یوں خود کو جو دیکھا قدِ آدم ہی تو دیکھا

داخل ہے کہ خارج ہے نہیں علم کہ میں نے
سب اِک خطِ نادیدہ میں مدغم ہی تو دیکھا

کس طرح پھر اظہار میں ابہام نہ آئے
مبہم کو مری چشم نے مبہم ہی تو دیکھا

آخر یہ ہُوا میں بھی ہُوا شاملِ ماتم
واللہ کہ ہوتے یہاں ماتم ہی تو دیکھا

Scanned by CamScanner

☆

حیرت میں رہ کہ عرصۂ نظّارہ تنگ ہے
جھپکی اِدھر پلک اُدھر آئینہ زنگ ہے

حسرت سے جس کی باغ میں ہے گردشِ نمود
اے چشم، نے وہ گل ہے نہ بو ہے نہ رنگ ہے

جب تھا جنوں تو سر کو میسر تھا سنگِ طفل
اب کیا کریں کہ اب نہ جنوں ہے نہ سنگ ہے

خاموش آئینہ تکے جاتا ہے روز و شب
اِس حیرتی پہ آئینہ خانہ بھی دنگ ہے

نشّے میں تھا خودی کے مگر اتنا ہوش تھا
بندہ رہا خدا نہ ہوا یوں کہ ننگ ہے

Scanned by CamScanner

☆

قدم کے ساتھ عجب اِک قدم لگا ہے میاں
مرے وجود کے پیچھے عدم لگا ہے میاں

بجا کہ ایک ہے گریے میں گریۂ یعقوبؑ
مجھے تو دیدۂ یوسفؑ بھی نم لگا ہے میاں

گر آئینے کو لگے وہ بھی زنگ ہوجائے
وہ روگ ہم کو خدا کی قسم لگا ہے میاں

کچھ اور چاہیے وسعت اِسے بہ قدرِ نظر
یہ آئنہ مری حیرت کو کم لگا ہے میاں

تمھی بتاؤ کہ ہم کیا کریں بجز سجدہ
تمھیں خدا تو ہمیں وہ صنم لگا ہے میاں

Scanned by CamScanner

☆

ایک سایہ جو کئی دن سے مری تاک میں ہے
اس سے کہنا کہ مِرا اصل تو افلاک میں ہے

ایک سِرا گُم ہے نمو بیز ستاروں میں کہیں
اِک سِرا وقت کا پیوست مِری خاک میں ہے

پابہ پا رقص میں ہے ثابت و سیّار کے ساتھ
ایک عالم جو مِرے عالم اِدراک میں ہے

دیکھ اے چشمِ مہارت مِری جانب اِک بار
میں فقط گِل نہیں گردش بھی مِرے چاک میں ہے

یوں لیے پھرتی ہیں آوارہ ہوائیں مجھ کو
جیسے اِک دشت کا امکان مِری خاک میں ہے

تم بھی چاہو تو کفِ تاب اُلٹ کر دیکھو
کس قیامت کی حیا دیدۂ بے باک میں ہے

Scanned by CamScanner

☆

کیا خُوب کہ ہو سکتا ہوں یا ہو نہیں سکتا
ہونا تو نہ ہونے سے جدا ہو نہیں سکتا

آلودۂ خوں لاکھ ہوں یاں ناخنِ مجنوں
وا پیچ خمِ زلفِ دوتا ہو نہیں سکتا

کچھ درد ہی اتنا ہے کہ اب تا بہ دمِ مرگ
یہ ہاتھ مِرے دل سے جدا ہو نہیں سکتا

میں بھی تو ہُوں اک عشق میں پابندِ سلاسل
کیوں ہاتھ وہ پابندِ حنا ہو نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

ماضی ہے مری آنکھ کو ہر لمحۂ موجود
میرے لئے یاں کچھ بھی نیا ہو نہیں سکتا

قطرہ نہیں دریا ہے جو دریا میں ہے شامل
قطرہ کبھی دریا میں فنا ہو نہیں سکتا

یہ دل کہاں وہ ناوکِ مژگاں کہاں اے عشق
حق زخم چھپانے کا ادا ہو نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

☆

ڈھونڈو سخن میں ہوں کہ سخن میں نہیں ہوں میں
ہُوں ایسا متن میں کہ متن میں نہیں ہوں میں

خود میں ہی بے خبر ہوں کسی کو خبر ہو کیا
کیا ہُوں کہاں ہُوں ہُوں کہ چمن میں نہیں ہُوں میں

عاجز ہوں میری گمشدگی اے خدا معاف
ہُوں فن میں اتنا غرق کہ فن میں نہیں ہوں میں

پھر یہ لباس کیوں جو نہیں میں لباس میں
پھر یہ کفن بھی کیوں جو کفن میں نہیں ہوں میں

ہر شے ہے جب قیاس، تو اے وہم کیا کہوں
کس کی لگن میں کس کی لگن میں نہیں ہوں میں

داخل ہُوا ہُوں جب سے میں اپنے مدار میں
کیا مہر و مہ کسی کے گہن مَیں نہیں ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

دنیا میں آئے دھول میں اَٹ کے چلے گئے
بَل اپنے کھولنے میں لپٹ کے چلے گئے

دھرنے کو دل پہ یاں نہ اُٹھا ہاتھ پر سے ہاتھ
کاموں سے لوگ اپنے نمٹ کے چلے گئے

حیرت سرائے دہر میں ہم حیرتیِ دہر
چیزوں کو بس اُلٹ کے پُلٹ کے چلے گئے

اِس دشتِ گم میں ہائے جو کہتے تھے خود کو گم
بھُولے ہوئے کدھر کے تھے بھٹکے چلے گئے

بکھرے پھر اک وجود سے پیدا کیا عدم
سمٹے پھر اِک عدم میں سمٹ کے چلے گئے

Scanned by CamScanner

☆

شمعِ فنا کو مژدۂ صبحِ بقا سے کیا
اِس دردِ دل کو کام ہو آخر دوا سے کیا

کیوں بندِ چشم توڑ کے سینے میں در نہ آئے
سیلِ بدن رُکے ترے بندِ قبا سے کیا

روشن خود اپنے نُور سے ہے خلوتِ چراغ
اِس بے طناب کو آمد و رفتِ ہَوا سے کیا

پیوستِ شاخ ہو کے رہیں گے ہرے بھرے
ہوں گے جو برگِ رہ نہ اُڑیں گے ہَوا سے کیا

جز خامشی جواب نہیں کوئی میرے پاس
وہ پوچھ لے اگر کہ ہے مفہوم ''کیا'' سے کیا

دیکھا ہے کیا کہ گُم کیا حیرت میں اپنا آپ
چپ چپ کھڑے ہوئے ہو یہ تم آئینہ سے کیا

Scanned by CamScanner

☆

جب آنکھ کھلی قطرے میں دریا نظر آیا
ذرّے میں کبھی دل کبھی صحرا نظر آیا

اِک بار جو دیکھا اُسے یوسفؑ کی نظر سے
آئینہ گزرگاہِ زلیخا نظر آیا

ہر آنکھ میں اِک آنکھ کی تاثیر نظر آئی
ہر زلف پہ اِک زلف کا سایہ نظر آیا

پڑتے ہی نظر جسم پہ تھم تھم کے پڑی آنکھ
کیا حسن تھا ہر عضو میں یکجا نظر آیا

Scanned by CamScanner

کیا وقت گزرنے کا ملال اُس کو بہت ہے
جب دیکھا اُسے ہاتھ ہی ملتا نظر آیا

تھا شب کو پیالے میں جو ہم عکس دمِ صبح
خورشید کے پردے میں وہ چہرہ نظر آیا

اِک قطرۂ خوں تھا مگر اِک سیل کے مانند
گِرتا نظر آیا نہ ہی جمتا نظر آیا

Scanned by CamScanner

☆

عشق سے حسن جھلکتا نظر آتا ہے مجھے
رخِ مجنوں رُخِ لیلیٰ نظر آتا ہے مجھے

اتنا شفّاف ہے یہ آئینۂ کون و مکاں
سانس لیتا ہوں تو دھندلا نظر آتا ہے مجھے

وحشتِ عشق کہاں حیرتِ آئینہ کہاں
یاں تو دیوار میں چہرہ نظر آتا ہے مجھے

کچھ نظر آتا تو ہے دہر کے آئینے میں
نہیں معلوم مگر کیا نظر آتا ہے مجھے

یہ بھی کیا عالمِ حیرت ہے کہ اپنا ہی وجود
کبھی قطرہ کبھی دریا نظر آتا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

بے حجابیِ رُخِ گُل ہے حجابِ گُل تک
تو ہی تو زمزمہ پیرا نظر آتا ہے مجھے

موج کے بعد فقط موج نہیں پیشِ جنوں
ایک دریا پسِ دریا نظر آتا ہے مجھے

شام قدموں سے نکلتی ہے تو اِک سایہ سا
اپنے سائے سے نکلتا نظر آتا ہے مجھے

جب خزاں آتی ہے میرے چمنِ دل کے قریب
ایک دروازۂ گُل وا نظر آتا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

☆

پردۂ محمل اُٹھے تو رازِ ویرانہ کُھلے
رازِ ویرانہ کُھلے تب جا کے دیوانہ کُھلے

بارِ ہفت افلاک بھی اِس ناتواں شانے پہ ہے
زلف سے کہنا کہ آہستہ سرِ شانہ کُھلے

قامتِ پروانہ قدِ شمع سے کم ہے ابھی
کیمیا ہولے ذرا تو قدِ پروانہ کُھلے

جب طلسمِ آئینہ خود ہو نقابِ آئینہ
چشم پر کیسے حجابِ آئینہ خانہ کُھلے

اُس قدر مے اُس کے پیمانے میں آتی جائے گی
جس قدر بھی جس پہ تہہ داریِ پیمانہ کُھلے

Scanned by CamScanner

عاجزی و استواری، مستی و وارفتگی
کس پہ اب جز شمع بیتابیِ پروانہ کُھلے

کون لائے گا خبر تہہ کی سبو میں ڈوب کر
نام پر جس کے نیا اِک بابِ مے خانہ کُھلے

سب پہ کُھلنے کی ہمیں ہی آرزو شاید نہ تھی
ایک دو ہوں گے کہ ہم جن پر فقیرانہ کُھلے

Scanned by CamScanner

☆

وحشتِ عشق کا ساماں نہ ہوا تھا سو ہُوا
چاکِ دل تا بہ گریباں نہ ہُوا تھا سو ہُوا

اتنا ظاہر کیا مُجھ پر مرے ہونے نے مجھے
کہ نہ ہونے کا جو عرفاں نہ ہُوا تھا سو ہُوا

موت نے جلوہ گری کی ہے کچھ ایسی مجھ میں
مجھ کو اپنا کبھی ارماں نہ ہُوا تھا سو ہُوا

کس قدر میں نظر آنے لگا عنقا خود کو
میری خاطر کوئی ارزاں نہ ہُوا تھا سو ہُوا

عشقِ خاموش کو مژدہ کہ بہ دستِ آتش
آپ تصویر کے شایاں نہ ہُوا تھا سو ہُوا

Scanned by CamScanner

☆

اپنی کسی خلوت ہی میں سوچا ہوا دیکھا
دیکھا یہاں جو کچھ بھی وہ دیکھا ہوا دیکھا

ہر وقت یہ قلزم یونہی ٹھہرا ہوا پایا
ہر وقت یہ دریا یونہی بہتا ہوا دیکھا

کس نقش کو بنتا ہوا دیکھا نہ سرِ خاک
کس نقشِ کفِ پا کو نہ مٹتا ہوا دیکھا

اے چشمِ تحیّر یہ بتا وقت کو تو نے
ٹھہرا ہوا پایا کہ گزرتا ہوا دیکھا

جس حسن کا عاشق ہوں میں اس حُسن کو میں نے
بے منّتِ آئینہ سنورتا ہوا دیکھا

اِس گھر پہ تو وحشت ہی برستے ہوئے دیکھی
اِس چھت سے تو بس خون ٹپکتا ہوا دیکھا

Scanned by CamScanner

☆

ہم جہاں ہیں وہاں عالم کو دِگر کیوں نہ کہیں
نہیں آتی جو خبر اِس کو خبر کیوں نہ کہیں

اب ضروری تو نہیں ہے کہ در و بام بھی ہوں
جہاں وحشت ہو میسّر اُسے گھر کیوں نہ کہیں

دل لہو ہو کے جو ٹپکا ہے مژہ سے سو اِسے
کیوں کہیں تیری نظر اپنا جگر کیوں نہ کہیں

جب نہ آرام کا نشّہ ہے نہ ہے تازہ دمی
کیوں کہیں اِس کو قیام اِس کو سفر کیوں نہ کہیں

آئینے توڑ کے آئے ہیں سروں سے اپنے
زہے وحشت تری دیوار کو در کیوں نہ کہیں

بات کہنے ہی پہ جب بات یہاں ٹھہری ہے
سر رہے یا نہ رہے بات مگر کیوں نہ کہیں

Scanned by CamScanner

☆

وا چشم کر کہ فرصتِ دیدار پھر نہیں
تُو پھر نہیں یہ آئینہ زنہار پھر نہیں

یونہی سجا رہے گا یہ بازارِ کوئے دہر
ہم جیسے آپ اپنے خریدار پھر نہیں

یہ بار بارِ عشق ہے اے ناتوانِ عشق
یہ بار اُٹھ گیا تو کوئی بار پھر نہیں

سر پھوڑ لے جنوں میں کہ یکجائی پھر کہاں
سر پھر نہیں یہ سنگِ درِ یار پھر نہیں

Scanned by CamScanner

کرلے رخِ ہزار سے نظّارۂ وجود
اے چشمِ گل یہ آئینہ گلزار پھر نہیں

پھر ہے یہ بزم پھر ہے طلوعِ سبو و مہر
ساقی شراب دے کہ یہ میخوار پھر نہیں

دونوں ہی تشنہ کام ہیں ہونے دے معرکہ
گردن یہ پھر نہیں ہے یہ تلوار پھر نہیں

Scanned by CamScanner

☆

شمعِ خلوت نہ بنا درخورِ محفل نہ ہوا
ایک دل رکھتے تھے وہ بھی کسی قابل نہ ہوا

یوں بھی زنجیر سی اِک رگردِ قدم ہے ہر دم
کیا ہوا گر کوئی پابندِ سلاسل نہ ہوا

دشتِ امکاں میں پھرا بن کے بگولہ لیکن
یہ مہِ عیدِ تمنا مہِ کامل نہ ہوا

دستِ لیلیٰ ہی اُٹھائے نہ ہی مجنوں سے اُٹھے
پردۂ ذات ہُوا پردۂ محمل نہ ہوا

مجمعِ بوالہوساں دے کے صدا دُور گیا
میں اکیلا ہی رہا بھیڑ میں شامل نہ ہوا

کاسۂ عشق بڑھاتا ہے کہ جاں دیتا ہے
واقفِ قیمتِ لیلیٰ ہوا سائل نہ ہوا

Scanned by CamScanner

☆

ہُوا تصویر جب سے خود کو عریاں کرلیا میں نے
تماشا کر بہم حیرت کا ساماں کرلیا میں نے

ملا تھا غیب سے ذرّہ اسے کارِ جگر کہیے
کہ اک ذرّے سے پیدا اِک بیاباں کرلیا میں نے

مجھے کیا فرق ہے اور کون ہے جو مجھ کو بتلائے
گریباں کرلیا یا چاک داماں کرلیا میں نے

خیالِ نَو بہ نَو میں ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے
یہی حالت رہی دل کی تو ارماں کرلیا میں نے

Scanned by CamScanner

اُٹھانا اِک قدم بھی تھا جنوں کے ضعف سے مشکل
اُٹھا جب اِک قدم طے دشتِ امکاں کرلیا میں نے

جہاں پایا اُنہیں پھر آپ میں خود کو کہاں پایا
جہاں دیکھا اُنہیں بس خود کو حیراں کرلیا میں نے

اِسے خلوت میں پڑھ تجھ کو اگر خلوت میسر ہو
مکمل اپنی حیرانی کا دیواں کرلیا میں نے

Scanned by CamScanner

☆

کب جزو میں کُل آخر یکجا نہ ہوا ہوگا
ہے کون سا قطرہ جو دریا نہ ہوا ہوگا

حسرت ترے جلوے کی پھر بھی ہے ہر اک دل میں
ہے کون ترا جس سے پردہ نہ ہوا ہوگا

لے آئیں چلو دل کی ایسی ہی پڑی ہے تو
بازارِ جنوں میں تو عنقا نہ ہوا ہوگا

اے وقت کے مرہم اب کچھ تو یہاں رہنے دے
اِک زخم ابھی ہے جو اچھا نہ ہوا ہوگا

دیکھا ہے اُسے جب سے سوچا ہے اُسے جب سے
دیکھا نہ ہُوا ہوگا سوچا نہ ہوا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

صدا سے تیز تغیّر کی چال ہے کہ نہیں
بدل رہا ہے زمانہ کمال ہے کہ نہیں

یہ شکلِ حُسن کی ہیبت سے زرد ہے کہ نہیں
یہ آنکھ عشق کی وحشت سے لال ہے کہ نہیں

کہیں مِلے تو وہ پوچھے بغیر رہ نہ سکے
کوئی کہو کہ ہمارا وہ حال ہے کہ نہیں

ہمیشگی میں خلل ہے سکوت میں ہے خلل
یہ ایک دل کا دھڑکنا وبال ہے کہ نہیں

پڑے پڑے درو دیوار دیکھنے والے
ترا یہاں کوئی پرسانِ حال ہے کہ نہیں

Scanned by CamScanner

☆

اس طرح دھڑکتا ہے کوئی دل مرے دل میں
ہو جیسے مرا مدِّ مقابل مرے دل میں

ہاتھوں سے ترے غم کا سرا چھوٹ رہا ہے
یا ڈوب رہا ہے کوئی ساحل مرے دل میں

رہنا تھا مرے دل میں کسی غنچہ دہن کو
اور بس گیا اک شورِ سلاسل مرے دل میں

لپٹے رہے اک چاند کے دامن سے کنائے
اک درد سے ہوتی رہی جھلمل مرے دل میں

اک عشق تھا اب راکھ ہوا خود نگری میں
اب کچھ بھی نہیں ہے ترے قابل مرے دل میں

کچھ دن سے مرا حال عجب ہے کہ رفیقو
آنسو بھی ٹھہرتا ہے بہ مشکل مرے دل میں

Scanned by CamScanner

☆

سب کا حق لے کے بھی محروم نظر آتا ہے
اتنا ظالم ہے کہ مظلوم نظر آتا ہے

اِس تماشے میں جو تم دیکھتے ہو روز و شب
کچھ بتاؤ کوئی مفہوم نظر آتا ہے

یہاں معلوم حقیقت ہے فقط نامعلوم
مجھ کو تو بس یہی معلوم نظر آتا ہے

نقش اُبھرا ہے جو اِک نقش کے خاکستر سے
یہ بھی ہوجائے گا معدوم ، نظر آتا ہے

یہ مرا دل ہے کہ ہے صفحۂ لوحِ محفوظ
جس میں آئندہ بھی مرقوم نظر آتا ہے

ہر ادا قیس کی وحشت کی نظر سے دیکھو
جب وہ خوش ہوتا ہے مغموم نظر آتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

رفتار کی تیزی سے جل جائے نہ شام اے دل
دن ڈوبنے والا ہے آہستہ خرام اے دل

یا ہاتھ جلا لائے یا راکھ اُٹھا لائے
اب تک تو نہ ہاتھ آئی تاروں کی زمام اے دل

آئینہ خودبینی اُس کو بھی قفس ٹھہرا
تجھ کو بھی محبت نے رکھا تہہِ دام اے دل

ہر قطرۂ خوں تیری گردش میں دیا میں نے
پھر بھی تیری دنیا کا چلتا نہیں کام اے دل

ساکت ہیں کہ جنباں ہیں جب تک یہ نہیں کھلتا
تدبیرِ سفر کیسی کیا فکرِ قیام اے دل

پھر موسمِ دار آیا پھر سینۂ زنداں میں
گونجا تیرا نام اے دل ہو تجھ پہ سلام اے دل

Scanned by CamScanner

☆

عجب ہے خاک کا پردہ کہ ہم اُٹھا نہ سکے
گیا جو سوئے عدم پھر اُسے بلا نہ سکے

تمام رات رہے گردِ شمع پروانے
مگر ہوائے سحر سے اُسے بچا نہ سکے

نثار تجھ پہ لباسِ خزاں ، برہنۂ عشق
کفن بھی چاہے تو قامت ترا چھپا نہ سکے

سن اے فدائے گُل و مُل خزاں ہے عیشِ دوام
بہار کیا ہے جو اِک گل کو بھی بچا نہ سکے

حیات بحر کی ہے موجِ واپسیں کوئی
کہ ریگِ عمر پہ اپنے قدم جما نہ سکے

یہی کہ پردۂ محمل میں مرگ بیٹھی ہے
یہ راز قیس کو ہم اہلِ دل بتا نہ سکے

بچھا ہُوا ہے ازل سے وہ فرشِ پُرسۂ مرگ
کہ ایک آن کو بھی دل سے ہاتھ اُٹھا نہ سکے

تھی مرگِ قیس کہ وحشت کو ریگِ دشت تھی کم
سو تا بہ حسرتِ دل خاک بھی اُڑا نہ سکے

Scanned by CamScanner

☆

کسی پہلو بھی نہ دی جا مجھے دلدار کے پاس
دین و دنیا نے دیا بیٹھنے کب یار کے پاس

بجھ گیا شعلۂ مہر آ کے مرے دل کے قریب
تھک گیا آ کے بیاباں مری رفتار کے پاس

تجھ میں وہ حسن ہے اے جاں کہ بجز عہدِ وفا
کوئی چارہ ہی نہیں تیرے گرفتار کے پاس

اِک ترے خواب کی حسرت میں ترا زندانی
رکھ کے سر سو گیا زنجیرِ گراں بار کے پاس

Scanned by CamScanner

ایک سایہ سا بھٹکتا ہوا آتا ہے نظر
تیرے در پر، تری رہ میں، تری دیوار کے پاس

لے اُسے بھی کیا آخر کو تری تیغ کی نذر
سر ہی بچتا تھا بس اِک تیرے خریدار کے پاس

کیا ہٹائے سرِ آئینہ سے گردِ وحشت
اب تو چہرہ ہی نہیں آئنہ بردار کے پاس

Scanned by CamScanner

☆
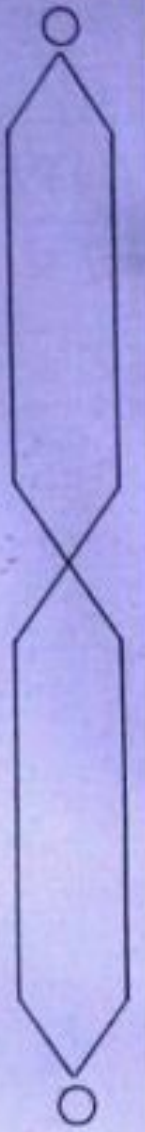
لائے جو تابِ دل جگر ایسے کہاں کے تھے
پہنچے خبر کو بے خبر ایسے کہاں کے تھے

کوئی بھی در کھلا نہ تھا ہوتا اگر کھلا
آ بیٹھتے کہ در پہ در ایسے کہاں کے تھے

بھرتے دہانِ زخم دلاسے کے ساتھ ساتھ
تھے چارہ گر بہت مگر ایسے کہاں کے تھے

وہ در کھلا نہ ہم پہ وہ دیوار ہی گری
نالے ہمارے باثر ایسے کہاں کے تھے

Scanned by CamScanner

موجودی وجود کی وحشت سہارتے
ہم ہی تھے ورنہ بام و در ایسے کہاں کے تھے

بے خوفی جنوں نے نکالے ہزار خوف
نکلے نہیں جو دل سے ڈر ایسے کہاں کے تھے

ہوتا بھی کس طرح مری وحشت کا بندوبست
صحرا کہاں تھے ایسے، گھر ایسے کہاں کے تھے

ہر آن اُٹھتے بیٹھتے اپنی خبر میں گم
اے بزمِ عشق باخبر ایسے کہاں کے تھے

☆

انتہا کوئی نہیں ہے ابتدا ہونے کے بعد
عشق کیا ہے جان لو گے مبتلا ہونے کے بعد

اب بجز سجدہ گزاری کیا کریں جائیں کہاں
آنکھ ہی کھولی ہے جب تیرے خدا ہونے کے بعد

بس اِسی اُمید پر پیشِ فنا خاموش ہیں
اِک جہاں تعمیر ہوگا سب فنا ہونے کے بعد

مٹ چکی تمیزِ دیوارِ حدِ دیر و حرم
تم نہ جانے آؤ گے اب اور کیا ہونے کے بعد

اک تجسّس تھا کہ تھا بس ایک حیرت ہے کہ ہے
آئینہ ہونے سے پہلے آئینہ ہونے کے بعد

جب تلک درد اِک تجسّس تھا مرے ہمراہ تھے
کیوں خبر لیتے نہیں درد آشنا ہونے کے بعد

Scanned by CamScanner

☆

سر اپنا خون کرنے کی عادت نہیں گئی
سودا گیا جنوں گیا وحشت نہیں گئی

صدہا نگاہ و زلف و لب و قد کے باوجود
اُس حُسن کے خیال کی وحدت نہیں گئی

بس اِک جھلک، اُسے بھی ہُوئے عمر ہوگئی
پر آئینے کی آنکھ سے حیرت نہیں گئی

موسم کئی گزر گئے لیکن یہ حال ہے
دل پر سے رُعبِ حُسن کی ہیبت نہیں گئی

اِک بار اُس نگاہ پہ مرنے کے باوجود
اِک بار اور مرنے کی حسرت نہیں گئی

آباد کس کے نام پہ ہے خلوتِ نیاز
کیا اُس کے بام تک مری شہرت نہیں گئی

Scanned by CamScanner

☆

کسے حریفِ خزاں و بہار کہیے گا
وہ رنگ کیا ہے جسے پائیدار کہیے گا

جو آج خاک ہے کل اُس کو گُل پکاریے گا
جو آج گُل ہے اُسے کل غبار کہیے گا

لہولہان کہیں پر پڑا مِلوں تو مجھے
حریفِ گردشِ لیل و نہار کہیے گا

سلام کہیے گا اُن سے پھر اُن سے بعدِ سلام
ہمارا دل ہے بہت سوگوار کہیے گا

یہیں میں دفن ہوں سب اپنی حسرتوں کے تلے
یہ دل نہیں اِسے میرا مزار کہیے گا

Scanned by CamScanner

☆

پلکوں پہ گردِ عمر تماشا لیے ہوئے
اک چشم آئینے کو ہے حیراں کیے ہوئے

اک عشق میں یہ عمر لٹائیں گے اور پھر
سوتے رہیں گے ایک ہی کروٹ لیے ہوئے

آنکھوں میں ہے وہ سرخی وحشت کہ الحذر
لگتا ہے جیسے اپنا لہو ہیں پیے ہوئے

اُس پار جا کے مت ہمیں زندوں میں کر شمار
آ دیکھ ایک عمر ہوئی ہے جیے ہوئے

رِس کر لہو نے فاش کیا چاکِ دل کا راز
ہر چند ہم تھے چاکِ گریباں سیے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

کب دماغ دل نہ تھا کب حسن سے یاری نہ تھی
تب سے تھی جب سبزۂ خط کی نموداری نہ تھی

دوڑتے پھرتے تھے اِک زنجیر سے اِک پھول تک
وہ بھی کیا دن تھے کہ تفہیمِ گرفتاری نہ تھی

کب نہ تکتے تھے بھلا چشمِ ستارہ سے اُسے
کب وہ شکلِ مہ غریقِ آئینہ داری نہ تھی

آملی نہرِ روانِ اشک سے کیا جوئے خوں
ورنہ پہلے کشتِ داماں پر یہ گلکاری نہ تھی

کھینچ لائی عمر شاید زخم کو آنکھوں تلک
جب لگی تھی ضرب دل پر اِس قدر کاری نہ تھی

Scanned by CamScanner

بجھ گئی کیا شمعِ قندیلِ لب و رخسار و قد
کاغذِ رنگینِ دل پر یہ کم آثاری نہ تھی

عشقِ بے تیشہ سے تا کوہِ گرانِ روز گار
کب یہ دن ہلکا تھا مجھ پر کب یہ شب بھاری نہ تھی

دی صدا مقتل نے جب لبیک کہہ کر اُٹھ گئے
سر بکف ہم کب نہیں تھے کب یہ تیاری نہ تھی

جب سلامت تھا جنوں تب زخم سے ناخن تلک
ایسی تنہائی نہیں تھی ایسی بے کاری نہ تھی

ہے وہی زنداں وہی ساماں جو پہلے تھا مگر
پاؤں میں زنجیر کی ایسی گراں باری نہ تھی

پھر غزل نے لی ہے انگڑائی کئی عشروں کے بعد
تھی غزل پہلے بھی پر یہ گرم بازاری نہ تھی

Scanned by CamScanner

☆

تیزی نہ رہی خوں میں کہ اب دل نہ رہا وہ
دل ہو بھی تو کیا مدِّ مقابل نہ رہا وہ

کر لیتا میں کیا اُس کا جو غفلت بھی وہ کرتا
پر میری طرف سے کبھی غافل نہ رہا وہ

اب بھی مری رفتار وہی ہے مگر اے عشق
یہ کون سی منزل ہے کہ منزل نہ رہا وہ

سیکھے نہ بدلتے ہوئے صحرا سے نئے ڈھنگ
کیوں قیس رہے وہ کہ جو محمل نہ رہا وہ

ہوتا کوئی ہم دونوں میں آساں تو تھی مشکل
میں خود بھی تو مشکل تھا سو مشکل نہ رہا وہ

خود میں بھی تو پاتا نہیں پہلا سا وہ کس بل
کیونکر کہوں اب عشق کے قابل نہ رہا وہ

Scanned by CamScanner

☆

دن کو ناکارہ و بے تاب پھرے، کون ہے یہ
شب کو بے نشہ و بے خواب رہے، کون ہے یہ

یا تو بے بات کرے گریہ و نالہ پیدا
یا کسی بات کی پروا نہ کرے، کون ہے یہ

لوٹتا ہے خس و خاشاک پہ لیکن خود کو
باعثِ گردشِ افلاک کہے، کون ہے یہ

شہر در شہر کرے کارِ مسیحائی مگر
خود کو اِک عمر کا بیمار کہے، کون ہے یہ

چاند تاروں پہ جھپٹتے ہوئے لوگوں سے الگ
اپنی بکھری ہوئی دنیا میں رہے، کون ہے یہ

اُن کے کوچے میں جو اِک خاک بسر تھا کل شب
مر گیا اور وہ پوچھا ہی کیے، کون ہے یہ

Scanned by CamScanner

☆

چہرے کے ساتھ زرد ہوئی رہگزار تک
کیسی خزاں گزر گئی دل پہ بہار تک

اے پنجۂ خزاں تُو حریفوں کو کم نہ جان
لڑتے رہیں گے ایک گریباں کے تار تک

پیشِ نبرد ایک کے بعد ایک موج تھی
دریا ہی موجزن ملا دریا کے پار تک

گردش اِک اور ہے اِسی گردش سے متّصل
تیری نظر ہے حلقۂ لیل و نہار تک

Scanned by CamScanner

یہ کاسۂ فلک میں ستارے یہ دل کے زخم
جیتا ہے کون اِن کے حساب و شمار تک

قدموں تلے سے تیز بہت رہگزر گئی
کچھ اتنی تیز، چھوٹ گیا دستِ یار تک

وہ آگ تھی کہ راکھ ہوئے جان و تن تمام
وہ ضبط تھا اُڑا نہیں کوئی شرار تک

اے دشتِ یادِ یار یہ کیا حال کرلیا
مدّت ہوئی یہاں سے نہ اُٹھا غبار تک

Scanned by CamScanner

☆

یونہی بے سودا ہی جینا ہے تو سَر کا کیا کروں
دید بھی نادید ہو جب تو نظر کا کیا کروں

جب ارادہ ہی نہ ہو جب کوئی منزل ہی نہ ہو
پاؤں کا میں کیا کروں میں رہگزر کا کیا کروں

جب نہ اُڑنے اور اُڑنے کا محاصل ایک ہو
بے پری کا کیا کروں میں بال و پر کا کیا کروں

گو پڑی ہے عجلتِ دل کو سہولت کی مگر
اِس اگر کا کیا کروں میں اِس مگر کا کیا کروں

بے بسی، وحشت، اُداسی ایک ہو جائیں تو پھر
گھر قفس کرلوں کہ صحرا کہیے گھر کا کیا کروں

Scanned by CamScanner

☆

وحشت دیے کی لو سے منہ اپنا مل رہی ہے
یہ لَو نہیں ہے لو میں اِک شکل جل رہی ہے

اے وقت کچھ بتانا کیا عمر ہوگئی ہے
کونپل نکل رہی ہے زنجیر گل رہی ہے

یہ چاند اِک پیالہ مے سے بھرا ہوا ہے
یہ رات جس سے پی کر نشے میں چل رہی ہے

کیا آگ ہے مکیں میں گھر جس سے پھُنک رہا ہے
دیوار چھو کے دیکھو دیوار جل رہی ہے

کتنے جنم گئے ہیں سینے میں اشک بنتے
پلکوں پہ گو نمائش بس ایک پل رہی ہے

Scanned by CamScanner

اے موت نیستی ہے آئینہ کس جہاں کا
تک تک کے جس کو دنیا ہستی میں ڈھل رہی ہے

اے ذات کے سمندر کیا ہے تہوں کے اندر
اِک روشنی مسلسل تہہ سے نکل رہی ہے

کہتا تھا جب تغیّر سنتا نہیں تھا کوئی
اب لوگ کہہ رہے ہیں دنیا بدل رہی ہے

Scanned by CamScanner

☆

شاخِ بے رنگ ہی رہتی ہے ثمر آنے تک
خشک رہتا ہے قلم مصرعۂ تر آنے تک

تلخیِ زیست نے کیا کیا نہ مزا چکھوایا
اپنے دانتوں کے تلے اپنا جگر آنے تک

اور بڑھ جاتا ہے صحرا جو بڑھاتے ہیں قدم
گردِ صحرا کہیں ہوجائیں نہ گھر آنے تک

آئینہ گرد سے پیدا ہے سیاہی سے کرن
یاں اندھیرا ہی اندھرا ہے نظر آنے تک

عجب اندازِ جنوں تھا ترے دیوانوں کا
بے خبر تجھ سے رہے اپنی خبر آنے تک

Scanned by CamScanner

☆

وہ سر کو لہو کرنے کی حسرت کو ہوا کیا
یہ عشق کہاں مر گیا وحشت کو ہوا کیا

اے کام فسوں تھے جو ترا کیا ہوئے وہ رنگ
تاخیر کہاں رہ گئی عجلت کو ہوا کیا

ہر بات فقط رہ گئی بس بات برابر
کیا جانیے ہر بات کی شدّت کو ہوا کیا

کیا کہیے توقع نے کہاں توڑ دیا دَم
شکوہ کہاں جا سویا شکایت کو ہوا کیا

کیوں لگ گئی انکار کو اِک چپ سی نہ جانے
ہر لمحہ وہ تکرار کی حالت کو ہوا کیا

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

یوں نہ خود کو سرِ آئینہ تماشا کرتا
چشم ہوتی نہ میں حیرت کی تمنا کرتا

بے کرانی کا سراب اُس پہ جو کھلتا پسِ شوق
قطرہ خود کو نہ کبھی شاملِ دریا کرتا

میں خدا ہوتا تو کیا میں بھی پسِ بودو نبود
بیٹھ کر ہونے نہ ہونے کا تماشا کرتا

ہاتھ آتی عوضِ عمر متاعِ یوسفؑ
خود کو یہ عشق جو ہم تابِ زلیخا کرتا

Scanned by CamScanner

حسن جو آپ ہو قامت میں قدِ آئینہ
اُس پہ حیرت کے سوا آئینہ بھی کیا کرتا

دل کہیں تھا نگہ و چشم کہیں ذہن کہیں
مہلتِ عمر میں کیسے اِنہیں یکجا کرتا

نہ سہی مژدہَ گل بادِ خزاں ہی آتی
کوئی آتا درِ زنداں تو کوئی وا کرتا

Scanned by CamScanner

☆

کیوں مگر حد سے گزرنے کا تقاضا نہ کرے
درد پھر درد ہے کیا فکرِ مداوا نہ کرے

بس میں اُس کے بھی کہاں پردہ کشائی آخر
کہو مجنوں سے کہ اب مِنّتِ لیلیٰ نہ کرے

خود کو پانے کی تمنا میں نہ کھودے خود کو
اس سے کہنا کہ بہت آئینہ دیکھا نہ کرے

نہیں رکھتا میں خیال اپنا چلو یونہی سہی
نہیں کرتا کوئی پروا مری اچھا نہ کرے

کیا بتائیں جو خبر حال کی آتی ہی نہ ہو
حال ہم بے خبروں سے کوئی پوچھا نہ کرے

دل کے بدلے میں کہو دل سے کہ دل ہی مانگے
اِس سے کم پر کسی قیمت میں بھی سودا نہ کرے

Scanned by CamScanner

☆

با خبر بے خبری کو ہی خبر جانتے ہیں
بے ہنر ہوتے ہیں جو لوگ ہنر جانتے ہیں

سمت کی کوئی خبر ہے نہ ستارے کا پتا
چلتے رہنے کو ہی یہ لوگ سفر جانتے ہیں

جانتے ہیں کہ جو ہیں جانتے در کو دیوار
جو نہیں جانتے دیوار کو در جانتے ہیں

بے پری کیا ہے کہیں کس سے پروں کے ہوتے
یہ خرد باز تو بس پر کو ہی پر جانتے ہیں

کون جانے گا وہ تنہائی جو گزری مجھ پر
ہاں مگر وہ کہ جو قطرے کو گہر جانتے ہیں

یہ عبارت کہ جو بے زیر و زبر لکھی گئی
وہی سمجھیں گے کہ جو زیر و زبر جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

آئینے گرد ہوگئے حیرت ہی رہ گئی
کارِ جنوں کے باب میں فرصت ہی رہ گئی

تھیں منزلیں کبھی سفرِ دل کی راہ میں
اب اِس سفر میں صِرف مسافت ہی رہ گئی

اے کاش دل پہ ٹوٹ کے دل بھی کسی کا آئے
کیا دل پہ ٹوٹنے کو قیامت ہی رہ گئی

اِس خاکِ بے دلی سے اُٹھے کس طرح یہ دل
اب وہ جنوں رہا نہ وہ شدّت ہی رہ گئی

ہنگامہ ہائے فرصتِ ہستی ہوئے تمام
کوئی کمال کرنے کی حسرت ہی رہ گئی

Scanned by CamScanner

☆

کسی بھی طرح ہوا دن کی شام کر کے چلے
کہ ہم بھی خاک نشینوں میں نام کر کے چلے

جنوں کے مارے ہوئے تیغ سے گلے مِل کر
کسی سے وصل کی حسرت تمام کر کے چلے

سو تم سماعتِ صوتِ ہزار لاؤ کہ ہم
خموشیِ لبِ گُل سے کلام کر کے چلے

مثالِ آبِ رواں ہے یہ باغ کس کو خبر
کہ مثلِ گُل یہاں ہم بھی قیام کر کے چلے

Scanned by CamScanner

گواہ رہنا تُو اے خستگیِ عمرِ سوال
ہم اپنے ذمّے جو لائے تھے کام کر کے چلے

وہ سنگ و سر کا تماشا یہاں ہُوا کیا ختم
گلی سے ہم چلے ویراں وہ بام کر کے چلے

بس اتنا یاد ہے نشّے میں چُور تھے ہر چند
سلام اُس نے لیا ہم سلام کر کے چلے

Scanned by CamScanner

☆

یہ کیا مقام ہے جیسا جو تھا جہاں نہ رہا
مکیں مکیں نہ رہا اور مکاں مکاں نہ رہا

بدل گئی مری رفتار، سارے پیمانے
زمیں زمیں نہ رہی اور زماں زماں نہ رہا

جلا ہی دے گی جہاں آگ سے لپٹ کر آگ
مثالِ آب اگر میں ہی درمیاں نہ رہا

گلے لگی ہے مرے موت جب سے اُس دم سے
غمِ حیات و فراقِ گزشتگاں نہ رہا

Scanned by CamScanner

نظر میں آ گئی ہستیِ برگِ آوارہ
بہارِ زیست کو اندیشۂ خزاں نہ رہا

سبک خرامی کی منّت کرے تو کس سے قیس
تھا ایک ناقۂ لیلیٰ کا سارباں، نہ رہا

شعورِ عشق نے سب چھین لی ہے عمرِ مری
نظر تو آتا ہوں لیکن میں نوجواں نہ رہا

Scanned by CamScanner

☆

تیشہ بردوش و خستہ تن آیا
قصرِ شیریں میں کوہ کن آیا

اُس نے پہنا تو اُس کے قامت پر
جامۂ حسن بے شکن آیا

نُور ہی نُور تھا بدن اُس کا
سب کا سب پیرہن سے چھن آیا

یوں تو سب دیکھتے ہیں روزوشب
پر کسے دیکھنے کا فن آیا

شعبِ شب میں گیا برہنہ شب
صبح اُوڑھے ہوئے کرن آیا

Scanned by CamScanner

☆

مجھ کو تو ہے فقط مجھی سے کام
تم سے یاں کون کررہا ہے کلام

کیوں کسی سے رکھوں کوئی سروکار
آپ آقا، میں آپ اپنا غلام

دل مِرا غیب، عقل میری شہود
کیسی یاں وحی کیسا یاں الہام

وہ نہیں دیکھتے جو دیکھتے ہیں
صبح کو صبح اور شام کو شام

وجہِ پیدائی حقیقت ہے
کچھ اگر ہے حقیقتِ اوہام

Scanned by CamScanner

☆

کہاں سے لائیے دل اہتمام کرنے کو
خموشی چاہیے اُس سے کلام کرنے کو

وہ تیغِ تیز رِمژہ جب کبھی بلند ہوئی
نگاہ پیش کی ہم نے نیام کرنے کو

بہت ہجوم تھی تیرے آس پاس مگر
کھڑے ہیں گوشے میں ہم بھی سلام کرنے کو

نہ وہ صلیب نہ وہ تیغ و خنجر و زہراب
وہ اِک اشارہ ہے قصہ تمام کرنے کو

یہ کائنات ہی جب میری ذات ٹھہری ہے
تو کیا جگہ ہے یہاں پر خرام کرنے کو

Scanned by CamScanner

☆

اِسی پہ اپنے روز و شب کا اختتام کرلیا
جو راستے میں مل گیا اُسے سلام کرلیا

چلے تو دیکھتے چلے سفر کی بے دماغیاں
رکے تو سوچتے رہے کہاں قیام کرلیا

کفِ جنوں سے عشق کو نکال کر مثالِ مہر
کوئی کہو میں کیا کروں کہ یہ بھی کام کرلیا

سبک روی کی آنکھ پر ہوا نے ہاتھ کیا رکھا
ذرا پلٹ کے چاند نے سحر کو شام کرلیا

کھلی ہیں جب سے ذہن پر خلا کی راہداریاں
کبھی خموش ہورہے کبھی کلام کرلیا

لیے لیے پھرے بہت کتابِ جاں کا انتساب
کوئی نہیں ملا کہیں تو اپنے نام کرلیا

Scanned by CamScanner

☆

کیا کریں اِک عمر سے دل کا کہا کرتے نہیں
کچھ نہیں کرتے مگر کہنے کو کیا کرتے نہیں

درد کا قصّہ وہی ہے بس ذرا سا فرق ہے
جب دوا ملتی نہ تھی اور اب دوا کرتے نہیں

دیکھ لو سب خاک میں ملتے کہ پھر دیکھو گے کیا
روز روز ایسے تماشے پھر ہُوا کرتے نہیں

روٹھنا کیا ہے چلو تم ہی منا لاؤ اُسے
اِک ذرا سی بے رخی پر دل برا کرتے نہیں

بے حسی اور آگہی کے دکھ میں ہے کس کو تمیز
کس کو بتلائیں کہ کیا کرتے ہیں کیا کرتے نہیں

Scanned by CamScanner

☆

رو بہ رُو تیرے یہ ابرو نہیں بدلا میں نے
جب سے بیٹھا ہوں یہ پہلو نہیں بدلا میں نے

رخنہ اندازِ سماعت رہے گو دار و قفس
قصۂ قامت و گیسو نہیں بدلا میں نے

تھی زمانے کے بدلنے کی حقیقت کی خبر
اِس لیے خود کو سرِ مو نہیں بدلا میں نے

'تُو' سے 'مَیں' تک کا سفر میرے سفر کا ہے گواہ
یعنی آئینِ من و تو نہیں بدلا میں نے

بخیۂ چاکِ گریباں کے اُدھڑنے کی صدا
کہتی جاتی ہے کہ ہاہو نہیں بدلا میں نے

Scanned by CamScanner

☆

رفتگاں کی بات چل نکلے تو پھر کیا صبح و شام
جس طرف سے چھیڑیے یہ ذکر ہے بے اختتام

دیکھیے ڈھلتا ہے کب تک داغِ ناکامیِ عشق
دیکھیے چلتا ہے کب تک اِس طرح رونے سے کام

فرق بس یہ ہے کہ ہم نے تشنگی سے کی کشید
خضرؑ نے پائی ہے سیرابی سے جو عمرِ دوام

جیب و دامان و گریباں، بخیہ و چاک و رفو
عشق کے اِک کام سے کتنے نکِل آتے ہیں کام

دل کی حالت شام ہوتے ہی بگڑ جاتی ہے روز
اور مِری وحشت بڑھانے روز آ جاتی ہے شام

Scanned by CamScanner

☆

یہ بھی کیا سوچنا پردہ ہو کہ پردہ ہی نہ ہو
کیا تماشا ہو اگر دیکھنے والا ہی نہ ہو

قیمتِ عشقِ زلیخا نہیں معلوم مگر
حُسنِ یوسفؑ ہے ٹکے کا جو زلیخا ہی نہ ہو

آج رخصت ہے تمنّا کی مگر یہ مِرا دل
ایسے خاموش ہے جیسے کبھی دھڑکا ہی نہ ہو

تیر وہ ہے کہ جگر سے نہ نکالے نکلے
زخم وہ ہے کسی مرہم سے جو اچھا ہی نہ ہو

بات وہ ہے جو کسی طرح بنائے نہ بنے
بوجھ وہ ہے کسی پہلو بھی جو ہلکا ہی نہ ہو

مَیں نے مانا کہ زمانہ نہیں سنتا لیکن
بک رہا ہُوں مَیں جنوں میں کوئی سنتا ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

☆

اے حسنِ طلب دل ترا خوں ہوگیا آخر
یوں چاہا تھا جو تو نے وہ یوں ہوگیا آخر

اے سنگ زنو! تم کو مگر اس کی خبر کیا
جو عشق کبھی تھا وہ جنوں ہوگیا آخر

یہ دل گیا یا درد گیا یہ نہیں معلوم
معلوم تو بس یہ ہے سکوں ہوگیا آخر

اِک حال چھپانے میں رُخِ زردِ جنوں کا
وہ حال ہُوا ہے کہ زبوں ہوگیا آخر

ہونا تھا تو ہونا تھا کسی صاحبِ دل کو
اے عشق بتا تو مجھے کیوں ہوگیا آخر

Scanned by CamScanner

☆

اُٹھا جو زخم رفو کر کے تیرا دستِ رفو
پھر اُس کے بعد نہ میں رہ گیا نہ رہ گیا تو

عجب ہے عشق عجب عشق کی اذیّت ہے
نہ رُک رہا ہے وہ خنجر، نہ کٹ رہا ہے گلو

شکستگی سے یہ دیوانگی بڑھے تو بڑھے
بہار تو نہیں آئے گی توڑنے سے سبو

یہی ہُوا کہ ہُوا دامِ بے دلی کا شکار
نہیں نہ تھا دل پہ کسی طور بھی کوئی قابو

ملے ہیں کتنے تناسب سے آب و خاک و ہوا
کہاں سے آئی ہے سبزے میں یہ ادائے نمو

Scanned by CamScanner

☆

اے سرائے ترا دیا ہوں میں
مستقل جاگتا رہا ہوں میں

اِک سمندر بھگو رہا ہے مجھے
ایک کوزہ لیے کھڑا ہوں میں

کون آیا ہے جس کے آنے سے
روشنی میں نہا گیا ہوں میں

آپ اپنے سے جو نہیں واقف
کیا بتاؤں اُسے کہ کیا ہوں میں

Scanned by CamScanner

بول اے بے بسی کہاں ڈھونڈوں
خود کو کھویا ہوا ملا ہوں میں

یہ تو اک عمر میں کھلا مجھ پر
اپنے سائے میں پل رہا ہوں میں

مختصر یہ کہیں سے آیا تھا
اب کہیں اور جا رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

عہدِ سکوت شورِ سلاسل کہیں سے لا
مشکل میں پھر ہے عقل کوئی دل کہیں سے لا

اے بے دلیِ کارِ سہولت قسم تجھے
آساں جو کردے مَوت وہ مشکل کہیں سے لا

دل سے جو ولولہ کوئی اُٹھے تو میں اُٹھوں
بے ولولہ ہے دل کوئی منزل کہیں سے لا

ایسا گیا کہ پھر نہیں آئی کوئی خبر
دل سے کہا تھا عشق کا حاصل کہیں سے لا

لذّت ہے میرے واسطے طوفاں کا زیر و بم
ہاں ناخدا کے واسطے ساحل کہیں سے لا

Scanned by CamScanner

☆

بے بسر کی طرح سے خود کو بسر کرتے ہوئے
اَٹ گیا مَیں دھول میں صحرا کو گھر کرتے ہوئے

ہاتھ ہوجائیں گے زخمی دیتے دیتے دستکیں
یہ نہ سوچا میں نے خود کو در بہ در کرتے ہوئے

یہ خبر کب تھی کہ خود سے بے خبر ہوجاؤں گا
خود سے بے آگاہ کو خود کی خبر کرتے ہوئے

وائے شہرِ بے سماعت ہائے سنتا ہے کوئی
مر گیا میں آہ میں پیدا اثر کرتے ہوئے

اب تو کرلیجے سماعت آپ قصہ عشق کا
آہ تک لے آئے ہیں ہم مختصر کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

آئینۂ خلوت میں سنورتا اُسے دیکھا
دیکھا ہے اُسے یوں کہ برہنہ اسے دیکھا

حیرت سے تماشے کو وہیں جم گئیں آنکھیں
جب بندِ قبا کی طرح کھُلتا اُسے دیکھا

ہر تہہ سے تھا ہر تہہ میں وہ شفّاف سراسر
جس رخ سے بھی آئینے کو دیکھا اُسے دیکھا

کیا ساغر و مینا و مے و نشّہ و خلوت
پھر کچھ نہ دکھائی دِیا ایسا اُسے دیکھا

سنتے ہیں بہت شہر میں یوسفؑ کے ہیں چرچے
کچھ تم کہو، تم نے بھی زلیخا اُسے دیکھا

Scanned by CamScanner

☆

''اور رکھنے کو تو ہم دہر میں کیا رکھتے ہیں''
ہاں بس اک سب کے لیے حرفِ دعا رکھتے ہیں

دب نہ پائے گی یہ درباری اذانوں سے بھی
ہم جو اک سب سے الگ اپنی صدا رکھتے ہیں

روز اِک زخم اٹھا لاتے ہیں ہم تازہ و نَو
روز اِک آج کو ہم کل پہ اُٹھا رکھتے ہیں

تم بجز خوفِ خدا رکھتے ہو سب کچھ اور ہم
کچھ نہیں رکھتے مگر خوفِ خدا رکھتے ہیں

یہ مسیحا طلبی ڈھونڈ رہی ہے بیمار
درد رکھتے ہیں جو دل میں وہ دوا رکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

خاکِ نمو بھی آبِ نمو بھی وہیں کا ہے
میں جس عدم سے آیا ہوں تُو بھی وہیں کا ہے

قائم ہے جس پہ سانس وہ جاں بھی وہیں کی ہے
گردش ہے یہ جہاں کی لہو بھی وہیں کا ہے

معجز نما ہیں ایک نمک پاش و چارہ گر
یہ زخم ہے جہاں کا رفو بھی وہیں کا ہے

دونوں پہ یہ تعلّق و بیگانگی ہیں راز
میں ہوں جہاں کا میرا عدو بھی وہیں کا ہے

Scanned by CamScanner

گھل کر یہ کہہ رہا ہے رس آواز و ساز کا
نغمہ ہے یہ جہاں کا گلو بھی وہیں کا ہے

اب سُر چھڑے کہ تار چھڑے ایک ہی ہے بات
ہے خامشی جہاں کی یہ ھو بھی وہیں کا ہے

ساقی و رند بھی ہیں وہیں کے نشے سے پوچھ
یہ مے جہاں کی ہے یہ سبو بھی وہیں کا ہے

Scanned by CamScanner

☆

بڑھتی ہی جا رہی ہے یہ وحشت کہیں چلو
شام آئی ہے لیے ہوئے فرصت کہیں چلو

بیٹھا ہی جا رہا ہے یہ دل اُڑ رہا ہے رنگ
گرتی ہی جا رہی ہے طبیعت کہیں چلو

ہے چھوٹنے کو ناوکِ وحشت سے تیرِ شام
ہے ٹوٹنے کو دل پہ قیامت کہیں چلو

جانا تو ہے کہیں نہ کہیں شام ہو چلی
عادت کو کھینچتی ہے یہ وحشت کہیں چلو

کوئی کہیں نہیں ہے نہیں ہے کوئی کہیں
جب تک نہیں کھلے یہ حقیقت کہیں چلو

کون آئے گا تمہاری طرف کون آئے گا
خود ہی تلاش کرنے رفاقت کہیں چلو

Scanned by CamScanner

☆

سوچا جو سفر رحتِ سفر چل کے خود آیا
سایہ کبھی چاہا تو شجر چل کے خود آیا

گھومی نہ کبھی طاقتِ دیدار کی گردن
نظارہ پس پیشِ نظر چل کے خود آیا

مجھ عشق کے گھائل کو اقامت کی نہ تھی تاب
جب اٹھ نہ سکا طوف کو در چل کے خود آیا

اے بے بسیِ عشق ترے بس کے میں صدقے
پرواز جو مانگی کبھی پر چل کے خود آیا

وارفتگی عشق ہے یا ہے کششِ تیغ
یاں تیغ کھنچی اور وہاں سر چل کے خود آیا

Scanned by CamScanner

☆

بتا ہمیں دلِ نادان کیا ہوا ہے ہمیں
ہیں بے سبب جو پریشان کیا ہوا ہے ہمیں

نظر ہی ٹھہرے نہ حیرت کے کار خانے میں
نہ دل لگے کسی عنوان کیا ہوا ہے ہمیں

پڑے ہوئے ہیں عجب مشقِ بے مشقّت میں
یہ ہو رہے ہیں جو ہلکان کیا ہوا ہے ہمیں

نہ کوئی شکلِ تمنا نہ کوئی صورتِ خواب
کوئی امید نہ امکان کیا ہوا ہے ہمیں

یہ کس سوال میں اٹکے ہوئے ہیں ہم اے دل
یہ کیوں نکلتی نہیں جان کیا ہوا ہے ہمیں

Scanned by CamScanner

☆

ہم پہ کھلا نہ کوئی در صبح سے شام ہوگئی
یونہی ہمیں اِدھر اُدھر صبح سے شام ہوگئی

قریہ بہ قریہ کو بہ کو کوچہ بہ کوچہ سو بہ سو
گام بہ گام در بہ در صبح سے شام ہوگئی

میں نہ طلوع ہوسکا میں نہ غروب ہوسکا
ہوگئی شام سے سحر صبح سے شام ہوگئی

کیسا قیام کیا سفر کیسی نگاہ کیا نظر
جھپکی اِدھر پلک اُدھر صبح سے شام ہوگئی

ہم تو نہیں ہیں کوئی در ہم تو نہیں کوئی شجر
ہم کو کھڑے کھڑے مگر صبح سے شام ہوگئی

کچھ بھی نہیں کیا مگر کچھ بھی نہ ہوسکا مگر
کچھ بھی نہیں ہُوا مگر صبح سے شام ہوگئی

Scanned by CamScanner

☆

سب سے الگ جو طرزِ بیاں لے کے آئے ہیں
ہم اپنے منہ میں اپنی زباں لے کے آئے ہیں

آہنگ و رنگ و صَوت و معانی و حرف و لفظ
ہم اپنے ساتھ اپنا جہاں لے کے آئے ہیں

کوئی سنے تو ہم اثرِ نوحہ کے لیے
نالے کوئے میں لئے میں فغاں لے کے آئے ہیں

جس گھر نیاز دے کے نکالا ملا ہمیں
یہ بت وہیں سے نازِ بتاں لے کے آئے ہیں

عیاشِ فکر دانشِ حاضر کے ساہوکار
وعدے میں سود کے یہ زیاں لے کے آئے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

لہو بدلتے ہوئے استخواں بدلتے ہوئے
یہ عمر کٹ ہی گئی جسم و جاں بدلتے ہوئے

یہ درد پہلو بدلنے کی بھی جو مہلت دے
تو دیکھیں نیّتِ چارہ گراں بدلتے ہوئے

بس اتنی دیر جیے ہم کہ جتنی دیر لگی
زمیں بدلتے ہوئے آسماں بدلتے ہوئے

تو کیا ہے خانہ بدوشی اگر یہ ہجرت ہے
کہ عُمر بیت گئی آشیاں بدلتے ہوئے

کوئی بتاؤ ہمیں یہ جہاں بھی کچھ بدلا
کہ خود بدل گئے ہم یہ جہاں بدلتے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

ہے کون سا کہ جو ہم پر ستم کیا نہ گیا
ستم! جو ہم پہ بنامِ کرم کیا نہ گیا

ہم اہلِ خضرؑ و مسیحاؑ نے کتنے سجدے کیے
مگر خدا کہ جو ہم سے صنم کیا نہ گیا

مگر عدم کہ جسے ہم وجود کر نہ سکے
مگر وجود جو ہم سے عدم کیا نہ گیا

نہ جانے حسن کی ہیبت نے کردیا کیا دم
قدم بھی عشق کے آہو سے رم کیا نہ گیا

دلِ گرفتہ میں یوں بے دلی نے جا کر لی
کہ مجھ غریب سے اپنا بھی غم کیا نہ گیا

ہمارے حال کو پہنچے کوئی تو کیسے کہ جب
ہمارا حال ہمی سے رقم کیا نہ گیا

Scanned by CamScanner

☆

جہانِ کوزہ گراں میں بلا سے آئے کوئی
اُسے کسی نے بنایا ہو تو مٹائے کوئی

ہَوا ہی ساتھ اگر دے سکے تو دے ورنہ
غبار ہوگئے جب ہم تو کیا اٹھائے کوئی

کسے دماغ کہ محرومیاں شمار کرے
ہزار رنگ سے کرتا ہے ہائے ہائے کوئی

اگر ہوں جیب و گریبان و دامن و دل چاک
کہاں کہاں سے یہ وحشت بھلا چھپائے کوئی

کوئی بھی شعر ہمارا سنا دے بس اُس کو
ہمارا حال کسی کو اگر سنائے کوئی

Scanned by CamScanner

☆

خلقت میں جب اِک نطفے سے ہیں روشن وتاریک
میں اپنی جگہ ٹھیک ہوں تم اپنی جگہ ٹھیک

بے ناز و نیاز اِس کی نمود اِس کی حقیقت
یہ عشق کوئی دست درازی نہ کوئی بھیک

اٹھنا ہے اچانک ہی اگر پردۂ دیدار
پھر عینِ حقیقت نہ کوئی دور نہ نزدیک

جھکنا کہ جھکانا ہے ترے حسن کی توہین
جھکنا کہ جھکانا ہے میرے عشق کی تضحیک

بیکار گزرتے نظر آتے ہیں شب و روز
اے عشق کوئی ولولہ اے دل کوئی تحریک

Scanned by CamScanner

☆

جو ابر ہے تو برس خاکِ بے نمو پہ نہ جا
تُو اپنے لطف کی کہہ میری آرزو پہ نہ جا

ہمارے آئنے میں تو بس اپنے حسن کو دیکھ
ہمارے نالہ و فریاد و ہاؤ ہُو پہ نہ جا

خطِ چہار گرہ سے مرے جنوں کو نہ ناپ
جنوں کی پوچھ مرے چاکِ بے رفو پہ نہ جا

وفورِ فرطِ محبت کو دیکھ چہرے پر
یہ کی نہ کی ہوئی لکنت کی گفتگو پہ نہ جا

لگی ہے اب تری ساقی گری سے مے نوشی
سنبھال اپنی صراحی مرے سبو پہ نہ جا

Scanned by CamScanner

☆

ہم تو اِک عشق میں ہر کام بھلائے ہوئے ہیں
کارِ دنیا اِسی بگڑی نے بنائے ہوئے ہیں

جس جہاں میں ہے زمانے کو تلاشِ مرہم
ہم ترے زخم کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں

یہ جو سائے میں لگے بیٹھے ہیں دیوار سے ہم
کسے معلوم کہ دیوار اٹھائے ہوئے ہیں

ایک وحشت ہمیں اِس بزم میں لے آئی ہے
ہم نہ آئے ہوئے ہیں اور نہ بلائے ہوئے ہیں

کِس نوشتے کی طرح خود کو پڑھیں ہم آخر
ایسے لکھے ہوئے ہیں جیسے مٹائے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

ہوئے زمانہ ہُوا بزمِ ہاؤ ہو برہم
جُدا صراحی سبو سبو برہم

سنیں جو بات لگتا ہے خبط ہے مفہوم
کریں جو بات تو ہے ربطِ گفتگو برہم

وہ جس سے کُنجِ شب و روز میں تھی اک تکرار
ہوئی خموش وہ "میں" ہوگئی وہ "تو" برہم

کچھ ایسی آکے پڑی درمیاں فنا کی گرہ
جو آئنہ سی تھی صحبت ہے رو بہ رو برہم

یہ کیوں نہیں ہے ٹھکانے پہ آج شام سے دل
میں بد حواس ہوں یا ہیں یہ چار سو برہم

Scanned by CamScanner

☆

ترے جلالِ تکلّم کے آگے کیا کہوں میں
مِری مجال تو یہ بھی نہیں بجا کہوں میں

جسے نہ جان سکوں اُس کو کائنات کہوں
جسے سمجھ نہیں پاؤں اُسے خدا کہوں میں

یہ دُکھ تو عقل کا دکھ ہے بیاں کروں کس سے
یہ دل کی بات نہیں جو ہر اک سے جا کہوں میں

یہی ہے جینا مِرا کیا یہی ہے مرنا مِرا
سُنا ہُوا میں سنوں اور کہا ہُوا کہوں میں

وہ جس کے ہو گئے سب خود کو ڈھونڈنے والے
اُسے میں چہرہ کہوں یا کہ آئنہ کہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

جب دل کی کہی بات کا خوں ہوگیا ہوگا
اندوہ کے ماروں کو جنوں ہوگیا ہوگا

جیتے جی گیا ہوگا کہاں عشق کا آزار
جب مرگئے ہوں گے تو سکوں ہوگیا ہوگا

جب وہ نہ ملا ہوگا تو موت آگئی ہوگی
جب یوں نہ ہُوا ہوگا تو یوں ہوگیا ہوگا

بس ہوگیا ہوگا یونہی اُس بُت سے ہمیں عشق
کیوں پوچھتے ہو ہم سے کہ کیوں ہوگیا ہوگا

جس طرح جُھکا تھا مرا سر سجدے میں اُس کے
بس اُس سے بھی یونہی مرا خوں ہوگیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

تجھ کو اے دل خبر بے خبری ہوگئی کیا؟
وہ جو حسرت تھی جنوں کی وہ پری ہوگئی کیا؟

کوئے طفلاں میں جو سر لے کے نکل آئے ہو
قابلِ سنگ یہ آشفتہ سری ہوگئی کیا؟

تم نے ہونے کو جو اک شکلِ عبث جان لیا
جینے مرنے سے بھی تم کو مفری ہوگئی کیا؟

دل کے جانے سے رُخِ زرد پہ ہے کیسا نکھار
رقم جو تم نے لگائی تھی کھری ہوگئی کیا؟

بُت تراشی میں وہ لذّت ہے نہ سجدے میں مزا
تھی ہنر میں جو مرے بے ہنری ہوگئی کیا؟

Scanned by CamScanner

☆

بقا کی کھوج میں سرِّ فنا بھی کھودیا ہم نے
خدا تو کیا بنے ہم آئنہ بھی کھودیا ہم نے

حقیقت کی طلب میں وہم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے
کہ قربت کی ہوس میں فاصلہ بھی کھودیا ہم نے

سمجھ بیٹھے تھے جس کو ہم خدا بس ایک خلا تھا وہ
اِدھر کچھ دن سے احساسِ خلا بھی کھودیا ہم نے

خودی نے بے خودی میں بھی خدا سے جوڑ رکھا تھا
خودی کیا کھوگئی ہم سے خدا بھی کھودیا ہم نے

سوائے ہاتھ شل ہونے کے اپنے ہاتھ کیا آیا
کہ "ہے" بھی کھودیا ہم نے کہ "تھا" بھی کھودیا ہم نے

Scanned by CamScanner

☆

میرا قاتل سُن کے میری آہ سناٹے میں ہے
میں کراہا ہوں تو مقتل گاہ سناٹے میں ہے

بے سوالی پر مری عقل و جنوں ہیں لاجواب
میری غفلت پر ہر اک آگاہ سناٹے میں ہے

گونجتی ہے عرش سے تا فرش بس میری صدا
ہر گدا خاموش ہے ہر شاہ سناٹے میں ہے

کس ساعت پر کھلا ہے حاصلِ صوت و سکوت
خواہ کوئی شور میں ہے خواہ سناٹے میں ہے

جُز خموشی کون جانے اُس کی منزل کا سکوت
جس مسافر کے سفر کی راہ سناٹے میں ہے

ہے ہمارے دل میں بھی حسرت کہ حاضر ہوں وہاں
سنتے ہیں چپ شاہ کی درگاہ سناٹے میں ہے

Scanned by CamScanner

☆

آئینے پر جمی ہوئی حیرت کو دیکھنا
کیا بار بار ایک ہی صورت کو دیکھنا

حاصل یہ ہے کہ ایک ہی ہے صفر کا حساب
منفی کو دیکھنا کبھی مثبت کو دیکھنا

اے وقت تُو کہیں بھی کسی کا ہُوا ہے کیا
کیا تجھ کو دیکھنا تری ساعت کو دیکھنا

دانشورانِ وقت ہوں جب محوِ گفتگو
چُپ رہ کے درمیاں مِری وحشت کو دیکھنا

پہلے تو کام دیکھنا میرا ورائے وقت
پھر کام میں دبی ہوئی فرصت کو دیکھنا

Scanned by CamScanner

☆

یہ سوچ بنتا ہے کیا تجھ کو کیا بنا ہوا ہے
خدا کا کیا ہے کہ وہ تو خدا بنا ہوا ہے

دبا سکا نہ صدا اُس کی تیری بزم کا شور
خموش رہ کے بھی کوئی صدا بنا ہوا ہے

میں چاہتا ہوں مسیحا کے دل میں بھی رکھ دوں
وہ درد میرے لیے جو دوا بنا ہوا ہے

یہ کارِ عشق ہے رکھ اپنے انہماک سے کام
نہ دیکھ بگڑا ہُوا کیا ہے کیا بنا ہُوا ہے

Scanned by CamScanner

بسی ہوئی ہے مرے عشق سے تری خلوت
ترا جمال مرا آئنہ بنا ہوا ہے

تمہاری بزم میں حیرت سے ہے کوئی تصویر
کوئی ادب سے ساکت، دیا بنا ہوا ہے

جو چاہیے ہے ہمیں وہ ہمیں مُیسر ہے
قدم اٹھے ہوئے ہیں راستا بنا ہوا ہے

Scanned by CamScanner

☆

کچھ کہو اور نہ کچھ سنو صاحب
بس سَہ تصویر ہو رہو صاحب

کر رہا ہے سکوت تم سے کلام
ہمہ تن گوش ہو رہو صاحب

وہ خموشی ہو درمیاں اے کاش
دل کہے اور تم سنو صاحب

ہے اگر تم کو سیر کی خواہش
کسی کونے سے جا لگو صاحب

نغمہ و نوحہ بے اثر ہوں جہاں
چپ نہ ہو چیخنے لگو صاحب

پہلے کھولو تم اپنا بندِ حجاب
اک زرا کھل کے پھر کھلو صاحب

☆

زندگی سے جو تنگ آتا ہوں
چوک پر آ کے بیٹھ جاتا ہوں

کچھ سُنی اَن سُنی میں سُنتا ہوں
کچھ کہی اَن کہی سُناتا ہوں

ہے یہی کچھ بہ نامِ آب و غذا
پیاس پیتا ہوں بھُوک کھاتا ہوں

یہ نوالہ کسے نصیب میاں
میں جو اپنا جگر چباتا ہوں

تیر و تلوار، مجھ پر ٹوٹ پڑو
زخم کھا کر میں لہلہاتا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

عقل و نگاہ و دل کا تقاضا بدل گیا
آنکھیں تو کھول دیکھ زمانہ بدل گیا

تو جانے کس گمان میں ہے کس خیال میں
دنیا کے سوچنے کا طریقہ بدل گیا

تو اب بھی رو رہا ہے اُسی جمع و خرچ کو
دنیا بدل گئی غمِ دنیا بدل گیا

انساں پہ اپنے ہونے کے اسرار کیا کھلے
مفہومِ حال و ماضی و فردا بدل گیا

اک روز میرے خواب کے مانند یہ جہاں
بدلے گا ، میں نہ کہتا تھا ، دیکھا، بدل گیا

Scanned by CamScanner

☆

حیرت کے دن گزر گئے وحشت بھی ہو چکی
اب کیا نیا کریں کہ محبت بھی ہو چکی

اب کیا نیا سوال کریں چشمِ یار سے
غفلت بھی ہو چکی ہے عنایت بھی ہو چکی

اب اور کیا ہے جس کا ہے اِس دل کو انتظار
اب ہو چکا ہے وصل بھی حسرت بھی ہو چکی

اب عقل کیا کرے کسے لائے خیال میں
اب آگہی بھی ہوچکی غفلت بھی ہو چکی

اب جی بھی لیں تو کیا ہے جواب مر بھی لیں تو کیا
بے حالتی بھی ہو چکی حالت بھی ہو چکی

فیس بک گروپ . کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

ہر طرف سے اٹھا لیا ہے دل
بے دلی میں لگا لیا ہے دل

کیسی تنہائی کیسی ویرانی
اک خلش سے بسا لیا ہے دل

دل کی حسرت نے دل کی وحشت نے
کھالیا ہے چبا لیا ہے دل

جیسا درکار تھا محبت کو
ہم نے ویسا بنا لیا ہے دل

اب تو بس رہ گیا ہے ایک سوال
کھودیا ہے کہ پالیا ہے دل

Scanned by CamScanner

☆

اے دل حقیقتِ پسِ پردہ تلاش کر
ممکن ہو گر تو وجہِ تماشا تلاش کر

دل میں اگر ہے تیرے تمنائے سیرِ عرش
محفل میں کائنات کی گوشہ تلاش کر

اے شوقِ حال دائرۂ حال سے نکل
ماضی کی تہہ میں گم ہے جو فردا تلاش کر

ہے ایک ہی حقیقتِ امکانِ جزو و کُل
دریا میں قطرہ، قطرے میں دریا تلاش کر

تنہائی میں نہ گم ہو نہ یکتائی میں ہو قید
کر ایک ''ھُو'' کی جستجو اک ''ھا'' تلاش کر

نظارہ ہائے حیرتِ گُل سے گزر نوید
کر راز ہے شگفتنِ گُل کا تلاش کر

☆

مانگتا ہُوں خدا سے خدا کی پناہ
چھوڑ آیا ہُوں میں مسجد و بارگاہ

یہ فضائل مرے یہ مصائب مرے
واہ بر واہ وا ، آہ بَر آہ آہ

تجھ پہ لعنت ہیں مُنکر تری نیکیاں
مجھ پہ رحمت ہیں واللہ میرے گناہ

ہے ٹھہرنا تجھے ہے گزرنا مجھے
تیری منزل جُدا ، ہے الگ میری راہ

ہو گیا قتل تُو بھی مرِے ساتھ ہی
تھا مرے قتل کا تُو ہی واحد گواہ

Scanned by CamScanner

☆

رنگ دینے کو رنگ اُجاڑ دیے
اُس نے بننے کو کیا بگاڑ دیے

مَیں نے پُوچھا تھا پیار ہے کتنا
اُس نے نبھہ رگ میں دانت گاڑ دیے

شکوہ و درد و رنج و حزن و ملال
گرد کی طرح دل سے جھاڑ دیے

جستجو، خواب، آرزو، حسرت
جڑ سے سارے درخت اُکھاڑ دیے

اک جنوں میں مسوّدے لکھ کر
ایک وحشت میں مَیں نے پھاڑ دیے

خبط نے دی ہے معرفت تجھ کو
یا ترے عقل و دل اُجاڑ دیے

Scanned by CamScanner

☆

کبَ ی دل کو دُکھاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں
اپنی ہی جان کو آتا ہوں مَیں پاگل پن میں

اب: ہی سَر پہ مَیں دے مارتا ہُوں آخرِ کار
ب کبھی سنگ اُٹھاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

بھی عشاق جسے چوم کے رکھ دیتے ہیں
ے وہ وزن اُٹھاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

سنگ پر سنگ برستے چلے جاتے ہیں جہاں
رقص کرتا چلا جاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

یہ جو پھیلی ہوئی اک سَرمدی خاموشی ہے
اِسے آواز بناتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

Scanned by CamScanner

یہ جو دیتا چلا جاتا ہُوں ستاروں کو نظام
خاک اُڑاتا چلا جاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

کوئی ہذیان اِسے کہتا ہے کوئی کہتا ہے وحی
یہ جو بولے چلا جاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

خود سے ہی خود کو بری کرتا ہُوں اے دیدہ ورو
اپنے ہی رنگ نہاتا ہُوں مَیں پاگل پن میں

Scanned by CamScanner

☆

کیوں سوچوں خُدا "ہے" خدا "نہیں" ہے
یعنی یہ مِرا مسئلہ نہیں ہے

کس بحث میں اُلجھے ہوئے ہیں حضرت
اس بحث کا کوئی سرا نہیں ہے

تم ہو، کہ تم نہیں ہو، بس یہ سوچو
کیا سوچنا کہ کیا "ہے" کیا "نہیں" ہے

تم سب سے الگ ہی سوچتے ہو
اس طرح کوئی سوچتا نہیں ہے

Scanned by CamScanner

یہ درد تو ہے دردِ درد مندی
اس درد کی کوئی دوا نہیں ہے

آنا بھی کوئی واقعہ نہیں تھا
جانا بھی کوئی سانحہ نہیں ہے

ہاں ہوگا نویدؔ بھی کوئی شاعر
ہم نے تو یہ نام سُنا نہیں ہے

Scanned by CamScanner

☆

خموش سا کہیں کھویا ہُوا سا رہتا ہے
وہ سب کے بیچ نہ رہتا ہُوا سا رہتا ہے

نیا بساتا ہے ہر صبح اک جہانِ اُمید
ہر ایک شام جو اُجڑا ہُوا سا رہتا ہے

اُلجھ اُلجھ کے اُسے جانے کیا ہے سُلجھانا
جو اپنے آپ میں اُلجھا ہُوا سا رہتا ہے

کوئی نہیں کہ مِلا ہو جو اُس سے مِل کر بھی
وہ دیکھ کر بھی نہ دیکھا ہُوا سا رہتا ہے

خدا ہی جانے اُسے کیا سمیٹنا ہے نویدؔ
جو صبح و شام وہ بکھرا ہُوا سا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

کون تھا مجھ کو جو احساس دِلاتا، کہ مَیں ہُوں
مجھ کو تو میرے نہ ہونے نے بتایا، کہ مَیں ہُوں

کون ہے جس کو کہ درکار ہے ہونے کا جواز
وہم نے پُوچھا، مگر کوئی نہ بولا، کہ مَیں ہُوں

آتش و آب و ہَوا، خاک و خموشی و صدا
میں نے کس کس سے یہ جا جا کے نہ پُوچھا کہ مَیں ہُوں

میں نے کیا دیکھا پسِ آئینۂ ہست و وجود
ہائے جب خود کو ہی میں نے نہیں دیکھا، کہ مَیں ہُوں

مَیں نے کیا جانا نہیں جانا اگر عالمِ "ھُو"
مَیں نے کیا پایا اگر خود کو نہ پایا، کہ مَیں ہُوں

وقت کی قید سے آزاد یہاں کوئی نہیں
کون سمجھے گا، کہ میں تھا، کہ میں ہوں گا، کہ مَیں ہُوں

Scanned by CamScanner

☆

خود سے گُور ے تو قیامت سے گُور جائیں گے ہم
یعنی ہر حال کی حالت سے گُور جائیں گے ہم

عالمِ ''ھُو'' دلِ بینا کو نظر آئے گا
یعنی ہر حیرت و حسرت سے گُور جائیں گے ہم

ختم ہو جائے گی سب کشمکشِ حرف و عدد
یعنی ہر منفی و مثبت سے گُور جائیں گے ہم

نہ مکاں ہوگا مکاں اور نہ زماں ہوگا زماں
یعنی ہر تنگیِ و وسعت سے گُور جائیں گے ہم

ہم کو معلوم نہیں تھا ہمیں ہو جائے گا عشق
ہم نے سوچا تھا سہولت سے گُور جائیں گے ہم

Scanned by CamScanner

☆

نہ ہوتے حال سے بے حال، حالت سے گُزر جاتے
پڑی کیا تھی محبت کی سہولت سے گُزر جاتے

اگر اُن پر تماشائے وصال و ہجر کھُل جاتا
یہی ہوتا وہ ہر دُوری و قربت سے گُزر جاتے

گزر کر خود سے ہوتے ماورائے قطرہ و دریا
گزر جاتے وہ خدّ و خال و قامت سے گُزر جاتے

اسیرِ کثرتِ جلوہ نہ ہوتے صیدِ یکتائی
پہنچتے عالَمِ "ھُو" میں جو خلوت سے گُزر جاتے

سما جاتی نگاہِ "ھُو" میں روحِ آئنہ خانہ
جو کثرت سے گُزر جاتے تو وحدت سے گُزر جاتے

ہمیشہ کے لیے "ہے" اور "نہیں" سے جان چھُٹ جاتی
گزر جاتے وہ ہر تقویم و ساعت سے گُزر جاتے

Scanned by CamScanner

☆

مجھے تو سوچ کر یہ بات وحشت ہو رہی ہے
جسے دیکھا نہیں اُس کی عبادت ہو رہی ہے

بنا دیکھے اُسے مانا نہ مانا جا رہا ہے
بہ نامِ دید توہینِ بصارت ہو رہی ہے

جسے دیکھو وہ دَوڑا جا رہا ہے غیب کی سمت
یہ نشّہ کون سا ہے کیا ریاضت ہو رہی ہے

ستم یہ ہے حقیقت کے گلے پر رکھ کے خنجر
خدا وندا تصور کی عبادت ہو رہی ہے

ٹھکانے لگ گئے اقرار اور انکار والے
یہاں ہر سانس صرفِ بے دریّت ہو رہی ہے

Scanned by CamScanner

☆

ہے وہاں صرف ایک "ھُو" کو ثبات
میں جہاں ہُوں وہاں نہ دن ہے نہ رات

خامشی سے ہوئی تھی بات شروع
خامشی پر ہی ختم ہوگئی بات

یہ سمجھنے کو چاہیے ہیں جنم
مَوت کی کوکھ میں بنی ہے حیات

گھومتے رہیے اپنے "مَیں" کے گرد
آپ کا مسئلہ ہیں ذات و صفات

بعد میں سوچیے کہ "ھُو" کیا ہے
پایئے پہلے ماء و تو سے نجات

Scanned by CamScanner

☆

اُلٹا، سیدھا، کہا، سُنا، ''لیکن''
تیری حُجت کا ہر سِرا ''لیکن''

کیا خموشی و گفتگو کہیے
ابتدا ''لیکن'' انتہا ''لیکن''

''ممکن'' و ''گویا'' ''شاید'' و ''یعنی''
یا ''گماں'' یا قیاس، یا ''لیکن''

اور تیرا جواب کیا ''امکان''
اور تیرا سوال کیا ''لیکن''

''ویکن'' آیا مگر نہ تیرے ہاتھ
تیرے اندر اُلجھ گیا ''لیکن''

Scanned by CamScanner

وائے حسرت تجھے خدا نہ ملا
مُجھ کو انسان مِل گیا لیکن

تیرے اندر ہی تھی دلیلِ دلیل
تُو ہی خود سے نہیں مِلا لیکن

ہوگیا ہو کے لا جواب، خموش
مطمئن تو نہیں ہُوا لیکن

ایک تھا جونؔ ایلیا شاعر
ہے غضب، وہ بھی مَر گیا لیکن

Scanned by CamScanner

☆

آ دیکھ اے شکارِ طلسمِ نبود و بود
پانی بھی میرا جسم ہوا بھی مِرا وجود

جو ہے بجائے خود وہی شے ہے وہی خیال
حیراں ہیں کیا مشاہدہ و شاہد و شہود

ہاں بس ہَوا نے کھینچ لیا پردۂ حجاب
موجود خود چراغ کی لَو میں تھی موجِ دود

یا دستِ کوزہ گر میں ہے تاثیرِ کہکشاں
یا گردشِ زمیں کو ہے کچھ وحشتِ نمود

ہاں قید ہے خرابۂ فطرت میں میری ذات
ہاں وقت کے خلل سے بھی ٹوٹا نہیں نمود

ہاں بجھ رہے گا اپنی ہی خلوت کی آگ میں
موجود سے نکل کے کہاں جائے گا وجود

Scanned by CamScanner

☆

مگر ہے کیا یہ اگر سے گُزر گئے تو کُھلا
حیات کس میں ہے پنہاں جو مر گئے تو کُھلا

مگر نہیں ہے حقیقت کچھ اور "ھُو" کے سوا
جدھر کوئی نہ گیا تھا اُدھر گئے تو کُھلا

نہ کوئی شے نہ کوئی جنس کوئی اِسم نہ جسم
ٹھہر کے "ھُو" میں جو "ھُو" سے گُزر گئے تو کُھلا

جنوں میں ہم نے گُزاری ہے کتنی بے رنگی
ترے جہان میں ہم رنگ بھر گئے تو کُھلا

یہی جواز تھے جینے کا اور مرنے کا
ستم تو یہ ہے کہ جب زخم بھر گئے تو کُھلا

نہ جیتے یوں تو ستائش کی مَوت مَر جاتے
گُزر کے بات سے جب بات کر گئے تو کُھلا

Scanned by CamScanner

☆

آپ کا انتظار کر رہے ہیں
ہم خزاں کو بہار کر رہے ہیں

گِن رہے ہیں ہم اپنے زخموں کو
وہ ستارے شمار کر رہے ہیں

آج سے ہم خدا کے بارے میں
خامشی اختیار کر رہے ہیں

ہم سے وہ کر رہے ہیں وعدۂ وصل
اور ہم اعتبار کر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

آپ بھی ہیں امیدوارِ وصال
آپ بھی انتظار کر رہے ہیں

باز کب آ رہے ہیں عشق سے ہم
غلطی بار بار کر رہے ہیں

سب جسے ترک کر چکے ہیں نویدؔ
ہم اُسے اختیار کر رہے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

ہر نفس محنت کے عادی ہوگئے
یعنی ہم فُرصت کے عادی ہوگئے

آپ کہتے ہیں جسے بے حالتی
ہم اُسی حالت کے عادی ہوگئے

اتنے دِن تُو آنکھ سے اوجھل رہا
ہم تری فُرقت کے عادی ہوگئے

یہ توجّہ، یہ عنایت، یہ کرم
ہم تری غفلت کے عادی ہوگئے

اب کہاں کا ہجر کا ہے کا وصال
اب تو ہم وحشت کے عادی ہوگئے

Scanned by CamScanner

ایک ہی آئینہ تھا پیشِ نظر
ایک ہی حیرت کے عادی ہوگئے

اک پَری خلوت میں ہم کو لے گئی
اور ہم خلوت کے عادی ہوگئے

تُو نہیں آئے تو کیا آئے تو کیا
ہم تری غَیبت کے عادی ہوگئے

اب کہاں چھٹتا ہے نشّہ عشق کا
اب تو ہم اِس لت کے عادی ہوگئے

Scanned by CamScanner

☆

''ہے'' اور ''نہیں'' کا آئینہ مُجھ کو تھما دیا گیا
یعنی مِرے وجود کو کھیل بنا دیا گیا

میرا سوال تھا کہ میں کون ہُوں اور جواب میں
مجھ کو ہنسا دیا گیا مجھ کو رُلا دیا گیا

میرے جنوں کو تھی بہت خواہشِ سیر و جستجو
مجھ کو مُجھی سے باندھ کر مجھ میں بٹھا دیا گیا

مَیں نے کہا کہ زندگی، درد دیا گیا مجھے
مَیں نے کہا کہ آگہی، زہر پلا دیا گیا

خواب تھا میرا عشق بھی خواب تھا تیرا حُسن بھی
خواب میں یعنی ایک اور خواب دکھا دیا گیا

Scanned by CamScanner

☆

وائے بے نسبتی، نسبت بھی اُسی سے ہے مُجھے
جس سے نفرت ہے مُحبت بھی اُسی سے ہے مجھے

کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ تعلّق کیا ہے
جس سے راحت ہے اذیّت بھی اُسی سے ہے مجھے

چاہتا ہوں سحر و شام اُسی کا دیدار
اُس پہ یہ طُرفہ کہ وحشت بھی اُسی سے ہے مجھے

میرے پہلو میں جو بیٹھا ہے مِرا دل بن کر
کھوئے رہنے کی یہ عادت بھی اُسی سے ہے مجھے

Scanned by CamScanner

جبکہ مِلتا ہے وہی صرف وہی مِلتا ہے
نہیں مِلتا یہ شکایت بھی اُسی سے ہے مجھے

خود ہی کتراتا ہُوں ملنے سے میں جس کے سرِ راہ
پھر نہ ملنے کی شکایت بھی اُسی سے ہے مجھے

کیسا عاشق ہُوں کہ بے دام بِکا جس کے سبب
چاہیے عشق کی قیمت بھی اُسی سے ہے مجھے

مُجھ کو جس شدّتِ اظہار نے آگھیرا ہے
کون جانے کہ یہ لُکنت بھی اُسی سے ہے مجھے

Scanned by CamScanner

☆

برائے سحر یہ سارا جہاں پڑا ہُوا ہے
زمیں پڑی ہوئی ہے آسماں پڑا ہُوا ہے

نکل تلاشِ حقیقت میں اے مسافرِ وہم
اگرچہ راہ میں تیری گماں پڑا ہُوا ہے

ہزار رایت و پرچم بہت نشان و علم
ہے جس کے پاس خبر بے نشاں پڑا ہُوا ہے

ہر ایک شخص ہے مصروف کوئی کیوں پُوچھے
یہ کس تلاش میں تُو رائیگاں پڑا ہُوا ہے

کسے ہے حُسن کی حسرت کسے ہے فرصتِ عشق
ابھی تو سامنے کارِ جہاں پڑا ہُوا ہے

نویؔد کو تو نہیں ہوشِ اوّل و آخر
اُسے خبر ہی نہیں ہے کہاں پڑا ہُوا ہے

Scanned by CamScanner

☆

ناتمام و تمام ہے ہی نہیں
ننگ کا کوئی نام ہے ہی نہیں

میں وہاں کہنا چاہتا ہوں کچھ
جہاں جائے کلام ہے ہی نہیں

سُن یہ قد قامتِ الصّلوٰۃ سے کہہ
سجدہ اُٹھنے کا نام ہے ہی نہیں

بات کو تو ہے بات سے سروکار
حاجتِ خاص و عام ہے ہی نہیں

اے خُدا کیوں کروں ترا پیچھا
جب مُجھے تجھ سے کام ہے ہی نہیں

Scanned by CamScanner

مجھ کو آنکھیں دِکھا رہا ہے کیا
میرے منہ میں لگام ہے ہی نہیں

کیا اشارے سے حد میں آئے گا
جس کا کوئی مقام ہے ہی نہیں

''ھُو'' کا ہے یہ سفر جنابِ مَن
اِس سفر میں قیام ہے ہی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

رزقِ ہستی حلال تو کیجیے
سوچیے تو سوال تو کیجیے

کون ہُوں، کیا ہُوں، کیوں ہُوں، کیسا ہُوں
خود سے یونہی سوال تو کیجیے

چاہے صورت کوئی بنے نہ بنے
حسرتِ خدّ و خال تو کیجیے

ایسی بھی کیا ہے بے دلی صاحب
بے دِلی کا ملال تو کیجیے

کتنی بے مِثل ہے نزاکتِ حُسن
پیش کوئی مثال تو کیجیے

Scanned by CamScanner

جو کہے گا وہ، مان لیں گے آپ
اجی کچھ قیل و قال تو کیجیے

کون ہے معترف ہے حاسد کون
آپ کوئی کمال تو کیجیے

آپ سے پوچھیں لوگ آپ کا حال
اپنا کچھ ایسا حال تو کیجیے

Scanned by CamScanner

☆

نہ مَرا جاتا ہے مجھ سے نہ جیا جاتا ہے
بولا جاتا ہے نہ خاموش رہا جاتا ہے

جانکنی جیسے لرزتی ہے دیے کی لو میں
نہ بجھا جاتا ہے مجھ سے نہ جلا جاتا ہے

جانے یہ ضُعف کا عالم ہے کہ سرمستی ہے
سنبھلا جاتا ہے خدایا نہ گرا جاتا ہے

مسئلہ میرا ہے مجھ کو ہے حقیقت کی تلاش
میں مروں یا کہ جیوں آپ کا کیا جاتا ہے

اے خدا مجھ کو تطمّہ نہیں دیتا کوئی
جو بھی آتا ہے نئی بات بتا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

بات جو آئی ہے دل میں وہ نکالوں کیسے
کیسے روکوں کہ مرے دل سے خدا جاتا ہے

بے نیازی ہے جتانا تو خدا سے ملیے
ورنہ انسان سے تو جُھک کے مِلا جاتا ہے

ایسا لگتا ہے کہ تُو بھی کہیں دل دے بیٹھا
رویا جاتا ہے جو تجھ سے نہ ہنسا جاتا ہے

ذکر جب چھِڑتا ہے اُس چشم کے بیماروں کا
یہ بتاؤ کہ مِرا نام لیا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

کسی دھندلائی ہوئی شام سے نکلا ہُوا ہُوں
گھر سے کیا جائیے کس کام سے نکلا ہُوا ہُوں

میں نہ انکار نہ اقرار مِرا کیا ہوگا
راندۂ کفر ہُوں اسلام سے نکلا ہُوا ہُوں

مستیِ شرمِ گنہہ اور یہ تہذیبِ طواف
میں عجب ننگ ہُوں احرام سے نکلا ہُوا ہُوں

کچھ سُنائی نہیں دیتا ہے بجز شور ابھی
خامشی میں ترے ہنگام سے نکلا ہُوا ہُوں

کیسے کرلوں تجھے یک لخت حقیقت تسلیم
تازہ تازہ ابھی اوہام سے نکلا ہُوا ہُوں

کیا تعجب ہے اگر "ھُو" ہے ٹھکانا میرا
بے خودی میں بھی ترے جام سے نکلا ہُوا ہُوں

فیس بک گروپ، کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

درمیاں پردہ خدا کا تھا، اٹھایا عشق نے
جب کہ خلوت میں مجھے مجھ سے ملایا عشق نے

اک حصارِ حُسن کھینچا ، نور کا ہالا بُنا
دل کی مسند پر مجھے لا کر بٹھایا عشق نے

ڈال کر دھمّال، کر کے رقص، ہو کر مست و مست
حُسن کو ظاہر کیا، خود کو چھپایا عشق نے

کر کے ''تنہائی'' عطا اور کر کے ''یکتائی'' عطا
میری خاطر ''ھُو'' کا اک عالم سجایا عشق نے

اپنے بُرج، اپنے ستارے، اپنے سورج، اپنے چاند
اک جہاں سب سے الگ اپنا بسایا عشق نے

سازِ فطرت میں سمائی ہے اُسی سے ''کُن'' کی لے
وہ جو نغمہ خامشی کا گنگنایا عشق نے

Scanned by CamScanner

☆

جاری ہے آگہی کا سفر "مَیں" سے "ھُو" تلک
کر لے بس ایک بار نظر "مَیں" سے "ھُو" تلک

کیا ڈھونڈتا ہے خود کو زمان و مکاں کے بیچ
او بے خبر ہے تیری خبر "مَیں" سے "ھُو" تلک

تو اپنے دل کی راہگور اختیار کر
لے جائے گی یہ راہگور "مَیں" سے "ھُو" تلک

یعنی کہیں قیام نہیں درمیان میں
یعنی سفر ہے بعدِ سفر "مَیں" سے "ھُو" تلک

اِک شمع جل رہی ہے مگر راہِ عشق میں
اک راستا کُھلا ہے مگر "مَیں" سے "ھُو" تلک

Scanned by CamScanner

☆

جہاں میں غُلغلہء علم و آگہی تو ہُوا
خودی کا نغمہ چھڑا رقصِ بے خودی تو ہُوا

ہوائے تازہ تو آئی نگار خانے میں
شعور و فکر کو احساسِ تازگی تو ہُوا

بشر کو چشمہء آبِ بقا کی فکر ہوئی
چلو یونہی سہی کچھ ردِّ تشنگی تو ہُوا

زمانہ مقصدِ منصور تک تو آ پہنچا
چلو کہ شورِ انا الحق گلی گلی تو ہُوا

کسی نے بات تو چھیڑی انائے مطلق کی
سکوتِ مرگ میں اک شورِ زندگی تو ہُوا

Scanned by CamScanner

☆

بھید اُس کا مصوّر کوئی پا ہی نہیں سکتا
تصویر کے پردے میں وہ آ ہی نہیں سکتا

خاموشی کو کیا نغمہ بنائے گا مُغنّی
سازوں میں سُروں میں وہ سما ہی نہیں سکتا

کس بھاؤ میں بھید اُس کی حقیقت کا چھپا ہے
رقاص تو وہ بھاؤ بتا ہی نہیں سکتا

واللہ وہ آتا ہی نہیں صفر و عدد میں
حد اُس کی کوئی ڈھونڈ کے لا ہی نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

جو پہلے الف سے ہے جو ہے بعد میں یے کے
حرف اُس کی حقیقت کو دکھا ہی نہیں سکتا

وہ کون ہے، وہ کیا ہے "نہیں" ہے کہ وہ "ہے" ہے
امکان بھی شکل اُس کی بنا ہی نہیں سکتا

ہوتا نہیں کیوں خود ہی وہ گُم عالمِ "ھُو" میں
جب کوئی پتا اُس کا بتا ہی نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

☆

دل سے ہر واہمہ گزار دیا
زندگی نے تو ہم کو مار دیا

کر دیا دل میں "ھُو" کا سنّاٹا
یا صحیفہ کوئی اُتار دیا

اِس قدر بھی میں بے جواز نہ تھا
کیوں مجھے میرے مُنہ پہ مار دیا

کون جانے کہ عشق نے تو ہمیں
بے قراری میں ہی قرار دیا

دل دیا بھی تو کیا دیا تُو نے
اے خُدا جب نہ اختیار دیا

چار و ناچار و نامُراد و مُراد
وقت جیسا بھی تھا گُزار دیا

Scanned by CamScanner

☆

سوچیے مَت یہ تماشا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے
ہونا کیا ہے نہ ہونا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

حیرت کی یہ دُنیا کیا ہے اُلٹا کیا ہے سیدھا کیا ہے
آپ کو کیا یہ کھلونا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

آنا کیا ہے جانا کیا ہے کھونا کیا ہے پانا کیا ہے
جینا کیا ہے مرنا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

رات سے دن کا نکلنا کیا ہے دن میں رات کا چھپنا کیا ہے
سوچنا کیا ہے سمجھنا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

Scanned by CamScanner

کوئی اُلجھے کوئی سلجھے کوئی ڈوبے کوئی اُبھرے
آپ کو لینا دینا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

کیسا ٹھہرنا کیسا گُزرنا سب کو ہے جینا سب کو ہے مرنا
غور و فکر کا جھگڑا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

رونا بھی اک کام ہے صاحب ہنسنا بھی اک کام ہے صاحب
فارغ رہ کر کرنا کیا ہے روتے رہیے ہنستے رہیے

Scanned by CamScanner

☆

آپ ہر حال کی حالت سے گُور کیوں نہ گئے
وصل کو مَر رہے تھے، وصل میں مَر کیوں نہ گئے

معبد و بُت کدہ و مسجد و میخانہ و دیر
لوگ جاتے ہیں جدھر آپ اُدھر کیوں نہ گئے

کفر و ایماں تو درِ دیر و حرم پر ٹھہرے
آپ کافر نہ مسلمان گُور کیوں نہ گئے

کس سے کہیے کہ ہے کیا حالِ دلِ آوارہ
کون سمجھے گا کہ گھر جا کے بھی گھر کیوں نہ گئے

Scanned by CamScanner

آئینہ خانہ اگر لازمِ ہستی ہے تو پھر
ہم بگڑ کیوں نہ گئے آپ سنور کیوں نہ گئے

یار کے دَر پہ اگر جانا ضروری ہی تھا
خوں میں تر کیوں نہ گئے خاک بہ سَر کیوں نہ گئے

اِتنی یکسوئی جناب اِتنا تنوّع توبہ
مُنتشر کیوں نہ ہوئے آپ بکھر کیوں نہ گئے

Scanned by CamScanner

☆

کسی ہَوا میں نہ آنا کہیں نہیں جانا
چراغ گھر میں جلانا کہیں نہیں جانا

ہزار عقل کی گھاتیں ہزار عشق کے دام
کوئی فریب نہ کھانا کہیں نہیں جانا

یہ چھوٹی چھوٹی سی خوشیاں یہ چھوٹے چھوٹے سے غم
انہی میں دل کو لگانا کہیں نہیں جانا

تمہیں جہاں کہیں جانا ہے جاؤ دیدہ ورو
مجھے کہیں نہیں جانا کہیں نہیں جانا

نہ مے کدہ نہ حرم اور نہ دیر و بت خانہ
مجھے ہے ہوش میں آنا کہیں نہیں جانا

ہے شش جہات میں مجھ کو یہ گنجِ عالمِ ''ھُو''
یہیں ہے کرنا ٹھکانا کہیں نہیں جانا

Scanned by CamScanner

☆

جنوں ہے یا کوئی سودا تجھے ہُوا کیا ہے
بنا ہُوا ہے تماشا تجھے ہُوا کیا ہے

خدا نہیں کہ خدا ہے تجھے یہی ہے بحث
کبھی خموش بھی ہوجا تجھے ہُوا کیا ہے

قبول ہے تجھے دَیر اور نہ ہے حرم برداشت
ہر اک سے شہر میں جھگڑا تجھے ہُوا کیا ہے

خدائی بانٹنے والے مجھے بتا تو سہی
ہے تیرے ہاتھ میں کاسہ تجھے ہُوا کیا ہے

ہزار نبض شناس و ہزار چارہ ساز
کسی پہ کچھ نہیں کُھلتا تجھے ہُوا کیا ہے

دوا خموش، دعا گنگ، چارہ گر ساکت
بتا دے اب تو خدارا تجھے ہُوا کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

دے کے سر میں نے کسی پر کہاں احسان کیا
عالمِ "ھُو" میں قدم رکھنے کا سامان کیا

مَوت بھی پڑگئی کم عشق میں مرنے کے لیے
پڑ گیا وصل بھی کم ایسا کچھ ارمان کیا

ہجر میں جینا تھا اور وصل میں مرنا تھا مجھے
مرحلہ عشق کی مُشکل نے ہی آسان کیا

آپ کو بھی کوئی آزار لگا جیتے جی
اپنے ہونے نے بہت ہم کو تو ہلکان کیا

عشق سے کام الگ کب کیا ہم نے صاحب
ہم نے تو کارِ جہاں عشق کے دوران کیا

Scanned by CamScanner

☆

خود سے اکتائے ہُوئے کیسے جیا کرتے ہیں
صُبح کا کرتے ہیں کیا، شام کا کیا کرتے ہیں

جان لیتے ہیں جو دُنیا کی حقیقت کیا ہے
اپنی کہتے نہیں کچھ سب کی سُنا کرتے ہیں

نہیں آتی، مگر آتی ہے متانت اُن میں
جو تحمل سے ہر اک بات سُنا کرتے ہیں

وعدہ کرتے نہیں اوّل تو بھی وعدہ شناس
وعدہ کرتے ہیں تو پھر وعدہ وفا کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

کوئی بھولا، کوئی بھٹکا، اِدھر آتا ہی نہیں
ہم تو آواز پہ آواز دیا کرتے ہیں

ہم کسی سے بھی کدورت نہیں رکھتے دل میں
جس سے ملتے ہیں محبت سے ملا کرتے ہیں

آپ بے موت ہی کیوں گڑ گئے خاموشی سے
مرنے والوں کے جنازے تو اُٹھا کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کیا ہمیں سوجھی کہ ہم نے عقل کو دل کر لیا
اتنی آساں زندگی کو اِتنا مُشکل کر لیا

نوحہ و فریاد و ماتم، گریہ و اندوہ و غم
اپنی تنہائی کو ہم نے خود ہی محفل کر لیا

کارِ دل، کارِ جہاں، کارِ جنوں، کارِ خرد
کام کی حسرت میں ہم نے خود کو کاہل کر لیا

بے حواسی، بے خیالی، بے دماغی، بے دلی
ہم نے اپنے حال میں اِن کو بھی شامل کر لیا

ابتدا بے ابتدا تھی انتہا بے انتہا
آخرش ''ھُو'' کے سفر کو ہم نے منزل کر لیا

Scanned by CamScanner

☆

راہ میں دل ہار جانا اور ہے
گو بہ گو کی خاک اُڑانا اور ہے

اور ہے دنیا پہ کرنا لعن طعن
اپنی اِک دنیا بسانا اور ہے

اور ہے ناکامیوں سے لینا کام
فتح کے دھوکے میں آنا اور ہے

اور ہے مشغول رہنا کام میں
بیٹھ کر باتیں بنانا اور ہے

Scanned by CamScanner

اور ہے پی کر بھی رہنا ہوش میں
بن پیے ہی لڑکھڑانا اور ہے

اور ہے رہنا زمیں پر بن کے بوجھ
بارِ ہفت افلاک اُٹھانا اور ہے

اور ہے رونا اندھیرے کو نوؔید
اک چراغ اپنا جلانا اور ہے

Scanned by CamScanner

☆

کر کے خود اپنی آڑ بیٹھ گئے
ہم تو سب چھوڑ چھاڑ بیٹھ گئے

اُس نے کیا دیکھا بے نیازانہ
ہم بھی دامن کو جھاڑ بیٹھ گئے

دیکھتے دیکھتے ہی اے حسرت
کیسے کیسے پہاڑ بیٹھ گئے

کیا دِکھاتے ہم اختیارِ جنوں
بس گریباں کو پھاڑ بیٹھ گئے

کچھ نظر آئے یا نہ آئے نظر
ہم تو نظروں کو گاڑ بیٹھ گئے

Scanned by CamScanner

☆

افلاک کی تنہائی بھلانے چلے آئے
دنیا میں جو ہم خاک اُڑانے چلے آئے

ہم وسوسہ انجام ہوئے راندۂ جنّت
یاں مرنے کو جینے کے بہانے چلے آئے

اے شورِ من و تُو تری محفل سے بہت دُور
ہم دشت کو خاموشی سنانے چلے آئے

ہے راز پسِ راز ہے پردہ پسِ پردہ
اِس راز سے ہم پردہ اُٹھانے چلے آئے

بہتر تھا کہ سوئے ہوئے انساں کو جگاتے
تم خواب پسِ خواب دکھانے چلے آئے

Scanned by CamScanner

☆

موت کی تفہیم کو کب آ گہی سمجھا گیا
آمد و رفتِ نفس کو زندگی سمجھا گیا

اور ہی نکلے مفاہیم صراط المستقیم
جب ہماری گمرہی کو راستی سمجھا گیا

بندگی تیری سراسر کافری پائی قرار
جب ہماری کافری کو بندگی سمجھا گیا

اُس کے پردے سے ہی نکلیں گے خدا و اہرمن
دیکھ لینا تم جو انساں کو کبھی سمجھا گیا

Scanned by CamScanner

کیوں نہ فرشِ عشق پر میں عقل کا ماتم کروں
تھی وہ سیرابی کہ جس کو تشنگی سمجھا گیا

چُپ رہا جب تک تو بُت اندر خدا تھا میں نوید
بات کی میں نے تو مجھ کو آدمی سمجھا گیا

دانشِ حاضر پہ روؤں یا ہنسوں میں، جب مجھے
صوفی گردانا گیا اور فلسفی سمجھا گیا

Scanned by CamScanner

☆

یہ ہو رہے ہیں جو بے حال اپنے حال سے ہم
سوال ہم سے ہے یارب کہ ہیں سوال سے ہم

ورائے اوّل و آخر یہ مسئلہ ہے وہیں
خیال ہم سے ہے یارب کہ ہیں خیال سے ہم

پسِ وجود بہت بحثِ نقل و اصل ہوئی
مگر ہوئے نہیں ثابت کسی مثال سے ہم

میانِ وہم و حقیقت، میانِ شک و یقیں
خود اپنے واسطے ہیں ممکن و محال سے ہم

Scanned by CamScanner

خدا و بندہ سبھی زیرِ بحث آئے مگر
نہ مسئلہ ہُوا حل، ہوگئے نڈھال سے ہم

جواب بعدِ سوال اور سوال بعدِ جواب
چُھڑائیں جان تو کس طرح اس وبال سے ہم

ہمارے حالِ پریشاں کی پوچھتے کیا ہو
کہیں تو کیا کہ پریشاں ہیں اپنے حال سے ہم

Scanned by CamScanner

☆

اپنا مزاق دل کو اُڑانے نہیں دیا
سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا

اُلجھائے رکھا جیب و گریباں کے تار میں
اہلِ جنوں نے وقت کو جانے نہیں دیا

کرتا تو کیا یہ ہم پہ حقیقت کو آشکار
اِس وہم نے فریب بھی کھانے نہیں دیا

قصّے میں ڈھونڈتا رہا ہر شخص اپنا آپ
کردار قصّہ گو کو نبھانے نہیں دیا

روداد یہ ہے دوریِ منزل کے خوف نے
پہلا قدم کسی کو بڑھانے نہیں دیا

اک تو خوشی سے دُور رکھا اُس پہ یہ ستم
اِس بے دلی نے غم بھی منانے نہیں دیا

Scanned by CamScanner

☆

رنگوں کو برہنہ کروں تصویرِ بنادوں
آ اے ہوسِ شعر تجھے میر بنادوں

جب آنکھ کھلے تیری کھلے عالمِ "ھُو" میں
آجا ترے ہر خواب کو تعبیر بنادوں

تُو رقص کرے ثابت و سیّار پہن کر
لولاک تلک صاحبِ تسخیر بنادوں

پھر تجھ کو کروں اسم و معانی سے بَری مَیں
بے حرف و عدد سی کوئی تحریر بنادوں

پھر تیرے نشانے سے نہ باہر ہو کوئی شَے
آجا میں ارادے کو ترے تیر بنادوں

آجا میں ترا ہاتھ ترے ہاتھ میں دے دوں
کُن تجھ کو عطا کردوں فلک گیر بنادوں

Scanned by CamScanner

☆

ہُوں ابھی ''کون'' اور ''کیا'' ہُوں ابھی
یعنی خود سے نہیں مِلا ہُوں ابھی

ابھی فطرت پہ کر رہا ہُوں غور
نہ بُرا ہُوں نہ میں بھلا ہُوں ابھی

ہُوں ابھی بے شعورِ سمت و مقام
نہ چلا ہُوں نہ میں رُکا ہُوں ابھی

سوچا سمجھا بھی ہو رہوں گا کبھی
مَیں نے مانا کہا سُنا ہُوں ابھی

کررہا ہوں میں بحثِ معنی و اسم
میں جو خود، پر نہیں کھُلا ہُوں ابھی

بحث تو جانے کب سے جاری ہے
شاملِ بحث مَیں ہُوا ہُوں ابھی

Scanned by CamScanner

☆

نیا زمانہ آنا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے
بربادی ایک بہانا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے

شبنم کو شعلہ لکھنا ہے ماضی کا نوحہ لکھنا ہے
فردا کا نغمہ سنانا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے

جو تخلیق کا مقصد ہے جو تحقیق کا مقصد ہے
اُس مقصد کو پانا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے

سیارے نئے بسانے ہیں نئے چراغ جلانے ہیں
فرش کو عرش بنانا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے

بات یہی دہرانی ہے آج کی کل تو آنی ہے
بس اِک قدم اُٹھانا ہے دُنیا کو آگے جانا ہے

Scanned by CamScanner

☆

پوچھتے کیا ہو کہ کیا چاہیے ہے
مجھ کو دنیا کا بھلا چاہیے ہے

نہ تسلّی نہ دلاسہ نہ اُمید
درد کو صرف دوا چاہیے ہے

چاہیے ہے مجھے بس جلوۂ یار
اور بے چون و چرا چاہیے ہے

اُس کو قُدرت نے دیا ہے امکان
اور انسان کو کیا چاہیے ہے

کر نہ اُنگشتِ شہادت کو بُلند
کب کہا میں نے خلا چاہیے ہے

Scanned by CamScanner

☆

کس قدر حبس ہے تھوڑی سی ہَوا چاہیے ہے
مَیں بھی انسان ہُوں مجھ کو بھی خدا چاہیے ہے

یہ الگ بات خُدا بھی نہیں بننا منظور
کبریائی کا مگر مجھ کو مزا چاہیے ہے

میں خدا تو نہیں مَیں کیوں رکھوں ایک اک کا حساب
کسے کیا مِل رہا ہے اور کسے کیا چاہیے ہے

اور کیا چاہیے اندھے کو فقط دو آنکھیں
مجھ سے کیا پُوچھ رہے ہو مجھے کیا چاہیے ہے

Scanned by CamScanner

انتظار اُس کا کہ وصل اُس کا مُجھے سوچنے دے
سوچنے دے مُجھے اے عشق کہ کیا چاہیے ہے

حُسن بے جلوہ ہے ظاہر اُسے ہونے کے لیے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا چاہیے ہے

مجھ کو درکار ہے دُنیا ترے ہونے کا جواز
اِس طرح جیسے اندھیرے کو دیا چاہیے ہے

Scanned by CamScanner

☆

پاس کب آ رہا ہے دل میرا
دُور ہی جا رہا ہے دل میرا

اے خدا خیر سب جہانوں کی
آج گھبرا رہا ہے دل میرا

ایسا سنّاٹا ایسی خاموشی
مُجھ کو یاد آ رہا ہے دل میرا

کتنا بھُوکا ہے یہ مُحبت کا
مجھ کو ہی کھا رہا ہے دل میرا

زخم و مرہم کے اِس تماشے سے
اب تو اُکتا رہا ہے دل میرا

Scanned by CamScanner

دین و دُنیا کا چھیڑ کر قصہ
مجھ کو بہلا رہا ہے دل میرا

جان دینے کو جارہا ہوں وہیں
جہاں لے جا رہا ہے دل میرا

پھیلتی جا رہی ہے شام نوید
ڈوبتا جا رہا ہے دل میرا

Scanned by CamScanner

☆

نارسی کے سوال میں گُم ہے
"مَیں" مجھی کے سوال میں گُم ہے

کیا ستم ہے "نہیں" ہے جس کا جواب
دل اُسی کے سوال میں گُم ہے

مَیں نے دیکھا کہ زندگی کا جواب
زندگی کے سوال میں گُم ہے

جتنی بھی روشنی ہے دُنیا میں
روشنی کے سوال میں گُم ہے

Scanned by CamScanner

وقت کی قید سے رہائی بھی
وقت ہی کے سوال میں گم ہے

آدمی تو فقط وہی ہے کہ جو
آدمی کے سوال میں گم ہے

کون سمجھے کہ زندگی کا سِرا
مَوت ہی کے سوال میں گم ہے

Scanned by CamScanner

☆
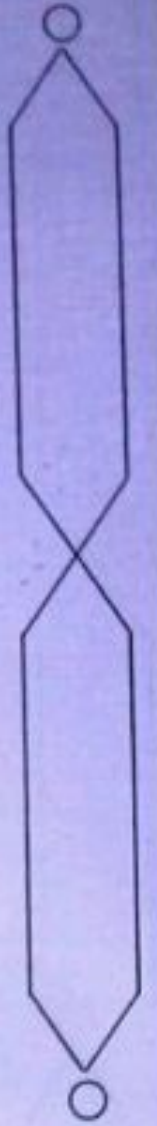
جب نہ سوچا جا سکے گا تب ہی سوچا جائے گا
لفظ جب کھو دیں گے معنی پھر ہی لکھا جائے گا

بات جب ہوگی نہ ہوگا بات جب کرنے کا وقت
یہ زباں جب گنگ ہوگی تب ہی بولا جائے گا

ہو کے محرومِ سماعت ہی سُنیں گے بات کان
جب نہ دیکھا جا سکے گا تب ہی دیکھا جائے گا

حال میں تیرے نہ عقل و دل اگر یکجا ہوئے
عقل سے جائے گا ماضی دل سے فردا جائے گا

گر یہی حالت رہی تیری تو تجھ سے اے نوید
کچھ نہ سوچا جائے گا اور کچھ نہ سمجھا جائے گا

Scanned by CamScanner

☆

رویا کیوں جائے ہنسا کیوں جائے
نغمہ و نوحہ سُنا کیوں جائے

کہنے سُننے کی کیا حقیقت ہے
کہا کیوں جائے سُنا کیوں جائے

کیا ہے مقصودِ جادہ و منزل
چلا کیوں جائے رُکا کیوں جائے

کون سمجھائے سب ہی ہیں مصروف
کوئی بھی کام کیا کیوں جائے

صاحبو! موت سے کسے ہے بحث
یہ بتاؤ کہ جیا کیوں جائے

Scanned by CamScanner

جلوۂ حُسن ہو جہاں آزاد
دل کو پابند کیا کیوں جائے

"کیا" سے پہلے یہ سوچ لینا تھا
"کیوں" کا دیوانہ بنا کیوں جائے

ہو رہی ہے اِدھر اُدھر کی بات
بات کو رنگ دیا کیوں جائے

کون سی خاص بات ہے اِس میں
آپ کا شعر سُنا کیوں جائے

ہو جہاں ذکر شاعری کا نویدؔ
تیرا ہی نام لیا کیوں جائے

Scanned by CamScanner

☆

شدّتِ اظہار سے لہجے میں لُکنت آگئی
غیب سے مصرعہ یہ آیا ہے کہ آیت آگئی

کیا ضروری ہے محبت میں محبت کا شعور
عشق کو کیا عقل آئی اک مصیبت آگئی

خود کو بُن لیتا مَیں اپنے گِرد مِثلِ عنکبوت
وہ تو کہیے درمیاں وحشت کی ساعت آگئی

کر رہا تھا دل لگا کر میں تو کارِ بے دلی
بیچ میں کیا جانیے کیسے یہ فُرصت آگئی

ہو رہی ہے کس لیے خالقت کی خاقت بے حواس
جو نہ آنی تھی کبھی کیا وہ قیامت آگئی

Scanned by CamScanner

☆

کس طرح مَرتے ہیں جب اہلِ جنوں مَرتے ہیں
مَر کے دکھلاؤں گا اک روز کہ یوں مَرتے ہیں

عشق کیوں کرتے ہیں کیا اِس میں چھپا ہے کوئی راز
مَوت سے پہلے جو مَرتے ہیں تو کیوں مَرتے ہیں

ہائے کیا عشق ہے کرتے ہیں خود اپنا ماتم
لے کے خود اپنے ہی سَر اپنا ہی خوں مَرتے ہیں

کب وہ مَرتے ہیں مگر تم کو نہیں اُن کا شعور
زندہ رہتے ہیں، مَیں کس طرح کہوں مَرتے ہیں

مَوت تو سب کو ہی آجائے گی مَر مَر کے سہی
ہاں مگر وہ کہ جو مَرنے سے فُزوں مَرتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کب کسی کا کلام پڑھتے ہیں
لوگ تو صرف نام پڑھتے ہیں

کون سمجھے جنونِ اہلِ جنوں
لکھتے فرصت ہیں کام پڑھتے ہیں

اور کیا لکھنا اور کیا پڑھنا
غیب لکھتے ہیں جام پڑھتے ہیں

کیوں نہ ہم پر کھلے حقیقتِ "لا"
جب الف صبح و شام پڑھتے ہیں

آپ پڑھ کر زرا بتائیں تو
خاص کو کیسے عام پڑھتے ہیں

سوچنے کی نہیں جنھیں فرصت
صبح لکھتے ہیں شام پڑھتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کچھ تو رہتا ہے نہیں عِلم کہ کیا رہتا ہے
یہ خلا رہتا ہے دل میں کہ خدا رہتا ہے

دل چلا جائے تو رہ جاتی ہے حسرت لیکن
دل سے حسرت ہی چلی جائے تو کیا رہتا ہے

عقل حیراں ہی رہی کھُل نہ سکا اُس پہ یہ راز
دل ہے دیوانہ کہ دیوانہ بنا رہتا ہے

اپنی تنہائی مَیں اے کاش سلامت لے جاؤں
زندگانی ترا مِیلا تو لگا رہتا ہے

گر ٹھکانے پہ نہ ہوں عقل و دل و گوش و زباں
نہ کہا رہتا ہے باقی نہ سُنا رہتا ہے

زندگی کیا ہے یہی سوچتا رہتا ہوں نوؔید
اِسی باعث تو مِرا سانس چڑھا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

مان لیتا ہوں جو کرتا ہے خُدا کرتا ہے
اب مجھے کوئی یہ سمجھاؤ کہ کیا کرتا ہے

درد کا دل کو جو اک بار مزا لگ جائے
کون کافر ہے جو پھر اِس کی دوا کرتا ہے

دل بھی کچھ کرتا ہے، کچھ بس میں ہے اِس کے بھی کہ بس
تانا بانا ہی تصوّر میں بُنا کرتا ہے

عشق کو اور بنانے کے لیے دیوانہ
حُسن عریانی کے پردے میں رہا کرتا ہے

دل تو دیوانہ ہے سمجھایئے کیا اِس کو کہ یہ
سب کی سُنتا ہے مگر اپنی کیا کرتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

جی کے کیا کرتا کیا نہ کرتا مَیں
مَر ہی جاتا اگر نہ مرتا مَیں

سوچتا ہُوں اگر نہ کرتا عشق
صبح کو کیسے شام کرتا مَیں

کم سے کم کرتا کارِ کاسہ و جام
ہاتھ پر ہاتھ تو نہ دھرتا مَیں

کیا گُزرتا میں لامکانی سے
خود سے ہی گر نہیں گُزرتا مَیں

عشق ہے یہ کروں تو کیا صاحب
کام ہوتا تو کر گُزرتا مَیں

Scanned by CamScanner

☆

جزو وکُل کا تماشا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں
قطرہ کیا ہے دریا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں

اوّل کیا ہے آخر کیا ہے باطن کیا ہے ظاہر کیا ہے
پنہاں کیا ہے پیدا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں

ارزں کیا ہے عنقا کیا ہے جلوہ کیا ہے پردہ کیا ہے
دیکھا کیا ہے نہ دیکھا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں

رہنا کیا ہے نہ رہنا کیا ہے روشنی کیا ہے اندھیرا کیا ہے
ماضی کیا ہے فردا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں

جلنا کیا ہے بُجھنا کیا ہے چلنا کیا ہے رُکنا کیا ہے
منزل کیا ہے رستا کیا ہے تُم بھی سوچو مَیں بھی سوچوں

Scanned by CamScanner

☆

زندہ سا کردیا کبھی مُردہ سا کردیا
اِس زندگی نے ہم کو تماشا سا کردیا

جب چاہا کر دی روشنی آنکھوں کے سامنے
جب چاہا دل کے آگے اندھیرا سا کردیا

خود ہی کیا وجودِ برہمن کو جلوہ گر
خود ہی حرم کا آئینہ دھندلا سا کردیا

ہم ہیں بھی یا نہیں ہیں یہ ہم سوچتے رہے
جب اُس نے ہم کو دیکھا نہ دیکھا سا کردیا

ہم کون تھے کہ رکھتے دماغِ وصال و ہجر
ہم کو ترے خیال نے تنہا سا کردیا

Scanned by CamScanner

☆

جو یانِ سرِّ قدر و قضا جاگتے رہو
مِل جائے گا خدا بہ خدا جاگتے رہو

یہ جان لو پلک سے پلک بھی اگر لگی
کھو جائے گا سِرے کا سِرا جاگتے رہو

تکتے رہو فراق میں جلتے دیے کی لَو
اِس درد کی یہی ہے دوا جاگتے رہو

کب خواب سے بہلتے ہیں رندانِ مستِ صبح
لینا ہے تم کو نیند سے کیا جاگتے رہو

ہوتا ہے یعنی خواب تو سونے کے واسطے
ہے جاگنے کا بس یہ صلہ جاگتے رہو

اصحابِ کہف کی طرح سو جاؤ اے نویدؔ
یعنی بسانِ صبح و مَسا جاگتے رہو

Scanned by CamScanner

☆

سوئے ہوؤں کے بیچ یہ بیدار کون ہے
جو کھولتا ہے غیب کے اَسرار کون ہے

خلوت جسے نصیب ہے یارانِ خاص کی
آوارہ گردِ کوچہ و بازار کون ہے

زنجیرِ روز و شب کے اسیروں کو کیا خبر
آزاد اِن میں کون گرفتار کون ہے

گر کھول دوں یہ راز تو دنیا پلٹ نہ جائے
ہے کون محوِ خواب تو بیدار کون ہے

اُٹھیں جو پردہ ہائے حقیقت تو یہ کُھلے
مستی میں مست کون ہے ہشار کون ہے

سوئے ہوؤں کو اِس کی خبر ہی نہیں نوید
اصحابِ کہف کی طرح بیدار کون ہے

Scanned by CamScanner

☆

وہ جو خود سے گزر نہیں سکتا
اپنے آگے ٹھہر نہیں سکتا

جی نہیں سکتا اپنی مرضی سے
اپنی مرضی سے مَر نہیں سکتا

مَوت زندہ ہو جس کے سینے میں
آدمی وہ بکھر نہیں سکتا

بات یہ ہے کہ تُو بھی ہے انسان
مکر سے تُو مُکر نہیں سکتا

کیا غضب ہے خُدا کے ہوتے ہوئے
وہ خلا ہے کہ بھر نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

☆

زندگانی تباہ خود کی ہے
چاہے جانے کی چاہ خود کی ہے

کس سے شکوہ کریں بھٹکنے کا
منتخب جب یہ راہ خود کی ہے

خود ہوئے ہیں اسیرِ لیل و نہار
خواہشِ مہر و ماہ خود کی ہے

کسی منظر نے کب پکارا ہمیں
جس طرف کی نگاہ خود کی ہے

ہنس کے رونے پہ رو کے ہنسنے پر
آہ خود کی ہے واہ خود کی ہے

Scanned by CamScanner

☆

کرم ہُوا تو ستم مجھ کو یاد آنے لگے
خوشی مِلی ہے تو غم مجھ کو یاد آنے لگے

یہ کیا ہُوا ہے کہ اگلا قدم اُٹھاتے ہی
سفر کے پچھلے قدم مجھ کو دیا آنے لگے

ستم تو یہ ہے کہ مَیں دَیر جب بسانے لگا
تو ساکنانِ حرم مجھ کو یاد آنے لگے

بتوں کے بیچ خدا کو تلاش کرتا رہا
خدا مِلا تو صنم مجھ کو یاد آنے لگے

ہُوا جو تنہا تو جتنے تھے موجب تنہائی
سبھی خدا کی قسم مجھ کو یاد آنے لگے

☆

سوچتا ہُوں کہ میں اِس دُنیا میں آیا کیوں ہُوں
یعنی ہونا ہُوں تو کیوں یعنی نہ ہونا کیوں ہُوں

کون ہُوں کیا ہُوں میں ظاہر ہُوں کہ پوشیدہ ہُوں
اپنا ہی جلوہ ہُوں کیوں اپنا ہی پردہ کیوں ہُوں

کیوں مرا چہرہ کسی اور کے چہرے میں نہیں ہے
یعنی تنہا ہُوں تو کیوں یعنی میں یکتا کیوں ہُوں

جب تماشے کا نہ آغاز نہ انجام کوئی
نہیں معلوم کہ کیوں روتا ہُوں ہنستا کیوں ہُوں

گر حقیقت کے تصوّر میں حقیقت ہے کوئی
مجھ کو اے وہم یہ سمجھا میں بھٹکتا کیوں ہُوں

Scanned by CamScanner

☆

بس یہی ایک کام کرتے ہیں
صبح کو روز شام کرتے ہیں

کرتے ہیں دستِ حُسن پر بیعت
دل کو اپنا امام کرتے ہیں

دل میں اب کچھ نہیں سوائے خلش
یہ بھی ہم تیرے نام کرتے ہیں

صاحبانِ نمود و نام کو ہم
دُور ہی سے سلام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

جانتے ہیں جو قدر و قیمتِ وقت
کچھ نہیں کرتے کام کرتے ہیں

کرتے ہیں آپ شاعری مانا
اور بھی کوئی کام کرتے ہیں

چھڑ گیا تارِ سازِ نغمہ "ھُو"
گفتگو کو تمام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

کیا

سے

میر احمد نوید

Scanned by CamScanner

انتساب

عفّت

رشک ، رامش

اور

الہام کے نام

سینے سے مِرے زہر اترنے نہیں دیتے
زندہ رہیں وہ لوگ جو مرنے نہیں دیتے

Scanned by CamScanner

فہرست

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

سب سے الگ جو طرزِ بیاں لے کے آئے ہیں
ہم اپنے منہ میں اپنی زباں لے کے آئے ہیں

آہنگ و رنگ و صوت و معانی و حرف و لفظ
ہم اپنے ساتھ اپنا جہاں لے کے آئے ہیں

میر احمد نوید

Scanned by CamScanner

☆

آئینِ نیست ہی ہمہ آئینِ بود ہے
یعنی مگس سے شعلہ ہے شعلے سے دود ہے

یاں یہ کہ اپنی شکل بدلتا ہے انتقال
کہتے ہیں واں کہ نیست کو درپیش بود ہے

دیکھا ہے یہ "نہیں" سے گزر کر بہ شدّ و مَد
یاں کچھ عدم نہیں ہے یہاں سب وجود ہے

جب چشم نے حدود سے جانا ہے لا حدود
پھر جو ہے یاں شہود وہ یعنی وجود ہے

جب خواب سے نہ آنکھ کھُلے کس طرح کھُلے
کیا ہے مآلِ عشق زیاں ہے کہ سود ہے

Scanned by CamScanner

☆

ہم جو کیا ہوتے کیا نہیں ہوتے
''لا'' ہی ہوتے جو ''لا'' نہیں ہوتے

کچھ تو ہوتے نگاہ میں اپنی
''کیوں'' نہیں ہوتے ''کیا'' نہیں ہوتے

ہم نہ ہوتے جو آپ اپنا سوال
ابتدا انتہا نہیں ہوتے

''ہے کی کیا ہست کیا ''نہیں'' کی نیست
ہم نہ ہوتے تو کیا نہیں ہوتے

کہو سر پھوڑتا کہاں پھر عشق
ہم اگر مبتلا نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

☆

مفت میں دل سی نقدی دیے جائیں گے
عشق کرنا ہے سو ہم کیے جائیں گے

جس طرف دل کی کوئی بھی سنتا نہیں
اُس طرف بھی صدا ہم کیے جائیں گے

بے دلی اب تو یہ پوچھتی ہی نہیں
دل کے یہ چاک کس دن سیے جائیں گے

ہے یہی کچھ جو بس میں ہمارے سو ہم
کام ناکامیوں سے لیے جائیں گے

Scanned by CamScanner

کیا کریں لے کے عمرِ مسیحاؔ و خضرؔ
مر نہ جائیں گے ہم گر جیے جائیں گے

گھٹ کے رہ جائے گا خواہشوں میں یہ دم
دل کی دل ہی میں ہم تو لیے جائیں گے

جو ہے جی میں تمہارے کہے جاؤ تم
ہم بھی اپنی سی کرنی کیے جائیں گے

Scanned by CamScanner

☆

ایک میں کیا ہزار میں کیا ہے
ہم کو کیا اِس شمار میں کیا ہے

کیا ہے بے روزگار کو مطلب
عالمِ روزگار میں کیا ہے

کیا ہُوا گر یہ ہاتھ خالی ہیں
دستِ لیل و نہار میں کیا ہے

مِل کے خوش ہوتا ہے ہر اک مغموم
جانے اُس سوگوار میں کیا ہے

انتظار اور انتظار فقط
جبر کے اختیار میں کیا ہے

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

آگہی کو مِری ضرورت ہے
روشنی کو مِری ضرورت ہے

اک کمی سی ہے حاصلِ ادراک
جس کمی کو مِری ضرورت ہے

ہے جہاں سب کو زندگی درکار
زندگی کو مِری ضرورت ہے

جاری کرنے سبیلِ سیرابی
تشنگی کو مِری ضرورت ہے

اے خودی چھوڑ میرا دامن چھوڑ
بے خودی کو مِری ضرورت ہے

بے نیازانہ زیست کیوں نہ کروں
جب مجھی کو مِری ضرورت ہے

Scanned by CamScanner

بے ضرورت ہے جو بھی دنیا میں
بس اُسی کو مِری ضرورت ہے

ہے کوئی بے نیازِ ناز و نیاز
کیا کسی کو مِری ضرورت ہے

اپنے اظہارِ معجزہ کے لئے
شاعری کو مِری ضرورت ہے

Scanned by CamScanner

☆

نہ خوشی ہے اور نہ ملال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے
نہ جواب ہے نہ سوال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

میں کہیں ہُوں یا میں کہیں نہیں میں جہاں ہُوں کیا میں وہیں نہیں
کوی فکر ہے نہ خیال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

میں کہوں تو کیا کہ کہاں ہُوں میں، میں کہوں تو کیا کہ جہاں ہُوں میں
وہاں ہجر ہے نہ وصال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

میں زماں وماں سے نکل گیا میں مکاں وکاں سے نکل گیا
نہ عروج ہے نہ زوال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

وہی میں ہوں فرشِ الست ہے وہی میں ہُوں مستیِ ہستُ ہے
وہی رقصِ حالتِ حال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

Scanned by CamScanner

میں نکل کے خود سے کدھر گیا میں ٹھہر گیا کہ گزر گیا
نہ وہ حال ہے نہ وہ قال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

نہ تو ''ھا'' رہا نہ تو ''ھُو'' رہا نہ تو ''میں'' رہا نہ تو ''تُو'' رہا
کوئی مِثل ہے نہ مثال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

نہ میں ''ہے'' رہا نہ میں ''تھا'' رہا نہ میں ''گا'' رہا نہ میں ''لا'' رہا
اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے اِسے کیا کہوں جو یہ حال ہے

Scanned by CamScanner

☆

مرے مالک نے مجھے تو ''دے کر مری مَیں'' سے جان چھڑائی ہے
مجھے ہٹا دے کر مجھے ھُو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

مجھے تم کر کے مجھے گم کر کے قائم کر کے دائم کر کے
مری اک سو کو ہر سو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

بھرتا ہی نہ تھا مری میں کا خلا کٹتا ہی نہ تھا مری میں کا گلا
مجھ کو ''تُو'' کا چاقو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

بے زین و لجام تھا ابلَقِ '' تُو'' کیسے پاتا اِس پر قابو
اِس پر مجھ کو قابو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

زخمی ''میں'' کو جاگی ''میں'' کو روئی ''میں'' کو میری ''میں'' کو
''تُو'' نے اپنا زانو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

تاحدِّ زماں تاحدِّ مکاں مَیں ڈھونڈ رہی تھی اپنا نشاں
''تُو'' نے اپنی خوبو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

جانے کب سے تھی ''میں'' بے ''تُو'' جانے کب سے تھی بے پہلو
''تُو'' نے اپنا پہلو دے کر مری میں سے جان چھڑائی ہے

Scanned by CamScanner

☆

رنگ ہر رنگ میں سو رنگ دکھاتے ہی رہے
ہم تصور میں وہ تصویر بناتے ہی رہے

منتظر آپ کا ہے ایک زمانہ کب سے
آپ بھی آ نہ گئے آپ بھی آتے ہی رہے

میکدہ دوش پہ رکھ لائے جو گلیوں گلیوں
رند تھے ہم نئے میخوار بناتے ہی رہے

زور کم کر نہ سکی یورشِ غوغائے سگاں
ہم فقیرانہ صدا رہ میں لگاتے ہی رہے

باز آئے کسی صورت نہ گلی سے تری ہم
سنگ کھاتے ہی رہے خوں میں نہاتے ہی رہے

ہم کو کچھ اتنی رہی روزِ جزا کی جلدی
روز ہم ایک نیا حشر اٹھاتے ہی رہے

Scanned by CamScanner

☆

آرزو میں ہی مَوت آجائے
جستجو میں ہی مَوت آجائے

کو بہ کو پھر رہا ہوں میں اے کاش
کو بہ کو میں ہی مَوت آجائے

سُو بہ سُو کا ہے جب سفر درپیش
سُو بہ سُو میں ہی مَوت آجائے

چاکِ لا یعنی کر رہا ہوں رفو
اِس رفو میں ہی مَوت آجائے

Scanned by CamScanner

مَن و تُو کی نہ ختم ہو تکرار
مَن و تُو میں ہی مَوت آ جائے

کہہ رہی ہے یہ خامشی مجھ سے
گفتگو میں ہی مَوت آ جائے

کہہ رہا ہے یہ مجھ سے اک ہنگام
ہاؤ ہو میں ہی مَوت آ جائے

Scanned by CamScanner

☆

کیا مری "مَیں" کہ مجھے "مَیں" بھی تو "تُو" نے دی ہے
جبکہ ہونے کی خبر حالتِ ھُو نے دی ہے

دی ہے ساقی ہی نے یہ مست نگاہی مجھ کو
نہ صراحی نے نہ مَے نے نہ سبو نے دی ہے

اُس کی حد کیا کہ سرے کا بھی سرا مل نہ سکا
ہاں مجھے میری ہی حد میرے غُلو نے دی ہے

چشمِ مجبور کہاں اور کہاں نظّارۂ صبر
دستِ قاتل کو یہ جرأت بھی گلو نے دی ہے

وہ جو بخشی ہے جنوں نے مِری دیوانگی کو
چاک نے دی ہے وہ مستی نہ رفو نے دی ہے

Scanned by CamScanner

☆

بدن کا کون سا نشہ تھا جو بدن میں نہ تھا
وہ پیرہن میں تھا اتنا کہ پیرہن میں نہ تھا

سرود و ساقی و جام و شراب و نشہ و رنگ
وہ کون تھا کہ جو اُس شب اُس انجمن میں نہ تھا

خرام و جستجو و درد و حسرت و امید
سفر کا کون سا حاصل تھا جو تھکن میں نہ تھا

فقیر و سالک و درویش و رند و مست و ملنگ
وہ کون تھا کو جو شامل مرے چلن میں نہ تھا

انیسؔ و غالبؔ و اقبالؔ و شاہبازؔ و میرؔ
وہ رنگ کون سا تھا جو مِرے سخن میں نہ تھا

Scanned by CamScanner

☆

ہر طرف خاک اڑاتی ہی چلی جاتی ہے
یاد آتی ہے تو آتی ہی چلی جاتی ہے

رات عریاں ہوئی جاتی ہے حقیقت کی طرح
اور مجھے خود میں چھپاتی ہی چلی جاتی ہے

اپنے آگے سے میں ہٹتا ہی چلا جاتا ہوں
اور وہ سامنے آتی ہی چلی جاتی ہے

کیا خبر ہو وہ مجھے مجھ سے ملانے کے لئے
اک صدا ہے کہ بلاتی ہی چلی جاتی ہے

جانے غفلت کا کرشمہ ہے کہ آگاہی کا
زندگی پردے اٹھاتی ہی چلی جاتی ہے

ہائے وہ حسن ہُوا جاتا ہے جتنا خاموش
بات کرنی اسے آتی ہی چلی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

☆

کرتے کرتے اپنا تعاقب تیرے در تک آ پہنچا ہوں
اپنی خبر کو نکلا تھا میں تیری خبر تک آ پہنچا ہوں

خود کو نگلنے ہی والا ہوں میں وحشت کا مارا ہوا
اپنی بھوک میں خود کو چباتا اپنے جگر تک آ پہنچا ہوں

خود کو جلانے ہی والا ہوں کوئی دم میں کوئی پل میں
یعنی دشت کا شعلہ لے کر اپنے گھر تک آ پہنچا ہوں

جانے ھا ہے جانے ھُو ہے جانے مَیں ہوں جانے تُو ہے
جانے کدھر کو نکلا تھا میں جانے کدھر تک آ پہنچا ہوں

چونکہ چنانچہ سے ہو کر میں خود پر آ ٹھہرا ہوں نوید
اپنی اگر کا مارا تھا مَیں اپنی مگر تک آ پہنچا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

دنیا سوائے زر کی رعونت کے کچھ نہیں
اپنی غرض سوائے محبت کے کچھ نہیں

دنیا کے پاس وقت ہے کم کام ہیں بہت
اور یاں سوائے خواری و فرصت کے کچھ نہیں

واں شرط اُستواری ہے پیشِ حضورِ یار
اور یاں سوائے لغزش و وحشت کے کچھ نہیں

میں کچھ نہیں صدائے فقیرانہ کے سوا
کاسے میں میرے جُو تری حسرت کے کچھ نہیں

اے طائرِ فریفتہ پرواز، ہوشیار!
جز وہم پاس دامِ حقیقت کے کچھ نہیں

جب چاہے توڑ دیتا ہے ہم پر بلا جواز
اُس پاس کیا سوائے قیامت کے کچھ نہیں

Scanned by CamScanner

☆

خدا کو جب خدا بننے سے فرصت ہوگئی ہوگی
ہُوا تو اور کیا ہوگا، محبت ہو گئی ہوگی

جو اک لمحہ ہُوا ہوگا بسر، فکرِ حقیقت میں
اُس اِک لمحے میں صدیوں کی عبادت ہوگئی ہوگی

وہ جس لمحے تجسّس سے، تجسّس اٹھ گیا ہوگا
حقیقت ہاتھ آ کر، بے حقیقت ہو گئی ہوگی

ہے جو ڈالا ہوا دھمال، حیرت میں عناصر نے
نگاہِ وہم پر عریاں، حقیقت ہو گئی ہوگی

خداوندا، مری خلوت میں، جب تو آ گیا ہوگا
ہر اِک جلوت کی حسرت، دل سے رخصت ہوگئی ہوگی

Scanned by CamScanner

قبول اُس در پہ جب میری ریاضت ہوگئی ہوگی
زمانے! مجھ سے مجھ تک میری شہرت ہوگئی ہوگی

زمانے لے اُڑا ہو گا، اُسے جبریل سوئے عرش
جو مصرعہ ہوگیا ہوگا، تو آیت ہو گئی ہوگی

کسی خلوت میں تم نے لوحِ دل کو جب پڑھا ہوگا
سمجھ لو میرے دیواں کی، تلاوت ہوگئی ہوگی

تمہیں، تم مل گئے ہوگے، جو مصرعہ، کُھل گیا ہوگا
زیارت ہوگئی ہوگی، عبادت ہوگئی ہوگی

تبھی سجدہ کیا ہوگا، تجھے اُس کی بلندی نے
کہ جب تیرے برابر تیری قامت ہو گئی ہوگی

Scanned by CamScanner

☆

یہ غم نہیں ہے کہ مجھ سے کلام بھی نہ کیا
کسی نے مجھ کو جواباً، سلام بھی نہ کیا

تباہ کر ہی دیا، میری وضع نے مجھ کو
کہ خاص بھی نہ رکھا، اور عام بھی نہ کیا

جیے تو جی لیے بس، بے نظام و بے ہنگام
مرے تو مر گئے بس، اہتمام بھی نہ کیا

چھپی نہ شرم سے بھی، یاں ہماری عریانی
کسی کے ننگ کو حسرت، کہ نام بھی نہ کیا

بس ایک عشق کیا، عشق، ایک کام سے عشق
بس ایک کام کیا، ایک کام بھی نہ کیا

Scanned by CamScanner

☆

پردہ اٹھا ہوا ہے، تری آنکھ بند ہے
جلوہ تو آئینہ ہے، تری آنکھ بند ہے

ہے عقل تیری نشے میں، 'کیا' اور 'کیوں' کے دُھت
'کیوں' ہے یہاں، نہ 'کیا' ہے، تری آنکھ بند ہے

سب ہے ترا قیاس، ترا وہم، کیا کہوں
نے 'صفر' ہے نہ 'لا' ہے، تری آنکھ بند ہے

تو بس یہ جانتا ہے، کہ سب دیکھتا ہے تو
تو کب یہ جانتا ہے، تری آنکھ بند ہے

اے محوِ خواب، تیری حقیقت بھی خواب ہے
تو، 'وا' سمجھ رہا ہے، تری آنکھ بند ہے

Scanned by CamScanner

☆

یہاں جواب بھی گریہ، سوال بھی گریہ
ہماری مستی بھی گریہ، دھمال بھی گریہ

اگر ہے اشک فشاں، چشمِ آدم و خاتم
تو پھر ہیں ماضی و فردا و حال بھی گریہ

تو بچ کے دیکھ ذرا ، وار کر کے دیکھ ذرا
ہمارا وار بھی گریہ ہے، ڈھال بھی گریہ

ہے دیکھنا مرا چہرہ، تو چشمِ گریہ سے دیکھ
کہ حالِ گریہ سے ہیں، خدّوخال بھی گریہ

لپٹ کے خود سے، میں اپنے غموں کو روتا ہوں
ہے میرے حال کا، پُرسانِ حال بھی گریہ

Scanned by CamScanner

☆

ہے فارغ جلوۂ وہم و حقیقت چاہ بھی فارغ
جنوں احساس بھی فارغ خرد آگاہ بھی فارغ

یہی حاصل ہے جب مانگا دیا سب ایک جیسا ہے
نگاہِ بے نیازی میں گدا و شاہ بھی فارغ

نہ غفلت ہے نہ بیداری نہ مستی ہے نہ ہشیاری
طلوعِ مہر بھی فارغ غروبِ ماہ بھی فارغ

صفر کچھ ہے نہ لا کچھ ہے نہ کیوں کچھ ہے نہ کیا کچھ ہے
ہے عقلِ خواہ بھی فارغ دلِ ناخواہ بھی فارغ

ترا دل بے تعقل، بے تفکر، بے تدبر ہے
ہے تیری واہ بھی فارغ ہے تیری آہ بھی فارغ

Scanned by CamScanner

☆

میں حال میں نہیں ہوں میرے حال پر مت جا
اسیرِ عقل جنوں کی مثال پر مت جا

تو اپنے ہونے کو خود اپنے ہی سوال میں ڈھونڈ
رٹے رٹائے جواب و سوال پر مت جا

سوائے وہم نہیں کچھ نہیں وجود کا ''لا''
نہ کر خیال کا پیچھا خیال پر مت جا

ثبوتِ وہم میں ہر گز نہ لا حقیقت کو
بیان کرنے کو ممکن، محال پر مت جا

میں تیرے عشق میں خود بن گیا ہوں تجھ جیسا
مگر میں کون ہوں میری مثال پر مت جا

Scanned by CamScanner

☆

"کیا" ڈھونڈنے میں "لا" کا سوال آ گیا ہوگا
ممکن سے گزر کر تو مُحال آ گیا ہوگا

یا کُہنہ خیالات کو دن ہوگئے ہوں گے
یا لے کے کوئی تازہ خیال آ گیا ہوگا

دل قصۂ مجنوں سے جب اُٹھنے لگے ہوں گے
پھر لے کے جنوں کوئی مثال آ گیا ہوگا

یا طعنہ زناں سنگ زناں تھک گئے ہوں گے
یا تیرے جنوں میں ہی سنبھال آ گیا ہوگا

وہ حال ہُوا ہے دلِ پُر درد کا اِس بار
کہتے ہوئے خود درد کو حال آ گیا ہوگا

مَوت آ گئی ہوگی اُنہیں وہ جی گئے ہوں گے
جب یونہی اُنہیں میرا خیال آ گیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

یہ تُم نے جو خدا کی بات کی ہے
تو دَر پردہ ''لا'' کی بات کی ہے

تو کیا لا ابتدا کی بحث کرکے
کسی لا انتہا کی بات کی ہے

تو کیا تم نے خدا کی بات کرکے
دوائے لا دوا کی بات کی ہے

تو کیا تم نے فنا کا ذکر کرکے
حقیقت میں بقا کی بات کی ہے

یہ ''میں'' کو''تو'' یہ ''تو'' کو''میں'' بنا کے
بہم اندر جُدا کی بات کی ہے

Scanned by CamScanner

☆

سود کی تہہ میں چُھپا خوفِ زیاں ڈھونڈا کیا
عقل کا مارا یقیں میں بھی گماں ڈھونڈا کیا

میں نہ مرتا زندگی کو ڈھونڈتا گر موت میں
خوف کا مارا نہ جانے میں کہاں ڈھونڈا کیا

اپنی غفلت پر ہنسوں یا روؤں آخر کیا کروں
بھاگ کر خود سے میں اپنا رازداں ڈھونڈا کیا

کس طرح ملتا بھلا بازارِ ہست و بُود میں
خود ہی سودا ہو کے میں خود کی دکاں ڈھونڈا کیا

Scanned by CamScanner

میری تنہائی میں پوشیدہ تھی یکتائی میری
اور میں خود کو لامکاں درلامکاں ڈھونڈا کیا

ایک دن یونہی اچانک مل گیا مجھ کو خدا
خودکو دیوانوں کی صورت میں جہاں ڈھونڈا کیا

میرے ذمے تھا زمیں کو آسماں کرنا نوید
اور میں غافل زمیں پر آسماں ڈھونڈا کیا

Scanned by CamScanner

☆

کُن کی خلوت نے نہاں سے اک نہاں پیدا کیا
لامکاں نے لامکاں سے لامکاں پیدا کیا

ایک نقطہ ہے کہ جو معدوم و نامعدوم ہے
یہ نہاں پیدا کیا ہے یا عیاں پیدا کیا

خود تو جا کر ہوگیا گُم وقتِ نا معلوم میں
کارواں نے بس غبارِ کارواں پیدا کیا

کر دیا خود ہی اُسے حیرت زدہ کر کے خموش
کُن کی خلوت نے یہاں جو رازداں پیدا کیا

تجھ کو بننا ہے اگر حق الیقیں تو کر سوال
''کیا'' نے ''کیوں'' کی خاک سے تیرا جہاں پیدا کیا

کُن میں جا کر چھپ گیا وہ اوّل و آخر نوید
جس نے مجھ کو کن سے کُن کے درمیاں پیدا کیا

Scanned by CamScanner

☆

کس کو جانا ہے حقیقت کسے ''لا'' سمجھا ہے
کچھ تو سمجھا مجھے اے وہم کہ کیا سمجھا ہے

در حقیقت وہ ترا وہم بھی ہوسکتا ہے
جس کو ثو عشوہ و اندازو ادا سمجھا ہے

اُس کے چہرے سے تو کھلتا نہیں کچھ عشق کا حال
درد سمجھا ہے وہ غم کو کہ دوا سمجھا ہے

اُس کو دیکھا ہے کسی نے تو کسی نے اُس کو
غیب سے آتی ہوئی کوئی صدا سمجھا ہے

اِس میں پوشیدہ مری فکر کا حاصل ہے نویدؔ
ثو حقیقت میں جسے شورِ بکا سمجھا ہے

Scanned by CamScanner

☆

خون اگلنے سے نہ فریاد کی حسرت سے نکل
چاہیے داد تو پھر داد کی حسرت سے نکل

پَر جلا دے تجھے درکار ہے پرواز اگر
قید ہو جا پرِ آزاد کی حسرت سے نکل

اپنی ہستی کو نہ کر اوجِ ثرّیا سے بلند
ہو کے بنیاد تو بنیاد کی حسرت سے نکل

مست ہو جا مرے دل کر کے بہم عقل و جنوں
خود سے مِل حُسنِ پری زاد کی حسرت سے نکل

دل کا ویرانہ تو آباد نہ ہووے گا کبھی
مان لے خانۂ آباد کی حسرت سے نکل

Scanned by CamScanner

☆

اِس ''ہا'' اِس ''ہُو'' سے نکل آؤ
اب جام و سبُو سے نکل آؤ

دیکھو یہ باغ تو زنداں ہے
گُل سے خوشبو سے نکل آؤ

دیکھو یہ ہَوا یخ بستہ ہے
دیکھو اِس لُو سے نکل آؤ

دِن کے افسوں سے دُور بچو
شب کے جادو سے نکل آؤ

Scanned by CamScanner

کیا فصلِ گُل کیا فصلِ خزاں
اِس چاک و رفو سے نکل آؤ

ہے ''کیا'' کے سفر کا حاصل ''لا''
تُم سُو سے بہ سُو سے نکل آؤ

تم ہی تو ہو اپنے پہلو میں
اپنے پہلو سے نکل آؤ

ہر لمحہ محوِ جست رہو
اِس ''مَیں'' اِس ''تُو'' سے نکل آؤ

Scanned by CamScanner

☆

خدا سے پُوچھ کے کیا ہے ہماری تنہائی
کہ بندگی میں خدا ہے ہماری تنہائی

تجھے خبر ہے کہ اِس تہہ میں کتنے "لا" گم ہیں
نہ ڈھونڈ ہم کو خلا ہے ہماری تنہائی

جنون، عقل، خرد، جذب، عشق، مستی، ہوش
کسے خبر ہے کہ کیا ہے ہماری تنہائی

ترے خمیر میں "کیا" اور "کیوں" اِسی لیے ہیں
مِل آ کے ہم سے کہ "لا" ہے ہماری تنہائی

یہیں ہے جلوۂ یکتائیِ اَحد کا غیاب
"نہیں" میں "ہے" کا سرا ہے ہماری تنہائی

اِسی اشارے میں پوشیدہ ہر بقا ہے نوید
چھپی ہے جس میں فنا، ہے ہماری تنہائی

Scanned by CamScanner

☆

شرمندگی ہے اور ہے کیا اپنی بندگی
توبہ سے بھی چھپی نہ گنہہ کی برہنگی

کون عقل و دل کو پیشِ کرے پیشِ حُسنِ یار
کس میں یہ ہوش مندی یہ کس میں دوانگی

دیدار سے بھی دید کی حسرت ہوئی نہ کم
بے پردگی میں بھی رہی درپردہ پردگی

زلفِ ہزار پیچ میں اٹکا ہے جا کے خود
کیا ہے اگر نہیں یہ مرے دل کی سادگی

خود اپنی ہی تلاش میں گم ہو گیا ہوں میں
سیراب کر گئی مجھے میری ہی تشنگی

Scanned by CamScanner

☆

''کیا'' کو عالم کا تماشا ہی نہیں چاہیے ہے
''کیوں'' کا مطلب ہے کہ ہونا ہی نہیں چاہیے ہے

کبھی قطرہ، کبھی دریا، کبھی قلزم کی طرح
ایک حالت میں تو رہنا ہی نہیں چاہیے ہے

وسعتِ مے کو بھی دیکھیں وہ پسِ تنگیِ جام
جو یہ کہتے ہیں چھلکنا ہی نہیں چاہیے ہے

سنگ بھی چاہیے سر کو کسی ناکامی پر
فقط اس کو کوئی سودا ہی نہیں چاہیے ہے

درمیاں عشق کے کیا سود و زیاں ہجر و وصال
اس تصوّر کو تو آنا ہی نہیں چاہیے ہے

Scanned by CamScanner

☆

کہو معلوم و نہ معلوم سے آگے کیا ہے
عقل کیا چیز ہے مفہوم سے آگے کیا ہے

ہر حقیقت ہے یہاں نقطۂ موہوم میں گُم
نہیں معلوم کہ موہوم سے آگے کیا ہے

اور اک راز نکلتا ہے پسِ پردۂ راز
کچھ نہیں کُھلتا کہ مکتوم سے آگے کیا ہے

وہ جو لکھا نہ گیا کیا ہے قلم سے آگے
لوحِ محفوظ میں مرقوم سے آگے کیا ہے

کیا خبر اُن کو جو ہیں کشتئ ناز و نیاز
زندگی حاکم و محکوم سے آگے کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

شعورِ عشق حیرت کے سوا بھی مسئلہ ہے
یہ 'کیوں' بھی مسئلہ ہے اور یہ 'کیا' بھی مسئلہ ہے

کسے اِدراک جلنے اور بجھنے کے عمل میں
دِیا بھی مسئلہ ہے اور ہوا بھی مسئلہ ہے

جو ہوگا، جو نہ ہوگا، جو بھی ہوگا، اِس سے پہلے
یہ 'ہے' بھی مسئلہ ہے اور یہ 'تھا' بھی مسئلہ ہے

تغیّر پر سے حیرت کا گزر جانے دے عالم
کھُلے گا اُس پہ تب یہ آئینہ بھی مسئلہ ہے

یہاں مجھ میں سے مَیں تک مجھ سے مجھ تک دل سے جاں تک
بہم بھی مسئلہ ہے اور جدا بھی مسئلہ ہے

Scanned by CamScanner

☆

ایک سکوت و اک صدا سینہ بہ سینہ نَے بہ نَے
خامہ بہ خامہ لب بہ لب صفحہ بہ صفحہ لَے بہ لَے

بے خبرانِ ہست و نیست ڈوب لیے اُبھر لیے
لمحہ بہ لمحہ دم بہ دم وقفہ بہ وقفہ پَے بہ پَے

کارِ دلی بہ بے دلی مستی بہ قید و بندِ ہوش
مینا بہ مینا خم بہ خم نشہ بہ نشہ مَے بہ مَے

آہِ سرِ لب فقیر یعنی حقارتِ حقیر
نفی بہ نفی لا بہ لا ذرّہ بہ ذرّہ شَے بہ شَے

میں جو ہنسا تو رو دیے ہنس جو رہے تھے خود پہ سب
وقت بہ وقت رَو بہ رَو عرصہ بہ عرصہ کَے بہ کَے

Scanned by CamScanner

☆

کہہ رہا ہے یہ جلال، کہہ رہا ہے یہ جمال
عشق کو نہیں زوال، حُسن کو نہیں زوال

میں ہوں خود ہی آئنہ میں ہوں خود ہی حیرتی
عشق یعنی میری تاب حُسن یعنی میرا حال

میں ہوں ایک جسمِ نور، سیلِ برقِ کوہِ طور
حدِّ چشمِ اہلِ دہر میرا جامۂ سفال

دہر کے غروب پر، کب کھلا مِرا طلوع
عقل ہے مِری سرشت، علم ہے مِرا کمال

زندگی ہے میری موت، موت میری زندگی
بندگی مری صفت، صاحبی مرا کمال

"میں" سے لے کے "تو" تلک "تو" سے لے کے "میں" تلک
میں ہوں آپ ہی جواب میں تھا آپ ہی سوال

Scanned by CamScanner

☆

اے کہ نہایت عیاں تیرا حجاب اور ہے
تیرا حضور اور ہے تیرا غیاب اور ہے

اور ہی ہے ترا زماں اور ہی ہے ترا مکاں
اور ہے تیرا آستاں تیری جناب اور ہے

رکھ نہ سکا یہ آفتاب تیری کتاب پر کتاب
خامۂ فخرِ جبرئیل تیری کتاب اور ہے

بڑھ کے ورائے کوہِ طور کب ہے گیا کوئی شعور
پر تری چشم اور ہے پَر تری تاب اور ہے

رہ گئے کھا کے پیچ و تاب منہ نہ دکھا سکے سراب
تیرے کلام سے رواں چشمۂ آب اور ہے

Scanned by CamScanner

☆

ہے شمع شعلے میں گُم اور شعلہ دُود میں گم
یہ بود نیست میں گم ہے کہ نیست بود میں گم

نہ ہونا ہونے میں یا ہونا ہے نہ ہونے میں
وجود عدم میں ہے گم یا عدم وجود میں گم

فنا بقا میں ہے پیوست یا بقا میں فنا
نمود اِن میں ہے گم یا یہ ہیں نمود میں گم

مگر میں کون ہوں اور کیا ہیں یہ زمان و مکاں
میں اِن میں قید ہوں یا یہ مری حدود میں گم

Scanned by CamScanner

مشاہدہ چہ دُروں کرَد بے نگاہِ بُروں
خرد ہے شاہد و مشہود میں شہود میں گم

کدھر سے دیکھیے، دکھلایئے کدھر سے بھلا
ہے آئنے میں وجود آئینہ وجود میں گم

خبر ہے گل کو تری اے خزاں بہت اب اِسے
نہ چھیڑ دو گھڑی رہنے بھی دے نمود میں گم

Scanned by CamScanner

☆

جس کو سمجھا تھا عیاں جس کو نہاں سمجھا تھا مَیں
اب میں سمجھا وہ 'نہیں' تھا جس کو 'ہاں' سمجھا تھا مَیں

اِس جہاں کو گو میں سمجھا تھا زمیں تا آسماں
وسعتِ امکانِ آدم پر کہاں سمجھا تھا مَیں

اِس زمانے کو کہ سب منزل سمجھتے ہیں جسے
ایک گم گشتہ زمانے کا نشاں سمجھا تھا میں

ایک وقفے میں نہ جانے کیوں لگی ٹھہری ہوئی
زندگی کو اِک تسلسل میں رواں سمجھا تھا میں

Scanned by CamScanner

ایک بے سمتی اِنہیں بھی تو لیے پھرتی ہے ساتھ
یہ ستارے جن کو کوئی کارواں سمجھا تھا میں

خود خریدارِ ہوس نکلا دکاں دارِ ہوس
وائے ہو مجھ پر کسے صاحب دکاں سمجھا تھا میں

غور سے دیکھا تو یاد آئی خود اپنی طرزِ ترک
یونہی طرزِ ما کو طرزِ دیگراں سمجھا تھا میں

Scanned by CamScanner

☆

یہ تیرا جلوہ اٹھے تو کیسے اٹھے تو کیسے حجاب تیرا
کہ خود ہی تُو ہے سوال تیرا کہ خود ہی تُو ہے جواب تیرا

ہے تو ہی سالک ہے تو ہی خالق ہے تو ہی مالک ہے تو ہی رازق
بجا ہے یومِ الست تیرا بجا ہے یومِ حساب تیرا

جو تجھ پر گزری اَحد پہ گزری جو تجھ پر گزری صمد پہ گزری
ہے صبر تیرا جلال تیرا ہے رحم تیرا عذاب تیرا

مرا گریباں جو میری 'میں' ہے نقاب تیرا جو تیری 'تُو' ہے
میں چاک کرلوں گریباں اپنا تُو چاک کرلے نقاب تیرا

مرا جنوں وہ جنوں نہیں ہے رہے گریباں میں اپنے الجھا
مرا جنوں وہ جنوں ہے صاحب جو چاک کردے نقاب تیرا

پیو کہ کردی ہے میں نے مستی قلندرانہ جنوں کی مستی
کہ بھر دیا ہے پیالہ تیرا کہ کردیا ہے سحاب تیرا

Scanned by CamScanner

☆

این شعور و این جنوں کردَد بہ جاں ہر راز فاش
با محمدؐ ہوشیار و با خدا دیوانہ باش

نوعِ آدم خیرہ چشمِ شیشۂ بود و عدم
کرتی رہتی ہے نہ جانے آب و گل میں کیا تلاش

بیدِ مجنوں بھی سرِ صحرا ہے بیضائے کلیم
رازِ خاموشیِ محمل دم بہ دم ہے جس سے فاش

خامشی نے توڑ دیں شاید کہ زنجیریں تمام
تھا بہت زنجیر کے غُل سے قفس میں ارتعاش

تا بہ جاں دب کر تہہِ سنگِ گرانِ روزگار
الاماں تک آ گئی ہے اِک صدائے دلخراش

اس نے دل پر نیزۂ شامِ تغیر کھا لیا
پر تنِ صبحِ تغیر پر نہ آنے دی خراش

Scanned by CamScanner

☆

آخر یہی ہونا تھا سو ہم ہو گئے مجنون
وہ پیچ کہاں اور کہاں عقل کے ناخون

معلوم ہوا کچھ نہیں معلوم کسی کو
کیسا کوئی باہوش کہاں کا کوئی مجنون

تہہ کو نہ وہ معلوم نہ ساحل کو یہ معلوم
وہ اندروں قطرہ ہے کہ دریا ہے وہ بیرون

گر عشق کو مکتب میں ملے عقل کی تعلیم
اور عقل کو مکتب میں ملے عشق کا مضمون

پھر کوئی بتائے مجھے مکتب سے نکل کر
مجذوب نہ کیوں عشق نہ کیوں عقل ہو مجنون

Scanned by CamScanner

☆

بتا مجھے تو اے محدود 'لا' کی حد کیا ہے
بقا کی حد ہے فنا تو فنا کی حد کیا ہے

اگر نہیں ہے خلا تو خلا کے بعد ہے کیا
اگر نہیں ہے خموشی صدا کی حد کیا ہے

تجھے خبر ہے ترے 'ہے' کی حد کہاں تک ہے
مجھے خبر ہی نہیں میرے 'کیا' کی حد کیا ہے

خدا کی حد نہ ہی اقرار ہے نہ ہی انکار
چلو نہیں ہے کہو پھر خدا کی حد کیا ہے

خدا بھی بن کے نہ کیا کیا رہی ہے بے تسکین
خودی کو بھی نہیں معلوم انا کی حد کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

جو ہے، جو نہ ہوگا، جو نہیں تھا، وہی ہوں میں
کیا ہُوں میں جو اِک کیا کا ہے نشہ وہی ہوں میں

اِک کیوں سے جو اِک کیوں کا ہے دوران وہ ہستی
اِک کیا سے جو اِک کیا میں ہے وقفہ وہی ہوں میں

کانوں سے جو میں نے نہ سنا میں ہوں وہی شور
آنکھوں سے جو میں نے نہیں دیکھا وہی ہوں میں

قطرے سے نہ دریا سے نہ قلزم سے کسی سے
کرتا جو نہیں کوئی تقاضا وہی ہوں میں

رہتا ہے جسے اپنا ہی سودا ہُوں وہی سر
کرتا ہے جو بس اپنی تمنا وہی ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

دریا ہوں کہ پیراک ہوں کھلتا نہیں کچھ بھی
ڈوبا تو بہت کچھ یہاں ابھرا نہیں کچھ بھی

کیا کھویا ہے ہم بے خبروں کا نہیں معلوم
کیا ڈھونڈ رہے ہیں کہ جو ملتا نہیں کچھ بھی

اے دل یہاں جب تک مرا ہونا نہ ہو ثابت
واللہ کسی بات کا ہونا نہیں کچھ بھی

رُک کر یہ کھلا دل پہ کھلا دل پہ یہ چل کر
رکنا یہاں کچھ بھی نہیں چلنا نہیں کچھ بھی

دنیا کو خبر ہی نہیں اُس در سے پسِ خاک
کیا لے کے میں آیا ہوں کہ لایا نہیں کچھ بھی

Scanned by CamScanner

☆

نہیں کھلا جو ترے دل پہ راز ہونے کا
جواز ڈھونڈ کوئی بے جواز ہونے کا

جواب میں تھی وہی خامشی نہ ہونے کی
نہ در ہوا کسی دستک پہ باز ہونے کا

ہے شانہ تمغۂ بے کاریِ جنوں کا مقام
نہ سر کشیدہ نہ ہی سرفراز ہونے کا

یہ فرصت و خلش و خامشیِ سینہ نہیں
زباں کو کام ملا ہے دراز ہونے کا

یہاں نہ دخل دے رکھے وہ اپنے کام سے کام
جسے ہو دعویٰ یہاں کارساز ہونے کا

Scanned by CamScanner

☆

دل سے گزر کے حیرتِ جاں تک تو آ گئے
جائیں کہاں اب اور یہاں تک تو آ گئے

جو بھی ہو اب عدم کی حقیقت کہ اہلِ عشق
ہے جس جگہ وجود وہاں تک تو آ گئے

نظّارہ آپ ہوگیا نظّارگی میں گم
گویا طلسمِ رازِ نہاں تک تو آ گئے

اب اے ہوائے گرم اِنہیں کو بہ کو بکھیر
پروردۂ بہار خزاں تک تو آ گئے

اے موجِ حسنِ آب کہاں ہے تری کشش
ہم محرمانِ خاک یہاں تک تو آ گئے

Scanned by CamScanner

☆

اِک بار جو بھی ہوتا ہے ہر بار ہی سے ہے
یہ تازگی کی رَو اِسی تکرار ہی سے ہے

یوں بھی تو دیکھ کشتۂ یکسانیِ تضاد
یہ باغ کشت و خونِ گل و خار ہی سے ہے

گر یہ قفس نہ ہو تو خیالِ چمن کسے
یہ جو خیالِ در ہے یہ دیوار ہی سے ہے

ہیں باعثِ طوالتِ صحرا مرے .قدم
یہ جو غبار ہے مری رفتار ہی سے ہے

فطرت نمود کرتی ہے مجھ سے ہی پوچھ کر
یہ شورِ خامشی مرے اظہار ہی سے ہے

Scanned by CamScanner

☆

نہ تیرگی نہ کسی روشنی سے پیدا ہوا
جو بس میں ہے وہ مِری بے بسی سے پیدا ہوا

بس ایک لمحے کو رخ پھیر کر اُسے بھی دیکھ
جو اِک زمانہ تری بے رُخی سے پیدا ہوا

ٹھہر ٹھہر کے ہر اِک گل کو دیکھنے کا خیال
کسی اضافے سے ہے یا کمی سے پیدا ہوا

خرامِ یار مِرا وقت تیرے پاؤں تلے
مِٹا ترے ہی لئے تھا تجھی سے پیدا ہوا

عدم ہی کہیے کہ میرا وجود بھر نہ سکا
اُس اِک خلا کو جو اُس کی کمی سے پیدا ہوا

ہوئی سراب سے یہ میری تشنگی پیدا
کہ یہ سراب مِری تشنگی سے پیدا ہوا

Scanned by CamScanner

☆

خامشی باطن میں پوشیدہ خلا ظاہر میں ہے
جانیے کیا اس سے کیا باطن میں کیا ظاہر میں ہے

ایک ہیں باطن میں اپنے یہ زماں اور یہ مکاں
اِس زماں سے یہ مکاں ویسے جدا ظاہر میں ہے

عالمِ اشیاء کے ہونے کو نگاہِ کُن سے دیکھ
فاصلہ باطن میں کب ہے فاصلہ ظاہر میں ہے

تو نے دیکھا بھی نمودِ گُل سے تا مُشتِ غبار
چشمِ حیرت وہ بقا ہے جو فنا ظاہر میں ہے

Scanned by CamScanner

اِس دوئی میں ہی ہے نظّارے کی یکجائی کا راز
سوچنا باطن میں ہے اور دیکھنا ظاہر میں ہے

زندگی جس سے مسلسل درمیانِ تخم و ابر
کیا خبر باطن میں کیا ہے جو ہُوا ظاہر میں ہے

اپنے باطن میں یہ ہے اک بحرِ بے حدّ و کنار
خامہ پابندِ ردیف و قافیہ ظاہر میں ہے

Scanned by CamScanner

☆
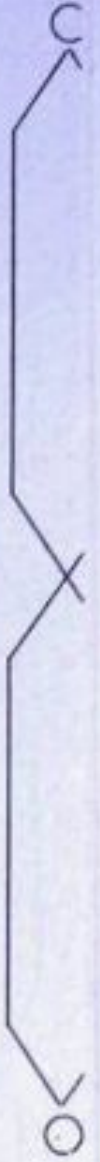
وہ ارزاں اور کیا ہوگا وہ عنقا اور کیا ہوگا
ہر اِک شے میں جو پنہاں ہے وہ پیدا اور کیا ہوگا

یہاں گر وہ نہیں ہے، گر نہ تھا وہ، گر نہ ہوگا وہ
یہاں پھر اور کیا ہے، اور کیا تھا، اور کیا ہوگا

نظر حاضر تو وہ غائب جو وہ حاضر نظر غائب
چھپانا اور کیا ہوگا دکھانا اور کیا ہوگا

جنوں میں خود کو گر کھویا جنوں میں خود کو گر پایا
تو کھونا اور کیا ہوگا تو پانا اور کیا ہوگا

یہ حیراں ہو کے سر تا پا جنوں کو دیکھنا کیا ہے
بجز یوسفؑ تقاضائے زلیخا اور کیا ہوگا

تجھے دنیا تماشا ہے مجھے تُو خود تماشا ہے
ترا ہنسنا ترا رونا تماشا اور کیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

کیا ہوگیا اِس دل کو کچھ اچھا نہیں لگتا
نظّارہ بہ معیارِ تماشا نہیں لگتا

یکسانی سے اِس شوق کی وہ حال ہُوا ہے
سودا بھی تری زلف کا سودا نہیں لگتا

تہہ میں مجھے کیا چھوڑ گئی تندیِ امواج
مدت ہوئی دریا مجھے دریا نہیں لگتا

سائے کی طرح ساتھ نہ ہونے کا ہے اندوہ
مجھ کو تو یہ ہونا کوئی ہونا نہیں لگتا

کس عشق میں ہوں کچھ نظر آتا نہیں جُو حسن
کس سطح پہ ہوں کچھ مجھے گہرا نہیں لگتا

Scanned by CamScanner

☆

اک موجِ بحرِ خوں میں نہائے ہیں دین و دل
لے کر تری گلی میں ہم آئے ہیں دین و دل

کس خانماں خراب کو ہیں دین و دل عزیز
تو ہے عزیز تجھ پہ لٹائے ہیں دین و دل

ہم محرمانِ عشق کو نادان مت سمجھ
کچھ سوچ کر ہی ہم نے گنوائے ہیں دین و دل

میں وہ قتیلِ عشق ہوں میں ہوں وہ آدمی
سینے پہ جس کا داغ سجائے ہیں دین و دل

صبحِ وصال میں تھی شبِ کفر درمیاں
مثلِ چراغ دل نے جلائے ہیں دین و دل

Scanned by CamScanner

☆

بے نشانی کے تحیّر میں نشاں ہوتا ہے
لامکاں باعثِ ایجادِ مکاں ہوتا ہے

دل میں کچھ کچھ ابھی باقی ہے مرے دل کی سی بات
درد ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ ہاں ہوتا ہے

ایسا ہنگامہ ہُوں خود مجھ کو نہیں جس کی خبر
پوچھتا پھرتا ہُوں یہ شور کہاں ہوتا ہے

خیر و شر میں نے ہی فطرت میں کیے ہیں داخل
ورنہ فطرت میں یہ ہنگامہ کہاں ہوتا ہے

کس کو آنا ہے کہ دل میں کوئی حسرت نہ رہے
کس لیے خالی مرے دل کا مکاں ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

طلسمِ شمعِ افسونِ ہَوا کُھلنے سے پہلے تھا
بقا کا شعبدہ رمزِ فنا کُھلنے سے پہلے تھا

کہ پھر تو تھی حیا میں ایک بیبا کی قیامت کی
سمٹ رہنا فقط بندِ قبا کُھلنے سے پہلے تھا

مری خلوت کی مجذوبی میں جو میری طرح گم تھا
کُھلا تو خامشی تھا اور صدا کُھلنے سے پہلے تھا

کُھلا وہ چشم اندر چشم ہے بیدار و خوابیدہ
جو آئینہ در اندر آئینہ کُھلنے سے پہلے تھا

کُھلا بے ابتدا ہے وہ کُھلا بے انتہا ہے وہ
وہ جو لا ابتدا لا انتہا کُھلنے سے پہلے تھا

حضور اُس کے میں سجدہ کر چکا تھا جب کُھلا مجھ پر
وہ بندہ ہی تو تھا وہ جو خدا کُھلنے سے پہلے تھا

Scanned by CamScanner

☆

پاؤں سے گرد میں صحرا کو نہاں کرتا ہوں
کیا کہوں وقت کو میں کیسے رواں کرتا ہوں

خاک سے کھل کے کبھی خاک میں رل مل کے کبھی
گرد کو کرتا ہوں گل، گل کو خزاں کرتا ہوں

میں ہوا ہوں کہ ادا دُود کہ خاکستر ہوں
شمع کو شعلہ، پتنگے کو دھواں کرتا ہوں

وہ کشاکش ہے کہ آتا ہے نہ رکتا ہے یہ دم
کبھی کرتا ہوں نہیں اور کبھی 'ہاں' کرتا ہوں

ایسا لگتا ہے کہ میں راہگزر ہوں شاید
ہر مسافر سے کہانی سی بیاں کرتا ہوں

☆

خوابِ منفرد نہیں تعبیرِ مرگب ہے شعور
اپنے اِدراک میں برتاؤ ہے اشیا کے حضور

وہ ہَوا ہو کہ مسافر یہ چراغ ایسا ہے
جب جلایا ہے سرِ دل کوئی آیا ہے ضرور

جوڑ کر ایک ہی عالم میں حدِ خواب و خبر
کوئی زندہ ہے حواسوں کے حجابات سے دور

جلتے بجھتے ہیں جو ناپید و نمودار کے ساتھ
اُن کی آنکھوں کے پیالوں میں دہکتا ہے تنور

جس طرف جاؤ مہ و مہر کی دربانی ہے
کن خلاؤں میں ہوئے آکے ستارے محصور

جھلملاتی ہے وہ خوشبو سرِ مژگاں کچھ دیر
پھر رگ و پے میں اُتر جاتی ہے بوئے کافور

Scanned by CamScanner

☆

جو تیری بزم سے دل تھام کر اُٹھا ہے یہ دل
تو آپ اپنی خبر کے لئے چلا ہے یہ دل

لگی وہ سینے سے تا چشم آتشِ من وما
کہ آپ اپنے ہی شعلے سے جل بجھا ہے یہ دل

میانِ عشق وہ گم کردہ راہ ہُوں کہ مجھے
خود اپنے آپ میں کھویا ہُوا ملا ہے یہ دل

اب اِس سے کیا کوئی سمجھے کہ یاں تری جلوت
خود آپ اپنی ہی خلوت میں دیکھتا ہے یہ دل

نہ گُل میں گُل نہ خزاں میں خزاں نہ ابر میں ابر
یہاں تو رہ کے بھی گویا نہیں رہا ہے یہ دل

Scanned by CamScanner

☆

کسے معلوم کیا ٹھہرا ہُوا ہے کیا رواں ہے
زماں زیرِ مکاں ہے یا مکاں زیرِ زماں ہے

چلا آتا ہے گُل کے بعد گُل پیہم مسلسل
چمن ہے یا یہ کوئی موجۂ آبِ رواں ہے

مسلسل ہے صدائے کُن جہانِ نَو بہ نَو میں
نہ اوّل ہے نہ آخر ہے نہ کوئی درمیاں ہے

ترے گاہک فرشتے اور مرا گاہک بس اک میں
ترا بازار وہ ہے اور یہ میری دکاں ہے

تو خنجر آزمائے اور میں دل آزماؤں
وہ تیرا امتحاں ہے اور یہ میرا امتحاں ہے

کوئی چہرہ ہے میں جس کے تعاقب میں رواں ہوں
کوئی سایہ ہے جو میرے تعاقب میں رواں ہے

Scanned by CamScanner

☆

کیسی بہار کیسی خزاں کوئی بھی نہیں
بس مَیں ہی مَیں ہوں اور یہاں کوئی بھی نہیں

شامل ہُوں میں بھی سیلِ فنا میں بہ شکلِ موج
یہ بھی ہے اِک نشاں کہ نشاں کوئی بھی نہیں

قامت سے کھینچتا ہُوں زمان و مکاں کا قد
سمجھو کہ میں نہیں تو یہاں کوئی بھی نہیں

سارے یقین سارے گماں ایک مجھ سے ہیں
گر میں نہیں یقیں نہ گماں کوئی بھی نہیں

لَوٹ آئے اہلِ عشق یہ بازار گھوم کر
جو چاہیے ہے اُس کی دکاں کوئی بھی نہیں

فیس بک گروپ. کتابیں پڑھئے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

کیا کر رہا ہوں، کیا ہے کیا، کیا کروں گا میں
کرنے کے باب میں یہی سوچا کروں گا میں

باز آیا آئینے سے، یہ کہتا ہوں اب تو بس
منہ دیکھنے کو آئینہ دیکھا کروں گا میں

صحرا کو جس خیال سے بستی بناؤں گا
بستی اُسی خیال سے صحرا کروں گا میں

بے معنیِ جہاں کو ہے کیا کیوں لگی ہے ساتھ
معنی تو اپنے واسطے پیدا کروں گا میں

پردے کے اُٹھنے پردے کے گرنے کے درمیاں
تم دیکھنا کہ کوئی تماشا کروں گا میں

Scanned by CamScanner

☆

یہ نہ پوچھو کیا نہ سمجھا اور کیا سمجھا تھا میں
کچھ نہ سمجھا تو اُسے اپنا خدا سمجھا تھا میں

دنگ ہوں جب سے ہوا کی کارفرمائی کھلی
سانس لینے کو ہَوا کی انتہا سمجھا تھا میں

یوں سمجھ لیجے کہ سمجھا تھا بقا اندر بقا
اِس جہاں کو جو فنا اندر فنا سمجھا تھا میں

میرے بس نے مجھ پہ کھولے بے بسی کے زاویے
ہائے اپنے خط کو خطِّ اِرتقا سمجھا تھا میں

میں تو سمجھا ہُوں قیامت اِک ہنسی کا نام ہے
تم پہ جب گزرے گی سمجھو گے بجا سمجھا تھا میں

Scanned by CamScanner

☆

ہر طرف ایک صدا کوئی یہاں ہے کہ نہیں
از خلا تا بہ خلا کوئی یہاں ہے کہ نہیں

خود سے جب تک نہ ملا تھا تو یہاں تھا کوئی
اب خبر ہے نہ پتا کوئی یہاں ہے کہ نہیں

کیسی حسرت ہے کہ ہر شے سے فنا سے پہلے
پوچھتی ہے یہ فنا کوئی یہاں ہے کہ نہیں

کیا مٹے حسرتِ دل ہر کوئی حسرت سے ہے کم
میری حسرت سے سوا کوئی یہاں ہے کہ نہیں

موج در موج ہے یہ سیلِ طلسمِ اشیا
اِس تلاطم سے جدا کوئی یہاں ہے کہ نہیں

Scanned by CamScanner

☆

اُس بزم میں بھی اپنی ہی خلوت میں رہے ہیں
آئینہ تھے آپ اپنی ہی حیرت میں رہے ہیں

اِک پل کو سر اُٹھا بھی نہیں کارِجنوں سے
کیا جانیے کس طرح کی فرصت میں رہے ہیں

یہ آئینہ خانہ بھی کوئی دامِ جنوں ہے
حیرت سے جو نکلے ہیں تو وحشت میں رہے ہیں

ہم کشتۂ حیرانی و صد کشتۂ وحشت
انگشت بہ لب کوچۂ عبرت میں رہے ہیں

Scanned by CamScanner

اے عشق تری حدِ خدائی کو بھی چھولیں
اب دن ہی یہاں کتنے قیامت میں رہے ہیں

رکھا نہیں تکیے پہ سر اِک پل کو سرا میں
اِک شب کے مسافر بڑی عجلت میں رہے ہیں

اپنے ہی طلب گار ہیں ہم خلوتیِ ذات
کب اور کسی حسن کی مِنّت میں رہے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

روانہ ہوں سفرِ دل کڑا اگر ہے تو کیا
کہ میں تو ہُوں وہ نہیں ہے تو کیا اگر ہے کیا

یہ گھر نہیں ہے کسی دشت کا بگولا ہے
بسا نہیں ہے تو کیا ہے بسا اگر ہے تو کیا

مِری طرح یہ پیالہ فقط پیالہ ہے
بھرا نہیں ہے تو کیا ہے بھرا اگر ہے تو کیا

کوئی بتاؤ یہ سبزہ ہرا بھرا سبزہ
ہرا نہیں ہے تو کیا ہے ہرا اگر ہے تو کیا

کسی بھی صاحبِ حالت سے حالِ بے حالت
کہا نہیں ہے تو کیا ہے کہا اگر ہے تو کیا

Scanned by CamScanner

کسی نے مجھ سے ٹھکانے سے میرا حالِ تباہ
سنا نہیں ہے تو کیا ہے سنا اگر ہے تو کیا

وہ دل جو سینۂ مفلس میں ہو وہ دل سرِ شام
بجھا نہیں ہے تو کیا ہے بجھا اگر ہے تو کیا

کہاں سے آئے ہیں جانا کہاں ہے ہم ہیں کہاں
پتا نہیں ہے تو کیا ہے پتا اگر ہے تو کیا

وہ ایک گل سرِ شاخِ عدم برائے وجود
کِھلا نہیں ہے تو کیا ہے کِھلا اگر ہے تو کیا

مفر نہیں ہے اگر موت سے تو موت کا راز
کُھلا نہیں ہے تو کیا ہے کُھلا اگر ہے تو کیا

اب اُس مقام پہ ہے یہ جنوں کہ ہوشِ جنوں
بجا نہیں ہے تو کیا ہے بجا اگر ہے تو کیا

Scanned by CamScanner

جو زندگی نہیں اپنی تو زندگی کا حق
ادا نہیں ہے تو کیا ہے ادا اگر ہے تو کیا

شعاعِ نور ہو جس تن کے گرد اُس تن پر
قبا نہیں ہے تو کیا ہے قبا اگر ہے تو کیا

یہاں پہ رہ کے جو کرنا تھا کام ہم سے وہ کام
ہُوا نہیں ہے تو کیا ہے ہُوا اگر ہے تو کیا

Scanned by CamScanner

☆

بات جو درد میں ہے درد کے درماں میں نہیں
بس وہی تیری نہیں میں ہے تیری ہاں میں نہیں

ہاں کوئی گم ہو کوئی ٹوٹے کوئی ضائع ہو
ہائے ایسی کوئی شے یاد کے ساماں میں نہیں

روک لیتا ہوں نکلتی ہوئی گالی پسِ لب
آسماں اِس سے زیادہ مرے امکاں میں نہیں

جتنا ساماں تھا اکٹھا وہ لگا کاٹھ کباڑ
جب یہ دیکھا کہ مری عمر ہی ساماں میں نہیں

قیس نے دے دی بیاباں کو جو اپنی تنہائی
گم ہے اب اُس میں بیاباں وہ بیاباں میں نہیں

Scanned by CamScanner

☆

مت سوچ کہ جلوت میں کہ خلوت میں ملیں گے
ہم جب بھی ملیں گے اِسی وحشت میں ملیں گے

جا دشت میں کر اُن کو تلاش اے نگہِ دہر
ہشیار وہی ہوں گے جو غفلت میں ملیں گے

ایسا ہے کہ اُس انجمن آرا کا تکلّف
دیکھیں گے کسی روز جو خلوت میں ملیں گے

یاد آئے گا جس حال میں بھی جب وہ اچانک
پھر دیر تلک ہم اُسی حالت میں ملیں گے

وہ چشم و لب و ابرو رخسار و قد و زلف
کثرت میں ملیں گے کبھی وحدت میں ملیں گے

آئینے میں کیا ڈھونڈتی ہے اب نگہِ دہر
جو کھو گئے آئینے میں حیرت میں ملیں گے

Scanned by CamScanner

☆

کیا کہیے قیس بھی نہیں فرہاد بھی نہیں
عاشق تھا کس کا نام یہ اب یاد بھی نہیں

رکھتے ہیں لب تو لیجیے کچھ لب سے کارِ لب
نغمہ اگر نہیں ہے تو فریاد بھی نہیں

گویا کسی طرح وہ نہ آیا بروئے کار
جو صید بھی نہیں ہے جو صیّاد بھی نہیں

کیوں دخل دے جہاں کے سیاہ و سپید میں
وہ دل جو قید بھی نہیں آزاد بھی نہیں

محفل میں ہم سے قصۂ بربادیِ حیات
وہ کہہ رہا ہے ہائے جو برباد بھی نہیں

اپنا لکھا ہی کاٹ کے دیتا ہوں خود کو داد
گویا یہ داد قابلِ بے داد بھی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

گناہگار ہوئے اور پاکباز رہے
کہ ہم غبار میں بھی آئنہ طراز رہے

یہ مہر و ماہ کی گردش یہ چرخیوں کے نظام
مِرے سبب ہیں کہ میرا کوئی جواز رہے

مِلا رہا ہے کوئی یوں حدِ وجود و عدم
کہ حشر تک نہ کوئی اِن میں امتیاز رہے

دلوں کے بیچ عجب ربطِ غائبانہ ہے
یہ کارِ حسن ہے کیسے یہ بات راز رہے

بَلا کشانِ جنوں حسن کی حضوری میں
وہ ناز تھے کہ جو سر تا قدم نیاز رہے

Scanned by CamScanner

☆

اشک آتا ہے جو اب خون سے تر آتا ہے
چشمِ گریاں تری حالت سے تو ڈر آتا ہے

کیا مسافت ہے کہ صحرا بھی نہیں دُور تلک
مجھ سے کہتے تھے کہ اِس راہ میں گھر آتا ہے

چشمِ بیتاب ذرا صبر کہ وہ منظرِ جاں
جب نظر کچھ نہیں آتا تو نظر آتا ہے

ایسی خلوت ہے کہاں آئینہ حیراں ہے بہت
کوئی جاتا ہے کہیں جا کے سنور آتا ہے

سرِ مقتل میں کہاں سر کی حقیقت کو فروغ
سر کٹانے سے یہاں دوش پہ سر آتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

جب خدا ہی نہیں پھر فائدہ کیا ہونے سے
میرے ہونے کا تو مصرف تھا خدا ہونے سے

سانس ہی جب نہ بچے گا تو پھر اے حسرتِ دل
کیا بچے گا جو بچالیں گے فنا ہونے سے

جب خدا سے بھی خلا پُر نہ ہُوا سینے کا
میں بھی ''لا'' ہوگیا سینے میں خلا ہونے سے

کائنات اور ہے کچھ اور کہ یہ ہنگامہ
نہ تو کرنے سے ہُوا اور نہ ہُوا ہونے سے

اپنی ہی شعلہ نوائی سے نہ جلتا اے کاش
روکتا کوئی مجھے شعلہ نوا ہونے سے

Scanned by CamScanner

☆

اب نظر آ کہ تھک رہا ہوں میں
کب سے آئینہ تک رہا ہوں میں

جامۂ اصلِ عشق ہُوں لیکن
آہ کیسا مسک رہا ہوں میں

کچھ تو بیٹھے یہ گردِ دشتِ ازل
اپنا دامن جھٹک رہا ہوں میں

آئینہ سا وہ رو بہ رو ہے مرے
اور پلکیں جھپک رہا ہوں میں

آ گئی ہے زباں میں لکنتِ عشق
بات کرتے اٹک رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

وہ گُلِ شاخِ یاسمین و سمن
اُسے چھو کر مہک رہا ہوں میں

سوچ کر عیشِ قربتِ شبِ وصل
شام ہی سے دہک رہا ہوں میں

یاد کر تُو کبھی ترے دل میں
بن کے کوئی کسک رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

وہ ڈوبے رہنے کی حالت ہی چھین لی مجھ سے
ترے وصال نے خلوت ہی چھین لی مجھ سے

تجھے نہ ہوگی خبر ہاں تجھے نہ ہوگی خبر
قریب ہونے نے قربت ہی چھین لی مجھ سے

نہیں ہے سنگ کوئی سر کے واسطے تہہِ زلف
کہ اس سکون نے وحشت ہی چھین لی مجھ سے

پڑی وہ خامشی دل پر کہ اِس خموشی نے
کلام کرنے کی طاقت ہی چھین لی مجھ سے

یہ آئینہ ہے یہ میں ہوں وہ وقت ہے جس نے
نگاہ کرنے کی فرصت ہی چھین لی مجھ سے

تری نگاہ سے تاخیر وہ ہوئی ہے کہ بس
دلِ تباہ نے عجلت ہی چھین لی مجھ سے

Scanned by CamScanner

☆

اِس درد کو خیالِ دوا کچھ تھا کچھ نہ تھا
تھا تو مگر تڑپ میں مزا کچھ تھا کچھ نہ تھا

اُس حُسنِ مہرِ نیم رُخ و نیم روز سے
اِس چشمِ نیم وا کو گلہ کچھ تھا کچھ نہ تھا

تھا ناوکِ مژہ کا ہر اِک تیرِ نیم کش
ہر زخمِ نیم شوق ہرا کچھ تھا کچھ نہ تھا

ہاتھوں میں زندگی کے سرے کچھ تھے کچھ نہ تھے
اندازۂ فنا و بقا کچھ تھا کچھ نہ تھا

شک و یقیں، مجاز و حقیقت، جنون و عقل
کیا اِن کے درمیاں ہے پتا کچھ تھا کچھ نہ تھا

دوڑا کیے اضافی و مطلق کے درمیاں
اندازۂ خلا و ملا کچھ تھا کچھ نہ تھا

Scanned by CamScanner

☆

جہاں جہاں میں گیا میہماں کی طرح گیا
قدم کی طرح سے آیا نشاں کی طرح گیا

عجب وہ لمحۂ تخلیق تھا کہ مکتب سے
یقیں کی طرح میں اُٹھا گماں کی طرح گیا

اکیلا تھا مگر اِس دشت کی خموشی سے
کلام کرتا ہوں کارواں کی طرح گیا

جو دھیان کرتا تو تصویر تھا تصوّرِ حسن
یہ دل ہی سہل تھا کچھ بے دلاں کی طرح گیا

اُسی کنارے پہ وہ موجِ آب تڑپا کی
وہ جس کنارے سے میں نیم جاں کی طرح گیا

Scanned by CamScanner

☆

اشکِ بے وجہ پرونے کا مقام آ ہی گیا
چشمِ فرصت ترے رونے کا مقام آ ہی گیا

اہلِ میزاں تھے کہ تولا ہی کیے بارِ وجود
تولتے تولتے ڈھونے کا مقام آ ہی گیا

خاک اُڑاتے ہوئے سیلابِ فنا میں آخر
موجِ ہستی کے ڈبونے کا مقام آ ہی گیا

خود میں رہیے کہ گزر جایئے اب خود پر سے
جو بھی ہونا ہے وہ ہونے کا مقام آ ہی گیا

دار و زہراب و قفس، سنگ و تبر کیا کہیے
عشق میں فیصلہ ہونے کا مقام آ ہی گیا

Scanned by CamScanner

☆

سرسبزیِ نظارہ میں کیا کیا تری رہی
شاخِ مژہ بہ منّتِ گریہ ہری رہی

نکلی نہ دل سے حسرتِ دل، گھُٹ گئی یہ جاں
چھاتی پہ ایک سِل سی ہمیشہ دھری رہی

قدموں کے ساتھ ساتھ رہا حلقۂ جنوں
آنکھوں کے آگے آگے وہی اِک پری رہی

یہ کس کا ہجر میں نے اُٹھایا کہ عمر بھر
سینے میں آگ، آنکھ میں وحشت بھری رہی

برسا وہ ابرِ وصل کہ بوندوں کے شور سے
تا دیر میرے دل میں عجب تھرتھری رہی

Scanned by CamScanner

☆

یہ تیرے جلوے کی تاب اور یہ حجاب کا ہوش
یہ ہے حضور کی مستی یہ ہے غیاب کا ہوش

مِرا جنوں جو گریباں کے ہوش سے گُزرا
نہیں رہا ترے جلوے کو بھی نقاب کا ہوش

کہاں ملے گا کسی کو مجھ ایسا مست الست
کہ جس کو دیکھ کے اُڑ جائے خود شراب کا ہوش

وہ ابتدا ہے کہ جس کی نہ انتہا ہو کوئی
وہی سوال ہے جو گم کرے جواب کا ہوش

بھلا ہُوا کہ حقیقت نے کردیا بیدار
وگرنہ خواب میں ہوتا کہاں ہے خواب کا ہوش

Scanned by CamScanner

☆

کب گزرتا ہوں میں اُس رہِ سے گزر جانے کو
چاہیے کوئی بہانہ تو ٹھہر جانے کو

وہ بکھیرا ہے جو سمٹے نہ سمٹ پائے گا
وہ سمیٹا ہے کہ جو ہے ہی بکھر جانے کو

جانے آئے تھے کدھر سے وہ کدھر جا پہنچے
وہ جو نکلے تھے نہ معلوم کدھر جانے کو

کیا کہوں عالمِ بے تابی تصویر کہ بس
رنگ بے چین ہیں تصویر میں بھر جانے کو

عشق گر زمزمہ پیرائیِ جلوت ہے تو کیا
حسن آئینۂ خلوت ہے سنور جانے کو

☆

گھر کی ویران منڈیروں پہ دیا رکھنے سے
کوئی آتا نہیں دروازہ کھلا رکھنے سے

حسنِ عریاں ہو تو پھر عشق میں رکھا کیا ہے
یہ تجسس ہے فقط بندِ قبا رکھنے سے

ہاں وہ رسوائی تھی اِک عشق میں لُٹ جانے کی
اب جو عزت ہے وہ پندار بچا رکھنے سے

سب نے دیکھا مِرا چہرہ یہ کسے علم ہوا
آنکھ پتھرا گئی اِک اشک چھپا رکھنے سے

جب نہ رکھتا ہو کوئی اپنے پڑوسی کا خیال
فائدہ کیا ہے یہ دیوار مِلا رکھنے سے

اِک تو راہ کھلی خاک نشینوں کے لیے
آسمانوں کو زمینوں پہ کھلا رکھنے سے

Scanned by CamScanner

☆

نہ کہ یہ تیر و تبر مجھ پہ چلائے جاتے
میں تو وہ ہوں کہ مرے ناز اُٹھائے جاتے

ایک اِک کرکے وہ ہر زخم پہ رکھتا مرہم
ایک اِک کرکے اُسے زخم دکھائے جاتے

دشت میں ڈھونڈنے نکلے تھے بہت ہم خود کو
کھو ہی جاتے نہ اگر آپ میں پائے جاتے

راہِ وحشت میں کوئی بار تو کم ہونا تھا
سنگ و سرکب تلک اِک ساتھ اُٹھائے جاتے

ہم کو حسرت رہی اُس بزم میں جا کر کبھی ہم
بیٹھتے تو سہی پھر چاہے اُٹھائے جاتے

Scanned by CamScanner

☆

آگے پھر اُس سفر کا ارادہ نہیں ہوا
یا تجھ پر خود بحال وہ رستا نہیں ہوا

پیدا ہوئے ہیں خار بھی اے گردشِ نمود
مجھ میں فقط گلاب ہی پیدا نہیں ہوا

کچھ تھا کہ دل میں جس کے نہ ہونے سے تھی خلش
ویسے تو اُس کے وصل میں کیا کیا نہیں ہوا

جب بھی ہوا یہ دیدہء دل وا یہی کھُلا
پنہاں نہیں ہے وہ کہ جو پیدا نہیں ہوا

محرومیوں کا بوجھ اُٹھائے میانِ خلق
میں مر گیا کہ میں ابھی زندہ نہیں ہوا

انسان کِبر و حرص کی یہ حالتیں لیے
اچھا ہوا کہ آگ سے پیدا نہیں ہوا

Scanned by CamScanner

☆

پوچھا نہ کبھی حال جنوں نے نہ پری نے
رکھی ہے خبر میری بہت بے خبری نے

اِک جا کیا نازک مجھے شیشے سے زیادہ
اِک جا کیا پتھر تری بے داد گری نے

اب ڈھول ہے سب منظرِ نو ہو کہ کہن ہو
حیرت ہی مری چھین لی یاں در بہ دری نے

یاں محو تھا میں رقص میں بازار تھا واں گم
جس وقت جنوں تھا مجھے دیکھا نہ پری نے

خاکسترِ شب صبح کو محسوس کی خود میں
پھر موند لی آنکھ اپنی چراغِ سحری نے

کشکول کہ خالی ہُوا جاتا ہے طاب ہے
عالم یہ دکھایا مجھے کیا بے اثری نے

Scanned by CamScanner

☆

لے ہی آیا جنوں آخر کو برابر کی خبر
ہے جو اندر کی خبر ہے وہی باہر کی خبر

میں تو ہوتا ہوں بیاباں میں پسِ بے خبری
ایک وحشت ہے کہ رکھتی ہے مِرے گھر کی خبر

محوِ حیرت ہیں تماشے پہ بہت ماہی و موج
قطرہ لایا ہے تہہِ آب سے گوہر کی خبر

سنگ سے چاہے دبے تیغ سے چاہے کٹ جائے
وہ جنوں ہے کہ کوئی کیسے رکھے سر کی خبر

ایسی عُریانی ہے سب ہوش لیے جاتی ہے
کیا رکھیں تن کی خبر کیا رکھیں چادر کی خبر

Scanned by CamScanner

☆

یہ جانتا ہوں ہزیمت رہِ بتاں سے ملی
مجھے یہ صبر کی طاقت مگر کہاں سے ملی

ملی اُسے بھی کلیدِ نشاطِ روح و نفس
اُسے بہار سے لیکن مجھے خزاں سے

ملی اُسے بھی کلیدِ وجود و عشق مگر
مجھے زمیں سے ملی اُس کو آسماں سے ملی

حیات لاش تھی گویا کسی سمندر کی
کہاں تلاش کیا تھا ہمیں کہاں سے ملی

ہر ایک موڑ پہ تنہائی ہجر کر لائے
متاعِ قرب وہیں کھو گئی جہاں سے ملی

کیا تھا جس پہ کبھی ہم نے رفتگاں کو تلاش
وہ رہگزر بھی رہِ رنجِ رائیگاں سے ملی

Scanned by CamScanner

☆

جہاں نہیں ہے کوئی واں پکار جاتے ہیں
کہاں کا وقت کہاں پر گزار جاتے ہیں

یہی لکھو کہ جہاں گم ہوا ہے شہزادہ
وہیں سے ڈھونڈنے اُس کو سوار جاتے ہیں

بہار پل میں گزرتی ہے پھر ستارہ وار
مِری فضا سے نقوشِ بہار جاتے ہیں

اُٹھا دیا ہے مگر اُٹھ کے تیری محفل سے
یہ ہم چلے کہ ترے اعتبار جاتے ہیں

یہ دستِ شب ہی بناتے ہیں گورِ نادیدہ
پھر اُس میں جسم کا سایہ اُتار جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

ہم تیرے حسن کی ہیبت میں بس چاند کو تکتے جاتے ہیں
اور رات گزرتی جاتی ہے تارے بھی سرکتے جاتے ہیں

ہم ذات کے اس مے خانے سے ہم اس آئینہ خانے سے
پیالہ ہیں چھلکتے جاتے ہیں چہرہ ہیں جھلکتے جاتے ہیں

اپنی ہی طلب کی حدت سے اپنی ہی پیاس کی شدت سے
کاسہ ہیں چٹختے جاتے ہیں کوزہ ہیں درکتے جاتے ہیں

اپنی ہی نوا میں جل جل کر اپنے ہی لہو میں ڈھل ڈھل کر
کندن ہیں دمکتے جاتے ہیں موتی ہیں چمکتے جاتے ہیں

ہر صبح ہم اپنی جلوت میں ہر شام ہم اپنی خلوت میں
خوشبو ہیں مہکتے جاتے ہیں شعلہ ہیں دہکتے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

راتوں سے گھنی اُن زلفوں سے مرمر سے سبک اُن ہاتھوں میں
آنچل ہیں سرکتے جاتے ہیں گجرا ہیں مہکتے جاتے ہیں

وہ لہر گئی بچپن بھی گیا اس ہاتھ سے وہ دامن بھی گیا
اب اپنی آنکھ کا آنسو ہیں مٹی میں ڈھلکتے جاتے ہیں

وہ عمر خلش کی بیت گئی جب عشق میں کوئی غیر بھی تھا
اب یہ ہے کہ اپنے دل میں ہم خود آپ کھٹکتے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

اسیرِ وقت ہیں قیدِ زُلیخائی سے گزرے ہیں
دھڑکتا دل لیے صحرا کی تنہائی سے گزرے ہیں

کسی کو کیا خبر کس طرح ہم نے خود کو رَوندا ہے
خود آرائی سے پہلے کیسی خود رائی سے گزرے ہیں

جو خلوت کو گزار آئے ہیں یہ ہے انجمن اُن کی
یہاں وہ مل کے بیٹھے ہیں جو یکتائی سے گزرے ہیں

خرد سر تھام کر گزری، جنوں دل تھام کر گزرا
مسافر کب سلامت کوئے تنہائی سے گزرے ہیں

کہاں کی بُردباری سر پہ اِک آسیبِ وحشت تھا
یہ ہم جو خامشی سے دشتِ گویائی سے گزرے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

رنگِ عریاں تجھے پیراہنِ تصویر سے کیا
حد میں آیا ہے جنوں بھی کبھی زنجیر سے کیا

گھر میں سوئی ہوئی ویرانی جگادی اُس نے
اور ہوتا بھی بھلا حسرتِ تعمیر سے کیا

آنکھ کھلنا ہی قیامت ہے تمنائے وجود
ورنہ اے خوابِ حقیقت تجھے تعبیر سے کیا

میرا آہنگِ خموشی نہیں منّت کشِ ساز
ہوں لبِ ساکتِ حیرت مجھے تقریر سے کیا

وصل کو ہجر کو ہو عجلت و تاخیر کی فکر
کارِ وحشت کو مگر عجلت و تاخیر سے کیا

Scanned by CamScanner

☆

وہ اور ہوں گے جنہیں ہوگی تیرے حسن کی چاہ
مجھے تو حسن نہیں دیکھنا ہے تابِ نگاہ

اسی تلاش نے بے رنگ کردیا ہے مجھے
وہ رنگ کیا ہے کہ جس سے بنے سپید و سیاہ

کہاں کے دَیر و حرم اور کہاں کے بادہ و زلف
اگر ملی تو بالآخر مجھی میں مجھ کو پناہ

ندا یہ آئی کہ چل اب سفر ہوا آغاز
یہ وہ جگہ تھی جہاں ختم ہوگئی تھی راہ

یہ سر ہی بار ہے ہم اہلِ عشق کو تن پر
نہیں فراغ کے سر پر اُٹھائیں بارِ کُلاہ

Scanned by CamScanner

☆

یہ میری عمر ترا انتظار کرتے ہوئے
گزر رہی ہے خزاں کو بہار کرتے ہوئے

اُدھڑ گیا مرا سینہ اُکھڑ گیا مرا دم
سرائے عمر میں سانس استوار کرتے ہوئے

تمام عمر بس اِک آہ کھینچتے گزری
نہ زخم بھرتے نہ اُن کو شمار کرتے ہوئے

رگِ گلو سے میں خنجر کو کاٹ سکتا تھا
یہ اختیار تھا صبر اختیار کرتے ہوئے

جو اِس کنارے پہ 'میں' تھے نہ اُس کنارے پہ 'تو'
وہ خود میں ڈوب گئے خود کو پار کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

اب کیا کہے کوئی ہے لبوں پر صدا کا دم
وہ حبس ہے کہ گھٹنے لگا ہے ہوا کا دم

بیگانۂ خودی کہاں جائے کرے تو کیا
ہے ایسی بے خودی میں غنیمت خدا کا دم

جز زورِ دست و بازوئے قاتل کسے خبر
اِس ناتوانِ عشق میں ہے کس بلا کا دم

دل کا تو بس تمام کیا بے دلی نے کام
نکلا نہ بے وفائی کے دُکھ سے وفا کا دم

تم یوں بنا بتائے اچانک جو آ گئے
لوٹ آیا پھر سے سینے میں گھر کی فضا کا دم

Scanned by CamScanner

☆

جو حسن کہ حسنِ سادہ ہو پُرکار اُسی کو کہتے ہیں
آساں جو نظر آتا ہے بہت دشوار اُسی کو کہتے ہیں

ہے زنگِ خزانِ آئینہ ہے رنگِ بہارِ آئینہ
ہاں دشت اِسی کو کہتے ہیں گلزار اِسی کو کہتے ہیں

جو سامنے ہو اور گم بھی ہو جو 'میں' بھی ہو اور 'تم' بھی ہو
جو دید بھی ہو نادید بھی ہو دیدار اُسی کو کہتے ہیں

کہتے ہیں اُسی کو زخم کہ جو ناسور سا رِستا رہتا ہو
جو روگ کی صورت لگ جائے آزار اُسی کو کہتے ہیں

اِک جائے رشکِ فضیلت ہے یہ صاحبِ تاج کو کیا معلوم
جو تن سے سر کے ساتھ اُترے دستار اُسی کو کہتے ہیں

ہر شب جو کرے شب بیداری ہر شب جو کرے آہ و زاری
شبِ فتنہ میں جو سو جائے بیدار اُسی کو کہتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

ترے عُشّاق در پردہ حجابِ دل اٹھاتے ہیں
کہ دستِ ناتواں سے پردۂ محمل اٹھاتے ہیں

کبھی تو پوچھ غوغائے سگاں کے درمیاں کیسے
صدا کا بارِ خامشی ترے سائل اٹھاتے ہیں

اٹھاتے ہیں جو اک ذرّہ زمینِ کوچۂ دل سے
وہ گویا وسعتِ آفاق کا حاصل اٹھاتے ہیں

یہ تیرے زرد رُو عریانیٔ شمشیر کے عاشق
ہزار انداز سے اک منّتِ قاتل اٹھاتے ہیں

کہیں کس سے یہاں کوئی نہیں ہے دادگر اپنا
کہ ہم نظارہ گہ سے آہ! چشم و دل اٹھاتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

اس 'میں' کی اور 'تو' کی محفل میں تم ہی تم تھے
جس دل میں مَیں ہی مَیں تھا اُس دل میں تم ہی تم تھے

میں اپنی 'میں' سے 'تو' کو تقسیم کر رہا تھا
دیکھا جو گوشوارہ حاصل میں تم ہی تم تھے

جب 'میں' نہ 'تو' ہوا تھا جب 'تو' نہ 'میں' ہوا تھا
صحرا میں میں ہی میں تھا محمل میں تم ہی تم تھے

اب کوزہ ہے کہ 'میں' ہوں اب کوزہ ہے کہ 'تو' ہے
جب چاک میں ہی میں تھا جب گِل میں تم ہی تم تھے

اُس عشق کے سفر کو میں کیا کہوں کہ جس میں
راہوں میں مَیں ہی مَیں تھا منزل میں تم ہی تم تھے

Scanned by CamScanner

☆

نطق زباں میں کہاں سے آیا
نکتہ بیاں میں کہاں سے آیا

کہاں سے آیا زماں زماں میں
مکاں مکاں میں کہاں سے آیا

نہاں میں کیسے نہاں ہوا گم
عیاں عیاں میں کہاں سے آیا

سود میں آیا سود کہاں سے
زیاں زیاں میں کہاں سے آیا

یقیں میں آیا یقیں کہاں سے
گماں گماں میں کہاں سے آیا

Scanned by CamScanner

سیدھ میں آئی سیدھ کہاں سے
لوچ کماں میں کہاں سے آیا

دل میں بات کہاں سے آئی
اثر زباں میں کہاں سے آیا

کہاں سے نِکلوں یاد نہیں جب
میں زنداں میں کہاں سے آیا

Scanned by CamScanner

☆

سورج کی طرف پشت عجب ہے کہ نہیں ہے
بیدارِ سحر راندۂ شب ہے کہ نہیں ہے

ہاتھ اُس نے رکھا دل پہ اور آہستہ سے پوچھا
جو دل میں ترے درد تھا اب ہے کہ نہیں ہے

مانا کہ تماشے میں نہیں وجہِ تماشا
یہ بے سببی بھی تو سبب ہے کہ نہیں ہے

اپنی بھی تمنا اِسے تیری بھی تمنا
اِک دل پہ یہ دو طرفہ غضب ہے کہ نہیں ہے

یہ زندگی بیکار ہے معلوم ہے ہم کو
پھر بھی اِسے جیتے ہیں یہ ڈھب ہے کہ نہیں ہے

ہم نے جو کہا اس کو سند مانو نہ مانو
ہم نے جو لکھا ہے وہ ادب ہے کہ نہیں ہے

Scanned by CamScanner

☆

نظّارۂ جمالِ رُخِ یار جب ہوا
گوشے سے شب کے چاند نمودار جب ہوا

اِک ہیبتِ جمال تھی گویا نقابِ دید
دیدار جب نہیں ہوا دیدار جب ہوا

وہ حسن بے نیاز ہوا تب ادا بنا
اظہار جب نہیں ہوا اظہار جب ہوا

میں بے نیازِ خواب و حقیقت ہوں اے نگاہ
بیدار جب نہیں ہوا بیدار جب ہوا

گر درمیانِ منفی و اثبات ہے انا
اقرار جب نہیں ہوا اقرار جب ہوا

اُس بت کا میرے خوف سے میرے جلال سے
انکار جب نہیں ہوا انکار جب ہوا

Scanned by CamScanner

کیا

☆

زندگانی نہ رایگاں ہو جائے
رایگانی نہ امتحاں ہو جائے

پوچھ بیٹھا ہے پھر کوئی مِرا حال
چشم سے پھر نہ خوں رواں ہو جائے

کہہ مری طرح داستانِ سکوت
خامشی سے اگر بیاں ہو جائے

خوش گماں ہو کے اِس یقین سے دل
ہر گماں سے نہ بے گماں ہوجائے

کس میں ہمت اَماں تلاش کرے
کس میں ہمّت کے بے اماں ہوجائے

دل کو ہے لذّتِ سوال بہت
نہیں ہوجائے اب کہ ہاں ہوجائے

☆

رستے میں بیٹھے بیٹھے کسی انتظار کے
اب کے بھی دن گزر گئے یونہی بہار کے

مجھ میں ادھوری 'میں' ہے ادھوری سی 'تو' میں گم
چپ ہو گیا ہے کون یہ مجھ کو پکار کے

خوش ہوں کہ اب تو ہوگی ترے جبر کی بھی بات
چرچے تو ہو رہے ہیں مرے اختیار کے

ہاں جانتا ہے عشق کا سودا جو سر میں ہے
آگے کئی چلے گئے سر مار مار کے

اِس زندگی نے بھی نہ کیا در کوئی تلاش
اِس موت نے بھی خواب نہ دیکھے مزار کے

Scanned by CamScanner

☆

معلوم تھا یہ عشق کو سر جانے سے پہلے
جینے کیلئے مرنا ہے مر جانے سے پہلے

میں تجھ میں ہی موجود ہوں آئینے کی صورت
تو کیسے یہ سمجھے گا سنور جانے سے پہلے

دل نے ترے ہونے کی خبر پہلے ہی دے دی
غافل سی نظر میری اُدھر جانے سے پہلے

کِھل جانے سے پہلے تھا میں خود اپنی بہار آپ
خود اپنی خزاں تھا میں بکھر جانے سے پہلے

بکھرا تو بس اِک 'کیا' کے سوا کچھ بھی نہیں تھا
شیرازہ تھا میں اپنے بکھر جانے سے پہلے

Scanned by CamScanner

☆

اک کارِ بے دلی تھا جو کرنا پڑا مجھے
یعنی جیے بغیر ہی جینا پڑا مجھے

اے خالقِ حیات! تو کیا موت کے لیے
احسان زندگی کا اُٹھانا پڑا مجھے

جینے کو خیر کیا نہ کیا میں نے عمر بھر
مرنے کو ہائے کچھ بھی نہ کرنا پڑا مجھے

خود پرَ سے جیسے کوئی گزرتا ہے عشق میں
ایسے ہی اُس گلی سے گزرنا پڑا مجھے

قصّے سے اُٹھ نہ جائے کہیں قصّے گو کا دل
رونا پڑا مجھے کبھی ہنسنا پڑا مجھے

Scanned by CamScanner

☆

کارِ جنوں بھی کارِ زمانہ بھی ہوگیا
لو زندگی بھی ہوگئی شکوہ بھی ہوگیا

اے میرے بے نیاز نہ تجھ کو خبر ہوئی
مَر مَر کے تیرے عشق میں جینا بھی ہوگیا

اے شمع اب کٹے گی بھلا کس طرح یہ رات
بجھنا بھی ہوگیا ترا جلنا بھی ہوگیا

اِس زندگی پہ روئے کوئی یا ہنسے کوئی
آنا ہی بے خبر تھا کہ جانا بھی ہوگیا

قیمت رضائے حُسن کی جُو نقدِ جاں نہ تھی
جاں ہم نے نذر کی تو یہ سودا بھی ہوگیا

Scanned by CamScanner

☆

بندگی میں تبھی ہم مِثلِ خُدا ایک ہوئے
جب مودّت میں کہا اور کیا ایک ہوئے

جس گھڑی اسفل و احسن سے اُٹھا میرا خمیر
آتش و آب مِلے خاک و ہَوا ایک ہوئے

تب کہیں جا کے سنائی دی مجھے کُن کی صدا
جب سماعت کو سکوت اور صدا ایک ہوئے

تب کہیں جا کے دکھائی دیا امکاں کے پرے
جب بصارت کو خلا اور مَلا ایک ہوئے

عشق گُورا ہے خدا جانیے کس منزل سے
دلِ مضطر کو جہاں درد و دوا ایک ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

دائرہ دَر دائرہ خواہش کی دنیا عارضی
دسترس میں جو بھی ہے، جو تھا، جو ہوگا عارضی

اس تماشا گاہ میں اے بے دلی کچھ تو بتا
یا تیرا دل بھر گیا یا تھا تماشا عارضی

کھُل گیا خواہش میں لپٹی پائیداری کا سراب
ہے یہ دنیا اپنے دھوکے سے زیادہ عارضی

دائمی عالم کے راہی کو ہے بس اِس کی خبر
عارضی دیوار کا ہوتا ہے سایہ عارضی

میل کیا دنیا سے میرا وہ کہاں اور مَیں کہاں
اُس کا ہونا عارضی میرا نہ ہونا عارضی

Scanned by CamScanner

☆

نہ کسی سر نہ کسی اور کے شانے سے اُٹھا
یہ مرا وزن تھا میرے ہی اُٹھانے سے اُٹھا

کوئی پا ہی نہیں سکتا کبھی اُس درد کی گرد
دردِ دل میں جو ترا درد چھپانے سے اُٹھا

جب یہ دن جاگا تو میں پائنتی سویا اپنے
رات جب سوئی تو میں اپنے سرہانے سے اُٹھا

پردۂ عجز میں لیلیٰ نے چھپایا مُنہ کو
وزن دیدار کی منّت کا دِوانے سے اُٹھا

خواب میں مجھ کو حقیقت کے دکھانے والے
جیسا بھیجا تھا مجھے ویسا زمانے سے اُٹھا

Scanned by CamScanner

☆

دید نا دید ہی تھا تابِ نظر سے پہلے
دل دھڑکنے کے سِوا کیا تھا خبر سے پہلے

شعلہ مرہونِ طلب ہے جو یہ پردہ اُٹھ جائے
طلبِ شعلہ ہے پروانے کو پرَ سے پہلے

اک جہاں مجھ سے خفا ایک زمانہ بیزار
اور میں جیسے کوئی آہ اثر سے پہلے

تُو بس امکاں ہے اگر تُو نے نہ پایا خود کو
قطرہ، قطرے کے سوا کیا ہے گہر سے پہلے

دل کی وحشت میں جو اک طرفہ سراسیمگی ہے
ایسا لگتا ہے یہاں دشت تھا گھر سے پہلے

یہ تو کچھ پیش رووں نے کیا رستا پیدا
ورنہ دیوار تھی یاں راہ گزر سے پہلے

☆

جو تیرے دل میں خلا تھا خدا ہُوا کہ نہیں
وجود سا تھا جو تجھ میں وہ لا ہُوا کہ نہیں

یہ عشق حُسن نہیں جو ادا کا ہو محتاج
کہ بے حجاب و وسیلہ ادا ہُوا کہ نہیں

یہ اور بات کہ "تُو" میں بھی "مَیں" نظر آیا
مگر وسیلہ نما آئنہ ہُوا کہ نہیں

جو "مَیں" کو پہنچا تو جانا کہ "تُو" کہ پہنچا مَیں
مرے پتے سے ہی تیرا پتا ہُوا کہ نہیں

دِکھا نہ کعبے کا دَر یہ بتا کہ میرے لیے
کہیں کوئی درِ امید وا ہُوا کہ نہیں

Scanned by CamScanner

☆

وہ جس نے دل کی خلش کو خدا بنایا ہے
اُسی نے درد کو میرے دوا بنایا ہے

چھپا کے خود کو تو گم کردیا ہے ''تُو'' کا سِرا
مجھے جہان میں ''مَیں'' کا سِرا بنایا ہے

تِری خبر نہ کچھ اپنا پتا یہ لگتا ہے
کہ ایک ''کیا'' نے بس اک اور ''کیا'' بنایا ہے

اگر ہُوا ہے تو یہ کس لیے ہُوا اور کیوں
اگر بنایا ہے تو پھر یہ کیا بنایا ہے

کسی خیال کو مجھ سے مجھے مِلانے کا
بہانہ چاہیے تھا آئنہ بنایا ہے

ہزاروں سال پرانا ہے گو جہانِ وجود
مِرے خیال نے اِس کو نیا بنایا ہے

Scanned by CamScanner

☆

ہونا نہیں ہوں میں کہ نہ ہونا نہیں ہوں میں
یعنی ''نہیں'' کا ''ہے'' ہوں نہ ''ہے'' کا ''نہیں'' ہوں میں

میں بولتی کتاب ہوں لوگوں کے درمیاں
سنگِ حَرم کہ خِشتِ کلیسا نہیں ہوں میں

دیکھو تو سنگِ رہ کی طرح ہوں پڑا ہُوا
سوچو تو کیا وجود خدا کا نہیں ہوں میں

تنہائی کو نہ جانے ہو یکتائی کب نصیب
اب تک تو ''ہے'' کی قید سے نکلا نہیں ہوں میں

پہنچوں گا کس طرح عرفِ نفسہٖ ھُو کو جب
خودبین و خود شناس و خود آرا نہیں ہوں میں

Scanned by CamScanner

☆

غیب کو سمجھو تو جانو مرا حاضر ہونا
پردہ کرنا ہے مِرا اصل میں ظاہر ہونا

درمیاں ہی میں ہے رہنا مجھے کُن کی صورت
مجھ کو منظور نہیں اوّل و آخر ہونا

کیسے پائے گا کوئی جادہ و منزل کا سراغ
پہلے سمجھے تو کوئی میرا مسافر ہونا

میں کہ جوہر بھی ہوں اور آئنہ خانہ بھی ہوں
میری کمیابی میں پوشیدہ ہے وافر ہونا

میں وہ شاعر ہوں کہ رحمٰں کے تلمذ کی قسم
صرف شاعر پہ کھُلے گا مرا شاعر ہونا

Scanned by CamScanner

☆

اپنا ہی نشہ میری ترنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ
میرا عشق ہی میری بھنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ

آپ ہی ''میں'' اور آپ ہی ''تو'' آپ ہی چاک اور آپ رفو
آپ ہی سر اور آپ ہی سنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ

میں ''ہی'' بندہ میں ہی مالک کب میں صوفی کب میں سالک
مجھ پہ چڑھا ہے مرا رنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ

اپنے سائے خود پلنا تم میرے رستے مت چلنا تم
مجھ تک ہی ہیں میرے ڈھنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ

جو چاہو سو دیکھو جی تم جب تک چاہو دیکھو جی تم
آئینہ ہے میرا بے زنگ میں ہوں بے کشکول ملنگ

Scanned by CamScanner

☆

اِک فاصلے سے تُو جسے پڑھتا ہُوا تھا میں
دیکھا قریب جا کے تو لکھا ہوا تھا "میں"

ملتا وہ کیسے آپ میں آئے ہوئے بغیر
جس کو تلاش کرنے میں کھویا ہُوا تھا میں

دیکھی جو خود کی آئینۂ ہست میں جھلک
مجھ کو یہی لگا کہیں دیکھا ہُوا تھا میں

پھر ہو رہے ہیں دیکھو زمان و مکاں بہم
جب یہ ملے تھے قطرے سے دریا ہُوا تھا میں

جب ہو گیا جواب تو لا تک بکھر گیا
جب تھا سوال نقطے میں سمٹا ہُوا تھا میں

Scanned by CamScanner

☆

دل کی خلش تھی وہ جسے سودا بنا دیا
سودا جو بن گیا اُسے جلوہ بنا دیا

دراصل مے کدہ ہے جسے میرے وہم نے
بُت خانہ کردیا کبھی کعبہ بنا دیا

خُم خانۂ الست میں جامِ شرابِ ھُو
قطرے کو مست کردیا دریا بنا دیا

حیرت کدے میں عشق کے تخلیق کر کے ''میں''
یوسفؑ بنادیا کہ زلیخا بنادیا

تجھ پر کُھلے گا منزلِ کُن سے گزر کے دیکھ
کس نے گزر کے عشق کا رستا بنادیا

Scanned by CamScanner

☆

ملتا تھا وہ جہاں اُسی آنگن میں لے کے چل
اے چاند پھر مجھے مِرے بچپن میں لے کے چل

نایاب ہے یہ گردشِ سیّارگاں کی راکھ
کچھ سر پہ ڈال کچھ کف و دامن میں لے کے چل

اے نوبہارِ ناز و کم آمیز اپنے ساتھ
اب کے ہمیں بھی بھیگتے ساون میں لے کے چل

پہروں بس اِک خیال کی خاموشیاں سنوں
آبادیوں سے دور کسی بَن میں لے کے چل

آسودگی تو بسترِ فردا کا خواب ہے
بس لمحۂ فنا کی دکھن من میں لے کے چل

Scanned by CamScanner

☆

چیں چیں پیں پیں کرتے رہ گئے
مرنے والے مرتے رہ گئے

مَیں مَیں مَیں مَیں کرنے والے
مَیں مَیں مَیں مَیں کرتے رہ گئے

مارے خودی کے مارے خدا کے
وہم کی تہہ میں اُترتے رہ گئے

اندھے تھے، ان دیکھے خدا سے
اپنے خلا کو بھرتے رہ گئے

جی گئے موت پہ مرنے والے
ڈرنے والے ڈرتے رہ گئے

Scanned by CamScanner

☆

''کیوں'' نظر آنے لگا ''کیا'' نظر آنے لگا ہے
اب تو ہونا بھی تماشا نظر آنے لگا ہے

کاش یوسفؑ کی حقیقت ہی نہ کھلتی ہم پر
اب تو ہر وہم زلیخا نظر آنے لگا ہے

دید کو ایک ہوئے پیش و پسِ آئینہ
جو ہے جیسا مجھے ویسا نظر آنے لگا ہے

کیا تمنا پہ کھلا اگلے قدم کا امکاں
کسی جانب قدم اٹھتا نظر آنے لگا ہے

کسی امید نے کیا رکھ دیا دل پر مرے ہاتھ
اب سبھی کچھ مجھے اچھا نظر آنے لگا ہے

Scanned by CamScanner

☆

پیشِ زمیں رہوں کہ پسِ آسماں رہوں
رہتا ہُوں اپنے ساتھ میں چاہے جہاں رہوں

کیسا جہاں کہاں کا مکاں کون لامکاں
یعنی اگر کہیں نہ رہوں تو کہاں رہوں

اے عشق میرا ہونا نہ ہونا ہے مجھ تلک
اب میں نشان کھینچوں کہ میں بے نشاں رہوں

کیا ڈھونڈتا رہوں میں یونہی دہر میں ثبات
یا مرگِ ناگہاں کے لیے ناگہاں رہوں

خاکسترِ ستارہ ہے آئندۂ نمو
بہتر یہی ہے میں کسی جانب رواں رہوں

فیس بک گروپ کتابیں پڑھیئے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

آپ ہی تو ہیں روحِ حقیقت اگر آپ ہیں
آئینے کے اُدھر کچھ نہیں ہے اِدھر آپ ہیں

بے خبر ہیں تو اپنی خبر سے گزر جایئے
جب تلک آ رہی ہے خبر بے خبر آپ ہیں

ذات کے اسم سے ذات کا ذات ہونا ہے کیا
ننگ ہی ہیں اگر آپ کے نام پر آپ ہیں

کون ہے وہ جو حدِّ نظر کا تعین کرے
مان لیتے ہیں ہم تا بہ حدِّ نظر آپ ہیں

آپ ''ہے'' اور ''نہیں'' کی ہیں ہر سمت سے ماورا
کیا اِدھر کیا اُدھر کیا جدھر کیا کدھر ''آپ ہیں''

Scanned by CamScanner

☆

ترے در پر ترے در کا گدا ہونے کو آیا ہوں
یہی ہے مدعا بے مدعا ہونے کو آیا ہوں

قضا تھا میں بھٹکتا پھر رہا تھا ہر دو عالم میں
مرے مالک ترے در پر ادا ہونے کو آیا ہوں

مرے مالک تُو میری بے پری کو پر عطا کر دے
مرض ہوں میں ترے در پر دوا ہونے کو آیا ہوں

دکھانے آ گیا ہوں میں تو بس بے چارگی اپنی
یہ میں نے کب کہا ہے میں خدا ہونے کو آیا ہوں

عدد ہوں میں کرم سے اپنے مجھ کو بے عدد کر دے
مُقید صفر کے اندر ہوں ''لا'' ہونے کو آیا ہوں

''اگر'' کو بھی میں جھیل آیا ''مگر'' کو بھی میں جھیل آیا
گزر کر ''کیا'' سے اور ''کیوں'' سے فنا ہونے کو آیا ہوں

Scanned by CamScanner

☆

جو بھی تھا حق ادا وہ کیا ہی نہیں گیا
لکھ کر بھی یوں لگا کہ لکھا ہی نہیں گیا

ہم نے کفن بھی دیکھ لیا اوڑھ کر مگر
وہ تنگ تھے کہ ہم سے چھپا ہی نہیں گیا

نغمہ تھا زندگی کا کہ نوحہ تھا موت کا
اندر وہ شور تھا کہ سُنا ہی نہیں گیا

کچھ اتنا بے قرار ترے دھیان نے کیا
منظر کے بیچ ہم سے رُکا ہی نہیں گیا

اے عقل جس کی تہہ سے نہ اُبھرے کوئی سوال
ایسا کوئی، جواب دیا ہی نہیں گیا

بنتے ہوئے خدا کو خدا دیکھتے رہے
ہم سے اگرچہ کچھ بھی بنا ہی نہیں گیا

Scanned by CamScanner

☆

آگئے آپ، آیئے صاحب
کیا خبر ہے، سُنایئے صاحب

آپ کو دی گئی ہے اک دُنیا
گھومیے یا گھمایئے صاحب

کیجیے اک اور دعوتِ مرہم
زخم اک اور کھایئے صاحب

گھورتے کیا ہیں آپ اندھیرے کو
اک دیا تو جلایئے صاحب

سوچتے کیا ہیں گردشِ افلاک
آپ چرخہ چلایئے صاحب

Scanned by CamScanner

زندگی ''کیا'' ہے زندگی ''کیوں'' ہے
سوچ کر مر نہ جایئے صاحب

رہیے خاموش گر نہیں ہے دلیل
شور تو مت مچایئے صاحب

جام اٹھاتا ہے تو اٹھائے کوئی
آپ کاسہ اٹھایئے صاحب

بھوک ہے مفلسی ہے کیجیے عیش
کھایئے اور کمایئے صاحب

Scanned by CamScanner

☆

سادہ ہے گرچہ لوح ، بصارت بحال رکھ
شورِ قلم بہت ہے ، سماعت بحال رکھ

زخمِ تلاش میں ہے نہاں مرہمِ دلیل
تُو اپنا دل نہ ہار محبت بحال رکھ

نظّارہ بے نظارہ ہُوا ہے تو کیا ہُوا
حیرت کی تاب دید کی حسرت بحال رکھ

بس میں تو خیر کچھ بھی نہیں ہے ترے مگر
بچنا ہے یاسیت سے تو وحشت بحال رکھ

مستی و ہوش و جذب و جلال و جنون و عشق
اے میرے یار کوئی تو شدّت بحال رکھ

Scanned by CamScanner

☆

چراغ ہائے تکلف بجھا دیے گئے ہیں
اٹھاؤ جام! کہ پردے اُٹھا دیے گئے ہیں

اب اِس کو دید کہیں یا اِسے کہیں دیدار
ہمارے آگے سے جو ہم ہٹا دیے گئے ہیں

اب اُس مقام پہ ہے یہ جنوں کہ ہوش نہیں
مٹا دیے گئے ہیں یا بنا دیے گئے ہیں

یہ راز مرنے سے پہلے تو کھل نہیں سکتا
سُلا دیے گئے ہیں یا جگا دیے گئے ہیں

جو مل گئے تو تونگر نہ مل سکے تو گدا
ہم اپنی ذات کے اندر چُھپا دیے گئے ہیں

چراغِ بزم ہیں ہم رازدارِ صحبتِ بزم
بجھا دیے گئے ہیں یا جلا دیے گئے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کیا حال ہے اس دل کا چھپانا بھی نہ آیا
پوچھا جو کسی نے تو بتانا بھی نہ آیا

جب آگ لگانا تھی تو ہم سے نہ لگی آگ
اب آگ لگی ہے تو بجھانا بھی نہ آیا

گھر جل گیا اے تجربہ گاہِ جنوں آخر
اک دل کا لگانا تھا لگانا بھی نہ آیا

معشوق کہاں کے ابھی عاشق بھی نہیں ہم
کیا روٹھنا ہم کو تو منانا بھی نہ آیا

پھرتے رہے وحشت میں اٹھائے ہوئے افلاک
پر بارِ جنوں سر پہ اٹھانا بھی نہ آیا

تصویر بناتے ہوئے خود ہوگئے تصویر
پر ہم نے جو دیکھا تھا دکھانا بھی نہ آیا

Scanned by CamScanner

☆

یہی بہتر ہے کہ اب خوں میں نہاتے چلیے
بارشِ سنگ میں کیا سَر کو بچاتے چلیے

اِس سَرا میں نہیں عزت کا بنانا آساں
یہی عزت ہے کہ عزت کو بچاتے چلیے

کارِ مجذوب تو کچھ ہے بھی نہیں اس کے سوا
آئینہ دیکھتے آئینہ دکھاتے چلیے

کسی صورت بھی نہ خالی رہے دامانِ جنوں
گُل نہیں رہ میں تو کیا سنگ اٹھاتے چلیے

ہمہ تن رنگ ہوں میں آپ کدھر دیکھتے ہیں
اک نظر دیکھئے تصویر بناتے چلیے

لاشۂ قیسِ شبِ ہجر ہے عریاں کب سے
اک ذرا چادرِ مہتاب اُڑھاتے چلیے

Scanned by CamScanner

☆

اٹھا کے در سے سرِ رہ بٹھا دیا ہے مجھے
مِرے سوال نے پاگل بنا دیا ہے مجھے

کچھ اِس طرح سے کہا مجھ سے بیٹھنے کیلئے
کہ جیسے بزم سے اُس نے اٹھا دیا ہے مجھے

نہ خود ہی چین سے بیٹھے نہ مجھے بیٹھنے دے
مرے خدا نے ستارہ بھی کیا دیا ہے مجھے

مری سمائی نہ صحرا میں ہے نہ گھر میں ہے
نیا یہ مژدۂ وحشت سُنا دیا ہے مجھے

میں اپنے ہجر میں تھا مبتلا ازل سے مگر
ترے وصال نے مجھ سے ملا دیا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

☆

سیرِ بہار کو تو ترس ہی گئے جناب
شاخوں سے پھول پھولوں سے رس ہی گئے جناب

اِس بار چارہ گر مری وحشت کو دیکھ کر
زنجیر میرے پاؤں میں گس ہی گئے جناب

وہ بھیڑ تھی کہ دَر پہ میسر نہیں تھا کُنج
آخر ہم اٹھ کے سوئے قفس ہی گئے جناب

کیا کہیے کوئی قافلہ جاتا ہے بے جرس
کیا کہیے یاں تو ہوشِ جرس ہی گئے جناب

اُس آئینے کے آگے گئے تھے ہم ایک بار
وہ روشنی پڑی کے جھلس ہی گئے جناب

Scanned by CamScanner

☆

آتا ہے رنگ رنگ پہ رنگِ مزید سے
وحشت پہ اور چڑھ گئی تہہ روزِ عید سے

مرکز سے بن کے پھرتے ہیں سمتوں میں عشق کی
کیا کام اہلِ دل کو قریب و بعید سے

حیرت زدوں کو اُس بُتِ بے خُو سے کیا کلام
فارغ نہیں ہے جو کبھی گفت و شنید سے

لے جاتے ہیں اُڑا کے حریفانِ جام و مے
ہم جو پیالہ بھرتے ہیں خوں کی کشید سے

پیتے ہیں چھُپ کے آ کے بہکتے ہیں بزم میں
کھلتے ہیں یعنی اور بھی کارِ مزید سے

Scanned by CamScanner

☆

یہ عمرِ صد بلا جو اپنے ہی سر گئی ہے
تھوڑی گزار لیں گے تھوڑی گزر گئی ہے

یا موند لیں ہیں آنکھیں یا مند گئیں ہیں آنکھیں
تجھ پر پسِ تماشا یاں کیا گزر گئی ہے

ممکن نہیں ہے شاید دونوں کا ساتھ رہنا
تیری خبر جب آئی اپنی خبر گئی ہے

شورِ خزاں ہے گھر میں دیوار و بام و در میں
در پر سواریِ گل آ کر ٹھہر گئی ہے

معلوم ہی نہیں ہے کچھ فرق ہی نہیں ہے
یہ دن گزر گیا ہے یا شب گزر گئی ہے

ہر گُل بدن کو تکنا آنکھوں سے چوم رکھنا
دیوانگی ہماری حد سے گزر گئی ہے

Scanned by CamScanner

☆

خون تھوکے کبھی روئے کبھی تقریر کرے
ایسے پاگل کے لیے کیا کوئی تدبیر کرے

کیا تماشا ہے شب و روز کہ دیوانے کو
ایک آزاد کرے دوسرا زنجیر کرے

کیا ضروری ہے کہ اب عشق تیرے گھر کے قریب
اپنے رہنے کو در و بام بھی تعمیر کرے

ہائے وہ دل جو بُلا لائے اُسے جب چاہے
ہائے وہ آنکھ جو آنے میں نہ تاخیر کرے

ہائے وہ خُوں کے جو مقتل کو کرے روئے گلاب
ہائے وہ عشق جو تجھ حسن کو شمشیر کرے

Scanned by CamScanner

☆

عشق نے جب سے دل کو گھیرا ہے
پل اُجالا ہے پل اندھیرا ہے

وسعتِ کائنات کیا کہیے
ذات کے ِگرد ایک پھیرا ہے

حسن کو خود میں بھر لیا میں نے
عشق میں یہ کمال میرا ہے

ہر ادا ہے ِمری ادا اُس کی
مبتلا اک جہان میرا ہے

میں جو بیٹھا ہوں اپنے سائے میں
میرا سایہ بہت گھنیرا ہے

Scanned by CamScanner

☆

واہ وا کا شور سارا بے مزا لگنے لگا
خود نمائی کو بھی اب چہرہ بُرا لگنے لگا

کیا تردّد، کیا شکایت، کیا خلش، کیا اجتناب
اب کسی کا کچھ نہ کہنا بھی گلہ لگنے لگا

کس سے کہیے دیکھ لینے کی ہوس میں سب کا سب
سب برا لگنے لگا یا سب بھلا لگنے لگا

خود کو پا کر کیا لگا آغاز و انجامِ سفر
انتہا لگنے لگا یا ابتدا لگنے لگا

یہ مری آنکھوں کی حد ہے اُس کی حد کب ہے نویدؔ
جو کبھی بندہ کبھی مجھ کو خدا لگنے لگا

Scanned by CamScanner

☆

اے بے خبری تیری خبر ہار گیا دل
لو جیت گئی عقل مگر ہار گیا دل

دیوار سے دیوار بیاباں سے بیاباں
وہ نقل مکانی ہے کہ گھر ہار گیا دل

صیاد کی منّت نہ کوئی دام کی حسرت
آزاد اڑا اتنا کہ پر ہار گیا دل

ہر بار تو دل ہارتا تھا شوق سے لیکن
اس بار محبت میں جگر ہار گیا دل

کچھ یاد دلائے ہو اگر یاد کسی کو
دل کو تو نہیں یاد کدھر ہار گیا دل

Scanned by CamScanner

☆

کتنا غافل ہوں میں کہ زندہ ہوں
کتنا کاہل ہوں میں کہ زندہ ہوں

مر گئے سارے عالم و فاضل
کتنا جاہل ہوں میں کہ زندہ ہوں

زندگی منہ چڑا رہی ہے مجھے
کتنا بزدل ہوں میں کہ زندہ ہوں

ساری آسانیاں گنوا کر بھی
کتنا مشکل ہوں میں کہ زندہ ہوں

اپنی تنہائی کر کے بے آباد
کس کی محفل ہُوں میں کہ زندہ ہوں

Scanned by CamScanner

☆

زندگی مجھ سے چاہتی کیا ہے
آ گہی مجھ سے چاہتی کیا ہے

اور کتنا رلائے گی مجھ کو
شاعری مجھ سے چاہتی کیا ہے

اور کتنے خدا بناؤں میں
بندگی مجھ سے چاہتی کیا ہے

لوگ کہنے لگے مجھے بزدل
عاجزی مجھ سے چاہتی کیا ہے

Scanned by CamScanner

سر سے پا تک بدن چٹخنے لگا
تشنگی مجھ سے چاہتی کیا ہے

اب تو بجھنے کو ہے چراغِ اُمید
بے بسی مجھ سے چاہتی کیا ہے

کیا یونہی بے مزار مر جاؤں
بے گھری مجھ سے چاہتی کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

آپ میں آپ سے گزر گیا میں
ایسا زندہ ہوا کہ مر گیا میں

وقت تھا یا ثبات تھا کیا تھا
ایسا گزرا کہ بس ٹھہر گیا میں

خالی خالی سا خود کو پاتا ہوں
ایسا لگتا ہے جیسے بھر گیا میں

کیا ہے یہ کیفیت نہیں معلوم
جانے سمٹا ہوں یا بکھر گیا میں

اب تو متلی بھی مجھ کو ہوتی نہیں
کس غلاظت کو ہضم کر گیا میں

Scanned by CamScanner

☆

سکوں سے عمر گزرنے کا بھی خیال نہیں
کشاکشی کو تو مرنے کا بھی خیال نہیں

نہ جانے ذہن میں کیا اس کے ہے تصوّرِ حُسن
کہ اُس پری کو سنورنے کا بھی خیال نہیں

سنوارنے میں کوئی مر رہا ہے زُلف اپنی
کسی کو زُلف بکھرنے کا بھی خیال نہیں

کسی سے لمحہ گزارے نہیں گزرتا ہے
کسی کو وقت گزرنے کا بھی خیال نہیں

یہ کون قافلہ ہے کس سفر پہ نکلا ہے
کسی کو رہ میں ٹھہرنے کا بھی خیال نہیں

Scanned by CamScanner

☆

تازہ سوال ڈھونڈ کے لانے کی بات ہو
اب ہو تو بس چراغ جلانے کی بات ہو

جیسے خدا زمیں پہ اتر آئے عرش سے
جیسے زمیں کو عرش بنانے کی بات ہو

وہ بات جس سے وجد میں آجائے زندگی
صحرا میں جیسے پھول کھلانے کی بات ہو

ہر ذہن میں جہان بدلنے کا ہو خیال
ہر دل میں آنے والے زمانے کی بات ہو

کب تک یونہی اندھیروں کو روتے رہیں گے ہم
دنیا سے اب اندھیرے مٹانے کی بات ہو

Scanned by CamScanner

☆

ہے فنا کیا یہ بتانے کیلئے آیا ہے
جو بھی آیا ہے وہ جانے کیلئے آیا ہے

وہم آیا ہے حقیقت کو برہنہ کرنے
یا اُسے اور چھپانے کیلئے آیا ہے

اٹھ گیا خود وہ مگر اس سے اٹھائے نہ اٹھا
جو بھی یاں پردہ اٹھانے کیلئے آیا ہے

کوئی آیا ہے بنانے کیلئے بات کی بات
اور کوئی بات گھمانے کے لیے آیا ہے

رنگ جو حسن پہ آیا ہے تو یہ جان کہ بس
عشق کا رنگ اُڑانے کیلئے آیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

وہ جس پر عالم خلوت برہنہ ہوگیا ہوگا
وہ تنہا ہو گیا ہوگا وہ یکتا ہو گیا ہوگا

وہ جس قطرے پہ جز و کل کی نسبت کھل گئی ہوگی
وہ قطرہ کب رہا ہوگا وہ دریا ہوگیا ہوگا

خدائے کن سے کیا پوچھیں سبب تخلیقِ عالم کا
یونہی بیٹھے بٹھائے بس ارادہ ہوگیا ہوگا

بنا ہوگا یہی کچھ عشق میں لیلیٰ و مجنوں کا
وہ مجنوں ہو گئی ہوگی یہ لیلیٰ ہوگیا ہوگا

نگاہِ وہم پر جس دم حقیقت کھل گئی ہوگی
تو نظّارے پہ اک حیرت کا پردہ ہو گیا ہوگا

گلی، کوچے، خرابے، چائے خانے، چوک، چوبارے
محبت کیا ہوئی ہوگی تماشا ہوگیا ہوگا

Scanned by CamScanner

☆

ایک شرر شعلے سے بچھڑ کر کتنا رقص کرے گا
ہو ہی جائے گا خاکستر کتنا رقص کرے گا

خود کو گم کرنے سے بھی زنجیر کہیں گم ہوتی ہے
اُٹھ کر ، گر کر ، گر کر اُٹھ کر کتنا رقص کرے گا

اک مجذوب و دیوانہ بن اُکتائے بن سستائے
ایک مسلسل لے پہ برابر کتنا رقص کرے گا

تیرے بھنور کی تھاہ نہیں ہے کیسی بلندی کیسی تہہ
تو اپنے گرداب کے اندر کتنا رقص کرے گا

بے خود ہو کر بھی پروانہ شعلہ کہاں بن سکتا ہے
آخر اپنے پر پھیلا کر کتنا رقص کرے گا

Scanned by CamScanner

اپنے ہی پاؤں سے اٹھنے والی دھول میں گم ہو جائے گا
پاؤں سے سر تک خاک اُڑا کر کتنا رقص کرے گا

باہر کی گردش کے پاؤں سے پاؤں ملا کر یونہی
خون بدن کے اندر اندر کتنا رقص کرے گا

گم ہے نہ ہونے میں ہونا ہونے میں نہ ہونا گم
ہونے نہ ہونے سے گھبرا کر کتنا رقص کرے گا

Scanned by CamScanner

☆

شام سے دیکھا نہیں تُم کو کہاں ہو صاحب
کیا جہاں کوئی نہیں تُم بھی وہاں ہو صاحب

اس سے پہلے کہ یہ خاموشی بھی ہو جائے خموش
کوئی نکتہ کہ بیاں ہو نہ بیاں ہو صاحب

کچھ نہیں ہو تو چلو بات یہیں ختم کریں
اور کچھ ہو تو ہو کون اور کہاں ہو صاحب

غور کرنا کبھی اُترے جو خمارِ امکاں
وہم ہو شک ہو تصوّر ہو گماں ہو صاحب

خود کو پالو تو ہو اک نقطے میں سمٹے ہوئے تم
ورنہ بس واہمۂ کون و مکاں ہو صاحب

وہ خبر ہو کہ جو جاتی ہے سوئے بے خبری
بے نشانی میں جو گم ہے وہ نشاں ہو صاحب

Scanned by CamScanner

☆

تیری حسرت کا آخری دن تھا
خود سے وحشت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ جھگڑے کی
دن وہ شدّت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ مِنّت کی
وہ اذیّت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی محبت کی
دن وہ نفرت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی توقع کی
وہ شکایت کا آخری دن تھا

Scanned by CamScanner

آخری رات تھی تعلق کی
تجھ سے نسبت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ آگہی کی
دن وہ غفلت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی توہم کی
وہ حقیقت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ خفت کی
دن وہ نخوت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ آفت کی
وہ مصیبت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی وہ عزت کی
دن وہ ذلت کا آخری دن تھا

Scanned by CamScanner

آخری رات تھی وہ خلوت کی
دن وہ جلوت کا آخری دن تھا

آخری رات تھی تعجب کی
دن وہ حیرت کا آخری دن تھا

رات تھی ہجر کی وہ آخری رات
دن وہ وصلت کا آخری دن تھا

رات تھی آخری وہ فرصت کی
دن وہ محنت کا آخری دن تھا

رات تھی آخری وہ عزلت کی
دن وہ شہرت کا آخری دن تھا

رات تھی حوصلے کی آخری رات
دن وہ ہمت کا آخری دن تھا

Scanned by CamScanner

رات تھی ضعف کی وہ آخری رات
دن وہ غربت کا آخری دن تھا

کس قیامت کی تھی وہ آخری رات
کس قیامت کا آخری دن تھا

Scanned by CamScanner

☆

نہ ڈھونڈو، نہ سوچو، کہاں جا رہا ہُوں
جہاں مَیں نہیں ہوں وہاں جا رہا ہُوں

نہ "مَیں" ہے نہ "تُو" ہے، نہ "یہ" ہے نہ "وہ" ہے
وہاں صرف "ھُو" ہے، جہاں جا رہا ہُوں

زمیں یہ اگرچہ خدا کی زمیں ہے
بنا کر اِسے آسماں جا رہا ہُوں

مَیں ہونے نہ ہونے کے اِس شور میں بھی
خموشی کو دے کر زباں جا رہا ہُوں

Scanned by CamScanner

عیاں تم پہ کر دے گا ''کن'' کی حقیقت
میں دے کر وہ رازِ نہاں جا رہا ہُوں

ورائے زماں ہے ورائے مکاں ہے
سُنا کر جو اک داستاں جا رہا ہُوں

یہاں بن کے آیا تھا میں میہماں سا
وہاں ہو کے اب میزباں جا رہا ہُوں

Scanned by CamScanner

☆

سب سے پہلے خُدا لکھا جائے
پھر مِرا مدّعا لکھا جائے

کیا لکھوں میں کہ جب خُدا کی جگہ
''کیوں'' لکھا جائے ''کیا'' لکھا جائے

لکھ رہا ہُوں خدا کی بابت مَیں
اپنے بارے میں کیا لکھا جائے

مشرق و مغرب و شمال و جنوب
کیا ہمارا پتا لکھا جائے

لکھی جائے ہمارے حق میں دُعا
جب خُدا کو خدا لکھا جائے

Scanned by CamScanner

☆

جب خاک میں تکبّرِ گفتار مِل گیا
چُپ کو زباں خموشی کو اظہار مِل گیا

گُزرا جو آئینے سے تو چہرہ مِلا مجھے
آنکھیں ہوئیں جو بند تو دیدار مِل گیا

آخر مِلی جو دید کی حسرت کو تابِ دید
انکار کے نقاب میں اقرار مِل گیا

مَیں خواب دیکھتا تھا مجھے مِل گیا قلم
مَیں لوح سوچتا تھا رُخِ یار مِل گیا

اب یار کو خُدا نہ کہوں مَیں تو کیا کہوں
نکلا تھا ڈھونڈنے کو خُدا یار مِل گیا

Scanned by CamScanner

☆

اک نظر بھی کسی نے نہ دیکھا جدھر اک نظر دیکھ لوں
اِس سے پہلے کہ بجھ جائے میری نظر اک نظر دیکھ لوں

کون ہے جس کو سوچا نہیں سوچ کر سوچ لوں لمحہ بھر
کون ہے جس کو دیکھا نہیں دیکھ کر اک نظر دیکھ لوں

دیکھتا ہوں اُسی کو میں شام و سحر کُو بہ کُو جلوہ گر
دل سے جاتی نہیں ہے یہ حسرت مگر اک نظر دیکھ لوں

کیا ہے گردش جو گردش سے ہے متصل دَم بہ دَم مستقل
گم ہیں شام و سحر میں جو شام و سحر اک نظر دیکھ لوں

کیا پَرا کیا ورا کیا خلا کیا مَلا کیا بہم کیا جُدا
کیا اِدھر کیا اُدھر کیا جدھر کیا کدھر اک نظر دیکھ لوں

Scanned by CamScanner

☆

تم کہیں آؤ تم کہیں جاؤ
خود سے پیچھا چُھڑا کے دکھلاؤ

حال پر جب ہو بے دلی طاری
کیا ٹھہر جاؤ کیا گزر جاؤ

زندگی پر ہے نزع کا عالم
برف برساؤ آگ برساؤ

کیا کرو، کیا وجود کر لو ''لا''
اور کتنا خیال دوڑاؤ

بند کر کے اب اپنی آنکھوں کو
میر احمد نوید سو جاؤ

Scanned by CamScanner

☆

دُکھتا ہے دکھائی نہیں دیتا ہے مِرا زخم
نادیدہ خدا کی طرح گہرا ہے مِرا زخم

اے بخیہ گرو، چارہ گرو، راہ لو اپنی
کب بخیہ و مرہم میں سماتا ہے مِرا زخم

کیوں ہو نہ ہرا درد کی آزاد فضا میں
کب دامِ مسیحائی میں آتا ہے مِرا زخم

روؤں کہ ہنسوں دیدہ ورو کس کی سُنوں مَیں
روتا ہے اگر درد تو ہنستا ہے مِرا زخم

ہو شام تو رندوں کے لیے ہے یہ پیالہ
ہو صُبح تو درویشوں کا کاسہ ہے مِرا زخم

Scanned by CamScanner

☆

بجائے وہم حقیقت کہاں سُنائی گئی
کہ جب سُنائی گئی داستاں سُنائی گئی

سوال میں نے کیا جب کبھی محبّت کا
مجھے حکایتِ سود و زیاں سُنائی گئی

سوال میں نے کیا جب کبھی اطاعت کا
مجھے حکایتِ کرّ و بیاں سنائی گئی

سوال میں نے کیا جب کبھی حقیقت کا
مجھے حکایتِ وہم و گماں سُنائی گئی

سوالِ جادہ و منزل اگر کیا میں نے
مجھے حکایتِ آوارگاں سُنائی گئی

سوال جب بھی کیا میں نے ساغر و مے کا
مجھ حکایتِ تشنہ دہاں سُنائی گئی

Scanned by CamScanner

☆

رضائے حُسن کا قیدی بنایا جا رہا ہوں مَیں
جکڑ کر دل کی زنجیروں میں لایا جا رہا ہُوں مَیں

طربیہ کیا، المیہ کیا، ہے نغمہ کیا، ہے نوحہ کیا
ہنسایا جا رہا ہُوں مَیں رُلایا جا رہا ہُوں مَیں

مسلسل ہُوں مَیں یعنی درمیاں ہونے نہ ہونے کے
مٹایا جا رہا ہوں میں بنایا جا رہا ہُوں مَیں

کسی نے کب سُنا مجھ کو کسی نے کب مجھے دیکھا
سُنایا جا رہا ہوں میں دکھایا جا رہا ہُوں مَیں

میں کیا ہوں، کون ہوں، کیوں ہوں، کہاں ہوں، کس لیے ہوں میں
سوالِ ہست ہُوں "ھُو" میں چھپایا جا رہا ہُوں مَیں

Scanned by CamScanner

☆

جو نہ سُنتے ہیں خودی کی نہ خدا دیکھتے ہیں
جانے سُنتے ہیں وہ کیا، جانے وہ کیا دیکھتے ہیں

خامشی پُوچھتی ہے اُن سے خلا پُوچھتی ہے
کان سے سنتے ہیں کیا آنکھ سے کیا دیکھتے ہیں

دیکھتے ہیں جو نظر اُن کو بھی آتا نہیں کُچھ
جو نہیں دیکھتے کیا جانیے کیا دیکھتے ہیں

اُن کی دنیا ہی بدل جاتی ہے تجھ سے مل کر
خامشی سنتے ہیں وہ اور وہ صدا دیکھتے ہیں

اُن کے رستے میں نہیں آتے کہیں ہجر و وصال
درد کو دیکھتے ہیں وہ نہ دوا دیکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

تیری محفل میں جنھیں بیٹھنا ہو جائے نصیب
وہ فنا دیکھتے ہیں اور نہ بقا دیکھتے ہیں

کوئی آتا ہے سرِ راہ تو جاتا ہے کوئی
بیچ میں آپ کھڑے وقت کو کیا دیکھتے ہیں

کیا تماشائے مہہ و مہر نہیں دیکھتے آپ
اور اگر دیکھتے ہیں آپ تو کیا دیکھتے ہیں

ہم ہیں انساں ہمیں ہے صرف مُحبت سے غرض
نہ بُرا دیکھتے ہیں ہم نہ بھلا دیکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

نہیں کچھ اور نہیں کچھ بھی جنوں کی حسرت
ہے مِرے خوں کو تو بس میرے ہی خوں کی حسرت

جب سے دیکھا وہ میرے حالِ زبوں پر خوش ہیں
ہو زبوں اور یہ ہے حالِ زبوں کی حسرت

اے خُدا تُو ہی بتا تجھ کو کہاں سے لاؤں
رہ گئی دل میں خلا بن کے دُروں کی حسرت

جب نہ مِلنا ہے کسی سے نہ جُدا ہونا ہے
یوں کی حسرت ہے کوئی دل میں نہ ووں کی حسرت

بے دلی جانیے یا کہیے اِسے سرشاری
اب نہ ''کیا'' کی کوئی خواہش ہے نہ ''کیوں'' کی حسرت

Scanned by CamScanner

☆

اُجاڑا جا رہا ہُوں مَیں مٹایا جا رہا ہُوں مَیں
ستم ہے یاد کر کر کے بھُلایا جا رہا ہُوں مَیں

نہ کیوں ماتم کروں، کیوں سر نہ پیٹوں، کیوں نہ خوں اُگلوں
نہ کیوں روؤں کہ جب ہنس کر اُڑایا جا رہا ہُوں مَیں

تماشا بن گیا ہُوں آ کے یارب تیری محفل میں
اُٹھایا جا رہا ہُوں مَیں بٹھایا جا رہا ہُوں مَیں

لگا کر زخم، اذیّت دے کے، غم میں مبتلا کر کے
بڑی بے رحمی سے بے حِس بنایا جا رہا ہُوں مَیں

سُخن ہو کوئی، کوئی گفتگو ہو، بحث ہو کوئی
مجھے لگتا ہے مُجھ ہی کو سنایا جا رہا ہُوں مَیں

Scanned by CamScanner

☆

کب ''یہاں'' کب ''وہاں'' میں رہتے ہیں
ہم ''کہیں'' اور ''کہاں'' میں رہتے ہیں

ہم ہیں آگاہِ مذہب و الحاد
ہم ''نہیں'' میں نہ ''ہاں'' میں رہتے ہیں

کیا کہیں تجھ سے ہم دلیلِ ''ھُو''
کس ''یقیں'' کس ''گماں'' میں رہتے ہیں

ڈھونڈتا کیا ہے عرش پر ہم کو
ہم اِسی خاکداں میں رہتے ہیں

آپ کی بات کون سمجھے گا
آپ بھی کس گماں میں رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

کیا کہیں کس جہاں سے آئے ہیں
کون ہیں ہم، کہاں سے آئے ہیں

اجنبیت اور اس قدر، حضرت!
آپ کیا آسماں سے آئے ہیں

یوں جو حسرت سے تک رہے ہیں خلا
آپ کوئے بتاں سے آئے ہیں

تیر آئے ہیں جتنے دل کی طرف
خامشی کی زباں سے آئے ہیں

آج تو ہو ہی جائے گا دیدار
آج ہم خوش گماں سے آئے ہیں

ہم سے مت پوچھ عالمِ ھُو تک
کس یقیں کس گماں سے آئے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

جہل! آ' مجھ کو مار' زندہ کر
علم کا اعتبار زندہ کر

کچھ کسی کی مجھے نہیں پروا
مجھ کو مجھ سے گزار زندہ کر

سرِ لیل و نہار اُٹھا مِری لاش
پسِ لیل و نہار زندہ کر

پھر مجھے بار بار مار اے دل
پھر مجھے بار بار زندہ کر

اے مرے جبر مار مجھ کو مار
اے مرے اختیار زندہ کر

عالمِ ''ھُو'' میں لے گئی مجھے موت
اب مجھے تُو ہزار زندہ کر

Scanned by CamScanner

☆

یہ سوچتا ہُوں پسِ آسماں چلا جاؤں
جہاں نہ ''مَیں'' ہے نہ ''تُو'' ہے وہاں چلا جاؤں

کروں تو کیا کہ مِری مجھ سے جان چھُٹ جائے
کشاکشِ غمِ ہستی کہاں چلا جاؤں

تو کیا نہ ڈھونڈوں حقیقت مَیں اپنے ہونے کی
مَیں بے خیال یونہی رائیگاں چلا جاؤں

ہزار طرح کے قصّے سفر میں رہتے ہیں
سُنا کے مَیں بھی کوئی داستاں چلا جاؤں

اِدھر اُدھر کی تو کیا خیر مَیں کہوں گا میاں
بہت ہے ''ھُو'' کو جو کر کے بیاں چلا جاؤں

Scanned by CamScanner

☆

کہاں ڈھونڈھوں کدھر چلے گئے ہیں
سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں

اک نظر دیکھنے وہ آئے تھے
اک نظر دیکھ کر چلے گئے ہیں

دشت سنسان راستے ویران
کیا سب آوارہ گھر چلے گئے ہیں

دھیان بے دھیان بے خیال خیال
دُور آپ اِس قدر چلے گئے ہیں

جا کے آتا نہیں جدھر سے کوئی
آپ بھی کیا اُدھر چلے گئے ہیں

یاد آئے تو لوٹ آیئے گا
آپ کچھ بھول کر چلے گئے ہیں

Scanned by CamScanner

☆

اے خُدا کیا کروں، کیا کروں اے خُدا دل نہیں لگ رہا
جی لیا مَر لیا، مَر لیا جی لیا دل نہیں لگ رہا

کیسا جینا ہے یہ، کیسی دُنیا ہے یہ، کیا تماشا ہے یہ
رو لیا ہنس لیا، ہنس لیا رو لیا، دل نہیں لگ رہا

زندگی کا مگر اے خُدا کیا کروں، کس طرح سے جیوں
بُجھ لیا جل لیا، جل لیا بُجھ لیا، دل نہیں لگ رہا

رہ گئی اِے خُدا کون سی آرزو، کون سی جستجو
مِٹ لیا بن لیا، بن لیا مِٹ لیا، دل نہیں لگ رہا

کیا کہوں اے خُدا دھیان بے دھیان ہے، جان بے جان ہے
گِر لیا اُٹھ لیا، اُٹھ لیا گِر لیا، دل نہیں لگ رہا

Scanned by CamScanner

دل سے جاتی نہیں بے دلی اے خدا جانے کیا ہو گیا
رہ لیا بس لیا، بس لیا رہ لیا، دل نہیں لگ رہا

جانے ہونے کو اب اور کیا رہ گیا کیا خلا رہ گیا
کھو لیا پا لیا، پا لیا کھو لیا، دل نہیں لگ رہا

دل لگانے کو سارے جتن کر لیے سب سخن کر لیے
کہہ لیا سُن لیا، سُن لیا کہہ لیا، دل نہیں لگ رہا

Scanned by CamScanner

☆

'تو' کو 'میں' کرتے ہوئے اور 'میں' کو 'تو' کرتے ہوئے
ہو گئے منزل ہم آخر جستجو کرتے ہوئے

'میں' سے 'تو' تک 'تو' سے 'میں' تک اُٹھ گئے سارے حجاب
خود کو اُس کے اُس کو خود کے روبہ رو کرتے ہوئے

ایسی گردش تھی کہ مے کش آپ ساقی بن گیا
اُس کو مے کرتے ہوئے خود کو سبو کرتے ہوئے

ایک سی وحشت ہے دل کی ایک سا دل کا جنوں
کیا گریباں چاک کرتے کیا رفو کرتے ہوئے

دن کے ہنگامے کے بعد اِس طرح سے آئی ہے شام
جیسے چُپ ہو جائے کوئی گفتگو کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

☆

شور میں دل کی ہے صدا کچھ اور
کہہ رہی ہے مگر ہَوا کچھ اور

مسئلہ مَوت و زندگی کا نہیں
مسئلہ اِس سے ہے سوا کچھ اور

جینے مرنے سے آیئے باہر
آگہی کا ہے مدّعا کچھ اور

کیا تنگ و تازِ زندگی کہیے
کیا کچھ اور تھا ہُوا کچھ اور

کر نہ حسرت خلا کو بھرنے کی
ورنہ بڑھ جائے گا خلا کچھ اور

صدقے میں تیری خوش کلامی کے
اور کچھ اور اے خُدا کچھ اور

Scanned by CamScanner

☆

محرومیِ وصال کو حسرت سے بھر لیا
جو دل میں تھا خلا اُسے وحشت سے بھر لیا

جب کچھ بھی اپنے ہاتھ نہ آیا بجز سراب
منزل کی ہر طلب کو مسافت سے بھر لیا

دل بھر گیا کہیں جو سوال و جواب سے
دامن تو ہم نے تنگی و وسعت سے بھر لیا

کچھ بھی نہیں تھا آئینہ خانے میں بہرِ دید
ہم نے ہی ایک رنگ سا حیرت سے بھر لیا

تھا زندگی میں جیسی کمی کا خلا نویدؔ
ہم نے بھی اُس کو ویسی عبادت سے بھر لیا

Scanned by CamScanner

☆

نہ بنتا میرا تماشا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"
نہ ہوتا ہونا نہ ہونا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

نہ کرتا اور نہ ہوتا تقابلِ ہستی
کسی سے گھٹتا نہ بڑھتا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

نہ سوچ "مَیں" کا سبب کیا ہے اور کیوں ہے یہ "مَیں"
یہ دیکھ "تو" بھی نہ ہوتا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

فقط گزرنے کو "مَیں" سے مِلی ہے "مَیں" مجھ کو
وگرنہ کون تھا رَستا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

پہنچنا عالمِ "ھُو" تک تھا کس طرح ممکن
"مَیں" "تُو" سے کیسے گزرتا اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

جو رکھتا دستِ فنا پر تو اپنا سَر کیسے
جھکاتا کیا پَسِ سجدہ اگر نہ ہوتی یہ "مَیں"

فیس بک گروپ . کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن.....پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

☆

کہانی اپنی دُنیا کو سنانا چاہتا ہوں مَیں
ہنسانا چاہتا ہوں مَیں رُلانا چاہتا ہوں مَیں

دکھانا چاہتا ہوں کیا حقیقت ہے تصوّر کی
کہ بس پردہ پسِ پردہ اُٹھانا چاہتا ہوں مَیں

خدارا چھیڑ دو قصّہ کوئی پہلی محبت کا
ہوں بے حالت کسی حالت میں آنا چاہتا ہوں مَیں

کبھی جانے نہیں دیتا تھا موقع بات کرنے کا
اور اب خاموش رہنے کا بہانا چاہتا ہوں مَیں

اُسے بس دیکھتا رہتا ہوں خالی خال آنکھوں سے
جسے بھی کیفیت اپنی بتانا چاہتا ہوں مَیں

بالآخر کر دیا ہے مست مُجھ کو خلوتِ ''ھُو'' نے
کہ اندر کی خموشی گنگنانا چاہتا ہوں مَیں

Scanned by CamScanner

☆

کس مست سے لڑ گئی ہیں آنکھیں
نشّے میں لِتھڑ گئی ہیں آنکھیں

جانے یہ کسے ہیں دیکھ آئیں
مدہوش سی پڑ گئی ہیں آنکھیں

چہرے میں وہ دھنس گیا ہے چہرہ
آنکھوں میں وہ گڑ گئی ہیں آنکھیں

چہرے سے بچھڑ گیا ہے چہرہ
آنکھوں سے بچھڑ گئی ہیں آنکھیں

دیکھیں گی تجھے ابھی برہنہ
اِس بات پہ اَڑ گئی ہیں آنکھیں

Scanned by CamScanner

اک قطرہ لہو بھی اب نہیں ہے
اے عشق نچڑ گئی ہیں آنکھیں

دل بچ بھی گیا تو کیا بچے گا
سینے تک اُدھڑ گئی ہیں آنکھیں

کیا کہیے، سبب نہیں ہے کوئی
بے وجہ اُجڑ گئی ہیں آنکھیں

Scanned by CamScanner

☆

تو کیوں نہ آئے لبوں تک اُلٹ کے جاں میری
اُسے پسند ہے جب لکنتِ زباں میری

کسی نے زخم لگایا تو یہ دُعا دی ہے
چلو بہار تمھاری چلو خزاں میری

بنا ہُوا ہے براک شخص صاحب الرّائے
یہ حال ہو تو سُنے گا کوئی کہاں میری

میرے خدا جہاں بے پَر کی سب اُڑا رہے ہیں
جُڑی ہوئی ہے وہاں مجھ سے داستاں میری

سُنی ہے کس نے تو کس نے نہیں سُنی تُو جان
مرے امام مکمّل ہوئی اذاں میری

Scanned by CamScanner

☆

کیا کیجیے سنبھالے سے سنبھلتی نہیں وحشت
اک چپ تھی سو اب چپ سے بھی ٹلتی نہیں وحشت

ہوتی جو کوئی آہ تو میں کھینچ ہی لیتا
کیا ہے کہ جو اِس دل سے نکلتی نہیں وحشت

اب کیا کہوں کیا حال ہے کیا رنگ ہے دل کا
بے حال کسی رنگ میں ڈھلتی نہیں وحشت

بکھروں کہ اُجڑ جاؤں کہ ہو جاؤں میں برباد
حالت پہ مِری ہاتھ بھی ملتی نہیں وحشت

اک درد سا رہتا ہے مرے دل میں جو پیہم
کیونکر کہوں دل میرا مسلتی نہیں وحشت

Scanned by CamScanner

☆

پنہاں ہے کیا یہ جان لے پیدا سمجھ تو لے
قبل از قبول و رَد یہ تماشا سمجھ تو لے

سانسوں کے آنے جانے کو سمجھا ہے تُو حیات
کہتے ہیں کس طریق کو جینا سمجھ تو لے

اے عقل ایک عالمِ تجرید ہے جہاں
اُلٹا ہے کیا یہ جان لے سیدھا سمجھ تو لے

کیا دَوڑتا ہے وسعتِ صحرا میں سو بہ سو
ذرّے میں ہے چھپا ہوا صحرا سمجھ تو لے

"پھر آ گئے وہیں پہ جہاں سے چلے تھے ہم"
اے ترکِ ترک کیا ہے یہ دُنیا سمجھ تو لے

اے صیدِ جزو و کُل ہے اگر "ھُو" کی جستجو
دریا ہے قطرہ، قطرہ ہے دریا سمجھ تو لے

سودا تو کیا جنوں سے بھی جائے گا اے نویدؔ
کرتا ہے کس پری کی تمنّا سمجھ تو لے

Scanned by CamScanner

☆

ہم نے جانا تو بس یہی جانا
خود کو گُم کرنا ہے اُسے پانا

تیری باہوں میں آ کے سیکھ گئے
ہم کو آتا نہیں تھا مَر جانا

مَوت سے پہلے مَر گیا ہُوں مَیں
لاش سے پہلے مجھ کو دفنانا

اس لیے کر رہا ہُوں خود کو تلاش
ڈھونڈ کر ہے مُجھے خُدا لانا

آپ کہتے رہیں اِسے تکرار
ہم کو تو ہے سبق کا دہرانا

پڑ گئی کم یہ کائنات نویدؔ
ایک نقطہ تھا مجھ کو پھیلانا

Scanned by CamScanner

☆

ہُوں مطمئن کہ مجھے اضطراب عطا ہُوا ہے
کتاب عطا ہوئی علمِ کتاب عطا ہُوا ہے

رِجھا دیا ہے حقیقت کی جستجو نے مجھے
یہ دیکھ چشم تمنا کو خواب عطا ہُوا ہے

یہ آگہی بھی عطا کی ہے گمرہی نے مجھے
کہ تشنگی کو جو دریائے آب عطا ہُوا ہے

گُزار کر مجھے مجھ سے بہ عالمینِ ہزار
سوال عطا ہُوا ہے اور جواب عطا ہُوا ہے

جو کُھل گیا مری دستک پہ بابِ عالمِ "ھُو"
یہ اذنِ خاص سوئے بوتراب عطا ہُوا ہے

Scanned by CamScanner

☆

کیا عشق روگئی ہے درِنیم وا کی رات
سب داغ دھوگئی ہے درِنیم وا کی رات

تعبیر و خواب ایک دکھانے کی فکر میں
بے خواب ہوگئی ہے درِنیم وا کی رات

گلیوں میں گھومتی ہے اکیلے تمام رات
آوارہ ہوگئی ہے درِنیم وا کی رات

جاگی ہوئی تھی ایسی کہ سورج پہ رکھ کے سَر
لاچار سوگئی ہے درِنیم وا کی رات

تعبیر سے کیا ہے جو پردہ بہ شکلِ خواب
کچھ دیر سو گئی ہے درِنیم وا کی رات

Scanned by CamScanner

☆

نہ دُعا چاہیے ہے اور نہ دوا چاہیے ہے
درد ہر حال میں کہتا ہے خدا چاہیے ہے

کام آئیں گے گئے وقتوں کے مُلا نہ حکیم
ہے نیا مرض نئی اِس کو دوا چاہیے ہے

آپ مُکتی پہ ہیں راضی نہ ہی جنّت پہ ہے خوش
خود ہی بتلایئے پھر آپ کو کیا چاہیے ہے

سب یہ سمجھے میں خدا ڈھونڈنے نکلا ہُوا ہُوں
درحقیقت مجھے خود اپنا پتا چاہیے ہے

کچھ مُجھے سُننا ہے یارب مجھے کچھ کہنا ہے
خامشی چاہیے مجھ کو نہ صدا چاہیے ہے

بات کے بدلے میں ہے بات ہی درکار مجھے
چاہیے ہے نہ ستائش نہ صلہ چاہیے ہے

Scanned by CamScanner

☆

آج میری خامشی سے یہ فضا خاموش ہے
رات بھی سَر پر کھڑی ہے اور دیا خاموش ہے

شام تک آباد تھی کچھ آہٹوں کے وہم سے
رات کے سائے میں اب دل کی سَرا خاموش ہے

آج کی شب کچھ نہیں ہے بہرِ تسکیں و قرار
نغمہ گر چُپ ہے ستاروں کی ضیا خاموش ہے

آج اِس دل نے ہمیں اپنا تماشائی کیا
آج اُس تصویر کا ہر زاویہ خاموش ہے

اب مسافر ہے اکیلا پن ہے اور قدمیں کے ساتھ
دُور تک جاتا ہُوا اک راستا خاموش ہے

Scanned by CamScanner

☆

جب سفر کوئی اختیار کیا
اپنے سائے پہ انحصار کیا

سب نے رَد کر دیا تو پھر مَیں نے
اپنے ہونے کا اعتبار کیا

چاند کا سَر تھا میرے زانو پر
اِن ستاروں کو جب شمار کیا

تیرے پیچھے ہی چل پڑا کیوں میں
کیوں نہ خود اپنا انتظار کیا

صفر سے پہلے ''کیا'' کیا تھا شمار
صفر کے بعد ''کیوں'' شمار کیا

Scanned by CamScanner

☆

بیکار گیا شورِ دریا، صحرا کی خموشی جیت گئی
اے شورِ حرف وعدد تجھ سے، پھر ''لا'' کی خموشی جیت گئی

ہوتی تھی بات خدا پر جب، تھی بحث وجود اور لا پر جب
ہم سب کی بک بک ہار گئی حمزہ کی خموشی جیت گئی

جب دست وگریباں تھے علما، بدمست دلیل کی سبقت میں
ہو ہا کرتے سیرابوں سے تشنہ کی خموشی جیت گئی

پھر ''کیوں'' سے ''کیوں'' ہی ٹکرایا پھر ''کیا'' سے ''کیا'' ہی ٹکرایا
پھر ''ھُو'' کی خموشی جیت گئی پھر ''ھا'' کی خموشی جیت گئی

جب نیند سے سب کو جگایا گیا جب میرا خواب سنایا گیا
سب محو ہُوا شورِ ماضی فردا کی خموشی جیت گئی

Scanned by CamScanner

☆

مسئلہ عشق کی اَنا کا نہیں
درد کا جو نہیں دوا کا نہیں

درمیاں ہونے کے خُدا کو نہ لا
مسئلہ میرا ہے خُدا کا نہیں

گونجتی ہے یہ بے خودی کی اذاں
جو خودی کا نہیں خُدا کا نہیں

جانتی ہے ہَوائے شہر مجھے
اپنی مرضی کا ہُوں، ہَوا کا نہیں

نہ مجھے خوف ہے نہ لالچ ہے
میں سزا کا نہیں جزا کا نہیں

Scanned by CamScanner

☆

دِکھاوے کی تگ و دو سب سے قربت کی اداکاری
تجھے لے ڈوبے گی اک دن محبت کی اداکاری

ہے جلوت کا دکھانا کیا ہے خلوت کا چھپانا کیا
وہ جلوت کی اداکاری یہ خلوت کی اداکاری

ترا یہ مستقل بیزار رہنا یہ بتاتا ہے
تری بے حالتی میں بھی ہے حالت کی اداکاری

ہُوا کیا حال سے بے حال مجنوں ضعفِ وحشت میں
سبھی کرنے لگے ہیں اب تو وحشت کی اداکاری

یہ مارے دوزخ و جنّت کے بندے خوف و لالچ کے
خدا کے آگے کرتے ہیں عبادت کی اداکاری

Scanned by CamScanner

☆

دل سے کیوں دل کے دھڑکنے کا مزا جاتا رہا
کیا مِرے دل میں جو رہتا تھا خدا، جاتا رہا

"کیوں" سے اور "کیا" سے مرا دھیان ہٹانے کے لیے
درد و مرہم سے مِرا زخم بھرا جاتا رہا

کچھ نہ تھا ہاتھ میں مانا، نہ تھی آنے کی امید
کچھ تو تھا جس کے لیے ہاتھ مَلا جاتا رہا

پہلے سمجھاؤ مجھے کس کی سمجھ میں آیا
جو کہا جاتا رہا اور جو سنا جاتا رہا

نہ بتا پایا ہے کیا حرف و عدد سے آگے
جو لکھا جاتا رہا اور جو پڑھا جاتا رہا

کیا حقیقت میں اِسی خواب کو کہتے ہیں وصال
تانا بانا جو تصوّر میں بُنا جاتا رہا

Scanned by CamScanner

☆

''کون؟'' کا جب سوال رکھیے گا
پسِ ممکن، مُحال رکھیے گا

کوئی مانگے اگر جنوں کی مثال
آپ اپنی مثال رکھیے گا

کارِ وحشت سے موڑیے گا نہ مُنہ
حال، بے حالِ حال رکھیے گا

یا نہ دیجے گا دل کسی صورت
یا کلیجا نکال رکھیے گا

مُجھ سے اک بے خیال نے یہ کہا
آپ اپنا خیال رکھیے گا

زندگی تو رواں رواں ہے جناب
خود کو کتنا نڈھال رکھیے گا

Scanned by CamScanner

☆

ایک جلوہ جو نہاں ہے نہ عیاں ہے کیا ہے
وہم ہے، شک ہے، تصوّر ہے، گماں ہے، کیا ہے

جانے کس میں ہے حقیقت کا فسوں پوشیدہ
شمع ہے، شعلہ ہے، امکاں ہے، دھواں ہے، کیا ہے

اسے تنہائی کہوں یا اسے یکتائی کہوں
وقت ٹھہرا ہوا ہے یا کہ رواں ہے کیا ہے

کیا اِسی لمحے مِرا عالمِ "ھُو" سے ہے گُزر
ایک لمحہ جو سبک ہے نہ گراں ہے کیا ہے

ہے تو کیفیتِ انزال کی سرمستی ہے
مجھ پہ طاری نہ زماں ہے نہ مکاں ہے کیا ہے

دور تک مست سی اک سرمدی خاموشی ہے
یہ جو اک عالمِ بے شرح و بیاں ہے کیا ہے

Scanned by CamScanner

☆

عشق کا وزن دل و جاں پہ اٹھانے کے سوا
کوئی چارہ ہی نہیں جان سے جانے کے سوا

کس کی سنتا دلِ آوارہ کی سنتا نہ اگر
تھا ہی کیا بس میں مرے خاک اُڑانے کے سوا

اپنے ہونے کی کہاں جائیں دکھانے صورت
رنگ بھی کیا کریں تصویر میں آنے کے سوا

ہم نہیں جانتے کچھ، وقت کا آنا جانا
تیرے آنے کے سوا اور ترے جانے کے سوا

تم نے تو کیا نہ کیا تم تو خدا بن بیٹھے
ہم سے تو کچھ نہ ہوا وقت گنوانے کے سوا

Scanned by CamScanner

☆

مَوت سے بھاگا ہُوا جینے سے گھبرایا ہُوا
کون ہُوں؟ ہر دو جہانوں کا مَیں ٹھکرایا ہُوا

یہ گرہ پڑگئی ہے یا کہ یہ ڈالی گئی ہے
جانے اُلجھا ہُوا ہُوں جانے ہُوں اُلجھایا ہُوا

مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو یہ تماشا کیا ہے
میں تمھاری ہی طرح دہر میں ہُوں آیا ہُوا

جیسے نقطہ کوئی معلوم و نہ معلوم کے بیچ
میرا پوچھا ہُوا کیا، کیا ترا بتلایا ہُوا

اُس کی مرضی ہے وہ شکوہ کرے یا شکر کرے
ہر بشر ''مَیں'' کے کھلونے سے ہے بہلایا ہُوا

تُم بھی آجاؤ جہاں ''ھُو'' کے سوا کوئی نہیں
میری خلوت نے جہاں وقت ہے ٹھہرایا ہُوا

Scanned by CamScanner

☆

اب بُلندی کچھ نہیں ہے کچھ نہیں پستی مُجھے
عالمِ ''ھُو'' میں اُٹھا کر لے گئی مستی مجھے

عرش کی نزدیکی و دوری مگر مجھ سے نہ پُوچھ
بے پَر و برّاق کوئی لے گیا دَستی مجھے

شکریہ اے عشق تُو نے کر دیا ہے بے نیاز
عقل سے باندھے ہوئے تھی نیستی ہستی مجھے

کون سمجھے گا یہاں میرے اُجڑنے کا سبب
کون جانے گا بسانی ہے نئی بستی مجھے

مَر نہیں جاتا میں کیسے روشنی کرتا کشید
میرے اندر کی یہ تاریکی نہ گر ڈستی مجھے

Scanned by CamScanner

☆

ہے حُسن کی فطرت نہ جتانا نہ چھپانا
ہے مکتبۂ عشق سکھانا نہ پڑھانا

یہ دل ہے، مری جان یہاں جو بھی ہے بس "ہے"
اِس گھر میں کسی کا بھی نہ آنا ہے نہ جانا

روشن ہے تو روشن ہے اگر گُل ہے تو گُل ہے
اِس شمع کا بس میں ہے بجھانا نہ جلانا

اُتنا ہی مجھے دیکھنا جتنا مَیں نظر آؤں
بھُولے سے بھی یہ پردہ اُٹھانا نہ گرانا

تُم میری حقیقت سے ہی واقف نہیں حاجب
ممکن ہی نہیں مجھ کو بڑھانا نہ گھٹانا

یہ بات ہے کُچھ اور قصیدہ ہے نہ نوحہ
اِس بات کا مقصد ہے ہنسانا نہ رُلانا

Scanned by CamScanner

☆

ہم جس کو جانتے ہیں مُحبت کی بات ہے
وہ بات اُن کے واسطے وحشت کی بات ہے

اوّل کوئی سِرا ہے نہ آخر کوئی سِرا
اِس بات کا نہ جاننا غفلت کی بات ہے

مزدوریِ سوال سے فرصت نہیں ہمیں
کیا عشق کیا جنوں یہ فراغت کی بات ہے

غم میں کہاں دوام خوشی میں کہاں ثبات
یہ کیفیت کی بات ہے حالت کی بات ہے

اہلِ خبر کے واسطے مکرِ لطیف ہے
تم جس کو کہہ رہے ہو عبادت کی بات ہے

Scanned by CamScanner

مِل جائے تُو کسی کو یہ توفیق کی ہے بات
مُشکل کی بات ہے نہ سہولت کی بات ہے

یہ سطر سطر عالمِ "ھُو" کا فسانہ ہے
خلوت کی بات ہے نہ یہ جلوت کی بات ہے

یہ شاعری نہیں ہے یہ کچھ اور ہے نویدؔ
ہے واہ وا کی بات نہ شہرت کی بات ہے

Scanned by CamScanner

☆

سوچنا، سوچنا، سوچنا رہ گیا
اب خدا کی جگہ صرف "کیا" رہ گیا

کل تلک بولتی تھی خموشی جہاں
اب وہاں صرف سنّاہٹا رہ گیا

ہاتھ آیا نہ کچھ بھی سوائے خلا
دوڑنا بھاگنا سب دھرا رہ گیا

آنکھ کے سامنے تھی حقیقت مگر
میں تصوّر میں کھویا ہُوا رہ گیا

تُم نے دیکھا اُسے، تُم نے دیکھا اُسے
ایک سے دُوسرا پوچھتا رہ گیا

ہے جنوں کو کہاں ہوشِ کارِ خرد
جانے کیا ہوگیا جانے کیا رہ گیا

Scanned by CamScanner

☆

نگہہ کو دیکھنا دل کو دکھانا پڑتا ہے
پڑا ہے خود پہ جو پردہ اُٹھانا پڑتا ہے

کہاں یہ وہم، کہاں وہ حقیقتِ واجب
مگر محال کو ممکن بنانا پڑتا ہے

کہاں مثال، کہاں وہ، مگر برائے وجود
کسی مثال کو تو لے کے آنا پڑتا ہے

جواب یہ ہے مرا ہر جواب سے پہلے
سوال اُٹھتا نہیں ہے اُٹھانا پڑتا ہے

یہ اور بات اندھیرا اگرچہ ہے موجود
چراغ جلتا نہیں ہے جلانا پڑتا ہے

Scanned by CamScanner

اگر نہ ہو یہ تعلق تو بس دھواں رہ جائے
دیے کو لو سے تعلق نبھانا پڑتا ہے

وہ ہنسنے رونے کے دن خواب ہو گئے، اب تو
ہنسانا پڑتا ہے خود کو رُلانا پڑتا ہے

مگر یہاں تو کنواں ڈھونڈتا ہے پیاسے کو
سُنا تو یہ تھا کہ پیاسے کو آنا پڑتا ہے

نویؔد بیٹھے بٹھائے تو کچھ نہیں مِلتا
کوئی قدم تو بہ ہر حال اُٹھانا پڑتا ہے

Scanned by CamScanner

☆

آغاز کب ہُوا تھا سفر یاد بھی نہیں
ہم تھے کدھر، تھی راہ کدھر، یاد بھی نہیں

کس موڑ پر مڑے تھے کدھر سے کدھر کو ہم
وہ موڑ اور وہ راہ گزر یاد بھی نہیں

ہم مست کوئے یار تک آئے تھے کس طرح
تھے خوں میں تر کہ خاک بسر یاد بھی نہیں

کس کس طرح کھُلے تھے وہ بندِ قبا کے بند
ٹھہری کہاں کہاں تھی نظر یاد بھی نہیں

کس طرح پہنچے عالمِ "ھُو" میں کہیں تو کیا
پرواز یاد بھی نہیں پر یاد بھی نہیں

Scanned by CamScanner

ناسُوت و عرش و سرمد و لاہوت و لامکاں
آوارگی کو اب کوئی گھر یاد بھی نہیں

اب ہم وہاں ہیں وقت جہاں ہو گیا ہے صفر
گردش میں کب تھے شام و سحر یاد بھی نہیں

گھیرا ہے ایسے بے خبری نے مجھے کہ بس
مجھ بے خبر کو اپنی خبر یاد بھی نہیں

Scanned by CamScanner

☆

نفس کے دشت میں کوئی بگولا وار اٹھا
ترے خیال کا پیکر پسِ غبار اٹھا

جو سو گیا تھا بہاروں میں زیرِ سایۂ گُل
وہی خیال خزاؤں میں مشکبار اٹھا

وہی گلی وہی قریہ تھا جس جگہ سے میرؔ
میں تیرے بعد تری طرح اشکبار اٹھا

یہ کس کی آنکھیں بجھیں رہ گزارِ ہستی پر
دھواں یہ کیسا سرِ طاقِ انتظار اٹھا

نویدؔ پیڑ کے سائے میں تھا مکاں لیکن
جلا مکان تو سائے کا اعتبار اٹھا

Scanned by CamScanner

☆

ابر نے مٹی مہکائی اور بارش تیز ہوئی
اِک کمہارن یاد آئی اور بارش تیز ہوئی

خبر نہیں کمہارن کو کب اُس کی چولی بھیگی
کب چُنری سر سے سرک آئی اور بارش تیز ہوئی

بھیگی چولی سے چھن آئے بھیگے انگ کے رنگ
اِک دھنک سی لہرائی اور بارش تیز ہوئی

کسّے ہوئے کورے پنڈے پر جب جب بوند پڑی
خوشبو سے اِک آنچ آئی اور بارش تیز ہوئی

Scanned by CamScanner

ابر سے ٹپکا پانی تن پر تن سے ٹپکا رس
آنکھ پیالے بھر لائی اور بارش تیز ہوئی

تنہا تنہا بیٹھے بیٹھے بھیگا کی کچھ دیر
پھر وہ مرے پاس آئی اور بارش تیز ہوئی

اِک دوجے کی پریت میں بھیگے نکلے ساتھ نہانے
چھوٹی پڑگئی انگنائی اور بارش تیز ہوئی

Scanned by CamScanner

☆

اِک طرف سارے پری رُو مرا یار ایک طرف
سب قطار ایک طرف اُس کا شمار ایک طرف

رنگ اُس کا سا کہاں نازکی اُس کی سی کہاں
جسمِ یار ایک طرف فصلِ بہار ایک طرف

چمک اُس کی سی کہاں ہے دمک اُس کی سی کہاں
آفتاب ایک طرف ہے رُخِ یار ایک طرف

نغمہ اس کا سا کہاں نغمگی اس کی سی کہاں
اُس کی لَے ایک طرف صوتِ ہزار ایک طرف

جنبشِ پا نظر آئے نہ ہی نقشِ کفِ پا
رَمِ نور ایک طرف ہے رَمِ یار ایک طرف

سج کے نکلے تو ہزار آئنے بھی کم پڑ جائیں
آئنے ایک طرف اُس کا سنگھار ایک طرف

Scanned by CamScanner

☆

یہ چمن زارِ غزل آگ ہے جلنے کے لیے
عمر درکار ہے یاں گھٹنیوں چلنے کے لیے

بے بسی دیکھ مرے ہاتھ بھی اب ٹوٹ گئے
پاؤں پہلے ہی میسر نہ تھے چلنے کے لیے

قافلہ جاتا ہوا دیکھ کہ ملتا ہے وہ ہاتھ
کیا کروں میں جو نہ ہوں ہاتھ بھی ملنے کے لیے

دستِ دنیا مرا گلزار ترا شکر گزار
تو نے پھینکا تھا مجھے آگ میں جلنے کے لیے

صورتِ اشک ہُوں میں چشمِ تغیر میں اسیر
اور بے تاب ہُوں صدیوں سے نکلنے کے لیے

Scanned by CamScanner

☆

چلیں پھر خاک اُڑانے اُنہی گلیوں میں چلیں
تھے جہاں اپنے ٹھکانے اُنہی گلیوں میں چلیں

پھول گرتے تھے درختوں سے اُٹھاتے ہی نہ تھے
ایک اِک پھول اٹھانے اُنہی گلیوں میں چلیں

نہ صدا دیں گے نہ دروازوں پہ دستک دیں گے
بس گزرنے کے بہانے اُنہی گلیوں میں چلیں

ٹھنڈا ٹھنڈا سا وہ مہکا ہُوا درگاہ کا فرش
فرش پر لوٹ لگانے اُنہی گلیوں میں چلیں

وہ ابھی تک اُسی درگاہ میں رہتی ہے سُنا
کچھ اُسے یاد دلانے اُنہی گلیوں میں چلیں

اب بھی استادہ ہے نکّڑ پہ وہ بوڑھا برگد
کچھ اُسے حال سنانے اُنہی گلیوں میں چلیں

Scanned by CamScanner

☆

مفت کب ہاتھ یہ خاروں کا بچھونا آیا
گھر لٹا ہے تو ہمیں خاک پہ سونا آیا

ہائے وہ عشق وہ بچپن کہ مرے آنگن میں
چاند لے کر ترے چہرے کا کھلونا آیا

تیرے چومے ہوئے پیروں سے لہو رستا ہے
آج اس حال پہ اک شہر کو رونا آیا

پہلے بھی کون سنبھالے تھا شب و روز مگر
تجھ کو کھویا تو ہمیں عمر کا کھونا آیا

بچپنا خاک ہوا شہر کی گلیوں میں نوید
تب سمجھ میں مری ہونے کا نہ ہونا آیا

Scanned by CamScanner

☆

یاد آئے گی جب تُم کو وفا میں نہیں ہُوں گا
ڈھونڈو گے تُم اے اہلِ جفا میں نہیں ہوں گا

ہُوں برگِ گُل دہر پہ میں قطرۂ شبنم
لمحہ کوئی آ کر جو گیا میں نہیں ہوں گا

اُس باغ میں ہر صُبح کے مانند نہ پا کر
لینے مجھے آئے گی صبا میں نہیں ہوں گا

بھولے رہو تم اور ابھی میری ریاضت
یاد آئے گا جب تم کو صلہ میں نہیں ہوں گا

اَچھا ابھی سُن کر نہ سنو تُم مری آواز
پھر جب مجھے تُم دو گے صدا میں نہیں ہوں گا

از بس کے تصوّر میں بدل جائے گی تصویر
رہ جائے گی بس میری صدا میں نہیں ہوں گا

Scanned by CamScanner

کیوں؟

از

میر احمد نوید

Scanned by CamScanner

کیوں----

Scanned by CamScanner

اپنے بھتیجے علی رَوِش کے لیے

اے مِرے تازہ نفس اے مِرے سیارۂ نَو
تیرے چہرے سے ٹپکتا ہے مہ و مہر کا نور
تیری آنکھوں میں تر و تازہ جہانوں کا شعور
تیرے رونے میں ہے پوشیدہ نوائے ہابیل
مسکراہٹ ہے کہ روشن ہے فضا میں قندیل
اے مِرے تازہ نفس اے مِرے سیارۂ نَو

تو خلاؤں کا مکیں ہے ترا ہونا ہے الگ
تیرا امروز الگ ہے ترا فردا ہے الگ
میری دنیا سے سوا ہے تری دنیا کا شعور
تیرا پنہاں بھی الگ ہے ترا پیدا ہے الگ
اے مِرے تازہ نفس اے مِرے سیارۂ نَو

Scanned by CamScanner

یہ جو ہر گام پہ بکھرے ہوئے سیّارے ہیں
تجھ سے تابندہ ستارے کے لئے گھر ہوں گے
قربتیں ساری ترے دل میں سمٹ آئیں گی
فاصلے سارے ترے قد کے برابر ہوں گے
یہ ستارے جنہیں چھونے کی تمنا ہے تجھے
کل تری راہ میں مانندِ گُلِ تر ہوں گے
اے مرے تازہ نفس اے مرے سیارۂ نو

Scanned by CamScanner

مَیں

مَیں سے آغاز ہوئی خلوتِ بزمِ امکاں
مَیں کے اِس آئنہ خانے کا ہے مَیں ہی یزداں
مَیں نے ظاہر کیا خود کو تو بنے ارض و سما
مَیں ہی آدم کی شروعات ہے مَیں ہی شیطاں

مَیں نہ ہوتی تو نہ ہوتا کہیں اشیا کا ورود
مَیں کا آئین ہی ہے شرحِ عدم شرحِ وجود

مَیں کا امکان ہے یہ عالمِ صد آب و سراب
مَیں ہے سب میں وہ سمندر ہو کہ دریا کہ حباب
سامنے مَیں کے یہاں زانوئے دل تہہ کر کے
مَیں ہی پڑھ سکتی ہے مکتب مَیں فقط میں کی کتاب

زیرِ شمشیر الف مَیں ہی تو سر رکھتی ہے
یہ نظر رکھتی ہے ہونے کی خبر رکھتی ہے

Scanned by CamScanner

مَیں ہے اِس دہر کی ویران سرائے کا چراغ
مَیں کی حیرت میں نظر آتا ہے گم مَیں کا دماغ
شمع ہے دُود ہے پروانہ ہے یا راکھ ہے میں
ڈھونڈتی ہی رہی مَیں پا نہ سکی مَیں کا سراغ

مَیں نہ نادیدہ ہے ہر چشم کو نے دیدہ ہے
یہ وہ بیدار کہ ہر ذات میں خوابیدہ ہے

مَیں کی ہستی ہی میں موجود ہے یاں مَیں کا عدم
مَیں کی ہی آنکھ سے دیکھو تو نظر آئے قِدم
ذات ہی میں نہیں مَیں ذات سے باہر بھی ہے مَیں
مَیں سے اُٹھتے ہی قدم مَیں ہی میں پڑتے ہیں قدم

مَیں سے آباد ہے ہر گوشۂ میخانۂ ہست
مَیں نظر آتی ہے در ساغر و پیمانۂ ہست

Scanned by CamScanner

کون لائے گا سرِ دہر فنا 'مَیں' کی مثال
چشمِ خیرہ کو نظر آئے گا کیا 'مَیں' کا جمال
'مَیں' میں پوشیدہ ہے ہر رازِ شہود و مشہود
'مَیں' ہی ہر ذرّۂ نادیدہ میں ہے حسن و جلال

'مَیں' جو اِس شان سے اشیا میں نظر آتی ہے
آنکھ پڑتی ہے تو حیرت سے ٹھہر جاتی ہے

آپ عاشق ہے یہ 'مَیں' آپ ہی محبوب یہ 'مَیں'
آپ طالب ہے یہ 'مَیں' آپ ہی مطلوب یہ 'مَیں'
بچ ہی سکتی نہیں 'مَیں' آپ میں 'مَیں' کی زد سے
آپ غالب ہے یہ 'مَیں' آپ ہی مغلوب یہ 'مَیں'

ایک تنہائی کا صحرائے لق و دق ہے یہ 'مَیں'
'مَیں' سے آگاہ ہو گر 'مَیں' تو اناالحق ہے یہ 'مَیں'

Scanned by CamScanner

چمنِ دہر میں یاں جزو بھی مَیں کُل بھی ہے مَیں
مَیں کے آلام پہ ہنستا ہے جو وہ گل بھی ہے مَیں
نیستی سے گلے مل کر بہ صد اندوہ و ملال
مَیں کی ہستی پہ جو روتی ہے بلبل بھی ہے مَیں

غور سے دیکھو تو اِس باغ میں ہر جا مَیں ہے
شبنم و برگ و گل و شاخ سے پیدا مَیں ہے

عیب موجود جہاں ہے وہاں بے عیب ہے مَیں
دوسرا مَیں سا نہیں کوئی بھی لاریب ہے مَیں
کیا کرشمہ ہے فسوں کاری و پرکاری کا
کہ نظر آتی ہے ہر شے میں مگر غیب ہے مَیں

اتنے بکھراؤ میں موجود ہے ترتیب کا حسن
دیکھ اے چشم یہ ہے غیب کی تہذیب کا حسن

Scanned by CamScanner

مَیں وہ سودا ہے جسے سود و زیاں کچھ بھی نہیں
مَیں وہ مستی جسے اندیشۂ جاں کچھ بھی نہیں
وقت ہر چند مٹاتا ہے ہر اِک شے کو مگر
مَیں ہے موجود جہاں وقت وہاں کچھ بھی نہیں

یہ وہ شے ہے کہ ہے ہر قیدِ مکاں سے آزاد
یہ وہ آزادہ و خودبیں کہ زماں سے آزاد

مَیں کی خلوت میں گم آفاق کی تنہائی ہے
مَیں کی خلوت تو خود اِک انجمن آرائی ہے
مَیں کے ظاہر سے پہاڑوں کی سی ہیبت ہے عیاں
مَیں کے باطن میں سمندر کی سی گہرائی ہے

مَیں جب آفاق کے پیالے سے چھلک جاتی ہے
ذات کے آئینہ خانے سے جھلک جاتی ہے

Scanned by CamScanner

خواب میں چشم بھی میں خواب کی تعبیر بھی مَیں
رنگ بھی میں ہے مصور بھی میں تصویر بھی مَیں
مَیں کی حد سے کوئی جائے گا نکل کر کیسے
پاؤں میں ہے کہ جنوں میں ہے کہ زنجیر بھی مَیں

اِسی زنجیر کی کڑیاں ہیں مہ و مہر و فلک
اِسی زنجیر کے قیدی بشر و جن و ملک

دل اگر مَیں ہے تو دل رب ہے کہ رب خود مَیں ہے
مَیں مسبب ہی نہیں مَیں کا سبب خود مَیں ہے
مَیں ہے کیا عشق جو کرتے ہیں وہ سب جانتے ہیں
کاسۂ عشق میں یاں مَیں کی طلب خود مَیں ہے

مَیں تو اِک بحر ہے کاسے میں سمائے کیسے
آپ سے جائے کہاں آپ میں آئے کیسے

Scanned by CamScanner

پردۂ خاک سے پیوند ہے پردہ مَیں کا
ذرّے ذرّے میں نظر آتا ہے چہرہ مَیں کا
مَیں کی حد کوئی نہیں حد سے یہ بالا ہے کہ ہے
وسعتِ انفس و آفاق پہ سایہ میں کا

مَیں ہی وسعت کدۂ ذات میں مَیں کی حد ہے
موت کیا چیز کہ یہ موت تو مَیں کا رد ہے

مَیں ہے وہ راز کہ خود مَیں کا ازل ہے مَیں سے
غایتِ علت و معلول و علل ہے مَیں سے
شمع کی لَو ہی میں جس طرح سے پوشیدہ ہے دُود
ہر تجلّی میں اسی طرح خلل ہے مَیں سے

مَیں ہے خود آپ خبر مَیں کی خبر کوئی نہیں
ہائے یہ رمز یہاں جانتا پر کوئی نہیں

Scanned by CamScanner

جلوہ سامانیِ بیرون و دروں بھی مَیں ہے
عشق بھی مَیں ہے خرد مَیں ہے جنوں بھی مَیں ہے
مَیں کو تخلیق کیا جس نے وہ مَیں ہے خود بھی
یعنی مخفیِ ازل کن فیہ کوں بھی مَیں ہے

مَیں کو تخلیق کیا رب نے جہاں سے پہلے
اس کو ترتیب دیا جسم میں جاں سے پہلے

مَیں کے جلووں کی فقط طالبِ دیدار ہے مَیں
سرِ بازارِ جنوں مَیں کی طلب گار ہے مَیں
ایک رکھتی ہے تو اِک پاؤں اُٹھا لیتی ہے
جتنی آزاد ہے میں اتنی گرفتار ہے مَیں

اختیار اس کا کہیں جبر سے آزاد نہیں
یہ ہے وہ قید کہ جس کی کوئی میعاد نہیں

Scanned by CamScanner

مَیں زمیں میں ہے زماں میں ہے مکاں میں ہے مکیں
باغِ ہستی میں نہیں کوئی بھی گل مَیں سا حسیں
کوچۂ حسن میں مَیں گھومتی ہے کاسہ بدست
کاش مل جائے اِسے بھیک میں چشمِ خودبیں

خود کو دیکھے تو کُھلے اس پہ کہ حیرت کیا ہے
مَیں کی یہ جلوہ گہِ کثرت و وحدت کیا ہے

ہاں سنو عبد بھی مَیں عبد کا معبود بھی مَیں
ذاتِ پروانہ بھی مَیں شمع بھی مَیں دود بھی مَیں
مَیں کی دہلیز پہ ہے سجدہ کناں مَیں کی جبیں
خالق و خلق بھی مَیں ساجد و مسجود بھی مَیں

مَیں اگر عبد کی معبود کی مَیں سے مل جائے
چاک در چاک یہ آدم کا گریباں سِل جائے

Scanned by CamScanner

مَیں لگاتی ہے یہ نعرہ پسِ ہر نعرۂ ھُو
تو مِرا تو ہے سرِ ہستیِ دل میں ترا تو
مَیں جب اِک عالم اثبات میں مَیں سے گزری
تُو کی صہبا سے لبالب ہوا تب مَیں کا سبو

تو میں رہتے تھے جو گم آپ میں دونوں مَیں تھے
رفت یا بود نہ تھے عشق میں دونوں ''ہیں'' تھے

بارِ ہفت آسماں سر پر یہ لئے گھومتی ہے
اپنی ہی ذات میں گم شام و سحر جھومتی ہے
کہکشاؤں سے بھی آگے ہے کہیں اِس کا گزر
کبھی افلاک کبھی خاکِ زمیں چومتی ہے

یہ نہ معبد میں نہ مندر میں نہ درگاہ میں ہے
یہ تو اِک سیل ہے اور دل کی گزر گاہ میں ہے

Scanned by CamScanner

مَیں سے خود کو نہ جدا کر کہ خدا ہے اِس میں
مَیں سے پیوست ہی رہ رازِ بقا ہے اِس میں
مَیں سے ملنے کی تمنا ہے تو اے پر تو ذات
خود کو خاشاک بنا سیلِ فنا ہے اِس میں

خود کو پروانہ تو کر ہستیِ دائم ہے یہ مَیں
شمعِ یزداں ہے یہ مَیں شعلۂ قائم ہے یہ مَیں

Scanned by CamScanner

وقت

وقت کُن ہے تو تغیر فیکوں کے مانند
کب فسوں کوئی تغیّر کے فسوں کے مانند
وقت سرخیِ تغیّر لیے بس دم ہمہ دم
دوڑتا پھرتا ہے شریانوں میں خوں کے مانند

ناتمامی کا وہ عالم ہے جنوں کی ہر دم
چاہیے اِس کو صدا کُن فیکوں کی ہر دم

وقت نے رات سے دن دن سے نکالی ہے یہ رات
وقت ہی مرکزِ جدلّیتِ نور و ظلمات
یہ ہمیشہ سے ہمیشہ کے لئے ہے دائم
یہ صفت اور کسی کی نہ کسی کو یہ ثبات

ہوئے کتنے ہی ازل اِس کے ابد سے پیدا
آج کتنے ہوئے کل اِس کے ابد سے پیدا

Scanned by CamScanner

وقت ہی سے دلِ ہر ذرّہ میں ہے رستا خیز
قطرہ و بحر میں یہ موجزن آہستہ و تیز
ساغرِ چشم میں اِس کی وہ تغّیر ہے کہ بس
گاہ الفت سے ہے پُر گاہ غضب سے لبریز

نار و نور اِس کی تجلّی میں سمائے ہوئے ہیں
وقت کے ہاتھ مہ و مہر اُٹھائے ہوئے ہیں

بے قراری ہی میں مضمر ہے تغّیر کا قرار
یہ فنا ہے، یہ بقا ہے، یہ خزاں ہے، یہ بہار
آج جو خاک ہے کہیے گا اسے کل گلِ نو
آج جو ہے گلِ نو کل اُسے کہیے گا غبار

وقت خود نقش بناتا بھی مٹاتا بھی ہے
نظر آتا ہے کہ آتا بھی ہے جاتا بھی ہے

Scanned by CamScanner

قہر و غیض و غضب و ہیبت و رعب و اجلال
تیز و طرّار و کرخت و یم و طوفان و وبال
دوش و فردا ہیں جو اِس طرح سے ہنگامہ بہ دوش
اِس تلاطم میں کہاں پاؤں ٹکا سکتا ہے حال

وقت کے سیل میں ماضی ہے کنارِ فردا
حال کچھ بھی نہیں جز مشتِ غبارِ فردا

وقت کے سیل کی ہستی میں کسی کو نہیں تاب
دریا چھپتا ہے سمندر میں تو دریا میں حباب
پشتِ پا مار کے جس کو بھی گزرتا ہے یہ وقت
اس کو سینے سے لگاتی ہے فنا بڑھ کے شتاب

کشتۂ وقت کی منزل ہے فنا کا آغوش
اور پردے میں فنا کے ہے بقا کا آغوش

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھنے سید حسین احسن..... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

وقت قطرہ بھی ہے دریا بھی ہے قلزم بھی ہے
وقت کے ساتھ تغیّر کا تلاطم بھی ہے
ابھی قطرہ، ابھی دریا، ابھی قلزم، یہ کیا
وقت لگتا ہے کہ موجود بھی ہے گم بھی ہے

اس کی موجوں میں روانی کے سوا کچھ بھی نہیں
کیا ملا تشنہ دہانی کے سوا کچھ بھی نہیں

وقت بنیاد بھی سایہ بھی ہے دیوار بھی ہے
وقت خامہ بھی ہے نقطہ بھی ہے پرکار بھی ہے
دائرہ وار ہے مجموعۂ تکمیل و تضاد
آتش و آب بھی ریشم بھی ہے تلوار بھی ہے

عقل انگشت بہ دنداں ہے کہ یہ وقت ہے کیا
بے بس و ششدر و حیراں ہے کہ یہ وقت ہے کیا

Scanned by CamScanner

وقت ہے چاک میں بھی گردشِ کوزہ میں بھی ہے
وقت ذرّے میں بھی ہے وسعتِ صحرا میں بھی ہے
وقت کس میں نہیں موجود بہ قدرِ موجود
وقت قطرے میں بھی موجود ہے دریا میں بھی ہے

ذرّہ صحرا سے نہ دریا سے جدا قطرہ ہے
ہاں مگر وقت مِلاتا ہے جدا کرتا ہے

یمِ آب ایک طرف ہے یمِ وقت ایک طرف
سیلِ خوں ایک طرف ہے دمِ وقت ایک طرف
جنبشِ پا نظر آئے نہ ہی نقشِ کفِ پا
رمِ نور ایک طرف ہے رمِ وقت ایک طرف

یعنی رفتار ہے رفتار ہے رفتار ہے وقت
ہائے آزاد ہے اتنا کہ گرفتار ہے وقت

Scanned by CamScanner

وقت اِک سیل ہے اور وقت کا یہ سیل رواں
سب بہائے لیے جاتا ہے زمیں ہو کہ زماں
آمد و رفتِ تغیّر کی دھمک سے ہمہ وقت
برلبِ ہستیِ اشیا الحفیظ و الاماں

حالتِ خوف چھپائے سے بھی کب چھپتی ہے
شب میں دن چھپتا ہے اور دن میں یہ شب چھپتی ہے

دیکھ یہ عالمِ اشیاء ہے تہہِ کُن فیکوں
وقت ہی ظاہر و باطن ہے چہ بیروں چہ دروں
موجۂ وقت سے آگے نہ جنوں ہے نہ خرد
بے سکوں ہے یہ جہاں بس حرکت کو ہے سکوں

اِسی حرکت سے ہی گردش میں زمیں ہے ہر دم
مہر کو جس جگہ ہونا تھا وہیں ہے ہر دم

Scanned by CamScanner

عرصۂ کون و مکاں ہو کہ دمِ لوح و قلم
چوبِ منبر ہو کہ ہو دودِ اگردانِ صنم
مشعلِ مندر و درگاہ کہ قندیلِ مزار
قمقمہ ہائے کلیسا ہوں کہ ہو شمعِ حرم

سب میں پیدا و نہاں وقت کا یہ سیل رواں
کس کو دیتا ہے اماں وقت کا یہ سیل رواں

وقت چاہے تو ابھی بستیِ کہنہ دے اجاڑ
ڈال دے نیشِ تغیّر سے فصیلوں میں دراڑ
یہ جو قائم ہیں تو یہ وقت کی مہلت ہی سے ہیں
وقت چاہے تو ابھی ریت نہ بن جائیں پہاڑ

یہ جو چاہے تو ہَوا کیا ہے زمیں تھم جائے
جو جہاں ہے وہیں رہ جائے وہیں تھم جائے

Scanned by CamScanner

موجِ سرکش کے تیئں ممکن و موجود ہے کیا
کار و بازارِ زیاں کیا خلشِ سود ہے کیا
تیز رفتاریِ سیلابِ تغیر کے تیئں
شمعِ صد رنگ ہے کیا شعلہ ہے کیا دُود ہے کیا

تابشِ انجمِ معدوم سے ظاہر ہے فنا
کتنا روشن ہو کوئی نوبتِ آخر ہے فنا

گردشِ ساغر و پیمانہ و افلاک ہے کیا
گِل ہے کیا کوزہ ہے کیا حلقہ گہِ چاک ہے کیا
تیزی و تندیِ رفتارِ فنا کے آگے
گل ہے کیا برگ ہے کیا شاخ ہے کیا تاک ہے کیا

ہے تغیّر کا وہ عالم یہ ابھی ہیں ابھی نَیں
ہاں فقط وقت ہے پیہم یہ ابھی ہیں ابھی نَیں

Scanned by CamScanner

مہ و خورشید ہیں کیا ثابت و سیّار ہیں کیا
بنتی مٹتی ہوئی تہذیبوں کے آثار ہیں کیا
زد پہ آئیں جو تغیّر کی تو ہیں مشتِ غبار
گھر ہیں کیا شہر ہیں کیا کوچہ و بازار ہیں کیا

وہ تغیّر ہے کہ آباد یہاں کوئی نہیں
وقت کے دام سے آزاد یہاں کوئی نہیں

ہاں فقط عشق ہے آزاد سرِ عرش و زمیں
جس کی حد ہے کوئی ظاہر نہ کنارہ ہے کہیں
عشق خود سیل ہے کیا اس کے تئیں وقت کا سیل
عشق ٹھہرا ہے جہاں وقت وہاں کچھ بھی نہیں

عشق کا اور زماں ہے یہ زماں ہے کچھ اور
عشق کا اور مکاں ہے یہ مکاں ہے کچھ اور

Scanned by CamScanner

آئینہ

طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئنہ
گویا حریمِ حسن میں داخل ہے آئنہ
جب آئنہ وجود ہے جب آئنہ شہود
پھر کیا کہیں کہ کس کے مماثل ہے آئنہ

آئنہ کُن ہے اور فیکوں کائنات ہے
وسعت میں اس کی دائرۂ شش جہات ہے

ہے ثبت ہر دوام پہ آئینے کا دوام
یہ رَو بہ رَو قطار میں چہروں کا اژدھام
اِک رُو نہ سطح وقفے کے قابل نظر پڑی
دیکھا بہ رنگِ آبِ رواں آئنہ تمام

اِک آئنے میں ایک سے چہرے تھے سب رواں
چشم و مژہ و ابرو و رخسار ولب رواں

Scanned by CamScanner

اِک سیل ہے یہ آئنہ اِس کے سوا ہے کیا
اس رَو میں حال و ماضی و فردا بھلا ہے کیا
اِس کا جواب ڈھونڈتی پھرتی ہے موجِ وقت
پھر بھی ہے یہ سوال وہیں آئنہ ہے کیا

اِس آئنے ہی سے رُخِ خورشید زرد ہے
اِس آئنے کے آگے تو یہ وقت گرد ہے

اِس آئنے کی تاب کوئی لائے کیا مجال
لب کیا ہلیں پلک کا جھپکنا یہاں محال
حیرت ہی کرسکے تو کچھ اِس سے کرے کلام
حیرت ہی پر کُھلے گی یہ خاموشیِ جمال

مانا کہ خامشی کی بہت تہہ دبیز ہے
حیرت تو خامشی سے بھی آگے کی چیز ہے

Scanned by CamScanner

آئینہ ہی جنوں ہے یہ آئینہ ہی پری
اے چشم آئنے سے گزر یوں نہ سرسری
عریاں ہے اِس کے حسن سے ہیبت جمال کی
پیدا ہے اِس سے خاک کے پُتلے میں تھرتھری

اِس آئنے کے آگے قضا و قدر ہے کیا
اِس آئنے سے آگے بھی کچھ ہے مگر ہے کیا

آئینۂ خرد میں کچھ آتا تو ہے نظر
پر کیا ہے اور کیوں ہے یہ کھلتا نہیں مگر
ہر دم دکھا رہا ہے نیا رنگ آئنہ
اور چشم کہہ رہی ہے برابر دِگر دِگر

یہ چشم کم نہیں ہے یہ آئینہ کم نہیں
اس ربط کے وجود کا کوئی عدم نہیں

Scanned by CamScanner

آئینہ وہ ہے جس میں کہ چہرہ دکھائی دے
ماضی کو دیکھنے چلیں، فردا دکھائی دے
آئینہ وہ ہے جس میں تغیّر کا ہو سراغ
قطرے کو دیکھنے چلیں، دریا دکھائی دے

خیرہ ہو چشمِ دل وہ تماشا نظر پڑے
ہو آئنہ ہی آئنہ جس جا نظر پڑے

حسرت ہے جس کی باغ کو وہ گل ہے آئنہ
اِک نور ہے کہ جس کا تسلسل ہے آئنہ
وہ سیلِ رنگ ہے کہ ٹھہرتی نہیں نگاہ
ہے جزو گر کہیں تو کہیں کل ہے آئنہ

دیکھو تو اور ہی ہے تماشائے آئنہ
طوطی کے لب پہ ہے ہمہ دم ہائے آئنہ

Scanned by CamScanner

شفّاف اس قدر ہے کہ شیشہ ہے آئنہ
یوں ہے کہ سانس لینے سے دھندلا ہے آئنہ
اپنی چمک میں حیرتِ یوسفؑ لیے ہوئے
اِک عمرِ انتظارِ زلیخا ہے آئنہ

یہ بات صرف یوں ہی نہیں بلکہ یوں بھی ہے
آئینہ عشق بھی ہے خرد بھی جنوں بھی ہے

آئینہ دیکھنا ہمہ وقت اِک وبال ہے
آئینہ دیکھنا ہمہ وقت اِک کمال ہے
ماضی ہے چشمِ ہوش کو آئینۂ جہاں
چشمِ جہاں نما کو تماشائے حال ہے

جو دیکھتی ہے چشمِ تماشا ہے گم کہیں
ماضی کی تہہ میں عرصۂ فردا ہے گم کہیں

Scanned by CamScanner

آئینہ تہہ بہ تہہ ہے تری چشم تہہ بہ تہہ
آئینہ گر خموش ہے تو بھی خموش رہ
آئینے کے سوال کا حیرت سے دے جواب
اس سیلِ خامشی میں خموشی کے ساتھ بہہ

اپنی فنا ثباتِ تغیّر میں گم تو کر
تو خود کو آئنے کے تحیّر میں گم تو کر

ہے آئینے کی تہہ میں فلک آئنے کو دیکھ
جھپکے نہ خیرگی سے پلک آئنے کو دیکھ
اِس آئینے سے خود کو بھی تو آئینہ بنا
شفاف آپ ہونے تلک آئنے کو دیکھ

دیکھ اِس طرف بھی دیدۂ حیراں اُٹھا کے دیکھ
یہ بارِ آئنہ سرِ مژگاں اُٹھا کے دیکھ

Scanned by CamScanner

جو دیکھتی ہے چشم دکھاتا ہے آئنہ
کھوئے ہوئے کو آپ میں لاتا ہے آئنہ
اِک وزن چشمِ محو نظارہ پہ ڈال کر
اِک وزن ہے کہ خود پہ اُٹھاتا ہے آئنہ

تقسیمِ وزن ہی سے تو قائم ہے ربطِ دید
آئینے کو دوام ہے دائم ہے ربطِ دید

آئینے کے ازل کو ابد ہم نے کر دیا
اے وقت جا بھی اب تجھے رَد ہم نے کر دیا
تسبیح کو سبو سے بدل کر خدا کو آج
بالاتر از شمار و عدد ہم نے کر دیا

اُٹھتا نہ تھا یہ بارِ جنوں پر اُٹھا لیا
اس دستِ ناتواں نے یہ ساغر اُٹھا لیا

Scanned by CamScanner

اے آئنے ہم عشق ہیں جانا ہے کیا ہمیں
چل دیں جو ایک بار تجھے سے نہیں تھمیں
مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں
جب آئنے کے سامنے ہم آکے ھُو کریں

ہم آئنے سے اور یہ آئینہ ہم سے ہے
یہ وحدتِ نظارہ ہمارے ہی دم سے ہے

آگے ہو کیا سخن کہ ابھی تک سوال ہے
میں کیا ہوں اور کیا میری تابِ جمال ہے
ہستی کو سوچتا تھا کہ آیا خیالِ دام
پھر آئنہ جو دیکھا تو دیکھا کہ بال ہے

گو آئنہ میں جلوۂ نا پید و پید ہوں
کھلتا مگر نہیں ہے کہ میں کب سے قید ہوں

Scanned by CamScanner

خوف

خوف کے دم سے ہے عالم میں طلسمِ تگ و تاز
خوف ہے پردہ درِ راز مگر آپ ہے راز
کس سے ہے طائرِ جاں کو حرکت کیا کہیے
خوف پوشیدہ ہے پرَ میں کہ ہے پرَ میں پرواز

گِھر گئی خوف میں یا خوف نے گھیری ہے حیات
پھر گئی خود ہی جدھر خوف نے پھیری ہے حیات

اور انسان سمجھتا ہے یہ ہے اُس کا کمال
یہ تمدن یہ ترقی یہ چکاچوند یہ حال
کیا کہوں باعثِ غوغائے سگِ فطرت ہے
پسِ تہذیب یہ انساں کا عروج اور زوال

اِس طرف تو سگِ فطرت نے بھگایا ہے اِسے
خوفِ سگ ہے یہ بشر سمت سمجھتا ہے جسے

Scanned by CamScanner

خوف عزہ و منات ہبل و لات و الہ
خوف کے بت نے تراشے یہ ثواب اور گناہ
ڈال کر جنّت و دوزخ کی بنائے بر خوف
خوف نے خوف سے ڈھونڈی یہ نکلنے کی راہ

خوف پر پھر بھی کسی خوف کی طاری رہی رُت
خوف توڑا کیا بت خوف بنایا کیا بت

خوف نے شک کیا پیدا کیا پھر شک سے یقیں
پھر یقیں پر کیا شک اِس میں کوئی شک ہی نہیں
ہائے انساں کے یقیں کی قسم اِس شک کی قسم
کبھی ٹھہری تو کبھی آ گئی گردش میں زمیں

خوفِ جدلّیتِ اوہام بدلتا ہی رہا
بندوبستِ سحر و شام بدلتا ہی رہا

Scanned by CamScanner

خوف ہی ہے کہ جو کرتا ہے بشر کی تہذیب
بس کہ دیتا ہے یہی داخل و خارج ترتیب
معبد و بت کدہ و مندر و درگاہ و کلس
اِن کی بنیاد میں شامل ہے اِسی کی ترکیب

ہر نفس باعثِ تعمیر و خرابی ہے یہ خوف
گِل تریاق ہے خارِ دمِ افعی ہے یہ خوف

وحی ہے علم ہے الہام ہے حکمت ہے یہ خوف
ایک مجموعۂ اوہام و حقیقت ہے یہ خوف
نڈری پیشِ قدم ہے پسِ اقدام ہے یہ
حرکت سے جسے نسبت ہے وہ حالت ہے یہ خوف

یہ تحرّک یہ خطِ جہد و عمل خوف سے ہے
ہر نفس تازہ و نو ردّ و بدل خوف سے ہے

Scanned by CamScanner

تیرِ فطرت کا بشر شست ہے اور کچھ بھی نہیں
نیست کا واہمہ ہست ہے اور کچھ بھی نہیں
حاصلِ ہمہمۂ آدمِ بے بس کیا ہے
جست کے بعد پھر اک جست ہے اور کچھ بھی نہیں

جست بس دائرہ خوف بدل دیتی ہے
حالِ پروانہ کہاں طوف بدل دیتی ہے

کب یہ انساں کو خبر ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے
گُل کو معلوم نہیں لُو کہ صبا چاہتا ہے
خوف کھاتا ہے مکاں سے در و دیوار سے خوف
اور رہنے کے لئے بھی کوئی جا چاہتا ہے

بے مکانی کا یہی خوف بناتا ہے مکاں
پھر یہی خوفِ مکاں ہے جو گراتا ہے مکاں

Scanned by CamScanner

یہ خودی اور یہ انا خوف کے پالے ہوئے ہیں
وقت کا وزن جو کاندھوں پہ سنبھالے ہوئے ہیں
ہاں بہ ہر لحہ بہ ہر گام مسلسل پیہم
آنکھیں آنکھوں میں جو تقدیر کی ڈالے ہوئے ہیں

خوف ہی نے تو یہ پیدا کیے اسبابِ نبرد
جس نے انساں کو سکھائے ہیں یہ آدابِ نبرد

خوف نے اپنی ہی دیوار میں در پیدا کیا
خوف نے بے پری خوف سے پَر پیدا کیا
چھوٹے چھوٹے جو تھے وہ خوف نگلنے کے لیے
خوف نے ایک بہت ہی بڑا ڈر پیدا کیا

کہ یہ ڈر موت کا جو دل میں ہے ڈر ختم کرے
خیر پر لا کے یہ افسانۂ شر ختم کرے

Scanned by CamScanner

خوف بھر دیتا ہے انساں کے جسد میں قوت
صَرف کرتا ہے پھر انساں کی مد میں قوت
اب وہ نیکی میں کرے یا وہ بدی میں کرے صَرف
ہے وہی رشک میں جتنی ہے حسد میں قوت

ڈر محرک ہے پہ بیگانۂ نیک و بد ہے
یہ تو انساں ہے جو دیوانۂ نیک و بد ہے

جتنا ہے خوف جسے اُتنا بہادر ہے وہ
جس کی قیمت نہیں جز حسن کوئی دُر ہے وہ
خوف جتنا جسے بے خوف کرے عالم میں
اتنا ہی بندۂ آزاد ہے وہ حُر ہے وہ

خوفِ جاں حد سے گزر کر بھی جو بے خوف نہ ہو
پھر تو بس شمع ہو پروانہ ہو اور طوف نہ ہو

Scanned by CamScanner

حسن کے خوف نے پیدا کیا انسان میں عشق
اِس مسافر کے لیے رکھ دیا سامان میں عشق
جو بھی امکاں ہے وہ امکاں سے نہیں ہے باہر
جب تلک ہے یہاں انسان کے امکان میں عشق

عشق قادر ہے سو ترتیب بدل ہی دے گا
وقت کے ساتھ یہ تہذیب بدل ہی دے گا

شبِ انساں کو یہ امیدِ سحر خوف نے دی
دیکھنے کے لیے فطرت کو نظر خوف نے دی
دامِ فطرت کے فنا کیش ستوں کے نیچے
نہ تھی انساں کے لئے زیست مگر خوف نے دی

یعنی فطرت کو برتنے کا طریقہ بخشا
موت کے خوف نے جینے کا سلیقہ بخشا

Scanned by CamScanner

موت کے نام سے خود آئی ہے فطرت کو بھی موت
موت کے آگے ہے ہر ایک حقیقت کو بھی موت
ایک چہرہ ہے کہ ٹھہرے گا مگر موت کہ جب
مقتدر کو بھی یہاں موت ہے قدرت کو بھی موت

موت اوّل کو بھی اوسط کو بھی آخر کو بھی ہے
موت باطن کو بھی ہے موت کہ ظاہر کو بھی ہے

ہے فنا دہر کا مقدور بقا ہو کہ نہ ہو
موت خود ایک حقیقت ہے خدا ہو کہ نہ ہو
موت ہے جس سے نہیں ہے کسی ہستی کو مفر
راز گو موت کا ہستی پہ کھلا ہو کہ نہ ہو

مَوت معلوم ہے بس اور ہے سب نامعلوم
مَوت آئے گی مگر آئے گی کب نامعلوم

Scanned by CamScanner

آنکھ جتنی بھی کھُلے کم نہ تحیّر ہوگا
مَوت ہے ایسا خلا جو نہ کبھی پُر ہوگا
زندگی اُس کی حقیقت ہے کہ ویسی ہوگی
جس کا جو مَوت کے بارے میں تصوّر ہوگا

مَوت ہی زندگیِ جاں کی گرہ کھولتی ہے
اِک کے بعد اِک نئے امکاں کی گرہ کھولتی ہے

زندگی حسن ہے اور حسن کی تکمیل ہے مَوت
حسن سے پہلے مگر عشق کی تشکیل ہے مَوت
عشق کے حسن میں ڈھل جانے کی تکمیل تلک
ایک تشکیل ہے تشکیل کی تفصیل ہے مَوت

مَوت کے حسن سے اب عشق کرو یا نہ کرو
تمہیں مرنا ہے بہر حال مرو یا نہ مرو

Scanned by CamScanner

یا ڈرو موت سے تم یا نہ ڈرو موت تو ہے
عمر کی چاپ سنو یا نہ سنو موت تو ہے
موت اِک ایسی حقیقت ہے جو شیریں ہے نہ تلخ
وہ گرے تم پہ کہ تم اس پر گرو موت تو ہے

مان لو موت نے ہی پیدا کیا ہے تم کو
زندگی نے تو فقط مُردہ کیا ہے تم کو

عشق کر اس سے کہ بس عشق کے قابل ہے یہ موت
حسرتِ قیس ہے یہ لیلیِٰ محمل ہے یہ موت
تو نے ہی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اِس کو
تو ہی غافل ہے کہ تجھ سے کہاں غافل ہے یہ موت

تو ہے گر موج تو اِک بحر کی ہلچل ہے یہ
نا مکمّل ہے تو اور حسن مکمل ہے یہ

Scanned by CamScanner

مَوت مَیں کو بھی زمانے کو بھی تُو کو بھی ہے
مَوت ساقی کو بھی مے کو بھی سبو کو بھی ہے
جس نمو سے ہوئے ظاہر یہ عدم اور یہ وجود
قسم اُس کی کہ یہاں موت نمو کو بھی ہے

خامشی کو بھی یہاں موت ہے یاں صَوت کو موت
موت کہتی ہے کہ آئے گی یہاں موت کو موت

موت ہے موت پہ روتی ہوئی بلبل کو بھی
موت ہے باغ کو شبنم کو بھی اور گل کو بھی
ہستیِ قطرہ ہے کیا بحر کی ہستی ہے کیا
موت ہے جزو کو بھی موت ہے یاں کُل کو بھی

یعنی یہ موت اضافی بھی ہے مطلق بھی ہے
موت ویرانی بازار بھی رونق بھی ہے

Scanned by CamScanner

موت تعمیر کو تعمیر کی حسرت کو بھی ہے
موت ہے کام کو بھی موت کہ فرصت کو بھی ہے
موت کے آگے ہیں سب ایک جدید اور قدیم
موت جدّت کو بھی ہے موت قدامت کو بھی ہے

جس طرح خامشی کو صوت لیے پھرتی ہے
زندگی کو بھی یہاں موت لیے پھرتی ہے

موت تکالیف کو ہستی کو بھی راحت کو بھی ہے
موت منزل کو مسافر کو مسافت کو بھی ہے
ڈر کے گر موت سے لے کوئی قیامت میں پناہ
کیا قیامت ہے یہاں موت قیامت کو بھی ہے

ہر جزا کو بھی ہے ہر ایک سزا کو بھی ہے موت
بے خطائی کو بھی یاں موت خطا کو بھی ہے موت

Scanned by CamScanner

موت کثرت کو بھی ہے موت کہ وحدت کو بھی ہے
ہے کثافت کو بھی اور موت لطافت کو بھی ہے
موت آتش کو بھی ہے آب کو بھی خاک کو بھی ہے
موت فطرت کی نمائش کو بھی فطرت کو بھی ہے

موت ہی رکھتی ہے سر گرم سفر فطرت کو
موت کو سمجھو سمجھنا ہے اگر فطرت کو

فطرت تو ہے معصوم نہ ہابیل نہ قابیل
فطرت میں نہ عزت ہے نہ فطرت میں ہے تذلیل
یعنی ہے کوئی فعل نہ مفعول نہ فاعل
حاکم ہے نہ محکوم نہ ہے حکم نہ تعمیل

فطرت نہ کوئی شر نہ کوئی خیر ہے فطرت
بیگانہ خطِ حرم و دیر ہے فطرت

Scanned by CamScanner

فطرت میں کوئی نیک نہ فطرت میں کوئی بد
فطرت میں کوئی جرم نہ فطرت میں کوئی حد
تعمیر نہ تخریب نہ بکھراؤ نہ ترتیب
رَد ہے کوئی فطرت میں نہ فطرت میں کوئی کد

فطرت میں نہ بالا ہے نہ ہی پست ہے کوئی
حقا کہ کوئی نیست ہے نے ہست ہے کوئی

فطرت میں کوئی گُل ہے نہ فطرت میں کوئی خار
انسان نے خود آپ بنائے ہیں یہ معیار
نے صید ہے فطرت میں نہ صیاد ہے کوئی
آزاد ہے فطرت میں کوئی اور نہ گرفتار

فطرت کو بشر نے نگہِ غیر سے دیکھا
جب دیکھا کسی شر سے کسی خیر سے دیکھا

Scanned by CamScanner

فطرت میں نہ آغاز نہ فطرت میں ہے انجام
فطرت میں تھکاوٹ ہے نہ فطرت میں ہے آرام
بیداری و خوابیدگی سے دور ہے فطرت
فطرت میں کوئی صبح نہ فطرت میں کوئی شام

نے خامشی فطرت ہے نہ ہی صوت ہے فطرت
فطرت نہ حیات اور نہ ہی موت ہے فطرت

فطرت میں نہ مشکل ہے نہ فطرت میں سہولت
ہٹ ہے نہ کوئی ٹیڑھ کوئی حیل نہ حجت
کیا اور یہ کیوں ہی لیے بیٹھا ہے یہ انساں
سمجھا ہے کہ اس اسم سے کھل جائے گی فطرت

فطرت میں نہ یہ کیا ہے نہ فطرت میں یہ کیوں ہے
فطرت تو مسلسل ہوئے جانے کا فسوں ہے

Scanned by CamScanner

انسان کے ہاتھوں ہی یہ فطرت ہوئی دو نیم
ہاں خیر میں ہاں شر میں یہ فطرت ہوئی تقسیم
رحماں ہوئی فطرت کبھی شیطاں ہوئی فطرت
فطرت کی اُسے دو ہی طرح سے ہوئی تفہیم

انساں نہ بڑھا موسیٰؑ و فرعون سے آگے
رستہ ہے کھلا موسیٰؑ و فرعون سے آگے

فطرت کا قیام اور ہے فطرت کا سفر اور
درکار ہے فطرت کے پرکھنے کو نظر اور
اے چشمِ تضاد آئے گا یوں تجھ کو نظر کیا
یہ شام و سحر اور ترے شام و سحر اور

فطرت سے نہ رکھ بیر کہ یہ غیر نہیں ہے
اے چشم تجھے کیا طلبِ سیر نہیں ہے

Scanned by CamScanner

فطرت میں نے عجلت ہے نہ فطرت میں ہے تاخیر
کرنے میں نہیں ہونے میں فطرت کے ہے تسخیر
فطرت کوئی مدّت ہے نہ میعاد نہ عرصہ
فطرت نہ کوئی خواب کوئی نیند نے تعبیر

نے ٹھوس ہے نہ گیس نہ سیّال ہے فطرت
کیفّیتِ یک لذّتِ انزال ہے فطرت

ہاں اے شعورِ صاحبِ دل صاحبِ دماغ
فطرت کی تیرگی سے مبارز طاب چراغ
فطرت کو جاننے کی لگن میں بہ ایں ہمہ
جانے دیا نہ ہاتھ سے تو نے کوئی سراغ

سائے کی طرح وقت ترے ساتھ لگ گیا
اِک صفر اِس سفر میں ترے ہاتھ لگ گیا

Scanned by CamScanner

اِک صفر ہے کہ جس کے مساوی ہے کائنات
اِک صفر ہے کہ جس پہ کھڑی ہے شماریات
یعنی یہ صفر و وقت و حرارت کی ہر اکائی
بنیاد ہیں برائے عروجِ ترقیّات

مفروضہ ہر اکائی جو ذہن بشر کی ہے
رفتار روشنی کی کہاں ہے صفر کی ہے

سب فرض کردہ ہے تو ہوا یہ جہاں بھی فرض
یعنی زماں بھی فرض ہوا اور مکاں بھی فرض
پیمائشیں بھی فرض ہیں سب فرض اکائیاں
کیا اور کیوں بھی فرض نہیں اور ہاں بھی فرض

جب سب ہی فرض کردہ اکائی کا پھیر ہو
پر کچھ عجب نہیں جو عمارت یہ ڈھیر ہو

Scanned by CamScanner

ہونے سے صفر کے ہیں حدود اور لا حدود
مانا کہ لا حدود بجا اور بجا حدود
نکلے ہو صفر لے کے جو تسخیر کے لیے
اِس رہ میں لا حدود ہیں کیا اور کیا حدود

یہ حدِّ صفر اور ہے یہ کائنات اور
یہ صفرِ بے ثبات الگ یہ ثبات اور

بے ابتدا ہے، ہے بھی اگر ابتدائے صفر
لا انتہا ہے، ہے بھی اگر انتہائے صفر
حیرت ہو ابتدا نہ کیوں حیرت ہو انتہا
کیوں اور کیا بنے ہیں جو وجہِ بنائے صفر

بے ابتدا جو خود ہو وہ کیا ابتدا بتائے
لا انتہا جو خود ہو وہ کیا انتہا بتائے

Scanned by CamScanner

سائنس کا قلی ہے بہت زار و ناتواں
وزن اس پہ اپنی آرزوؤں کا کہ الاماں
ایجاد کی سواری ہے گرچہ رواں دواں
واللہ پر نہیں ہے کوئی اُس کا کوچواں

بے سمت ہے یہ سمت کدھر جا رہے ہیں ہم
لے جا رہا ہے صفر جدھر جا رہے ہیں ہم

کیا جانیے ہو ختم کہاں یہ خرد کا وہم
کب صفر کے حدود سے نکلے بشر کا فہم
صدیوں کے اِس سفر کو بھلا کیسے رد کرے
آتا ہے اِس مسافرِ خستہ پہ مجھ کو رحم

رَو میں ہے رخشِ علم تھمے تو کہاں تھمے
آخر خرد کا پاؤں جمے تو کہاں جمے

Scanned by CamScanner

جتنی بھی صفر میں تھی کرامت وہ ہو چکی
تسخیر جتنی ہونی تھی فطرت وہ ہو چکی
قدرت مزید صفر سے حاصل نہ ہوگی اب
ہونا تھی صفر کی جو بدولت وہ ہوچکی

ہونے پہ داد اور نہ فریاد چاہیے
اے خوف پھر نئی کوئی ایجاد چاہیے

اے خوف کوئی حُسنِ دِگر لا ظہور میں
شعلہ جو بن سکے وہ شرر لا ظہور میں
اے خوف پھر نئی کوئی حُجّت تلاش کر
پھر اِک اگر پھر ایک مگر لا ظہور میں

بوڑھے یقیں کو شک کی جوانی کا حسن دے
پھر اِس جمودِ یم کو روانی کا حسن دے

Scanned by CamScanner

اے خوف دے زماں کو نئے معنیِ زماں
ملبے سے اُٹھ نیا کوئی تعمیر کر مکاں
تکرارِ آب و خاک سے وہ گل کھلا جو گل
بیگانۂ بہار ہو بیگانۂ خزاں

وہ گل جسے نہ لُو نہ صبا سے ہو کچھ عرض
مطلق فنا سے ہو نہ بقا سے ہو کچھ غرض

Scanned by CamScanner

تنہائی

بزم میں عقل کی تنہائی کا دَر کھلتا ہے
یعنی اِک طائرِ پرَ بستہ کا پَر کھُلتا ہے
جس کی پہنائی کو یہ چادرِ افلاک ہے کم
پاؤں چھپتے ہیں جو چادر میں تو سَر کھلتا ہے

یہ وہ ذرّہ ہے کہ جس کے لیے صحرا بھی ہے تنگ
یہ وہ قطرہ ہے کہ جس کے لئے دریا بھی ہے تنگ

عشق کیا جانے بھلا عقل کی تنہائی ہے کیا
خواب پر کیسے کھلے اصل کی تنہائی ہے کیا
عالمِ وصل میں ہے عشق تو گم کردۂ ہوش
عقل ہی جانتی ہے وصل کی تنہائی ہے کیا

عقل کو راز جو پانا تھا اسے پا بھی گئی
گرم بستر رہا اور کرکے وہ سیر آ بھی گئی

Scanned by CamScanner

عقل حیرت ہے تماشے کو نگہ کھولتی ہے
عقل تدبیر ہے ذرّات کی تہہ کھولتی ہے
خیرگی کا عجب عالم ہے کہ نظارے ہیچ
بند کرتی ہے جو گہ چشم تو گہ کھولتی ہے

کبھی تہہ میں ہے سمندر کی خلا میں ہے کبھی
تجربہ گہ میں گم اجزائے ہوا میں ہے کبھی

عقل تنہائی کا انجام بھی آغاز بھی ہے
عقل خود راز بھی ہے پردہ درِ راز بھی ہے
عقل ہی جانتی ہے عقل کا عالم کیا ہے
یہ خموشی بھی ہے پردہ بھی ہے آواز بھی ہے

عقل ہی سے تو کھلا ہے سرِ دل رازِ شہود
عقل ہی نے تو دکھایا ہے سب رنگِ وجود

Scanned by CamScanner

عقل تنہائی میں اِک عالمِ ھُو رکھتی ہے
مئے عرفاں سے لبالب یہ سبو رکھتی ہے
عشق حیراں ہے جہاں یہ ہے وہاں آئینہ
یہ عجب طرح کا اعجازِ نمو رکھتی ہے

عقل حق ہے کہ یہ شبہات کی رہ سے گزری
جس تلاطم میں گئی موت کی تہہ سے گزری

عقل کیا شے ہے کہاں ہے یہ نہیں ہے معلوم
وہ یقیں ہے کہ گماں ہے یہ نہیں ہے معلوم
رہیے خاموش کہ یہ بات تو تہہ در تہہ ہے
وہ نہیں ہے کہ وہ ہاں ہے یہ نہیں ہے معلوم

رمز کتنے ہی ہیں پوشیدہ نہیں میں ہے کے
رنگ شے میں نظر آتے ہیں سبھی لاشے کے

Scanned by CamScanner

نہیں مایوس کوئی عقل کی عریانی کا
حیرتی آئنہ ہے عقل کی حیرانی کا
عقل ہی وہ متجسس ہے وہ بینا ہے کہ بس
جس کو ادراک ہے اِس عالمِ امکانی کا

عقل ہی ہے کہ جو ہونے کی خبر لاتی ہے
ڈوبتی ہے مگر ایسے کہ ابھر آتی ہے

نجم و شمس و قمر و زہرہ و افلاک ہیں کیا
لالہ و گل کے تماشے یہ سرِ خاک ہیں کیا
کیا ہے برسات خزاں کیا ہے بھلا کیا ہے بہار
کیا ہیں یہ کوہ و دمن یہ خس و خاشاک ہیں کیا

عقل پر اپنی ہی دانائی کھلے تب یہ کھلیں
جب خداوند کی تنہائی کھلے تب یہ کھلیں

Scanned by CamScanner

جب خداوند نے تنہائی سے کاڑھا یہ مکاں
تھا نہاں نور جو ظلمت میں ہوا کُن سے عیاں
اپنی تنہائی سے جس عشق نے پائی تھی نمود
حسن سے اس کے ہوا آئینہ خانہ حیراں

عشق جب حُسن ہوا عالمِ تنہائی تھا
جو تماشا تھا وہی آپ تماشائی تھا

میں سے جب تو ہوا وہ حُسنِ وجود و موجود
ہیبتِ حسن سے اِک خلق ہوئی سر بہ سجود
جو نہ جھپکی کبھی آئینے کی حیرانی میں
اُسی مژگاں پہ ہے اِک قطرۂ عشقِ معبود

نہ یہ مژگاں سے نہ یہ عالمِ امکاں سے اُٹھا
بار یہ وہ ہے کہ بس دامنِ یزداں سے اُٹھا

Scanned by CamScanner

آئینہ خانہ ہے کچھ اور پسِ بود و نبود
ایک قطرہ کہ ہے موجود مگر نا موجود
بحر میں ہے تو یہ ہے بحر گہر پھر بھی نہیں
ہاں جدا بحر سے رہنا ہی ہے قطرے کا وجود

یہ تماشا پسِ دیدارِ نظر ہوتا ہے
قطرہ تنہائی سے گزرے تو گہر ہوتا ہے

دیکھ سکتی ہے فقط عقل یہ منظر تنہا
ذرّہَ ریگ ہے صحرا کے برابر تنہا
حجم سے کیا تلے تنہائی جو یکساں ہو وجود
جتنا قطرہ ہے، ہے اتنا ہی سمندر تنہا

بے خبر ہونا کہ خود آپ خبر ہو جانا
عشرتِ قطرہ ہے قطرے کا گہر ہو جانا

Scanned by CamScanner

ایک جیسی ہی ہے خاموشی و غل کی تنہائی
جیسی ہے باغ کی ویسی ہی ہے گل کی تنہائی
عقل اِس طرح سے حیراں ہے سرِ آئینہ
جیسے آتی ہو نظر جزو میں کل کی تنہائی

شاخ ہو برگ ہو گل ہو کہ ہو شبنم کا وجود
سب کی تنہائی ہے تنہائی عالم کا وجود

یہی تنہائی تو کرتی ہے خموشی سے کلام
خامشی پردہ درِ رازِ مے و مینا و جام
خامشی سینۂ ساقی میں ہے سّرِ ازلی
خامشی سے نہ ہو آگاہ تو تنہائی ہے خام

خامشی سنتی ہے آوازِ تغیر شب و روز
اِس سے تنہائی میں پیدا ہے تحیر شب و روز

بس کہ تنہائی سے اس دہر میں ہے قیمتِ چشم
ابھی نظارے نے دیکھی ہے کہاں قامتِ چشم
ڈوب کر آتشِ نمرود کی تنہائی میں عشق
عقل بن کر ابھر آتا ہے پسِ حیرتِ چشم

عقل کرتی ہے مگر عشق کے لہجے میں کلام
دل نہ سمجھے تو ابو جہل سمجھ لے تو امام

عقل کرتی ہے پسِ آئنہ حیرت میں قیام
جیسے کثرت نے کیا حسن کی وحدت میں قیام
عقل رکھتی ہے فقط ذات میں یہ علمِ وجود
حسن کرتا ہے یہاں قالبِ فطرت میں قیام

دل کو تھامے ہوئے یہ آنکھ جدھر جاتی ہے
حیرتِ عقل کو تنہائی نظر آتی ہے

فیس بک گروپ. کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

چہرۂ ذات کی تنہائی سے تشکیل ہوئی
ایک تنہائی کہ تنہائی میں تحلیل ہوئی
چشم میں ایک ہوا عالمِ بیداری و خواب
دیکھ اے حسن کہ تنہائی کی تکمیل ہوئی

جاگنا چشم کا اب عشق ہے سونا بھی ہے عشق
یعنی ہونا بھی ہے عشق اور نہ ہونا بھی ہے عشق

سرِّ تنہائی رہ ذات میں ہے سرِّ الہ
عقل کو جس نے دکھائی ہے تجسس کی راہ
حسن یوں عشق کی تنہائی میں کرتا ہے قیام
شعلۂ شمع میں جیسے ہو نہاں دودِ سیاہ

عشق تنہائی ہے تنہائی کا آغاز ہے حسن
کیا کہوں عشق کے زنداں کا درِ باز ہے حسن

Scanned by CamScanner

یوں تو ہے ایک زمانہ یہاں سودائی حسن
جان سکتا ہے فقط عشق ہی تنہائی حسن
ہے کوئی محرمِ رازِ قدح و میخانہ
خلوتِ عشق ہے جلوت گہِ پیدائیِ حسن

یہ وہ تنہائی کہ جلوت یہی خلوت بھی یہی
ذات میں آئینۂ کثرت و وحدت بھی یہی

اِسی تنہائی سے ملتا ہے عدم کو بھی وجود
جیسے شعلے کے حجابات میں ہے جلوۂ دود
چشم و دل بیچ عجب عالمِ حیرانی ہے
نہ تو تنہائی ہے محدود نہ جلوہ محدود

چشم نے عالمِ تنہائی میں یاں تک دیکھا
دل سے اُس جلوۂ صد رنگ کو جاں تک دیکھا

Scanned by CamScanner

اِسی تنہائی سے ہوتا ہے ظہورِ ہستی
نارِ ہستی بھی یہی ہے یہی نورِ ہستی
یہی تنہائی سمجھتی ہے تغیر کی زباں
اِسی تنہائی میں پنہاں ہے شعورِ ہستی

یوں ہی تنہائی میں چشمِ نگراں جاگتی ہے
پردۂ گُل میں کہ جس طرح خزاں جاگتی ہے

بس کہ تنہائی اُٹھاتی ہے حجابِ تنہائی
ہے لیے حسنِ ازل رُخ پہ نقابِ تنہائی
حرف در حرف لیے معجزۂ علم و کلام
دل کی تنہائی پہ اتری ہے کتابِ تنہائی

درِ تنہائی جو تنہائی پہ یاں باز ہوا
عالمِ عشق میں تخلیق کا آغاز ہوا

Scanned by CamScanner

قیس سے پوچھ کہ تنہائیِ محمل کیا ہے
جو دھڑکتا نہیں تنہائی میں وہ دل کیا ہے
کیا ہے تنہائیِ یک حسرتِ دیدار کا ضعف
سِل جو رکھی ہے دلِ عشق پہ وہ سِل کیا ہے

زردیِ رخ میں بتائے گی کہ تنہائی ہے کیا
دل سے جاں تک جو ہے اس زخم کی گہرائی ہے کیا

جس کو اندازہ ہو افلاک کی تنہائی کا
اس پہ کھلتا ہے فسوں ذات کی گہرائی کا
کون لاتا ہے خبر دل کی بجز تنہائی
ورنہ باہر تو بہت شور ہے پہنائی کا

شور میں کون و مکاں کے یہی کنجِ دل ہے
کس کو معلوم یہ تنہائی ہے یا محفل ہے

Scanned by CamScanner

سر پہ تنہائی کے ہے کوچۂ آفاق کی خاک
کہ یہ ہے دل پہ اُٹھائے ہوئے بارِ افلاک
طوف میں کوچۂ آفاق کے ہے شام و سحر
چاہتی ہے اِسے ہونے کا ہو اپنے ادراک

اپنے ہونے سے یہ تنہائی دگر ہوتی ہے
دیکھیں تنہائی کو کب اپنی خبر ہوتی ہے

پردۂ ذات اُٹھاتی ہے تو یہ تنہائی
عقل کو راہ دکھاتی ہے تو یہ تنہائی
آئنہ خانۂ ہستی میں پسِ بود و نبود
دل کو آئنہ بناتی ہے تو یہ تنہائی

اس کی حیرت سے مسلسل ہے بہت حیرتِ دل
دیکھ آئینہ در آئینہ ہے یہ صحبتِ دل

Scanned by CamScanner

دشت ہو گھر ہو سماتی نہیں تنہائیِ دل
راز تنہائی کا پاتی نہیں تنہائیِ دل
آپ سے کیا ہوئی رخصت کہ بہت عمر ہوئی
آپ میں لوٹ کے آتی نہیں تنہائیِ دل

بارِ تنہائی یہ تنہائی اُٹھائے کب تک
خبرِ بے خبری دل کو سنائے کب تک

وہ ہے تنہائی جنوں سے جو کرے کارِ شعور
وہ ہے تنہائی جو سینے میں رکھے شعلۂ طور
آپ مرکز ہو پسِ آئنۂ قرب و بعید
ہو کے خود آپ میں گُم غیب سے پاتی ہو حضور

جس کی خلوت ہو فزوں انجمن آرائی سے
کاڑھ لیتی ہو جہاں تنگیِ تنہائی سے

Scanned by CamScanner

اِسی تنہائی سے ہوتا ہے محمدؐ کا ظہور
جس کا قامت حدِ امکاں ہے اُسی قد کا ظہور
جس کے ہونے سے چمک مہر میں ہے پھول میں رنگ
معدنِ حق کے اُسی لعل و زبر جد کا ظہور

جس کی تنہائی سے یہ انجمن آباد ہوئی
جس کی تنہائی میں گم ساعتِ ایجاد ہوئی

پوچھے مندوبِ الٰہ سے کوئی ''لاؔ'' کی تنہائی
جس پہ گزری ہے یہاں کُنجِ حرا کی تنہائی
چشم کب ہوگی دل عشق کو معلوم نہیں
عشق تو جاں پہ سنبھالے تھا بلا کی تنہائی

نہ کوئی ہوش کا عالم تھا نہ مدہوشی تھی
چشم جب دل ہوئی اِک راز کی خاموشی تھی

Scanned by CamScanner

جس کی تنہائی سے پیدا سحر و شام ہوئے
جس کی تنہائی سے سیّارے سب گام ہوئے
جس کی تنہائی کے شعلے میں کچھ ایسی تھی چمک
سامنے آئے مہ و مہر تو وہ خام ہوئے

جس کے ہونے سے ادا گل میں نوا بلبل میں
جس کے ہونے سے ہے رَو عالمِ جزو و کل میں

جس کی تنہائی کا انجام نہ کوئی آغاز
جس کی تنہائی کا کھولا نہ گیا عقل سے راز
جس کی تنہائی انا العقل کا ہے نعرۂ مست
کیسے پہنچے گا بھلا اُس کی حقیقت کو مجاز

جس کی تنہائی کو تنہائی نہیں پا سکتی
ڈوب جائے بھی تو کیا تہہ تو نہیں لا سکتی

Scanned by CamScanner

جس کی تنہائی کا عالم وہ یمِ لا محدود
اِک سِرا جس کا عدم ایک سِرا جس کا وجود
اصل تنہائی کا اِک نقطہ ہے جس کی تنہائی
جس کی تنہائی میں گم شاہد و مشہود و شہود

جس کی تنہائیِ بے فصل کی کوئی نہیں حد
اِک سِرا جس کا ازل ایک سِرا جس کا ابد

جس کی تنہائی ہے ہنگامۂ بزمِ امکاں
جس کی تنہائی ہے یاں محرمِ صد رازِ نہاں
ایک مرکز پہ دل و ذہن کو لانے کے لئے
جس کی تنہائی نے دی ذات کے کعبے میں اذاں

جس کی تنہائی پہ یاں سورۂ کوثر اترا
جیسا تھا حسنِ صدف ویسا ہی گوہر اترا

Scanned by CamScanner

جس کی تنہائی پہ تنہائی کا عالَم ہے تمام
جس کی تنہائی بنی حاملِ وحی و الہام
دست بستہ رہا تنہائی میں جس کی سورج
جس کی تنہائی کے دربار میں حاضر رہی شام

جس کی تنہائی سے گردش میں زمیں ہے ہر دم
مہر کو جس جگہ ہونا تھا وہیں ہے ہر دم

جس نے جھیلی ہے اکیلے یہاں سب کی تنہائی
حرف کی نطق کی آواز کی لب کی تنہائی
جس کی تنہائی پہ بس ختم ہے تنہائی کا بار
جس کی تنہائی کے آگے تو ہے رب کی تنہائی

جس کی تنہائی کہ ہونے کی خبر سے گزری
شام سے جلتی ہوئی آئی سحر سے گزری

Scanned by CamScanner

جس کی تنہائی کا عالم نہیں اشیا سے عیاں
لالہ و گل سے نہ ہی وسعتِ صحرا سے عیاں
جس کی تنہائی ہے تنہائی در اندر تنہائی
نہ ہی قطرے سے عیاں ہے نہ ہی دریا سے عیاں

جس کی تنہائی ہے یاں چہرۂ تنہائیِ غیب
کس سے اُٹھتا ہے بھلا پردۂ تنہائیِ غیب

مردہ بکری سے دے دنیا کے جو ہونے کی مثال
نفی در نفی ہے جس ذات کے اثبات کا حال
جس کی تنہائی نے دیکھی ہے وہ بے معنویت
لا بہ لا گزرا جو ہر منظرِ دنیا سے کمال

دہرِ بے معنی سے پیدا کیے معنی جس نے
بہرِ اثبات اِلہ پہلے کہا ''لا'' جس نے

Scanned by CamScanner

جس کی تنہائی سے برہم ہوئی بزمِ اصنام
جس کی تنہائی بنی قاطعِ تیغِ اوہام
جس کی قدموں کی دھمک سے ہلے ایوانِ کہن
جس کی ٹھوکر سے گرا تاجِ سرِ کہنہ نظام

کارواں کے لیے جس نے رہِ نَو تازہ کی
بجھ رہے تھے جو دِیے ان کی بھی لَو تازہ کی

اے شہِ عرش نشیں بادشہِ کون و مکاں
آج انسان مجسم ہے صدائے الاماں
اپنی ہی تیغ سے کٹ جائے گا انساں اِک دن
ہائے کہتے ہوئے یہ بات اٹکتی ہے زباں

اسلحے کا ہے وہ انبار کہ دم گھٹتا ہے
ایسی ہے تیزیِ رفتار کہ دم گھٹتا ہے

Scanned by CamScanner

اسلحہ ساز مگر اسلحہ سازی میں ہے گم
عقل سینے پہ رکھے ہاتھ کھڑی ہے گم صم
اُس کی مرضی ہے کہ بس ایک وہی زندہ رہے
سانس لینے کو ترس جائیں یہاں میں اور تم

کیا بتائیں اُسے خاموشی ہے کیا صَوت ہے کیا
اسلحہ ساز کو معلوم نہیں موت ہے کیا

اس کی گردن پہ بھی تلوار یہ چل سکتی ہے
یہ زمیں اس کے بھی پیروں سے نکل سکتی ہے
ایک لغزش کے سبب ایک اشارے کے سبب
راکھ کے ڈھیر میں دنیا یہ بدل سکتی ہے

ایڑیاں پیروں میں اور دوش پہ سر ہے کہ نہیں
اسلحہ ساز کو کچھ اپنی خبر ہے کہ نہیں

Scanned by CamScanner

اسلحہ امن کی ترتیب ہو یا جنگ کا نام
اب تو انسان یہاں آ ہی گیا زیرِ دام
اعتبار اب نہیں انسان کا باقی کچھ بھی
کوششیں ہوگئیں تخفیف کی ساری ناکام

اسلحہ اتنا ہے پر خوف کا عالم ہے وہی
وہی تنہائی ہے تنہائی کا ماتم ہے وہی

آج انسان کو تنہائی نے گھیرا ہے بہت
در و دیوار پہ آسیب کا ڈیرا ہے بہت
نہ ستارے ہیں نہ مہتاب نہ جگنو نہ چراغ
شب کی تنہائی ہے اور دُور سویرا ہے بہت

ڈر ہی لگتا ہے کہ عہدِ من و تُو توڑ نہ لے
خود سے گھبرا کے کہیں آپ ہی سر پھوڑ نہ لے

Scanned by CamScanner

صفحۂ دہر پہ یہ یورپ و امریکہ و روس
آدمیّت کا لہو پی کے جتاتے ہیں خلوص
آدمیّت کا علم ہاتھ میں لے کر اپنے
آدمیّت کا نکالے ہوئے پھرتے ہیں جلوس

زندہ قوموں کو یہ مفلوج بنا دیتے ہیں
بھیک کا ٹھیکرا ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں

ایسی تنہائی ہے بازار میں ہُو بولتا ہے
لہو بِکتا ہے دکاں دار لہو تولتا ہے
وہ ہے بے رونقیِ شہر کہ ہائے ہائے
نہ کوئی گھر سے نکلتا ہے نہ در کھولتا ہے

ہے وہ عالم کہ ہے ہر ایک محلّہ ویراں
مسجد و مندر و درگاہ و کلیسا ویراں

Scanned by CamScanner

دُور ہوتا ہی چلا جاتا ہے یاں فرد سے فرد
بانٹتا ہی نہیں یاں کوئی کسی کے دکھ درد
گھر میں زندان میں تمیز نہیں اب کوئی
لُو وہ چلتی ہے کہ ہے صحنِ چمن گرد ہی گرد

چشمِ گل دیکھ ذرا تو بھی تو عالم یاں کا
قطرۂ خُوں ہوا ہر قطرۂ شبنم یاں کا

پہلے تنہائی تھی جنّت سے بشر کی دوری
پھر یہ تنہائی تھی سرمائے کی ایک مزدوری
دامِ تنہائی میں اب اپنے گرفتار ہے خود
اب تو دیکھی نہیں جاتی ہے وہ ہے مجبوری

جس کو قدرت نے خود اعزاز دیا برتر کا
اب وہ انسان ہے پرزہ کسی کمپیوٹر کا

Scanned by CamScanner

چیختا ہے کہ مشینوں میں دبا جاتا ہے دل
وزن وہ دل پہ رکھا ہے کہ گھٹا جاتا ہے دل
شعلۂ شامِ تغیّر سے ہر اِک جا ہر سُو
آگ کچھ ایسی لگی ہے کہ جلا جاتا ہے دل

ایک شعلہ یہاں بجھتا ہے یہاں جلتا ہے
جسم جلتا ہے مگر جسم کہاں جلتا ہے

جو گزرتی ہے مشینوں سے مگر کیسے کہے
خوں اگلتے ہوئے سینوں سے مگر کیسے کہے
یہ مکاں آگ کے شعلوں میں ہے گھرنے والا
کہہ تو سکتا ہے مکینوں سے مگر کیسے کہے

یہی بہتر ہے کہ یہ بار لیے پھرتا رہے
حسرتِ سایۂ دیوار لیے پھرتا رہے

Scanned by CamScanner

صبح دم گھر سے نکلنا تو پلٹنا سرِ شام
شام سے تا بہ سحر بس یونہی تکنا در و بام
جائے صحرا میں تو ہے دھول نہ لیلیٰ ہے نہ قیس
گھر میں آئے تو ہے دیوار پہ وحشت کا قیام

روئے اِس حال پہ کیا دیدۂ گریاں آخر
ہے کوئی عقل کی تنہائی کا پُرساں آخر

Scanned by CamScanner

رحمت ذوالجلال

کر مجھے مست الست لم یزل لا یزال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

دے مجھے اپنا حال دے مجھے اپنا قال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

''میں'' ہے ''تو'' کی خبر ''تو'' ہے ''میں'' کی خبر
''میں'' ہے ''تو'' کا مآل ''تو'' ہے میں کا مآل
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

''میں'' سے ''تو'' کو گزار ''تو'' سے ''میں'' کو گزار
ہے یہ ''میں'' کا سوال ہے یہ ''تو'' کا سوال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

Scanned by CamScanner

"تو" کا عالم ہے یہ ھُو کا عالم ہے یہ
دل کی دھڑکن بھی اب لگ رہی ہے وبال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

بے نوا کی ہے نے پینی ہے "میں" کی مے
میری جانب بھی اک "تو" کا ساغر اچھال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

اور کیا آگہی اور کیا بے خودی
ابتدا بھی دھمال انتہا بھی دھمال
رحمتِ ذوالجلال رحمتِ ذوالجلال

Scanned by CamScanner

گردشِ مدام

تشنہ لبی سبو اُٹھا کہ بھر دے مے سے جام کو
گزار دے سبو سے آج گردشِ مدام کو

نشے میں مَیں بھی دیکھ لوں جہانِ تازہ کار کو
وداعِ آخرِ خزاں کہ آمدِ بہار کو

نشے میں سب ہیں ایک سے عدم ہو یا وجود ہو
قیام ہو کہ ہو سفر ہو بود یا نُبود ہو

سلام ہو قیام ہو رکوع ہو سجود ہو
پتنگ ہو کہ شعلہ ہو کہ راکھ ہو کہ دُود ہو

ہو پستہ قد کہ بالا قد سیہ ہو یا سفید ہو
ہو آئنہ کہ خاک ہو نہاں ہو یا کہ پید ہو

Scanned by CamScanner

نشے میں سب ہیں ایک سے خرد ہو یا کہ ہو جنوں
قفس ہو یا کہ دشت ہو ہو اضطراب یا سکوں

نشے میں مَیں بھی میں نہیں نشے میں تُو بھی تُو نہیں
بس اِک سکوت کے سوا کوئی بھی چار سُو نہیں

پیو پیو یہ مے پیو کہ بارِ عشق اُٹھ سکے
کہ بے قرارِ عشق سے قرارِ عشق اُٹھ سکے

پیو کشیدِ خونِ دل بھرو پیالہ و سبو
لگاؤ نعرۂ الست مست ہو بہ نامِ ھُو

پیو پیو یہ مے پیو ابھی ہنوز رات ہے
چھپا لو اشک آنکھ میں جہان بے ثبات ہے

جہان بے ثبات ہے کہ میں ہی بے ثبات ہوں
شراب دے مجھے کہ میں حیاتِ بے حیات ہوں

Scanned by CamScanner

اِک اور جامِ انگبیں رگوں میں مَیں اُتار لوں
ٹھہر اے گردشِ سبو کسی کو میں پکار لوں

جو لڑکھڑا کے مَیں اُٹھوں کوئی نہیں جو تھام لے
کہے جو مجھ سے بس کرو جو بڑھ کے مجھ سے جام لے

نہ کوئی تھا نہ کوئی ہے سبو کو جو کہ لب کرے
برہنگیِ ماہ کو عطا ردائے شب کرے

وہی ہوں مَیں وہی ہے مے وہی تھکن ہے عمر کی
ہر ایک تلخ گھونٹ میں وہی چبھن ہے عمر کی

وہ عمر جو گزر گئی یہاں وہاں اِدھر اُدھر
مگر یہی کہ دہر کی ملی نہیں کوئی خبر

کہاں ہوں مَیں کہاں ہے وہ نشاں ملا نہ ذات کا
سِرا نہ ہاتھ آ سکا خلائے کائنات کا

Scanned by CamScanner

اے بھوک سے دہکے شکم

اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم
یہ ہے تیرا زیر و بم یا نبضِ کُن کا زیر و بم
تیری بھٹّی میں بنی ہے خشتِ بنیادِ حرم
تجھ سے ڈھالے ایک دنیا نے صنم تو بے صنم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

تو ہی ماہِ لیل ہے تو ہی ہے خورشیدِ نہار
تیرے ہی تندور میں لگتی ہے نانِ روزگار
تاپتا ہے ہاتھ تیری آگ سے سرمایہ دار
اور ٹھٹھرتا ہے ترا ہی بھوک کی سردی سے دم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

Scanned by CamScanner

تُو ہی آدم، تُو ہی گوتم، تُو ہی عیسیٰ، تُو ہی رام
تُو ہی مُلّا، تُو ہی پنڈت، تُو ہی فادر، تُو امام
تُو ثواب اور تُو گنہ اور تُو حلال اور تُو حرام
تُو ہی دنیا تُو ہی عقبیٰ تُو جہنم تُو ارم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

بھوک ہی تیرا خدا ہے، بھوک ہی پروردگار
تجھ پہ ہے دیر و حرم کی فکر کا دار و مدار
چل رہا ہے جنّت و دوزخ کا تجھ سے کاروبار
بھوک میں تُو ہی عرب ہے، بھوک میں تُو ہی عجم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

تُو معیشت تُو سیاست تُو جہد تُو انقلاب
تُو توہم تُو تیقّن تُو حقیقت تُو سراب
تُو ہی نعمت تُو ہی رحمت تُو غضب تُو ہی عذاب
شکر تُو ہی صبر تُو ہی تُو جلال اور تُو ہی غم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

Scanned by CamScanner

تُو ہی ممکن تُو ہی واجب اور تُو ہی بود و نبود
تُو ہی ہست و نیست ہے اور تُو ہی موجود و وجود
تُو ہی ہونا اور نہ ہونا تُو ہی غیب اور تُو شہود
تُو فنا اور تُو بقا اور تُو وجود اور تُو عدم
اے شکمِ خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

تُو ہی تہذیبوں کا مدفن تُو ہی تہذیبوں کا باغ
تُو ہی علم و آگہی ہے تُو ہی تعمیر و دماغ
تیرگی تُو روشنی تُو تُو اندھیرا تُو چراغ
تُو ہی قحط و خشک سالی تُو ہلاکت تُو ہی بم
اے شکمِ خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

تُو ہی مذہب تُو ہی ملّت تُو قبیلہ تُو ہی قوم
تُو عبادت تُو ہی تقویٰ تُو نماز اور تُو ہی صوم
تُو ہی بستر تُو ہی کروٹ تُو ہی خواب اور تُو ہی نوم
تُو ہی رکھتا ہے تُو ہی کھو دیتا ہے انساں کا بھرم
اے شکمِ خالی شکم اے بھوک سے دہکے شکم

کفر تُو ہی تُو ہی ایماں تُو ہی باطل تُو ہی حق
تُو کتابِ حضرتِ انساں کا ہے پہلا ورق
مکتبِ انسانیت کا تُو ہی ہے پہلا سبق
تیرے دم سے ہے تگ و تازِ جہانِ بیش و کم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دکھے شکم

مرکزہ ہے تُو بشر کا ہے یہ تحقیقِ بشر
تُو ہی نطفہ ہے بشر کا تُو ہی تخلیقِ بشر
تجھ پہ ہوتی ہے جہاں میں جمع و تفریقِ بشر
تُو ہی مَیں ہے تُو ہی تُو ہے تُو ہی وہ ہے تُو ہی ہم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دکھے شکم

تُو نہ ہوتا تو نہ ہوتا انبیاء کا بھی ظہور
تُو نہ ہوتا تو نہ ہوتا اوصیا کا بھی ظہور
تُو نہ ہوتا تو نہ ہوتا اولیاء کا بھی ظہور
تیرے ہونے سے تو پہنچے ہیں خدا تک اہلِ غم
اے شکم خالی شکم اے بھوک سے دکھے شکم

Scanned by CamScanner

ملتّوں کی راکھ

عمر باقی ہے اے دلِ بیزار
ایسی عجلت میں روز و شب نہ گزار

تو نے دیکھا کہ سب ہی گرد ہوئے
تیز رفتار ہوں کہ کج رفتار

اوڑھ کر دن کے کاروبار کی دھول
سو چکے راستوں کے پہریدار

لے کر اب مشعلیں ستاروں کی
رات نکلی ہے کشتیوں پہ سوار

ایک ملاّح ہے کوئی سیاّح
رو رہا ہے لپٹ کے زارو قطار

Scanned by CamScanner

گردشِ کوزہ گر کے ماروں سے
چھن ہی جاتا ہے لمسِ بوس و کنار

میرے ملاّح اے مِرے ملاّح
دھیمے دھیمے سروں میں گا ماہار

کوئی دم ہے کہ چلنے والی ہے
سر تلک آگئی ہے اک تلوار

اُس پہ دھڑکا سا ہر گھڑی دل کو
منتظر ہے کوئی پسِ دیوار

میں تماشا ہوں وہ تماشائی
خوب رشتہ ہے اے کہانی کار

مجھ سے پوچھو تو رائیگاں ہوں میں
وہ بھی کیا ہے قتیلِ لیل و نہار

Scanned by CamScanner

اپنے بیٹے الہام نوید کے لئے

میرے بیٹے مری صدا تُو ہے
گریۂ شب ہوں میں دعا تُو ہے

کیا کہوں تجھ سے میں کہ کیا تُو ہے
میرے الہام کی صدا تُو ہے

صبر کی عمر کا صلہ تُو ہے
شب سے کاڑھا ہوا دیا تُو ہے

میں کلیم اور مرا عصا تُو ہے
تُو ارادہ ہے حوصلہ تُو ہے

Scanned by CamScanner

تیری صورت کا آئنہ میں ہوں
میری صورت کا آئنہ تُو ہے

دل ہوں مَیں اور تُو ہے ضربِ ھو
میں زباں ہوں تو مدعا تُو ہے

ہوں قضا جس تلاشِ سجدہ کی
وہ مرا سجدۂ ادا تُو ہے

اب تو میں بھی نہیں ہو اپنے پاس
بس مرے پاس رہ گیا تو ہے

دَر سے زہراؑ کے در پہ زہراؑ کے
جو لیا تُو ہے جو دیا تُو ہے

(الہام نوید کی آمد۔ 7 ستمبر، 10رجب المرجب نظم کہی 22اگست 2003ء)

Scanned by CamScanner

اپنے بھتیجے علی عمیس کی ناگہانی موت پر

شعلوں میں جل گئی ہے جوانی عمیسؔ کی
بس راکھ ہی بچی ہے نشانی عمیسؔ کی

سب ہاتھ مَل کے رہ گئے اُس تیز رو کے بعد
رو کے سے رُک سکی نہ روانی عمیسؔ کی

شہزادہ ساتھ لے کے وہ کردار مرگیا
اور رہ گئی ادھوری کہانی عمیسؔ کی

کہتا تھا وہ کہ جاؤں گا اک دن بنا بتائے
پر جیتے جی کسی نے نہ مانی عمیسؔ کی

Scanned by CamScanner

اے زندگی حوالے کیا تُو نے موت کے
افسوس تُو نے قدر نہ جانی عمیسؔ کی

اے موت تُو نے جتنے میں ہائے خرید لی
اُتنی سبک نہیں تھی گرانی عمیسؔ کی

کہتا ہوں سچ کہ وقت گزر جائے گا مگر
ہوگی کبھی نہ یاد پرانی عمیسؔ کی

یہ کون جانتا تھا مگر تھی کسے خبر
اشکوں سے ہوگی آگ بجھانی عمیسؔ کی

ہاؔنی نے اپنی جان تو دے دی عمیسؔ کو
اب زندگی بتائے گا ہاؔنی عمیسؔ کی

Scanned by CamScanner

عابسؔ یہ جانتا ہے کہ اب ساری زندگی
آساں نہیں ہے یاد بھلانی عمیسؔ کی

ماں کا خیال بھائی کا غم گھر کی دیکھ بھال
ہے زندگی روشؔ کو بتانی عمیسؔ کی

جس ماں کے دل میں زخم تھے پہلے ہی لاشمار
ہے اُس پہ تازہ زخم نشانی عمیسؔ کی

کہتے ہیں کس کو حشر اُٹھانا ہوئی خبر
میّت پڑی جو مجھ کو اُٹھانی عمیسؔ کی

واللہ ناگہانی کسے کہتے ہیں نویدؔ
سُننے کو رہ گیا تھا زبانی عمیسؔ کی

Scanned by CamScanner

شاعر

آخری نظم 5 جون 2008

تیری بستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر
ایسی پستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر

سیر ہوتے ہوں شکم کھا کے جہاں نانِ حرام
فاقہ مستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر

ہو رہا ہو جہاں ہر مالِ سیہ مالِ سپید
تنگ دستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر

بارگاہوں میں کہ باطل کی پرستش ہو جہاں
حق پرستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر

جہل کے نرخ جہاں روز چڑھے جاتے ہوں
وہاں سستی میں میں شاعر ہوں ہے لعنت مجھ پر

Scanned by CamScanner

نوحہ

ہوگیا بے ساربان صحرائے اردو ہائے ہائے
آج بے مجنوں ہوئی لیلائے اردو ہائے ہائے

اے بلائے ناگہاں سوئے ہوؤں کو کیا خبر
ہوگئے بے زلف شانہ ہائے اردو ہائے ہائے

میکدے سے کون یہ اٹھا بلا نوشِ صبو
بے پیالہ ہوگئی صہبائے اردو ہائے ہائے

اس کے غم میں ہائے ساکت ہو دیے کی لو نہ کیوں
بے ستارہ ہوگئی پہنائے اردو ہائے ہائے

ایسا شاعر گر معلم ایسا برجستہ جواب
دوسرا ایسا کہاں سے لائے اردو ہائے ہائے

Scanned by CamScanner

مسندِ اردو کو جس نے کہکشاں تاروں کی دی
اُس کے قامت پر نہ کیوں اترائے اردو ہائے ہائے

یاد کر کر کے تجھے تیری ادا کے ساتھ ساتھ
تجھ کو روئے گی بہت دنیائے اردو ہائے ہائے

اردو ہو جس کا قصیدہ قبر میں جا سوئے وہ
اس کا نوحہ لکھنے کو رہ جائے اردو ہائے ہائے

موت ہی ایسے کو آئی ہے کہ ایک اِک حرف کو
کیوں نہ ملبوسِ سیہ پہنائے اردو ہائے ہائے

اُٹھ گیا وہ تو جہاں سے کیجیے اب نوحہ نوید
ہائے اردو ہائے اردو ہائے اردو ہائے ہائے

Scanned by CamScanner

الکتاب

میر احمد نوید

Scanned by CamScanner

میں بولتی کتاب ہُوں لوگوں کے درمیاں
سنگِ حرم کہ خشتِ کلیسا نہیں ہُوں میں

وہ محکم و متشابہ ہے میرا سارا کلام
کسی کو ہے یہ صحیفہ کسی کو ردّی ہے

لوحِ محفوظ کا آہنگِ نوا بولتا ہے
سن سکو تو مِرے لہجے میں خدا بولتا ہے

میر احمد نویدؔ

Scanned by CamScanner

☆

☆ اللہ تمہیں اپنے جیسا بنانے کے لیے تم جیسا بن کے اس دنیا میں آیا ہے۔

☆ جب تمہارے اندر سے تمہاری ''میں'' فنا ہو جاتی ہے تب تمہارے اندر سے ''تُو'' یعنی (وہ) ''مَیں'' بقا بن کر بولنے لگتا ہے۔

☆ میں خالق ہوں میں نے اپنی تخلیق سے اپنے خالق ہونے کو خود خلق کیا ہے میں نہ کسی اور سے خلق ہُوا ہوں نہ میں نے کسی اور کو خلق کیا ہے یعنی تمہارے سمجھنے کے لئے میں اُس توانائی (Energy) کے مانند ہوں جسے نہ پیدا کیا جا سکتا ہے نہ فنا کیا جا سکتا ہے

☆ میں نہ ایک (ا) ہوں نہ ''ہے'' ہوں۔

☆ ''ھا'' میری تنہائی ہے جبکہ ''ھُو'' میری یکتائی ہے۔

☆ میں نے ایک (ا) ''میں'' کی پہچان کرانے کے لئے ایک کو دو (۲) ''ہم'' میں تقسیم کیا ہے۔

☆ تم جسے اناالحق سمجھتے ہو وہ حق میں ہی ہوں۔

☆ (اناالحق) یقین کی کسی بھی منزل پر جو دو دن سے زیادہ قیام کرلے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

☆ (اناالحق) ''میں'' ''حق'' ''ہوں'' حق تم میں اُسی وقت قائم ہوتا ہے جب تمہارے اندر سے حق قائم ہونے سے پہلے ''میں'' اور حق قائم ہونے کے

Scanned by CamScanner

بعد ''ہوں'' نکل جاتے ہیں۔

☆ میں ہی وہ عہد ہوں جو ظالموں تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆ میرا حضور اور میرا اغیاب سانسوں کے جاری ہونے یا رُک جانے سے بہت بلند ہے یعنی نہ میرا حضور پیدا ہوتا ہے نہ میرا اغیاب مرتا ہے۔

☆ میرا غیب ایک شدید حضور ہے جبکہ میرا حضور ایک شدید غیب۔

☆ دو غیبوں کے درمیان (اوّل و آخر) جو موجود (دلیل) کا انکار کر دیتا ہے اس کا وجود ہمیشہ سے ہمیشہ کیلئے غائب ہو جاتا ہے جبکہ دو غیبوں کے درمیان (اوّل و آخر) جو موجود (دلیل) کا اقرار کر لیتا ہے اس کا وجود ہمیشہ سے ہمیشہ کیلئے حاضر ہو جاتا ہے۔

☆ میں تمہیں بلاتا ہوں اُس مَوت کی طرف جو زندگی ہے اور تمہیں ڈراتا ہوں اُس زندگی سے جو مَوت ہے۔

☆ میں وہ آئینہ ہوں جو تمہیں اپنے سامنے نہیں بلکہ تمہیں تمہارے سامنے برہنہ کرتا ہے۔

☆ میری بات (امر) کو حق سمجھتے ہوئے اُسے قبول کرنا ہی خیر (حق) طہارت ہے جبکہ میری بات (امر) کو حق سمجھتے ہوئے بھی اُسے قبول نہ کرنا ہی شر (باطل) نجاست ہے۔

☆ خبیث میری بات (امر) سے لاجواب ہوتا ہے جبکہ شریف مطمئن۔

Scanned by CamScanner

☆اے ناعاقبت اندیشو! تم نے پہلے جس کا انتظار کیا اور پھر جس کا انکار کیا اور پھر جس کا انتظار کیا وہ مَیں ہی ہوں جاؤ تمہارے نصیب میں ازل سے ابد تک پہلے انتظار اور پھر انکار اور پھر انتظار ہی لکھا ہے۔ جبکہ میں ہمیشہ سے تھا ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہوں گا

☆میری ذات کا وہ سرا جو مجاز ہے اُسے اندھا بھی دیکھ سکتا ہے مگر مری ذات کا وہ سرا جو حقیقت ہے اُسے آنکھ والا بھی نہیں دیکھ سکتا۔

☆تم بے نیاز ہو کر کہیں اُسی سے بے نیاز نہ ہو جانا جس نے تمہیں بے نیاز کیا ہے۔

☆نہ مَیں اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہوں نہ اپنی برائی سے آزردہ البتہ میرے حاسدین میری تعریف سے ناخوش اور میری برائی سے خوش ہوتے ہیں جبکہ میرے محبّین میری تعریف کرنے والوں پر سلامتی بھیجتے ہیں اور میری برائی کرنے والوں پر لعنت۔

☆میں شریف کی شرافت میں (مودّت عطا کر کے) اضافہ کرتا ہی چلا جاتا ہوں تا وقتیکہ وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر راہِ راست (حق) پر نہ آجائے جبکہ میں خبیث کی خباثت میں (حسد میں مبتلا کر کے) اضافہ کرتا ہی چلا جاتا ہوں تا وقتیکہ وہ اپنی نیکیوں پر متکبّر ہو کر گمراہ (باطل) نہ ہو جائے۔

☆حق تمہارے سامنے ہمیشہ تمہاری ناپسندیدہ ترین شکل میں آئے گا اب مجھے دیکھنا یہ ہے کہ تم کیسے اُس کی طرف منہ کرتے ہو جبکہ باطل تمہارے

Scanned by CamScanner

سامنے ہمیشہ تمہاری پسندیدہ ترین شکل میں آئے گا اب مجھے دیکھنا یہ ہے کہ تم کیسے اُس سے منہ پھیرتے ہو۔

☆ مَیں نے علیؑ کو اپنے ارادوں کی کامیابی سے اپنے حوصلوں کی بلندی سے اور اپنی نیتوں کی سلامتی سے پہچانا۔

☆ اے علیؑ اے رحیم اے کریم اے میری تنہائی کو یکتائی سے بدلنے والے یہ آپ کی رحیمی اور آپ کی کریمی ہے کہ آپ نے مجھے اپنی تنہائی اور اپنی یکتائی کے سرے کا سرا عطا کیا۔

☆ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا گناہ ہے جو اُس کی رحیمی اور اُس کی کریمی سے بڑا ہو سوائے اِس کے کہ تم اُس کے رحیم ہونے اور اُس کے کریم ہونے سے انکار کر کے اپنے نفس پر خود ظلم کرو اور اُس سے حسد کر کے خود بے یارو مددگار ہو جاؤ۔

☆ اللہ کا قہر ہے تمہیں اپنے رحم کی طرف بلانے (ہنکانے) کے لئے مگر بھاگ رہے ہو تم اُس کے رحم سے اُس کی نعمت سے اُس کی نعمت کے شکر سے مگر کہاں جاؤ گے بھاگ کر تم اور تمہارا کفر اللہ کے قہر سے۔

خاکِ پائے ماتم گسارانِ حسینؑ مظلوم

میر احمد نویدؔ

کلام

میر احمد نویدؔ

Scanned by CamScanner

☆

☆(نہیں) ''ہے'' سے پہلے ''کیا'' ہے ''کیا'' سے پہلے ''نہیں'' ہے ''نہیں'' سے پہلے ''ہے''

☆تنہائی کا ادراک نہ ہونا تنہائی ہے، جب کہ تنہائی کا ادراک یکتائی ہے۔

☆انسان کا محرومی (تنہائی) سے بے نیازی (یکتائی) تک کا سفر، اُس کی گمشدہ ''میں'' کی بازیابی تک کا سفر ہے۔

☆جاننے کے عمل سے گزرنا دراصل تنہائی (کیا اور کیوں) سے گزرنا ہے جبکہ پالینا دراصل یکتائی (''یوں'') کو پالینا ہے۔

☆غفلت کا دوسرا نام عالمِ تنہائی ہے جبکہ آگہی کا دوسرا نام عالمِ یکتائی ہے۔

☆سوالوں کا سوال تنہائی ہے جبکہ جوابوں کا جواب یکتائی ہے۔

☆جسے وجود ''میں'' کا شعور حاصل ہو جائے وہ زمان و مکان (ماضی، حال، مستقبل) کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔

☆''میں'' کا شعور خود آگہی ہے جبکہ ''میں'' کی بے شعوری خود پسندی

☆''میں'' کا شعور عاجزی، سپردگی اور عبدیت ہے جبکہ ''میں'' کی بے شعوری خود پرستی، خناس اور ابلیسیت ہے

☆راہ سے بھٹک جانا ''میں'' کی بے شعوری ہے جبکہ راہ پر آ جانا ''میں'' کا شعور ہے

☆جسے ''میں'' نہیں ملتی اُسے انسان بھی نہیں ملتا، جسے انسان نہیں ملتا اُسے اللہ

Scanned by CamScanner

بھی نہیں ملتا۔

☆ جہل کو سمجھنا علم ہے، غفلت کی خبر آ گہی ہے، بے معنویت کا جاننا معنویت ہے، مہملیت کا شعور جامعیت ہے

☆ علم کی جستجو ہی علم ہے۔

☆ اگر سمجھو تو علم تمہارا باپ ہے اور حکمت تمہاری ماں ورنہ تو تم یتیم بھی ہو اور اسیر بھی۔

☆ ایک خبر وہ ہے جو تم تک پہنچی ہے جو جہل ہے، ایک خبر وہ ہے جس تک تمہیں پہنچنا ہے جو علم ہے۔

☆ کوئی نہیں تمہارا دوست سوائے علم، کوئی نہیں تمہارا دشمن سوائے جہل۔

☆ جہل نہ جاننا نہیں بلکہ نہ ماننا ہے۔

☆ جہل خناسِ علم ہے جبکہ علم عاجزی ہے۔

☆ محبت کا کال اصل میں علم و دانش کا کال ہے

☆ علم تم سے جتنا قریب ہوگا طلبِ دنیا اتنی دور۔

☆ علم میں فقر پوشیدہ ہے۔

☆ علم کے شہر کا دروازہ صرف بہادر پر کھلتا ہے۔

☆ عقل نے اگر بزدلی کی کوکھ سے جنم لیا ہے تو باعثِ شر ہے اور اگر عقل نے بہادری کی کوکھ سے جنم لیا ہے تو باعثِ خیر ہے۔

☆ انسان سے دوری علم سے دوری ہے۔

Scanned by CamScanner

☆اعترافِ جہل طلبِ علم کا پہلا زینہ ہے

☆جہل سے نفرت ظالم سے نفرت ہے، علم سے محبت مظلوم سے محبت ہے

☆ہر فرض سے پہلے علم فرض ہے کہ اسی سے ہر فرض کی اہمیت روشن ہوتی ہے یعنی جتنا علم اتنی عبادت

☆علم کے دو زاویے ہیں ایک انسان سے محبت ایک انسان سے نفرت ایک کے نتیجہ میں تریاق (زندگی) وجود میں آتا ہے جبکہ ایک کے نتیجہ میں زہر (موت)۔

☆خود شناسی علم ہے جبکہ خود پسندی جہل۔

☆کسی کو نادان یا جاہل سمجھنا دراصل خود دانائی اور علم سے دور جا پڑنا ہے۔

☆علم کے بغیر انسان اُس جانور کے مانند ہے جس کی زندگی بھوک اور شہوت تک محدود ہوتی ہے۔

☆علم انسان کیلئے ہے انسان علم کیلئے۔

☆علم تعمیر بھی ہے تخریب بھی علم نور بھی ہے طاغوت بھی۔

☆علم سخاوت ہے جہل خِست۔

☆کتابِ نفس سے آگہی علم ہے جب کہ کتابِ نفس سے غفلت جہل۔

☆علم کے پردے میں صبر ہے، صبر کے پردے میں حلم ہے، حلم کے پردے میں غضب ہے۔

☆وہ علم جو علیم تک نہ پہنچا سکے جہل ہے وہ خبر جو خبیر تک نہ پہنچا سکے بے خبری

Scanned by CamScanner

ہے۔

☆ جوعلم یہ نہ بتا سکے کہ عدل کیا ہے، جہل ہے، جوعدل یہ نہ بتا سکے کہ حق کیا ہے ظلم (باطل) ہے۔

☆ وہ عمر جو سوچنے اور سمجھنے کی خاموشی سے گزرے بغیر بولنے میں صرف ہو علم کا سراب ہوتی ہے جبکہ وہ عمر جو سوچنے اور سمجھنے کی خاموشی سے گزر کر بولنے میں صرف ہو علم کی حقیقت ہوتی ہے۔

☆ جاہل تنہائی میں استاد کا شاگرد ہوتا ہے جبکہ بزم میں استاد کا استاد۔ عالم تنہائی میں شاگرد کا استاد ہوتا ہے جبکہ بزم میں شاگرد کا شاگرد۔

☆ ایک اطمینان جہل کا اعتماد ہے جو تکبر (ظلم) ہے جبکہ ایک اطمینان علم کا یقین ہے جو عاجزی (عدل) ہے۔

☆ علم نہ خیر ہے نہ شر نہ حق ہے نہ باطل نہ صحیح ہے نہ غلط ہاں اُس کا استعمال خیر ہے یا شر ہے یا حق ہے یا باطل یا صحیح ہے یا غلط یعنی علم اگر حق پر ہے تو باعثِ خیر ہے صحیح ہے اگر باطل پر ہے تو باعثِ شر ہے غلط ہے۔

☆ علم نہ اچھا ہوتا ہے نہ بُرا بلکہ ہر اچھے اور بُرے عمل کو تیز کر دیتا ہے یعنی اگر تم اچھے ہو تو علم تمہیں اور اچھا بنا دیتا ہے اور اگر تم بُرے ہو تو علم تمہیں اور بُرا بنا دیتا ہے جبکہ اچھائی عدل، سخاوت ہے اور بُرائی ظلم، خست۔

☆ جسے انسان سے جتنی محبت ہے وہ اتنا بڑا عالم ہے۔

☆ عالم کی جنگ جاہل سے نہیں بلکہ جہل سے ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ہوش مندی اور دیوانگی جس مستی میں یکجا ہوتے ہیں اس مستی کا نام عالم ہے۔

☆عالم نہ ہوش مند ہوتا ہے نہ دیوانہ یہ اور بات ہے کہ ہوش مند اُسے دیوانہ سمجھتے ہیں جبکہ دیوانے اسے ہوش مند، ہوش مند اور دیوانے اُسے دیکھ کر ٹھٹھہ لگاتے ہیں جبکہ وہ اُن کے درمیان سے گریہ ناک گزر جاتا ہے۔

☆کسی عالم کی بات سے اگر کوئی خود کو جاہل سمجھنے لگے تو دراصل وہ عالم جاہل ہے جبکہ کسی عالم کی بات سے اگر کوئی خود کو عالم سمجھنے لگے تو حقیقتاً وہ عالم، عالم ہے کیونکہ عالم کا کام بات پیدا کرنا نہیں بلکہ بات کی نشاندہی کرنا ہے۔

☆عالم وہ نہیں جو دیکھنے والے کو دکھائے اور سننے والے کو سنائے بلکہ وہ ہے جو اندھے کو دکھائے اور بہرے کو سُنائے۔

☆جو لوگ اہلِ علم کی سادگی اور عاجزی کو خاطر میں نہیں لاتے اُنہیں اہلِ جہل کی ظاہری شان وشوکت اور تکبر روند ڈالتا ہے۔

☆جہل کے اعتماد سے علم کا تذبذب کہیں بہتر ہے۔

☆زندگی کی حقیقت مَوت ہے۔

☆جیسا تمہارا تصورِ موت ہوگا ویسی تمہاری زندگی

☆ موت سے آگاہی دراصل زندگی سے آگاہی ہے

☆موت کا خوف زندگی کا غلط تصور ہے۔

☆ تمہیں موت نے پیدا کیا ہے جبکہ زندگی نے مردہ۔

Scanned by CamScanner

☆موت کا مطلب مر جانا نہیں بلکہ جہالت کی زندگی گزارنا ہے۔

☆ اگر تمہاری زندگی غفلت سے عبارت ہے تو تم مَرے ہوئے پیدا ہوئے ہو اور اگر آگہی سے عبارت ہے تو تم مَرنے کے بعد بھی زندہ ہو۔

☆موت سے پہلے مرنا آگہی ہے جبکہ موت سے مرنا غفلت۔

☆موت سے پہلے مرنا اختیار ہے جبکہ موت سے مرنا جبر۔

☆ موت سے پہلے مرنا خواہشِ نفس (موت) ترک کر کے رضائے الٰہی (زندگی) اختیار کرنا ہے۔

☆عزت کی موت زندگی ہے جبکہ ذلت کی زندگی موت۔

☆ اللہ جن پر لعنت کرے وہ مردہ ہیں چاہے وہ زندہ ہی کیوں نہ ہوں اللہ جن پر سلامتی بھیجے وہ زندہ ہیں چاہے وہ مردہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی لعنت موت ہے جبکہ اللہ کی بھیجی ہوئی سلامتی زندگی۔

☆مستقبل، دولت اور زندگی کے پیچھے بھاگنے والے ایک وقت آتا ہے جب ماضی، بیماری اور مَوت کو روتے ہیں۔

☆تمہیں روشنی چاہیے ہے اور تم اندھیرے سے بھی نہیں گزرنا چاہتے۔ تمہیں سیرابی چاہیے ہے اور تم تشنگی سے بھی نہیں گزرنا چاہتے تمہیں زندگی چاہیے ہے اور تم مرنا بھی نہیں چاہتے۔

☆رائیگاں ہونے سے تو قربان ہو جانا بہتر ہے وہ اِس لیے کہ رائیگاں ہونے اور قربان ہونے میں بنیادی فرق بے اختیار ہونے اور با اختیار ہونے کا فرق

Scanned by CamScanner

ہے ایک کا نتیجہ محرومی ہے جبکہ ایک کا نتیجہ بے نیازی۔ ایک کا نتیجہ ''میں'' کی بے شعوری ہے جبکہ ایک کا نتیجہ ''میں'' کا شعور یعنی جسے ''میں'' کا شعور نہیں وہ محروم ہے اور جو محروم ہے وہ بے اطمینان ہے اور جو بے اطمینان ہے وہ بے اختیار ہے اور جو بے اختیار ہے وہی تو رائیگاں ہوگا اور جسے ''میں'' کا شعور ہے وہ بے نیاز ہے اور جو بے نیاز ہے وہ با اطمینان ہے اور جو با اطمینان ہے وہ با اختیار ہے اور جو با اختیار ہے وہی تو قربان ہوگا۔ یعنی ایک مر کر رائیگاں ہو گیا جبکہ ایک قربان ہو کر جاوداں ہو گیا۔

☆ اپنے نفس ''میں'' کو پہچاننے سے مُراد یہ تسلیم کرنا ہے کہ جہاں تمہارا تصورِ نجاست ختم ہوتا ہے وہاں سے ''میں'' (مجاز) کی نجاست کا آغاز ہوتا ہے جبکہ اپنے رب ''تُو'' (حقیقت) کو پہچاننے سے مراد یہ تسلیم کرنا ہے کہ جہاں تمہارا تصورِ طہارت ختم ہوتا ہے وہاں سے رب ''تُو'' کی طہارت کا آغاز ہوتا ہے۔

☆ خواہشِ نفس کا دوسرا نام فجور (ظلم) ہے جبکہ رضائے الٰہی کا دوسرا نام تقویٰ (عدل) ہے۔

☆ حق بات کا ردّ و قبول بات کے سمجھ میں آنے یا نہ آنے سے نہیں بلکہ طہارتِ نفس اور نجاستِ نفس سے ہے۔

☆ غیب پر ایمان؛ بغیر طہارتِ نفس، تقویٰ (عدل) ممکن نہیں۔

☆ تمہارے نفس میں تقویٰ (نفس الٰہیہ ملکوتیہ) بھی ہے اور فجور (نفسِ

اتارہ) بھی اب دیکھنا یہ۔ ثلِ نفس میں جب دونوں مقابل صف آرا ہوتے ہیں توتم کس کی صدا پر لبیک کہتے ہو۔

☆ تم نفسِ الٰہیہ ملکوتیہ کو زندہ رکھنے کی سعی کرنے سے زیادہ نفسِ اتارہ کو مارنے کی سعی نہ کرو کہ نفسِ الٰہیہ ملکوتیہ کی زندگی ہی نفسِ اتارہ کی اصل موت ہے۔

☆ نفسِ الٰہیہ ملکوتیہ کا شعور خود آگہی ہے جبکہ نفسِ اتارہ کی بے شعوری خود پرستی۔

☆ حق (عدل) پر قائم رہنا ہی نفس کے مطمئن ہونے کی دلیل ہے۔

☆ تزکیہءِ نفس رَد (ظلم کے رَد) اور اعادہ (عدل کے اعادہ) سے عبارت ہے۔

☆ نفس کا دوسرا نام خواہش (حرص وہوا) ہے۔

☆ جب تک تمہارا نفس تمہاری تعریف سے خوش اور تمہاری برائی سے آزردہ ہورہا ہے یہ جان لو کہ تم نفس کی قید میں ہو۔

☆ اپنی تعریف کی خوشی اور اپنی برائی کی آزردگی (نفس کی قید) سے آزاد ہو جانا ہی دراصل بے نیاز ہو جانا ہے۔

☆ خود کو پاک کرنے کی ریاضتِ عمر سے اعترافِ نجاست میں گزرا ہوا ایک لمحہ افضل ہے۔

☆ اصل طہارت تقویٰ (عدل) ہے جبکہ اصل نجاست فجور (ظُلم)۔

Scanned by CamScanner

☆ اندر کی نجاست سے دوری کا واحد راستا اعترافِ نجاست ہے نہ کہ ظاہری طہارت۔

☆ دلیل (نص) قائم ہو جانے کے بعد صرف اقرار یا انکار رہ جاتا ہے اقرار طہارتِ نفس ہے جبکہ انکار نجاستِ نفس۔

☆ حق کا قُرب ہر نجاست کو طہارت سے بدل دیتا ہے جبکہ حق سے دوری ہر طہارت کو نجاست سے۔ یعنی حق کا قرب طہارت ہی طہارت ہے جبکہ حق سے دوری نجاست ہی نجاست ہے۔

☆ اللہ کی نافرمانی دراصل اُس کے امر سے حسد کرنا ہے جبکہ اللہ کی اطاعت اُس کے امر سے مودت رکھنا ہے۔

☆ بدترین نجاست (رجس) کا دوسرا نام حسد ہے۔

☆ پردۂ غفلت (دلوں پر مُہر) کا دوسرا نام حسد ہے۔

☆ محبت وہ واحد زبان ہے جو حاسد کے علاوہ سب کی سمجھ میں آتی ہے۔

☆ نجاست (رجس) کا دوسرا مطلب اللہ کے امر سے حسد کرنا ہے جبکہ طہارت کا دوسرا مطلب اللہ کے امر سے مودت رکھنا ہے۔

☆ حسد خوف ہے اور تنہائی ہے جبکہ مودّت بے خوفی ہے اور یکتائی ہے۔

☆ تیری ہی وجہ سے لوگ بھٹکتے ہیں راہ سے (تجھ سے حسد کر کے) تیری ہی وجہ سے لوگ آتے ہیں راہ پر (تجھ سے مودّت کر کے)۔

☆ حسد سے نا امیدی بے اطمینانی اور محرومی پیدا ہوتی ہے جبکہ مودّت سے

امید، اطمینان اور بے نیازی۔

☆حسد دراصل جو جیسا (صاحبِ امر) ہو اُس کو ویسا ہی نہ مان کر خود کو اُس جیسا سمجھنے یا اُس جیسا نہ ہو کر اُس جیسا بننے کی خواہش کا نام ہے۔

☆حسد طاغوت (نجاست) ہے جبکہ مؤدت نُور (طہارت) ہے،

☆حسد کفر ہے جبکہ مودّت ایمان۔

☆حسد کے عذاب کا نام دوزخ ہے جبکہ مودّت کے اجر کا نام جنت ہے۔

☆جو کتاب ہر کتاب سے زیادہ دستیاب ہے وہ انسان ہے اور جو کتاب سب سے کم پڑھی اور سمجھی جاتی ہے وہ بھی انسان ہے۔

☆انسان ہی کتاب اللہ ہے۔

☆انسان کی حُرمت و تکریم ہی خوف اللہ ہے۔

☆انسان کی پستی یہ ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو ہمیشہ بلندی میں تلاش کرنے کی کوشش کی جبکہ انسان کی بلندی یہ ہے کہ اُس کی پستی اُس پر کُھل جائے۔

☆اگر انسان کے راستے میں کانٹے بچھانے والے نہ ہوں تو انسان احتیاط سے چلنا کبھی نہیں سیکھ سکتا۔

☆ انسان کیلئے سب سے بڑی نعمت عاجزی ہے۔

☆سب سے بڑا گناہ، خود کو گناہ سے پاک سمجھنا ہے۔

☆تکبّر پاکیزگی گناہ کے داخل ہونے کا پہلا دروازہ ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ نیکی کے تکبر سے گناہ کی شرمندگی کہیں بہتر ہے۔

☆ گناہ سے بدتر ہے وہ نیکی جو یاد رہ جائے۔

☆ گناہ سے وہ کبھی نہیں بچ سکتا جو اپنے آپ کو صدقِ دل سے اُس کے حوالے نہ کرے جو گناہ سے بچاتا ہے۔

☆ سوال کرنے کے چار زاویے ہیں، اوّل: جواب جاننے کی خواہش، دوم: امتحان لینے کا خبط، سوم: خود کو بڑا ظاہر کرنے کا گھمنڈ، چہارم: مضحکہ اڑانا۔

☆ مفلس تو وہ ہے جس کے پاس سوال نہیں۔

☆ جو بات تمہیں جمادات و نباتات و حیوانات سے بلند کر کے مقامِ بشریت تک پہنچاتی ہے وہ سوال ہے۔

☆ سوال عقل کا جوہر ہے۔

☆ جاہل وہ نہیں جس کے پاس علم نہیں بلکہ وہ ہے جس کے پاس سوال نہیں

☆ تم کون ہو اِس سوال کا جواب تمہارے غیر کے پاس نہیں بلکہ تمہارے اپنے پاس ہے۔

☆ حقائق سے پہلے لطائف ہیں لطائف سے پہلے بشارت ہے بشارت سے پہلے عبادت ہے عبادت سے پہلے ایمان ہے ایمان سے پہلے علم ہے علم سے پہلے سوال ہے۔

☆ تمہارا البشر ہونا تمہارے سوال ہونے سے حق الیقین ہونے تک پھیلا ہوا ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ حق الیقین وہ مستی ہے جو قلندریت ہے۔

☆ حق نہ تم سے نزدیک ہے نہ دُور بلکہ تم اپنے آپ سے جتنا نزدیک ہو حق تم سے اُتنا نزدیک ہے اور تم اپنے آپ سے جتنا دور ہو حق تم سے اُتنا دور ہے یعنی تم سے تمہارے فصل کا ختم ہو جانا ہی تمہارا انا الحق ہو جانا ہے۔

☆ یہی حق (عدل، زندگی) اُن کیلئے زندگی بن جاتا ہے جو یہ تسلیم کرتے ہیں (شہادت دیتے ہیں) کہ وہ حق (عدل، زندگی) ''دلیل'' کے بغیر مردہ ہیں، جب کہ یہی حق (عدل، زندگی) ان کیلئے موت بن جاتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حق (عدل، زندگی) ان کا (اُن کی گواہی کا) ان کی دی ہوئی دلیل کا محتاج ہے۔

☆ یقین (دلیل) ''موجود'' سے قریب کرنے کیلئے اللہ نے انسان (وجود) کو (الہام) عطا کیا ہے اور یہ اس کی رحمت ہے، جبکہ یقین (دلیل) ''موجود'' سے دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان (وجود) کے منہ پر قیاس دے مارا ہے اور یہ اُس کا غضب ہے اِس رحمت اور اِس غضب کے درمیان اللہ نے عقل اور علم کو ''میزان'' ٹھہرایا ہے۔

☆ اللہ پر ایمان لانا دراصل اُس کی دلیل (نص) پر ایمان لانا ہے جبکہ دلیل (نص) اقرار و انکار سے ماوراء ہوتی ہے، ہاں اُس کے اقرار سے قلب روشن ہوتا ہے جبکہ انکار سے تاریک۔

☆ اللہ کی توحید پر ایمان لانا دراصل اُس کے امر کو تسلیم کرنا اور اُس کی رضا

Scanned by CamScanner

(دلیل) پر راضی ہونا ہے یہی صراطِ مستقیم ہے جبکہ اللہ کی توحید کا کفر اُس کے امر کو تسلیم نہ کرنا ہے اور اُس کی رضا (دلیل) پر راضی نہ ہونا ہے بلکہ اُس کے امر کے مقابل اپنا امر (شرک) لانا ہے اُس کی رضا کے مقابل اپنی رضا (قیاس) کو "دلیل" ٹھہرانا ہے یہی تو اللہ کی توحید کا انکار ہے اور یہی صراطِ مستقیم سے ہٹ جانا ہے۔

☆ سب سے بڑی عبادت، یقین کے ایک سجدے کی تلاش ہے، جبکہ سب سے بڑا اگر یہ معرفت کے ایک آنسو کی تلاش ہے۔

☆ یقین کا ایک سجدہ (عبادت) یہ ہے کہ اے میرے اللہ (رب) میری بندگی تیری ربوبیت کا حق ادا نہیں کرسکتی معرفت کا ایک آنسو (گریہ) یہ ہے کہ اے میرے اللہ (رب) میری توبہ اور گریۂ انفعال تیری غفوریت اور رحمیت کی تاب نہیں لاسکتے نہ کہ اُس پر تیرا اکرم (نعمت)

اللہ اکبر اللہ اکبر
اللہ اکبر اللہ اکبر

☆ ہر وہ عمل جو شعور کی حالت میں کیا جائے عبادت "اصل" (یقین) ہے جبکہ ہر وہ عمل جو بے شعوری کی حالت میں کیا جائے عادت "نقل" (قیاس) ہے۔

☆ مفلس تو وہ ہے جس کے پاس سوال نہیں۔

☆ مفلس تو وہ ہے جس کے پاس میزان نہیں۔

☆ مفلس تو وہ ہے جس کے پاس دینے کے لئے دعا بھی نہیں۔

Scanned by CamScanner

☆ مفلسی اور تمول انسان کو تنہا کرتے ہیں۔

☆ سخاوت تنہائی دور کرتی ہے۔

☆ تنہا وہ بھی ہیں، مگر بظاہر، جن کے ساتھ حق کے اُصول ہیں۔ تنہا وہ بھی ہیں مگر بہ باطن، جن کے ساتھ حق کے اُصول نہیں۔

☆ وہ کلامِ وجود (جزو) جو کلامِ موجود "کُل" سے جڑ جائے الہام (حکمت) ہوتا ہے جبکہ وہ کلامِ وجود (جزو) جو کلامِ موجود (کُل) سے نہ جڑ سکے قیاس (فلسفہ) ہوتا ہے۔

☆ عدل اور ظلم کے درمیان حرص وہوا ہیں اِن سے دوری انسان کو عدل کے قریب کرتی ہے جبکہ اِن سے قربت انسان کو ظلم کے قریب کرتی ہے۔

☆ جو اشیاء اور عوامل میں ترتیب تلاش کرتا ہے یا پیدا کرتا ہے (قائم کرتا ہے) حق پر ہے، عدل پر ہے، عادل ہے۔ جو اشیاء اور عوامل میں بے ترتیبی پیدا کرتا ہے (بے مقام کرتا ہے) باطل پر ہے، شر پر ہے اور ظالم ہے۔

☆ مجبوری، لالچ اور خوف کے ہتھے جو چڑھ جائے وہ حق (عدل) سے ہٹ جاتا ہے۔

☆ حق (عدل) کا دوسرا نام بے خوفی، بے نیازی اور اختیار ہے جبکہ باطل (ظُلم) کا دوسرا نام خوف، لالچ، اور مجبوری ہے۔

☆ ہر زمانہ اپنی حقیقت ساتھ لے کر آتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ حقیقت ہر زمانے سے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ اپنے زمانے کی حقیقت کا کھلنا دراصل ہر زمانے کی حقیقت کا کھلنا ہے یعنی جس پر اپنے زمانے کی حقیقت نہیں کھلتی اس پر کسی زمانے کی حقیقت نہیں کھلتی۔

☆ جس پر زمانہ نہیں کھلتا اُس پر زمانے کا امامؑ بھی نہیں کھلتا یعنی زمانے کی معرفت امامؑ کی معرفت سے اور امامؑ کی معرفت زمانے کی معرفت سے جڑی ہوئی ہے۔

☆ اے عورتو! اے مردو! تمہاری حد سے بڑھی ہوئی شہوت (شیطنت) نے تمہیں تمہارے اصل سے علیحدہ کر کے تمہیں عورت ہونے اور مرد ہونے میں بدل کر رکھ دیا ہے ورنہ اے عورتو! اور اے مردو! اگر تم غور کرو تو تمہاری اصل تمہارے عورت ہونے اور تمہارے مرد ہونے سے بہت بلند ہے اور جو تمام عورتوں اور تمام مردوں کے لئے یکساں حقیقت (اصل) ایک ہے۔

☆ عورت جب تک اپنے عورت ہونے سے بلند نہ ہو محض ناقص العقل ہے مرد جب تک اپنے مرد ہونے سے بلند نہ ہو محض مکّار ہے جب یہ دونو اپنی سطح سے بلند ہو کر اپنے اصل سے جڑتے ہیں تب کہیں جا کر وہ انسان بنتے ہیں جو اشرف المخلوقات ہے۔

☆ صلواۃ قائم کرنا اللہ کے قضائن (فتوے) پر راضی ہونا اور اس کے امر کو تسلیم کرنا ہے۔

☆ تقویٰ کے پھل رضا و تسلیم ہیں جبکہ ذائقے صبر و شکر۔

Scanned by CamScanner

☆ مظلوم کو مظلوم کہنا حق کو تسلیم کرنا ہے جبکہ ظالم کو ظالم کہنا حق کے کیلئے اقدام کرنا ہے۔

☆ مظلوم کی مظلومیت پر رونے سے بڑی فضیلت ظالم کو ظالم کہنا ہے۔

☆ تم میں بس وہ اُتنا متقی ہے جو مظلوم کے حق کے لئے ظالم سے جتنا نبرد آزما ہے۔

☆ متقی اور زاہد میں فرق یہ ہے کہ متقی سے منکر و فحشی دور رہتے ہیں جبکہ زاہد منکر و فحشی سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

☆ میں نے کبھی شراب نہیں پی یہ بات کہنے میں جتنا نشہ ہے اُتنا نشہ دنیا کی کسی شراب میں نہیں۔ میں نے کبھی زنا نہیں کیا یہ بات کہنے میں جتنی لذّت ہے اُتنی لذّت کسی زنا میں بھی نہیں۔

☆ جاننے کا راستہ ماننے اور نہ ماننے کے درمیان سے ہو کر گزرتا ہے۔

☆ فرد سے معاشرہ (تہذیب) جنم لیتا ہے پھر یہی معاشرہ (تہذیب) ایک دن فرد کو نگل لیتا ہے یہی معاشرہ (تہذیبوں) کا بننا اور مٹنا ہے۔

☆ ایک انسان کے انسان ہونے اور دوسرے انسان کے حیوان ہونے کے درمیانی فرق کو واضح کرنے کا نام تہذیب ہے۔

☆ تاریخ سے انسان کو نہیں سمجھا جا سکتا، ہاں انسان سے تاریخ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

☆ جو زندگی میں جتنی بڑی بے معنویت سے گزرے گا وہ زندگی سے اُتنی بڑی

Scanned by CamScanner

معنویت کشید کریگا۔

☆ اکثریت میں اللہ (حقیقت) کو ماننے یا نہ ماننے پر اڑنے سے آگے کی بے شعوری میں ماننے اور نہ ماننے والے دونوں برابر ہیں۔

☆ اکثریت میں قبر پرست اور غیر قبر پرست کے درمیان اختلاف قبر پرستی کے جائز ہونے یا ناجائز ہونے سے زیادہ نہیں اس سے آگے کی بے شعوری میں دونوں برابر ہیں۔

☆ گونگا وہ نہیں جو بول نہیں سکتا بلکہ وہ ہے جو سوچ نہیں سکتا۔

☆ بہرا وہ نہیں جو سُن نہیں سکتا بلکہ وہ ہے جو نفسِ الٰہیہ ملکوتیہ کی پکار نہیں سُن سکتا۔

☆ ہاتھی کی بہادری یہ نہیں کہ چیونٹی کو مسل دے بلکہ یہ ہے کہ چیونٹی کو گزرنے کا راستہ دے۔

☆ حسن کی ابتدا حیرت ہے جبکہ انتہا خوف۔

☆ انکسار کے پردے میں عقل و حکمت ہیں جبکہ حیاء کے پردے میں بصیرت۔

☆ تمہارے اندر کے خیر (حق) اور تمہارے اندر کے شر (باطل) سے پیدا ہونے والی طاقت کا اختیار ہی تمہاری بھوک (مادّیت) اور شہوت پر حاکم ہے۔

☆ مظلومیت پر رونا بھی اگر تمہیں ظلم سے باز نہیں رکھ رہا تو یہ رونا "بدعت"

ہے۔

☆ سب سے بڑا جھوٹ، سچ بول کر اس کے پیچھے موجود نہ ہونا ہے جبکہ سب سے بڑا سچ، سچ بول کر اس کے پیچھے موجود ہونا ہے۔

☆ تم اپنے سچ میں اتنی قوت (یقین) پیدا کرو کہ تمہیں جھوٹ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

☆ جہل جاہلوں کے شور مچانے سے راستا نہیں بناتا بلکہ عالموں کے خاموش ہو جانے سے راستا بناتا ہے۔

☆ جھوٹ کو جھوٹ کہنا ہی سچ ہے باطل کو باطل کہنا ہی حق ہے یعنی تمہارا سچ اور تمہارا حق جھوٹ کو جھوٹ اور باطل کو باطل کہنے میں ہی پوشیدہ ہے۔

☆ باطل کی اپنی کوئی زبان نہیں ہوتی یعنی باطل کی زبان بھی حق ہی کی زبان ہوتی ہے جبکہ عمل باطل ہوتا ہے۔

☆ بس وہ اتنا اچھا ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ کتنا برا ہے۔

☆ حرکت کو ارادے کے تابع کرنے والے زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتے ہیں جبکہ ارادے کو حرکت کے تابع رکھنے والے زمان و مکان کے قیدی۔

☆ سیاست حق کو حالات کے تابع کرنے کی کوشش کا نام ہے جبکہ حکمت حالات کو حق کے تابع کرنے کا یعنی سیاست میں اوّلیت حالات کو ہے جبکہ حکمت میں حق کو جبکہ حالات کو تغیر ہے اور حق کو ثبات۔

Scanned by CamScanner

☆ عاجزی کا مطلب خود کو چھوٹا کہنا نہیں بلکہ بڑے کو بڑا ماننا ہے۔

☆ ازلی، ابدی، حقیقی، مسرت کا راز ازلی ابدی حقیقی غم میں پوشیدہ ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ازلی، ابدی، حقیقی، غم کا راز ازلی، ابدی، حقیقی، مسرت میں پوشیدہ ہے۔

☆ محض غم ایک ادھوری حقیقت ہے محض مسرت ایک ادھوری حقیقت ہے جبکہ مکمل حقیقت وہ مستی ہے جو اِن دونوں حالتوں کے یکجا ہونے سے وجود میں آتی ہے۔

☆ غم سے نجات نہیں بلکہ غم میں نجات ہے۔

☆ احساسِ قید ہی آزادی کی طرف پہلا قدم ہے۔

☆ وہ یہ کہتے ہیں اگر بھوکے رہو گے تو سوچ نہیں سکتے، میں یہ کہتا ہوں اگر سوچو گے نہیں تو بھوکے ہی رہو گے۔

☆ بھوکا، مفلس، اور جاہل تو وہ ہے جو پیٹ بھروں کا پیٹ مزید بھرنے اور اُنکی دولت میں مزید اضافہ کرنے اور اُن کے جہل میں مزید اضافہ کرنے میں ان کا مددگار ہو اور شکم سیر، تونگر، اور عالم تو وہ ہے جو بھوکوں کا پیٹ بھرنے اور اُنکے استغنا میں اضافہ کرنے اور اُنکے علم میں اضافہ کرنے میں اُن کا مددگار ہو۔

☆ مسئلہ یہ نہیں کہ تمھارے پاس مالِ دنیا ہے یا نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ تم مالِ دنیا کو سمجھتے کیا ہو۔

Scanned by CamScanner

☆ تم وہی کچھ دیکھ رہے ہو، جو دیکھنا چاہتے ہو۔ وہی کچھ سن رہے ہو جو سننا چاہتے ہو، کاش تم ویسا دیکھ سکو جیسا جو ہے، ویسا سن سکو جیسا جو ہے۔

☆ اگر محض عشقِ حقیقی (غیب) کی بات کی جائے تو ادھوری ہے۔ اگر محض عشقِ مجازی (وجود) کی بات کی جائے تو ادھوری ہے یعنی عشق وہ ہے جو مجاز (وجود) سے حقیقت (غیب) کی طرف اور حقیقت (غیب) سے مجاز (وجود) کی طرف اِس طرح سفر کرے کہ مجاز (وجود) کو حقیقت (غیب) سے اور حقیقت (غیب) کو مجاز (وجود) سے علیحدہ کرنا ناممکن ہو جائے۔

☆ جسے یہ نہیں معلوم کہ نعمت کہاں سے آتی ہے، اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ ہلاکت کہاں سے آتی ہے۔

☆ جب کبھی کوئی ناکامی سامنے آئے تو اپنی نیت پر غور کر لیا کرو جب کبھی کوئی کامیابی حاصل ہو تو اپنے عمل پر غور کر لیا کرو۔

☆ اضافیت جس معروضیت پر کھڑی ہے اُس کا رد بھی اُسی معروضیت میں موجود ہے۔

☆ بے روح معاشی فلسفہ انسان کو پیٹ (مادّیت) کے ایک جہنم سے نکال کر دوسرے جہنم میں جھونک دیتا ہے۔

☆ پہلے حرکت ہے پھر مادّہ ہے مادّے کے بعد پھر حرکت ہے۔

☆ وقت پیسا ہے یہ ایک حقیقت ہے مگر اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ وقت پیسے سے خریدا نہیں جا سکتا۔

☆ اُس بادشاہت (مالِ دنیا) سے بہتر وہ فقر (تنگ دستی) ہے جو تم پر موت کی

فیس بک گروپ کتابیں پڑھنے سید محسن احسن.... پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

حقیقت کھول دے۔

☆ اجنبی وہ ہے جو تمہاری بات نہ سن رہا ہے نہ سمجھ رہا ہے چاہے وہ کتنا ہی آشنا کیوں نہ ہو جبکہ آشنا وہ ہے جو تمہاری بات سن بھی رہا ہے اور سمجھ بھی رہا ہے چاہے وہ کتنا ہی اجنبی کیوں نہ ہو۔

☆ تسخیرِ وجود سے پیدا ہونے والی طاقت اپنے صحیح استعمال کا شعور نہیں رکھتی جب کہ عرفانِ وجود سے پیدا ہونے والی طاقت اپنے صحیح استعمال کا شعور رکھتی ہے۔

☆ تسخیرِ وجود اپنی ''میں'' کو سمجھے بغیر فطرت پر (فطرت کے خلاف) مسلط کرنا ہے جو ظلم ہے جب کہ عرفانِ وجود اپنی ''میں'' کو سمجھ کر فطرت سے ہم آہنگ کرنا ہے اور اس سے بند ہو جانا ہے جو عینِ عدل ہے۔

☆ اللہ رازق ہے اِس بات پر ایمان نہ رکھنے والے ساری زندگی اُس رزق کے پیچھے دوڑتے ہیں جو اُن کو ساری زندگی دوڑاتا رہتا ہے اور جس کا نتیجہ محرومی (بے اطمینانی) ہے جب کہ اس بات پر ایمان رکھنے والے کہ اللہ رازق ہے وہ رزق پاتے ہیں جو اُن کے تعاقب میں ہے اور جس کا نتیجہ بے نیازی (اطمینان) ہے۔

☆ اللہ کا قہر ہے تمہیں اپنے رحم کی طرف بلانے کیلئے مگر بھاگ رہے ہو تم اُس کے رحم سے اور اُس کی نعمت سے اور اُس کی نعمت کے شکر سے مگر کہاں جاؤ گے بھاگ کر تم اور تمہارا کفر اللہ کے قہر سے۔

☆ قیامت، نعمت (دلیل) کا تمہارے درمیان سے (تمہارے جھٹلانے پر)

Scanned by CamScanner

اٹھالیا جاتا ہے۔

☆ جھوٹے کی لگاوٹ سے سچے کا لُطمہ کہیں بہتر ہے۔

☆ غذا اگر جسم کا حصہ نہ بن سکے تو جسم کی موت ہے، علم اگر روح کا حصہ نہ بن سکے تو روح کی موت ہے۔

☆ آزادی کا مطلب اپنے اختیار سے کسی کو قید نہ کرنا ہے۔

☆ اندر کا شر (مَیں) محض شر مارنے سے نہیں مرتا بلکہ خیر (تُو) کے آگے سر جھکانے سے مرتا ہے۔

☆ صاحبِ امر کی شہادت (گواہی) اور صاحبِ امر کی اطاعت (پیروی) کے مفہوم کو تم نے خلط ملط کر دیا ہے یعنی صاحب امر کی شہادت (گواہی) کیلئے واجب ہے کہ شہادت (گواہی) دینے والا خود بھی صاحب امر ہو جبکہ صاحب امر کی اطاعت (پیروی) کیلئے اطاعت گزار کا صاحبِ امر ہونا واجب نہیں اب جاؤ اور اپنے اشھدُ (گواہی) سے پہلے اپنے اشھدُ پر غور کرو کہ کیا تم بھی صاحب امر ہو۔

☆ جو پیدا ہو کر یومِ الست سے نہیں جُڑا وہ پیدا ہی نہیں ہوا اور جو موت سے پہلے یوم الدین سے نہیں جُڑا وہ مر گیا۔

☆ وہ یہ کہتے ہیں کہ صحت مند جسم سے صحت مند دماغ مشروط ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ صحت مند دماغ سے صحت مند جسم مشروط ہے۔

☆ کسی کو ماننا دراصل خود کو منوانے سے آزاد ہو جانا ہے۔

☆ حق کا غلام ہو جانا ہی دراصل ہر غلامی سے آزاد ہو جانا ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ اگر سمجھو تو حق تمہیں اپنا غلام نہیں بنانا چاہتا بلکہ تمہیں تمہاری قید سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔

☆ سب سے بڑا ظلم محبت کا جواب محبت سے نہ دینا ہے۔

☆ اللہ کیا ہے یہ بتانے کا حق صرف اُسے ہے جس پر کسی کو اللہ ہونے کا گمان ہو یا کسی کو اللہ ہونے کا یقین۔

☆ خاص آدمی ہونا دراصل ایک عام آدمی ہونا ہے۔

☆ تمہاری گویائی تمہاری سماعت سے مشروط ہے یعنی جتنی بہتر تمہاری سماعت ہوگی اتنی بہتر تمہاری گویائی کیونکہ گونگا اس لیے گونگا ہوتا ہے کہ وہ پہلے بہرا ہوتا ہے۔

☆ نیتِ خیر سے عملِ خیر تک کے درمیانی سفر کا نام یقین (توکل) ہے

☆ جو تنبیہ کو ذلت اور خوش آمد کو عزت سمجھتے ہیں وہ کبھی حق پر گامزن نہیں ہو سکتے۔

☆ جنہیں پیار میں تنبیہ اور تنبیہ میں پیار نظر نہیں آتا وہ کبھی راہِ راست پر نہیں آسکتے۔

☆ طاقت اور اختیار کے طالب وہ بھی ہیں جو نور کے سامنے کھڑے ہیں مگر حق کے عوض نہیں طاقت اور اختیار کے طالب وہ بھی ہیں جو طاغوت کے سامنے کھڑے ہیں چاہے باطل کے عوض ہی کیوں نہ ہو۔

☆ آنکھوں پر پردہ پڑ جانے کا مطلب روشنی میں بھی نہ دیکھ سکنا (جہل) ہے جبکہ آنکھوں سے پردہ اٹھ جانے کا مطلب اندھیرے میں بھی دیکھ لینا (علم)

Scanned by CamScanner

ہے۔

☆ چرب زبان ہونے کا مطلب ہی بے دلیل ہونا ہے جبکہ حاضر جواب ہونے کا مطلب صاحبِ دلیل ہونا ہے۔ یعنی چرب زبانی باطل کا ہتھیار ہے جبکہ حاضر جوابی حق کا۔

☆ کچھ لوگ (نادان) بولنے کے بعد سوچتے ہیں جبکہ کچھ لوگ (عقلمند) بولنے سے پہلے سوچتے ہیں جبکہ کچھ لوگ (چرب زبان) نہ بولنے کے بعد سوچتے ہیں نہ بولنے سے پہلے۔

☆ جاہل (نادان) کی لگاوٹ سے عالم (عقلمند) کا لُطمہ کہیں بہتر ہے۔

☆ اُس سے بڑا شدّتِ جذبات (اضطراب) کا مارا کوئی نہیں جو حالتِ سکون میں بھی درست فیصلہ نہ کر سکے جبکہ اُس سے بڑا پرسکون کوئی نہیں جو شدّتِ جذبات (اضطراب) میں بھی درست فیصلہ کرے یعنی شدّتِ جذبات (اضطراب) اور حالتِ سکون دونوں صورتوں میں فوقیت درست فیصلے کو حاصل ہے۔

☆ مسخرہ کائنات کی خبیث روح ہوتا ہے۔

☆ اللہ دو وقت ٹھٹھہ لگاتا ہے ایک اُس وقت جب وہ جسے ذلت دیتا ہے تم اُسے عزت دیتے ہو دوسرے اُس وقت جب وہ جسے عزت دیتا ہے تم اُسے ذلت دیتے ہو۔

☆ کائنات تین دنوں پر محیط ہے یومِ الست یومِ غدیر اور یومِ الدین جنہیں یہ تینوں دن یاد ہیں وہ عاشور کے دن لشکرِ حسینؑ میں ہوں گے اور جن کے لئے

اجرِ عظیم اور بشارت ہے یہاں (دنیا میں) بھی اور وہاں (آخرت میں) بھی جبکہ جنہیں یومِ الست یومِ غدیر اور یومِ الدین یہ تینوں دن یاد نہیں ہیں وہ عاشور کے دن لشکرِ یزید میں ہوں گے اور جن کے لئے عذابِ عظیم اور لعنت ہے یہاں (دنیا میں) بھی اور وہاں (آخرت میں) بھی اور یہ اس لیے ہے کہ ہر دن عاشور کا دن ہے اور ہر زمین کربلا ہے

☆ ظالم کے قہقہے کو اگر نچوڑیں تو اُس میں سے آنسو برآمد ہوتا ہے جو ظالم کی شکست ہے جبکہ مظلوم کے آنسو کو اگر پھیلائیں تو اس میں سے قہقہہ برآمد ہوتا ہے جو مظلوم کی فتح ہے۔ یعنی ظالم کا قہقہہ آنسو ہے جبکہ مظلوم کا آنسو قہقہہ۔

☆ ملّا تمہاری آخرت کا مالک بن بیٹھا ہے جبکہ سیاست دان تمہاری دنیا کا اور تم اِن دونوں کے پیچھے چلنے والو یہ جان لو کہ آخرِ کار تمہارے ہاتھ سوائے محرومی اور بے اطمینانی کے کچھ بھی نہ آئے گا۔

☆ دین میں سیاست اور سیاست میں دین شامل کرنے والے ملّاؤں اور سیاست دانوں نے ہی تمہارے تصورِ دنیا (مادّیت) اور تمہارے تصورِ آخرت (نجات) کو تباہ کیا ہے۔

☆ دین کی بگڑی ہوئی شکل کا نام مذہب ہے جبکہ حکمت کی بگڑی ہوئی شکل کا نام سیاست ہے یعنی سیاست مذہب (طاغوت) ہے جبکہ حکمت دین (نور) ہے

☆ یقین کے سفر کا نام تنہائی ہے اور تنگ دستی ہے جبکہ یقین کی منزل کا نام یکتائی ہے اور استغنیٰ ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ بداخلاقی کا بہترین انتقام خوش اخلاقی ہے۔

☆ بے نیاز ہو جانا دراصل اسم کی قید سے آزاد ہو جانا ہے۔

☆ جو یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اپنے بارے میں بہت بولتا ہے اور جو یہ جانتا ہے کہ وہ کون ہے اپنے بارے میں خاموش رہتا ہے۔

☆ سب کچھ غائب کر کے خود حاضر ہونے والے کا نام مُلا ہے جبکہ سب کچھ حاضر کر کے خود غائب ہونے والے کا نام فقیر ہے۔

☆ ارادے (عمل) اور سپردگی (نیت) میں وہی فرق ہے جو مُلا اور فقیر میں ہے

☆ جب تمہارے اندر سے تمہاری ''میں'' فنا ہو جاتی ہے تب تمہارے اندر سے ''تو'' (یعنی وہ) ''میں'' بن کر بولنے لگتا ہے۔

☆ خود کھڑے ہونے (قائم ہونے) کے لئے ایک ہی فرد کافی ہے جو تم خود بھی ہو سکتے ہو جبکہ بھاگنے کے لئے کروڑوں افراد بھی کم ہیں جو تم سب بھی ہو سکتے ہو۔

☆ آخر تم کب تک کسی اور کے قائم ہونے کا انتظار کرو گے یہ بتاؤ تم خود قائم ہونے کے لئے کب تیار ہو گے۔

☆ میں جس سفاک زمانے میں سانس لے رہا ہوں اُس زمانے میں جہالت بڑی ذہانت (دانشوری) کے ساتھ ہے جبکہ بے ادبی بڑے ادب (شائستگی) کے ساتھ ہے۔

☆ حقیقتاً وہی حق پر ایمان رکھتے ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ حق ان کے ایمان رکھنے سے بہت بلند ہے جبکہ واقعتاً وہ حق پر ایمان نہیں رکھتے جو یہ یقین دلاتے

Scanned by CamScanner

ہیں کہ وہ حق پر ایمان رکھتے ہیں۔

☆ واقعتاً وہی حق کی جان لے لیتے ہیں جو یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ حق پر اپنی جان قربان کر دیں گے جبکہ حقیقتاً وہ حق پر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ جیسا حق ہے ویسا ہمارے پاس لٹانے کیلئے کچھ بھی نہیں۔

☆ ایک ''میں'' خواہشِ نفس سوال کے آگے کھڑی ہے جو جواب سے اپنی مرضی نکالتی ہے جبکہ ایک ''میں'' رضائے الٰہی سوال کے پیچھے کھڑی ہے جو جواب سے اپنی راہ متعین کرتی ہے۔

☆ جو محبت (عبادت) کرنا چاہتا ہے وہ ہاتھ سے پتھر، پھول، خوف، (دوزخ) لالچ (جنت) مجبوری اور اختیار رکھ دیتا ہے جبکہ جو محبت (عبادت) کروانا چاہتا ہے وہ ہاتھ میں پتھر، پھول، خوف (دوزخ) لالچ، (جنت) مجبوری اور اختیار اٹھالیتا ہے۔

☆ حق بولنے سے پہلے قبول کرنے کی چیز ہے۔

☆ بہادر صرف وہ ہے جو اپنے سے بڑے بہادر کے سامنے اپنی بزدلی کا اعتراف کرلے۔

☆ وہ کبھی حق سے منہ نہیں پھیرتا جسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ پکڑا جائے گا حق سے تو وہی منہ پھیرتا ہے جسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ پکڑا نہیں جائے گا یعنی استعمال تو وہی ہوتا ہے جسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ استعمال کر رہا ہے۔

☆ وہ جو حق (دلیل) پر ایمان رکھتے ہیں وہ زندگی کو گزارتے ہیں یہ اختیار ہے جبکہ وہ جو حق (دلیل) پر ایمان نہیں رکھتے زندگی اُن کو گزارتی ہے یہ جبر ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ کسی کے غلط کہنے سے تمہارا صحیح غلط نہیں ہوگا یا کسی کے صحیح کہنے سے تمہارا غلط صحیح نہیں ہوگا تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ تم اپنا غلط اور اپنا صحیح خود دریافت کرو پھر چاہے غیر مطمئن ہو جاؤ یا مطمئن۔

☆ حق دار سے اُس کا حق چھیننا اُسے قتل کرنے سے بڑا جرم ہے جبکہ حق دار تک اُس کا حق پہنچانا اُسے زندگی دینے سے بڑا احسان ہے۔

☆ دکھ مجھے اِس بات کا نہیں کہ یہ بے شعور ہیں دکھ مجھے اِس بات کا ہے کہ اِنہیں شعور چاہیے بھی نہیں۔

☆ اگر کلام (حقیقت) کو سہل کرتے چلے جائیں تو حقیقت قہقہے تک آ جاتی ہے جس سے مسخرہ وجود میں آتا ہے۔ اگر کلام (حقیقت) کو مشکل کرتے چلے جائیں تو حقیقت گریے تک پہنچ جاتی ہے جس سے عالِم وجود میں آتا ہے۔

Scanned by CamScanner

”ھُوْ“

(انائے مطلق)

یکتائی

”میں“

میر احمد نویدؔ

Scanned by CamScanner

''مَیں''

ھُو

''مَیں'' ہے کیا تم کو بتانے آیا ہوں
مَیں تمھیں تم سے مِلانے آیا ہوں
پائی ہے جس کے لئے تم نے یہ آنکھ
میں وہی جلوہ دکھانے آیا ہوں
پائے ہیں جس کے لئے تم نے یہ کان
میں وہی نغمہ سنانے آیا ہوں
پائے ہیں جس کے لئے تم نے حواس
میں اُسی حِس کو جگانے آیا ہوں
پائے ہیں جس کے لئے تم نے یہ پاؤں
میں اُسی رہ پر چلانے آیا ہوں
جس زمیں میں تم نے دوزخ بوئی ہے
میں وہیں جنت اُگانے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

''مَیں''

(انائے مطلق)

یکتائی

نقطہ ⊙ موجود ہے۔نُور ہے۔روح ہے۔لوح ہے، عقل ہے، علم ہے، قلم ہے، کلام ہے، الہام ہے

نقطہ ⊙ موجود (حقیقت) ''تو'' اور وجود (مجاز) ''میں'' کے درمیان واسطہ نُور (کلام، الہام) ہے۔

وجود ○ میں موجود ⊙ تُو کا نہ ہونا میں (وجود) ○ کا نہ ہونا ہے جب کہ وجود ○ میں موجود ⊙ تُو کا ہونا میں (وجود) ⊙ کا ہونا ہے۔

نقطہ ⊙ (موجود) نہیں، بے دلیلی، حقیقت، ذات اور ''تُو'' کو، ہے، دلیل، مجاز صفت اور ''میں'' سے ظاہر کرنے کا (نُور) اسم (وجود) ہے۔

نقطہ ⊙ موجود اور وجود کے درمیان موجودیِ وجود ہے

نقطہ ⊙ بے وجودی اور وجود کے درمیان بے وجودیِ وجود ہے۔

نقطہ ⊙ لاشعورِ وجود اور شعورِ وجود کے درمیان لاشعوریِ موجود ہے۔

نقطہ ⊙ بے خودی اور خودی کے درمیان بے خودیِ خودی ہے۔

Scanned by CamScanner

نقطہ ⊙ ''تو'' اور ''میں'' کے درمیان ''میں'' ہے۔

''تو'' ذات، حقیقت، بے دلیلی اور نہیں کی موجودی میں ''میں'' کی وجودی ''وجود'' ہے۔

''میں'' صفت، مجاز دلیل اور نہیں کی وجودی میں ''تُو'' کی موجودی ''موجود'' ہے۔

میں، صفت، مجاز دلیل اور ہے شعورِ وجود ہیں۔ تُو، ذات، حقیقت، بے دلیلی اور نہیں لاشعورِ موجود ہیں۔

میں، صفت مجاز دلیل اور ہے کی خودی میں ''تو'' کی بے خودی ''موجود'' ہے

تُو، ذات، حقیقت، بے دلیلی اور نہیں کی بے خودی میں ''میں'' کی خودی ''وجود'' ہے

''نہیں'' کا وجود ''ہے'' ''بے دلیلی'' کا وجود ''دلیل'' ''حقیقت'' کا وجود ''مجاز'' ''ذات'' کا وجود ''صفت''، ''تو'' کا وجود ''میں'' یعنی موجود کی (بے وجودی و وجودی) (لاشعور و شعور) (بے خودی و خودی) ہی ''وجود'' ہے۔

''میں'' (وجود) جب ''تو'' (موجود) سے بدل جاتی ہے تو ''میں'' وجود کا مطلب (موجود+وجود) ''تو'' (موجود) ہی ہوتا ہے

☆ ''تُو'' (موجود) جب ''میں'' (وجود) سے بدل جاتی ہے تو ''تو'' (موجود) کا مطلب بھی (وجود + موجود) ''میں'' (وجود) ہی ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ موجود ⊙ تُو + وجود ○ میں = موجود ⊙ (ہونا)

جبکہ

وجود ○ میں - موجود = ⊙ وجود ○ (نہ ہونا)

☆ اپنے وجود (میں) میں امرِ رب (روح) موجود (تُو) نہ پانے والا وجود وہ وجود ہے جسے ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ جبکہ اپنے وجود (میں) میں امرِ رب (روح) موجود (تُو) کو پانے والا وجود وہ وجود ہے جسے ابلیس سجدہ کرنے پر مجبور ہے۔

☆ میں سے پہلے نور ہے نور سے پہلے روح ہے روح سے پہلے عقل ہے، عقل سے پہلے علم ہے، علم سے پہلے لوح ہے، لوح سے پہلے قلم ہے۔

☆ ''میں'' سے پہلے ''تو'' ہے ''تو'' سے پہلے ''میں'' ہے ''میں'' سے پہلے ''امر'' ہے امر سے پہلے ارادہ ہے ارادے سے پہلے کُن ہے، کن سے پہلے سبب ہے۔

☆ ''میں سے پہلے روح (امرِ رب) ہے۔ روح سے پہلے عقل (ملکوتیت) ہے۔ عقل سے پہلے حواس (قلب) ہیں، حواس سے پہلے نفس (خواہش) ہے۔ نفس سے پہلے شہوت (شیطنت) ہے۔ شہوت سے پہلے انسان ہے۔

☆ حق الیقین سے پہلے عین الیقین ہے عین الیقین سے پہلے علم الیقین ہے، علم الیقین سے پہلے یقین ہے، یقین سے پہلے ایمان ہے، ایمان سے پہلے علم ہے، علم سے پہلے سوال ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ اللہ، ذات، (موجود) ''تُو'' اسم اور صفت کے انسانی روپ محمدؐ (نور) میں انسان (وجود) مجاز کو مقام محمود (کوثر) پر پہنچانے آیا ہے

☆ (احمد) تعریف کرنے والا + (محمد) جس کی تعریف کی جائے
= (محمود) تعریف سے بے نیاز

احمد+محمد=محمود

میں+تُو=میں

میں = احمد

تُو=محمد

لٰہذا

میں+تُو=محمود

اور

میں + تُو = میں

محمود= میں

میں

(انائے مطلق)

ھُو

Scanned by CamScanner

نہیں+تو = ہے+ میں

نہیں + تو = تو

نہیں + ہے= ہے

نہیں + میں = میں

تو + ہے= ہے

تو + میں = میں

نہیں =تو

نہیں = ہے

نہیں = میں

تو = ہے

تو = میں

ہے= میں

میں

(انائے مطلق)

ھُو

Scanned by CamScanner

''رَب''

میں وہ ''تُو'' رکھنے والا ہوں جسے ''میں'' رکھنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ تنہا ہوں جسے اپنے جیسے کی تلاش ہے۔ میں وہ کنواں (سبیل) ہوں جسے پیاسے کی تلاش ہے۔ میں وہ جنت (مرضی) ہوں جسے بسنے والے (خریدنے والے) کی تلاش ہے۔ میں وہ حق (دلیل) ہوں جسے ماننے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ نظارہ ہوں جسے آنکھ رکھنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ میزان (عدل) ہوں جسے عادل کی تلاش ہے۔ میں وہ علم ہوں جسے طالب کرنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ نور ہوں جسے دل (قلب) رکھنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ نکتہ (راز) ہوں جسے کھولنے والے کی تلاش ہے ۔میں وہ کتاب ہوں جسے نفس (قلب) پڑھنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ وزن ہوں جسے اُٹھانے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ خاموشی ہوں جسے کلام کرنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ راستہ (صراطِ مستقیم) ہوں جسے چلنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ دینے والا ہاتھ ہوں جسے لینے والے ہاتھ کی تلاش ہے۔ میں وہ نیت ہوں جسے عمل کرنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ شب ہوں جسے جاگنے والے کی تلاش ہے۔ میں وہ فقر ہوں جسے فقیر کی تلاش ہے۔ میں وہ عبادت ہوں جسے عابد کی تلاش ہے۔ میں وہ نعمت ہوں جسے شکر

Scanned by CamScanner

کرنے والے کی تلاش ہے، میں وہ صلواۃ ہوں جسے قائم ہونے والے کی تلاش ہے، میں وہ غیب ہوں جسے مومن کی تلاش ہے۔ میں وہ یقین ہوں جسے صالح کی تلاش ہے، میں وہ نفسِ مطمئن ہوں جسے حق (عدل) پر قائم ہونے والے کی تلاش ہے، میں وہ امر ہوں جسے تسلیم کرنے والے کی تلاش ہے، میں وہ قیوم ہوں جسے قائم ہونے والے کی تلاش ہے، میں وہ ہدایت ہوں جسے متقی کی تلاش ہے، میں وہ صبر و شکر ہوں جسے تسلیم و رضا رکھنے والے کی تلاش ہے، میں وہ قُل ہوں جسے صدا دینے والے کی تلاش ہے، میں وہ غم ہوں جسے گریہ کرنے والے کی تلاش ہے، میں وہ عقل ہوں جسے صاحبِ دل کی تلاش ہے، میں وہ سجدہ ہوں جسے ادا کرنے والے کی تلاش ہے، میں وہ نوید (خوشی کی خبر) ہوں جسے مغموم رہنے والے کی تلاش ہے، میں وہ ''مقامِ محمود'' ہوں جسے مجھ تک پہنچنے والے کا انتظار ہے۔ میں وہ ''تو'' رکھنے والا ہوں جسے ''میں'' رکھنے والے کی تلاش ہے۔

"دُعائے نوید"

اے اللہ!　　اے رب!　اے مولا!

عطا کر میرے قلب کو وہ علم جو تیرا نور ہے، اٹھا دے میرے نفس سے پردہ کہ میں پڑھ سکوں وہ (تقویٰ اور فجور) جو تو نے میرے نفس پر الہام کیا ہے۔ عطا کر مجھے وہ حواس جو جگائیں وہ حس جسے تو جگانا چاہتا ہے نہ کہ وہ حواس جو جگائیں وہ حس جسے تو نہیں جگانا چاہتا، عطا کر میری آنکھ کو وہ آنکھ جو دکھائے وہ جو تو مجھے دکھانا چاہتا ہے نہ کہ وہ آنکھ جو دکھائے وہ جو تو مجھے نہیں دکھانا چاہتا، عطا کر میرے کان کو وہ کان جو سنیں وہ جو تو مجھے سنانا چاہتا ہے نہ کہ وہ کان جو سنیں وہ جو تو مجھے نہیں سنانا چاہتا، عطا کر میرے پاؤں کو وہ پاؤں جو چلیں اُس راستے پر جس پر تو مجھے چلانا چاہتا ہے نہ کہ وہ پاؤں جو چلیں اُس راستے پر جس پر تو مجھے نہیں چلانا چاہتا۔ عطا کر مجھے وہ نیت جو سلامت بھی ہو اور بخیر بھی، عطا کر مجھے وہ عمل جو تیری نگاہ میں نیک ہے نہ کہ ان کی نگاہ میں جو تیری طرف پشت کئے کھڑے ہیں، عطا کر مجھے وہ رزق جو تو نے میرے لئے رکھا ہے نہ کہ وہ رزق جو دنیا نے میری طرف اچھالا ہے۔ عطا کر مجھے وہ سجدہ جو تو (نور) مجھ سے کرانا چاہتا ہے نہ کہ وہ سجدہ جو دنیا (طاغوت) مجھ سے کرانا چاہتی ہے، عطا کر مجھے توفیق کہ میں عدل پر

قائم رہ سکوں۔ عطا کر مجھے وہ یکسوئی کہ میں تعقل کر سکوں، تفکر کر سکوں، تدبر کر سکوں، عطا کر مجھے وہ بصیرت کہ میں مان لوں تیری دلیل (نص) کو۔ عطا کر مجھے توفیق کہ میں صلواۃ پر قائم ہو جاؤں اے اللہ مجھے اہلِ بیت کے بتائے ہوئے راستے پر چلا اور مجھے پاک کر (مودّت عطا کر) جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے اور مجھ سے رجس (حسد) کو دور رکھ جیسا کہ دور رکھنے کا حق ہے۔ عطا کر مجھے وہ بصارت جو دیکھ سکے وہ نشانیاں جو تو نے دن کے نکلنے اور رات کے چھپنے کے درمیان میرے لئے رکھی ہیں، عطا کر میرے دماغ کو وہ شعور جو صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے، عطا کر میری زبان کو وہ زبان جو صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہہ سکے، عطا کر میرے ہاتھ کو وہ ہاتھ جو مظلوم کی دست گیری کر سکے اور ظالم کی دست شکنی۔ عطا کر میری زبان کو وہ زبان جو تیری نعمت کا شکر ادا کرے نہ کہ وہ زبان جو تیری نعمت کا کفران کرے، عطا کر میرے دل کو وہ نازک دل جو علم کا وزن اٹھا سکے نہ کہ وہ پتھر دل جو جہل کے ہلکے پن سے چیخ جائے، عطا کر مجھے وہ ایمان جو داخل کرے تیری پناہ میں نہ کہ وہ کفر جو دور کرے تیری پناہ سے، واسطہ تجھے "والعصر" کا عطا کر مجھے توفیق خسارے سے بچنے کی اور ایمان لانے کی اور عملِ صالح بجالانے کی اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی۔ عطا کر مجھے توفیق کہ میں صلواۃ پر قائم رہوں عطا کر مجھے توفیق کہ میں تیری تسبیح کر سکوں سورج نکلنے سے پہلے (فجر) اور سورج غروب ہوتے وقت (مغرب) اور رات کو (عشاء)

Scanned by CamScanner

اور دن کے دونوں کناروں پر (ظہر اور عصر) عطا کر مجھے تمسک اُس امر سے جو معروف ہے (امر بالمعروف) اور دور رکھ اس کے منکر ہونے سے:- (ونہی انالمنکر)

میری توبہ قبول کر میرے مالک تو بڑا غفور الرحیم ہے، عطا کر مجھے توفیق کہ میں راضی ہوں تیرے قضائن (فتوے) پر اور تسلیم کروں تیرے امر کو، بہ وسیلۂ یا علیؑ بہ وسیلۂ محمدؐ و آل محمدؐ

"ربّنا تقبّل منّا انك انت السميع العليم"

Scanned by CamScanner

"نوائے نوید"

اے اللہ! اے رب! اے مولا!

میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر اُن پر جو مانگتے ہیں تجھے تجھ سے اور نہیں مانتے اُن کو جنہیں تو نے اپنا مظہر (دلیل) بنایا ہے۔، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر اُن پر جو مانگتے ہیں کتاب (کا علم) تجھ سے اور نہیں مانتے اُن کو جن پر تو نے کتاب اتاری ہے۔ میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں علم تجھ سے اور نہیں مانتے اُن کو جن کو تو نے صاحبانِ علم قرار دیا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں ہدایت تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے ہدایت بنا کر بھیجا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں صراطِ مستقیم تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے صراط مستقیم بنا کر بھیجا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں تقویٰ تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے متقی بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں تیری رضا تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے اپنی مرضی کا مالک بنایا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں تیری نعمت تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن تو نے نعمت قرار دیا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے

Scanned by CamScanner

ہیں نور تجھ سے اور نہیں مانتے اُس کو جسے تو نے نور کی صورت میں نازل کیا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں عدل تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے صاحبانِ عدل قرار دیا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں فلاح تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے نجات بنا کر بھیجا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں عمل تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے صالح بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں نیکی تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے نیکوکار بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں عبادت تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے عبادت گزار بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں رحمت تجھ سے اور نہیں مانتے اُسے جسے تو نے رحمت بنا کر بھیجا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں عبدیت تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے مصطفیٰ بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں پرہیز گاری تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے پرہیز گار بندے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں صلہ تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے صلے کا مالک بنایا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں بننا تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جو تیرے بنائے ہوئے ہیں، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانگتے ہیں شفاعت

Scanned by CamScanner

تجھ سے اور نہیں مانتے ان کو جن کو تو نے شفاعت کا مالک بنایا ہے، میں لعنت کرتا ہوں تو بھی لعنت کر ان پر جو مانتے ہیں تجھ کو مگر نہیں مانتے۔ ان کو جن کو تُو نے ماننے کا حکم دیا ہے۔

آلا لعنته الله علی القوم الظالمین

بر دشمنانِ ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ لعنت بے شمار x بے شمار

بر دشمنانِ عمران و آلِ عمران لعنت بے شمار x بے شمار

بر دشمنانِ محمد و آلِ محمد لعنت بے شمار x بے شمار

Scanned by CamScanner

''صدائے نوید''

اے اللہ! اے رب! اے مولا!

میں صدا دیتا ہوں تیرے قہر کو میں صدا دیتا ہوں تیرے غضب کو نازل کر اپنا قہر اُن پر نازل کر اپنا غضب اُن پر، جنہوں نے فسق کیا تیرے قضائن (فتوے) میں اور فجور کیا تیرے امر میں اور لے آئے تیرے امر کے مقابل اپنا امر اور لے آئے تیری توحید کے مقابل اپنا شرک اور لے آئے تیرے نور حق (عدل) کے مقابل اپنا طاغوت باطل (ظلم)۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جو لے آئے تیری آیت کے مقابل اپنی آیت اور لے آئے تیری حجت کے مقابل اپنی حجت۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے الجھایا انسان کو اُس میں جس میں انسان کیلئے کچھ فائدہ نہیں اور دور رکھا انسان کو اُس سے جس میں انسان کیلئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے جہل کو علم اور علم کو جہل قرار دیا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے عدل کو ظلم سے بدل ڈالا نازل کر اپنا قہر ان پر نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے تیری نعمت کو تبدیل کیا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے تیرے حلال کو حرام اور تیرے

Scanned by CamScanner

حرام کو حلال کیا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے غضب کیا حقدار کا حق اور قرار دیا اسے اپنی چرب زبانی سے اپنا حق۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے تیری دی ہوئی عزت کو ذلت کہا اور تیری دی ہوئی ذلت کو عزت۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے جھٹلایا تیری نشانیوں کو۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے کفران کیا تیری نعمت کا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے زمین پر فساد پھیلایا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے فسق و فجور کو رائج کیا۔ نازل کر اپنا قہر ان پر، نازل کر اپنا غضب ان پر جنہوں نے زمین پر خونِ ناحق بہایا۔

یا قاھرو و یا ضربت الشدیدُ

Scanned by CamScanner

"خدائے نوید"

اے اللہ! اے رب! اے مولا!

اے یوم الست و یوم الدین کے مالک تیرا شکر ہے تیرا شکر ہے۔اے میری تاریکی کو نور سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے جہل کو علم سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری تنہائی کو یکتائی سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ خود نہ پیدا ہو سکنے والے کو پیدا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری حاجات کو طلب کرنے سے پہلے پوری کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری بات بگڑنے سے پہلے بنانے والے تیرا شکر ہے۔اے میری راہ میں مشکل آنے سے پہلے اُسے حل کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے شکر سے پہلے نعمت اتارنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ بے جان خاک کے پتلے کو روح عطا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لیے زمین بچھانے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے عرش قائم کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے تنفس سے پہلے ہَوا پیدا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری بھوک سے پہلے غذا پیدا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری پیاس سے پہلے پانی پیدا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ وجود کے لئے عالِم موجود پیدا کرنے والے تیرا شکر

ہے۔اے سبب سے پہلے اسباب مہیا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے شبہہ کو یقین سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری مَیں کے لئے تُو بن جانے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے مجھ جیسا بن جانے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ پر احسان کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ پر بلا وجہ کرم کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ بے زبان کو نطق عطا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھے لوح و قلم عطا کرنے والے تیرا شکر ہے اے میری موت کا سِرا میرے ہاتھ میں دینے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھے میری موت کے مالک بنانے والے تیرا شکر ہے۔اے اپنے قہر کے سائے سائے مجھے اپنے رحم کی طرف بلانے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے ظاہری اور باطنی گناہوں کو ثواب سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری ناتوانی کو قوت سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھے اپنی صورت پر پیدا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری موت (دُنیا) کو زندگی (آخرت) سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری ''نہیں'' کو ''ہے'' سے بدلنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری نیت کو سلامت اور خیر پر رکھنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ بے خبر کی خبر گیری کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے آوارہ نفس کو اپنی جانب ہنکانے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ بے پناہ کو پناہ دینے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے صراطِ مستقیم بن جانے والے تیرا شکر ہے۔اے

Scanned by CamScanner

میرے لئے ہدایت بن جانے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے کتاب بن کر اترنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے نعمت بن کر اترنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لیے بشارت رکھنے والے تیرا شکر ہے۔اے میرے لئے اجرِ عظیم رکھنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھے قیام و رکوع وسجود عطا کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے میری توبہ قبول کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ مغموم کیلئے نوید خوشی کی خبر بن جانے والے تیرا شکر ہے۔اے مجھ حقیر کا شکر قبول کرنے والے تیرا شکر ہے۔اے یوم الست و یوم الدین کے مالک تیرا شکر ہے۔تیرا شکر ہے۔تیرا شکر ہے۔

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھیئے سید حسین احسن۔۔۔پی ڈی ایف 10.02.2020

Scanned by CamScanner

"التجائے نوید"

اے ربِّ جہاں پنجتن پاکؑ کا صدقہ
اِس قوم کا دامن غمِ شبیرؑ سے بھر دے

بچوں کو عطا کر علی اصغرؑ کا تبسم
بوڑھوں کو حبیب ابنِ مظاہر کی نظر دے

کم سن کو ملے ولولہ عونؑ و محمدؑ
ہر ایک جواں کو علی اکبرؑ کا جگر دے

ماؤں کو سکھا ثانی زہراؑ کا سلیقہ
بہنوں کو سکینہؑ کی دعاؤں کا اثر دے

مولا تجھ زینبؑ کی اسیری کی قسم ہے
بے جرم اسیروں کو رہائی کی خبر دے

Scanned by CamScanner

جو چادرِ زینبؑ کی عزادار ہیں مولا
محفوظ رہیں ایسی خواتین کے پردے

جو دین کے کام آئے وہ اولاد عطا کر
جو مجلسِ شبیرؑ کی خاطر ہو وہ گھر دے

یا رب تجھے بیماریٔ عابدؑ کی قسم ہے
بیمار کی راتوں کو شفایاب سحر دے

مفلس پہ زر و لعل و جواہر کی ہو بارش
مقروض کا ہر قرض ادا غیب سے کر دے

غم کوئی نہ دے ہم کو سوائے غمِ شبیرؑ
شبیرؑ کا غم بانٹ رہا ہے تو اِدھر دے

Scanned by CamScanner

''یا اللہ یا عزیٰ''

تم غیب (اللہ) کو سجدہ کرنے ماننے کا کوئی بھی جواز ''بُت'' تراش لو تمہارا ہر جواز وجود محمدؐ اور وجود ابراہیمؑ کے انکار سے شروع ہوتا ہے یعنی تمہارا غیب (اللہ) ہے اور بت (عزیٰ) ہے جبکہ محمدؐ اور ابراہیمؑ نہ غیب (اللہ) ہیں نہ بُت (عزیٰ) بلکہ وہ تو غیب کا وجود ہیں یعنی ابراہیمؑ کو سجدہ نہ کرنے نہ ماننے کے لئے تم نے غیب (اللہ) کو بُت (عزیٰ) کی شکل دے دی اور کہا ہم وجود ابراہیمؑ کو سجدہ نہیں کریں گے نہیں مانیں گے بلکہ بُت عزیٰ کو سجدہ کریں گے مانیں گے یعنی ہم وجود محمدؐ کو سجدہ نہیں کریں گے نہیں مانیں گے بلکہ غیب (اللہ) کو سجدہ کریں گے مانیں گے یعنی تمہارا بُت (عزیٰ) غیب (اللہ) ہے جبکہ غیب (اللہ) بُت (عزیٰ) ہے یعنی تم نے بُت (عزیٰ) کی آڑ میں وجود ابراہیمؑ کو سجدہ کرنے ماننے سے انکار کیا اور غیب (اللہ) کی آڑ میں محمدؐ کو سجدہ کرنے ماننے سے انکار کیا یعنی تم نے وجود ابراہیمؑ کے انکار میں غیب (اللہ) کو بُت (عزیٰ) سے بدل ڈالا اور وجود محمدؐ کے انکار میں بُت (عزیٰ) کو غیب (اللہ) سے جبکہ وجود ابراہیمؑ اور وجود محمدؐ کا اقرار ہی غیب (اللہ) کا اقرار ہے اور وجود ابراہیمؑ اور وجود محمدؐ کا انکار ہی غیب (اللہ) کا انکار ہے یعنی تم نے وجود کا انکار کر کے غیب کو سجدہ کیا اور مانا اِسی سبب سے تو تم گمراہ ہوئے اور دائمی عذاب اور دائمی لعنت کا شکار ہوئے۔

Scanned by CamScanner

سید سائیں باوا سخی کریم صدا حسین جلالی قلندری بخاری ہاشمی القرشی

اُسی کرم نے مجھے مست کر دیا ہے نوید
کرم جو حال پہ میرے صدا حسین کا ہے
گدائے صدا حسین

مستی میں مست میں ہوں صدائے صدا حسین
شاہوں کا شاہ یعنی گدائے صدا حسین
پھر کون ہے جو میری بلندی سے ہو بلند
جب میری سجدہ گاہ ہے پائے صدا حسین
دھونی ہوں میں چراغ ہوں دوری ہوں ڈوئی ہوں
ڈنڈا نہیں فقط ہوں عصائے صدا حسین
ہے جو بُنا حسینؓ کی ماں نے بہ رنگِ خاص
اُس تار سے بنی ہے قبائے صدا حسین
دونوں ہی حالِ مستی گریہ میں ایک ہیں
ہائے حسینؓ ہو کہ ہو ہائے صدا حسین
تو جان لے حسینؓ ہے بس مرضیِ اللہ
اور مرضیِ حسینؓ رضائے صدا حسین
کس سے کہوں سوائے قلندر بہ جز نوید
یہ یا حسینؓ کیا ہے برائے صدا حسین

Scanned by CamScanner

نویدنامہ

ھُو

نہ مَیں ''تو'' ہوں نہ مَیں ''مَیں'' ہوں
نہ مَیں ''ہے'' ہوں نہ مَیں ''نہیں'' ہوں
نہ مَیں خالق ہوں نہ مَیں مخلوق ہوں
نہ مَیں اِسم ہوں نہ مَیں معنی ہوں
نہ مَیں حیات ہوں نہ مَیں موت ہوں
نہ مَیں فنا ہوں نہ مَیں بقا ہوں
نہ مَیں حاضر ہوں نہ مَیں غائب ہوں
نہ مَیں ظاہر ہوں نہ مَیں باطن ہوں
نہ مَیں غیب ہوں نہ مَیں حضور ہوں
نہ مَیں بے دلیلی ہوں نہ مَیں دلیل ہوں
نہ مَیں نیست ہوں نہ مَیں ہست ہوں
نہ مَیں سمت ہوں نہ مَیں مقام ہوں
نہ مَیں حرف ہوں نہ مَیں عدد ہوں
نہ مَیں افقی ہوں نہ مَیں عمودی ہوں
نہ مَیں سکوت ہوں نہ مَیں صدا ہوں

Scanned by CamScanner

نہ مَیں حقیقت ہوں نہ مَیں وہم ہوں
نہ مَیں ذات ہوں نہ مَیں صفت ہوں
نہ مَیں ''کیا'' ہوں نہ مَیں ''کیوں'' ہوں
نہ مَیں اگر ہوں نہ مَیں مگر ہوں
نہ مَیں دُور ہوں نہ مَیں نزدیک ہوں
نہ مَیں آغاز ہوں نہ مَیں انجام ہوں
نہ مَیں عرش ہوں نہ مَیں فرش ہوں
نہ مَیں ہوں نہ مَیں نہیں ہوں
نہ مَیں اقرار ہوں نہ مَیں انکار ہوں
نہ مَیں روشنی ہوں نہ مَیں تاریکی ہوں
نہ مَیں صفر ہوں نہ مَیں لا ہوں
نہ مَیں مثبت ہوں نہ مَیں منفی ہوں
نہ مَیں زمان ہوں نہ مَیں مکان ہوں
نہ مَیں ازل ہوں نہ مَیں ابد ہوں
نہ مَیں عدم ہوں نہ مَیں وجود ہوں
نہ مَیں سفر ہوں نہ مَیں قیام ہوں
نہ مَیں یہ ہوں نہ مَیں وہ ہوں
نہ میں کوئی ہوں نہ مَیں کون ہوں
نہ مَیں جزو ہُوں نہ مَیں کل ہُوں

Scanned by CamScanner

نہ مَیں ارزاں ہوں نہ مَیں عنقا ہوں
نہ مَیں ممکن ہوں نہ مَیں واجب ہوں
نہ مَیں تذکیر ہوں نہ مَیں تانیث ہوں
نہ مَیں اصل ہوں نہ مَیں نقل ہوں
نہ مَیں یعنیت ہوں نہ مَیں لایعنیت ہوں
نہ مَیں معنویت ہوں نہ مَیں بے معنویت ہوں
نہ مَیں قید ہوں نہ مَیں آزاد ہوں
نہ مَیں پوشیدہ ہوں نہ مَیں ظاہر ہوں
نہ مَیں حرکت ہوں نہ مَیں جمود ہوں
نہ مَیں اضافی ہوں نہ مَیں مطلق ہوں
نہ مَیں مادّہ ہوں نہ مَیں روح ہوں
نہ مَیں منفرد ہوں نہ مَیں مرکب ہوں
نہ مَیں محدود ہوں نہ مَیں لامحدود ہوں
نہ مَیں کثرت ہوں نہ مَیں وحدت ہوں
نہ مَیں بلندی ہوں نہ مَیں پستی ہوں
نہ میں جنت ہوں نہ میں دوزخ ہوں
نہ مَیں بندہ ہوں نہ مَیں خدا ہوں
نہ مَیں ’’تُو‘‘ ہوں نہ مَیں ’’مَیں‘‘ ہوں

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ . کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف 10.02.2020

تمام کتابیں بغیر کسی مالی فائدے کے پی
ڈی ایف کی جاتی ہیں۔
مصنف کے خیالات سے ہمارا متفق ہونا
ضروری نہیں۔
فیس بک گروپ
کتابیں پڑھئے
ایڈمن۔ سید حسین احسن
0344-818-3736
0314-595-1212

میر احمد نوید

''میں'' وجود کا ایک نقطہ

عفت نوید

احمد نوید نے بڑے پیار سے مجھ سے کہا ہے ''کلیات'' کا پیش لفظ میں لکھوں۔ پچھلا پیش لفظ لکھ کر میں نے کون سا کمال کر لیا تھا جو اَب ہو جائے گا۔۔۔ اتنی بڑی الہامی شاعری کر کے خود اس نے کیا کر لیا۔۔۔ ہاں بس یہ ہوا کہ وہ اپنے طریقے اور اپنی مرضی سے جیا۔۔۔ اور اپنے لئے عذاب بھی خود پیدا کیا۔

معلوم نہیں ہم نے دن گزارے کہ دنوں نے ہمیں گزارا یا گزارے کیلئے ہم نے یہ راہ منتخب کر لی۔۔ مگر کچھ تو کرنا تھا سو کیا۔

اکثر سوچتی ہوں کیا سب ایسے ہی جیتے ہیں، ایسے ہی زندگی بسر کرتے ہیں، ایسے ہی پاگل ہوتے ہیں۔۔۔ نہیں نہیں کوئی ایسا پاگل نہیں۔۔۔ تو کیا یہ سب پاگل پن میں ہو گیا۔۔ پھر تو ایسا ہی ہوا اور نہ زیادہ سیان پتی دکھاتی۔۔ تو آپ احمد نوید سے محروم ہو جاتے۔

اپنے پچھلے پیش لفظ میں ان کی پہلی محبت کا ذکر کیا تھا لیکن بڑے بھائی کا ذکر کرنا بھول گئی تھی۔ بچپن کی محبت نے تخیل کی ایسی روح پھونکی جس نے اس کے کلام کو آفاقیت پر پہنچا دیا۔۔۔ اور بڑے بھائی کے سلوک نے انہیں یہ معراج عطاء کی۔

احمد نوید صرف شاعری نہیں ایک داستان ہے، تاریخ ہے، سبق ہے۔

پوچھ بیٹھا ہے پھر کوئی مرا حال
چشم سے پھر نہ خوں رواں ہو جائے

Scanned by CamScanner

عشق آباد

کلیات

تمام کتابیں بغیر مالی فائدے
کے پی ڈی ایف کی جاتی ہیں۔
مصنف سے ہمارا متفق ہونا
ضروری نہیں۔

فیس بک گروپ

کتابیں پڑھئے

0344-818-3736
0314-595-1212

عباس تابش

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف۔23.02.2020

عشق آباد کا سفر نامہ
رائیگانی بنامِ گریہ ہے

فیصل عجمی

Scanned by CamScanner

(کلّیات)

عشق آباد

(تمہید۔ آسمان ۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ پروں میں شام ڈھلتی ہے۔ رقصِ درویش)

عباس تابشؔ

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز ۔ سیکنڈ فلور ۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ ۔ لاہور
☎ 37231490 - 37310944

Scanned by CamScanner

ھماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

الحمد

alhamd_publication@yahoo.com

ضابطہ:-

اشاعت : فروری 2011ء

مطبع : حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

سرورق : ریاظ

تصویر : اعجاز انجم

قیمت : 700 روپے

Scanned by CamScanner

ماں کے نام

ایک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابشؔ
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

Scanned by CamScanner

Special Thanks
To
Babur Suhail

Scanned by CamScanner

فہرست

تمہید

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

آسمان

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

نظمیں

Scanned by CamScanner

مجھے دُعاؤں میں یاد رکھنا

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

پروں میں شام ڈھلتی ہے

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

رقصِ درویش

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

بنام عباس تابش

اسلام آباد سے!

یہ پوچھنا تو بے کار ہے کہ تم کیسے ہو۔ٹھیک بھی ہو گے تو ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہو گے کہ ٹھیک ہوں۔(پہلی دفعہ اس طرح کا خط لکھ رہا ہوں اس لیے چھوٹا ہونے کے باوجود بے تکلفی سے کام لے رہا ہوں۔اسے نظر انداز کر دینا) ہاں! تو یہ خط میں تنگ آ کر آخری چارے کے طور پر لکھ رہا ہوں۔تم نے بڑے مان سے مجھے یہ کہا کہ تمہاری شاعری کے حوالے سے کچھ لکھوں۔میں نے بہت سوچا۔کئی دفعہ مضمون باندھنے کی کوشش کی۔مگر سچی بات یہ ہے کہ نہ میں ایک لفظ لکھ سکا اور نہ اپنے آپ کو اس کا اہل پایا۔اس کی سب سے بڑی وجہ تمہاری شاعری ہے۔تمہاری بے مثال اور بے پناہ شاعری۔جس کے سامنے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں اور خوش فہمیوں کے باوجود خود کو بے دست و پا اور مجبور پاتا ہوں۔سورج کو ایک جگنو اس کے جہاں تاب اجالے میں کیا بتائے کہ وہ کس قدر روشن ہے! سو اپنا اور تمہارے مان کا بھرم رکھنے کے لیے تمہارے ساتھ اس خط کی صورت میں گفتگو کر رہا ہوں۔

عباس تابش! شاعری کا سب سے بڑا ناقد تو آنے والا وقت ہوتا ہے مگر تم ان خوش قسمت شاعروں میں سے ہو جنہیں اپنی زندگی میں بھی بے پناہ محبت کرنیوالے میسر آ گئے۔آنے والا وقت تو خیر ہے ہی تمہارا۔تم دشمنوں کے معاملے میں بھی بہت خوش قسمت واقع ہوئے ہو۔تمہارے جتنے دشمن ہیں سب وہ لوگ ہیں جو خود کو شاعر تو کہتے ہیں لیکن شاعری کے علاوہ دنیا کی ہر چیز اُن کا مسئلہ ہے۔کبھی غور کیا ہے کہ کوئی جنیوئن اور سچا شاعر تمہارا دشمن نہیں ہے۔کیا یہ کم خوش قسمتی ہے؟

یاد ہے...... پہلی بار علامہ اقبال میڈیکل کالج کے ہاسٹل میں اشفاق ناصر کے کمرے میں تم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ ملاقات ساری زندگی پر محیط ہو جائے گی اور میں جو شاعری کو محض ایک پارٹ ٹائم افیئر کی حیثیت دیتا تھا شاعری کے سحر میں ایسا گرفتار ہو جاؤں گا کہ فرار کی ہر راہ مسدود ہو کر رہ

Scanned by CamScanner

جائے گی۔ تمہاری شخصیت کا کمال یہ تھا (اور ہے بھی) کہ تم ہر وقت شاعری میں مبتلا رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو بہت کوفت ہوتی تھی کہ یہ کیا مصیبت ہے۔ کبھی تو انسان شعر کے مضمون کی باریکیوں، تہ داری اور رموز و عروض سے باہر بھی سانس لے۔ مگر رفتہ رفتہ یہ نشہ رگ و پے میں یوں سرایت کرتا گیا کہ میں خود بھی اُسی کیفیت میں محو ہو گیا جس میں سے تمہیں نکالنے کا سوچا کرتا تھا۔ تب تمہارا یہ شعر اپنی تمام تلخیوں، رعنائیوں اور سچائیوں کے ساتھ مجھ پر کھلا:

سکوتِ دہر رگوں تک اتر گیا ہوتا
اگر میں شعر نہ کہتا تو مر گیا ہوتا

تمہیں نے مجھے یہ بتایا کہ شاعری ودیعت کے ساتھ ساتھ ایک فن بھی ہے۔ اور دیگر فنونِ لطیفہ کی طرح سیکھنا پڑتا ہے مگر نہ اس کا کوئی نصاب ہے اور نہ کوئی باقاعدہ درس گاہ۔ سو تمہاری ہر تازہ غزل میرے لیے درس گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ محفلِ یاراں میں عرفانِ غزل کے مرحلے طے کرتے ہوئے میں تم سے اور تمہاری غزل سے خوب الجھتا۔ تمہیں جان بوجھ کر تنگ کرتا اور تم شعر کی سرمستی میں اس کے سربستہ رموز ایسے بتاتے چلے جاتے کہ مجھ سا مبتدی بھی غزل کی چلّہ گاہ میں چلّہ کش ہو گیا۔ تمہارے اپنے بقول:

دوست سب سے کہاں کھنچتا ہے غزل کا چلّہ
حجرۂ میر میں ہوتا ہے سدا ایک ہی شخص

تم خالد احمد کو اپنا پیر و مرشد مانتے ہو اور میں تمہیں۔ تم نے خالد احمد سے پتہ نہیں کس انداز میں کسبِ فیض کیا ہو میں نے اپنا طریقۂ واردات تمہیں بتا دیا ہے۔

کس سہولت سے تم اپنی کیفیت شعر میں ڈھالتے ہو اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو تمہارے ساتھ ہونے والے واقعات کا عینی شاہد ہو لیکن اس سے بھی زیادہ کمال یہ ہے کہ تمہیں ذاتی طور پر نہ جاننے والا شخص بھی تمہارے شعر میں رچی کیفیت کو اُسی شدت سے محسوس کرتا ہے جس کی کوئی شاعر ہی تمنا کر سکتا ہے۔ یہ ربِ اظہار کا وہ خاص کرم ہے جو شعر کو برکت اور شاعر کو قبولیت کے مقام تک پہنچاتا ہے میں نے تمہارے یہ شعر اُس وقت سُنے تھے جب میں تمہیں جانتا بھی نہیں تھا۔ مگر یہ شعر میری کیفیت، میرے عشق اور میری ذات کا کبھی نہ جدا ہونے والا حصہ بن چکے تھے:

Scanned by CamScanner

میں اُس کا لمحۂ موجود ہوں مگر وہ شخص	فضول وقت سمجھ کر گزارتا ہے مجھے
عمرِ مابعد اگر تیرے علاوہ کچھ ہے !	پھر تو میں اب بھی نہیں اور دوبارہ بھی نہیں
میرے سینے سے ذرا کان لگا کر دیکھو	سانس چلتی ہے کہ زنجیر زنی ہوتی ہے
ہنسنے نہیں دیتا کبھی رونے نہیں دیتا	یہ دل تو کوئی کام بھی ہونے نہیں دیتا
ایک مدّت سے مری ماں نہیں سوئی تابشؔ	میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

تم مشاعروں کے بھی کامیاب شاعر ہو۔ ایک بڑے شاعر کے لیے مشاعرے کا کامیاب شاعر ہونا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ مگر تم نے اس فلسفے کے غبارے سے بھی ہوا نکال دی جس کے بل بوتے پر (بزعمِ خود) بڑے بڑے شاعر اپنے آپ کو مشاعرے میں داد نہ ملنے پر تسلی دے لیا کرتے تھے۔ آج سب جانتے ہیں کہ عباس تابش مشاعرے کی وجہ سے کامیاب شاعر نہیں بنا بلکہ عباس تابش کی وجہ سے مشاعرہ کامیاب بن جاتا ہے۔ تم عوام کے شاعر بھی ہو اور شاعروں کے شاعر بھی۔

(مجھے لگ رہا ہے کہ میں خط لکھتے لکھتے راہِ مضمون پر آ گیا ہوں۔ خیر......)

تمہارے ساتھ رہ کر شاعری کے ہر عہد کے بڑے بڑے شاعروں سے ملاقات رہی۔ کبھی میرؔ تو کبھی سوداؔ، کبھی انیسؔ و دبیرؔ تو کبھی غالبؔ و ذوقؔ، الغرض ولیؔ دکنی سے لیکر ناصرؔ کاظمی تک اور فراقؔ و فیضؔ سے لیکر دورِ جدید تر کے نوجوان شعراء تک کے اشعار پر فکری وفنی حوالوں سے گھنٹوں سر کھپایا۔ کبھی فرازؔ کی عنائیت پر بات ہوئی تو کبھی جونؔ کی بے تکلف سادگی کا تذکرہ رہا۔ کبھی محمد اظہارؔ الحق اور ثروتؔ حسین کے اسلوب کی گرہیں کھولیں تو کبھی شکیب جلالی اور مرتضیٰ برلاس کے تلخ سچائیوں سے بھرے شہرآشوب کو غزل کی رعنائی میں گھلتے ہوئے محسوس کیا۔ اور کبھی قمر رضا شہزادؔ کے ساتھ سیرِ مہتاب کی۔ مجھے تو یہ گزرے ہوئے شب و روز اس خطۂ زمین سے دور، زمان و مکان کی حدوں سے ماورا ایک ایسی زندگی کا حصّہ معلوم ہوتے ہیں جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ تم نے شعر

Scanned by CamScanner

کہنے کے لیے بھی بڑے دکھ اٹھائے ہیں اور شعر کہہ کر بھی بڑے دکھ اٹھائے ہیں۔ مگر آلام کی یہ آنچ تمہاری ذات اور فن کے لیے ایک کٹھالی کا کام دے گئی اور آج عباس تابش اور اس کا شعر زرِ خالص کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ تمہارے اپنے ہی اشعار ہیں

اک قدم تیغ پہ اور ایک شرر پر رکھا　　میری وحشت نے مجھے رقصِ دگر پر رکھا

اہلِ دنیا کو مگر کون بتاتا جا کر!　　ہو گیا نافِ غزالیں کوئی گھر پر رکھا

لاہور سے مجھے عشق تھا اور ہے بھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کبھی لاہور مجھ سے اور کبھی میں لاہور سے بھاگتا رہا۔ مگر جو وقت لاہور میں گزرا بس وہی زندگی ہے۔ حسنین سحر کے گھر کی محفلیں، انارکلی بازار کے بے مصرف چکر، علامہ اقبال میڈیکل کالج میں منائے گئے رتجگے، اور کبھی کبھار لکشمی چوک میں الفضل ہوٹل پر خالد احمد کے سگریٹوں کے دھوئیں میں سر پٹختے اشعار، اور ان سب سے بڑھ کر ہمارے گھر والوں کے حوصلے۔ جتنا یاد کروں اتنا جی بھر آتا ہے۔

تبھی تو پیڑ کی آنکھوں میں چاند بھر آیا　　کسی نے کہہ دیا ہو گا کہ شام آخری ہے

پھر اس کے بعد یہ بازارِ دل نہیں لگنا　　خرید لیجیے صاحب، غلام آخری ہے

ایک بار تم نے مجھے اپنی غزلوں کا انتخاب کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے تمہاری کتابیں سامنے رکھیں تو گویا ایک امتحان میرا منتظر تھا۔ خدایا! کس غزل کو انتخاب کروں اور کس کو چھوڑوں؟ آخرِ کار مجھے غزلوں پر ہی نشان لگانا پڑا۔ مگر جب تمہارا اصرار بڑھا تو میں نے (100) سو غزلیں منتخب کیں۔ اس دن سے آج تک میں جب بھی تمہاری کتابیں اٹھاتا ہوں تو اپنے آپ کو تمہاری بقیہ غزلوں کا مجرم پاتا ہوں۔ تمہاری غزل روایت کے رچاؤ اور جدیدیت کی تازگی سے عبارت ہے تمہاری غزل کا آہنگ ہی نہیں اس کی فضا بھی جداگانہ ہے۔ پرندوں، درختوں، چاند، دشت اور ہجرت کو تمہاری شعری فضا میں ایک خاص استعاراتی حیثیت حاصل ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے تمہارا شاعری سے رشتہ بھی ایک درخت اور پرندے کا سا لگتا ہے۔ تمہاری شعری فضا میں رچے ہوئے یہ اشعار اُردو غزل کا سرمایہ ہیں۔

اپنے ہمزاد درختوں میں کھڑا سوچتا ہوں　　میں تو آیا تھا انہیں آگ لگانے کے لیے

....

تلاشِ رزق میں بھٹکے ہوئے پرندوں کو!　　میں جیب خرچ سے دانہ کھلایا کرتا تھا

....

Scanned by CamScanner

چاند نکلے اور اس کی عزت افزائی نہ ہو　　کیسے ممکن ہے نگر میں کوئی سودائی نہ ہو

عجیب پیڑ ہیں ان کو حیا نہیں آتی　　ہمارے سامنے کپڑے بدلنے لگتے ہیں

یہ کہہ کے میرے گھر سے فرشتے چلے گئے　　وہ کوئی گھر ہے جس میں پرندوں کا گھر نہ ہو

تم کاٹ نہ دینا اسے بے کار سمجھ کر!　　اس پیڑ کے نیچے کئی پیمان بندھے ہیں

شجر سمجھ کے مرا احترام کرتے ہیں　　پرندے رات کو مجھ میں قیام کرتے ہیں

یہ مہتاب یہ رات کی پیشانی کا گھاؤ　　ایسا زخم تو دل پر کھایا جا سکتا ہے

دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں　　ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس　　جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ایسے تو کوئی ترکِ سکونت نہیں کرتا　　ہجرت وہی کرتا ہے جو بیعت نہیں کرتا

تُو جو ہر بات پہ دیتا ہے پرندوں کی مثال　　اس کا مطلب ہے ترے شہر سے ہجرت کیجئے

تمہارے شعر لکھنے بیٹھوں تو وہی معاملہ ہوگا جو تمہاری غزلوں کے انتخاب کے وقت ہوا تھا۔ اچھا شعر تو حسن ہے اور حسن کی داد تو دی جا سکتی ہے مگر اس کی توجیہہ بیان کرنا ''آرائشِ فردوسِ بریں'' کے مترادف ہوگا۔

یہ سب یادیں اور باتیں دہرانے کا ایک مقصد اور بھی ہے۔ یہ الگ بات کہ اگر مجھے کسی سے عشق نہ ہوتا یا تمہیں کسی سے عشق نہ ہوتا تو ہم پھر بھی شعر کہہ رہے ہوتے۔ اس لیے کہ ہم سانس بھی لے رہے ہوتے۔ مگر یہ عشق کی الوہی واردات ہے جو شاعر کا خونِ جگر اس کے شعر میں ایسے سمو دیتی ہے جیسے اقبالؔ کے بقول شاخِ گل میں بادِ سحر گاہی کا نم سما جاتا ہے۔ عشق کی سچائی شعر کو حرمت عطا کرتی ہے اور وہ تاثیر بخشتی ہے جو پتھر دل کو بھی پگھلا دیتا ہے۔ تمہارے شعر میں اس لیے بھی بسر کرتا ہوں کہ میرا عشق تازہ رہتا ہے۔ اب یہاں میں

Scanned by CamScanner

تمہاری اس غزل کے کچھ شعر سناتا ہوں تاکہ گفتگو کو سمیٹ سکوں۔

بُور اٹھایا آنکھ نے راگ چھڑا ملہار کا　　شہنائی کی گونج پر آنسو نکلا یار کا

دیکھا جب میں دُور سے نکلا چاند کھجور سے　　صحرا میں یاد آگیا کوئی سمندر پار کا

حُسن کا حیلہ اور ہے عشق وسیلہ اور ہے　　وہ تیرا حُب دار ہے میں تیرے حُب دار کا

مجھ ایسے آوارگاں لائے اپنے کام میں　　بے چینی کی شام میں اک چکر بازار کا

میں ہوں بھورے توڑتا دل ہے سانسیں جوڑتا　　میں ہوں اپنی ڈار کا دل ہے اپنی ڈار کا

چھوڑ کے تلخ آباد کو دل دریا کو کوچے　　بُلھے شاہؒ سے پوچھیے مستی کی منجدھار کا

ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے۔ مگر ایک خط میں (اور وہ بھی پہلے خط میں) کتنا کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی اُس شخص سے جو دوست بھی ہو، ہمزاد بھی ہو، بھائی بھی ہو، استاد بھی ہو اور حریفِ مئے مردافگنِ عشق بھی ہو۔ رات ڈھل چکی ہے۔ کچھ دیر میں سپیدۂ سحر نمودار ہونے کو ہے۔ سنا ہے یہ قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ ربِّ ذوالجلال اپنے عشق کے صدقے تمہیں اور تمہاری شاعری کو وہ رفعتیں اور تاثیر عطا کرے جو اُس کی شانِ کبریائی کی عطا ہو۔ حجرۂ میرؔ میں غزل کا چلّہ کاٹنے والا اُردو غزل کو یونہی ثروت مند بناتا رہے۔ آخر میں تمہارا یہ شعر تمہارے ہی نام کرتا ہوں۔

دوست سب سے کہاں کھنچتا ہے غزل کا چلّہ
حجرۂ میرؔ میں ہوتا ہے سدا ایک ہی شخص

اجازت نہیں چاہوں گا (کیونکہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی)

تمہارا
شکیل جاذبؔ

ستائیس نومبر سن دو ہزار دس
صبح دو بج کر پینتالیس منٹ

Scanned by CamScanner

تمہید

Scanned by CamScanner

احمد ندیم قاسمی

اور

خالد احمد کے نام

Scanned by CamScanner

تمہید

کوئی تہذیب محض اپنے شاندار ماضی کے ناتے ایک بڑی تہذیب کے درجے پر فائز نہیں رہ پاتی تاوقتیکہ متعلقہ عظیم تہذیب کے ورثاء ایک زندہ تر حال میں اپنے شاندار ماضی کو ایک شاندار مستقبل سے منسلک کرنے کے عمل میں مصروف نہ ہوں۔

ہر تہذیب کا سب سے توانا اور موثر مظہر اس تہذیب کا ادب ہوتا ہے۔ پاکستانی تہذیب اپنی قدامت کے حوالے سے اور پاکستانی ادب اس قدامت کا مظہر ہونے کے ناتے ایک عظیم تر ماضی کا امین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم تر حال کا بھی حامل ہے۔ اقبالؒ، فیضؒ اور ندیم اس عظیم تر حال کے تین بڑے اہم نمائندے ہیں۔

پاکستانی ادب بہت بڑی روایاتِ فکر وفن کے تسلسل کا منظرنامہ ہے۔ پاکستانی ادباء کی موجودہ نوجوان نسل پاکستانی روایاتِ فکر وفن کی پاسدار ہی نہیں بلکہ نئی نویلی روایاتِ فکر وفن کی بانی بھی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم اور اہلِ قلم دونوں کی قسم کھائی ہے اور یہ قسم قلم اور تحریر دونوں کی حرمتوں کی عظیم ترین شہادت ہے۔ ہم جو اہلِ قلم گردانے جاتے ہیں اپنے آپ سے ایک سوال ضرور کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آیا ہمارا قلم دلوں کو گداز آشنا اور طبائع کو نیاز آشنا کر رہا ہے یا نہیں، میرا کہنا صرف اتنا ہے کہ ہمارا قلم دلوں میں گداز پیدا کرنے کی کوشش تو ضرور کرتا ہے مگر طبائع میں نیاز پیدا کرنے کی کسی کاوش کو نہ جانے کیوں اپنے دائرہ اختیار سے باہر گردانتا ہے حالانکہ طبیعت نیاز سے عاری ہو تو دل کا گداز کس کام کا؟

Scanned by CamScanner

پروین شاکر' نجیب احمد' ایوب خاور' عباس تابش اور شوکت علی پاکستانی ادباء کی اس نوجوان نسل کے نمائندہ شعراء ہیں جس نے نہ صرف یہ کہ پاکستانی ادب کی آفاق گیر روایات کو اپنی روح میں سمویا بلکہ اپنی جراتمندانہ ہنرمندی کا بدن بھی عطا کیا۔

نوجوان نسل کے ان نمائندہ شعراء میں عباس تابش اپنی ہنرآفرینی کے حوالے سے اپنے ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہم عصروں سے منسلک ہوتے ہوئے بھی منفرد نظر آتا ہے۔ آنکھ بدن کا چراغ ہے اور عباس تابش پاکستانی ادب کے ہرے بھرے بدن کا تازگی آفریں چراغ ہونے کے ناتے اس جسد کا نور ہے۔

25 برس کے عباس تابش کا نورِ شعور' تمہید کے نام سے طلوع ہو رہا ہے اور میں یہ سوچ کر پشیمان ہو جاتا ہوں کہ جب میں 25 برس کا تھا تو میرے دامن میں کیا تھا؟ میرا اپنا تشخص بھی نہیں! جب کہ عباس تابش پاکستانی ادب کی بیکرانی میں ''زمزمہ انا البحر'' کے ساتھ ''ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا؟'' کہتا ہوا پاکستانی تشخص کی چمک بن کر شامل ہو چکا ہے۔ کسی منزل شناس کے لیے منزل کنار ہونے سے بڑی سعادت کیا ہو سکتی ہے۔

عباس تابش کے فکر و فن کا تلون' اصلاً مہتاب غزل کے پیدا کردہ مدوجزر سے عبارت ہے۔ اس کی خلاق طبیعت کا مواج سمندر ہمیشہ مہتاب غزل کے کامل ہونے کے انتظار میں رہتا ہے تاکہ جوار بھاٹا جنم لے سکے جو ان گنت صدف ساحل آشنا کرنے پر قادر ہوتا ہے اور جن میں سے بیشتر انمول سطروں کے گہر اس کے دست ہنر کے لمس سے کسی اچھوتی نظم کے سلک میں پروئے جانے کے لیے سینہ کشا ہوتے ہیں۔

تمہید کی غزلیں عباس تابش کے فن کی جذبی اساس ہیں۔ اگر ایک انسان محبت کے الاؤ میں جل رہا ہو اور اس کا محبوب اس الاؤ کی بھڑک سے آشنا ہی نہ ہو تو انسان سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کتنا بے مایہ ہوتا ہے۔ اس کا ادراک صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس آگ میں جھلس چکے ہوں اگر یہ محبت ''شاعری کی محبت ہو' اور یہ الاؤ ''ہنر پر گرفت'' کی خواہش نے بھڑکا رکھا ہو تو اس آگ میں جھلسنے والے کا حال اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا کہ دنیا تعلقات عامہ کی تپش کے سوا کسی اور آگ سے آشنا نظر نہیں آتی۔ تمہید اسی تپش کے درمیان

Scanned by CamScanner

ایک ایسے آتش کدے کی مثال ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عباس تابش کے لیے گلزار کر دیا۔ اس کی سطروں میں گلوں کی مہک' اس اندرونی کرب کا پتہ دیتی ہے جسے گرمئی تعلقات عامہ سے نغمہ سنج افراد سمجھ ہی نہیں سکتے۔

چراغِ صبح جلا کوئے ناشناسی میں
اک اور دن کا اضافہ ہوا اداسی میں

عباس تابش کے نزدیک شعر ایک ذاتی واردات کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ اسے کوئی نظریہ یا کوئی فلسفہ نہیں سمجھتا' اگر اس کے اشعار پڑھتے ہوئے آپ پر بھی وہی کیفیات وارد ہوتی چلی جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری صورت میں عباس تابش آپ کو مجبور تامل نہیں کرے گا کہ یہ اس کا مسلک نہیں۔ وہ تو اپنی بات اپنے انداز میں کرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی اس کے تجربے کا حصہ دار ٹھہرتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر کوئی اس کے تجربے کا حصہ دار نہیں بن پاتا تو بھی ٹھیک ہے کہ عباس تابش اپنی طبیعت میں نیاز رکھتے ہوئے بھی ذراہٹ دھرم واقع ہوا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایک صاحب اسلوب فنکار کا ذرا سا ضدی ہونا فطری طور پر ضروری ہوتا ہے کیونکہ سمجھوتے کا رویہ ایک شاعر کو ''مقبول شاعر'' کے درجے پر تو فائز کر سکتا ہے ''صاحبِ اسلوب شاعر'' ہرگز نہیں بننے دیتا۔ وہ شعراء جو اپنے مخصوص اسلوب کے ساتھ ساتھ مقبول بھی ٹھہریں ان کے معاملے میں سمجھوتہ قاری کی طرف سے ہوتا ہے۔ غالبؔ ایک ایسی ہی مثال ہے۔

تمہید کو پڑھتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ تمہید کا قاری بالآخر عباس تابش سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا کیونکہ اس کی غزلوں میں نمایاں جذبی اساس پر استوار ہونے والے شہرِ سخن کے فلک بوس بلند و بالا میناروں کا پہلا رو پہلا منظر' تمہید میں شامل نظموں کے چمکیلے پیش منظر پر مشتمل ہے۔

یہ مجموعہ کلام غزل پرستوں کے لیے ایک تازہ تر برگ سبز کا درجہ رکھتا ہے تو نظم پرستوں کے لیے مستقبل کی دھند کے پیچھے ایک جھلمل شہر کے بس چکنے کی نوید ہے۔ تمہید کے پہلے مطالعے نے مجھے ایک آوارہ بادل کے سنہری کناروں کی یاد دلائی۔ اس آوارہ بادل کے پیچھے روشن سورج کی نورانی تپش کا اندازہ وہی لوگ کر سکیں گے جو ایک بار پلٹ کر یہ دیکھنا پسند کر لیں

Scanned by CamScanner

گے کہ جب وہ 25 برس کے تھے تو ان کے دامن میں کیا تھا؟

تمہید میں عباس تابش نے بنیادی بات کیا کی ہے؟ تمہید میں در آنے والا بنیادی سوال کیا ہے؟ آپ مجھ سے یہ بات پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور میں اس سوال کا جواب ضرور دوں گا۔

عباس تابش کہتا ہے

- تجھے قریب سمجھتے تھے گھر میں بیٹھے ہوئے
  تری تلاش میں نکلے تو شہر پھیل گیا

مری خندق میں اس کے قرب کی قندیل روشن ہے
مرے دشمن سے کہہ دینا میں اس سے پیار کرتا ہوں

یوں تھوک نہ مجھ پر، مرے ہارے ہوئے دشمن
یہ مری کماں ہے، یہ مرے تیر پڑے ہیں

چیز دونوں کو حسب ہنر چاہیے
اس کو دیوار دے، مجھ کو سر چاہیے
چند لمحوں کی شوریدگی کیا کروں
یہ تسلسل مجھے عمر بھر چاہیے

پہلے ہڈی کے گودے سے خط لکھتے ہیں یار کو
پھر زنبیل میں رکھ لیتے ہیں کاغذ توڑ مروڑ کے

تیرے لئے چراغ دھرے ہیں منڈیر پر
تو بھی اگر ہوا کی مثال آ گیا تو بس

Scanned by CamScanner

کفِ خیال پہ عکسِ نشاطِ رنگ ترا
نہیں بنانے کا یارا، مگر بناتے ہیں

دھرنا ہے کہیں تو یہ گرانباریٔ خاطر
زانو جو نہیں سر کے لیے، میز بہت ہے

اب کا موقع بھی یوں ہی اکارت گیا، بولنا بھی مرا یوں ہی غارت گیا
اس دفعہ بھی اسے میں نے آواز دی، لیکن اس نے سنا اس دفعہ بھی نہیں

یوں تو سبھی کو عشق نے سونپی ہیں شہرتیں
لیکن کبھی کبھی کوئی گمنام ہی سہی
گر کر ہی ٹوٹنا ہے تو اے پیکرِ غبار
بامِ بلند و زینہ ایام ہی سہی
کوئی تو ہو کہ جس سے گلے مل کے روئیں ہم
گر تم نہیں تو گھر کے در و بام ہی سہی

ہر ناکامی نے ایسے بھی کچھ دیواریں کھینچی ہیں
اک بے نقشہ شہر بنا ہے لا حاصل تدبیروں کا

درج بالا تمام اشعار زندگی کو ایک رخ سے دیکھنے کی کوشش مگر دوسرے رخ کے سامنے آ جانے کی داستان سناتے ہیں اور پھر ان دونوں رخوں کے درمیان زندگی بسر کرنے کی کاوش کا اظہار کرتے ہیں، مگر یہ تمام خواہشیں کاہشیں قرار پا جاتی ہیں اور زندگی لا حاصل تدبیروں کے بسائے ہوئے ایک بے نقشہ شہر کی مثال بن کے رہ جاتی ہے، یہ بات تجربے کی ہے، اگر کوئی اس تجربے سے نہیں گزرا اور اسے ان گنت فلاسفہ اور اہل دانش کے اقوال یاد ہیں اور وہ انہیں حتمی

Scanned by CamScanner

سچائیاں گردانتا ہے تو عباس تابش کے درج بالا اشعار اس کی تشفی نہیں کر پائیں گے اور شاید انہی حضرات کے لیے عباس تابش کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا جو کچھ یوں ہے

یہ ہم کو کون سی دنیا کی دھن آوارہ رکھتی ہے
کہ خود ثابت قدم رہ کر ہمیں سیارہ رکھتی ہے

اگر عباس تابش کے دوست ''کف خیال پہ عکسِ نشاط رنگ ترا' نہیں بنانے کا یارا مگر بناتے ہیں'' جیسے اشعار میں پنہاں کرب سے نہیں گزرتے تو کم از کم وہ اتنا ضرور سوچ سکتے ہیں کہ عالمی منظر، معلوم تاریخ میں جوں کا توں رہنے پر بھی، انہیں کون سی دنیا کی دھن آوارہ رکھتی ہے اور اگر اب بھی وہ عباس تابش کے بنیادی سوال سے آگاہ نہیں ہو پائے تو وہ عباس تابش کی اس فریاد کو ہی سوال گردان لیں تو ان کی بڑی مہربانی ہوگی۔

میرے سینے سے ذرا کان لگا کر دیکھو!
سانس چلتی ہے کہ زنجیر زنی ہوتی ہے؟

اگر آپ کے پاس اس سوال کا جواب ہے تو پھر جان لیں کہ عباس تابش نے تمہید میں کوئی سوال نہیں اٹھایا ہے البتہ اس نے کچھ خواب ضرور دیکھے ہیں اور وہ خواب ''باغ جناح'' میں تجسیم پا گئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عباس تابش کی منزل فن کی طرف اس پہلے جرات مندانہ مگر بہت ہی سنبھلے ہوئے قدم کے جمنے اور اگلے قدم کے رکھنے کے لیے مضبوط اور پاؤں پکڑنے والی زمین مرحمت فرمائے کہ اس کی رضا کے بغیر ہر انسانی کوشش پا در ہوا رہ جاتی ہے۔

خالد احمد

6-اے نسبت روڈ، لاہور

22-جون 1986ء

Scanned by CamScanner

عباس تابش

دور سے ہر کوئی خوبصورت لگتا ہے یہاں تک کہ اپنی بیوی بھی اچھی لگتی ہے مگر جونہی درمیانی فاصلہ ختم ہوتا ہے یہ خوبصورتی بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن عباس تابش دور سے یوں لگتا ہے جیسے ابھی قریب آ کر بڑھک مارے گا یا مارنے لگے گا۔ وہ چلتے وقت اِدھر اُدھر یوں دیکھتا ہے جیسے مارنے کے لیے پتھر ڈھونڈ رہا ہو لیکن جوں جوں وہ قریب آتا ہے اس کی جون بدلتی جاتی ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی شخصیت کے گرد محبت کا ایک ایسا ہالہ ہوتا ہے جس میں آ کر ہر چیز خوبصورت ہو جاتی ہے مگر عباس نے کم ہی لوگوں کو اس ہالے تک پہنچنے دیا ہے۔

عباس کی عمر کیا ہے؟ اسے خود پتہ نہیں۔ جوں جوں اس کے مسائل بڑھتے رہے وہ سمجھتا رہا وہ بڑا ہو رہا ہے حالانکہ وہ عین بچپن میں بوڑھا ہو گیا تھا۔ دیکھنے میں عباس اس عمر کا لگتا ہے جس میں سب سے آسان کام شعر کہنا ہے مگر عباس نے نوجوانوں کے لیے شعر کہنا اتنا ہی مشکل بنا دیا ہے جتنی اس نے مشکلیں سہی ہیں۔ اس کے سکھ کے ساتھی اس کے دکھ ہیں جن کے ساتھ وہ وہی سلوک کرتا ہے جو مشرق میں عورت کے ساتھ ہوتا ہے یعنی انہیں چھپا چھپا کر رکھتا ہے۔ جس دن اسے کوئی مسئلہ نہ ہو سارا دن پریشان رہتا ہے۔

عباس تابش بیٹھا ہوا ہو تو یوں لگتا ہے جیسے اس نے کبھی حرکت ہی نہیں کی اور جب چلنے لگے تو یقین نہیں آتا کہ رکاوٹ کے بغیر رک سکے گا۔ چلنا تو پاؤں کا زمین سے گفتگو کرنا ہے اور شہر لاہور کی گلیوں سے ساری ساری رات جتنی باتیں ناصر کاظمی اور عباس تابش نے کی ہیں شاید ہی کسی نے کی ہوں۔ شہر آسمان کی مچھر دانی لگا سڑکوں کی صورت ٹانگیں پسار کر لیٹا نہیں اور عباس کے پاؤں نے اس سے سرگوشیاں شروع کی نہیں، جوں جوں رات بھیگتی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

پاؤں کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے۔ رات ختم ہو جاتی ہے مگر اس کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔

عباس خواتین کے پردے کے اس قدر حق میں ہے کہ عورتوں سے ہمیشہ پردے میں باتیں کرتا ہے یہی نہیں بلکہ ان کی باتوں پر بھی پردے ڈالتا رہتا ہے۔ عورتوں کے پاس یوں بیٹھتا ہے جیسے اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہو یعنی ان کی سنتا ہے نہ سناتا ہے۔ اتنا ٹھنڈا آدمی ہے کہ اسے اس عمر میں بھی گرمی نہیں لگتی۔ لیکن میرا دوست ''ف'' کہتا ہے کہ عباس تابش بڑا کامیاب خاوند ثابت ہوگا کیونکہ جو خالد احمد کے ساتھ گزارا کر سکتا ہے وہ ہر قسم کی بیوی کے ساتھ رہ سکتا ہے۔

عباس تابش کا منہ اتنا بڑا ہے کہ جو بات کرے چھوٹی لگتی ہے۔ رنگ ایسا کہ نہا کے آ رہا ہو تو یوں لگتا ہے جیسے ابھی نہانے جا رہا ہے۔ ایک سر جس پر اس نے کئی لوگوں کو چڑھا رکھا ہے۔ عباس اس سر کو اپنی بات دوسروں کو سمجھانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خود بھی اسے کسی بات کی سمجھ نہ آئے تو اپنے آپ کو سر ہلا ہلا کر سمجھانے لگتا ہے مگر سر بوڑھی عورتوں کی طرح ہلاتا ہے یعنی ہمیشہ اثبات میں۔

دوست وہ ہوتا ہے جس سے گفتگو کرنے کے لیے انسان لفظوں کا محتاج نہ ہو اس لیے میں اور عباس گھنٹوں مل کر خاموش بیٹھتے ہیں اور جب عباس کا دل گفتگو کرنے کو چاہتا ہے وہ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ وہ دشمن نہیں بناتا مگر اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے میں اس کا دوست بن گیا ہوں۔ وہ دوستوں کا اس قدر خیال رکھتا ہے کہ اگر کبھی بیمار ہو جائے تو خود گھر گھر جا کر عیادت کرواتا ہے۔ مستقل مزاج اتنا کہ پانچ سال قبل جن سے دھوکا کھاتا تھا آج بھی انہی سے دھوکا کھاتا ہے۔ اگر وہ کسی مسئلے پر پریشان ہو تو سمجھ لیں یہ اس کے کسی دوست کا مسئلہ ہے۔ اگر وہ خوش ہو تو دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشاعرہ پڑھنے جا رہا ہے اور دوسری یہ کہ مشاعرہ پڑھ کر آ رہا ہے۔ اسے جہاں اور جس وقت مشاعرہ ملے لوٹ لیتا ہے۔

عباس تابش کو ملنے کے بعد بھی اس سے آدھی ملاقات ہی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ بیٹھا تو آپ کے پاس ہوتا ہے مگر نصف۔ اور اس کا نصف بہتر ہمیشہ خیالوں میں ہوتا ہے۔ عباس کو

Scanned by CamScanner

انگریزی سے اس قدر لگاؤ ہے کہ اس نے جتنی بار بھی بی اے کا امتحان دیا انگریزی کا پرچہ ضرور دیا۔

بڑا حساس آدمی ہے۔ دوسروں سے اس کو اکثر ہمدردی ہو جاتی ہے اور اس کے لیے دوسرے کا مصیبت میں مبتلا ہونا ضروری نہیں بس خوبصورت ہونا البتہ ضروری ہے۔ اسے دنیا کا ہر خوبصورت انسان مظلوم نظر آتا ہے۔

عباس اپنی نسل کے شاعروں میں سب سے آگے ہے مگر وہ وقت دور نہیں جب اس کا پیٹ اس سے بھی آگے نکل جائے گا۔ اس کی صحت مندی کا راز وہی ہے جو ہماری مندی صحت کا ہے یعنی سوچیں۔ وہ خوش خوراک ہے یعنی ہر خوراک کھا کر خوش ہوتا ہے۔ دوستوں کو ہر وقت بیدار دیکھنا چاہتا ہے اسی لیے اکثر رات کو دو تین بجے مجھے ہوسٹل میں آ کر خواب غفلت سے جگا دیتا ہے۔ وہ لمبا فاصلہ پیدل طے کرتا ہے۔ اگر زیادہ قریب جانا ہو تو رکشہ لے لیتا ہے۔

وہ بے وقوفی کی حد تک مخلص ہے، یعنی ہر کسی کے ساتھ مخلص ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس کا برا کرے یہ اس کا بھلا کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے آدمی وہی کچھ کرتا ہے جو کر سکتا ہے آج کل ہر شخص دوسرے کو کیمرے کی آنکھ سے دیکھتا ہے یعنی صرف ظاہر ہی کو دیکھتا ہے مگر عباس اس دور میں بھی انسان کو آنکھ سے دیکھتا ہے اس کا تو پورا وجود آنکھ ہے جو مسلسل شب و روز بیداری کے باعث سوجتی جا رہی ہے۔

عباس چشمہ بھی لگاتا ہے مگر دوسروں کی باتیں سنتے وقت تاکہ دوسروں کو پتہ نہ چل سکے کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے، مگر اپنی بات سناتے وقت چشمہ اتار لیتا ہے، کبھی کبھی قمیض کے بازو بھی اوپر چڑھا لیتا ہے۔ عباس گا بھی لیتا ہے مگر اس کے گانے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ دوسروں کو سنائی نہیں دیتا۔ کبھی کبھی تو اتنے درد سے گنگناتا ہے کہ سننے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اسے درد ہو رہا ہے۔

عباس کو غزل لکھنے کی اتنی ہی فکر ہوتی ہے جتنی غریب والدین کو اپنی خوبصورت بیٹی کی شادی کی۔

عباس تابش ایک پروف ریڈر بھی ہے۔ اس کی نگاہیں ہر وقت کاغذ پر دوڑتی رہتی

ہیں اور جہاں غلطی نظر آئے رک جاتی ہیں اور اس کا ہاتھ بے اختیار اس پر دائرہ لگا دیتا ہے اس کی نگاہیں انسانی لفظوں کو پڑھتی رہتی ہیں اور دائرے بڑھتے رہتے ہیں وہ ہر آن بڑھتے ہوئے دائروں کے درمیان ہے۔ اگر وہ شاعر نہ ہوتا تو یہ دائرے اس حساس شخص کا دائرہ حیات تنگ کر دیتے' اسی لیے تو میں کہتا ہوں' اگر وہ شعر نہ کہتا تو مر گیا ہوتا۔''

محمد یونس بٹ

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف۔23.02.2020

Scanned by CamScanner

حمدیہ

نہ صدا کا سمت کشا ہوں میں

نہ ورق پہ میرا وجود ہے

مرے حرف میں وہ چمک نہیں جو ترے خیال کی چھب میں ہے

مرا انگ کیا مرا ڈھنگ کیا

سرِ خامہ روح کا دُود ہے

یہی میرا رازِ شہود ہے

میں شکستہ خوردہ خیال ہوں مجھے آیتوں کی کمک ملے

مجھے آگہی کی چمک ملے

مجھے درسِ عبرتِ شوق دے

مری انگلیوں کو پکڑ کے حرفِ جنوں پہ رکھ

رہِ خواندگاں پہ مری کجی مری گمرہی کو بھی ڈال دے

نہ قلم پکڑنے کا ڈھنگ ہے نہ ورق ہے میری بساط میں

Scanned by CamScanner

مرا منہ چڑاتی ہے لوحِ گل

ابھی وہ ورق نہیں سامنے ترا پاک نام کہاں لکھوں

کہ سپیدیٔ صفحۂ صاف کی مری آنکھ میں ہے بھری ہوئی

جہاں کوئی سطر ہے خواب کی نہ خرامِ موجۂ اشک ہے

مجھے خوابِ خوش سے نواز دے کہ یہ چشمِ وا بھی عذاب ہے

میں تہی نوا

میں تہی ثنا

میں لکھوں گا کیا؟

مگر اے خدا مری پوٹلی میں جو تیرے دھیان کی جوت ہے

یہی رت جگا مرا مال ہے

یہی مال میرا کمال ہے

○

کھڑی ہیں رہ میں دُرودوں کی ڈالیاں لے کر
یہ مدحتیں ہیں کہ ہیں بچیاں مدینے کی

Scanned by CamScanner

باغِ جناح

(1)

کہیں پیڑوں کے جھنڈ ہیں
کہیں پیڑوں کے جھنڈ، جھنڈ میں جھیلوں کی چشمکیں
کہیں چشمِ گلاب خیمۂ نکہت فشار ہے
کہیں شاخوں پہ جھولتے ہوئے پھولوں کی تازگی
کسی ہیجان کی طرح مرے سینے پہ بار ہے
ابھی تک انتظار ہے!
ابھی تک انتظار ہے
کسی روشن خیال کا، کسی خندہ جمال کا
ابھی تک انتظار ہے

(2)

مری جنت نشیں تو آ گئی میرے کنار میں ۔ مری آنکھوں کی منتیں
ترے قدموں سے لگ کے آج زرِگل تک آ گئیں

Scanned by CamScanner

بہت اچھا کیا تو آ گئی میرے کنار میں
کسی بستر کی سلوٹوں کی طرح رات بھر الجھ
سحر نو بہار میں
بہت اچھا کیا تو آ گئی میرے کنار میں
کہ یہی انتظار تھا
مرے دستِ شجر طراز میں خوئے فشار دیکھ
نہ سرِ مزرعِ بدن کفِ مو میں خمار دیکھ
کہ یہ پیڑوں کا جھنڈ ہے یہاں کوئی نہ آئے گا
مری جنت نشیں یہاں سے نکلنا نہ چاہیے
کبھی جنت بدر ہوئے تو معیشت کی گٹھڑیاں درِ جنت پہ ڈھیر ہوں
کسی پاپوش کی مثال مقابر کی سیڑھیوں پہ دھرے رہ نہ جائیں ہم
یہیں رک جا کہ گھر بسائیں گے بابا کے باغ میں
انہیں پیڑوں کے آس پاس
ہر جھیل کے قریں
چلو اب خوشہ طلب سے بھریں جھولیاں یہیں
کہ یہی خلدِ آئینہ
مرے بابا کا باغ ہے!

Scanned by CamScanner

○

پسِ دعا نہ رہیں کیوں اداسیاں میری
حجاب ہیں مرے منہ پر ہتھیلیاں میری

مجھے یہ ڈر ہے کوئی کاٹ کر نہ لے جائے
بہشتِ خواب سے باہر ہیں ٹہنیاں میری

بس اتنا حصہ ہے میرا مکان ہستی میں
فصیل اور کسی کی ہے کھڑکیاں میری

ابھی نہ ڈال بڑھاپے کی ظلمتوں میں مجھے
ابھی نہ اور بجھا موم بتیاں میری

Scanned by CamScanner

اور اب تو ڈور بنا کر لہو کے ماںجھے سے
بسنت رُت نے اڑا دی ہیں دھجیاں میری

میں دم بخود گلِ نغمہ ہوں شاخِ ہستی کا
ہوا چلے تو بکھرتی ہیں پتیاں میری

نہ جانے کون مرا کھو گیا ہے مٹی میں
زمیں کریدتی رہتی ہیں انگلیاں میری

Scanned by CamScanner

○

میں اس کی آہٹیں چن لوں میں اس سے بول کر دیکھوں
گلی میں کون پھرتا ہے دریچہ کھول کر دیکھوں

اور اب یہ سوچتا ہوں کیا تہِ داماں پڑے رہنا
کسی مشعل کی لو ٹھہروں ہوا میں ڈول کر دیکھوں

یونہی شاید تسلی ہو مری خستہ مزاجی کی
میں اپنی خاک ہی کوئے ہنر میں رول کر دیکھوں

یہ کیسی بید مجنوں کی تمنا مجھ میں در آئی
کہ میں بھی خود میں پیدا یہ اَنا کا جھول کر دیکھوں

Scanned by CamScanner

مرے بھی سر پہ رکھا ہے جنوں اسباب کی صورت
ملے فرصت تو اس گٹھڑی کو میں بھی کھول کر دیکھوں

نہ وہ آوارگی مجھ میں نہ وہ آشفتگی مجھ میں
میں کس معیار پر اپنی وفا کو تول کر دیکھوں

Scanned by CamScanner

○

تیری آنکھوں سے اپنی طرف دیکھنا بھی اکارت گیا
یعنی پہچان کا یہ نیا سلسلہ بھی اکارت گیا

یوں حنائی لکیریں اُڑیں اجنبی طائروں کی طرح
پر بریدہ سا رنگِ کفِ صد حنا بھی اکارت گیا

اب کھلا ہے کہ میرا اترے رنگ میں تیرے انداز میں
بولنا ہی نہیں دیکھنا سوچنا بھی اکارت گیا

سن رہا ہوں ابھی تک میں اپنی ہی آواز کی بازگشت
یعنی اس دشت میں زور سے بولنا بھی اکارت گیا

Scanned by CamScanner

وہ زلیخائی خواہش ہی اپنے سبب سے پشیماں نہ تھی
ساتویں در کے اندر مرا حوصلہ بھی اکارت گیا

کوئی لوتک نہ دی کالے پیڑوں کو اس آتشیں رقص نے
یعنی جنگل میں اس مور کا ناچنا بھی اکارت گیا

Scanned by CamScanner

○

نقش سارے خاک کے ہیں سب ہنر مٹی کا ہے
اس دیارِ رنگ و بو میں بست و در مٹی کا ہے

کچھ تو اپنی گردنیں کج ہیں ہوا کے زور سے
اور کچھ اپنی طبیعت میں اثر مٹی کا ہے

چاندنی خنداں ہے اپنے حجرۂ مہتاب پر
اور میں نازاں ہوں اس پر میرا گھر مٹی کا ہے

رحمتیں برسا کے بھی ابرِ کرم چھٹتا نہیں
ایسے لگتا ہے کہ سایہ چرخ پر مٹی کا ہے

Scanned by CamScanner

خاک سے اٹھتے نہیں چلتی ہوا کے ساتھ ہم
عجزِ خاطر پر بہت گہرا اثر مٹی کا ہے

اک نمونہ ہے کسی کی صنعتِ تمثال کا
یہ جو کھڑکی ہے صدا کی یہ جو گھر مٹی کا ہے

کیوں نہ خوئے خاک سے خستہ رہے میری انا
پا بہ گل ہوں اور خمیرِ معتبر مٹی کا ہے

Scanned by CamScanner

○

ابھی سے لائے ہو کیوں دل کی راہ پر اس کو
بھٹکنے دینا تھا کچھ دن اِدھر اُدھر اس کو

کبھی فصیل سے باہر کبھی فصیل کے بیچ
تلاش کرتی پھری شاخِ بے ثمر اس کو

وہ مشتِ خاک کہ اڑنے سے آشنا ہی نہ تھی
لگا دیئے ہیں تمنا نے بال و پر اس کو

نہ جانے کب وہ مجھے چھوڑ کر چلا جائے
میں زندگی کی طرح کر چکا بسر اس کو

Scanned by CamScanner

اس اختصار کی تفصیل کون دیکھے گا
بکھر گیا ہوں میں کتنا سمیٹ کر اس کو

نہ خواب ہی سے جگایا نہ انتظار کیا
ہم اس دفعہ بھی چلے آئے چوم کر اس کو

وہ جس کا نام بھی سننا ہمیں پسند نہ تھا
کیا ہے روز کے جھگڑوں نے معتبر اس کو

چلا گیا تھا وہ کشتی میں بیٹھ کر تابشؔ
ہوا ہے شہر میں کیا، اس کی کیا خبر اس کو

Scanned by CamScanner

احمد ندیم قاسمی کے لیے ایک نظم

مرے بادشہ تری خیر ہو
تری شہ نشیں کے جوار میں
مرے دست ولب پہ دعائیں ہیں
تجھے ربِ حسن حیات دے
ترے حرف تیری مثال ہوں
مرے بادشہ تری خیر ہو!
کبھی اس طرف بھی نگاہ کر
ترے نطقِ تازہ کے روبرو مری خستگی کا غبار ہے
میں تہی قدم
میں تہی حشم
مرا موقلم ابھی رنگ جو بھی ہوا نہیں

Scanned by CamScanner

مرے منہ میں دانہ حرف دے

کہ درِ سخن پہ فقیر کی کوئی پیش چلتی نہیں ابھی

گلِ دادخواہ کے عہد میں مرے چاکِ لب ہیں سلے ہوئے

کوئی پھول بھی مرے آئینے میں کھلا نہیں

کوئی مجھ کو مجھ سا ملا نہیں

میں چراغِ خفتہ کی رات میں ترے خوانِ حرف تک آ گیا

مجھے اپنے منہ کی جھٹال دے

کہیں آشیانۂ ذات سے مری طفلگی نہ پھسل پڑے

مرے منہ میں دانۂ حرف دے

ابھی صبح ہونے میں دیر ہے

اسی خامشی کے حجاب میں مری تیرگی کو نواز دے

مجھے رزقِ حرف کا راز دے

ترے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو مرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو

در و بابِ حرف و نوا کھلے کہ سنہرے چاند کے طشت میں

کوئی خوشہ چینِ صدا ترا تجھے پھول دینے کو آیا ہے بڑی دور سے

مرے بادشہ تری خیر ہو

Scanned by CamScanner

○

چشمِ نم دیدہ سہی خطۂ شاداب مرا
رات کی رات مہکتا ہے گلِ خواب مرا

اب تہی رخت بھی ہو کر میں تہی رخت نہیں
خواہشِ بادیہ پیمائی ہے اسباب مرا

ثبت کر اور کوئی مہر مرے ہونٹوں پر
قفلِ ابجد سے نہیں بند ہوا باب مرا

ساحلِ چشم پہ کپڑوں کو سکھانے والے
تو نے کب پار کیا تھا دلِ پایاب مرا

Scanned by CamScanner

نام میرا تو کیا اس نے قلم زد لیکن
دفترِ عشق سے خارج نہ ہوا باب مرا

جس قدر آئی فراخی مرے دل میں تابشؔ
اتنا ہی تنگ ہوا حلقۂ احباب مرا

Scanned by CamScanner

○

چراغِ صبح جلا کوئے ناشناسی میں
اک اور دن کا اضافہ ہوا اداسی میں

تری نظر کے اشاروں پہ آئینہ نہ ہوا
یہ دل کہ طاق بہت تھا سخن شناسی میں

دکھائی دے نہ مجھے دہشتِ جمال کے ساتھ
نشاطِ عشق نہ کھو جائے بد حواسی میں

Scanned by CamScanner

جنوں رہینِ قبا ہو تو اس سے پوچھوں بھی
کہ کتنا لطف میسر تھا بے لباسی میں

نہ روزِ ابرِ سیہ تھا' نہ ماہتاب کی رات
گلاس ٹوٹ گیا کیسی بد حواسی میں

Scanned by CamScanner

○

چاند کا پتھر باندھ کے تن سے اتری منظرِ خواب میں چپ
چڑیاں دور سدھار گئیں اور ڈوب گئی تالاب میں چپ

لفظوں کے بٹوارے میں اس چیخ بھرے گھوارے میں
بول تو ہم بھی سکتے ہیں پر شامل ہے آداب میں چپ

پہلے تو چوپال میں اپنا جسم چٹختا رہتا تھا
چل نکلی جب بات سفر کی پھیل گئی اعصاب میں چپ

Scanned by CamScanner

اب تو ہم یوں رہتے ہیں اس ہجر بھرے ویرانے میں
جیسے آنکھ میں آنسو گم ہو جیسے حرف کتاب میں چپ

اپنی آہٹ کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاتے وہ
تیری راہ پہ چلنے والے رکھتے ہیں اسباب میں چپ

Scanned by CamScanner

○

کس دستِ کماں دار کی تدبیر سے پہنچا
یہ آگ کا شعلہ مجھے کس تیر سے پہنچا

دروازہ کھٹکنے کی صدا لے گئی گھر سے
پیغامِ رہائی مجھے زنجیر سے پہنچا

اس بار بھی میں اس بتِ عیار کے دل تک
دیوار پہ لکھی ہوئی تحریر سے پہنچا

لازم تھا پہنچنا مرا دربارِ سبا تک
سو میں بھی وہاں راہِ اساطیر سے پہنچا

Scanned by CamScanner

زینے کے بھروسے نہ کمندوں کے سہارے
میں بام تلک جادۂ تعمیر سے پہنچا

پہنچے تو سبھی بارگہِ حسن میں لیکن
جلدی کوئی آیا کوئی تاخیر سے پہنچا

اب بات جو ہو پاتی نہیں مجھ سے عزیزاں
اس حال کو میں نالۂ شب گیر سے پہنچا

یہ میں ہوں سلامت یہ مرا دل ہے سلامت
آزار کہاں آپ کی تعزیر سے پہنچا

Scanned by CamScanner

○

انسان تھا آخر تُو مرا رب تو نہیں تھا
یہ اوجِ تغافل ترا منصب تو نہیں تھا

پہلے بھی ہم اک بار جدا تجھ سے ہوئے تھے
لیکن یہ چراغاں کا سماں جب تو نہیں تھا

بیٹھے تھے یونہی ہم تری دیوار سے لگ کر
اے جاں ہمیں تجھ سے کوئی مطلب تو نہیں تھا

یہ سہو مرے دل سے ہی سرزد ہوا ورنہ
اس شخص کی پوجا مرا مذہب تو نہیں تھا

پہلے بھی میں اس آنکھ سے ٹپکا تھا کئی بار
یکساں مجھے مٹی سے کیا جب تو نہیں تھا

کس بات نے مبہوت رکھی وصل کی ساعت
اس آنکھ سے ظاہر کوئی کرتب تو نہیں تھا

کل شب بھی یہی چاند تھا افلاک پہ روشن
اس طرح کا ارماں ہمیں کل شب تو نہیں تھا

کیوں اس کے اشارے پہ اتر آیا تہِ آب
تابشؔ ترا چہرہ مہِ نخشب تو نہیں تھا

○

راتیں گزارنے کو تری رہگزر کے ساتھ
گھر سے نکل پڑا ہوں میں دیوار و در کے ساتھ

دستک نے ایسا حشر اٹھایا کہ دیر تک
لرزاں رہا ہے جسم بھی زنجیرِ در کے ساتھ

کشکول تھامتے ہیں کفِ اعتبار سے
کرتے ہیں ہم گداگری لیکن ہنر کے ساتھ

اب کس طرح یہ ٹوکری سر پہ اٹھاؤں میں
سورج پڑا ہوا ہے مرے بام و در کے ساتھ

Scanned by CamScanner

سورج اسی طرح ہے یہ مہتاب اسی طرح
ڈھلتے رہے ہیں یار ہی شام و سحر کے ساتھ

یوں ہے مری اڑان پہ بھاری مرا وجود!
جیسے زمیں بندھی ہو مرے بال و پر کے ساتھ

تابشؔ مجھے سفر کی روایت کا پاس تھا
سو میں بھی رہ بنا کے چلا رہگذر کے ساتھ

Scanned by CamScanner

اسے میں نے نہیں دیکھا

وہ کیسی ہے
اسے میں نے نہیں دیکھا
سنا ہے وہ زمیں زادی
دھنک سے اپنے خوابوں کے افق گل رنگ رکھتی ہے
مرے خاشاک سے آگے کسی منظر میں رہتی ہے
ہوا کے گھر میں رہتی ہے
وہ کس سورج کا حصہ ہے
وہ کس تارے کی مٹی ہے
اسے میں نے دیکھا
مری آنکھوں سے لے کر اس کی آنکھوں تک کسے معلوم ہے
کتنے ستارے ہیں
مجھے کیا علم وہ کس رنگ کے کپڑے پہنتی ہے

وہ خالی برتنوں میں اپنا دن کیسے بتاتی ہے

وہ خوشیاں ڈھونڈتی ہے اور خود کو بند الماری میں رکھ کر
بھول جاتی ہے

وہ گھر کے لان میں بیٹھی بہت کچھ سوچتی ہوگی
کہ میرا رنگ کیسا ہے
مری آنکھوں کے روشن قمقموں میں تاب کتنی ہے
مری شریان میں سہمے ہوئے بچوں پہ کیا گزری
وہ کس رستے پہ چل نکلے کہ اپنے گھر نہیں پہنچے
وہ اکثر سوچتی ہوگی

مرے کمرے میں بوڑھی فاحشہ تنہائی کے ہوتے
مرے دن کیسے کٹتے ہیں
مری بے خواب راتیں کن خیالوں میں گزرتی ہیں
کہاں عشقِ گریزاں کی کہانی ختم ہوتی ہے
وہ گھر کے لان میں بیٹھی یہی کچھ سوچتی ہوگی
کہ میرے نام کے پیچھے مری تصویر کیسی ہے
مرے خط بھی نہیں اس کے تصرف میں
کہ ان کو کھول کر میرے بدن کے راز تک پہنچے
مجھے اس نے نہیں دیکھا

Scanned by CamScanner

نہ میں نے اس کو دیکھا ہے
نہ اس نے مجھ کو دیکھا ہے
مگر اپنی محبت میں عجب حسنِ توازن ہے
وہ اکثر سوچتی ہو گی
میں کتنا اپنے دفتر میں ہوں کتنا گھر کی خلوت میں
وہ مجھ کو مجھ پہ ہی تقسیم کر کے دیکھتی ہو گی
مجھے محسوس ہوتا ہے
کوئی دل چیرتی خوشبو مجھے آواز دیتی ہے
مگر آواز کے پیچھے کوئی چہرہ نہیں ہوتا
وہ مجھ کو دیکھ لیتی ہے
مگر میری بصارت میں مہک چہرہ نہیں پاتی
کہ خوشبو کس نے دیکھی ہے
صدا کو کس نے پکڑا ہے
مکانی دوریاں کیسی؟ زمانی قربتیں کیسی؟
وہ میرا جسم ہے لیکن اُسے میں نے نہیں دیکھا

Scanned by CamScanner

○

یہ دن بھی تمام کر رہا ہوں
پانی کے چراغ بھر رہا ہوں

پلکوں کے چراغ بجھ نہ جائیں
اشکوں کی سبیل کر رہا ہوں

یہ رت بھی خیال ہو نہ جائے
کس رت کے لیے سنور رہا ہوں

مجھ کو یہ کہاں اُگا دیا ہے
پانی کی رو سے ڈر رہا ہوں

Scanned by CamScanner

○

نوچ کے سارے پھول طلب کے آس کی شاخیں توڑ کے
آج تو اپنے آپ سے بھی میں بیٹھ رہا منہ موڑ کے

آنکھوں میں یہ خواب اترا یا بے ترتیب سوال نے
پانی پر تصویر بنائی عکس کے ٹکڑے جوڑ کے

کم سن رات کی صورت روشن روز بہار کا
تیرے ساتھ چلا جاتا ہے صبح کا رستہ چھوڑ کے

کیا کیا خشک زمینیں رستہ دیکھتی ہیں منجدھار کا
کیا کیا دریا رہ جاتے ہیں ساحل سے سر پھوڑ کے

Scanned by CamScanner

پہلے ہڈی کے گودے سے خط لکھتے ہیں یار کو
پھر زنبیل میں رکھ لیتے ہیں کاغذ توڑ مروڑ کے

ڈھونڈنے نکلا تھا تابش وہ کہساروں میں راستہ
پانی کا دم ٹوٹ گیا فرہاد کا تیشہ توڑ کے

Scanned by CamScanner

ے

اب ادھورے عشق کی تکمیل ہی ممکن نہیں
کیا کریں پیغام کی ترسیل ہی ممکن نہیں

کیا اسے سمجھاؤں کاغذ پر لکیریں کھینچ کر
جذبۂ بے نام کی تشکیل ہی ممکن نہیں

ایسے موسم میں بھی شرحِ دل کئے جاتا ہوں میں
جب کہ اس اجمال کی تفصیل ہی ممکن نہیں

کس جگہ انگلی رکھوں کس حرف کو کیسے پڑھوں
آیتِ امکاں تری ترتیل ہی ممکن نہیں

Scanned by CamScanner

تہمتِ رسوائی کیسے عشق پر رکھتا کوئی
ایسے کاموں میں تو ایسی ڈھیل ہی ممکن نہیں

کنجِ نسیاں میں پڑے دھندلا گئے اس کے نقوش
اب تو اس خوش رنگ کی تمثیل ہی ممکن نہیں

اور بھی کچھ صورتیں بن جائیں گی رسوائی کی
عشق میں تابشؔ فقط تذلیل ہی ممکن نہیں

Scanned by CamScanner

○

فقط مال و زرِ دیوار و در اچھا نہیں لگتا
جہاں بچے نہیں ہوتے وہ گھر اچھا نہیں لگتا

مرے دکھ تک مرے خوں اور پسینے کی کمائی ہیں
تمہیں کیوں میری محنت کا ثمر اچھا نہیں لگتا

شکستہ سطر چاہے رنگ و بوئے پیرہن ٹھہرے
کسی صورت مجھے عجزِ ہنر اچھا نہیں لگتا

میسر ہو نہ جب تک بوئے تازہ تر کی ہمراہی
ہوا کی طرح گلیوں سے گزر اچھا نہیں لگتا

Scanned by CamScanner

رہِ تیشہ طلب تیری میں وہ دیوار ہوں جس کو
نہ ہو شوریدگی جس میں وہ سر اچھا نہیں لگتا

گلی میں کھیلتے بچوں کے ہاتھوں کا میں پتھر ہوں
مجھے اس صحن کا خالی شجر اچھا نہیں لگتا

چمکتا ہوں ہر اک مہتاب رو کے روئے روشن میں
میں سورج ہوں مجھے شب کا سفر اچھا نہیں لگتا

جسے دیکھیں وہی پھر دیکھنے کی آرزو ٹھہرے
جسے چاہیں وہی بارِ دگر اچھا نہیں لگتا

اسی خاطر اسے تابشؔ اچکنا چاہتا ہوں میں
مجھے تالاب کی تہ میں قمر اچھا نہیں لگتا

Scanned by CamScanner

○

مہ رخ جو گھروں سے کبھی باہر نکل آئے
پس منظرِ شب سے کئی منظر نکل آئے

تم اپنی زبانوں سے اسے چاٹتے رہنا
کیا جانیے دیوار میں کب در نکل آئے

کیا ان کو ڈبوئے کسی دریا کی روانی
یہ شہر تو کوزے کے سمندر نکل آئے

دن بھر تو رہے مہرِ جہانِ تاب کی صورت
جب رات پڑی بھیس بدل کر نکل آئے

Scanned by CamScanner

آ ئے ہیں اگرچہ کئی چہروں سے الجھ کر
لگتا ہے کہ ہم آنکھ بچا کر نکل آئے

آواز تو دو پرتوِ مہتاب کو تابش
ممکن ہے وہ تالاب سے باہر نکل آئے

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف۔23.02.2020

Scanned by CamScanner

خالد احمد کے لیے ایک نظم

ہتھیلیوں پہ چراغ لے کر
دراز پلکوں کے سائے سائے
یہ کون شہرِ ہنر میں اترا
یہ کس نے بابِ سخن پہ تشبیب کا نوشتہ سجا دیا ہے
کہ میری یرقان دیدہ آنکھوں میں روشنی سی اتر رہی ہے
میں اس کو دیکھوں
تو اپنی بالشت قامتی کو ستون در دست اوج سمجھوں
میں اس کی انگلی پکڑ کے اپنے شکستہ قدموں پہ چلنا سیکھوں
مگر وہ نادیدہ منظروں سے
نظر کو زنجیر کر کے بیٹھا ہوا ہے اپنی گلیم بر دوش وسعتوں میں

Scanned by CamScanner

وہ شغلِ گریہ میں کھو گیا ہے
تم اپنے رومال تہ رکھو
اس کو جادۂ نشترِ تسلی پہ یوں نہ کھینچو
اسے نہ چھیڑو
وہ تنگ آیا تو ہنس پڑے گا

Scanned by CamScanner

○

اسی لیے تو یہ شامیں اجڑنے لگتی ہیں
کہ لو بڑھا کے ہوائیں سکڑنے لگتی ہیں

میں کیسے اپنے توازن کو برقرار رکھوں
قدم جماؤں تو سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں

یونہی نہیں مجھے دریا کو دیکھنے سے گریز
سنا ہے پانی میں شکلیں بگڑنے لگتی ہیں

اسی لیے تو ہوا اپنے گھر نہیں جاتی
کہ اس کے بعد یہ گلیاں اجڑنے لگتی ہیں

Scanned by CamScanner

رہیں خموش تو ہونٹوں سے خوں ٹپکتا ہے
کریں کلام تو کھالیں ادھڑنے لگتی ہیں

اڑا نہ دوں تو گرفتارِ آئینہ ہو کر
خود اپنے آپ سے چڑیاں جھگڑنے لگتی ہیں

اگر میں سانس بھی آہستہ سے نہ لوں تابش
مرے بدن میں دراڑیں سی پڑنے لگتی ہیں

Scanned by CamScanner

○

سانس کے ہمراہ شعلے کی لپک آنے کو ہے
ایسا لگتا ہے کوئی روشن مہک آنے کو ہے

پھر پسِ پسپائی میرا حوصلہ زندہ ہوا
آسماں سے پھر کوئی تازہ کمک آنے کو ہے

ایک خلقت ہی نہیں ہے بدگمانی کا شکار
اس کی جانب سے مرے بھی دل میں شک آنے کو ہے

ایک مدت سے چراغِ سرد سا رکھا ہوں میں
اس توقع پر کہ آنچل کی بھڑک آنے کو ہے

Scanned by CamScanner

اے سفر کی رائیگانی آیتوں کے ساتھ چل
پھر وہی جنگل وہی سونی سڑک آنے کو ہے

بیدِ مجنوں ہو رہے ہیں تیر کیا تلوار کیا
میرے دشمن میں بھی اب شاید لچک آنے کو ہے

اب تو اس چھت پر کوئی ماہِ شبانہ چاہیے
سایۂ قامت فصیلِ شام تک آنے کو ہے

راستے گم ہو رہے ہیں دھند کی پہنائی میں
سردیوں کی شام ہے پھر اس کا چک آنے کو ہے

Scanned by CamScanner

○

اب یہ لاشیں کسی محمل پہ نہ لادی جائیں
میری سوچیں مرے اندر ہی دبا دی جائیں

شب کی شب کوئی نہ شرمندۂ رخصت ٹھہرے
جانے والوں کے لیے شمعیں بجھا دی جائیں

کبھی تصویر کی صورت بھی نکل آئے گی
سادہ کاغذ پہ لکیریں تو لگا دی جائیں

آج پلکوں پہ چراغاں تو کیے پھرتا ہوں
کیا خبر کل یہ منڈیریں بھی بجھا دی جائیں

یونہی شاید مرے احوال پہ رو دے وہ بھی
''میری آنکھیں مرے دشمن کو لگا دی جائیں''

پتلیاں ہیں کہ ہے کندہ کوئی تاریخِ وفات
میری آنکھیں کہیں کتبہ نہ بنا دی جائیں

فرصتِ شوق اگر مل ہی گئی ہے تابشؔ
جتنی رسمیں ہیں محبت کی نبھا دی جائیں

Scanned by CamScanner

○

نکلو نہ ابھی پھول سی پوشاک پہن کر
پھرتی ہے یہاں دھوپ خس و خاک پہن کر

کیوں شرم سے سورج نہ جھکا لیتا نگاہیں
آیا تھا کوئی جامۂ صد چاک پہن کر

جب تن پہ نہ کپڑوں کو ٹھہرنے دیں ہوائیں
کیا جسم کو ڈھانپے کوئی افلاک پہن کر

Scanned by CamScanner

خوش پوشی نہ لے آتی اگر نوکِ سناں تک
جاتا میں کہاں خون کی پوشاک پہن کر

تابشؔ کسی کھونٹی پہ نہیں خرقۂ اسباب
نکلیں تو سہی گھر سے مگر خاک پہن کر

Scanned by CamScanner

○

درِ افق پہ رقم روشنی کا باب کریں
یہ جی میں ہے کہ ستارے کو آفتاب کریں

نگہ میں گھومتی پھرتی ہیں صورتیں کیا کیا
کسے خیال میں لائیں کسے خراب کریں

یہ آرزو ہے کہ پھوٹیں بدن کے خیمے سے
اور اپنی ذات کے صحرا میں رقصِ آب کریں

مرے حروفِ تہجی کی کیا مجال کہ وہ
تجھے شمار میں لائیں ترا حساب کریں

Scanned by CamScanner

نہیں ہے شہر میں کوئی بھی جاگنے والا
کسے کہیں کہ چلو سیرِ ماہتاب کریں

فلک تو گوش بر آواز ہے مگر تابشؔ
نہ ہو زبان ہی منہ میں تو کیا خطاب کریں

Scanned by CamScanner

○

میں اس کی راہ میں جب مثلِ رہگذر بیٹھا
وہ دیکھتا تھا مجھے شہ نشین پر بیٹھا

میں اپنے پاس سے اٹھ کر چلا گیا یوں ہی
نہ میں نے حال سنایا نہ لمحہ بھر بیٹھا

تمہارے ساتھ مسائل پہ گفتگو کیا ہو
کہ میں تو خود سے بھی ترکِ کلام کر بیٹھا

Scanned by CamScanner

اکھڑتے بنتے گئے سب مثالِ نقشِ قدم
کوئی بھی پاؤں نہ مٹی میں گاڑ کر بیٹھا

یہ آج شام بھی گزری کسی خیال کے ساتھ
نہ اس سے ملنے گیا میں نہ اپنے گھر بیٹھا

Scanned by CamScanner

خود کلامی

میں اس سے پوچھتا ہوں

کون ہے تو؟ کس نگر کا رہنے والا ہے؟

ترا دل کون سی تہذیب کی چھل بل میں زندہ ہے؟

میں اس سے پوچھتا ہوں

بوڑھے باپو...... جب تو اپنے گھر سے نکلا تھا

تجھے کس راہ نے انگلی تھمائی تھی

تجھے پیچوں بھرے قصرِ انا تک کون لایا تھا

میں اس سے پوچھتا ہوں

Scanned by CamScanner

بول بھی بابو...... تجھے کتنے جنم پڑتے تھے رستے میں

ترے آنگن میں بیل اتری تو اس کو تُو نے کیا جانا

تری جھولی میں چاند اترا تو تو نے خواب کی تعبیر کیا سوچی

بہت کچھ پوچھنا ہے اس سے اور وہ کچھ نہیں کہتا

پرانے شیلف میں رکھی کتابوں کی طرح منہ بند رکھتا ہے

گراں گوشِ زمانہ کو میں پھر آواز دیتا ہوں

وہ پھر بھی کچھ نہیں کہتا

وہ نانِ خشک سا چہرہ چمک اٹھے تو آوازوں کی

بارش ہونے لگتی ہے

کتابیں تیرنے لگتی ہیں دریائے تکلم میں

وہ پھر بھی کچھ نہیں کہتا

وہ پھل بیری کا گلدستہ

وہ دل کے کارنس پر ایستادہ

کچھ نہیں کہتا

وہ اک لقے کبوتر کا بھرا سینہ

لپکتا ہے۔ جھپٹتا ہے مگر اندوہ کی چپ میں

میں پھر تنگ آ کے اس سے پوچھتا ہوں

Scanned by CamScanner

کون ہے تو؟ کس نگر کا رہنے والا ہے
تجھے شاید کہیں پہلے بھی دیکھا ہے
مرا دل کہتا ہے......
شاید تجھے منصورؔ کہتے ہیں
بتا کس نے ترے تن سے در و دیوار کے کپڑے اتارے تھے
تجھے گھر سے نکالا تھا
میں تجھ سے ملنے آیا ہوں
کہ خود سے ملنے آیا ہوں
چراغِ خود کلامی کے دھویں!
یہ ماجرا کیا ہے
یہ دل کے ملگجے شیشے میں کس کا عکس پڑتا ہے
یہ دن ہے یا شبِ گزراں؟
مری آنکھیں تو لمحوں کے تعین تک سے قاصر ہیں
یہ کس کنجِ طلسمی میں بسر ہونے لگی فرصت
یہ پھل بیری کا گلدستہ
مری شامہ پہ کیوں کھلتا نہیں آخر
بتا کچھ تو بتا مجھ کو

Scanned by CamScanner

چراغِ خود کلامی سے یہ تیرا سلسلہ کیا ہے

تو اپنے آپ سے عباس تابش پوچھتا کیا ہے

تجھے معلوم ہے تو کس نگر کا رہنے والا ہے؟

ترا دل کونسی تہذیب کی چھل بل میں زندہ ہے

تجھے پیچوں بھرے قصرِ انا تک کون لایا تھا

یہ سب معلوم ہے تجھ کو

وہ دیکھ اس گھر میں چاند اترا ہے

باقی بات پھر ہو گی

Scanned by CamScanner

○

ایک مشکل سی بہر طور بنی ہوتی ہے
تجھ سے باز آئیں تو پھر خود سے ٹھنی ہوتی ہے

کچھ تو لے بیٹھتی ہے اپنی شکستہ پائی
اور کچھ راہ میں چھاؤں بھی گھنی ہوتی ہے

میرے سینے سے ذرا کان لگا کر دیکھو
سانس چلتی ہے کہ زنجیر زنی ہوتی ہے

آبلہ پائی بھی ہوتی ہے مقدر اپنا
سر پہ افلاک کی چادر بھی تنی ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

دودھ کی نہر نکالی ہے غموں سے ہم نے
ہم بتا سکتے ہیں کیا کوہ کنی ہوتی ہے

آنکھ تو کھلتی ہے کرنوں کی طلب میں لیکن
زیبِ مژگاں کسی نیزے کی انی ہوتی ہے

دشتِ غربت ہی پہ موقوف نہیں ہے تابشؔ
اب تو گھر میں بھی غریب الوطنی ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ وا ہمے بھی عجب بام و در بناتے ہیں
ہوا کی شاخ پہ خوشبو کا گھر بناتے ہیں

کفِ خیال پہ عکس نشاط رنگ ترا
نہیں بنانے کا یارا مگر بناتے ہیں

یہ مشغلہ ہے ترے آشیاں پرستوں کا
کہ زیرِ دام پڑے بال و پر بناتے ہیں

وہ اپنی مرضی کا مطلب نکال لیتا ہے
اگرچہ بات تو ہم سوچ کر بناتے ہیں

میں جب بھی دھوپ کے صحرا میں جا نکلتا ہوں
وہ ہاتھ مجھ پہ دعا کا شجر بناتے ہیں

مری مثال ہے ان سبز شاخچوں جیسی
جو دھوپ کات کے ملبوسِ زر بناتے ہیں

ہم اس کو بھول کے کرتے ہیں شاعری تابشؔ
کمالِ بے ہنری سے ہنر بناتے ہیں

Scanned by CamScanner

پروں میں شام ڈھلتی ہے

کہاں جانا تھا مجھ کو
کس نگر کی خاک بالوں میں سجانا تھی
مجھے کن ٹہنیوں سے دھوپ چننا تھی
کہاں خیمہ لگانا تھا

مری مٹی رہِ سیارگاں کی ہمقدم نکلی
مری پلکوں پہ تارے جھلملاتے ہیں
بدن میں آگ جلتی ہے
مگر پاؤں میں خوں آشام رستے لڑکھڑاتے ہیں
یہ کیا شیرازہ بندی ہے
یہ میری بے پری کس کنج سے ہو کر بہم نکلی

Scanned by CamScanner

نظر میں دن نکلتا ہے
پروں میں شام ڈھلتی ہے
مگر میں تو لہو کی منجمد سل ہوں
بدن کی کشتِ ویراں میں
یہ کس کی انگلیوں نے عمر بھر مجھ کو کریدا ہے
کہاں شریان میں چلتا ہوا یہ قافلہ ٹھہرا
کہ میں اس ہاتھ کی ریکھاؤں میں رنگِ حنا ٹھہرا
کہاں جانا تھا مجھ کو
کس جگہ خیمہ لگانا تھا

Scanned by CamScanner

○

دہن کھولیں گی اپنی سیپیاں آہستہ آہستہ
گزر دریا سے اے ابرِ رواں آہستہ آہستہ

لہو تو عشق کے آغاز ہی میں جلنے لگتا ہے
مگر ہونٹوں تک آتا ہے دھواں آہستہ آہستہ

پلٹنا بھی اگر چاہیں پلٹ کر جا نہیں سکتے
کہاں سے چل کے ہم آئے کہاں آہستہ آہستہ

کہیں لالی بھری تھالی نہ گر جائے سمندر میں
چلا ہے شام کا سورج کہاں آہستہ آہستہ

Scanned by CamScanner

ابھی اس دھوپ کی چھتری تلے کچھ پھول کھلنے دو
زمیں بدلے گی اپنا آسماں آہستہ آہستہ

کسے اب ٹوٹ کے رونے کی فرصت کارِ دنیا میں
چلی جاتی ہے اک رسمِ فغاں آہستہ آہستہ

مرے دل میں کسی حسرت کے پس انداز ہونے تک
نمٹ ہی جائے گا کارِ جہاں آہستہ آہستہ

مکیں جب نیند کے سائے میں ستانے لگیں تابش
سفر کرتے ہیں بستی کے مکاں آہستہ آہستہ

Scanned by CamScanner

○

عجب سودائے وحشت ہے دلِ خودسر میں رہتا ہے
یہ کیسی چھب کا مالک ہے یہ کیسے گھر میں رہتا ہے

اسی کے دم قدم سے ہے جہانِ دید و نظارا
کہیں آنکھوں میں بستا ہے کہیں منظر میں رہتا ہے

نہالِ خشک میں اب تک وہ سوکھا زرد سا پتا
برہنہ لگتا ہے لیکن لباسِ زر میں رہتا ہے

مری آنکھوں سے لے کر تیرے چہرے تک ستارے ہیں
کہ جو گردش میں آ جائے اسی محور میں رہتا ہے

Scanned by CamScanner

میں اپنے عکس کو رم خوردگی سے باز کیا رکھوں
غزالِ آئینہ خانہ کسی کے ڈر میں رہتا ہے

مجھے تو گورِ گریہ میں سلا دیتے ہیں گھر والے
مگر احساسِ بیداری مرے بستر میں رہتا ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ تو نہیں فرہاد سے یاری نہیں رکھتے
ہم لوگ فقط ضربت کاری نہیں رکھتے

قیدی بھی ہیں اس شان کے آزاد تمہارے
زنجیر کبھی زلف سے بھاری نہیں رکھتے

مصروف ہیں کچھ اتنے کہ ہم کارِ محبت
آغاز تو کر لیتے ہیں جاری نہیں رکھتے

جیتے ہیں مگر زیست کو آزار سمجھ کر
مرتے ہیں مگر موت سے یاری نہیں رکھتے

Scanned by CamScanner

مہمان سرا دل کی گرا دیتے ہیں پل میں
ہم صدقۂ جاری کو بھی جاری نہیں رکھتے

تنہا ہی نکلتے ہیں سرِ کوئے ملامت
ہمراہ کبھی ذلت و خواری نہیں رکھتے

Scanned by CamScanner

پاگل

وہ آیا شہر کی طرف

اک اس کی چاپ کی کھنک

قیامِ روزِ عشق کی پکار تھی

کہ برگ و بار خاک کا فشار تھی

وہ آیا شہر کی طرف

لپک کے اینٹ کی طرف

وہ اس طرح بڑھا کہ جیسے نانِ خشک پر کوئی

سگِ گرسنہ گر پڑے

وہ گالیوں بھری زباں گلی گلی چھلک پڑی

ہر ایک جیب اس کی انگلیوں سے تار تار تھی

Scanned by CamScanner

کہ اس کی تھوتھنی سے پھوٹتی گمک

قیامِ روزِ عشق کی پکار تھی

وہ گالیوں بھری زباں مرا لباس گندگی سے بھر گئی

نہ جانے کتنے لوگ

اس کے دستِ دشنہ دار سے گزر گئے

حیات پار کر گئے

وہ بے ہنر سبک تنی سے ڈر گیا

سب اس کی رہ سے ہٹ گئے

تو اس نے اپنی روح کی برہنگی

زمینِ ماہ کی طرف اچھال دی

کہ یہ ہنر اسی کا تھا

Scanned by CamScanner

○

یوں تو شیرازۂ جاں کر کے بہم اٹھتے ہیں
بیٹھنے لگتا ہے دل جونہی قدم اٹھتے ہیں

ہم تو اس رزم گہ وقت میں رہتے ہیں جہاں
ہاتھ کٹ جائیں تو دانتوں سے علم اٹھتے ہیں

سہل انگار طبیعت کا برا ہو جس سے
ناز اٹھتے ہیں ترے اور نہ ستم اٹھتے ہیں

کوئی روندے تو اٹھاتے ہیں نگاہیں اپنی
ورنہ مٹی کی طرح راہ سے کم اٹھتے ہیں

Scanned by CamScanner

نیند جاتی ہی نہیں عرضِ ہنر سے آگے
دفترِ غم ہی سدا کر کے رقم اٹھتے ہیں

دن کی آغوشِ رضاعت سے نکل کر تابشؔ
رات کی رات کفِ خاک سے ہم اٹھتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

مرے بدن میں لہو کا کٹاؤ ایسا تھا
کہ میرا ہر بنِ مو ایک گھاؤ ایسا تھا

بچھڑتے وقت عجب الجھنوں میں ڈال گیا
وہ ایک شخص کہ سیدھے سبھاؤ ایسا تھا

چلی جو بات کوئی رات کے تعاقب میں
تو بات بات سے نکلی بہاؤ ایسا تھا

میں پور پور روانہ تھا ابجدوں کی طرف
حساب عمر ترا چل چلاؤ ایسا تھا

Scanned by CamScanner

گلِ نشاط کی خوشبو بھی بار تھی مجھ کو
مرے مزاج میں غم کا رچاؤ ایسا تھا

کنارِ لب میں نہ رہتی تھی موجِ گویائی
طبیعتوں میں سخن کا بہاؤ ایسا تھا

ٹھہرتا کیا مری خاکستری نگاہوں میں
ترا وجود تو روشن الاؤ ایسا تھا

نکل سکی نہ کوئی بھی فرار کی صورت
سیاہ زیست کا مجھ پر پڑاؤ ایسا تھا

نہ چاہ کر بھی اسے دل سے چاہتے تھے ہم
کسی کی لاگ میں تابشؔ لگاؤ ایسا تھا

Scanned by CamScanner

○

دریا کی طرح جاری و ساری بھی نہیں ہم
پتھر ہیں مگر راہ پہ بھاری بھی نہیں ہم

توہین کریں کاسۂ پندارِ سخن کی
اے در بدرو ایسے بھکاری بھی نہیں ہم

اک خوئے ملامت ہی لیے پھرتی ہے ورنہ
یوں اپنے لیے باعثِ خواری بھی نہیں ہم

ہم اوس کی مانند گلابوں میں رچیں کیا
اشکوں کی طرح آنکھ سے جاری بھی نہیں ہم

Scanned by CamScanner

مانا کہ پرستش سہی فطرت کا تقاضا
ہر صورتِ زیبا کے پجاری بھی نہیں ہم

اس درجہ رگ و پے میں اتر آتی ہے ترشی
نشے کی طرح آپ پہ طاری بھی نہیں ہم

تابش کوئی ناول کوئی قصہ ہی سمجھ لے
کیا مشغلۂ وقت گزاری بھی نہیں ہم؟

Scanned by CamScanner

ادھوری نظم

اندھیری شام کے ساتھی
ادھوری نظم سے زور آزما ہیں
برسرِ کاغذ بچھڑنے کو
سنو......تم سے دلِ محزوں کی باتیں کہنے والوں کا
یہی انجام ہوتا ہے
کہیں سطرِ شکستہ کی طرح ہیں چارشانے چت
کہیں حرفِ تمنا کی طرح دل میں ترازو ہیں
سنو......ان نیل چشموں سخت جانوں بے زبانوں پر
جو گزرے گی سو گزرے گی
مگر میں اک ادھوری نظم کے ہیجان میں کھو یا

Scanned by CamScanner

تمہیں آواز دیتا ہوں
کہ تنہا آدمی تخلیق سے عاری ہوا کرتا ہے
جانِ من!
سنو...... میرے قریب آؤ
کہ مجھ کو آج کی رات اک ادھوری نظم پوری کر کے سونا ہے!

Scanned by CamScanner

ں

بچھڑ کے ہم سے جو کھوئے گئے ہیں راہ کے بیچ
سحر ہوئے انہیں دیکھو گے خیمہ گاہ کے بیچ

ہم ایک دوجے سے ملنے کا ڈھنگ بھول گئے
یہ سانحہ بھی ہوا شہرِ داد خواہ کے بیچ

کہاں وہ لوگ جنہیں جنگلوں میں شام ہوئی
کہاں وہ اشک کہ ٹھہرے رہے نگاہ کے بیچ

میں کیسے مان لوں تیری کہ اس دفعہ بھی مجھے
مفاہمت نظر آتی ہے انتباہ کے بیچ

Scanned by CamScanner

کسی نے مجھ کو پکارا ہے میرے لہجے میں
یہ اتفاق بھی اکثر ہوا ہے راہ کے بیچ

وہ ساتھ ساتھ رہا بوئے گلستاں کی طرح
گھمایا اس نے بہت دل کی سیر گاہ کے بیچ

کھلا کہ گنبدِ گردوں کے ہم مجاور ہیں
جب ایک عمر گزار آئے خانقاہ کے بیچ

Scanned by CamScanner

○

صبح دم بھی صبح کا منظر کہاں ہے سامنے
بستیوں کی کوکھ سے اٹھتا دھواں ہے سامنے

کون سی منزل پہ آ کر رک گئے اپنے قدم
کارواں پیچھے ہے گردِ کارواں ہے سامنے

بادبانوں کی طرح کھلنے لگے ہیں پیرہن
آئینہ خانہ ہے یا آبِ رواں ہے سامنے

ویسے تو اس بت کے گھر کا فاصلہ اتنا نہیں
دو قدم چلئے تو مرگِ ناگہاں ہے سامنے

Scanned by CamScanner

اپنے لہجے میں تو لگتا ہے وہ آہنگِ قدم
دیکھئے مڑ کر تو عمرِ رائیگاں ہے سامنے

کیسے پہنچیں منظروں کی آیتیں ترتیل تک
تیری آنکھوں کوئی حدیثِ دیگراں ہے سامنے

پیچھے ہٹیے تو شب رفتہ کا اندھا غار ہے
آگے بڑھیے تو غروبِ جسم و جاں ہے سامنے

اس طرح شاید وہ عکسِ تہ نشیں کو چوم لے
شاخِ سجدہ ریز کو جوئے رواں ہے سامنے

پہلے تو ہم چھان آئے خاک سارے شہر کی
تب کہیں جا کر کھلا اس کا مکاں ہے سامنے

دیکھئے کب تیشہ زن ہوتے ہیں اپنے آپ پر
تابشؔ اپنی ذات کا کوہِ گراں ہے سامنے

Scanned by CamScanner

○

کچھ حجتِ خمار کا اہتمام ہی سہی
گر مے نہیں تو خندۂ گلفام ہی سہی

اپنا لہو تو آگ پکڑتا ہے دور سے
جلتا ہوا چراغ سرِ بام ہی سہی

یوں تو سبھی کو عشق نے سونپی ہیں شہرتیں
لیکن کبھی کبھی کوئی گمنام ہی سہی

Scanned by CamScanner

گر کر ہی ٹوٹنا ہے تو اے پیکرِ غبار
بامِ بلند و زینہ ایام ہی سہی

کوئی تو ہو کہ جس سے گلے مل کے روئیں ہم
گر تم نہیں تو گھر کے در و بام ہی سہی

Scanned by CamScanner

○

رمز گر بھی گیا ' رمز داں بھی گیا
حسن کے ساتھ حسنِ بیاں بھی گیا

سر سے تاروں بھری سرزمیں بھی گئی
پاؤں سے خاک کا آسماں بھی گیا

پھول ہی پھول تھے کنجِ آزار میں
تم وہاں بھی نہ تھے میں وہاں بھی گیا

پہلے مٹی اڑی منزلوں کی طرف
پھر اسے ڈھونڈنے کارواں بھی گیا

Scanned by CamScanner

میں اکیلا نہ تھا کوئے رسوائی میں
ساتھ ویرانۂ جسم و جاں بھی گیا

رنگ پستی کے پھر بھی نہ افشا ہوئے
یوں تو پاتال تک آسماں بھی گیا

عشق میں بام و در بھی نہ پیچھے رہے
ساتھ اپنے مکیں کے مکاں بھی گیا

تابشؔ اپنے بسیرے کی جانب چلو
اس سے کیا تم کو سورج جہاں بھی گیا

Scanned by CamScanner

○

وحشتوں میں چاک سا چکر کہاں
دستِ کوزہ گر بگولوں پر کہاں

لے چلوں میں ساتھ تجھ کو پر کہاں
اے ہوائے شہر میرا گھر کہاں

پھر وہی سنگِ انا ہے سامنے
یار تو نے کھائی پھر ٹھوکر کہاں

میری وحشت بھی وہی میں بھی وہی
لیکن اب اس ہاتھ میں پتھر کہاں

Scanned by CamScanner

دل تو پھر دل ہے سنبھل بھی جائے گا
سر میں سودا ہو تو رکھیں سر کہاں

جن میں رہتے تھے ہلارے نیند کے
اب وہ پینگیں باغ کے اندر کہاں

کوئی تاروں کو اچکتا ہی نہیں
یہ پتنگیں اب گریں جا کر کہاں

Scanned by CamScanner

○

اب بھی نہ بولنے کے آثار تو نہیں ہیں
چپ لگ گئی ہے جن کو دیوار تو نہیں ہیں

کیوں سدِ رہ بنے گی آوارگی ہماری
ہم پابہ گل مسافر کہسار تو نہیں ہیں

یہ اشک سے ہمارے کیوں گر رہے ہیں ہم پر
ہم لوگ بادلوں کے اس پار تو نہیں ہیں

کیوں موقلم کے آگے چلتی نہیں ہماری
ہم ایک ہی سخن کی تکرار تو نہیں ہیں

Scanned by CamScanner

ساحل بجاں ہوائیں کیا کھول پائیں ہم کو
ہم گہرے پانیوں کے اسرار تو نہیں ہیں

جب چاہیں ہم کو آلیں نقشِ قدم ہمارے
ہم رخشِ عمر تیری رفتار تو نہیں ہیں

کس طرح روک پائیں رازِ درونِ خانہ
ہم گھر بسانے والے دیوار تو نہیں ہیں

ممکن نہیں کہ نکلے خوئے گناہ دل سے
ہم آدمی ہیں آخر اوتار تو نہیں ہیں

○

دل دکھوں کے حصار میں آیا
جبر کب اختیار میں آیا

دے اسے بھی فروغِ حسن کی بھیک
دل بھی لگ کر قطار میں آیا

خوب ہے یہ اکائی بھی لیکن
جو مزہ انتشار میں آیا

دیکھتا ہے نہ پوچھتا ہے کوئی
اجنبی ! کس دیار میں آیا؟

Scanned by CamScanner

یہ تو جانیں مقدروں والے
کون کس کے مدار میں آیا

شاخ پر ایک پھول بھی تابشؔ
مجھ سے ملنے بہار میں آیا

Scanned by CamScanner

○

بدن کے چاک پر ظرفِ نمو تیار کرتا ہوں
میں کوزہ گر ہوں اور مٹی کا کاروبار کرتا ہوں

مری خندق میں اس کے قرب کی قندیل روشن ہے
مرے دشمن سے کہہ دینا میں اس سے پیار کرتا ہوں

کہیں تو ریگِ خفتہ کی طرح پانی میں پڑ رہتا
ورق گردانی صحرا میں کیوں بیکار کرتا ہوں

اٹھائے پھر رہا ہوں حسرتِ تعمیر کی اینٹیں
جہاں سایہ نہیں ہوتا وہیں دیوار کرتا ہوں

Scanned by CamScanner

جہاں بھی شام تن جائے محافظ سانپ کی صورت
میں اپنی ریز گاری کی وہیں انبار کرتا ہوں

اسی کو سامنے پا کر اسی کو بھینچ کر تابش
سکوتِ ناشناسی کو سخن آثار کرتا ہوں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف 23.02.2020

Scanned by CamScanner

○

پکڑا ہے کوئی ہاتھ نہ دھرتی میں گڑے ہیں
یہ تیری عنایت ہے کہ پیروں پہ کھڑے ہیں

یوں تھوک نہ مجھ پر مرے ہارے ہوئے دشمن
یہ میری کماں ہے یہ مرے تیر پڑے ہیں

اندیشۂ دریا میں گھلے جاتے ہیں پل پل
یہ خاک نہاد ہے ہیں کہ مٹی کے گھڑے ہیں

پہلے تو کبھی ہونٹ کا سکتہ نہیں ٹوٹا
اب تو نے بلایا ہے تو ہم بول پڑے ہیں

Scanned by CamScanner

پستی میں گرا میں تو خیال آیا یہ مجھ کو
شاخوں سے نہیں پھول بلندی سے جھڑے ہیں

تو ہے کہ ابھی گھر سے بھی باہر نہیں نکلا
ہم ہیں کہ شجر بن کے تری رہ میں کھڑے ہیں

Scanned by CamScanner

○

یہ ہم جو رنج بصوتِ ہزار کھینچتے ہیں
بہانہ کر کے سخن کا غبار کھینچتے ہیں

نہ بانہیں ڈالتے ہیں ہم کسی کی گردن میں
نہ اپنے گرد انا کا حصار کھینچتے ہیں

وہ آئے اور کوئی دل کی بات ہو اس سے
اک انتظار پسِ انتظار کھینچتے ہیں

کراہے جاتے ہیں اس کے جوار میں بیٹھے
نہ بات کرتے ہیں اس سے نہ خار کھینچتے ہیں

Scanned by CamScanner

ہمیں بھی دیکھ کہ بادِ شکستہ پا کی طرح
سفر کے رنج بہ رنگ غبار کھینچتے ہیں

ہمیں بھی سوت کی انٹی کے بھاؤ لے جاؤ
ہمیں بھی اپنی طرف شہر یار کھینچتے ہیں

برا نہیں ہے انہیں دل سے چاہنا تابشؔ
مگر یہ لوگ تو دل کا قرار کھینچتے ہیں

Scanned by CamScanner

تیئیسویں سالگرہ پر ایک نظم

موم بتی بجھی
تو شئہ قند میں ایک میٹھی چھری چال چلنے لگی
شام ڈھلنے لگی
میرے چوگرد پھیلے ہوئے سرمئی سحر میں
ننھے ہاتھوں سے جھڑتی ہوئی تالیاں دیکھ کر
میرے پچھلے برس کی ہوا چل پڑی
ایک پتہ اڑا
ہشت پا ساعتیں کنکھجوروں کے مانند چلنے لگیں
زرد لمحوں کی گردان کرتی ہوئی زندگی موم بتی کے سر پر
دھواں بن گئی
گونجتی تالیوں میں ''مبارک'' کے پتھر مری سمت پھینکے گئے
موم بتی بجھی
میرا پتھریلا پن آبدیدہ ہوا

Scanned by CamScanner

جیسے دانتوں کی گنتی بدلنے لگی
عمر کی شنگرفی شام ڈھلنے لگی
وقت کی چاند ماری سے دیوارِ ہستی میں اک اور رخنہ پڑا
اک چھناکا ہوا
اور پاؤں نئے سال میں جا پڑا

Scanned by CamScanner

○

یہ ہم کو کون سی دنیا کی دھن آوارہ رکھتی ہے
کہ خود ثابت قدم رہ کر ہمیں سیارہ رکھتی ہے

اگر بجھنے لگیں ہم تو ہوائے شامِ تنہائی
کسی محراب میں جا کر ہمیں دوبارہ رکھتی ہے

چلو ہم دھوپ جیسے لوگ ہی اس کو نکال آئیں
سنا ہے وہ ندی تہ میں کوئی مہ پارہ رکھتی ہے

ہمیں کس کام پر مامور کرتی ہے یہ دنیا بھی
کہ ترسیلِ غمِ دل کے لیے ہرکارہ رکھتی ہے

کبھی سر پھوڑنے دیتی نہیں دیوار سے تابشؔ
یہ کیا دیوانگی ہے جو ہمیں ناکارہ رکھتی ہے

Scanned by CamScanner

○

تیری روح میں سناٹا ہے اور مری آواز میں چپ
تو اپنے انداز میں چپ ہے میں اپنے انداز میں چپ

گاہے گاہے سانسوں کی آواز سنائی دیتی ہے
گاہے گاہے بج اٹھتی ہے دل کے شکستہ ساز میں چپ

سناٹے کے زہر میں بجھتے لوگوں کو یہ کون بتائے
جتنا اونچا بول رہے ہیں اتنی ہے آواز میں چپ

اک مدت سے خشک پڑا ہے وہ جھرنا انگڑائی کا
جانے کس نے بھر دی ہے اس پیکرِ نغمہ ساز میں چپ

رگ رگ میں جب خون کی بوندیں بلبل بن کر چہک اٹھیں
پھر دلِ حافظ کیونکر سادھے سینے کے شیراز میں چپ

Scanned by CamScanner

○

چوبی رخنوں سے چھنتی رہی روشنی وہ دریچہ کھلا اس دفعہ بھی نہیں
رقص فرما رہے یوں ہی اہلِ طلب کوئی ظاہر ہوا اس دفعہ بھی نہیں

درد کی تہ جمی گرد کی تہ جمی مرہمِ اشک بھی میں نے رکھا بہت
اتنا گہرا تھا زخمِ تماشا مرا بھرتے بھرتے بھرا اس دفعہ بھی نہیں

خلقِ شہر آئی تھی رقص کرتی ہوئی، رقص کرتی ہوئی الٹے پاؤں گئی
جانے کیوں ہو رہی ہیں یہ سرگوشیاں سانحہ تو ہوا اس دفعہ بھی نہیں

اب کا موقع بھی یوں ہی اکارت گیا بولنا بھی مرا یوں ہی غارت گیا
اس دفعہ بھی اسے میں نے آواز دی لیکن اس نے سنا اس دفعہ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

اب کے موسم بھی ڈیرہ رہا میرے دل میں کسی ہجر کی ان چھوئی خاک کا
ایسے لگتا ہے اس خانۂ درد میں کوئی آیا گیا اس دفعہ بھی نہیں

اس کے جاتے ہی پتے سے جھڑنے لگے ساعتِ زرد پر نیل پڑنے لگے
یہ تو موسم تھا اس کے ٹھہر جانے کا جانے کیوں وہ رکا اس دفعہ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

○

یہی تو ایک خوش فہمی مجھے حیران رکھتی ہے
کہ اِک چشم سحر آسا مری پہچان رکھتی ہے

کبھی دل کی طرف بھی برشگالِ موسمِ ہجراں
کہ یہ مٹی کی ڈھیری بھی بڑے امکان رکھتی ہے

کہیں بارِ خجالت سے قدم رکنے نہیں پاتے
مری آوارگی میرا سفر آسان رکھتی ہے

وہاں جس کو بھی جانا ہو سرنگوں کی طرح جائے
کہ اب وہ شہ نشیں خود پر کئی دربان رکھتی ہے

Scanned by CamScanner

ہوا کے ہاتھ میں قندیلِ وصل آثار کو دیکھوں
یہی اک آرزو مجھ کو یہاں مہمان رکھتی ہے

عجب طرزِ رقیبانہ ہے خلقِ شہر کی تابش
اسے بھی کچھ نہیں کہتی مرا بھی مان رکھتی ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ کس خیال میں کیا پیڑ پر کرید گیا
اسے خبر نہ ہوئی اور میرا بھید گیا

وہ آنکھ کیسے ہلاکت میں ڈال سکتی ہے
یہی میں سوچ رہا تھا کہ تیر چھید گیا

وہی کہ خود سے بہت تھیں شکایتیں جس کو
گیا تو اپنے بہانے مجھے رگید گیا

مہک بغیر نہ ٹھہرا وہ مثلِ پیکرِ گل
کہ خود بھی چل دیا اٹھ کے جدھر کو بھید گیا

Scanned by CamScanner

حروفِ سادہ اڑے تتلیوں کے پر بن کر
سوادِ شعر ورق در ورق سفید گیا

کہاں گئے جنہیں بارش کی آرزو تھی بہت
کہ اب کی بار تو ساون چھتیں بھی چھید گیا

Scanned by CamScanner

○

نیندوں کا ایک عالمِ اسباب اور ہے
شاید کسی کی آنکھ میں اک خواب اور ہے

تو مجھ کو طاق سینہ میں رکھا ہوا نہ جان
میں جس میں جل رہا ہوں وہ محراب اور ہے

یونہی نہیں یہ ضربتِ تیشہ کی دستکیں
لگتا ہے اک فصیل پسِ باب اور ہے

لہرا رہا ہے سطح پہ مہتابِ غوطہ زن
ہر چند ایک شہر تہِ آب اور ہے

Scanned by CamScanner

پھوٹی ہیں جس جگہ مری آنکھوں کی کونپلیں
دل سے پرے وہ خطۂ شاداب اور ہے

کھویا ہوا ہوں نیند کے پردے کی اس طرف
لگتا ہے ایک خواب پسِ خواب اور ہے

کرنیں تو اک نگاہِ سبک رو کی لہر ہیں
دنبالہ داریٔ شبِ مہتاب اور ہے

تابشؔ یہ تیرا عکس نہیں میری آنکھ میں
اس جھیل میں یہ پرتوِ زرتاب اور ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ بادلوں میں ستارے ابھرتے جاتے ہیں
کہ آسماں کو پرندے کترتے جاتے ہیں

تمہارے شہر میں تہمت ہے زندہ رہنا بھی
جنہیں عزیز تھیں جانیں وہ مرتے جاتے ہیں

نہ جانے کب تمہیں فرصت ملے گی آنے کی
تمہارے آنے کے دن تو گزرتے جاتے ہیں

کہا تو یہ تھا کہ چھوڑیں انا کی مسند کو
مگر یہ لوگ تو دل سے اترتے جاتے ہیں

کہاں سے آئی ہے تابش یہ سرپھری آندھی
کہ جس قدر بھی دیئے تھے بکھرتے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

ابھی اس کی ضرورت تھی

(فیض صاحب کے انتقال پر)

صفِ ماتم بچھی ہے
سخن کا آخری در بند ہونے کی خبر نے
کھڑکیوں کے پار بیٹھے غمگساروں کو
یہ کیسی چپ لگا دی ہے
یہ کس کی ناگہانی موت پر سرگوشیوں کی آگ روشن ہے
کسی کے کنجِ لب سے کوئی تارا میرے دل پر آن پڑتا ہے
برا ہو موت کا جس نے مرے فریاد رس کی جان لے لی ہے
ابھی اس کی ضرورت تھی
میں اس دنیا کے اِک گوشے میں بیٹھا سوچتا ہوں
آج اس ویران منڈلی میں
میں کس کو پرسہ دینے کے لیے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

مجھ کو تعزیت تو خود سے کرنا تھی

ابھی اس گھر سے اک میت سدھاری ہے

دمِ رخصت

کسی نے نکہت زلف پریشاں کا نہیں پوچھا

کسی نے دکھ کے اندر روشنی کی چھب نہیں دیکھی

مکاں سے پھوٹنے والی روش پر

ایک بچہ رو رہا ہے

آج اس کے آنسوؤں کو کون پونچھے گا

کہ اس کے ساتھ جو شطرنج کی بازی لگاتا تھا

وہ اب زیرِ زمیں اک چادرِ سادہ کی خوشبو ہے

یہاں صبحیں بھی آئیں گی

یہاں شامیں بھی اتریں گی

مگر اک ہچکیاں لیتا ہوا بچہ

چراغِ آرزو بن کر

سرِ طاقِ لحد گونگی زمیں کی لب کشائی تک پکارے گا

برا ہو موت کا جس نے مرے فریاد رس کی جان لے لی ہے

Scanned by CamScanner

○

پیش آتے ہیں کچھ ایسے اپنی حیرانی سے ہم
آئینے کو دیکھتے ہیں خندہ پیشانی سے ہم

موج میں آ جائیں تو پھر وقت کی میزان میں
اپنی گدڑی تولتے ہیں تاجِ سلطانی سے ہم

اب ہمارے خون سے کھنچتے ہیں خود تیرے خطوط
اب تری تصویر بنواتے نہیں مانی سے ہم

دل میں اک گوشہ ہمارے واسطے رکھ چھوڑنا
کیا خبر کب تنگ آ جائیں جہانبانی سے ہم

رات کو جب یاد آئے تیری خوشبوئے قبا
تیرے قصے چھیڑتے ہیں رات کی رانی سے ہم

Scanned by CamScanner

○

یہ کس کے خوف کا گلیوں میں زہر پھیل گیا
کہ ایک نعش کے مانند شہر پھیل گیا

نہیں گرفت میں تا حدِ خاک کا منظر
سمٹ گئیں مری بانہیں کہ دہر پھیل گیا

تجھے قریب سمجھتے تھے گھر میں بیٹھے ہوئے
تری تلاش میں نکلے تو شہر پھیل گیا

میں جس طرف بھی چلا جاؤں جان سے جاؤں
بچھڑ کے تجھ سے تو لگتا ہے دہر پھیل گیا

Scanned by CamScanner

مکاں مکان سے نکلا کہ جیسے بات سے بات
مثالِ قصۂ ہجراں یہ شہر پھیل گیا

بچا نہ کوئی تیری دھوپ کی تمازت سے
ترا جمال بہ اندازِ قہر پھیل گیا

یہ موج موج بنی کس کی شکل سی تابش
یہ کون ڈوب کے بھی لہر لہر پھیل گیا

Scanned by CamScanner

○

یہ کرشمے بھی ہوئے حسن کی بوچھاروں سے
پیڑ بن کر بدن اگنے لگے دیواروں سے

کیوں نہ بے قامتیٔ خاک پہ رونا آئے
جھک کے ملتا ہے فلک شہر کے میناروں سے

کس کی باتوں نے گلے چھید دیئے ہیں اپنے
گردنیں ہم تو بچا لائے تھے تلواروں سے

یہ دکانیں تو انہیں روکتی رہ جاتی ہیں
جانے کیوں لوگ گزر جاتے ہیں بازاروں سے

Scanned by CamScanner

پھر مجھے آنے لگا ترک سکونت کا خیال
ندیاں جیسے اتر آئی ہوں کہساروں سے

تو نے ان کو کسی قابل ہی نہ سمجھا ورنہ
حرمتِ عشق تھی سب تیرے گنہگاروں سے

آ پڑی صحن میں کیوں اس کی ضرورت تابشؔ
وہ تو کہتا تھا کہ گھر بنتے ہیں دیواروں سے

Scanned by CamScanner

○

دشتِ حیرت میں سبیلِ تشنگی بن جایئے
جو کبھی پوری نہ ہو ایسی کمی بن جایئے

رات بھر رہیے مرے ہمراہ نیندوں کی طرح
دن چڑھے تو لذتِ آوارگی بن جایئے

پہلے تو مجھ کو عطا کیجے وہی چہرہ مرا
وہ نہیں تو پھر مری پہچان ہی بن جایئے

طائرِ خستہ کی صورت آپ کو دیکھا کروں
شاخِ سدرہ سے اترتی روشنی بن جایئے

بیٹھے رہنے سے تو لو دیتے نہیں یہ جسم و جاں
جگنوؤں کی چال چلیے روشنی بن جایئے

○

یوں تو ہر شخص عبادت کے عمل سے نکلا
ایک میں تھا کہ نہ محرابِ غزل سے نکلا

آبشاروں کی طرح زور تو مارا ہم نے
کوئی رستہ نہ مگر دشت و جبل سے نکلا

آنکھ سے اشک نکلنے پہ پشیمان نہ ہو
یہ تو پانی کا پرندہ تھا جو تھل سے نکلا

جل بجھے دھوپ میں زنجیر ہلانے والے
کوئی سایہ نہ مگر شیش محل سے نکلا

جب بھی وہ چاند مرے ذہن میں ڈوبا تابش
ایک سورج مرے افلاکِ غزل سے نکلا

Scanned by CamScanner

اندیشۂ وصال کی ایک نظم

شفق کے پھول تھالی میں سجائے سانولی آئی
چراغوں سے لویں کھینچیں دریچوں میں نمی آئی
میں سمجھا اس سے ملنے کی گھڑی آئی

ہوا جاروب کش تھی آسماں آثار تنکوں کی
جسے اپنی سہولت کے لیے دنیا...... یہ تن آسان دنیا...... اک مروت میں
ہجومِ خلق کہتی ہے
مری آنکھیں تہی گلدان کی صورت منڈیروں پر
گلی سے اٹھنے والی گرد کو تتلی بتاتی ہیں

Scanned by CamScanner

یہ منظر منجمد ہو کر سفر آغاز کرتا ہے
لہو کی برق رفتاری طنابیں کھینچ لیتی ہے
یہ کیسی شام شہزادی
شفق کے پھول تھالی میں سجائے زینہ شب سے اتر آئی
میں سمجھا اس سے ملنے کی گھڑی آئی
سلاخوں سے لہو پھوٹا لہو میں روشنی آئی

Scanned by CamScanner

○

یہ سب میسر و موجود کا گماں ہی نہ ہو
تو جس کو ابر سمجھتا ہے وہ دھواں ہی نہ ہو

یہ کیا کہ ڈھونڈتے پھریئے دیار وار تجھے
اور اس زمین پہ اپنا کوئی مکاں ہی نہ ہو

گلال کرنا محبت میں کوئی ٹھیک نہیں
لگا وہ زخم کہ جس کا کوئی نشاں ہی نہ ہو

نہالِ درد یہ دن تجھ پہ کیوں اترتا نہیں
یہ نیل کنٹھ کہیں تجھ سے بدگماں ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

یہ کچی نیند سے اٹھنا یہ اٹھ کے چل دینا!
شکستِ خواب کے پیچھے شکستِ جاں ہی نہ ہو

ابھی تو پاؤں سے کھسکا ہے نجد کا صحرا
عجب نہیں ہے جو کل سر پر آسماں ہی نہ ہو

نہ زہر جان کے اس دن کو پھانکنا تابشؔ
اسی کے بیچ کہیں عمرِ جاوداں ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

○

جھلمل سے کیا ربط نکالیں کشتی کی تقدیروں کا
تارے کشف نہیں کر سکتے بے آواز جزیروں کا

ہر ناکامی نے ایسے بھی کچھ دیواریں کھینچی ہیں
اک بے نقشہ شہر بنا ہے لا حاصل تدبیروں کا

اک مدت سے قریہ جاں میں جھڑتے ہیں جھنکار کے پھول
جیسے میرے جسم کے اندر موسم ہو زنجیروں کا

دور سے جھنڈ پرندوں کا لگتے ہیں خیمے والوں کو
کس انداز کا آنا ہے یہ آگ چھڑکتے تیروں کا

Scanned by CamScanner

رات گئے جب تارے بھی کچھ بے معنی سے لگتے ہیں
ایک دبستاں کھلتا ہے ان آنکھوں کی تفسیروں کا

ایک ہتھیلی پر اس نے مہکائے حنا کے سندر پھول
ایک ہتھیلی کی قسمت میں لکھا دشت لکیروں کا

Scanned by CamScanner

○

کوئی اندیشہ تہِ محراب بھی میرا نہیں
روشنی کیا روشنی کا خواب بھی میرا نہیں

جس کی جانب میں اچھلتا ہوں سمندر کی طرح
دکھ تو ہے اس کا کہ وہ مہتاب بھی میرا نہیں

جوئے فردا میں بھی بہہ سکتے نہیں تنکے مرے
حال کا سوکھا ہوا تالابؔ بھی میرا نہیں

نجمِ ہجراں کو ہے مجھ سے ریزگاری کی طلب
اور میرے پاس نقدِ خواب بھی میرا نہیں

Scanned by CamScanner

آنکھ ہی عاری نہیں کچھ پرسشِ احوال سے
اب دلِ منجملۂ احباب بھی میرا نہیں

آ کے مڑ جاتا ہے میرے گھر کے روشندان سے
جیسے تابش مہرِ عالم تاب بھی میرا نہیں

Scanned by CamScanner

○

نگاہ اولیں کا ہے تقاضا دیکھتے رہنا
کہ جس کو دیکھنا اس کو ہمیشہ دیکھتے رہنا

نہ مجھ کو نیند آتی ہے نہ دل سے بات جاتی ہے
یہ کس نے کہہ دیا مجھ سے کہ رستہ دیکھتے رہنا

ابھی اچھے نہیں لگتے جنوں کے پیچ و خم اس کو
کبھی اس رہ سے گزرے گی یہ دنیا دیکھتے رہنا

دیئے کی لو نہ بن جائے طنابِ سرسری اس کی
میں دریا کی طرف جاتا ہوں خیمہ دیکھتے رہنا

Scanned by CamScanner

کوئی چہرہ ہی ممکن ہے تمہارے جی کو لگ جائے
تماشا دیکھنے والو تماشا دیکھتے رہنا

کہ اب تو دیکھنے میں بھی ہیں کچھ محویتیں ایسی
کہیں پتھر نہ کر ڈالے یہ میرا دیکھتے رہنا

سرشکِ خوں کبھی مژگاں تلک آیا نہیں پھر بھی
کنارے آ لگے شاید یہ دریا دیکھتے رہنا

نگاہ سرسری تابشؔ محیطِ حسن کیا ہو گی
جہاں تک دیکھنے کا ہو تقاضا دیکھتے رہنا

Scanned by CamScanner

مجھے رستہ نہیں ملتا

مجھے رستہ نہیں ملتا

میں جوہڑ میں کھلے پھولوں کے حق میں بول کر
دلدل کی تہ میں دھنس گیا ہوں
میں نہیں کہتا کہ یہ کس آسماں کا کون سا سیارہ بد ہے
مگر یہ تہ زمیں کی آخری چھت ہے
یہاں دن ہی نکلتا ہے نہ شامِ عمر ڈھلتی ہے
پرندہ بھی نہیں کوئی کہ جس کے پاؤں سے کوئی
نوشتہ باندھ کر بھیجوں تو سمجھوں اس سے ملنے کا
بہانہ ہاتھ آیا ہے
ستارہ بھی نہیں کوئی کہ جس سے گفتگو ٹھہرے
نواحِ جسم میں پھیلی خضر آثار تنہائی مری سانسیں بڑھاتی ہے
مجھے اس دلدلی گوشے سے جانے کا کوئی رستہ نہیں ملتا

Scanned by CamScanner

سن اے میری خضرِ آثارِ تنہائی
مری خاطر بھی تھوڑا سا تردد کر
مجھے بھی تو سکندر کے جنازے میں پہنچنا ہے
مجھے بھی آبِ حیواں سے چھلکتی موت کا نوحہ سنانا ہے
مجھے بھی دور جانا ہے
سن اے میری خضرِ آثارِ تنہائی
مجھے اس تخمِ امکاں کے دریچے سے نکلنے دے
نمو کی چال چلنے دے
مجھے رستہ نہیں ملتا

Scanned by CamScanner

○

تہمت لگا کے کام کی خوئے خمار پر
بستی بسا رہا ہوں میں ریگ فشار پر

پتے سے جھڑ رہے ہیں مری خشک آنکھ سے
میں رو رہا ہوں عمر کی پہلی بہار پر

میرا بھی خانوادۂ دل سے ہے رابطہ
بیعت ہوا ہوں میں بھی کفِ انتظار پر

جھکتا ہوا یہ چرخ سرِ شامِ واپسیں
ڈر ہے کہ گر پڑے نہ پرندوں کی ڈار پر

اس نے زباں کو جان کے جنگل کا بادشاہ
پہرے بٹھا دیئے ہیں دہن کے کچھار پر

Scanned by CamScanner

○

گزرے ہوئے دنوں کا خیال آ گیا تو بس
اے دل یہاں بھی کوئی غزال آ گیا تو بس

تیرے لیے چراغ دھرے ہیں منڈیر پر
تو بھی اگر ہوا کی مثال آ گیا تو بس

ہم تیری دھوپ سینک کے کرتے ہیں زندگی
اے مہرِ حسن تجھ پہ زوال آ گیا تو بس

چھیڑو نہ برسبیلِ تمنا کسی کا ذکر
ہم کو بھی اپنے دل کا خیال آ گیا تو بس

برباد ہیں یہاں سبھی تکمیل کے سبب
میرے بھی ہاتھ کوئی کمال آ گیا تو بس

Scanned by CamScanner

○

براہِ سیرِ تماشائے صد جنوں ہی سہی
اگر یونہی کوئی صورت بنے تو یوں ہی سہی

کسی کو ساتھ تو رکھنا ہے دشمنوں کی طرح
یہ آسماں نہ سہی چشمِ نیلگوں ہی سہی

تو میرا یار ہے تیرے قیام کرنے کو
بجائے آبِ صراحی میں تازہ خوں ہی سہی

گلہ نہیں ہے مجھے مرگِ نیم خوابی کا
مقدروں میں لکھا ہے یونہی تو یوں ہی سہی

Scanned by CamScanner

جلائے بیٹھی ہے دل میں جو شمع یاد تجھے
یہ بے سکونیٔ دل ہے تو بے سکوں ہی سہی

کسی طرح تو ہوں پوری یہ جستجو تابشؔ
نہیں ہے گھر تو کوئی سقفِ بے ستوں ہی سہی

Scanned by CamScanner

نہ ڈھونڈ مصرعۂ تر کی ترائیوں میں اسے
غزل نصیب دنوں کا غزال رقص میں ہے

یہ دشت و در میں جو مجھ سے گریز پا ہے بہت
یہ میرا سایہ تن ہے کہ جال رقص میں ہے

Scanned by CamScanner

○

بدن دریدہ، غموں سے نڈھال رقص میں ہے
نگارِ شہر ترا خستہ حال رقص میں ہے

کسی بھی دھیان کے پاؤں نہیں ٹھہرتے ہیں
ہر آن کوئی نہ کوئی خیال رقص میں ہے

زمینِ شب میں دراڑیں سی پڑتی جاتی ہیں
ضرور کوئی گرفتار حال رقص میں ہے

اُسے بتاؤ کہ پھر فیصلے کا دن آیا
اسے جگاؤ کہ پھر برشگال رقص میں ہے

Scanned by CamScanner

○

صدائے ذات کے اونچے حصار میں گم ہے
وہ خامشی کا مسافر پکار میں گم ہے

وہ شہرِ شب کے کنارے چراغ جلتا ہے
کہ کوئی صبح مرے انتظار میں گم ہے

یہ کہہ رہی ہیں کسی کی جھکی جھکی آنکھیں
بدن کی آنچ نظر کے خمار میں گم ہے

ہر ایک سمت سے اس کو صدائیں آتی ہیں
مجھے پکار کے خود بھی پکار میں گم ہے

نئے چراغ جلا مجھ کو ڈھونڈنے والے
تری نظر تو نظر کے غبار میں گم ہے

Scanned by CamScanner

○

بچپن کا دور عہدِ جوانی میں کھو گیا
یہ امرِ واقعہ بھی کہانی میں کھو گیا

لہروں میں کوئی نقشہ کہاں پائیدار ہے
سورج کے بعد چاند بھی پانی میں کھو گیا

آنکھوں تک آ سکی نہ کبھی آنسوؤں کی لہر
یہ قافلہ بھی نقل مکانی میں کھو گیا

اب بستیاں ہیں کس کے تعاقب میں رات دن
دریا تو آپ اپنی روانی میں کھو گیا

تابشؔ کا کیا کہیں کہ وہ زہرہ گداز شخص
آتش فشاں کا پھول تھا پانی میں کھو گیا

Scanned by CamScanner

○

ہر چند تری یاد جنوں خیز بہت ہے
میں جاگ رہا ہوں کہ ہوا تیز بہت ہے

کیونکر نہ مرے تن سے چھلک جائے خموشی
پیمانۂ جاں ضبط سے لبریز بہت ہے

کیا کوہِ گراں ٹھہرے تری راہگزر میں
اے حسن تری ایک ہی مہمیز بہت ہے

اک چاند کی کشتی ہی نہیں ڈوبنے والی
ورنہ وہ سمندر تو بلا خیز بہت ہے

Scanned by CamScanner

گلدان سے لگتے ہی بکھر جاتی ہے تتلی
گویا یہ رگِ سنگ بھی خونریز بہت ہے

پلکوں پہ کوئی پھول نہیں ہے تو عجب کیا
کہنے کو تو مٹی مری زرخیز بہت ہے

تم خود سا سمجھ کر نہ اسے ہاتھ لگانا
وہ خاک کا پتلا ہی سہی تیز بہت ہے

دھرنا ہے کہیں تو یہ گرانبارئ خاطر
زانو جو نہیں سر کے لیے میز بہت ہے

کیا ہے جو کٹورے کے بھی پیراک نہیں ہم
جینے کو تو یہ حیلۂ تبریز بہت ہے

تابشؔ جو گزرتی ہی نہیں شام کی حد سے
سوچیں تو وہی رات سحر خیز بہت ہے

Scanned by CamScanner

○

چیز دونوں کو حسبِ ہنر چاہیے
اس کو دیوار دے مجھ کو سر چاہیے

چند لمحوں کی شوریدگی کیا کروں
یہ تسلسل مجھے عمر بھر چاہیے

ایک مٹھی میں ہو مہلتِ یک نفس
ایک مٹھی میں عمرِ دگر چاہیے

چار سمتیں تو ہیں دیکھی بھالی ہوئی
اب کسی اور جانب سفر چاہیے

Scanned by CamScanner

بیٹھے بیٹھے میں پتھرا نہ جاؤں کہیں
کوئی پیغامِ وحشت اثر چاہیے

حسن کی تازگی تک ہی قصہ نہیں
بات بھی اب کوئی تازہ تر چاہیے

میرے کاسے میں اشکوں کی ابجد نہ ڈال
اے خدا مجھ کو حرفِ دگر چاہیے

Scanned by CamScanner

○

مجھ تہی جاں سے تجھے انکار پہلے تو نہ تھا
تیرا در میرے لیے دیوار پہلے تو نہ تھا

حسن نے سونپی ہے یہ کیسی نگوں ساری مجھے
میں کسی کا آئینہ بردار پہلے تو نہ تھا

اس طرح تو پابجولاں ہم نہ پھرتے تھے کبھی
ان گلی کوچوں میں یہ بازار پہلے تو نہ تھا

اب کہاں سے آئی اس کافر کے دل میں روشنی
آئینہ حلقہ بگوشِ یار پہلے تو نہ تھا

تابش اک دریوزہ گر کو باز رکھنے کے لیے
کوئی دروازہ پسِ دیوار پہلے تو نہ تھا

Scanned by CamScanner

○

چاند نے ابر میں چہرے کو چھپا رکھا ہے
شاید اس گھر کے دریچے میں دیا رکھا ہے

ایک دھن ہے جو شب و روز رواں رکھتی ہے
ورنہ اپنا تو ہر اک کام کیا رکھا ہے

جاگ جائے نہ کہیں چاند کی آہٹ سن کر
لوریاں دے کے سمندر کو سلا رکھا ہے

عرصۂ پیری ہے کیوں اگلے قدم کی ٹھوکر
پاؤں رکھا ہے کہ مٹی پہ عصا رکھا ہے

Scanned by CamScanner

گرفت خاک

میرے کمرے میں
زمیں پوش پہ رکھی ہوئی بوتل میں
فلک بیل جڑیں چھوڑ چکی ہے
رگِ جاں کی صورت
کس کو معلوم کہ وہ زینہ دیوار پہ قدموں کو ٹکاتی ہوئی مائل بہ فلک ہے کب سے
کاٹھ کی چھت سے نکلنا ہے اسے بیج سے پودا جیسے
مزرعِ آب سے پھوٹی ہوئی اس بیل کو یہ کون بتائے
خس و خاشاک بڑی چیز ہوا کرتے ہیں
جن درختوں کی جڑیں خاک کے اندر پھیلیں
سرکشیدہ وہی ہوتے ہیں صنوبر کی طرح
اے فلک بیل تجھے کون بتائے
مرے سینے میں بھی اک بیل نکل آئی ہے

Scanned by CamScanner

زینۂ آہ پہ قدموں کو ڈکاتی ہوئی مائل بہ فلک ہے کب سے
اپنی عجلت کے تعاقب میں یہ سیار قدم
زرد پتوں کو گراتی ہوئی بڑھ جاتی ہے
اس سبک گام سے یہ کون کہے
پہلے وہ اپنی جڑیں خاک میں گہری کر لے
پا بہ گل لوگ بڑی چیز ہوا کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

ٹکرائیں گے پتھر سے گرانبار چلیں گے
ہم صورت آوازۂ کہسار چلیں گے

سر پھوڑ کے دیوار سے لوٹیں گے نہیں ہم
لوٹے بھی تو پھر جانبِ دیوار چلیں گے

اک دجلۂ آفات سہی دہر کی منزل
اک شوخ سے ملنا ہے سو اس پار چلیں گے

اجرام نئے آئیں گے اس محورِ جاں پر
اب خون نہیں جسم میں آزار چلیں گے

Scanned by CamScanner

نہ سوچ کے ہمراہِ انا گھر سے نکلنا
بونے بھی تہِ گنبدِ دستار چلیں گے

بال ان کے نہ چھوڑے گا ترا دستِ حنائی
اس شان سے اب تیرے گرفتار چلیں گے

ٹوٹے گا نہیں دشت نوردی کا تسلسل
رک جائیں گے ہم لوگ تو اشجار چلیں گے

کس گام پہ رکھنا ہے ہمیں عمر کی گٹھڑی
چلنے کو تو اک عمر گرانبار چلیں گے

فیس بک گروپ - کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف-23.02.2020

Scanned by CamScanner

آسمان

Scanned by CamScanner

عدنان بیگ کے نام

Scanned by CamScanner

سخن سرائے سے ایک خط

میں تمہارے بعد ایک طویل خود کلامی میں کھو گیا تھا۔ نہ میرا آئینے سے ربط رہا نہ مینا سے گفتگو۔ ایک دن میں نے سوچا کہ محبت محض ناکامی کا نام تو نہیں۔ اس سے ملنے والے دکھ کبھی کبھی دنیا داری بھی سکھا دیا کرتے ہیں۔ مجھے دعویٰ تو نہیں لیکن میں نے بساط بھر دکھوں سے جینے کا حوصلہ حاصل کیا۔ ایک موقع پر میں نے محسوس کیا کہ میرے اندر تلخی پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں منفی سوچ کا حامل ہوتا جا رہا ہوں۔ یوں لگا جیسے محبت کی نارسائیاں دنیا سے ناراضگی کا سبب بن گئی ہیں۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ تم سے قطع تعلق کر لوں اور پوری طرح عارفِ دنیا بن جاؤں۔ یہ کیفیت طویل تر انتظار کے دوران پیدا ہوئی۔ اس کے زیر اثر میں نے تمہارے متعلق نہ جانے کیا کیا سوچا۔ تم سے جتنی محبت تھی اس سے بڑھ کر نفرت کی لیکن جب تمہیں سامنے پایا تو نہ تم سے شکوہ تھا نہ شکایت۔ مجھ میں جس قدر تلخی تھی وہ تمہارے انتظار نے پیدا کی اور تم نے ختم کر دی۔ یہ تلخی بھی شاید محبت کی کوئی جہت تھی۔ تلخی کا ذکر اس لیے ابتداء میں آ گیا کہ میں آج کل اسی کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ ہر چند میں نے تمہارے انتظار کی شدت کو کم کرنے کے لیے اوروں سے پیار کیا۔ لیکن پسِ عمرِ رواں جو غم ٹھہر گیا ہے وہ مہ و سالِ زندگانی کے ساتھ کسی طور جانے کو تیار نہیں۔ یہ غم روز سورج کی طرح طلوع ہوتا ہے اور اپنی تمازت سے ویرانۂ جاں میں وہ کشش پیدا کرتا ہے جو مجھے مجھ سے دور نہیں ہونے دیتی۔ میں جس غم کی بات کر رہا ہوں یہ شاید میرا بنیادی موضوع ہے۔ اس غم نے ساجی عمل کے اتار چڑھاؤ خود میں ڈھال لیے ہیں۔

Scanned by CamScanner

یہی وجہ ہے کہ میں ہر واقعے کو ایک جیسی شدت سے محسوس کرنے لگا ہوں۔

تمہیں شاید یاد ہو کہ یہ غم تم نے مجھے گورنمنٹ کالج کے کیفے ٹیریا کے ساتھ گراؤنڈ میں سرما کی دھوپ سینکتے ہوئے کسی بے خیالی کے لمحے میں دیا تھا یہ ایک لمحہ میری زندگی پر محیط ہو گیا ہے۔ یہ لمحہ نہ میرا ماضی ہے نہ حال نہ مستقبل۔ یہ کوئی اور زمانہ ہے جو کئی زمانوں سے میرے ساتھ ساتھ ہے۔ اسی کے زیر اثر میں شعر کہتا ہوں۔ اس لمحے سے پہلے تک میں نے جو شاعری کی وہ حاصل مطالعہ تھی جس میں کہیں کہیں میں خود بھی تھا۔ لیکن بعد میں، میں بھی بدل گیا اور میری شاعری بھی ...... تجربہ میرے سامنے آ گیا۔ اب میں قافیے کا امکان اپنی کیفیات کے جھاڑ جھنکار سے ڈھونڈنے لگا۔ کچھ عرصہ تک تو مجھے یوں لگا جیسے میں اظہار سخن میں فوری ردعمل کا شکار ہوں۔ جو مجھ پر گزرتی ہے کہہ دیتا ہوں۔ جی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے یا تمہیں سنانے کے لیے ...... آخر تم سے باتیں بھی تو کرنا تھیں کیونکہ میرے نزدیک محبت کا جذبہ بھی روحانی تجربے کی طرح یا تو نگاہوں سے عیاں ہوتا ہے یا شاعری کی زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ میں شاعر تھا اس لیے سخن کی زبان میں تم سے تکلم کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن کہیں کہیں سکوت کا وقفہ آیا۔ اس دوران میں نے زبردستی شعر کہنے کی بجائے شاعرانہ کیفیت کو انجوائے کیا۔

اب تم سے بچھڑے زمانہ ہو گیا ہے جو باتیں میں تم سے کیا کرتا تھا اب خود سے کر رہا ہوں یہی وجہ ہے کہ میری شاعری میں خود کلامی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس خود کلامی نے مجھے روحانی مطالبات پر توجہ کا متحمل بنایا۔ اب یہ عالم ہے کہ خود سے کبھی اپنی باتیں کرتا ہوں اور کبھی تمہاری ...... یہی سلسلہ میری شاعری کا سفر قرار پاتا ہے۔ اس میں کہیں کہیں دنیا اور اس کے غم بھی در آتے ہیں لیکن اسی طرح جیسے تم اور تمہارا غم ......!

تمہیں علم ہے کہ ہماری محبت میں موضوعی فقدان کبھی نہیں رہا تم نے کبھی کسی اور موضوع کو محبت سے فرار نہیں سمجھا۔ ویسے بھی محبت کرنے والے لوگ دیگر معاملات پر محبت کے نقطہ نظر ہی سے بات کرتے ہیں اس لیے دنیا کے غم کو ''کسی'' کا غم بنا لیتے ہیں۔ یہ بہت پرانی بات ہے لیکن ہے سچ! میں نے دنیا سے معاملات میں بہت دھوکے کھائے ہیں جب مجھے کوئی دست مہربان نہ ملا تو میں نے درختوں کو دست مہرباں سمجھنا شروع کر دیا اور ان سے ایسوسی ایشن قائم کی۔ تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری شاعری میں پرندے، درخت، ہوا، چاند اور صبح کا ذکر تم سے زیادہ ہے۔

Scanned by CamScanner

معلوم نہیں تم نے ان لفظوں کی تہہ میں میرے غم مستقل تک کیوں نہ رسائی حاصل کی...... یہ لفظ تمہارے رقیب نہیں ہیں۔ یہ لفظ وہ رنگ ہیں جن سے میں اپنی کیفیت کو پینٹ کرتا ہوں اور محبت کے فرض سے عہدہ برآ ہوتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اول و آخر محبت کرنے والا ہوں۔ محبت میری زندگی ہے اور زندگی کو پیش کرنا شاعری! میرے نقادوں نے مجھے محبت کی شاعری کرنے سے روکا۔ کہا کہ اس پر بہت شاعری ہو چکی ہے اب اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ سچ کہتے ہوں لیکن میں اپنی ذات کے سچ (محبت) کو موضوع بنانے سے کیسے باز رہ سکتا ہوں بعض اوقات تو مجھے یوں لگتا ہے میں نے شاعری میں محبت کی ہے اور محبت میں شاعری۔

تم سے بچھڑے زمانہ ہو گیا ہے لیکن آج بھی تم سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ دوستوں کا کہنا ہے کہ میری شاعری میں ہجر کا مسئلہ نہیں آتا۔ میں نے اس پر بہت غور کیا کہ تم نہیں ہو لیکن تمہاری کمی مجھے محسوس نہیں ہوتی۔ شاید میں نے تمہیں کبھی خود سے جدا نہیں سمجھا۔ چائے کو موڈ کرے تو دو کپ بناتا ہوں ایک اپنے لیے اور دوسرا تمہارے لیے۔ میں نہیں چاہتا کہ وصال کا موسم گزر جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے قرب کا دن ڈھل جائے اور میری زندگی میں وقفہ شام وسحر آ جائے آج کل تو یہ کیفیت ہے کہ جب بھی تم سے ملنے کو جی کرتا ہے شعر کہنے لگتا ہوں۔ اسی لیے غزل میں تخاطب کا انداز پیدا ہوتا ہے کبھی تم سے مکالمہ کرتا ہوں اور کبھی خود سے...... جس طرح محبت کارِ مسلسل ہے اسی طرح شاعری بھی ایک مسلسل عمل ہے۔ اس کا بھی ''جو دم غافل سو دم کافر'' والا معاملہ ہے میں ان دونوں کے سلسلے میں کبھی غافل نہیں ہوا...... یار لوگ مجھے زود گو کہہ کر میری محنت یعنی محبت کو اکارت کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کیسے بتاؤں کہ محبت اور شاعری دونوں میرے سانس کی طرح ہیں۔ میں سانس آخر کب تک روک سکتا ہوں؟...... زود گوئی کی مخالفت کرنے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس سے یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ میرے ہاں یہ معاملہ نہیں اس لیے میں کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ میری ہر تازہ غزل اتنی مختلف ضرور ہوتی ہے کہ اس پر سنی ہوئی غزل کا گمان نہیں گزرتا۔ جیسے تم سے ہر ملاقات اجنبیت سے شروع ہوتی ہے اسی طرح ہر نئی غزل کے دوران مری نو آموزی جاگ اٹھتی ہے۔ یوں لگتا ہے پہلی بار غزل کہہ رہا ہوں۔ تم نے ایک دفعہ میری روایت پسندی کے بارے میں بات کی تھی اور

Scanned by CamScanner

ادھر ادھر کے اعتراضات پر استفسار کیا تھا۔ تم نے پوچھا تھا کہ میں محبت اور شاعری دونوں میں روایت پسند کیوں واقع ہوا ہوں۔ اس وقت تو میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا لیکن اب مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارے اس سوال کا جواب بھی دیتا چلوں۔ میرے نزدیک شاعری خودرو پودا نہیں۔ کیا تم نے کوئی ایسا خودرو پودا دیکھا ہے جو قد آور ہو اور کوئی قابل ذکر پھل بھی دیتا ہو پھلدار درخت زیادہ تر پیوند کے محتاج ہوتے ہیں۔ پھلوں کی مٹھاس میں اضافے کے لیے پیوند کاری کی جاتی ہے۔ میں شاعری میں اسی کا قائل ہوں جب میں پیوند لگا رہا تھا لوگوں نے مجھ پر روایتی ہونے کا الزام لگایا۔ لیکن جب پھل آنے لگا تو وہی لوگ اپنی رائے بدلتے نظر آئے۔ میں بھی چاہتا تو بحور میں زحافات کی کمی بیشی اور مخصوص شعری لغت سے اپنی محدود انفرادیت قائم کرتا لیکن میں نے ایسا نہ کیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے کچھ نوجوان سامنے آئے۔ انہوں نے اپنی انفرادیت کے زیر اثر دو چار چونکا دینے والی غزلیں کہیں اور چلتے بنے اب تم خود فیصلہ کرو کہ کیا فرق ہے ان نوجوانوں اور خودرو پودوں میں......

میرے خیال میں غزل کی شاعری روایت اور تجربے کے توازن کا نام ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ ''آسمان'' کی شاعری میں یہ کام کر پایا ہوں لیکن ایسا کرنے کی حتی المقدور کوشش ضرور کی ہے۔ پس عمر رواں ٹھہرے ہوئے غم میں مجھے اتنی پرتیں نظر آ رہی ہیں کہ اس کو سخن میں ڈھالنے کے لیے ایک عمر شاید کم ہو۔ میں نے اس غم کی صداقت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ میں نے اس پر غیر موزوں لفظوں کی ملمع کاری کر کے اپنے قاری کو خواہ مخواہ مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

میرے اینج گروپ سے قبل کے شعراء نے لفظی بازی گری میں خود کو خرچ کیا خود بھی گمراہ ہوئے اور ہمارا بھی وقت ضائع کیا۔ ان شعراء نے محض لہجے کا لطف پیدا کرنے پر توجہ دی۔ نفس مضمون سے گریز کرتے رہے۔ اس دورخی نے انہیں الجھا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک آدھ کتاب کے بعد ان کی ہمت جواب دے گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اساطیری علامتوں کا جواز اپنی زندگیوں میں ڈھونڈے بغیر انہیں استعمال کیا اس لیے وہ اپنی مخصوص اور منفرد شعری لغت سے زیادہ کام نہ لے سکے۔ ان میں سے کچھ شعراء نثری نظم کی طرف نکل گئے اور کچھ نے غزل میں کافی آہنگ پیدا کرنے کی کوشش کی اور کچھ بحور میں توڑ پھوڑ تک محدود ہو گئے ان شعراء پر

Scanned by CamScanner

لکھی جانے والی تنقید بھی ٹائپ فقروں سے آگے نہیں بڑھ سکی۔

تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں بھول کے کسی اور طرف نکل گیا ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ ''گفتگو کسی سے ہو دھیان تیرا رہتا ہے'' یہ دھیان ہی ایسی متاع ہے جس پر میری نسل کے شعراء کا اعتماد ہے۔ وہ اس دھیان سے اپنے سخن کا چراغ جلاتے ہیں۔ وہ تہ در تہ زندگی کو تہ در تہ انداز میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان میں کچھ نوجوان شعراء ایسے تھے جو اساطیری علامات کے تجربے میں گھر گئے۔ لیکن انہیں بھی جلد احساس ہو گیا کہ شاعری میں یہ نیا تجربہ ناکام ہو گیا ہے۔ اس طرح غزل بھی جدید افسانے کی طرح تجریدیت سے نکل آئی۔ اب غزل میری نسل کے شعراء کے ہاتھ میں ہے۔ جن کے ہاں اظہار کی سادگی اور موضوعات کا تنوع ہے، وہ ذوق کی طرح مصرع کی صفائی ستھرائی پر ہی خرچ نہیں ہوتے بلکہ غالبؔ کی پیروی میں مضمون آفرینی کا ڈول بھی ڈالتے ہیں۔

میں پھر اپنی خود کلامی کی طرف لوٹتا ہوں۔ تم میری کتاب پڑھو اور دیکھو کہ میں نے تمہیں اور تمہارے دیئے ہوئے غم کو کیسا کتاب کیا ہے۔ اچھا لگے تو ضرور داد دینا کہ تم وہ ''شاعر گو'' ہو جسے سخن شناسی میں بھی کمال حاصل ہے۔ اسی لیے تو تم سے مخاطب ہونا اچھا لگتا ہے۔

تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے جب اپنی نئی کتاب کا نام ''آسمان'' تجویز کیا تو تم نے کہا ''تمہید'' کے بعد ''آسمان'' کیوں؟ آسمان تمہارا نام تھا۔ جو میں نے اپنی کتاب کو دے دیا۔ آسمان تم ہو...... آسمان نارسائی کا استعارہ ہے...... آسمان کی طرف دیکھنا یعنی تمہاری طرف دیکھنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ میں تمہارے لیے بہت سا سفر طے کر چکا ہوں لیکن تم ابھی تک تغافل کی بلندی پر ہو۔ چلے آؤ کہ میں نے نئے مکان میں تمہارے لیے در انتظار رکھ دیا ہے۔ اس مکان کو گھر بنا دو کہ مکان اپنے مکین کی وجہ سے گھر بنتا ہے۔ مجھے بارش اور تازہ غزل کی طرح تمہارا انتظار رہے گا۔

تمہارا

عباس تابش

27۔اگست 1991ء

Scanned by CamScanner

○

جانے والے نے کہا جی کو برا مت کیجے
اس سے بہتر ہے کوئی اور محبت کیجے

تو جو ہر بات پہ زیتا ہے پرندوں کی مثال
اس کا مطلب ہے ترے شہر سے ہجرت کیجے

Scanned by CamScanner

○

سکوتِ دہر رگوں تک اتر گیا ہوتا
اگر میں شعر نہ کہتا تو مر گیا ہوتا

Scanned by CamScanner

○

خواہشِ وصل سرِ دیدۂ نم رہ جائے
اس طرح مجھ سے بچھڑ میرا بھرم رہ جائے

کوئی آتا ہے مرے پیچھے ہوا کے مانند
کیسے ممکن ہے مرا نقشِ قدم رہ جائے

جانے والے کو ابھی ٹوٹ کے رو لو تابشؔ
کیا خبر کل کو یہ آزار بھی کم رہ جائے

Scanned by CamScanner

○

شام ہوتی ہے تو یاد اس کو بھی گھر آتا ہے
اک پرندہ مرے کاندھے پہ اتر آتا ہے

چھپتا پھرتا ہوں کہ وہ دیکھ نہ لے زخمِ طلب
جسم کے پار اسے صاف نظر آتا ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ عجب ساعتِ رخصت ہے کہ ڈر لگتا ہے
شہر کا شہر مجھے رختِ سفر لگتا ہے

ہم کو دل نے نہیں حالات نے نزدیک کیا
دھوپ میں دور سے ہر شخص شجر لگتا ہے

جس پہ چلتے ہوئے سوچا تھا کہ لوٹ آؤں گا
اب وہ رستہ بھی مجھے شہر بدر لگتا ہے

مجھ سے تو دل بھی محبت میں نہیں خرچ ہوا
تم تو کہتے تھے کہ اس کام میں گھر لگتا ہے

Scanned by CamScanner

وقت لفظوں سے بنائی ہوئی چادر جیسا
اوڑھ لیتا ہوں تو سب خوابِ ہنر لگتا ہے

ایک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابشؔ
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

Scanned by CamScanner

○

عشق ہی کارِ مسلسل ہو گیا
زندگی کا مسئلہ حل ہو گیا

میرے آنسو میرے اندر ہی گرے
رونے سے جی اور بوجھل ہو گیا

آسماں پہلے نہیں تھا بے ستوں
لیکن اب دستِ دُعا شل ہو گیا

میں نے بھی اس کو بھلایا اور پھر
خوش ہوا اتنا۔ کہ پاگل ہو گیا

Scanned by CamScanner

پانیوں پر آخری ہچکی کے ساتھ
ایک افسانہ مکمل ہو گیا

برف کے پیڑوں پہ پھول آنے لگے
رابطہ اس سے معطل ہو گیا

گھومتا پھرتا ہے تنہا رات کو
سردیوں کا چاند پاگل ہو گیا

تابشؔ اب تو سو ہی جانا چاہیے
سامنے کا گھر مقفل ہو گیا

Scanned by CamScanner

○

مکاں بھر ہم کو ویرانی بہت ہے
مگر یہ دل کہ سیلانی بہت ہے

ہمارے پاؤں الٹے ہیں سو ہم کو
پلٹ جانے میں آسانی بہت ہے

ستارے چور آنکھوں سے نہ دیکھیں
زمیں پر میری نگرانی بہت ہے

ابھی سوکھی نہیں مٹی کی آنکھیں
ابھی دریاؤں میں پانی بہت ہے

Scanned by CamScanner

عجب سی شرط ہے یہ زندگی بھی
جو منوائی ہے کم مانی بہت ہے

ضرورت ہی نہیں دشمن کی تابش
مجھے میری تن آسانی بہت ہے

Scanned by CamScanner

○

طلسمِ خواب سے میرا بدن پتھر نہیں ہوتا
مری جب آنکھ کھلتی ہے میں بستر پر نہیں ہوتا

یقیں آتا نہیں تو مجھ کو یا مہتاب کو دیکھو
کہ رات اس کی بھی کٹ جاتی ہے جس کا گھر نہیں ہوتا

جدھر دیکھوں ادھر ہی دیکھتا رہتا ہوں پہروں تک
مجھے اطراف کا خالی ورق ازبر نہیں ہوتا

کھجوریں اور پانی لے کے آگے بڑھتا جاتا ہوں
مگر یہ کوہِ امکاں ہے کہ مجھ سے سر نہیں ہوتا

کم از کم مجھ سے دنیا کو شکایت تو نہیں ہو گی
میں اس جیسا ہی بن جاؤں اگر بہتر نہیں ہوتا

جواز اپنا بناتا ہوں کسی نادیدہ خطے میں
جہاں میری ضرورت ہو وہاں اکثر نہیں ہوتا

بہاتا ہوں کہیں اپنے سفالِ بے مرکب کو
میں گریہ کے دنوں میں چاکِ دنیا پر نہیں ہوتا

گلہ تو خیر کیا ہو گا بس اتنا تم سے کہنا ہے
تمہاری عمر میں کوئی ستم پرور نہیں ہوتا

تو پھر یوں ہے کہ میں نے اس کو چاہا ہی نہیں تابشؔ
اگر اس کی شباہت کا گماں مجھ پر نہیں ہوتا

Scanned by CamScanner

○

خمیدہ سر نہیں ہوتا میں خود داری کے موسم میں
مرا اک اپنا موسم ہے گرانباری کے موسم میں

میں ان گرہوں میں پانی باندھ کر لایا تھا دریا سے
مرے چہرے پہ آنکھیں تھیں عزاداری کے موسم میں

ہمارے کھلنے اور جھڑنے کے دن اک ساتھ آئے ہیں
ہمیں دیمک نے چاٹا ہے شجرکاری کے موسم میں

کہیں باہر کی زنجیریں نہ اندر تک پہنچ جائیں
گرفتہ دل نہیں ہونا گرفتاری کے موسم میں

Scanned by CamScanner

تمنا میں فراغت کا کوئی لمحہ نہیں ملتا
بڑی مصروفیت رہتی ہے بیکاری کے موسم میں

سیاست سے محبت کا کوئی رشتہ نکل آتا
کسی کے ہم بھی ہو رہتے طرفداری کے موسم میں

بہر صورت عزائم اور بال و پر بچانے ہیں
وگرنہ ہم نہیں تابشؔ کمانداری کے موسم میں

Scanned by CamScanner

○

ہمیں پچھاڑ کے کیا حیثیت تمہاری تھی
وہ جنگ تم بھی نہ جیتے جو ہم نے ہاری تھی

اور اب تمہیں بھی ہر اک شخص اچھا لگتا ہے
گئے دنوں میں یہی کیفیت ہماری تھی

ہمارے چہرے دمِ صبح دیکھتے آ کر
کہ ہم نے رات نہیں زندگی گزاری تھی

بچھڑ گیا وہ جدائی کے موڑ سے. پہلے
کہ اس کے بعد محبت میں صرف خواری تھی

Scanned by CamScanner

○

کبھی فصیل سے باہر کبھی فصیل کے بیچ
تلاش کرتی پھری شاخِ بے ثمر اس کو

Scanned by CamScanner

○

پرندے پوچھتے ہیں تم نے کیا قصور کیا
وہ کیا کہیں جنہیں ہجرت نے گھر سے دور کیا

یہی بہت ہے کہ اس عہدِ بے پیمبر میں
کہیں چراغ کہیں خواب نے ظہور کیا

یہ میرا خاک میں ملنا بسا غنیمت ہے
کہ میں نے عجز کی خاطر بہت غرور کیا

فلک سے پھینک کے دیکھا کہ ٹوٹنے کا نہیں
گرا کے اپنی نگاہوں سے چور چور کیا

غبارِ در بدری جس نے کر دیا مجھ کو
مسافروں کو اسی دھوپ نے کھجور کیا

Scanned by CamScanner

○

بیاں اپنی حقیقت کر رہا ہوں
وہ کہتے ہیں شکایت کر رہا ہوں

کبھی ان سے کہی تھی بات کوئی
مگر اب تک وضاحت کر رہا ہوں

بلا مقصد نہیں یہ دیکھنا بھی
کسی کو خوبصورت کر رہا ہوں

Scanned by CamScanner

○

ہمیں تو خاک پہ حکمِ سفر دیا اس نے
وہ اور ہوں گے جنہیں کوئی گھر دیا اس نے

وہی کہ جس نے عطا کی گلاب کو خوشبو
مجھے بھی شوقِ اذیّت سے بھر دیا اس نے

اسے نہ ملنے سے خوش فہمیاں تو رہتی ہیں
میں کیا کروں گا جو انکار کر دیا اس نے

دعائے ابر کا مقصد تو اور تھا کوئی
مرے چراغ کو پانی سے بھر دیا اس نے

Scanned by CamScanner

میں ایک شاخِ مسلسل تھا اپنے خوابوں کی
ثمر کے بوجھ سے بیکار کر دیا اس نے

مری نگاہ کو کوئی فریب بھی دیتا
اگر یہ سچ ہے کہ حسنِ نظر دیا اس نے

Scanned by CamScanner

○

کہیں چراغ کہیں چشمِ تر حوالہ ہے
ہر اک حوالہ مرا معتبر حوالہ ہے

تمہارے ساتھ محبت پہ گفتگو کیا ہو
تمہارا دشت ہے اور میرا گھر حوالہ ہے

یہ دوست بھی مری پہچان میرا چہرہ ہیں
اک اور بھی پسِ دیوار و در حوالہ ہے

میں اس قبیلۂ وحشی سے ہوں کہ جس کا یہاں
قیام ہوتے ہوئے بھی سفر حوالہ ہے

Scanned by CamScanner

دھنک کے رنگ، گلِ ماہتاب کی خوشبو
تمہارے جسم سے منسوب ہر حوالہ ہے

مرے تو زخم سے سورج مکھی نکل آیا
ترے ستم کا یہی معتبر حوالہ ہے

کہیں میں کام کہیں صرف نام ہوں تابشؔ
کہیں طویل کہیں مختصر حوالہ ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ جو اس سے مجھے محبت ہے
اک ضرورت بلا ضرورت ہے

اپنی تعریف سن نہیں سکتا
خود سے مجھ کو بلا کی وحشت ہے

یہ مرا یوں ہی بولتے رہنا
ان کہی بات کی وضاحت ہے

میں بھی شاید اسے گزار سکوں
زندگی عرصۂ ندامت ہے

Scanned by CamScanner

اپنی تلوار تیز رکھتا ہوں
جانے کس سے مجھے عداوت ہے

بات ابھی کی ابھی نہیں ہے یاد
ایک لمحے میں کتنی وسعت ہے

دکھ ہوا آج دیکھ کر اس کو
وہ تو ویسا ہی خوبصورت ہے

ہم تو اک دوسرے میں رہتے ہیں
کیسی دوری ہے! کیسی قربت ہے!

نیم خوابی کا کیا کروں تابشؔ
نیند بھی رت جگے کی صورت ہے

Scanned by CamScanner

○

اس کا خیال خواب کے در سے نکل گیا
پھر میں بھی اپنے دیدۂ تر سے نکل گیا

پلکیں بھی بہہ گئیں خس و خاشاک کی طرح
میں اپنے ساحلوں کے اثر سے نکل گیا

تنہائی سے تھی میری ملاقات آخری
رویا اور اس کے بعد میں گھر سے نکل گیا

جب شمعِ انتظار اٹھا لی منڈیر سے
دستِ ہوا بھی حلقۂ در سے نکل گیا

Scanned by CamScanner

رستے میں آنکھ تھی سگِ مامور کی طرح
دل میں جو چور تھا وہ کدھر سے نکل گیا

اب لے لے مجھ کو اپنی ہتھیلی کی اوٹ میں
میرا ستارہ برجِ سفر سے نکل گیا

میرے ہی ساتھ گھر میں نظر بند تھا تو پھر
تیرا خیال کون سے در سے نکل گیا

Scanned by CamScanner

○

دیوار ہے کسی کی دریچہ کسی کا ہے
لگتا ہے گھر کا گھر ہی اثاثہ کسی کا ہے

اک اور ہاتھ بھی ہے پسِ رقصِ حیلہ جو
ہم تم تو پتلیاں ہیں تماشا کسی کا ہے

یہ جو ہیں میرے پاؤں کسی اور کے نہ ہوں
چل میں رہا ہوں نقشِ کفِ پا کسی کا ہے

اشکوں سے بھر رہا ہوں میں اپنی دریدہ مشک
اتنے برس کے بعد بھی دریا کسی کا ہے

Scanned by CamScanner

کیسے کہوں کہ اپنی زباں بولتے ہیں ہم
الفاظ لاکھ اپنے ہوں لہجہ کسی کا ہے

ممکن نہیں کہ بھیک بھی گھر لے کے جائیں ہم
تابشؔ ہمارے ہاتھ میں کاسہ کسی کا ہے

Scanned by CamScanner

○

پھر بھٹکتا پھر رہا ہوں ہجر موسم کے لیے
یہ زیادہ کھو دیا میں نے کسی کم کے لیے

اس جہانِ خاک سے جو بھی تعلق ہو مرا
زندہ رہنا ہے مجھے اس ربطِ مبہم کے لیے

ایک ممنوعہ شجر کے ساتھ کاٹے زندگی
جرم جیسی یہ سزا ہے آلِ آدم کے لیے

اس کا مطلب ہے یہاں اب کوئی آئے گا ضرور
دم نکلنا چاہتا ہے خیر مقدم کے لیے

Scanned by CamScanner

چھن رہی ہے دھوپ سی دیوارِ جاں کے اس طرف
میں بھی اب موزوں نہیں شاید ترے غم کے لیے

اس خزاں میں بھی وہی کاغذ کے پرزے جوڑ کر
اک شجر میں نے بنایا اپنے موسم کے لیے

خواب میرے یوں ہیں تابشؔ جس طرح پانی پہ ریت
یہ شگون اچھا نہیں ہے دیدۂ نم کے لیے

Scanned by CamScanner

○

ساحلوں پر مثلِ گوہر پھینک دے
اب تو مجھ کو اے سمندر پھینک دے

یہ جو گردش سی ہے میرے پاؤں میں
جانے کب بیرونِ محور پھینک دے

اے کسی کے شاخ سے نازک بدن
کوئی تازہ پھول ہم پر پھینک دے

دیکھ اپنے سامنے تو ہی نہ ہو
ہاتھ سے اپنے یہ پتھر پھینک دے

Scanned by CamScanner

کوئی اندر کی گھٹن کا بھی علاج
گالیاں کاغذ پہ لکھ کر پھینک دے

شاید اس کے شور پر ہی شور ہو
کانچ کے برتن زمیں پر پھینک دے

پھول کی گٹھڑی گرا دی شاخ نے
یوں نہ ہو یہ جسم بھی سر پھینک دے

Scanned by CamScanner

○

زمیں کے نیچے کوئی شے تھی آسماں کی طرح
میں اپنے پاؤں پہ کیا ٹھیرتا مکاں کی طرح

عجیب دھوکے دیئے پیار کی ضرورت نے
لگے شجر بھی مجھے دستِ مہرباں کی طرح

یہ تیرا دھیان کسی وقت کام آئے گا
ابھی لپیٹ کے رکھا ہے بادباں کی طرح

نہ میرے سر سے سرکتا نہ چھاؤں دیتا ہے
یہ کون مجھ پہ مسلط ہے آسماں کی طرح

Scanned by CamScanner

یہ جان کر کہ بالآخر تو مجھ کو گرنا ہے
میں خستگی کو چھپاتا رہا مکاں کی طرح

مرے ہی گھر میں مرا معتبر حوالہ ہے
کہیں نہیں ہے کوئی سچ بھی میری ماں کی طرح

یہ جان کر کہ ہوا میری منتظر ہو گی
میں اپنے آپ سے نکلا گلِ خزاں کی طرح

عجب طرح کی ہے شاخوں میں تشنگی تابش
زمین چاٹ رہی ہیں مری زباں کی طرح

Scanned by CamScanner

○

تہمت اتار پھینکی لبادہ بدل لیا
خود کو ضرورتوں سے زیادہ بدل لیا

جی چاہتا تھا روؤں اسے جاں سے مار کے
آنکھیں چھلک پڑیں تو ارادہ بدل لیا

جب دیکھا رہزنوں کی توجہ نہیں ادھر
شہزادگی سے خرقۂ سادہ بدل لیا

کیسے قبول کرتے مجسم غبار کو
منزل قریب آئی تو جادہ بدل لیا

Scanned by CamScanner

○

چاند کا پتھر باندھ کے تن سے اتری منظرِ خواب میں چپ
چڑیاں دور سدھار گئیں اور ڈوب گئی تالاب میں چپ

Scanned by CamScanner

○

دیوارِ پیش پا کا ہنر دے دیا گیا
دشمن کو میرے ساتھ کا گھر دے دیا گیا

بارش سی ہوتی رہتی ہے بارش کے بعد بھی
رہنے کو آبدیدہ شجر دے دیا گیا

اب کون سیرِ ماہ کرے رات رات بھر
ہر خانماں خراب کو گھر دے دیا گیا

Scanned by CamScanner

○

میرے اندر خواہشیں پھرتی ہیں چوروں کی طرح
لیکن اس کے دھیان کو دعویٰ نگہبانی کا ہے

Scanned by CamScanner

○

بہت بیکار موسم ہے مگر کچھ کام کرنا ہے
کہ تازہ زخم ملنے تک پرانا زخم بھرنا ہے

ابھی سادہ ورق پر نام تیرا لکھ کے بیٹھا ہوں
ابھی اس میں مہک آنی ہے تتلی نے اترنا ہے

بڑھے جو حبس تو شاخیں ہلا دینا کہ اب ہم کو
ہوا کے ساتھ جینا ہے ہوا کے ساتھ مرنا ہے

مبادا اس کو دقت ہو نشانے تک پہنچنے میں
سو میں نے پھول سے دیوار کے رخنے کو بھرنا ہے

Scanned by CamScanner

یہی اک شغل رکھنا ہے اذیت کے دنوں میں بھی
کسی کو بھول جانا ہے کسی کو یاد کرنا ہے

کوئی چہرہ نہ بن پایا مقدر کی لکیروں سے
سو اب اپنی ہتھیلی میں مجھے خود رنگ بھرنا ہے

کوئی رستہ ملے کیونکر مرے پائے خجالت کو
یہاں تو پاؤں دھرنا بھی کوئی الزام دھرنا ہے

وہ ہر لمحہ دعا دیتے ہیں لمبی عمر کی تابشؔ
مجھے لگتا ہے پیاروں کو بھی رخصت میں نے کرنا ہے

Scanned by CamScanner

○

جو کہہ چکے تھے تو پھر ہمارا یہ حال ہونا تو چاہیے تھا
کہ دے کے اس کی مثال اس کی مثال ہونا تو چاہیے تھا

میں چاہتا تھا کہ وہ ملے اور ملے بھی مجھ کو بغیر مانگے
اور اب یہ کہتا ہوں میرے لب پر سوال ہونا تو چاہیے تھا

یہ بات سچ ہے کہ ہم تھے فانی فنا ہماری سرشت میں تھی
مگر کسی کے لیے ہمیں لازوال ہونا تو چاہیے تھا

ہمارے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے فقط لکیریں ہیں وہ بھی مبہم
یہ ہاتھ تو نے دیئے تھے ان میں کمال ہونا تو چاہیے تھا

Scanned by CamScanner

اگر میں سویا وہ کیوں نہ سویا اگر میں جاگا وہ کیوں نہ جاگا
وہ میرا تھا تو اسے مرے حسبِ حال ہونا تو چاہیے تھا

یہ بات اپنی جگہ کہ اس کی مثال کوئی نہیں ہے تابشؔ
مگر جہاں میں کسی کو اس کی مثال ہونا تو چاہیے تھا

Scanned by CamScanner

○

سانس کے شور کو جھنکار نہ سمجھا جائے
ہم کو اندر سے گرفتار نہ سمجھا جائے

اس کو رستے سے ہٹانے کا یہ مطلب تو نہیں
کسی دیوار کو دیوار نہ سمجھا جائے

میں کسی اور حوالے سے اسے دیکھتا ہوں
مجھ کو دنیا کا طرف دار نہ سمجھا جائے

یہ زمیں تو ہے کسی کاغذی کشتی جیسی
بیٹھ جاتا ہوں اگر بار نہ سمجھا جائے

Scanned by CamScanner

اس کو عادت ہے گھنے پیڑ میں سو جانے کی
چاند کو دیدۂ بیدار نہ سمجھا جائے

اپنی باتوں پہ وہ قائم نہیں رہتا تابشؔ
اس کے انکار کو انکار نہ سمجھا جائے

Scanned by CamScanner

○

مٹی میں کوئی رنگ ملایا نہیں کرتے
یہ لوگ نئی چیز بنایا نہیں کرتے

کیا دیکھتا جاتا ہوں میں افلاک کی جانب
پنچھی تو کبھی دھوپ میں سایہ نہیں کرتے

گدھ بیٹھا ہے مٹی پہ وہاں سے کریں آغاز
نیچے سے عمارت کو گرایا نہیں کرتے

اک دربدری ہم کو بھی لاحق ہے مگر ہم
کونجوں کی طرح شور مچایا نہیں کرتے

یہ لوگ بھی قامت میں صنوبر کی طرح ہیں
اُگتے ہیں جہاں سے وہاں سایہ نہیں کرتے

Scanned by CamScanner

○

آنکھ سے اشک نکلنے پہ پشیمان نہ ہو
یہ تو پانی کا پرندہ تھا جو تھل سے نکلا

Scanned by CamScanner

○

شاید کسی بلا کا تھا سایہ درخت پر
چڑیوں نے رات شور مچایا درخت پر

موسم تمہارے ساتھ کا جانے کدھر گیا
تم آئے اور بور نہ آیا درخت پر

دیکھا نہ جائے دھوپ میں جلتا ہوا کوئی
میرا جو بس چلے کروں سایہ درخت پر

سب چھوڑے جا رہے تھے سفر کی نشانیاں
میں نے بھی ایک نقش بنایا درخت پر

Scanned by CamScanner

اب کے بہار آئی ہے شاید غلط جگہ
جو زخم دل پہ آنا تھا آیا درخت پر

ہم دونوں اپنے اپنے گھروں میں مقیم ہیں
پڑتا نہیں درخت کا سایہ درخت پر

Scanned by CamScanner

○

کون کہتا ہے محبت مر گئی
اس کی آنکھوں میں چمک موجود ہے

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف-23.02.2020

میری آنکھوں میں ہی پانی بھر گیا
وہ تو اب بھی دور تک موجود ہے

وہ بھی شاید رات رویا ہے بہت
سبز آنکھوں میں دھنک موجود ہے

وہ کسی کا بھی نہیں تابشؔ مگر
اس یقیں کے ساتھ شک موجود ہے

Scanned by CamScanner

○

منحرف ہیں مرے ساتھی تو خدا ہی آئے
میرے حق میں بھی کبھی کوئی گواہی آئے

آڑے آتی ہے یہ حساس طبیعت ورنہ
جی تو کرتا ہے یہاں روز تباہی آئے

کوئی افواہ بھی آنگن میں اتر سکتی ہے
یہ ضروری نہیں کھڑکی سے ہوا ہی آئے

راستہ اتنا بھی ویراں نہیں دیکھا جاتا
کوئی خوشبو، کوئی جھونکا، کوئی راہی آئے

کھل گیا بابِ قبول اور کسی پر تابشؔ
میرے حصے میں مرے دستِ دعا ہی آئے

Scanned by CamScanner

○

ایسا نہیں کہ پیاس کا صحرا نہیں ہوں میں
لیکن میانِ خیمہ و دریا نہیں ہوں میں

گر آگ ہوں تو شعلے سے باہر نہیں گیا
گر پھول ہوں تو شاخ سے نکلا نہیں ہوں میں

گلدان میں مری ہوئی تتلی اور ایک پھول
سوچوں اگر تو اس سے زیادہ نہیں ہوں میں

یہ لوگ ڈھونڈتے ہیں کسی سے مطابقت
میرا یہ مسئلہ ہے کہ خود سا نہیں ہوں میں

Scanned by CamScanner

نکلا ہوا ہوں اپنے تعاقب میں دیر سے
حالانکہ اپنا نقشِ کفِ پا نہیں ہوں میں

دستک ہر ایک در پہ میں دیتا ہوں دیر تک
لیکن کسی مکاں سے نکلتا نہیں ہوں میں

پچھلے کئی دنوں سے عجب بے خیالی ہے
یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ہوں یا نہیں ہوں میں

اب آئینے سے ربط نہ مینا سے گفتگو
تابشؔ کسی کے بعد کسی کا نہیں ہوں میں

Scanned by CamScanner

○

وہ آنے والا نہیں پھر بھی آنا چاہتا ہے
مگر وہ کوئی مناسب بہانا چاہتا ہے

یہ زندگی ہے، یہ تُو ہے، یہ روزگار کے دکھ
ابھی بتا دے کہاں آزمانا چاہتا ہے

کہ جیسے اس سے ملاقات پھر نہیں ہو گی
وہ ساری باتیں اکٹھی بتانا چاہتا ہے

میں سن رہا ہوں اندھیرے میں آہٹیں کیسی
یہ کون آیا ہے اور کون جانا چاہتا ہے

Scanned by CamScanner

اسے خبر ہے کہ مجنوں کو راس ہے جنگل
وہ میرے گھر میں بھی پودے لگانا چاہتا ہے

وہ خود غرض ہے محبت کے باب میں تابشؔ
کہ ایک پل کے عوض اک زمانہ چاہتا ہے

Scanned by CamScanner

○

جنہیں دشمن سمجھتے تھے وہی اپنے نکل آئے
مگر اس وقت جب ہم مارنے مرنے نکل آئے

یہاں تک آ کے لگتا تھا کہ آگے کچھ نہیں ہو گا
پلٹ جانے کا سوچا تو کئی رستے نکل آئے

ہمارے پاؤں الٹے تھے فقط چلنے سے کیا ہوتا
بہت آگے گئے لیکن بہت پیچھے نکل آئے

اچانک نیند کھلنے سے ہمیں دکھ تو بہت پہنچا
مگر ہم اس طرح کنجِ اذیّت سے نکل آئے

Scanned by CamScanner

بھلانا ' یاد کرنا اور پھر تم کو بھلا دینا
تمہارے بعد بھی کچھ سلسلے اچھے نکل آئے

بھٹکنے سے بچایا حسنِ کم اطراف نے ہم کو
کہ صدراہے تک آئے اور پھر سیدھے نکل آئے

مسائل کو گرہ دیں تو لہو رستا ہے پوروں سے
ہمارے چاک دامن سے یہ کیا دھاگے نکل آئے

کسی نے کاٹ ڈالا ان کو بے مصرف شجر کہہ کر
جب اپنے احتجاجی ہاتھ مٹی سے نکل آئے

مری کوتاہ دستی کا بھرم دیوار نے رکھا
میں دستک دینے والا تھا کہ دروازے نکل آئے

بکھر جانے کے ڈر سے پھول کھلتے ہی نہ تھے تابش
پھر اک دن تیز آندھی میں درختوں سے نکل آئے

Scanned by CamScanner

○

یہ شہر روز ہی بستا ہے روز اجڑتا ہے
مگر غنیم کو کیا اس سے فرق پڑتا ہے

خدا نے ہم میں یہ کیا قدر مشترک رکھی
کہ میری آنکھ ترے لب سے پھول جھڑتا ہے

ہمارے ساتھ محبت کا جو سلوک بھی ہو
سوال یہ ہے کہ دنیا کا کیا بگڑتا ہے

شکستگی میں بھی معیار اپنے ہوتے ہیں
گرے مکان تو اپنے ہی پاؤں پڑتا ہے

Scanned by CamScanner

یہی پسند نہیں ہے مجھے محبت میں
یہ روز روز جو دنیا سے کام پڑتا ہے

کچھ ایسی جم گئی سنجیدگی مرے رخ پر
کسی طرح سے یہ پتھر نہیں اکھڑتا ہے

ابھی جلے تھے ابھی بجھ بجھا گئے تابشؔ
ہواؤں سے تو کوئی دم دیا بھی لڑتا ہے

Scanned by CamScanner

○

عجب سا ذائقہ ہوں میں
زمیں کی اشتہا ہوں میں

شجر کٹنے نہیں دوں گا
پرندوں کی دعا ہوں میں

سمجھنا ہے اسے لیکن
کتابیں پڑھ رہا ہوں میں

ابھی چڑیاں نہ بولیں گی
بہت جاگا ہوا ہوں میں

مری تسکین کیسے ہو
تری جھوٹی انا ہوں میں

Scanned by CamScanner

اکٹھے کر کے ٹوٹے پر
زمیں سے باندھتا ہوں میں

مکمل بھی ادھورا بھی
انوکھا تجربہ ہوں میں

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں
ابھی کیوں مر رہا ہوں میں

کسی کے منہ نہ لگ جاؤں
لہو کا ذائقہ ہوں میں

سفر اچھا نہیں لگتا
کہاں سے آ رہا ہوں میں

بہت مجبور ہوں تابش
مگر اپنا خدا ہوں میں

Scanned by CamScanner

○

چاند چمکا جنگلوں پر آسماں کا در کھلا
یہ عجب قیدی شبِ تاریک کے اندر کھلا

آتشِ نو روز سے کچھ فاصلے پر پھول تھے
لوگ منظر پر گئے اور مجھ پہ پس منظر کھلا

میں ہی کیا اس کو بھی اب زعمِ شناسائی نہیں
وہ نہیں مجھ پر کھلا تو میں بھی کب اس پر کھلا

اے تکلف کیش دنیا میری مجبوری سمجھ
میں تو اپنے آپ سے بھی تیرے کہنے پر کھلا

دل کو ناکارہ سمجھ کر رکھ دیا تھا شام سے
جب ہوئی کمرے میں تاریکی تو یہ پتھر کھلا

یہ غنیمت ہے کہ اس سے گفتگو کرتا ہوں میں
تابشؔ اس بت کے مقابل کوئی تو خودسر کھلا

Scanned by CamScanner

○

پسِ غبار بھی اڑتا غبار اپنا تھا
ترے بہانے ہمیں انتظار اپنا تھا

کھڑے تھے اپنی جڑوں پر کسی شجر کی طرح
ہماری خاطرِ نازک پہ بار اپنا تھا

اسی لیے ہمیں سورج نے ساتھ رکھا تھا
کہ اک ستارے پہ دار و مدار اپنا تھا

Scanned by CamScanner

○

آسماں پہلے نہیں تھا بے ستوں
لیکن اب دستِ دعا شل ہو گیا

Scanned by CamScanner

○

اک ٹہنی پر پھولے پھلے ہیں پاکستان اور میں
ہر موسم میں ساتھ رہے ہیں پاکستان اور میں

کالی رات، ہوا طوفانی، مولا پار اتار!
ایک ہی کشتی میں بیٹھے ہیں پاکستان اور میں

غافل بھی نہیں رہنے دیتی خوف سمے کی رات
باری باری سو لیتے ہیں پاکستان اور میں

اس کے سر پر باپ کی پگڑی میں ہوں نافرمان
ایک ہی شخص کے دو بیٹے ہیں پاکستان اور میں

Scanned by CamScanner

اور ابھی کچھ وقت لگے گا تھکن اتارنے میں
ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں پاکستان اور میں

اپنی مثال تو یوں ہے تابش جیسے دو مجذوب
اپنے آپ میں گم رہتے ہیں پاکستان اور میں

Scanned by CamScanner

○

بے صدا ٹھہرے ہونٹ کھول کے ہم
آ چکے تنگ بول بول کے ہم

سر پہ ماں کی دعا کا سایہ نہیں
گھر سے نکلے ہیں جھوٹ بول کے ہم

اپنے اندر بھی اک تماشا ہے
کیا کریں کھڑکیوں کو کھول کے ہم

نام اس کا لیا نہیں جاتا
بات کرتے ہیں ناپ تول کے ہم

Scanned by CamScanner

وہ ملے گا مگر ملے گا کسے
اسے ڈھونڈیں گے خود کو رول کے ہم

شاید اپنی صدا سنائی دے
دیکھ لیتے ہیں اونچا بول کے ہم

جو ملا اس پہ مر مٹے تابش
کتنے اچھے تھے میل جول کے ہم

Scanned by CamScanner

○

کون کس کا ہے ہمسفر اے دوست
ایسا ممکن نہیں مگر اے دوست

فرصتِ یک نگاہ بھی تو نہیں
بات کر اور مختصر اے دوست

تو نے چھوڑا جہاں وہیں ہیں ہم
طے نہیں ہو رہا سفر اے دوست

جا نہیں ماہ و سال کے مانند
تجھ کو آنا ہے لوٹ کر اے دوست

Scanned by CamScanner

زندگی تو یہاں گزرنا تھی
لے چلا تو ہمیں کدھر اے دوست

اب کسی اور سمت چلتے ہیں
تھک گئی ہے یہ رہگذر اے دوست

اس طرح تو نہ وقت گزرے گا
کوئی اچھی بری خبر اے دوست

کوئی رستہ ضرور نکلے گا
گھومتے ہیں اِدھر اُدھر اے دوست

اس لیے گھر سے میں نکلتا نہیں
ساتھ جاتے ہیں بام و در اے دوست

Scanned by CamScanner

○

اس کی خواہش کروں تو یہ دھڑکا ملے
جانے کب وہ ملے اور کیسا ملے

اتفاقات کو میں نہیں مانتا
کوئی بچھڑے، بچھڑ کر دوبارہ ملے

کیسے ممکن ہے تسخیرِ دنیا نہ ہو
ایک تجھ سا ملے ایک مجھ سا ملے

تو کسی حال میں میں کسی حال میں
کیسے ہم کو یہاں ایک فردا ملے

Scanned by CamScanner

بد دعا ہے تو پھر بد دعا ہی سہی
تیرے کچے گھڑے کو نہ دریا ملے

رتجگے تو ہیں کانٹوں بھری ٹہنیاں
کوئی سپنا ملے اور سہانا ملے

جس کو سوتا ہوا چھوڑ آئے تھے ہم
کس کو معلوم وہ کس گھڑی آ ملے

کوئی ملتا نہیں اور تجسس وہی
کوئی ایسا ملے، کوئی ایسا ملے

اس کڑی شرط نے مجھ کو تنہا رکھا
کوئی دشمن ملے اور مجھ سا ملے

تابشؔ اپنی کہانی کا لبِ لباب
ایک چہرہ ملے اور پیارا ملے

Scanned by CamScanner

○

سکوتِ دہر رگوں تک اتر گیا ہوتا
اگر میں شعر نہ کہتا تو مر گیا ہوتا

یہ عمر تم نے مجھے دی تھی انا کر کے
بلا یہ تن سے نہ جاتی تو سر گیا ہوتا

سمیٹ رکھا ہے اپنے ہی خوف نے مجھ کو
اگر میں خاک نہ ہوتا بکھر گیا ہوتا

مجھے کلام پہ مجبور اگر نہ کرتا دل
مرا سکوت کوئی کام کر گیا ہوتا

Scanned by CamScanner

تیاگ دیتے اگر ہم مکالمہ اس سے
ہوائے تیز ترا شور و شر گیا ہوتا

یہاں جو اونچی فصیلوں سے پیڑ جھانکتے ہیں
اگر میں ان کی جگہ ہوتا ڈر گیا ہوتا

تم اپنی سالگرہ پر ہی کھولتے پنجرے
اجاڑ دن تو پرندوں سے بھر گیا ہوتا

وہ ایک نام ہی تھا اشک تو نہ تھا تابشؔ
میں کوئی روز اسے ضبط کر گیا ہوتا

Scanned by CamScanner

○

وہ کون ہے جو پسِ چشمِ تر نہیں آتا
سمجھ تو آتا ہے لیکن نظر نہیں آتا

اگر یہ تم ہو تو ثابت کرو کہ یہ تم ہو
گیا ہوا تو کوئی لوٹ کر نہیں آتا

یہ دل بھی کیسا شجر ہے کہ جس کی شاخوں پر
پرندے آتے ہیں لیکن ثمر نہیں آتا

یہ جمع خرچ زبانی ہے اس کے بارے میں
کوئی بھی شخص اسے دیکھ کر نہیں آتا

Scanned by CamScanner

ہماری خاک پہ اندھی ہوا کا پہرہ ہے
اسے خبر ہے یہاں کوزہ گر نہیں آتا

یہ بات سچ ہے کہ اس کو بھلا دیا میں نے
مگر یقیں مجھے اس بات پر نہیں آتا

نظر جمائے رکھوں گا میں چاند پر تابش
کہ جب تلک یہ پرندہ اتر نہیں آتا

Scanned by CamScanner

○

کھلا مہتاب بھی ٹوٹے ہوئے در کے حوالے سے
سمجھتا ہوں میں اشیاء کو فقط گھر کے حوالے سے

مرے مایوس ہونے سے ذرا پہلے ہی لوٹ آنا
کہ میں بھی سوچتا ہوں اب مقدر کے حوالے سے

اگر سوچا کبھی میں نے تری قامت نگاری کا
حوالہ مختلف دوں گا صنوبر کے حوالے سے

کہ تجھ پر ختم تھا روئے سخن اپنی طرف کرنا
بتا کیا گفتگو کرتے گلِ تر کے حوالے سے

Scanned by CamScanner

کئی چہرے بدل کر میں پہنچ پایا ہوں تیرے تک
مجھے پہچان میرے دیدۂ تر کے حوالے سے

دلِ برباد اتنا بھی گیا گزرا نہیں تابشؔ
یہ بستی جانی جاتی ہے اسی گھر کے حوالے سے

Scanned by CamScanner

○

دشتِ جنون و کوہ ارادہ اٹھا لیا
سنبھلے گا کیسے بوجھ تو اتنا اٹھا لیا

اس لب کے سارے پھول تو شاخوں نے لے لیے
اور میں نے اک گرا ہوا وعدہ اٹھا لیا

کیا کچھ نہیں تھا مالِ غنیمت کے طور پر
میں نے بس ایک طوقِ تمنا اٹھا لیا

شاید میں دل کو ضبط سے لبریز کر سکوں
خالی تھا اس لیے یہ پیالہ اٹھالیا

انگارہ سی زمیں پہ پڑے ہی تھے دل کے پاؤں
تابشؔ کسی نے بڑھ کے یہ بچہ اٹھا لیا

Scanned by CamScanner

○

دروازہ کھٹکنے کی صدا لے گئی گھر سے
پیغامِ رہائی مجھے زنجیر سے پہنچا

Scanned by CamScanner

○

اسی لیے مرا سایہ مجھے گوارا نہیں
یہ میرا دوست ہے لیکن مرا سہارا نہیں

یہ مہر و ماہ بھی آخر کو ڈوب جاتے ہیں
ہمارے ساتھ کسی کا یہاں گزارا نہیں

ہر ایک لفظ نہیں تیرے نام میں شامل
ہر ایک لفظ محبت کا استعارہ نہیں

تمہی سے چلتے ہیں سب سلسلے تعلق کے
وہ اپنا کیسے بنے گا کہ جو تمہارا نہیں

Scanned by CamScanner

اور اب برہنگی اپنی چھپاتا پھرتا ہوں
مرا خیال تھا میں خود پہ آشکارا نہیں

ابھی میں نشۂ لا حاصلی میں رہتا ہوں
ابھی یہ تلخیٔ دنیا مجھے گوارا نہیں

لیے تو پھرتا ہوں آنکھوں میں ناتمام سا نقش
اسے مٹاؤں گا کیسے جسے ابھارا نہیں

زمیں کا حسن مکمل نہ ہو سکا تابش
کہیں چراغ نہیں ہے کہیں ستارہ نہیں

Scanned by CamScanner

○

کون کہتا ہے کہ وہ بھولتا جاتا ہے مجھے
اپنا چہرہ نہ سہی رہ تو دکھاتا ہے مجھے

صبح کے ساتھ میں کھو جاتا ہوں بچے کی طرح
شام ہوتے ہی کوئی ڈھونڈ کے لاتا ہے مجھے

آپ کچھ اور بتاتے ہیں مرے بارے میں
آئینہ اور کوئی شکل دکھاتا ہے مجھے

آج اک عمر میں یہ بھید کھلا ہے مجھ پر
وہ کوئی اور نہیں ہے جو ڈراتا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

سرد مہری میں یہ سورج بھی ہے تیرے جیسا
دور ہی دور سے جو دیکھتا جاتا ہے مجھے

یہ نہ میں ہوں نہ ہوا ہے نہ قضا ہے تابشؔ
میرے لہجے میں کوئی اور بلاتا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

○

ہنسنے نہیں دیتا کبھی رونے نہیں دیتا
یہ دل تو کوئی کام بھی ہونے نہیں دیتا

تم مانگ رہے ہو مرے دل سے مری خواہش
بچہ تو کبھی اپنے کھلونے نہیں دیتا

میں آپ اٹھاتا ہوں شب و روز کی ذلت
یہ بوجھ کسی اور کو ڈھونے نہیں دیتا

وہ کون ہے اس سے تو میں واقف بھی نہیں ہوں
جو مجھ کو کسی اور کا ہونے نہیں دیتا

Scanned by CamScanner

○

اب پھول رفتنی نہیں خوشبو گزشتنی نہیں
بچھڑا وہ جس مقام پر موسم وہیں ٹھہر گیا

Scanned by CamScanner

○

وہ بھولتا ہے نہ دل میں اتارتا ہے مجھے
ہمیشہ مار محبت کی مارتا ہے مجھے

میں اس کا لمحۂ موجود ہوں مگر وہ شخص
فضول وقت سمجھ کر گزارتا ہے مجھے

بظاہر ایسا نہیں پیڑ اس حویلی کا
ہوا چلے تو بہت پھول مارتا ہے مجھے

میں اس کے ہاتھ سے جاتا ہوں مال وزر کی طرح
وہ روز قرض سمجھ کر اتارتا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

○

ڈھلتا سورج تو نہ ہاتھ آیا کہ لاتے اس کو
ایک رستہ تھا جسے شام کو گھر لے آئے

Scanned by CamScanner

○

اس جہاں میں عجب نہیں کچھ بھی
پہلے کیا کچھ تھا اب نہیں کچھ بھی

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف-23.02.2020

پھول کھلتا ہے شاخ سے باہر
خندۂ زیرِ لب نہیں کچھ بھی

مختصر یہ کہ اچھے لگتے ہو
چاہنے کا سبب نہیں کچھ بھی

نامرادی کے دشت میں تابشؔ
ڈھونڈتا کیا ہوں جب نہیں کچھ بھی

Scanned by CamScanner

○

ہاتھ تو اس نے بڑھایا مری جانب اپنا
کیا خبر شاخ ہی ساتھ اپنا شجر لے آئے

Scanned by CamScanner

○

دھندلی سمتوں میں اگر کونج کا پر مل جائے
پھر تو اے در بدری مجھ کو بھی گھر مل جائے

اور ہی رنگ میں ہو برگ و ثمر کا ہونا
جس کی خواہش ہے مجھے وہ بھی اگر مل جائے

منتظر جس کا ہوں وہ آئے ضروری تو نہیں
یہ بھی ممکن ہے کوئی اور خبر مل جائے

خاک و خواب ایک ہی تھیلی کے ہیں چٹے بٹے
دل کی مرضی ہے جدھر چاہے ادھر مل جائے

Scanned by CamScanner

اہتمام ایسا ہو فرصت کے دنوں میں دل کا
ایک ڈر ختم ہو اور دوسرا ڈر مل جائے

اس طرح سے نہ گزاروں گا یقیناً تجھ کو
زندگی تو جو مجھے بارِ دگر مل جائے

Scanned by CamScanner

○

میرے آنسو میرے اندر ہی گرے
رونے سے جی اور بوجھل ہو گیا

Scanned by CamScanner

○

وہ غزالوں کی طرح گھر سے تو نکلا تابشؔ
عین ممکن ہے اسے خوف ادھر لے آئے

Scanned by CamScanner

○

بوئے موجود سے موہوم اشارے تک ہے
میری حیرت کسی ڈوبے ہوئے تارے تک ہے

ہم نے اک عمر ترے دھیان میں رہ کر دیکھا
یہ سمندر بھی کسی اور کنارے تک ہے

اس سے آگے مجھے معلوم نہیں کیا ہو گا
یہ چراغاں تو بسنتی کے دوارے تک ہے

تجھ مہک کو نہ ملا کوئی ہواؤں جیسا
ایک ہم ہیں سو تری بات ہمارے تک ہے

Scanned by CamScanner

میری نظروں میں ہے خس خانہ عالم جو بھی
سب تری نیم نگاہی کے اشارے تک ہے

پہلے ہم ناز اٹھاتے تھے بہت اس دل کے
لیکن اب اس کی کفالت بھی گزارے تک ہے

Scanned by CamScanner

○

شام کا بھولا ہوا وقتِ سحر آ جائے گا
وہ بھی سورج کی طرح کل لوٹ کر آ جائے گا

اس قدر شفاف کر دے گی یہ تنہائی مجھے
دیکھنے والوں کو تُو مجھ میں نظر آ جائے گا

اس لیے ڈھلنے نہیں دیتے تری قربت کا دن
زندگی میں وقفۂ شام و سحر آ جائے گا

پاشکستوں کا بھرم رکھیں گی کب تک کشتیاں
پانیوں کے بعد خشکی کا سفر آ جائے گا

زندہ رہنا ہے کسی کے بعد سو تابشؔ مجھے
اک نہ اک دن زندہ رہنے کا ہنر آ جائے گا

Scanned by CamScanner

○

جھونکے کے ساتھ چھت گئی دستک کے ساتھ در گیا
تازہ ہوا کے شوق میں میرا تو سارا گھر گیا

Scanned by CamScanner

○

یہ ہجر کا موسم بھی گزر کیوں نہیں جاتا
جاتا ہوا لگتا ہے مگر کیوں نہیں جاتا

بہتا ہوں تو میری کوئی گہرائی بھی ہو گی
دریا کی طرح خود میں اتر کیوں نہیں جاتا

لازم ہے کہ جاگے کبھی بچے کی طرح بھی
یہ شہر کسی خواب سے ڈر کیوں نہیں جاتا

ملبے سے نکل آتا ہے آسیب کی مانند
لوگوں کی طرح خوف بھی مر کیوں نہیں جاتا

Scanned by CamScanner

اس کنج میں مدت سے بہار آئی نہیں ہے
یہ باغ مری آنکھ میں بھر کیوں نہیں جاتا

یہ بھید بھی کھلنے نہ دیا در بدری نے
گھر کے لیے جاتا ہوں تو گھر کیوں نہیں جاتا

ملبوس سے کیوں منتِ یکجائی ہے تابشؔ
میں ٹوٹ چکا ہوں تو بکھر کیوں نہیں جاتا

Scanned by CamScanner

○

طلوعِ ہجر کی بستی میں چاند سا نکلے
کبھی تو گھر سے مرا یارِ کم نما نکلے

میں کیا کروں کہ مجھے بولنے کی عادت ہے
خدا کرے نہ مرے دل سے مدعا نکلے

یہ دل کہ ڈوبنے لگتا ہے دیکھ کر اس کو
یہ ناؤ ساحلِ رسوائی پر نہ جا نکلے

بلند ہو کے بھی پہنچے نہ آسمانوں تک
یہاں کے سارے شجر دستِ بے دعا نکلے

Scanned by CamScanner

○

گزشتہ امتوں کی انتہا سے ڈر نہیں لگتا
''یہ کیسے لوگ ہیں جن کو خدا سے ڈر نہیں لگتا''

Scanned by CamScanner

○

جمالِ یار کی مشعل اٹھا کے دیکھتے ہیں
نہ جانے کون کہاں ہے' یہ جا کے دیکھتے ہیں

کسی کی راہ میں پتے بچھا رہا ہے کوئی
شجر کی اوٹ سے جھونکے ہوا کے دیکھتے ہیں

سسک رہی ہے اگر بات لفظ کے نیچے
تو ایسا کرتے ہیں پتھر ہٹا کے دیکھتے ہیں

جو کھو گیا تھا بہرحال ڈھونڈنا ہے اسے
نہیں چراغ تو خیمہ جلا کے دیکھتے ہیں

انا رہے گی ہماری مگر بھرم اس کا
اسی کے لہجے میں اس کو بلا کے دیکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

اس کو جا کر دیکھنا مصرف تو حیرانی کا ہے
میرے ساتھ اک مسئلہ میری تن آسانی کا ہے

Scanned by CamScanner

○

کبھی نیندیں کبھی آنکھوں میں پانی بھیج دیتا ہے
وہ خود آتا نہیں اپنی نشانی بھیج دیتا ہے

بناتا ہے وہ کاغذ پر شجر اور بعد ازاں ان کو
مری جانب برائے باغبانی بھیج دیتا ہے

کسی کو سر اٹھانے کی بھی فرصت کیوں میسر ہو
وہ ہر سر کے مطابق سرگرانی بھیج دیتا ہے

میں جب متروک ہوتا ہوں پرانے لفظ کی صورت
مجھے تابشؔ کوئی تازہ معانی بھیج دیتا ہے

Scanned by CamScanner

○

دباؤ جھیلنے والے دباؤ میں نہیں آتے
شکستہ بادبانوں کو ہوا سے ڈر نہیں لگتا

Scanned by CamScanner

○

شامِ سفر کی حد پہ تھے دن رات کی طرح
ہم بھی کبھی ملے تھے تضادات کی طرح

تو نے تو اپنے ساتھ مجھے بھی بدل دیا
میں تو نہیں تھا تیرے خیالات کی طرح

یہ پیڑ بھی عجیب ہیں ہنستے نہیں کبھی
پھولوں کو ضبط کرتے ہیں جذبات کی طرح

سورج کے سائباں میں کوئی چھید پڑ گیا
اب روشنی بھی ہوتی ہے برسات کی طرح

Scanned by CamScanner

شہروں سے تنگ اور ہم آہنگ بھی بہت
بالکل یہ کنجِ دل ہے مضافات کی طرح

یہ بھی جمالِ یار کا احسان کم نہیں
ہم پر اثر کیا نہیں حالات کی طرح

یوں ہی سا ایک چہرہ کہ دیکھا تھا سرسری
اب کھل رہا ہے مجھ پہ کرامات کی طرح

بازار جا کے بھی نہ بھلا پایا میں اسے
یاد آیا وہ مجھے مری اوقات کی طرح

Scanned by CamScanner

○

تو جو ہر بات پہ دیتا ہے پرندوں کی مثال
اس کا مطلب ہے ترے شہر سے ہجرت کیجے

Scanned by CamScanner

○

کہیں رستے میں پھینک آئے ہیں اپنی مشعلیں ہم لوگ
ہوا کے سامنے ہیں اور ہوا سے ڈر نہیں لگتا

Scanned by CamScanner

○

سنہرے خواب بنے، خاک سے تباہ کیا
یہ کام سیر کا ہم نے مثالِ ماہ کیا

وہی گھڑی تھی سفر میں قیام کرنے کی
ترے خیال نے جب ہم کو گردِ راہ کیا

اسی زمین پہ ٹوٹے ہیں آسمان بہت
اسی زمین نے افلاک سے نباہ کیا

جبینِ شوق سے سجدے ٹپکنے والے تھے
سو ہم نے اپنے ہی قدموں کو بارگاہ کیا

Scanned by CamScanner

اور اب نگاہ میں جس کو چھپائے پھرتا ہوں
اسی چراغ نے ہر آئینہ سیاہ کیا

اسی لیے ہے کھنڈر پر گمانِ بام و در
جو گھر بنا ہی نہیں تھا اسے تباہ کیا

اگرچہ زندہ رہے عشق کے تسلسل میں
مگر یہ کام طبیعت نے گاہ گاہ کیا

Scanned by CamScanner

○

چمکے گا شجر پر نہ مرے گھر میں رہے گا
وہ چاند ہے اور چاند سمندر میں رہے گا

اب سانپ کے مانند مرے پیچھے پڑا ہے
شب کو یہی سایہ مرے پیکر میں رہے گا

خواہش کو غذا رزق بہم کرتا ہے دل میں
لگتا ہے یہ کیڑا اسی پتھر میں رہے گا

آئے ہیں تو سستا کے چلے جائیں گے پنچھی
وہ پیڑ اسی طرح اسی گھر میں رہے گا

Scanned by CamScanner

تارے بھی تو محور سے نکل جاتے ہیں پیارے
آخر کوئی کب تک ترے چکر میں رہے گا

یہ عشق بھی رہتا نہیں لگتا مجھے تابشؔ
سر چڑھ کے جو بولے وہ کہاں سر میں رہے گا

Scanned by CamScanner

واپسی

یہ بارہ سال پہلے کی کہانی ہے
کہ جب سرسوں کی گندل تھا بدن میرا
ہوا مجھ کو کھلاتی تھی
مجھے چرخے کی گھوکر ہی سے گہری نیند آتی تھی
دہن میں شیرِ مادر کی مہک کے آخری دن تھے
:وانی جھلملاتی تھی
مری آنکھیں، مرے ہاتھوں، میرے پیروں میں بوسے تھے
مری ماں مسکراتی تھی

یہ بارہ سال پہلے کی کہانی ہے
میں اپنے آپ میں رہتا تھا جیسے پھول میں خوشبو

Scanned by CamScanner

مجھے اک نام جو گڑ کی طرح میٹھا تھا اب بھی ہے
اس کی شکریں چھب میں
کہانی لو بڑھاتی تھی

یہ بارہ سال پہلے کی کہانی ہے
میں ہاتھوں سے گرا حرفِ دعا بن کر
مگر بوسوں بھری شفقت تسلی ڈھونڈ لاتی تھی
نہ میں سرسوں کی گندل تھا
نہ مجھ کو نیند آتی تھی
عجب سی بے ثباتی تھی
پھر اک دن بے گھری مجھ کو مرے گھر سے نکال آئی
کہ جیسے آنکھ سے آنسو نکل کر پھر نہیں آتا
تجھے تو سب خبر ہو گی
مجھے ملکِ جنوں میراث میں دے کر کوئی واپس پلٹ آیا
وہاں کی جاگتی راتیں
سرِ خامہ اترتی نیند کی گھاتیں
وہ دفتر میں پڑے پتھر کی لب سے پھوٹتی باتیں
نہ میں سرسوں کی گندل تھا

Scanned by CamScanner

نہ اب چرخے کی گھوکر تھی کہ مجھ کو نیند آ جاتی
پری مجھ کو ڈرا جاتی

یہ بارہ روز پہلے کی کہانی ہے
مجھے گاڑی نے اسٹیشن پہ لا پھینکا
تو میرا شہر ہی گم تھا
مری پہچان ہی گم تھی
مرے دکھ سے بھرا تانگہ گیا جب ریلوے بازار کی جانب
مرا گھر بھی مرے بچپن کی صورت
گردِ گزراں میں کہیں گم تھا
پھر اک شہتوت کی چھاؤں سے پوچھا اپنے بارے میں
پھر اک بے عمر پنواڑی کا شکنوں سے بھرا چہرہ
کسی سیّاح کے نقشے کی صورت کھل گیا مجھ پر
نہ اس میں میرا بچپن تھا
نہ میرے خانہ زادوں کی نشانی تھی
پھر اک دکّان پر لٹکی ہوئی تصویر سے پوچھا
تجھے تو سب خبر ہوگی
یہاں عباس تابش نام کا اک شخص رہتا تھا

Scanned by CamScanner

کہاں ہے وہ
نہ اب سرسوں کی گندل ہے
نہ وہ چرخے کی گھوکر ہے
مگر اب بند دروازے پہ دھندلے نام کی تختی
مرے گھر کی نشانی ہے
یہ میری آج کے دن کی کہانی ہے

Scanned by CamScanner

جی۔ سی میں نینا کے ساتھ پہلا دن

پہلا دن ہے
کالج کی آبادسرا میں یہ پہلا دن ہے
اوول میں پھولوں کی پلٹن دھوپ کی کلیاں چنتی ہے
اور سرخ پرندہ ٹاور کی چوٹی سے گیت گراتا ہے
تو بھی خوشی کے پاگل پن سے باہر آ......او پاگل تتلی
دیکھ چمکتے پھولوں کی لب بوسی پر
وہ پاس ہی رکھے بینچ پہ بیٹھی نینا پر
اور اس کے پاس کھڑے اک آدم زاد کی بجھی بجھی پیشانی پر

یہ پہلا دن ہے
آؤ نینا
پہلے دن کی ہری بھری ویرانی میں
کچھ پھول کھلائیں جاگنے والی آنکھوں جیسے

آؤ نینا

Scanned by CamScanner

بوڑھی ماں کے دل جیسے کمروں میں بیٹھیں
کمرے......جن میں عمریں ٹھہر گئی ہیں
عمریں......جن کے جسموں میں صندل کی
خوشبو رچی ہوئی ہے
خوشبو......جس سے وصل کے لمحے جڑے ہوئے ہیں
لمحے......جن کے سمٹاوے کا پہلا دن ہے
آؤ نینا
پہلے دن کے باغیچے میں تتلی پکڑیں
خوشبو ڈھونڈیں
پہلے دن کے لہجے میں ہم
پطرس کو آوازیں دیں
اس دن کی کڑی اداسی ہنستے دکھ کی بھینٹ چڑھائیں
کالج کی کینٹین پہ جائیں
چائے کی پیالی میں بچپن کا چہرہ دیکھیں
یاد کریں وہ دن جب ہم بھی پھولوں جیسی چھب رکھتے تھے
آؤ نینا
اس سے پہلے
ٹاور پر بیٹھا یہ سرخ پرندہ اڑ جائے

Scanned by CamScanner

ہم آج کے دن کا اک اک لمحہ
تین سو پینسٹھ دنوں کے خالی کشکولوں میں بھر دیں
آ ؤ نینا
ٹاور کے گھڑیال کی سوئی
سرخ پرندے کی منقار ہوئی جاتی ہے
اس سے قبل کہ لمحے چوگا بن جائیں
ہم کالج کے آباد سرا میں
پہلے دن کی خوشی سے پاگل ہو جائیں

Scanned by CamScanner

پرندوں اور درختوں کا ہمزاد

(عدنان بیگ کے لیے)

پرندوں کی زباں تم جانتے ہو
درختوں سے تمہاری دوستی ہے
محبت نے تمہیں عورت کے دل سے لے کے دنیا تک
برش سے الجھنوں میں رنگ بھرنے
موقلم سے زخم لکھنے اور یاروں میں اداسی کا نیا مفہوم دے کر
نظم کہنے کا سلیقہ دے دیا ہے
تمہارے لفظ سچے ہیں
کسی عورت کی آنکھوں میں جھلکتی خواہشوں جیسے
زمینوں سے زمانوں تک
کسی تصویر میں ٹھہرے خیالوں سے پرندوں کی اڑانوں تک
تمہارے لفظ سچے ہیں
تمہارے رنگ گہرے ہیں

Scanned by CamScanner

مرے دل کی طرح ان سے کئی معنی نکلتے ہیں
درخت ان کو سمجھتے ہیں
تمہارے رنگ گہرے ہیں
مگر سب پر تمہارا رنگ غالب ہے
پکاسو کی طرح تم اپنی تصویروں سے آگے ہو
مگر یہ دکھ کہاں تم جانتے ہو
یہاں کی سرد بازاری سے باہر
تم کسی عورت کے دل سے شہریت لے کر
مجھے نظمیں سناتے ہو
کہ میں بھی اک شجر ہوں، اک پرندہ ہوں
درختوں سے تمہاری دوستی ہے
پرندوں کی زباں تم جانتے ہو

Scanned by CamScanner

اداسی کی بے معنویت پر ایک نظم

اداسی تیرا دل ہوتی
تو پھر میں اس میں گھر کرتا
کوئی دن یوں بسر کرتا

اداسی تیرے لب ہوتی
تو بڑھ کر چوم لیتا میں
اور ان کو اپنی تلخی کی خبر کرتا
کوئی دن یوں بسر کرتا

اداسی آسماں ہوتی
تو میں تیری طرح اس پر نظر کرتا
کوئی دن یوں بسر کرتا

Scanned by CamScanner

اداسی ریت ہوتی تو
میں سورج کی طرح اس پر سفر کرتا
کوئی دن یوں بسر کرتا

اداسی شامِ غم ہوتی
تو میں بھی تیرے ہونٹوں سے ادا ہو کر
درختوں میں سفر کرتا
یہی کچھ عمر بھر کرتا

Scanned by CamScanner

○

محبت کا مرض تو اس نے لاحق کر دیا ہم کو
مگر حسبِ ضرورت مبتلا ہونے نہیں دیتا

Scanned by CamScanner

برگد سے دشمنی کا موسم

تو یوں ہے کہانی مری
میں اکیلا رہا دل کے ہوتے ہوئے
میرا دل جیسے برگد کے نیچے کسی سلطنت کا
تہی تخت شہزادۂ بے یقیں ہو
نہ سر پر فلک
اور نہ پاؤں کے نیچے کھسکتی زمیں ہو
اور اس پر ستم یہ زمانہ لہو سے بھری آستیں ہو
تو ایسے میں برگد سے پیوند ہوتی ہوئی ہڈیوں کی طرح
میں نے سوچا بہت..........
سال و سن مجھ پہ مٹی کی صورت گرے
اور اب گلبدن یہ کہانی مجھے
حرف و معنی میں دیوار سی لگ رہی ہے
مگر یہ ابھی طے نہیں ہے

Scanned by CamScanner

کہ تم حرف ہو اور معنی مرا خواب ہے

کہاں ہو...... مرے گلبدن تم کہاں ہو

تمہاری محبت میں برگد کو چھوڑ آیا ہوں

تم کہاں ہو...... مرے پاس آؤ

کہ میں نے زرہ خواب کی پہن لی

ایک لمحے کے اندر کئی مورچہ بند لمحوں سے

میری تھکن لڑ رہی ہے

مرے پاس آؤ

کہ ہم اپنے دشمن کو تنہائی کے خوف سے مار دیں

میں نے تنہائی کا تجزیہ کر لیا ہے

میں تنہا رہا ہوں

زمانے کے برگد کے نیچے

مگر گلبدن تم نہیں جانتے

جو اکیلا رہا وہ خدا بن گیا

اور میں تو فقط ''لا'' کے قدموں تلے پس رہا ہوں

مجھے یاد ہے ایک میں تھا

مرے دل میں عورت بھی تھی

Scanned by CamScanner

اور بوئے گنہ بھی مری پوٹلی میں بندھی تھی

مرا حرفِ کن

ایک بے دھار خنجر کے مانند میری ہی گردن پہ تھا

ایسی تنہائی تھی

آدمی بھی نہ تھا میں خدا بھی نہ تھا

اور پھر ایک دن

میری خواہش نے تتلی بنا کر اڑایا مجھے

کیوں اڑایا مجھے...... یہ ابھی گلبدن تم نہیں جانتے

تم نہیں جانتے

کیوں مرا خون قالین کی طرح مٹی پہ ڈالا گیا

کیوں سیاہی سے میرے بدن پر مرے جرم لکھے گئے

کیوں کسی مورچہ بند لمحے کے پیکر سے لمحے نکلتے رہے

تم نہیں جانتے

کیوں مرے خواب اونٹوں کے ہونٹوں کی صورت

لٹکتے رہے اور گرے تک نہیں

اس میں کچھ شک نہیں...... تم نہیں جانتے

تم مرے پاس آؤ

Scanned by CamScanner

کہ میں اب خدا بھی نہیں آدمی بھی نہیں
میں تمہاری محبت میں برگد کو چھوڑ آیا ہوں
میں نے تنہائی کا تجزیہ کرلیا ہے
مرے پاس آؤ
کہ ہم اپنے دشمن کو تنہائی کے خوف سے ماردیں

Scanned by CamScanner

محبت فقط لفظ ہے

کیا تجھے یاد ہے
تو نے مجھ سے کہا تھا
محبت فقط لفظ ہے اس کے معنی نہیں

کیا تجھے یاد ہے
میں کہ تیرے لیے کچھ نہ تھا
اب بھی تیرے لیے کچھ نہیں ہوں
مگر ایک بوسیدہ اجرک (جسے ہم زمیں جانتے ہیں) پہ
کھلتی ہوئی شام سی
چاندنی روتے مہتاب کی چاندنی اور بس!

ہاں مجھے یاد ہے
تو نے جس شخص کے خواب دیکھے، سنائے مجھے

Scanned by CamScanner

میں کہ تیرے لیے ''راجہ گدھ'' بھی نہ تھا
پھر بھی اچھے لگے
تیرے دیکھے ہوئے خواب اچھے لگے
''اس'' کی باتیں ترے ساتھ کرتے رہے
دن گزرتے رہے
''اس'' کی باتیں ترے بعد بھی خود سے کیں
لیکن اس بات کو مدتیں ہو گئیں

یہ تری کوکھ اور آنکھ خالی ہے کیوں؟
تو نے سوچا کبھی؟
تو نے مجھ سے کہا تھا
محبت فقط لفظ ہے اس کے معنی نہیں
سو محبت کا نشہ تری شاخِ جاں پر نہیں کھل سکا
اور محبت کا معنی تھا ''بیٹا''
جو تجھ کو کہیں سے نہیں مل سکا

Scanned by CamScanner

کھوئی ہوئی نظم کی یاد میں

کبھی بچپن میں
بھیگی ریت سے میں نے
بنایا تھا گھروندا اور پہلی نظم لکھی تھی
سنانا چاہتا تھا میں تمہیں شاید......
مگر شاید......

اب آئے ہو
کہ جب وہ نظم اور شاعر......
جہاں بھی ہوں
کسی کو مل نہیں سکتے
گزرتا وقت' پانی اور نظمیں ایک ہی منزل کو
جاتے ہیں
ملاؤ تم ہتھیلی سے ہتھیلی

Scanned by CamScanner

اور دعا مانگیں

خداوندا! بہت دن ہو گئے

صحرائے دنیا پر کوئی بارش نہیں اتری

کئی گم گشتہ بچپن ریت سے

اپنا تعلق توڑ بیٹھے ہیں

نہ کوئی نظم ہوتی ہے

نہ پانی اور نظمیں وقت کے دھارے میں بہتے ہیں

یہ بچپن ۔کتنے برسوں بعد آیا ہے

اگر بارش بھی آ جائے

میں بھیگی ریت پر اک نظم لکھوں

جو کہ تم ہو

اور میں بھی ہوں

Scanned by CamScanner

قمر بشیر کا نوحہ

میں پاک ٹی ہاؤس لاہور میں بیٹھا تھا جب عزیز دوست اور خوبصورت شاعر قمر بشیر کی حادثاتی موت کی خبر ملی۔ عدنان بیگ اور میں اس کا انتظار کرتے رہے کہ شاید وہ زندہ ہو اور کہیں سے آ جائے۔ اس کے انتظار میں ظاہر ہونے والی بے یقینی سے یہ نظم شروع ہوئی۔ جو اس کے لوٹ آنے کی امید پر ختم ہوتی ہے چونکہ عدنان سے گفتگو نظم کا رخ اختیار کر گئی تھی اس لیے میں نے یہاں مکالمے کا انداز برقرار رکھا ہے۔

زندگی میں بھی وہ موت کی طرح بے باک تھا
جب مری بات اچھی نہ لگتی اسے
مجھ سے کہتا ''مرے سامنے جھوٹ بولو نہیں''
یار عدنان! وہ کس طرح مر گیا
حادثے کی خبر اہلِ کنعان ہی لے کے آئے نہ ہوں
کس طرح مان لوں

جس کو شاخوں پہ رہنا گوارا نہ تھا
ریل کی بانجھ پٹڑی پہ وہ کھل اٹھا
کس طرح مان لوں
یارعدنان !وہ کس طرح مر گیا
تازہ اخبار میں اس کی تصویر کے ساتھ جھوٹی خبر
کہیں سچی نہ ہو
یوں نہ ہو وہ کہیں بیٹھا تازہ غزل کہہ رہا ہو
ہمارے لیے کھانے پینے کا سامان لینے گیا ہو
وہ آئے تو قہوہ بنائے
ہمیں جرعہ جرعہ پلائے
لطیفے سنائے ہمیں بھی ہنسائے
اگر وہ کہیں رو رہا ہے تو آ کر ہمیں بھی رلائے
اس کی شب گاہ میں
رتجگے، سسکیاں اور کچھ بھی نہیں
اس کے ٹیبل پہ رکھی کتابیں اسے یاد کرنے میں مصروف ہیں
ان سلے کپڑے درزی کی دکّان پر منتظر ہی رہے
اور وہ آیا نہیں !
یارعدنان وہ کس طرح مر گیا

Scanned by CamScanner

مجھ کو یوں لگ رہا ہے
ابھی وہ کہیں سے نمودار ہو گا
اٹھائے گا یا نہیں، لگائے گا نعرہ کہ میں آ گیا
اپنے مرنے کی سچی خبر سن کے بولے گا
میں تم سے کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں
مرے سامنے جھوٹ بولو نہیں

Scanned by CamScanner

شجر سے اترتی ہوئی ایک نظم

مجھے اِک نظم لکھنی ہے
طلوعِ شام سے پہلے
نگر سے دور جنگل کی اداسی پر
ہوا کی بے لباسی پر
ہمکتے مور کے قدموں میں بکھرے آنسوؤں پر
نظم لکھنی ہے
مجھے مصرعہ بنانا ہے
کہ جیسے ڈار کونجوں کی فلک کے خالی کاغذ پر
کہ جیسے اشک بستہ ساعتیں
آنکھوں سے صف باندھے نکلتی ہیں
طلوعِ شام سے پہلے

Scanned by CamScanner

بدن دیمک زدہ لاٹھی
سماعت ملتجی آواز کے در پر
کہاں مہتاب کی زردی نیا کینوس بناتی ہے
سرِ شکِ خوں کا خامہ بھی تہی خط ہے
کہاں سے زاویہ کھینچوں
کہاں زنجیرِ بست ودر میں مصرعے قید ہوتے ہیں
کوئی حلقہ نہیں ملتا
تماشا سطرِ خستہ کا لہو میں گونج اٹھا ہے
سن اے آوازِ بے مسکن
طلوعِ خواب سے پہلے
مجھے اک نظم لکھنی ہے
کبھی بدلی سجل الفاظ کی کشمش گرائے گی
مرا خامہ کوئی نوزائیدہ بچہ ہے چڑیا کا
عجب بے رزق موسم ہے
اسے چوگا نہیں ملتا
مرے الفاظ بے موسم پرندوں کی طرح شاخوں پہ بیٹھے ہیں
نہ وہ منقار زیرِ پر
نہ گیتوں سے بھری چونچیں مرے دل میں چبھوتے ہیں

Scanned by CamScanner

سوادِ شب بھی حسرت ہے
مرے اظہار کی حسرت!
سرِ مہتاب بدلی میں مرے مصرعے چمکتے ہیں
مگر میری حدِ تحریر سے باہر
نہ جانے کون نادیدہ فرشتوں کے پروں پر نظم لکھتا ہے
سن اے آوازِ بے مسکن
مجھے الفاظ سے بھر دے
مجھے اک نظم لکھنی ہے
سجل لفظوں کی کشمش سے
سوادِ شب کی کڑواہٹ پہ میٹھی نظم لکھنی ہے
طلوعِ خواب سے پہلے
چلو نینا
شجر کے پاس جا کر تالیاں پیٹیں
پرندے جب اڑیں گے تو زمیں پر نظم اترے گی

Scanned by CamScanner

وہ ہنستی ہے تو اس کے ہاتھ روتے ہیں

کسی کے بعد

اپنے ہاتھوں کی بدصورتی میں کھوگئی ہے وہ

مجھے کہتی ہے ''تابشؔ! تم نے دیکھا میرے ہاتھوں کو

برے ہیں ناں؟

اگر یہ خوبصورت تھے تو ان میں کوئی بوسہ کیوں نہیں ٹھہرا''

عجب لڑکی ہے

پورے جسم سے کٹ کر فقط ہاتھوں میں زندہ ہے

صراحی دار گردن، نرم ہونٹوں، تیز نظروں سے وہ بدظن ہے

کہ ان اپنوں نے ہی اس کو سرِ بازار پھینکا تھا

کبھی آنکھوں میں ڈوبی

اور کبھی بستر پہ سلوٹ کی طرح ابھری

عجب لڑکی ہے

خود کو ڈھونڈتی ہے

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں

جہاں وہ تھی نہ ہے، آئندہ بھی شاید نہیں ہوگی

Scanned by CamScanner

وہ جب انگلی گھما کر
فیض کی نظمیں سناتی ہے
تو اس کے ہاتھ سے پورے بدن کا دکھ جھلکتا ہے
وہ ہنستی ہے تو اس کے ہاتھ روتے ہیں
عجب لڑکی ہے
پورے جسم سے کٹ کر فقط ہاتھوں میں زندہ ہے
مجھے کہتی ہے ''تابشؔ! تم نے دیکھا میرے ہاتھوں کو
برے ہیں ناں؟''
میں شاید گر چکا ہوں اپنی نظروں سے
میں چھپنا چاہتا ہوں اس کے تھیلے میں
جہاں سگریٹ ہیں، ماچس ہے
جو اس کا حال، ماضی اور مستقبل!

عجب لڑکی ہے
آئے تو خوشی کی طرح آتی ہے
اسے مجھ سے محبت ہے
کہ شاید مجھ میں بھی بدصورتی ہے اس کے ہاتھوں کی!

Scanned by CamScanner

نارسائی کے ساحلوں پر مکاشفہ

سمندر کو معلوم ہے میں بھی ہمراہ اس کے تجسس بھری کشتیوں کی
طرح اپنے موہوم کی سرزمینوں کی جانب گیا تھا۔ طلسمی جزیرے'
جزیروں سے اٹھتا دھواں اور دھویں میں نہاں اک جہاں' اس
جہاں میں کہیں' محلکوں کے دریچوں میں بیٹھی حسینائیں۔ لیکن
سمندر مرے ساتھ جا کر بھی مجھ سے رہا۔ اس کو اپنے جزیروں کی
شاید خبر ہی نہیں تھی۔ میں پانی تھا میری جڑیں میرے اندر رہیں
پانیوں کا سفر کیا؟ تجسس ہی آغاز ہے اور تجسس ہی انجام ہے۔
اس کے بعد ایک برگد بھری شام ہے

آج کیوں سوچتا ہوں کہ میں بوڑھا برگد نہیں ورنہ بستی سے باہر
تھکے ہارے لوگوں کی رہ دیکھتا' میری چھاؤں میں دو دل محبت کا
پیمان کرتے وہ کہتا ''تمہارے لیے ہے یہ نٹ کھٹ جوانی'' وہ
کہتی مجھے جانے دے ''میری گاگر کی رہ دیکھتا ہوگا پنگھٹ کا
پانی''، مسلسل ملاقاتیں اور ایک لمبی کہانی

Scanned by CamScanner

آج کیوں سوچتا ہوں کہ میں میٹھے پانی کا چشمہ نہیں، گاؤں کے لوگ میری طرف اپنے کورے گھڑے لے کر آتے۔ مسافر محبت کے ارماں بڑے لے کے آتے۔ وہ کہتا کہ پہلے مجھے...... اس کے بعد آنسوؤں کی روانی ...... مسلسل ملاقاتیں اور ایک لمبی کہانی۔

مجھے گاؤں کے لوگ ہی جانتے ہیں نہ میری شناسائی برگد بھری شام سے، شام ہے اور سورج کی گاگر سمندر سے بچہ کوئی بھر رہا ہے۔ یہاں میں بھی آیا ہوں اپنی کسی کام۔

Scanned by CamScanner

مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

Scanned by CamScanner

دُکھ سکھ کی ساتھی

سعدی

کے نام

Scanned by CamScanner

○

پانی آنکھ میں بھر کر لایا جا سکتا ہے
اب بھی جلتا شہر بچایا جا سکتا ہے

ایک محبت اور وہ بھی ناکام محبت
لیکن اس سے کام چلایا جا سکتا ہے

دل پر پانی پینے آتی ہیں امیدیں
اس چشمے میں زہر ملایا جا سکتا ہے

مجھ گمنام سے پوچھتے ہیں فرہاد و مجنوں
عشق میں کتنا نام کمایا جا سکتا ہے

Scanned by CamScanner

یہ مہتاب یہ رات کی پیشانی کا گھاؤ
ایسا زخم تو دل پر کھایا جا سکتا ہے

پھٹا پرانا خواب ہے میرا پھر بھی تابشؔ
اس میں اپنا آپ چھپایا جا سکتا ہے

Scanned by CamScanner

○

آنکھ لگتے ہی مری نیند اڑانے لگ جائیں
خواب چڑیوں کی طرح شور مچانے لگ جائیں

ہم کہ گہرائی میں بہتے ہیں سمندر کی طرح
جانے کس وقت تری سطح پہ آنے لگ جائیں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف-23.02.2020

یہ بھی ممکن ہے کوئی روکنے والا ہی نہ ہو
یہ بھی ممکن ہے یہاں مجھ کو زمانے لگ جائیں

اسی امید پہ گزرے کئی موسم خالی
شاید اس بار شجر بُور اٹھانے لگ جائیں

Scanned by CamScanner

دیکھ اے حسنِ فراواں ! یہ بہت ممکن ہے
میرا دل تک نہ لگے تیرے خزانے لگ جائیں

کارِ دنیا بھی عجب ہے کہ مرے گھر والے
دن نکلتے ہی مری خیر منانے لگ جائیں

Scanned by CamScanner

○

دہکتے دن میں عجب لطف اٹھایا کرتا تھا
میں اپنے ہاتھ کا تتلی پہ سایہ کرتا تھا

اگر میں پوچھتا بادل کدھر کو جاتے ہیں
جواب میں کوئی آنسو بہایا کرتا تھا

یہ چاند ضعف سے جس کی زباں نہیں کھلتی
کبھی یہ چاند کہانی سنایا کرتا تھا

میں اپنی ٹوٹتی آواز گانٹھنے کے لیے
کہیں سے لفظ کا پیوند لایا کرتا تھا

Scanned by CamScanner

عجیب حسرتِ پرواز مجھ میں ہوتی تھی
میں کاپیوں میں پرندے بنایا کرتا تھا

تلاشِ رزق میں بھٹکے ہوئے پرندوں کو
میں جیب خرچ سے دانہ کھلایا کرتا تھا

ہمارے گھر کے قریب ایک جھیل ہوتی تھی
اور اس میں شام کو سورج نہایا کرتا تھا

یہ زندگی تو مجھے تیرے پاس لے آئی
یہ راستہ تو کہیں اور جایا کرتا تھا

Scanned by CamScanner

○

عشق کی جوت جگانے میں بڑی دیر لگی
سائے سے دھوپ بنانے میں بڑی دیر لگی

میں ہوں اس شہر میں تاخیر سے آیا ہوا شخص
مجھ کو اک اور زمانے میں بڑی دیر لگی

یہ جو مجھ پہ کسی اپنے کا گماں ہوتا ہے
مجھ کو ایسا نظر آنے میں بڑی دیر لگی

اک صدا آئی جھروکے سے کہ تم کیسے ہو
پھر مجھے لوٹ کے جانے میں بڑی دیر لگی

Scanned by CamScanner

بولتا ہوں تو مرے ہونٹ جھلس جاتے ہیں
اس کو یہ بات بتانے میں بڑی دیر لگی

میرے عرصے میں کوئی سہل نہ تھا کارِ سخن
ایک دو شعر کمانے میں بڑی دیر لگی

مَیں سرِ خاک کوئی پیڑ نہیں تھا تابشؔ
اس لیے پاؤں جمانے میں بڑی دیر لگی

Scanned by CamScanner

○

اشک نکلے ہیں تعاقب کا بہانہ کر کے
کوئی گھر میں نہ رہا اس کو روانہ کر کے

ورنہ ہم لوگ کہاں عشق میں برباد ہوئے
اپنی عزت تو ہے مجنوں کا گھرانہ کر کے

کتنے مجبور ہیں ہم لوگ انا کے ہاتھوں
عشق کرتے ہیں کوئی اور بہانہ کر کے

تو نہیں جانتا غالبؔ کے طرفداروں کو
جا تجھے چھوڑ دیا ہم نے یگانہؔ کر کے

Scanned by CamScanner

○

لفظوں سے چھاؤں وضع کی سطروں کو سائباں کیا
جیسے بھی ہو سکا بسر وقتِ زوالِ جاں کیا

دل کو کسی کا سامنا کرنے کی بتاب ہی نہ تھی
اچھا کیا کہ آنکھ نے آنسو کو درمیاں کیا

جتنا میں اپنے پاس تھا اتنا میں اپنے پاس ہوں
باقی کا اس سے پوچھئے اس نے مجھے کہاں کیا

جس پہ خفا ہوئے ہو تم، تم نے سمجھائی تھی وہ بات
میرا بس اتنا دوش ہے، میں نے اسے بیاں کیا

Scanned by CamScanner

○

جب انتظار کے لمحے پگھلنے لگتے ہیں
گلی کے لوگ مرے دل پہ چلنے لگتے ہیں

میں اس لیے بھی پرندوں سے دور بھاگتا ہوں
کہ ان میں رہ کے مرے پر نکلنے لگتے ہیں

کبھی کبھی کسی بچّے کی روح آتی ہے
کبھی کبھی مرے گھر گیند اچھلنے لگتے ہیں

عجیب پیڑ ہیں ان کو حیا نہیں آتی
ہمارے سامنے کپڑے بدلنے لگتے ہیں

Scanned by CamScanner

وہ ہاتھ ہاتھ میں آنے کی دیر ہوتی ہے
ستارے اور کسی رخ پہ چلنے لگتے ہیں

جب آسمان پہ تابش دھنک ابھرتی ہے
ہم اپنے ساتھ چھتوں پر ٹہلنے لگتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

جہانِ مرگِ صدا میں اک اور سلسلہ ختم ہو گیا ہے
کلام یعنی خدا کا ہم سے مکالمہ ختم ہو گیا ہے

ہمیں تو بس یہ پتہ چلا تھا کہ اونٹوں والے چلے گئے ہیں
کسی کو اس کی خبر نہیں جو معاملہ ختم ہو گیا ہے

نہ تتلیوں جیسی دوپہر ہے نہ اب وہ سورج گلاب جیسا
جسے محبت کہا گیا وہ مغالطہ ختم ہو گیا ہے

تمہاری باتوں کے جن پہ شہتوت جھڑ رہے ہوں وہی بتائیں
کہ تلخ آباد میں ہمارا تو ذائقہ ختم ہو گیا ہے

ہماری آنکھوں سے خواب و خس کے تمام پشتے ہٹائے جائیں
ہمارا ناراض پانیوں سے معاہدہ ختم ہو گیا ہے

اب اس لیے بھی ہمیں محبت کو طول دینا پڑے گا تابشؔ
کسی نے پوچھا تو کیا کہیں گے کہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے

Scanned by CamScanner

○

شاخ پر پھول، فلک پر کوئی تارا بھی نہیں
میں بھی تنہا ہوں بہت کوئی تمہارا بھی نہیں

ایک تو مڑ کے نہ جانے کی اذیت تھی بہت
اور اس پر یہ ستم کوئی پکارا بھی نہیں

کہہ رہا تھا کہ محبت میں تکلم کیسا
میں جو چونکا تو کہا اذنِ اشارا بھی نہیں

عمرِ مابعد اگر تیرے علاوہ کچھ ہے
پھر تو میں اب بھی نہیں اور دوبارا بھی نہیں

Scanned by CamScanner

○

اک پرندے نے مجھے اب یہ نصیحت کی ہے
لوٹ کر آیا نہیں جس نے بھی ہجرت کی ہے

ایک بے کار تمنا کو لگا کے دل پر
ہم نے ٹوٹے ہوئے حجرے کی مرمت کی ہے

عہد فرصت تھا ہمیں موت کے وقفے کی طرح
ہم نے اس میں بھی محبت ہی محبت کی ہے

چھوٹی اینٹوں سے بنایا ہوا یہ حجرۂ دل
گزرے وقتوں میں یہاں کس نے سکونت کی ہے

قیس و فرہاد کو لے بیٹھی ہے دنیا تابشؔ
یہ نہیں سوچتی ہم نے بھی محبت کی ہے

Scanned by CamScanner

○

میں ذرّہ ہوں کہ نا ذرّہ، بہت ہوں
ابھی اپنے لیے اتنا بہت ہوں

بتاتے ہیں مجھے میرے بہی خواہ
جہاں ہوتا نہیں، ہوتا بہت ہوں

مرا بھی مسئلہ ہے لفظ جیسا
بظاہر کم ہوں، در پردہ بہت ہوں

یہاں جو ہیں نہیں ہیں اس قدر بھی
غنیمت ہے کہ میں تھوڑا بہت ہوں

Scanned by CamScanner

ترے ہوتے تو اندازہ نہ ہو گا
میں کتنا کم ہوں اور کتنا بہت ہوں

بھرم بھی رکھ مرا ربِ فضیلت
بنا بھی دے اگر بنتا بہت ہوں

Scanned by CamScanner

○

اگر یہاں کوئی چشمہ کبھو نکلتا ہے
بجائے آب زمیں سے لہو نکلتا ہے

ترا خیال کہ کم کم نمود ہے جس کی
اگر نکلنے لگے چار سو نکلتا ہے

کھلا ہوا ہے درِ خواب خس کدے کی طرف
اور اس سے روز کوئی شعلہ رُو نکلتا ہے

ترے سوا تو مری ذات میں نہ تھا کوئی
یہ کون ہے جو دمِ گفتگو نکلتا ہے

Scanned by CamScanner

○

اے دوست دعا اور مسافت کو بہم رکھ
یہ میری ہتھیلی ہے یہاں پہلا قدم رکھ

ایسے تو زمانہ مجھے جینے نہیں دے گا
میں کچھ بھی نہیں تیرا مگر میرا بھرم رکھ

اس بات پہ دنیا سے مری بنتی نہیں ہے
کہتی ہے کہ تلوار اٹھا اور قلم رکھ

میں جب بھی کہیں راہ میں گرنے لگا تابشؔ
آواز سی آئی مرے قدموں پہ قدم رکھ

Scanned by CamScanner

○

ہم جو آس پاس اس کے یوں ہی پھرتے رہتے ہیں
بات گو نہیں کرتے بات کر تو سکتے ہیں

بے سخن ملاقاتیں خوشبوؤں کے جھونکے ہیں
عشق کرنے والوں کے جسم تک مہکتے ہیں

شہرِ بے محبت میں اور اپنا مصرف کیا
اُس سے مل کے آتے ہی اُس سے ملنے جاتے ہیں

کوئی تو ملے گا جو اس کو جانتا ہو گا
اِس سے پوچھ لیتے ہیں اُس سے پوچھ لیتے ہیں

Scanned by CamScanner

یہ عجیب بستی ہے عشق سوچ کر کرنا
چھوٹی چھوٹی باتوں کو لوگ یاد رکھتے ہیں

اب تو میں سرہانے بھی اس کے خط نہیں رکھتا
جب بھی نیند آتی ہے لفظ رونے لگتے ہیں

گر یقیں نہیں آتا عشق کر کے دیکھو تم
زخم جو نہیں لگتے کتنے گہرے ہوتے ہیں

اور کیسی آزادی ہم کو چاہیے تابشؔ
ہم تو ہنس بھی سکتے ہیں ہم تو رو بھی سکتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

پسِ غبار مدد مانگتے ہیں پانی سے
یہ لوگ تنگ ہیں مٹی کی حکمرانی سے

یہ ہاتھ سوکھ کے جھڑنے کو ہو گئے لیکن
میں دست کش نہ ہوا تیری مہربانی سے

پھر اس کے بعد پھلوں میں مٹھاس آئی نہیں
شجر نے کام لیا تھا غلط بیانی سے

کسی جزیرے پہ شاید کھلا ہے باغ کوئی
مہک گلاب کی آتی ہے بہتے پانی سے

Scanned by CamScanner

میں تیرے وصل کا لمحہ بچا سکوں شاید
مرا تعلقِ خاطر ہے رائیگانی سے

نواحِ شہر میں پھیلی ہے موت کی خوشبو
مگر یہ لوگ کہ لگتے ہیں جاودانی سے

ترے وصال کے موسم میں استوار ہوا
کوئی عجب سا تعلق جہانِ فانی سے

تو مل گیا ہے تو اچھا ہوا وگرنہ دوست
کسے غرض تھی محبت میں کامرانی سے

پہنچ چکے ہیں محبت میں اُس جگہ ہم لوگ
جہاں یقیں نہیں آتا یقیں دہانی سے

Scanned by CamScanner

○

حسابِ بیش و کم کرنے کو ہوں تیّار بسم اللہ
توقف کس لیے ہے اے نگاہِ یار بسم اللہ

ہمارے جسموں کو ویسے بھی رزقِ خاک ہونا ہے
اگر گرنے سے اٹھتی ہے کوئی دیوار بسم اللہ

تجھے کب منع کرتی ہے مری چھیدوں بھری جھولی
برس چھاجوں برس رنگِ جمالِ یار بسم اللہ

ہماری عمر میں جھوٹی تسلّی مار دیتی ہے
اگر انکار کرنا ہے تو کر انکار بسم اللہ

Scanned by CamScanner

○

حرف و بیان و خواب و خبر خیریت سے ہیں
پسماندگانِ اہلِ ہنر خیریت سے ہیں

پوچھے تو کہنا اہلِ محبت کا کچھ نہ پوچھ
پوچھے تو کہنا زید بکر خیریت سے ہیں

آسودگانِ رنج ہیں ہم کو خوشی سے کیا
تُو خیریت نہ جان اگر خیریت سے ہیں

کیا طرفہ لوگ ہیں یہ ترے قیس و کوہکن
حالت کوئی نہیں ہے مگر خیریت سے ہیں

Scanned by CamScanner

○

دل بستگیِ شوق کے سامان بندھے ہیں
گھر میں کہیں پنجرے کہیں گلدان بندھے ہیں

یہ اپنی محبت تو دکھاوے کے لیے ہے
ہم تم تو کہیں اور مری جان بندھے ہیں

اس عشق سے پہلے بھی کوئی اور نہیں تھا
ہم تجھ سے ترے ہجر کے دوران بندھے ہیں

تم کاٹ نہ دینا اسے بے کار سمجھ کر
اس پیڑ کے نیچے کئی پیمان بندھے ہیں

Scanned by CamScanner

یہ ہم جو کسی طور نہیں کھلتے کسی پر
تجھ ہاتھ کی خاطر بہت آسان بندھے ہیں

خوشبو کے پرندوں کو رہائی نہ ملے گی
اب گل کی جگہ شاخ پہ زندان بندھے ہیں

عالم تھے کئی اور بھی مٹی کے علاوہ
کیا اس میں کشش تھی کہ یہاں آن بندھے

اس شہر کو معلوم ہے پرچم کی روایت
اس شہر میں نیزوں پہ گریبان بندھے ہیں

Scanned by CamScanner

○

چاند کو تالاب مجھ کو خواب واپس کر دیا
دن ڈھلے سورج نے سب اسباب واپس کر دیا

اس طرح بچھڑا کہ اگلی رونقیں پھر آ گئیں
اس نے میرا حلقۂ احباب واپس کر دیا

پھر بھٹکتا پھر رہا ہے کوئی برجِ دل کے پاس
کس کو اے چشمِ ستارہ یاب واپس کر دیا

میں نے آنکھوں کے کنارے بھی نہ تر ہونے دیئے
جس طرف سے آیا تھا سیلاب واپس کر دیا

Scanned by CamScanner

جانے کس دیوار سے ٹکرا کے لوٹ آیا ہے گیند
جانے کس دیوار نے مہتاب واپس کر دیا

پھر تو اس کی یاد بھی رکھی نہ میں نے اپنے پاس
جب کیا واپس تو کل اسباب واپس کر دیا

التجائیں کر کے مانگی تھی محبت کی کسک
بے دلی نے یہ غمِ نایاب واپس کر دیا

Scanned by CamScanner

○

عجیب طور کی ہے اب کے سرگرانی مری
میں تجھ کو یاد بھی کر لوں تو مہربانی مری

میں اپنے آپ میں گہرا اتر گیا شاید
مرے سفر سے الگ ہو گئی روانی مری

بس ایک موڑ مری زندگی میں آیا تھا
پھر اس کے بعد الجھتی گئی کہانی میری

تباہ ہو کے بھی رہتا ہے دل کو دھڑکا سا
کہ رائیگاں نہ چلی جائے رائیگانی مری

میں اپنے بعد بہت یاد آیا کرتا ہوں
تم اپنے پاس نہ رکھنا کوئی نشانی مری

Scanned by CamScanner

○

ہوائے موسمِ گل سے لہو لہو تم تھے
کھلے تھے پھول مگر ان میں سرخرو تم تھے

ذرا سی دیر کو موسم کا ذکر آیا تھا
پھر اس کے بعد تو موضوعِ گفتگو تم تھے

اور اب کہ جب کوئی صورت نہیں تلافی کی
میں تم سے کیسے کہوں میری آرزو تم تھے

کہانیوں میں تو یہ کام اژدھے کا تھا
مری جب آنکھ کھلی میرے چارسو تم تھے

Scanned by CamScanner

○

تیرے لیے سب چھوڑ کے تیرا نہ رہا میں
دنیا بھی گئی عشق میں تجھ سے بھی گیا میں

اک سوچ میں گم ہوں تری دیوار سے لگ کر
منزل پہ پہنچ کر بھی ٹھکانے نہ لگا میں

ورنہ کوئی کب گالیاں دیتا ہے کسی کو
یہ اس کا کرم ہے کہ تجھے یاد رہا میں

میں تیز ہوا میں بھی بگولے کی طرح تھا
آیا تھا مجھے طیش مگر جھوم اٹھا میں

Scanned by CamScanner

اس درجہ مجھے کھوکھلا کر رکھا تھا غم نے
لگتا تھا گیا اب کے گیا اب کے گیا میں

یہ دیکھ مرا ہاتھ مرے خون سے تر ہے
خوش ہو کہ ترا مدِ مقابل نہ رہا میں

اک دھوکے میں دنیا نے مری رائے طلب کی
کہتے تھے کہ پتھر ہوں مگر بول پڑا میں

اب طیش میں آتے ہی پکڑ لیتا ہوں پاؤں
اس عشق سے پہلے کبھی ایسا تو نہ تھا میں

Scanned by CamScanner

○

ٹوٹ جانے میں کھلونوں کی طرح ہوتا ہے
آدمی عشق میں بچوں کی طرح ہوتا ہے

اس لیے مجھ کو پسند آتا ہے صحرا کا سکوت
اس کا نشہ تری باتوں کی طرح ہوتا ہے

ہم جسے عشق میں دیتے ہیں خدا کا منصب
پہلے پہلے ہمیں لوگوں کی طرح ہوتا ہے

جس سے بننا ہو تعلق وہی ظالم پہلے
غیر ہوتا ہے نہ اپنوں کی طرح ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

چاندنی رات میں سڑکوں پہ قدم مت رکھنا
شہر جاگے ہوئے ناگوں کی طرح ہوتا ہے

بس یہی دیکھنے کو جاگتے ہیں شہر کے لوگ
آسماں کب تری آنکھوں کی طرح ہوتا ہے

اس سے کہنا کہ وہ ساون میں نہ گھر سے نکلے
حافظ عشق کا سانپوں کی طرح ہوتا ہے

اس کی آنکھوں میں امڈ آتے ہیں آنسو تابش
وہ جدا چاہنے والوں کی طرح ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

تین شعر

کسی برتن کی طرح توڑ دیا ہے اس نے
اپنے ہاتھوں سے مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے

اس کی حسرت میں نکل آیا ہوں اپنی جانب
رائیگانی کو عجب موڑ دیا ہے اس نے

میں نے چاہا تھا محبت کی فضا میں رہنا
مجھ کو پنجرے میں کھلا چھوڑ دیا ہے اس نے

Scanned by CamScanner

○

چلنا بیکار گیا وقت کی رفتار کے ساتھ
غم کا سورج نہ ڈھلا سایہِ دیوار کے ساتھ

حالتِ جنگ میں آدابِ خور و نوش کہاں
اب تو لقمہ بھی اٹھاتا ہوں میں تلوار کے ساتھ

ناشناسایانِ سخن ! اب تو معافی دے دو
اب تو غالبؔ کا تعلق نہیں دربار کے ساتھ

Scanned by CamScanner

○

نہ تجھ سے ہے نہ گلہ آسمان سے ہو گا
تری جدائی کا جھگڑا جہان سے ہو گا

تمہارے میرے تعلق کا لوگ پوچھتے ہیں
کہ جیسے فیصلہ میرے بیان سے ہو گا

اگر یونہی مجھے رکھا گیا اکیلے میں
برآمد اور کوئی اس مکان سے ہو گا

جدائی طے تھی مگر یہ کبھی نہ سوچا تھا
کہ تُو جدا بھی جداگانہ شان سے ہو گا

گزر رہے ہیں مرے دن اسی تفاخر میں
کہ اگلا قیس مرے خاندان سے ہو گا

Scanned by CamScanner

○

کیسے برباد ہوا کیسے بتاؤں اس کو
عشق احسان نہیں ہے کہ جتاؤں اس کو

اُس کو اِس گھر سے گئے مدتیں گزریں لیکن
اب بھی دروازے تلک چھوڑنے جاؤں اس کو

یہ بھی ممکن ہے رہوں آنکھ میں آنسو کی طرح
یہ بھی ممکن ہے کبھی یاد نہ آؤں اس کو

وہ تو موجود ہے موجود رہے گا تابشؔ
میں کوئی دیر کو ہوں یہ تو بتاؤں اس کو

Scanned by CamScanner

○

دکھوں کا دشت آنکھوں کا سمندر چھوڑ آیا ہوں
جو گھر میں لا نہ سکتا تھا وہ باہر چھوڑ آیا ہوں

تم اگلی بارشوں کے بعد جا کر دیکھنا پیارے
تمہارا نام دیواروں پہ لکھ کر چھوڑ آیا ہوں

محبت کی ہے اس گھر میں رہائش تو نہیں کی ہے
ابھی تو صرف دروازے پہ بستر چھوڑ آیا ہوں

تری بانہوں میں آ کر بھی یہی محسوس ہوتا ہے
کہ خود کو وقت کے رحم و کرم پر چھوڑ آیا ہوں

Scanned by CamScanner

ابھی کچھ دیر میں پھیلے گی خوشبو ساری بستی میں
وہاں کے اک دریچے میں گلِ تر چھوڑ آیا ہوں

خدا نا خواستہ میں بھی اگر بن باس لوں تابشؔ
وہاں کس کو بتاؤں گا بھرا گھر چھوڑ آیا ہوں

Scanned by CamScanner

○

ہم نے کہا نہیں تھا میاں پیار مت کرو
اب جو ہوا ہے اس کا تو اظہار مت کرو

حلقہ نشین کر نہیں سکتے اگر اسے
دیکھو! کسی کو اپنا گرفتار مت کرو

ایسا نہ ہو تمہیں بھی لہو تھوکنا پڑے
تم کم سخن ہو عشق کا اظہار مت کرو

ہم مانتے ہیں ہم نے چھوا تک نہیں تمہیں
کہہ کہہ کے ہم کو اور گنہ گار مت کرو

میں نے سفید، دھوپ میں رہ کر نہیں کیے
وہ مانتا نہیں ہے تو اصرار مت کرو

مانو خدا کو اور بڑھا لو دکانِ دل
مجھ بے وفا کے واسطے ایثار مت کرو

پھر تم کو بے وفائی بھی کرنے نہ دیں گے ہم
دیکھو! ہمارے ذہن کو تیار مت کرو

Scanned by CamScanner

○

خمار خانۂ وحشت سے میں نہیں آیا
پلٹ کے اس درِ دولت سے میں نہیں آیا

بہت عزیز ہے مجھ کو یہ صحبتِ یاراں
میں جانتا ہوں کہ فرصت سے میں نہیں آیا

تمہارے دل سے نکل کر تمہارے سامنے ہوں
کسی طویل مسافت سے میں نہیں آیا

نہ جانے تجھ کو مری کیا ادا پسند آئی
تجھے تو پیش بھی عزت سے میں نہیں آیا

Scanned by CamScanner

کلاہ دار مجھے کیوں نہ گھور کر دیکھیں
یہاں کسی کی اجازت سے میں نہیں آیا

یہ کوئی اور بگولا سا پھر رہا ہے یہاں
نکل کے عرصۂ وحشت سے میں نہیں آیا

Scanned by CamScanner

○

صبح کی پہلی کرن پہلی نظر سے پہلے
ہم کو ہونا ہے کہیں اور سحر سے پہلے

چاند نے دیکھ لیا ہم کو کنارِ دریا
بھاگ چلتے ہیں کسی اور خبر سے پہلے

لو لگانے سے گئی در بدری کی ذلت
خود کو پہنچا ہوا لگتا ہوں سفر سے پہلے

کیوں نہ دنیا کو دکھاؤں میں جلے ہاتھ کا زخم
کچھ چراغوں سے تعلق تھا ادھر سے پہلے

Scanned by CamScanner

اک ہتھیلی ہے مری ایک ہتھیلی اس کی
سب دعائیں ہیں اثر یاب' اثر سے پہلے

شام کے بعد اندھیرا نہیں رہتا گھر میں
ایک سورج نکل آتا ہے سحر سے پہلے

تب مری آنکھ کھلا کرتی تھی اندر کی طرف
میں نے دیکھا ہے اسے پہلی نظر سے پہلے

تو فقط سینہ و دل ہے نہ فقط عارض و لب
سخن آغاز کرے کوئی کدھر سے پہلے

Scanned by CamScanner

○

اب وہ صورت ہے نہ وہ عکس گری ہے مجھ میں
خشک دریا کی طرح ریت بھری ہے مجھ میں

اب تو جاگ اے غمِ جاناں کہ ہے سورج سر پر
تو نے اے یار بہت نیند کری ہے مجھ میں

چاند سے میرا تعلق کسی دریا کا نہیں
اُس گلِ زرد کی پرچھائیں ہری ہے مجھ میں

بادباں اور کوئی دیر نہ کھولے جائیں
لنگر انداز کوئی خوش خبری ہے مجھ میں

Scanned by CamScanner

مجھ پہ کیوں صبح کا تارا نمک افشاں نہ رہے
ہمہ تن زخم ہوں میں نیند بھری ہے مجھ میں

دندناتے ہوئے سیّارہ و افلاک پہ خاک
میں خجل ہوں کہ یہ کیا در بدری ہے مجھ میں

ایک دانے پہ رقم سورۂ امکاں سے کھلا
اس سے بھی کم پہ عجب نقش گری ہے مجھ میں

تو نہیں وہ تو کوئی اور ہے تجھ میں پنہاں
میں نہیں وہ تو کوئی اور جری ہے مجھ میں

میرے باہر کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے شخص
تو نے کس کے لیے قندیل دھری ہے مجھ میں

Scanned by CamScanner

○

غرق شہروں کی کہانی اور ہے
تیری میری رائیگانی اور ہے

جینے مرنے کے علاوہ بھی یہاں
ایک صورت درمیانی اور ہے

میرے گرنے کو زمانے چاہئیں
میری بنیادوں میں پانی اور ہے

گھر ٹپکتا دیکھ کر روتی ہے ماں
چھت تلے اک چھت پرانی اور ہے

Scanned by CamScanner

اس کی یادوں نے تن آساں کر دیا
اس کی مجھ پر مہربانی اور ہے

کوئی آئے دل دھڑکتا ہی نہیں
یہ قیامت کی نشانی اور ہے

تم اسے اچھے دنوں میں دیکھنا
وقت کی اپنی روانی اور ہے

Scanned by CamScanner

○

شعر لکھنے کا فائدہ کیا ہے
اس سے کہنے کو اب رہا کیا ہے

پہلے سے طے شدہ محبت میں
تو بتا تیرا مشورہ کیا ہے

سرخ کیوں ہو رہے ہیں تیرے کان
میں نے تجھ سے ابھی کہا کیا ہے

آنکھیں مل مل کے دیکھتا ہوں اسے
دوپہر میں یہ چاند سا کیا ہے

Scanned by CamScanner

میرا ہم عصر صبح کا تارا
میرے بارے میں جانتا کیا ہے

سوچتے ہونٹ ' بولتی آنکھیں
حیرتی کا مکالمہ کیا ہے

شور سا اٹھ رہا ہے چار طرف
کچھ گرا ہے مگر گرا کیا ہے

میں یہاں سے پلٹنا چاہتا ہوں
اے خدا تیرا مشورہ کیا ہے

جسم کے اس طرف ہے گل آباد
پھاند دیوار ' دیکھتا کیا ہے

میری خود سے مفاہمت نہ ہوئی
تو بتا تیرا مسئلہ کیا ہے

Scanned by CamScanner

اس لیے بولنے پہ ہوں مجبور
آپ سوچیں گے سوچتا کیا ہے

یہ بہت دیر میں ہوا معلوم
عشق کیا ہے مغالطہ کیا ہے

میں تو عادی ہوں خاک چھاننے کا
تم بتاؤ کہ ڈھونڈنا کیا ہے

عشق کر کے بھی کھل نہیں پایا
تیرا میرا معاملہ کیا ہے

میں بنا تھا کھنکتی مٹی سے
میرے اندر سکوت سا کیا ہے

Scanned by CamScanner

○

سمجھ میں کوئی مثال آئے تو آنے دینا
کہیں سے اس کا خیال آئے تو آنے دینا

یہی تو دن ہیں کسی مسلسل مکالمے کے
کہیں سے چبھتا سوال آئے تو آنے دینا

یہ دیکھنا کوئی بات ہونے سے رہ نہ جائے
اگر ہمیں اشتعال آئے تو آنے دینا

بچھڑنے والے! ترے لیے ایک مشورہ ہے
کبھی ہمارا خیال آئے تو آنے دینا

Scanned by CamScanner

○

سکوتِ نیم شبی سن کے ڈر گئے ہم بھی
ہمیں سنبھال کہ گیتوں سے بھر گئے ہم بھی

ہمیں پسند تھی شہد و شراب کی دنیا
کتابِ سبز کی تصدیق پر گئے ہم بھی

ہمارے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں
کبھی کبھی تو یہ لگتا ہے مر گئے ہم بھی

زمانہ ہجر کا ہم پر بھی جھیل سا گزرا
کہ رُت بدلتے ہی مٹی سے بھر گئے ہم بھی

بچھڑنے والو ! کبھی آئینہ بھی دیکھنا تم
تمہارے ساتھ کوئی ہاتھ کر گئے ہم بھی

Scanned by CamScanner

○

اس دل کو تسلی ہوئی دلگیر سے لگ کر
کل رات میں رویا ہوں بہت میرؔ سے لگ کر

اس دیر طلب دل نے بھی نظریں نہ ملائیں
شرمندہ ہوا زخم بھی تاخیر سے لگ کر

اب میں ترے دامن سے لگا سوچ رہا ہوں
کیا گرد کو مل جاتا ہے رہگیر سے لگ کر

اچھا ہو اگر تو بھی مرا ہاتھ پکڑ لے
اٹھنے کو ہوں میں خواہشِ تعمیر سے لگ کر

Scanned by CamScanner

○

گدائے حرف ہیں، شام و سحر تسبیح کرتے ہیں
ہم اٹھتے بیٹھتے اسمِ ہنر تسبیح کرتے ہیں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف-23.02.2020

کہ جیسے شہر پر کوئی مصیبت آنے والی ہو
ہوا کچھ پڑھتی پھرتی ہے شجر تسبیح کرتے ہیں

ہماری خستگی پر اسم اعظم کا اثر کیا ہو
ہماری پوریں جھڑتی ہیں اگر تسبیح کرتے ہیں

خدا وندا! یہ کیسی رات آئی ہے قیامت کی
ترے بندے کوئی حرفِ دگر تسبیح کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

تو ہم یوں ابتدا کرتے ہیں ذکر و فکر کی محفل
اِدھر سورج نکلتا ہے اُدھر تسبیح کرتے ہیں

ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے حسابِ دوستاں در دل
شمارِ شوق کے مارے مگر تسبیح کرتے ہیں

چشتی پختگی سے بھی صدائے قیل و قال ابھری
زوالِ عصر کی گھڑیوں میں گھر تسبیح کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

کس کر باندھی گئی رگوں میں دل کی گرہ تو ڈھیلی ہے
اس کو دیکھ کے جی بھر آنا کتنی بڑی تبدیلی ہے

زندہ رہنے کی خواہش میں دم دم لو دے اٹھتا ہوں
مجھ میں سانس رگڑ کھاتی ہے یا ماچس کی تیلی ہے

ان آنکھوں میں کودنے والو تم کو اتنا دھیان رہے
وہ جھیلیں پایاب ہیں لیکن ان کی تہ پتھریلی ہے

کتنی صدیاں سورج چمکا کتنے دوزخ آگ جلی
مجھے بنانے والے میری مٹی اب تک گیلی ہے

Scanned by CamScanner

زندہ ہوں تو مجھے بتائیں نیلے ہونٹوں والے لوگ
میرا کیسا رنگ کرے گی بات جو میں نے پی لی ہے

ممکن ہے اب وقت کی چادر پر میں کروں رفو کا کام
جوتے میں نے گانٹھ لیے ہیں گدڑی میں نے سی لی ہے

Scanned by CamScanner

○

خوشی سنبھالنے کا انتظام کر دے گا
ثمر سے پہلے مجھے ٹہنیوں سے بھر دے گا

اسی خیال سے اپنی جڑیں نہ پھیلنے دیں
کہ جس نے پاؤں دیئے ہیں کبھی سفر دے گا

وہ جس نے پیدا کیا ہے مجھے سفر کے لیے
قیام ناقۂ دوراں کی پیٹھ پر دے گا

تو جانتی نہیں دریا کو آلِ ابراہیم
بہت ہوا تو وہ چڑیا کی چونچ بھر دے گا

Scanned by CamScanner

مری شکست میں رکھے گا فتح کی تدبیر
نہتا کر کے مجھے خوف کی سپر دے گا

اسے پسند نہیں ہوں میں پہلی حالت میں
میں اور ہوں وہ مجھے کوئی اور کر دے گا

وہ دیکھنے میں جو دل کو یونہی سا لگتا ہے
مرے خدا مجھے مجبور تو نہ کر دے گا

کہاں کا عشق جہاں سب کے سب ہوں جلدی میں
کسی نے وقت دیا بھی تو مختصر دے گا

قریب ہے کہ سیاق و سباق سے ہٹ کر
ترا حوالہ کوئی بات بات پر دے گا

Scanned by CamScanner

○

لہو لہو ہیں مگر یہاں ہم یہ جاننے کو رکے ہوئے ہیں
یہ بانس کی کونپلیں ہیں یا اس زمیں کے ناخن بڑھے ہوئے ہیں

نہ جانے کس نے انڈیل دی شہرِ غم پہ مہتاب کی صراحی
شراب گلیوں میں بہہ رہی ہے پیالے اوندھے پڑے ہوئے ہیں

ابھی تو خود تم نئے نئے ہو ہمیں سکھاؤ گے عشق کرنا
یہ کام ہم نے کیا ہوا ہے یہ پانی ہم نے بھرے ہوئے ہیں

وہ رات خوباں کی یاد آئی کہ میرے حُجرے میں آگ آئی
میں صبح کیا دیکھتا ہوں میرے بدن پہ چھالے پڑے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

کسی نے دیکھا کسی نے پوچھا کسی نے روکا کسی نے ٹوکا
ہمیں محبت سے پیشتر بھی بڑے بڑے تجربے ہوئے ہیں

دعائیں ان کے لیے جنہیں دل لگانے کی دھن نہیں سمائی
سلام ان پر کہ جو محبت میں جان سے بھی گئے ہوئے ہیں

نہ اس میں آسیبِ آرزو ہے، نہ اس میں بچوں کی ہاؤ ہو ہے
نہ جانے کیوں اس مکانِ دل سے محلّے والے ڈرے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

○

مسافرت میں شبِ وغا تک پہنچ گئے ہیں
یہ لوگ اپنی ابد سرا تک پہنچ گئے ہیں

اب اس سے اگلا سفر ہمارا لہو کرے گا
کہ ہم مدینے سے کربلا تک پہنچ گئے ہیں

اگر مبارز طلب نہیں تھے تو کس لیے ہم
چراغ لے کر درِ ہوا تک پہنچ گئے ہیں

گلابوں اور گردنوں سے اندازہ ہو رہا ہے
کہ ہم کسی موسمِ جزا تک پہنچ گئے ہیں

Scanned by CamScanner

تری محبت میں گمرہی کا عجب نشہ تھا
کہ تجھ تک آتے ہوئے خدا تک پہنچ گئے ہیں

بتا رہی ہے یہ خشک پتوں کی تیز بارش
ہم اپنے موسم کی ابتداء تک پہنچ گئے ہیں

ہمیں بھی شنوائی کا یقیں ہو چلا ہے تابشؔ
کہ ہم بھی تحریکِ التوا تک پہنچ گئے ہیں •

Scanned by CamScanner

○

یار کے غم کو عجب نقش گری آتی ہے
پور پور آنکھ کے مانند بھری آتی ہے

بے تعلق نہ ہمیں جان کہ ہم جانتے ہیں
کتنا کچھ جان کے یہ بے خبری آتی ہے

اس قدر گوندھنا پڑتی ہے لہو سے مٹی
ہاتھ گھل جاتے ہیں تب کوزہ گری آتی ہے

کتنا رکھتے ہیں وہ اس شہرِ خموشاں کا خیال
روز اک ناؤ گلابوں سے بھری آتی ہے

زندگی کیسے بسر ہو گی کہ ہم کو تابشؔ
صبر آتا ہے نہ آشفتہ سری آتی ہے

○

نمودِ خواب و خواہش ہو رہی ہیں
خزاں کی تیز بارش ہو رہی ہے

پرندے بھی اگر مل بیٹھتے ہیں
یہی لگتا ہے سازش ہو رہی ہے

ابھی تک ٹہنیاں دست دعا ہیں
ابھی تک وہ سفارش ہو رہی ہیں

کسی نے خط میں لکھا ہے کہ تابشؔ
یہاں کچھ دن سے بارش ہو رہی ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ جو نشہ سا طاری ہے طاری رہے رقص جاری رہے
میرے مولا یہ بے اختیاری رہے رقص جاری رہے

ہم نہیں چاہتے یہ در و بام بھی اپنے ہم رقص ہوں
یہ ہماری اذیت ہماری رہے رقص جاری رہے

ہم لہو میں نہائیں کہ جاں ہی سے جائیں تجھے اس سے کیا
شہرِ تہمت تری سنگباری رہے رقص جاری رہے

ہم نے تو جس جگہ تجھ کو رکھا وہیں آبلہ پڑ گیا
پائے وحشت تری وضعداری رہے رقص جاری رہے

Scanned by CamScanner

ایک پاکوب سے کہہ رہا ہے چٹختا ہوا خاکداں
جتنی دیر اس جگہ تیری باری رہے رقص جاری رہے

رقص کر کے ہی اس کو منانا پڑا تو منائیں گے ہم
چاہے اس میں نہ عزت ہماری رہے رقص جاری رہے

Scanned by CamScanner

○

قدم میں گھر سے نکالوں تو گھر بھی جاتا ہے
کبھی کبھی مرا جانا ٹھہر بھی جاتا ہے

یہ لوگ ملبے سے زندہ نکلتے ہیں ہر شام
کسی کی آئی ہوئی ہو تو مر بھی جاتا ہے

یہ گھر بنائے گئے کشتیوں کے پل کی طرح
دھمک بھی رہتی ہے طوفاں گزر بھی جاتا ہے

تمہارا ہاتھ نہیں شہر کی تباہی میں
میں کیا کروں کہ مرا ذہن ادھر بھی جاتا ہے

Scanned by CamScanner

یہ دھوپ نہیں ہے کہ ساحلوں پہ رہے
یہ خوف ہے یہ پس بام و در بھی جاتا ہے

گھروں میں بیٹھے تجھے یاد کرتے رہتے ہیں
پتہ بھی چلتا نہیں دن گزر بھی جاتا ہے

مرا فتور ہے یہ میری زندگی تابشؔ
اسے جھٹکنے کا سوچوں تو سر بھی جاتا ہے

Scanned by CamScanner

○

جس طرح رنج میں آنکھوں کی نمی کا ہونا
ایسا ہوتا ہے محبت میں کسی کا ہونا

کیوں نہ پھر اس سے تعلق کو نبھایا جائے
جب کسی اور کا ہونا ہے اُسی کا ہونا

تیرا سورج کے قبیلے سے تعلق تو نہیں
یہ کہاں سے تجھے آیا ہے سبھی کا ہونا

منہ میں ابھرے ہوئے چھالے کی طرح ہے ترا نام
اِتنا آساں نہ سمجھ، کم سخنی کا ہونا

عشق دیمک کی طرح چاٹ لیا کرتا ہے
اب ضروری نہیں آشفتہ سری کا ہونا

Scanned by CamScanner

○

دریا کی روانی ہے روانی کے علاوہ
یہ بھید نہ سمجھا کوئی پانی کے علاوہ

میں تجھ سے کسی اور زمانے میں ملا ہوں
خوابوں سے اُدھر عالمِ فانی کے علاوہ

افسوس تو اس کا ہے کہ اس شہر کی چپ کو
کچھ بھی نہ ملا چرب زبانی کے علاوہ

آئی جو کسی روز تو پوچھوں گا صبا سے
کیا کرتی ہے پیغام رسانی کے علاوہ

ممکن ہے کہ اُس دل میں پہنچ پانے کا تابشؔ
رستہ ہو کوئی نقل مکانی کے علاوہ

Scanned by CamScanner

○

تھکن سے مے کشید نے کا اہتمام کر لیا
گدا نے اپنے کاسۂ تہی کو جام کر لیا

کہیں نہ جا کے بھی پہنچ گیا ہے مجھ سے پیشتر
یہ کس نے میری ذات میں سفر تمام کر لیا

معاملاتِ عشق میں بلا کے سر پھرے تھے ہم
ترے نثار تُو نے تو ہمیں غلام کر لیا

جو بات میرے دل میں تھی پہنچ گئی ہے شہر تک
میں اتنا چپ رہا کہ میں نے خود کو عام کر لیا

Scanned by CamScanner

جمالِ کم نما تجھے خبر نہیں ہے اور یاں
کسی نے جشنِ وصل تک کا انتظام کر لیا

تو کیا کسی چراغ سے چپک گئے تھے میرے ہونٹ
کہ بوسہ اپنے ہاتھ کا بھی دل کو تھام کر لیا

Scanned by CamScanner

○

مشقِ گریہ پہ خفا کس لیے تو ہوتا ہے
آنکھ کا زخم تو پانی سے رفو ہوتا ہے

موسمِ گل نہ سہی تم ہی کوئی بات کرو
شاخِ لب سے بھی ادا قرضِ نمو ہوتا ہے

اتنے اسبابِ تکلّم پہ بھی خاموش ہے تو
دیکھ خوشبو کے نہ لب ہیں نہ گلو ہوتا ہے

شہر کا شہر ہی دشمن ہے مگر کیا کیجے
ہاتھ جس پر بھی اٹھے سامنے تو ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

○

کھا کے سوکھی روٹیاں پانی کے ساتھ
جی رہا تھا کتنی آسانی کے ساتھ

یوں بھی منظر کو نیا کرتا ہوں میں
دیکھتا ہوں اس کو حیرانی کے ساتھ

گھر میں اک تصویر جنگل کی بھی ہے
رابطہ رہتا ہے ویرانی کے ساتھ

آنکھ کی تہ میں کوئی صحرا نہ ہو
آ رہی ہے ریت بھی پانی کے ساتھ

زندگی کا مسئلہ کچھ اور ہے
شعر کہہ لیتا ہوں آسانی کے ساتھ

Scanned by CamScanner

○

جب مجنوں سا چاہنے والا ہوتا ہے
پورے عہد کا ایک حوالہ ہوتا ہے

کوئی کوئی عشق میں ہوتا ہے گمنام
کوئی کوئی عزت والا ہوتا ہے

اپنے دکھ اپنی ہی آنکھیں روتی ہیں
ہر گھر کا اپنا پرنالا ہوتا ہے

رونے سے بھی رونق آتی ہے رخ پر
بارش سے بھی حسن دوبالا ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

روز ہی دل کو صاف کیا کرتا ہوں میں
روز ہی اس کونے میں جالا ہوتا ہے

جب میں اس کو رخصت کرنے جاتا ہوں
وہ منظر بھی دیکھنے والا ہوتا ہے

ان میں سے ہوں جن کا سارا مال منال
ایک پیالہ ایک دو شالہ ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

○

فریبِ ہجر میں کیا کیا دکھائی دیتا ہے
وہ جا رہا ہو تو آتا دکھائی دیتا ہے

مری تو آنکھیں بھی اندر کی سمت کھلتی ہیں
جو چاہتا ہوں وہ ہوتا دکھائی دیتا ہے

گزر چکا ہے کم و بیش عرصۂ ہستی
کہیں کہیں کوئی لمحہ دکھائی دیتا ہے

وہ بے گھری ہے کہ اب ہاتھ کی لکیروں میں
کسی مکان کا نقشہ دکھائی دیتا ہے

Scanned by CamScanner

میں روز دیکھتا ہوں آئینہ مگر اس میں
کبھی کبھی کوئی اپنا دکھائی دیتا ہے

کہاں وہ وقت کہ پانی سے خوف آتا تھا
اور اب زمین میں چہرہ دکھائی دیتا ہے

یہ دیکھنے کو تماشا بنے تماشائی
وہ دیکھتا ہوا کیسا دکھائی دیتا ہے

Scanned by CamScanner

○

نیا پرندہ قفس سے باہر بنا رہا ہوں
میں اپنی مرضی کا پیش منظر بنا رہا ہوں

مجھے بھی اوروں کی طرح کاغذ ملا ہے لیکن
میں اس سے ناؤ نہیں سمندر بنا رہا ہوں

یہاں سے ہجرت کے بعد بھی میں یہیں رہوں گا
نیا مکاں اپنے گھر کے اندر بنا رہا ہوں

عجب خموشی ہے جھیل کے ٹھہرے پانیوں میں
میں اس خموشی سے ایک پتھر بنا رہا ہوں

Scanned by CamScanner

بہت ہی ویرانیاں ہیں غرفے کی جالیوں میں
میں اس کی خاطر نیا کبوتر بنا رہا ہوں

یہ گھر تو سج جائے گا پرندہ حنوط کر کے
مگر میں اپنی مثال کیونکر بنا رہا ہوں

اور اب اداسی کی ستر پوشی کا مرحلہ ہے
تھکن کے دھاگوں سے ایک چادر بنا رہا ہوں

مجھے خود اس کی سمجھ نہیں آ رہی ہے تابش
جو غم کی شکلِ ہزار پیکر بنا رہا ہوں

Scanned by CamScanner

○

زخم چھپانے کو ہم خلعت مانگتے ہیں
تم کہتے ہو اجرِ ہجرت مانگتے ہیں

کاٹھ کی روٹی باندھ کے خالی شکموں پر
لوگ محبت صرف محبت مانگتے ہیں

تو بھی عشق کی خاطر کوئی وقت نکال
ہم بھی اپنے رب سے مہلت مانگتے ہیں

اب تو شاید سر دے کر ہی بات بنے
جزیہ دینے والے بیعت مانگتے ہیں

Scanned by CamScanner

میری دعا سے اور تری آمین سے کیا
اس بستی کے لوگ قیامت مانگتے ہیں

لے دے کر اک خاک نشینی باقی ہے
اس پر بھی یہ لوگ خلافت مانگتے ہیں

شام کو شکرانے کے نفل ادا کر کے
ساری رات خدا سے عزت مانگتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

زمیں پہ نصف النہار کا وقت ہو گیا ہے
کسی نئے انتظار کا وقت ہو گیا ہے

گزر رہی ہے زوال کی ساعتوں سے دنیا
دعاؤں پر انحصار کا وقت ہو گیا ہے

میں آپ اپنا دیا بجھانے پہ تل گیا ہوں
یہاں سے میرے فرار کا وقت ہو گیا ہے

بگل کی آواز سن کے آنسو نکل پڑے ہیں
کہ پھر کسی شہر یار کا وقت ہو گیا ہے

Scanned by CamScanner

اِدھر بھی ناؤ میں سو رہا ہے نڈھال سورج
اُدھر بھی دریا کے پار کا وقت ہو گیا ہے

ہماری پوروں سے خون رِسنے لگا ہے تابشؔ
مصیبتوں کے شمار کا وقت ہو گیا ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ ہم جو ہجر میں اس کا خیال باندھتے ہیں
ہوا کی شاخ سے بوئے وصال باندھتے ہیں

ہمارے بس میں کہاں زیست کو سخن کرنا
یہ قافیہ فقط اہلِ کمال باندھتے ہیں

یہ عہدِ جیب تراشاں کو اب ہوا معلوم
یہاں کے لوگ گرہ میں سوال باندھتے ہیں

وہ خوب جانتے ہیں ہم دعا نہادوں کو
ہمارے ہاتھ بوقت زوال باندھتے ہیں

Scanned by CamScanner

سبھی کو شوقِ اسیری ہے اپنی اپنی جگہ
وہ ہم کو اور ہم ان کا خیال باندھتے ہیں

تمہیں پتہ ہو کہ ہم ساحلوں کے پروردہ
محبتوں میں بھی مضبوط جال باندھتے ہیں

پھر اس کے بعد کہیں بھی وہ جا نہیں سکتا
جسے بھی باندھتے ہیں ہم کمال باندھتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

کوئی خوابِ خبر آثار دیکھیں
کبھی ان وحشتوں کے پار دیکھیں

ہوا بھی منہ چڑانے لگ گئی ہے
اسے بھی کوئی پتھر مار دیکھیں

یہاں کی خامشی بھی گونجتی ہے
پسِ آوازۂ کہسار دیکھیں

وگرنہ مار دے گی یہ اداسی
کوئی روئے سخن آثار دیکھیں

Scanned by CamScanner

یہ لب ساحل پہ روشن آگ جیسے
یہ ٹھاٹھیں مارتے رخسار دیکھیں

یہ آنکھوں میں کڑے دن کا تموّج
یہ باتوں کے گھنے اشجار دیکھیں

تم اپنے دیکھنے والوں سے کہنا
مجھے دیکھیں مرا معیار دیکھیں

یہ چہرہ بھی کئی مفہوم دے گا
اسے ہر بار پہلی بار دیکھیں

Scanned by CamScanner

○

کس نے ہونا ہے مری ذات میں جتنے تم ہو
تم ہوائے دوست بلا شرکتِ غیرے تم ہو

زندگی کرنا ہے دراصل جدا ہو جانا
کھینچنا چاہتا ہوں سانس تو کھنچتے تم ہو

کیا عجب عشق کی جا ہے مرا خلوت خانہ
ہوتا میں ہوں مگر اس میں سے نکلتے تم ہو

مجھ کو آنکھوں میں رکھا دل میں اترنے نہ دیا
میں سمجھتا تھا سمندر سے بھی گہرے تم ہو

Scanned by CamScanner

○

ٹوٹی پڑی ہے موج بھی پتوار کی طرح
اُس پار کے بھی رنگ ہیں اِس پار کی طرح

ہجراں کی رات کون ہمارے قریب ہو
ہم لوگ سانس لیتے ہیں اشجار کی طرح

سادہ بہت مگر کئی پرتیں لیے ہوئے
اس کا بدن ہے میرؔ کے اشعار کی طرح

Scanned by CamScanner

○

یہ اچانک جو سکوں سا آیا
جان نکلی ہے کہ مصرعہ آیا

قریۂ چشم میں گونجا پانی
لوگ سمجھے کوئی دریا آیا

اے مجھے جیب میں بھرنے والے
میں ترے ہاتھ بھی کتنا آیا

گھر کے ملبے پہ کھڑا سوچتا ہوں
مجھ کو کس بات پہ غصہ آیا

Scanned by CamScanner

میرے الفاظ گڑھے تھے میرے
میرے آگے مرا لکھا آیا

مجھ کو ورثے میں بھی گردش ہی ملی
میرے حصے میں پیالہ آیا

جب یہ سوچا کہ پکاروں اس کو
آئی آواز کہ آیا ' آیا

Scanned by CamScanner

○

اس عہدِ بے خمار میں بادل کہاں سے لائیں
بازارِ چشم بند ہے کاجل کہاں سے لائیں

پھولوں میں صرف ہونٹ ہیں تاروں میں صرف آنکھ
مشکل یہ ہے کہ اس کو مکمل کہاں سے لائیں

اک آدھ بار تو نے کرم کر دیا اے دوست
اب ہم یہ رزقِ رنج مسلسل کہاں سے لائیں

کہنے لگے کہ آگ کا سب انتظام ہے
صرف اتنا مسئلہ ہے کہ جنگل کہاں سے لائیں

Scanned by CamScanner

اک اور مشکل آ پڑی طفلانِ شہر کو
پتھر سمیٹ لائے ہیں پاگل کہاں سے لائیں

رخصت کی شام آ گئی اب کیا بہانہ ہو
آنکھوں میں اشک ہی نہیں جل تھل کہاں سے لائیں

Scanned by CamScanner

○

اس قیامت میں گھٹنے اظہار کی توفیق دے
ربِ سایہ حرفِ سایہ دار کی توفیق دے

دیکھ اب کتنے خدا میرے مقابل آ گئے
میں نہ کہتا تھا مجھے انکار کی توفیق دے

مجھ سے اب تنہا نہیں ہونے کی یہ سیرِ چمن
میرے دشمن کو دلِ بیمار کی توفیق دے

تیرے دل میں جو سخن ہے وہ مرے دل میں بھی تھا
اس کی مرضی ہے جسے اظہار کی توفیق دے

اے خدا مجھ کو زیادہ دیر بے مصرف نہ رکھ
زیست کی توفیق دی ہے پیار کی توفیق دے

Scanned by CamScanner

○

نہ اہلِ تخت نہ ان کے مخالفین کے ساتھ
مری ہیں ساری وفاداریاں زمین کے ساتھ

مجھے بھی اپنے مدینے میں زندہ رہنا ہے
مجھے بھی رکھنی پڑے گی منافقین کے ساتھ

اداس شام، تھکے سائے، غالبِ خستہ
بڑے مزے میں ہوں اپنے معاصرین کے ساتھ

یہ دل کہ زہر کو منکے کی طرح چوستا ہے
نہ مار رکھنا اسے مارِ آستین کے ساتھ

ہزار پیاس ہو مٹی پہ لب نہیں رکھتے
یہ احتیاط بھی چلتی ہے صابرین کے ساتھ

Scanned by CamScanner

○

یہ جو بے وقت صبح یابی ہے
کس کی آنکھوں کی نیم خوابی ہے

تو جو اچھا بہت ہی اچھا لگا
دوست تجھ میں کوئی خرابی ہے

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف۔23.02.2020

مجھ پہ تہمت تراشنے والو
یہ مری پہلی کامیابی ہے

جی بھر آنا گلاب کھلنے پر
استعارے کی بازیابی ہے

Scanned by CamScanner

میری تشنہ لبی کے ساحل پر
چاندنی سے بھری گلابی ہے

یہ ثمر کا بہانہ ہے ورنہ
شاخ کو اذنِ باریابی ہے

میں فلک کو برا نہیں کہتا
میرے نزدیک یہ صحابی ہے

اے اسیرانِ خانۂ دل بند
گھر کے اندر ہی گھر کی چابی ہے

تابشؔ اس گھر کے شور کا حاصل
ایک ٹوٹی ہوئی رکابی ہے

Scanned by CamScanner

○

یہ ان دنوں کا ذکر ہے اک بادشاہ تھا
جس کی نظر میں زندگی کرنا گناہ تھا

شوقِ مراجعت کی وہاں اڑ رہی تھی خاک
کشتی جلی ہوئی تھی کنارہ سیاہ تھا

میں اسکے ساتھ پھرتا تھا قصرِ قدیم میں
اس دوستی کا ایک کبوتر گواہ تھا

بیٹھا تھا اس پہ چاند کسی چیل کی طرح
کتنا بلند شہر میں نخلِ گناہ تھا

Scanned by CamScanner

ٹوٹے پروں کا تاج مری یادگار ہے
اے کج کلاہ میں بھی کبھی کج کلاہ تھا

اہلِ حکم کو میری ضرورت تھی جن دنوں
تکیہ فقیر کا مری آماجگاہ تھا

Scanned by CamScanner

○

اب کے پتہ چلے گا ہمارے غنیم کو
ہم نے سپر کیا ہے الم کو

اک شاخ پھوٹ آئی شکستہ فصیل سے
تازہ کیا بہار نے حسنِ قدیم کو

اس بے یقین شہر نے کتنا برا کیا
برباد کر کے رکھ دیا ذوقِ سلیم کو

یہ زندگی نہیں تھی فرشتوں کے بس کی بات
بھیجا گیا زمین پر صبرِ صمیم کو

Scanned by CamScanner

○

کیسا رنگ و روشنی کا قہر ہے
دن ڈھلے بھی شہر میں دوپہر ہے

آدمی اب بھاگ کر جائے کہاں
شہر کے چاروں طرف بھی شہر ہے

مر گیا ہے چاند بھی چڑیوں کے ساتھ
جھیل کے پانی میں کتنا زہر ہے

ہجر بھی پلکیں جھپکنے لگ گیا
عشق کی دنیا میں پچھلا پہر ہے

بس یہیں تک ہے یہ دریا خون کا
اس سے آگے تتلیوں کا شہر ہے

Scanned by CamScanner

○

میں اور کھاؤں موسمِ تعزیر کی قسم
یہ سب غلط ہے زلفِ گرہ گیر کی قسم

دنیا کو تلخ دیکھ کے یوں بدگماں نہ ہوں
تجھ لب کی اور بات ہے انجیر کی قسم

سچ مچ ہمارے دل کو کوئی رنج کھا گیا
جھوٹے سخن بنائے نہیں میرؔ کی قسم

میں باغ لے کے جاؤں گا باغِ بہشت میں
اک زخم کوئی زخم نہیں تیر کی قسم

Scanned by CamScanner

دنیا اسی جگہ ہے مرے انتظار میں
میں عشق کر کے آیا ہوں تاخیر کی قسم

آتا نہیں یقین تو گلیوں میں پھر کے دیکھ
یاں اور ماجرا ہے اساطیر کی قسم

Scanned by CamScanner

○

سرخ مٹی ہے کہ انجامِ سفر محفوظ ہے
شیشۂ محفوظ میں کوئی خبر محفوظ ہے

چلتے چلتے گھر گئے ہیں خیمہ و دریا کے بیچ
ہم سمجھتے تھے ہماری رہگزر محفوظ ہے

اونٹوں والے تو یہاں سے کب کے ہجرت کر گئے
لیکن ان کا ماجرا اس خاک پر محفوظ ہے

ہیں یہاں کے پیڑ انصارِ مدینہ کی طرح
اہلِ ہجرت کو یہ مژدہ ہو نگر محفوظ ہے

Scanned by CamScanner

یہ پرندے آیتِ ردِ بلا سے کم نہیں
ان کے ہونے سے ہمارا مستقر محفوظ ہے

جس پہ اتری تھیں تری آنکھیں پرندوں کی طرح
اب بھی وہ چشمہ حدِ ادراک پر محفوظ ہے

Scanned by CamScanner

○

الفاظ بادشاہ کے، لہجہ فقیر کا
کس امتزاج سے چلا قصہ فقیر کا

تہمت ملی کہیں سے کہیں سے زرِ ملال
خالی نہیں رہا کبھی کاسہ فقیر کا

سنتے ہیں اب وہاں ہیں کئی گھر بنے ہوئے
اب وہ فقیر ہے نہ وہ تکیہ فقیر کا

آواز ساتھ ساتھ ہے دمساز کی طرح
بج اٹھا ہے کھڑاؤں سے رستہ فقیر کا

Scanned by CamScanner

پھر اس کے بعد شہر کی حالت بدل گئی
بدلا تھا بادشاہ نے حلیہ فقیر کا

یہ مہربانیاں نہیں اونچے درخت کی
تابشؔ ہمارے سر پہ ہے سایہ فقیر کا

Scanned by CamScanner

○

لفظ میں شکل سی ابھر آئی
اب مری بات سطح پر آئی

ہم جو بے اختیار ہنسنے لگے
کیا کہیں سے بری خبر آئی

جانے کیا کیا جلا پسِ افلاک
صبح دم راکھ سی ادھر آئی

لفظ پھوٹے ہیں شاخ کے مانند
چیخ دیوار سے گزر آئی

Scanned by CamScanner

سانس چڑھتے ہیں چٹخنی کی طرح
کیا بلا شہر میں اتر آئی

پہلے کچھ دن لگا کہ وہ میں ہوں
پھر نہ اس کی کوئی خبر آئی

پھر وہ سناہٹا ہوا تابشؔ
ذہن میں چاپ سی ابھر آئی

Scanned by CamScanner

○

جب کہا دل نے کہ باہر کی طرف
کھنچ گیا میں اور اندر کی طرف

میں نے پہلے پر گزارا کر لیا
ورنہ سب جاتے ہیں بہتر کی طرف

صبح دم اٹھا تھکن سے چور چور
خواب میں چلتا رہا گھر کی طرف

اس مکاں کا ایک دروازہ کتاب
اور اک کھڑکی سمندر کی طرف

Scanned by CamScanner

ہے ضرورت میری نامعلوم کو
میں ہوں موجود و میسر کی طرف

یعنی شک میں ہے طرفداری مری
کون ہو سکتا ہے اکثر کی طرف

کھلتی ہے باہر کے منظر میں کہیں
دیکھتی ہے آنکھ اندر کی طرف

Scanned by CamScanner

○

شکستہ خواب و شکستہ پا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
میں آخری جنگ لڑ رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

ہوائیں پیغام دے گئی ہیں کہ مجھ کو دریا بلا رہا ہے
میں بات ساری سمجھ گیا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

نہ جانے کوفے کی کیا خبر ہو نہ جانے کس دشت میں بسر ہو
میں پھر مدینے سے جا رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

مجھے عزیزانِ من ! محبت کا کوئی بھی تجربہ نہیں ہے
میں اس سفر میں نیا نیا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

مجھے کسی سے بھلائی کی اب کوئی توقع نہیں ہے تابشؔ
میں عادتاً سب سے کہہ رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

Scanned by CamScanner

○

میرا رنجِ مستقل بھی جیسے کم سا ہو گیا
میں کسی کو یاد کر کے تازہ دم سا ہو گیا

Scanned by CamScanner

پروں میں شام ڈھلتی ہے

Scanned by CamScanner

شکیل جاذب کے نام

Scanned by CamScanner

○

سبز گنبد کی جھلک دیدۂ تر سے آگے
دیکھ سکتی ہے نظر حدِ نظر سے آگے

جس جگہ شرط ہے بینائی کے بل چلنے کی
وہ سفر اور ہے قدموں کے سفر سے آگے

وہ نہ چاہیں تو کہاں نعت لکھی جاتی ہے
مدحِ سرکارؐ کی منزل ہے ہنر سے آگے

Scanned by CamScanner

صاحبِ عشق اسے عشق کی دولت دے دے
اک فقیر اور بھی ہے کاسۂ سر سے آگے

تابشؔ اس در پہ سب اسرارِ ازل کھلتے ہیں
میری حیرت کی رسائی ہے خبر سے آگے

Scanned by CamScanner

○

دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس
جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

گھر پہنچتا ہے کوئی اور ہمارے جیسا
ہم ترے شہر سے جاتے ہوئے مر جاتے ہیں

کس طرح لوگ چلے جاتے ہیں اُٹھ کر چپ چاپ
ہم تو یہ دھیان میں لاتے ہوئے مر جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

اُن کے بھی قتل کا الزام ہمارے سر ہے
جو ہمیں زہر پلاتے ہوئے مر جاتے ہیں

یہ محبت کی کہانی نہیں مرتی لیکن
لوگ کردار نبھاتے ہوئے مرجاتے ہیں

ہم ہیں وہ ٹوٹی ہوئی کشتیوں والے تابشؔ
جو کناروں کو ملاتے ہوئے مر جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

تیرے گمنام اگر نام کمانے لگ جائیں
شرف و شیوۂ تسلیم ٹھکانے لگ جائیں

جس طرح نور سے پیدا ہے جہانِ اشیاء
اک نظر ڈال کہ ہم بھی نظر آنے لگ جائیں

یہ بھی ممکن ہے کوئی روکنے والا ہی نہ ہو
یہ بھی ممکن ہے یہاں مجھ کو زمانے لگ جائیں

دیکھ اے حسن فراواں! یہ بہت ممکن ہے
میرا دل تک نہ لگے تیرے خزانے لگ جائیں

Scanned by CamScanner

جن کے ہونے سے ہے مشروط ہمارا ہونا
اپنے ہونے کا نہ احساس دلانے لگ جائیں

تو محبت کی غرض لمحۂ موجود سے رکھ
تیرے ذمے نہ مرے درد پرانے لگ جائیں

یہ محبت نہ کہیں ردِ عمل بن جائے
ہم ترے بعد کوئی ظلم نہ ڈھانے لگ جائیں

کارِ دنیا بھی عجب ہے کہ مرے گھر والے
دن نکلتے ہی مری خیر منانے لگ جائیں

پاس ہی ڈوب رہی ہے کوئی کشتی تابش
خود نہیں بچتے اگر اس کو بچانے لگ جائیں

Scanned by CamScanner

○

ہوائے تیز ترا ایک کام آخری ہے
کہ نخلِ خشک پہ ماہِ تمام آخری ہے

میں جس سکون سے بیٹھا ہوں اس کنارے پر
سکوں سے لگتا ہے میرا قیام آخری ہے

پھر اس کے بعد یہ بازارِ دل نہیں لگنا
خرید لیجئے صاحب! غلام آخری ہے

گزر چلا ہوں کسی کو یقیں دلاتا ہوا
کہ لوحِ دل پہ رقم ہے جو نام آخری ہے

Scanned by CamScanner

تبھی تو پیڑ کی آنکھوں میں چاند بھر آیا
کسی نے کہہ دیا ہوگا کہ شام آخری ہے

یہ لگ رہا ہے محبت کے پہلے زینے پر
کہ جس مقام پہ ہوں یہ مقام آخری ہے

کسی نے پھر سے کھڑے کر دیے در و دیوار
خیال تھا کہ مرا انہدام آخری ہے

ہمارے جیسے وہاں کس شمار میں ہوں گے
کہ جس قطار میں مجنوں کا نام آخری ہے

شروعِ عشق میں ایسی اداسیاں تابش
ہر ایک شام یہ لگتا ہے شام آخری ہے

Scanned by CamScanner

○

اندر کو بہتی آنکھ سے کٹتا تو میں بھی ہوں
دریا کو کیا بتاؤں کہ دریا تو میں بھی ہوں

کھاتا ہے رنج چاند کی تنہائی کا مجھے
پھر سوچتا ہوں اس کی طرح کا تو میں بھی ہوں

ناراض تو کسی سے ہو جاتی ہے میری جان
تو جانتا ہے بات سمجھتا تو میں بھی ہوں

کر مجھ سے بات اور کہیں اور جا نکل
تیرے لیے فرار کا رستہ تو میں بھی ہوں

Scanned by CamScanner

شاخِ گلاب ہی نہیں کرتی ہے زخم زخم
جو پھول توڑے اس سے الجھتا تو میں بھی ہوں

ہے تیری ضد میں تجھ سے محبت کا سلسلہ
تو ہے کسی کا چاہنے والا تو میں بھی ہوں

اب میری جان جاتی ہے مجنوں کے نام سے
پہلے پہل یہ لگتا تھا ایسا تو میں بھی ہوں

Scanned by CamScanner

○

دمِ سخن ہی طبیعت لہو لہو کی جائے
کوئی تو ہو کہ تری جس سے گفتگو کی جائے

یہ نکتہ کٹتے شجر نے مجھے کِیا تعلیم
کہ دُکھ تو ملتے ہیں گر خواہشِ نمو کی جائے

کشیدہ کارِ ازل تجھ کو عتراض تو نئیں
کہیں کہیں سے اگر زندگی رفو کی جائے

میں یہ بھی چاہتا ہوں عشق کا نہ ہو الزام
میں یہ بھی چاہتا ہوں تیری آرزو کی جائے

Scanned by CamScanner

محبتوں میں تو شجرے کا بھی نہیں مذکور
تو چاہتا ہے کہ مسلک پہ گفتگو کی جائے

مری طرح سے اُجڑ کر بسائیں شہرِ سخن
جو نقل کرنی ہے میری تو ہو بہو کی جائے

Scanned by CamScanner

○

دن نکلتا تو کہیں شور مچانے جاتا
میں پرندوں میں پرندہ نظر آنے جاتا

کیا مجھے اور کوئی کام نہیں تھا اس سے
کیا میں دریا پہ فقط پھول بہانے جاتا

میری آنکھیں ہی جسے دیکھ کے شرمندہ تھیں
میں گنہگار اسے ہاتھ لگانے جاتا

میرے مانند اگر اُن کی بھی آنکھیں ہوتیں
میں نیا زخم درختوں کو دکھانے جاتا

Scanned by CamScanner

گر اجازت مجھے دیتی مرے اندر کی بھڑک
میں یہی آگ ترے گھر کو لگانے جاتا

سب کے آگے تو اذیت نہ جھٹکتا مرا دل
مور کی طرح کہیں پنکھ گرانے جاتا

یہ پرندے جو مجھے راہ سجھاتے تابشؔ
غیب کے باغ سے میں پھول چرانے جاتا

Scanned by CamScanner

○

سار ی دنیا میں مرے جی کو لگا ایک ہی شخص
ایک ہی شخص تھا ایسا بخدا ایک ہی شخص

درجۂ کفر سہی مدحِ جمالِ جاناں
دل کی پوچھو تو خدا سے بھی بنا ایک ہی شخص

ایسا لگتا ہے سبھی عشق کسی ایک سے تھے
ایسا لگتا ہے مجھے ملتا رہا ایک ہی شخص

وہ جو میں اُس کی محبت بھی کسی اور سے کی
ان دنوں شہر کا ہر شخص لگا ایک ہی شخص

Scanned by CamScanner

میں تو اے عشق تری کوزہ گری جانتا ہوں
تو نے ہم دو کو ملایا تو بنا ایک ہی شخص

مجھ سے ناراض نہ ہونا مرے اچھے لوگو!
کیا کروں میری محبت نے چنا ایک ہی شخص

تو جو کہتا ہے ترے جیسے کئی اور بھی ہیں
تجھ کو دعویٰ ہے تو پھر خود سا دکھا ایک ہی شخص

تو جسے چاہتا ہے میں بھی اُسے چاہتا ہوں
اچھا لگتا ہے مجھے تیرے سوا ایک ہی شخص

دوست! سب سے کہاں کھنچتا ہے غزل کا چلہ
حجرۂ میرؔ میں ہوتا ہے سدا ایک ہی شخص

Scanned by CamScanner

○

جمالِ یار کا کیا خوش بھی ہے اُداس بھی ہے
مگر یہ دل کہ جسے کیفیت کا پاس بھی ہے

عجب نہیں جو اُسے خود سے عشق ہو جائے
ادا بھی رکھتا ہے ظالم ادا شناس بھی ہے

اے اپنے عشق کی باتیں سنانے والے شخص
اسی طرح کی کہانی ہمارے پاس بھی ہے

نہ جانے کون طرف جائے رنجِ محرومی
پڑی ہے تیغ بھی اور میز پر گلاس بھی ہے

Scanned by CamScanner

خفا ہوا بھی تو رسوا نہیں کرے گا تجھے
کہ زود رنج ترا مصلحت شناس بھی ہے

وہ ایک شخص کہ کرتا ہے عقل کی باتیں
تمہارے بارے میں تھوڑا سا بدحواس بھی ہے

تجھے پسند بہت ہے گلاب کا کھلنا
اور اتفاق سے تو آئینے کے پاس بھی ہے

کریں تو کس سے کریں کم سماعتی کا گلہ
''ستم تو یہ ہے کہ ظالم سخن شناس بھی ہے''

Scanned by CamScanner

○

تو ہمارے نام سے ویسے بھی جانا جائے ہے
ہم سے کُھل کر عشق کرنے میں ترا کیا جائے ہے

ڈھیل دینے کا سبب ترکِ تعلق تو نہیں
دیکھنا ہے اُس طرف وہ اور کتنا جائے ہے

ہاتھ جتنے میں پہنچتے ہیں سرِ شاخِ وصال
زندگی کے باغ میں موسم نیا آ جائے ہے

برف پگھلے گی تو ہم بھی چل پڑیں گے اُس کے ساتھ
دیکھنے والے یہی سمجھیں گے دریا جائے ہے

Scanned by CamScanner

چارہ گر سے تب کہوں جب کوئی دن کی بات ہو
زندگی تو رائیگاں لمحہ بہ لمحہ جائے ہے

تجھ کو اپنے آپ سے فرصت نہیں ہے اور یاں
اے نگاہِ یار میرا وقت گزرا جائے ہے

اے فصیلِ وقت! اس کو روک سکتی ہے تو روک
تجھ سے میرے جسم کا پتھر سرکتا جائے ہے

یہ محبت کس لیے ہے یہ رفاقت کس لیے
جب جہانِ خاک سے ہر شخص تنہا جائے ہے

اس طرح میں توڑے جاتا ہوں ترے ماہ و نجوم
جس طرح بچہ کوئی برتن گراتا جائے ہے

مرتضیٰ برلاس کی سن کر غزل لکھی غزل
ورنہ غالبؔ کی زمیں میں کس سے لکھا جائے ہے

Scanned by CamScanner

○

کم سخن ہیں پسِ اظہار ملے ہیں تجھ سے
ملنا یہ ہے تو کئی بار ملے ہیں تجھ سے

جانتے ہیں کہ نہیں سہل محبت کرنا
یہ تو اک ضد میں مرے یار ملے ہیں تجھ سے

تیز رفتارئ دنیا کہاں مہلت دے گی
ہم سرِ گرمیِ بازار ملے ہیں تجھ سے

کبھی لاتے تھے ترے واسطے جو شاخِ گلاب
وہ بھی اب کھینچ کے تلوار ملے ہیں تجھ سے

Scanned by CamScanner

تیرے ملنے سے انہیں روک سکا ہے کوئی
ملنے والے تو سرِ دار ملے ہیں تجھ سے

کھینچ لاتی ہے ہمیں تیری محبت ورنہ
آخری بار کئی بار ملے ہیں تجھ سے

Scanned by CamScanner

○

کر رہی تھی درختوں سے پتوں کو جس دم ہوا الوداع
اس قدر شور تھا میں کسی سے نہیں کہہ سکا الوداع

منہ میں پانی بھرا اور اک دم بھنور میں بھنور ہو گئے
اتنی مہلت ہی کب تھی کہ کہتے اُسے بے وفا الوداع

میرے الفاظ یوں رات میرے گلے لگ کے روتے رہے
جیسے لمبے سفر کے لیے ہو کوئی قافلہ الوداع

جس طرح بھی انہیں جوڑ کر دیکھ لوں یہ لکیریں نہیں
بے خیالی میں کس نے مرے ہاتھ پر لکھ دیا الوداع

Scanned by CamScanner

پہلے اس دل میں جتنی تمنائیں تھیں سب کو رخصت کیا
پھر دلِ مبتلا کو بھی یکبارگی کہہ دیا الوداع

زندگی! میں تو جب بھی ترے ہاتھ میں ہاتھ دینے لگا
میرے اندر کوئی مجھ سے کہنے لگا تابشؔ ! الوداع

Scanned by CamScanner

○

ہمارے دُکھ نہ کسی طور جب ٹھکانے لگے
ہم اپنے گھر میں پرندوں کے گھر بنانے لگے

ہمارے دل میں ہے آسیبِ آرزو ایسا
کبھی کبھی تو ہمیں خود سے خوف آنے لگے

بچھڑ کے تم سے کسی کو نہ کر سکے انکار
تمہارے بعد محبت کی مار کھانے لگے

ہمارے دل میں کسی نے قیام کیا کرنا
یہی بہت ہے یہاں لوگ آنے جانے لگے

Scanned by CamScanner

نہ کیجیو تو محبت کی گفتگو پہ یقیں
بس اک مقام جہاں کوئی دل دُکھانے لگے

میں برگِ خشک ہوں ٹہنی سے جڑ نہیں سکتا
درخت کیوں مجھے اپنی طرف بلانے لگے

جہان چھوڑتے جاتے ہیں کس سہولت سے
یہ رفتگاں تو مرا حوصلہ بڑھانے لگے

دمِ وصال مری بھی عصا پہ تھوڑی تھی
سو گرتے گرتے مجھے بھی کئی زمانے لگے

Scanned by CamScanner

○

بادباں کب کھولتا ہوں پار کب جاتا ہوں میں
روز رستے کی طرح دریا سے لوٹ آتا ہوں میں

صبح دم میں کھولتا ہوں رسی اپنے پاؤں کی
دن ڈھلے خود کو کہیں سے ہانک کر لاتا ہوں میں

اپنی جانب سے بھی دیتا ہوں کچھو کے جسم کو
اُس کی جانب سے بھی اپنے زخم سہلاتا ہوں میں

ایک بچے کی طرح خود کو بٹھا کر سامنے
خوب خود کو کوستا ہوں خوب سمجھاتا ہوں میں

Scanned by CamScanner

خشک پتوں کی طرح ہے قوتِ گویائی بھی
بات کوئی بھی نہیں اور بولتا جاتا ہوں میں

یہ وہی تنہائی ہے جس سے بہل جاتا تھا دل
یہ وہی تنہائی ہے اب جس سے گھبراتا ہوں میں

عشق میں مانع ہے غالبؔ کی طرفداری مجھے
رعب جب چلتا نہیں تو پاؤں پڑ جاتا ہوں میں

میرے ہاتھ آتے ہیں تابشؔ دوسرے موسم کے پھول
ایک موسم میں تو ٹہنی تک پہنچ پاتا ہوں میں

Scanned by CamScanner

○

ہم تیری دھن میں تیرے مقابل سے آئے ہیں
منزل کو ڈھونڈتے ہوئے منزل سے آئے ہیں

تو نے اسے بھی نقل مکانی سمجھ لیا
ہم تیرے دل میں اور کسی دل سے آئے ہیں

دنیا سے دست کش ہیں ترے دل گرفتگاں
یہ تیرے پاس اور مسائل سے آئے ہیں

کوئی کسی کو آنکھ اٹھا دیکھتا نہیں
سب مے کدے میں اپنے مشاغل سے آئے ہیں

Scanned by CamScanner

یہ جو گزر رہی ہے سہولت سے زندگی
ہم اس مقام تک بڑی مشکل سے آئے ہیں

تو اپنے گھر سے نکلی ہوئی شاخ کو نہ دیکھ
مجھ پر یہ پھول بازوئے قاتل سے آئے ہیں

کون و مکاں بھی ڈولتے جاتے ہیں میرے ساتھ
کیا یہ بھی پی کے آپ کی محفل سے آئے ہیں

اب آ چلا ہے ہم کو لہو تھوکنے کا فن
ہم خوش سلیقگی کے مراحل سے آئے ہیں

Scanned by CamScanner

○

اتنا آساں نہیں مسند پہ بٹھایا گیا میں
شہرِ تہمت تری گلیوں میں پھرایا گیا میں

میرے ہونے سے یہاں آئی ہے پانی کی بہار
شاخِ گریہ تھا سرِ دشت لگایا گیا میں

یہ تو اب عشق میں جی لگنے لگا ہے کچھ کچھ
اس طرف پہلے پہل گھیر کے لایا گیا میں

خوب اتنا تھا کہ دیوار پکڑ کر نکلا
اُس سے ملنے کے لیے صورتِ سایہ گیا میں

Scanned by CamScanner

تجھ سے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں تھی ورنہ
ایک مدت تری دہلیز تک آیا گیا میں

خلوتِ خاص میں بلوانے سے پہلے تابشؔ
عام لوگوں میں بہت دیر بٹھایا گیا میں

Scanned by CamScanner

○

مطلعِ خواب نہ یادوں کی دھنک ہے مجھ میں
یہ کوئی اور چمکتا ہوا شک ہے مجھ میں

اب مرے جسم کے اندر ہیں پر و بال مرے
جس پہ پرواز ہے میری وہ فلک ہے مجھ میں

میری آنکھیں ہی کسی دن مجھے لے بیٹھیں گی
ان کا پانی مری بنیاد تلک ہے مجھ میں

راکھ ہو جائے گا تُو بھی میرے نزدیک نہ آ
لبِ لعلیں! یہ کوئی اور بھڑک ہے مجھ میں

Scanned by CamScanner

دل میں ہوتا تو یہ ممکن تھا نکل بھی جاتا
اب تو وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ میں

دل کسی ایک نتیجے پہ پہنچا چاہے
پچھلے کچھ دن سے بڑی چھان پھٹک ہے مجھ میں

میں نے اِک ضد میں جسے چھوڑ دیا تھا تابشؔ
اب بھی اُس شخص سے ملنے کی کسک ہے مجھ میں

Scanned by CamScanner

○

سورج کا میرے حجرۂ غم میں گزر کہاں
لو دے اٹھی ہے رات وگرنہ سحر کہاں

میں خوش ہوں اپنی حسرتِ دیدار دیکھ کر
جو چاند مجھ میں ہے وہ کسی بام پر کہاں

کس گمشدہ خیال کی مجھ کو تلاش ہے
میں نے جلا رکھا ہے چراغِ ہنر کہاں

تیری طرح میں زود فراموش تو نہیں
پھر بھی رکھوں گا یاد تجھے عمر بھر کہاں

Scanned by CamScanner

میرے لیے تو اپنے مقدر سے مت الجھ
میری کوئی لکیر ترے ہاتھ پر کہاں

مجھ سے مرا ستارۂ تقدیر تنگ ہے
مجھ گردشی کو سیلِ حوادث کا ڈر کہاں

میں وہ مکان ہوں جو گرا اندرون سے
ملبہ مرا ملے تمہیں بیرونِ در کہاں

بیٹھے ہو میرے سامنے جاری ہے گفتگو
لیکن چلے گئے ہو مجھے چھوڑ کر کہاں

دونوں جہان گم تھے تمہاری نگاہ میں
جاتا میں تم کو چھوڑ کے جاتا مگر کہاں

اے رنجِ بے دلی! ترے رہنے کے واسطے
دیوار و در کی شرط ہے دیوار و در کہاں

آتا ہے صحنِ باغ کی خلوت میں کون ہاتھ
جاتے ہیں میرے پیڑ کے برگ و ثمر کہاں

Scanned by CamScanner

میرے لیے تو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں
اپنا نہیں ہے خوف تو دنیا کا ڈر کہاں

یہ جاننے کو ان کا تعاقب کروں گا میں
یہ لوگ جا رہے ہیں مجھے چھوڑ کر کہاں

Scanned by CamScanner

○

چاند نے جھک کے یہ پوچھا ہوگا
شہرِ برباد ترا کیا ہوگا

دور ایسا ہے کہ لحظہ لحظہ
سوچنا پڑتا ہے اب کیا ہوگا

یہ جو حالات ہوئے ہیں اپنے
ہم نے ایسا کبھی سوچا ہوگا

ہم یہاں جس کی سزا جھیلتے ہیں
وہ کہیں چین سے بیٹھا ہوگا

Scanned by CamScanner

بوجھ وہ آن پڑا ہے دل پر
شعر کہہ کر بھی نہ ہلکا ہوگا

اب کسی دُکھ میں نئی بات نہیں
اب اداسی کا سبب کیا ہوگا

چاند بھی سرخ ہے آنکھوں کی طرح
یہ کسی ظلم پہ رویا ہوگا

موت دستک نہیں دے کر آتی
یہ کوئی اور ہی آیا ہوگا

اور صورت ہی نہیں ہے کوئی
رونے والے تجھے رونا ہوگا

اے مجھے چھوڑ کے جانے والے
جنگ کے بعد تو ملنا ہوگا

وہم کو وہم سمجھنے والو
ایسا لگتا ہے کہ ایسا ہوگا

جو بھی ملتا ہے ترا پوچھتا ہے
اب مرا شہر سے جھگڑا ہوگا

میں تجھے مار کے مرنا چاہوں
تو کسی دن تو اکیلا ہوگا

خودکشی مجھ سے کرائی اس نے
یہ کہانی کا تقاضا ہوگا

میں جہاں ڈوب رہا ہوں لوگو
کل یہاں ایک جزیرہ ہوگا

سب کو ہجرت کی پڑی ہے تابشؔ
اس گھڑی کون کسی کا ہوگا

Scanned by CamScanner

○

آیا نہیں سخن میں وہ جانِ سخن تمام
اپنی طرف سے ہم نے کیے ہیں جتن تمام

اُس سے خیال میں بھی اگر ہم کلام ہوں
ہم خستگانِ عشق کی اُترے تھکن تمام

جو پھول مجھ میں ہے، مرے باہر کہیں نہیں
میں گھوم پھر لیے ترے دشت و دمن تمام

اے خود سرانِ شہر تمہیں کچھ پتہ بھی ہے
خوش قامتی پہ اُس کی ہوا بانکپن تمام

Scanned by CamScanner

تو دل کا پھول کس جگہ رکھے گی اے ہوا
بالفرض راکھ ہو گئی شاخِ بدن تمام

اب اِس طرف کہیں بھی محبت کی بو نہیں
یاراں! وہ کیا ہوئے ہیں غزالِ ختن تمام

لب بستگانِ عشق ہیں سناٹے کی گونج
اِک طرح بولتے ہیں ترے کم سخن تمام

اب شہر میں کوئی بھی پرندہ نہیں رہا
جانے کہاں گئے وہ غریب الوطن تمام

کچھ حوصلہ بھی چاہیے گریہ گزارِ عشق
آنکھوں سے بہہ نہ جائے لہو ہو بدن تمام

پھر کوئی لے کے آ گیا دامن کی دھجیاں
لگتا تھا مجھ پہ ہو چکا دیوانہ پن تمام

Scanned by CamScanner

○

کچھ تعلق نہ رہے دشت و دمن سے اپنے
اس طرح بھی کوئی جاتا ہے وطن سے اپنے

بس یہی سوچ کے کچھ لوگ بھڑک اٹھتے ہیں
کیا مراسم ہیں غزالانِ ختن سے اپنے

خلوتِ ذات میں رہتے ہیں سمندر کی طرح
چاند نکلے تو نکلتے ہیں بدن سے اپنے

ہم نکال آئیں گے تالاب کی تہ سے اُس کو
چاند واقف ہی نہیں باولے پن سے اپنے

Scanned by CamScanner

ققنسا! پھر وہی ہونے کو ہے جو پہلے ہوا
پھر وہی آگ نکلتی ہے دہن سے اپنے

ہم کہ سوکھے ہوئے پتوں کی طرح ہیں تابشؔ
جانے کس وقت نکل جائیں چمن سے اپنے

Scanned by CamScanner

○

جمالِ خوش دکھاتا ہے اثر آہستہ آہستہ
اُترتا ہے دلوں میں وہ مگر آہستہ آہستہ

اچانک جو ملے اُس کو اچانک چھوڑ دیتا ہوں
مرے معیار پر پورا اتر آہستہ آہستہ

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف-23.02.2020

تجھے جلدی تو ہوگی اے قیامت کی گھڑی لیکن
محبت کی طرح مجھ پر گزر آہستہ آہستہ

محبت ایک دم دُکھ کا مداوا کر نہیں دیتی
یہ تتلی بیٹھتی ہے زخم پر آہستہ آہستہ

Scanned by CamScanner

پسِ ترکِ تعلق بھی اگر کوشش کرے کوئی
توجہ ہو ہی جاتی ہے اُدھر آہستہ آہستہ

میں اک دن میں نہیں پتھر سے پانی ہو گیا تابشؔ
ملا ہے یہ مقامِ چشمِ تر آہستہ آہستہ

Scanned by CamScanner

○

محفلِ شب سے نکل کر میں سحر میں رہ گیا
کن چراغوں کا دھواں میری نظر میں رہ گیا

کب سے بیٹھا ہے ہمارے صحن کی دیوار پر
یہ پرندہ ہے کہ پتھر بال و پر میں رہ گیا

میری تنہائی اسے اپنا بنا کر لے گئی
اور میں اُس سے بچھڑ جانے کے ڈر میں رہ گیا

طعنۂ منزل مجھے دینے سے پہلے سوچ لے
میں سفر میں رہ گیا یا ہم سفر میں رہ گیا

Scanned by CamScanner

اپنی اپنی لاٹھیاں تو لے کے بھاگے یار لوگ
چاند ہی کٹ کر کسی اونچے شجر میں رہ گیا

انتظارِ یار میں اک میں ہی پتھرایا نہیں
ہو گیا دیوار جو اک رات در میں رہ گیا

میں اسے ڈھونڈا کیا اس شہر کی گلیوں کے بیچ
اور وہ اس دل میں گھر کر کے بھی گھر میں رہ گیا

میں بھی انشآء کی طرح ہنستا ہنساتا تھا بہت
ایک دن پھر یوں ہوا میں اس ہنر میں رہ گیا

اپنی سی تو کر رہے ہیں ہم فنا آمادگاں
بس وہی رہ جائے گا جو اُس نظر میں رہ گیا

○

ڈوب کر بھی نہ پڑا فرق گراں جانی میں
میں ہوں پتھر کی طرح بہتے ہوئے پانی میں

یہ محبت تو بہت بعد کا قصہ ہے میاں
میں نے اُس ہاتھ کو پکڑا تھا پریشانی میں

رفتگاں! تم نے عبث ڈھونگ رچایا ورنہ
عشق کو دخل نہیں موت کی ارزانی میں

یہ محبت بھی ولایت کی طرح رکھتی ہے
حالتِ حال میں یا حالتِ حیرانی میں

اس لیے جل کے کبھی راکھ نہیں ہوتا دل
یہ کبھی آگ میں ہوتا ہے کبھی پانی میں

اک محبت ہی پہ موقوف نہیں ہے تابشؔ
کچھ بڑے فیصلے ہو جاتے ہیں نادانی میں

Scanned by CamScanner

○

وہ جو جگنوؤں کے تھے قافلے مری شام شام بنا گئے
انہیں چھو لیا تو چراغ سے مری پور پور میں آ گئے

مجھے آسمانِ خیال پر یہ جھلک سی کس کی دکھائی دی
کہ نواحِ جسم کے کاخ و کو مری روشنی میں نہا گئے

یہاں چشم بستۂ سنگ ہے نہ لہو نہ اس کی ترنگ ہے
میاں حادثوں کو دعائیں دو تمہیں دو گھڑی تو رُلا گئے

مرے نام ساری ملامتیں مرے نام ساری قیامتیں
کوئی پوچھتا نہیں آپ سے مجھے آپ کس لیے بھا گئے

Scanned by CamScanner

یہ ترے خیال کے لوگ ہیں یہ بڑے کمال کے لوگ ہیں
ابھی پاؤں رکھنے کی جا نہ تھی ابھی خوابِ خوش میں سما گئے

سرِ راہ روک کے پوچھنا شرفاء کا شیوہ نہیں میاں
کبھی فرصتوں میں بتاؤں گا جو معاملے مجھے کھا گئے

Scanned by CamScanner

○

مری عمرِ گزشتہ کا خسارہ پوچھتے ہیں
ملاقاتی نہ جانے کیوں تمہارا پوچھتے ہیں

بس اتنا سوچ لینا تم کہ اب یہ اہلِ دُنیا
فقط میرا نہیں مجھ سے ہمارا پوچھتے ہیں

نہیں ہیں کم سماعت ہم گراں گوشانِ دنیا
یہ تم ہو اس لیے تم سے دوبارہ پوچھتے ہیں

Scanned by CamScanner

اُنہیں مجھ سے نہیں میرے مقدر سے غرض ہے
وہ میرے نام سے پہلے ستارا پوچھتے ہیں

ہمارے عہد کے عشاق سے کیا بن پڑے گا
یہ کاروبار سے پہلے خسارا پوچھتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

کوئی رسہ گرے گا یا بدن اپنا اچھالوں گا
میں خود کو اس کنویں سے کس طرح باہر نکالوں گا

ہر اک سے یہ کہوں گا تُو محبت کرنے والا ہے
ترے بارے میں دنیا کو غلط فہمی میں ڈالوں گا

تمہارے ساتھ کرنے کی بہت سی اور باتیں ہیں
غزل کا کیا غزل تو میں پرندوں کو سنا لوں گا

Scanned by CamScanner

نہیں ہے آتشیں اتنی بھی خوئے آتشیں میری
یہ بستی پھونک کر بھی میں تمہارا گھر بچا لوں گا

مجھے سر پھوڑنے کے واسطے دیوار دے یارب!
اگر میں بچ گیا تو میں کسی کو مار ڈالوں گا

Scanned by CamScanner

○

تیرا ہو کر کوئی کب تیرے سوا ہوتا ہے
تو جو ہوتا ہے جدا کس سے جدا ہوتا ہے

حالتِ حال چھپائی نہیں جاتی اُس سے
جب کوئی شخص تجھے سوچ رہا ہوتا ہے

کر رہا ہوتا ہوں میں اُس سے محبت لیکن
دل اُسے پا کے کہیں کھو بھی چکا ہوتا ہے

کس طلب سے تری آنکھوں کی طرف دیکھتا ہوں
جب ترے غم کا نشہ ٹوٹ رہا ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

راستہ روکتی خلقت تجھے معلوم نہیں
عشق میں ہارا ہوا شخص بلا ہوتا ہے

یوں ترے شہر میں گھبرایا ہوا پھرتا ہوں
جس طرح پہلے پہل عشق ہوا ہوتا ہے

کیا ستم ہے کہ لگاتا ہوں ترے نام وہ شعر
جو کسی اور کے ہجراں میں کہا ہوتا ہے

میں دلاتا ہوں یقیں اور کسی کو لیکن
دل کسی اور کے قدموں میں پڑا ہوتا ہے

کسی بے کس کا سہارا نہیں بنتی دنیا
اس کا ہوتا ہے کوئی جس کا خدا ہوتا ہے

لاکھ اڑاتا ہوا نکلے کوئی شہرت کا غبار
جو بھی ہوتا ہے ہوا میں وہ ہوا ہوتا ہے

وحیٔ بے لفظ سمجھ میں نہیں آنے والی
ورنہ طوفان کا چڑیوں کو پتہ ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

○

قہوہ خانے میں دھواں بن کے سمائے ہوئے لوگ
جانے کس دُھن میں سلگتے ہیں بجھائے ہوئے لوگ

تو بھی چاہے تو نہ چھوڑیں گے حکومت دل کی
ہم ہیں مسند پہ ترے غم کی بٹھائے ہوئے لوگ

اپنا مقسوم ہے گلیوں کی ہوا ہو جانا
یار ہم ہیں کسی محفل کے اٹھائے ہوئے لوگ

آنکھ نے بور اٹھایا ہے درختوں کی طرح
یاد آتے ہیں اِسی رُت میں بھلائے ہوئے لوگ

Scanned by CamScanner

شکل تو شکل مجھے نام بھی اب یاد نہیں
ہائے وہ لوگ وہ اعصاب پہ چھائے ہوئے لوگ

حاکمِ شہر کو معلوم ہوا ہے تابشؔ
جمع ہوتے ہیں کہیں چند ستائے ہوئے لوگ

Scanned by CamScanner

○

یوں ہی ممکن ہے یہ وقت آنکھ میں پانی ہو جائے
رات لمبی ہے بہت کوئی کہانی ہو جائے

تُو تو پھر تُو ہے اگر اس سے ہٹا لوں نظریں
ایک پل میں تری تصویر پرانی ہو جائے

یارِ یاراں! تجھے کیا یاد کریں گے ہم بھی
نہ سہی عشق مگر کوئی نشانی ہو جائے

شعر ہوتے ہیں نہ روتے ہیں نہ مل بیٹھتے ہیں
کس طرح ختم طبیعت کی گرانی ہو جائے

Scanned by CamScanner

اب تو اِس خوف سے میں اذنِ تکلم چاہوں
میرے دل میں نہ مری بات پرانی ہو جائے

اپنے کمرے کے میں پردے ہی ہٹا دوں تابشؔ
یوں ہی ممکن ہے مری شام سہانی ہو جائے

Scanned by CamScanner

○

بیٹھتا اٹھتا تھا میں یاروں کے بیچ
ہو گیا دیوار دیواروں کے بیچ

جانتا ہوں کیسے ہوتی ہے سحر
زندگی کاٹی ہے بیماروں کے بیچ

میرے اس کوشش میں بازو کٹ گئے
چاہتا تھا صلح تلواروں کے بیچ

وہ جو میرے گھر میں ہوتا تھا کبھی
اب وہ سناٹا ہے بازاروں کے بیچ

Scanned by CamScanner

تم نے چھوڑا تو مجھے یہ طائراں
بھر کے لے جائیں گے منقاروں کے بیچ

تجھ کو بھی اس کا کوئی احساس ہے
تیری خاطر ٹھن گئی یاروں کے بیچ

Scanned by CamScanner

○

جوڑ لوں گا یہ جو دل ٹوٹا ہوا رکھتا ہوں میں
اپنے ہر انجام میں اِک ابتدا رکھتا ہوں میں

اب تو جیسے عشق کرنا نوکری کرنا ہوا
پوچھتے ہیں اِس میں کتنا تجربہ رکھتا ہوں میں

خلعتِ رسوائی ہو یا تہمتِ زندہ دلی
جو بھی ملتا ہے ترے قدموں میں لا رکھتا ہوں میں

آئینے کی طرح سب پر ایک دم کھلتا نہیں
کوئی دن تک اجنبیت کی فضا رکھتا ہوں

Scanned by CamScanner

کچھ تو اُس کا دل بھی مائل ہے میاں میری طرف
اور کچھ کوشش سے اُس کو مبتلا رکھتا ہوں میں

مسئلہ ہے بھی اگر تو بے زبانی کا نہیں
اس لیے خاموش ہوں خوفِ خدا رکھتا ہوں میں

یہ بھی کوئی پائمالی ہے کہ مثلِ آئینہ
کرچی کرچی ہو کے بھی نوکِ انا رکھتا ہوں میں

جیسے طوفاں میں پرندوں سے بھرا ساحل کوئی
بے نوا ہوں اور کتنے ہم نوا رکھتا ہوں میں

میرا زور و زر نہ پوچھو میری صورت پر نہ جاؤ
عشق کرتا ہوں تو اس کا حوصلہ رکھتا ہوں میں

میرا نقشِ پا ہے تابشؔ میرے ہونے کا ثبوت
ایک جب رہتا نہیں تو دوسرا رکھتا ہوں میں

Scanned by CamScanner

○

کہیں خوشبو کہیں جگنو، کہیں میں تُو نکلتے ہیں
بہت بکھرے ہوئے لیکن بہت یکسو نکلتے ہیں

اسی خاطر زمانے سے بنی بھی ہے ٹھنی بھی ہے
کہ اس سے کچھ مزاجِ یار کے پہلو نکلتے ہیں

ہم اپنے گھر سے یوں نکل آئے محبت میں
کہ جیسے شدّتِ جذبات میں آنسو نکلتے ہیں

ہمیں تو ہجر کی رت بھی ہے کوئی بانس کا جنگل
اندھیرے میں اِس آدم خور کے بازو نکلتے ہیں

Scanned by CamScanner

اذیت سے نکلنے میں اذیت اور بڑھتی ہے
یہ آنکھیں ساتھ جاتی ہیں اگر آنسو نکلتے ہیں

یقیناً بھینچ رکھا ہے کسی نے میرا دل تابشؔ
وگرنہ بند مٹھی سے کہاں جگنو نکلتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

شکستگی مری تقدیر کرنا چاہتے ہیں
عجیب دکھ ہیں مجھے میر کرنا چاہتے ہیں

لہو لہو ہیں مگر آخری بیان اپنا
ہم اپنے ہاتھ سے تحریر کرنا چاہتے ہیں

ہمارے بعد کوئی اس گلی میں کیوں آئے
ہم اس کو جادۂ شمشیر کرنا چاہتے ہیں

پہنچنا بھی ہے انہیں منزلِ محبت پر
قیام بھی ترے رہ گیر کرنا چاہتے ہیں

Scanned by CamScanner

اسی لیے ہے ہواؤں سے دوستی اپنی
ہم اپنے درد کی تشہیر کرنا چاہتے ہیں

اگر نصیب میں ہوگا تو مل رہیں گے کبھی
نہ ہم نے کی ہے نہ تدبیر کرنا چاہتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

یہاں کے عہدہ و منصب قبول کرتے ہوئے
میں تجھ کو بھول گیا تھا یہ بھول کرتے ہوئے

اب اور کتنا جیوں فتح کی امید کے ساتھ
کہ تھک گیا ہوں میں لاشے وصول کرتے ہوئے

کہ جیسے آندھیاں بارش کو ساتھ لاتی ہیں
وہ رو پڑا مجھے قدموں کی دھول کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

اب اُس کو یاد بھی کرتا ہوں پوچھ کر اُس سے
یہ نوبت آئی ہے شرطیں قبول کرتے ہوئے

گناہِ زندہ دلی کی سزا پہ یاد آیا
میں کتنا خوش تھا کسی کو ملول کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

○

اب پرندوں کی یہاں نقل مکانی کم ہے
ہم ہیں جس جھیل پہ اُس جھیل میں پانی کم ہے

یہ جو میں بھاگتا ہوں وقت سے آگے آگے
میری وحشت کے مطابق یہ روانی کم ہے

دے مجھے انجم و مہتاب سے آگے کی خبر
مجھ سے فانی کے لیے عالمِ فانی کم ہے

غم کی تلخی مجھے نشہ نہیں ہونے دیتی
یہ غلط ہے کہ تری چیز پرانی کم ہے

Scanned by CamScanner

غیب کے باغ کا وہ بھید کھلا ہے مجھ پر
جس کا ابلاغ پرندوں کی زبانی کم ہے

ہجر کو حوصلہ اور وصل کو فرصت درکار
اک محبت کے لیے ایک جوانی کم ہے

اتنا مشکل تو نہ تھا گمشدگاں کا ملنا
ہم نے اے دشت تری خاک ہی چھانی کم ہے

اس سے موت کی خوشبو کے مقابل تابشؔ
کسی آنگن میں کھلی رات کی رانی کم ہے

○

یوں ہی پہچان کی ذلت سے نکل کر دیکھوں
نام تبدیل کروں شکل بدل کر دیکھوں

اور کچھ دیر کو رہ جائے مرا نام و نشاں
میں بھی سورج کی طرح چاند میں ڈھل کر دیکھوں

ہو بھی سکتا ہے کنارے پہ کھڑا ہو کوئی
ڈوبتے ڈوبتے اک بار اُچھل کر دیکھوں

دھیان اپنا تو نہیں آتا ترے دھیان کے وقت
آزمائش کے لیے آگ پہ چل کر دیکھوں

Scanned by CamScanner

کیا ضروری ہے محبت میں حسد کا ہونا
کیوں ترا حسن ترے حسن سے جل کر دیکھوں

کیوں نظر آنے کی خواہش میں گنوا لوں خود کو
کیوں ستارے کی طرح دن میں نکل کر دیکھوں

کیا ضرورت مجھے کشتی کے سفر کی تابشؔ
چلنا آتا ہو تو پانی پہ نہ چل کر دیکھوں

Scanned by CamScanner

○

دیکھیے سختی کشاں! ہجرت ابھی واجب نہیں
یہ ہمارا شہر ہے شعبِ ابی طالب نہیں

میں کوئی شاخِ شکستہ اور تو ہے اُس کی ٹیک
یار اپنا سلسلہ یک جان دو قالب نہیں

لیکن اتنا دھیان رکھنا میں پرندوں کی طرح
تم پہ اپنا حق جتاتا ہوں مگر غاصب نہیں

Scanned by CamScanner

میں کسی کو بھی نہیں دیتا ترس کھانے کا حق
میں محبت مانگتا ہوں رحم کا طالب نہیں

کیسے کہہ سکتا ہوں دل کے کس طرف ہے کیا طلسم
یہ وہ در ہے جو ابھی کھلتا کسی جانب نہیں

Scanned by CamScanner

○

کیا کہوں اُس نے تجھے کتنا حسیں پیدا کیا
تجھ کو پیدا کر کے پھر تجھ سا نہیں پیدا کیا

کس لیے دل تنگ ہے تُو مجمعِ عشاق سے
شکر کر تجھ کو خدا نے دل نشیں پیدا کیا

خاکِ مجنوں تھم گئی اور مر گئی حیرت تمام
یاالٰہی تو نے کیوں محمل نشیں پیدا کیا

زندگی بھر چاہے جانے کی اذیت سے گزر
پیدا کرنے والے نے تجھ کو حسیں پیدا کیا

Scanned by CamScanner

پیدا کر کے بھی ہمیں خودسار کھا اُس ذات نے
اس طرح پیدا کیا جیسے نہیں پیدا کیا

دوست! تم نے گر میسر ہی نہ آنا تھا مجھے
میرے دل میں کس لئے اتنا یقیں پیدا کیا

Scanned by CamScanner

○

جب رہائی کی یہی تدبیر باقی رہ گئی
پاؤں مٹی ہو گئے زنجیر باقی رہ گئی

بہہ گئے ہم زندگی کے مختلف دھاروں کے ساتھ
جس میں ہم دونوں تھے وہ تصویر باقی رہ گئی

اب بلا بھیجا ہے اس کو اے دلِ عجلت پسند
جب یہاں تاخیر ہی تاخیر باقی رہ گئی

غلغلہ وارفتگانِ عشق کا ہوتا تھا یاں
اب تو اِک مجلس بیادِ میرؔ باقی رہ گئی

Scanned by CamScanner

○

شہرِ گریہ کے مکینوں کی طرح سوچتے ہیں
ہم بھی اُن سوچتی آنکھوں کی طرح سوچتے ہیں

ہم بھی کہتے ہیں کہ سب کچھ ہے ہمارے دم سے
ہم بھی گزرے ہوئے لوگوں کی طرح سوچتے ہیں

تیرے ہاتھوں سے کسی دن نہ جھپٹ لیں تجھ کو
ہم محبت میں غریبوں کی طرح سوچتے ہیں

یہ میاں اہلِ محبت ہیں انہیں کچھ نہ کہو
یہ بڑے لوگ ہیں بچوں کی طرح سوچتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

یوں خود سے الگ سایۂ دیوار میں رہتا
میں دشت میں اور دھیان مرا یار میں رہتا

ٹہنی کی طرح میں بھی کھلا لیتا اگر پھول
وہ حسن تو پھر پردۂ اظہار میں رہتا

یہ حجرۂ گلرنگ تو رہنے کی جگہ ہے
وہ آ ہی گیا تھا تو دلِ زار میں رہتا

ہنگامۂ دنیا سے جو فرصت مجھے ملتی
صحرا کے غزالانِ طرح دار میں رہتا

Scanned by CamScanner

پاگل کیے رکھتی تھی کوئی دور کی آواز
کتنا میں ترے حسن کی بیگار میں رہتا

اک چاند کنارے پہ تھا اِک چاند تھا تہہ میں
میں کس کی خوشی کے لیے منجدھار میں رہتا

رکھا نہ کہیں کا سرِ تسلیم نے مجھ کو
اچھا تھا اُسی حالتِ انکار میں رہتا

لاتا نہ اگر اشک تباہی مرے گھر کی
یہ سیل کہاں جسم کی دیوار میں رہتا

چہرے پہ لہو مل کے اُبھارے گئے جذبات
حالانکہ بھرم زردیٔ رخسار میں رہتا

دل ہی نہ لگا معرکۂ خاک میں ورنہ
میں اپنا بدن چھوڑ کے تلوار میں رہتا

میں تخت نہیں چھوڑا میاں اپنی خوشی سے
دربار جو رہتا تو میں دربار میں رہتا

Scanned by CamScanner

○

لوٹ جائیں یا ترا پیچھا کریں
ہر قدم پر سوچتے ہیں کیا کریں

یا ہماری تلخ باتوں کو سہار
یا بتا دے کس سے ہم جھگڑا کریں

ڈھونڈتے تو ہم بھی ہیں راہِ فرار
سوچتے تو ہم بھی ہیں اب کیا کریں

ایک مدت ہو گئی روئے ہوئے
یار مجلس ہی کوئی برپا کریں

Scanned by CamScanner

اپنی مرضی سے گزاریں زندگی
دن میں سوئیں رات کو جاگا کریں

چھوڑنے کو چھوڑ دیں دنیا مگر
اتنے سارے دوستوں کا کیا کریں

شہر کو شورِ قیامت چاہیے
یار یہ دو چار چڑیاں کیا کریں

آپ کو آخر یہ حق کس نے دیا
آپ اہلِ دل کو کیوں رُسوا کریں

آپ نے تو پھر بہایا خونِ خلق
ہم اگر غصے میں آئیں کیا کریں

شاخ سے کیوں توڑ لیں تازہ گلاب
کیوں کسی تتلی کا حق مارا کریں

تم مکمل بات پر خاموش ہو
لوگ تو پورا مرا جملہ کریں

Scanned by CamScanner

بس نہیں چلتا زمانے پر اگر
بال ہیں سر پر انہیں نوچا کریں

یہ سمندر تو اُگل دیتا ہے لاش
قصد کرنا ہے تو صحرا کا کریں

قیس مل جائے تو پوچھیں مرشدا
عشق کرنا چھوڑ دیں ہم یا کریں

Scanned by CamScanner

○

یوں بھی عذابِ ہجر سے میں نے گزر کیا
شب کی بجائے میرؔ کا مصرعہ بسر کیا

تیری گلی سے تیری گلی تک تھی زندگی
میں نے ہی اِس سفر کو سفر در سفر کیا

میں بے وفا ہوں مجھ کو گریبان سے پکڑ
اور مجھ سے پوچھ میں نے ترا غم کدھر کیا

مجھ سے رہا نہیں گیا دریا کو دیکھ کر
میں نے زبان پھیر کے ہونٹوں کو تر کیا

Scanned by CamScanner

○

مر مر کے جیے جانے کی مشکل نہیں سمجھا
فرہاد سا بزدل بھی غمِ دل نہیں سمجھا

بس میری محبت سے غرض رکھی ہے اُس نے
وہ شخص مرے اور مسائل نہیں سمجھا

نفرت کبھی ہوتی ہے کبھی اُس سے محبت
دل اُس سے تعلق کے مراحل نہیں سمجھا

یہ زندگی تہمت ہے مگر میرا بڑا پن
میں نے اِسے تردید کے قابل نہیں سمجھا

Scanned by CamScanner

وہ کام ہوا بھی تو نہ ہونے کے برابر
جس کام میں ہم نے اُسے شامل نہیں سمجھا

اُس شخص کو کس چیز سے محروم کرو گے
حاصل کو بھی جس نے کبھی حاصل نہیں سمجھا

جس نے بھی کیا ہے اسے رسوا ہی کیا ہے
جز میرؔ کوئی منزلتِ دل نہیں سمجھا

اُس نے بھی مجھے چھوڑ دیا راہ میں تابشؔ
میں نے بھی اُسے عمر کا حاصل نہیں سمجھا

Scanned by CamScanner

○

یہ دل تو روز سرِ چشمِ تر چلا جائے
معاملہ نہ اِدھر کا اُدھر چلا جائے

لگا تو رکھا ہے اس دل کو اور کاموں میں
تری طرف نہ کہیں بھول کر چلا جائے

میں تجھ سے تنگ بھی ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں
کہ تجھ سے ربط یونہی عمر بھر چلا جائے

یہی ہے جنگ کا موسم یہی محبت کا
کشش تو دونوں طرف ہے کدھر چلا جائے

Scanned by CamScanner

تباہ ہو گئی دنیا بھی اہلِ دنیا بھی
چکور کہتا رہا چاند پر چلا جائے

اگر یقین نہ ہو اُس کو تیرے ملنے کا
تو قیس شام سے پہلے ہی گھر چلا جائے

تو میرے دُکھ کو زمانے پہ منکشف کر دے
یہ بے خبر نہ یونہی بے خبر چلا جائے

یہ میرا گھر ہے سدھارتھ کی سلطنت تو نہیں
اگر میں گھر سے چلا جاؤں گھر چلا جائے

Scanned by CamScanner

○

تو پرندے مار دے سرو و صنوبر مار دے
تیری مرضی جس کو دہشت گرد کہہ کر مار دے

تیرا اُس کے ماننے والوں سے پالا پڑ گیا
جو پرندے بھیج کر لشکر کے لشکر مار دے

تم بھی موسیٰ کے تعاقب میں چلے تو آئے ہو
دیکھنا تم کو نہ یہ نیلا سمندر مار دے

تو نے جس کے ڈھونڈنے کو بھیج دی اتنی سپاہ
یہ نہ ہو وہ تجھ کو تیرے گھر کے اندر مار دے

Scanned by CamScanner

اُس کو کیا حق ہے یہاں بارود کی بارش کرے
اُس کو کیا حق ہے مرے رنگلے کبوتر مار دے

فیصلے تاریخ کے، میدان میں ہوتے نہیں
مارنے والو! کوئی تم کو نہ مر کر مار دے

روشنی کے واسطے پندار کا سودا نہ کر
سامنے سورج بھی ہے تو اُس کو ٹھوکر مار دے

گونج تو بھی اس کے لہجے میں پہاڑوں کی طرح
تابشؔ اُس کی بات تو بھی اُس کے منہ پر مار دے

Scanned by CamScanner

○

یاد بھی آئی سمندر کی ہوا بھی آئی
ہوش کے ساتھ کوئی ہوشربا بھی آئی

دل کی ضد تھی کہ اُسے دور سے چاہا جائے
اور تنہائی اُسے ہاتھ لگا بھی آئی

میرے اطراف میں رات ایسی بلا کی چپ تھی
پھول ٹوٹا تو مجھے اُس کی صدا بھی آئی

میں ابھی سوچ رہا تھا کہ کھلوں یا نہ کھلوں
میری چپ جا کے اسے بھید بتا بھی آئی

Scanned by CamScanner

میں نے اب تک نہیں دنیا کو مقابل جانا
اپنی دانست میں وہ مجھ کو گرا بھی آئی

حسنِ محجوب تری ایک جھلک کی خاطر
اِک پیمبرؑ ہی نہیں خلقِ خدا بھی آئی

Scanned by CamScanner

○

تم دل کو کبھی گھر کے دریچے میں نہ رکھنا
لیکن مجھے اے دوست اندھیرے میں نہ رکھنا

یہ کوہِ گراں اور یہ چھالے مجھے منظور
لیکن مرے مولا مجھے رستے میں نہ رکھنا

ہو جاؤ گے تم بھی اُسی خوشبو کے گرفتار
تم لوگ قدم بھی مرے حجرے میں نہ رکھنا

Scanned by CamScanner

نکلی جو مری بات تو پہنچے گی بہت دور
مولا مرے دُکھ کو مرے لہجے میں نہ رکھنا

ہم لوگ تری چپ بھی کہاں جھیل سکے ہیں
اِس پہنچے ہوئے تیر کو جملے میں نہ رکھنا

Scanned by CamScanner

○

نیند آتے ہی مجھے اُس کو گزر جانا ہے
وہ مسافر ہے جسے میں نے شجر جانا ہے

چاند کے ساتھ بہت دور نکل آیا تھا
اب کھڑا سوچتا ہوں میں نے کدھر جانا ہے

اس کو کہتے ہیں ترے شہر سے ہجرت کرنا
گھر پہنچ کر بھی یہ لگتا ہے کہ گھر جانا ہے

Scanned by CamScanner

بس یہ کہنا تھا مجھے چھوڑ کے جانے والو
ڈار سے بچھڑی ہوئی کونج نے مر جانا ہے

گر نہ باز آیا مجھے بار سمجھنے والا
میں نے چلتی ہوئی کشتی سے اتر جانا ہے

Scanned by CamScanner

○

مسئلے عشق کے طے کرتا ہے شمشیر کے ساتھ
اور نسبت وہ بتاتا ہے غمِ میرؔ کے ساتھ

وہ مرے ساتھ نہیں اور مرے ساتھ بھی ہے
جس طرح چاند کا رشتہ کسی رہگیر کے ساتھ

پیچھے ہٹتا ہوں تو دنیا نہیں جینے دیتی
آگے بڑھتا ہوں تو بنتی نہیں تقدیر کے ساتھ

یہ کوئی کم ہے کہ جی بھر کے رُلاتے ہو مجھے
اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں دل گیر کے ساتھ

Scanned by CamScanner

میری مانو تو محبت میں سیاست نہ کرو
عشق کے کام نکلتے نہیں تدبیر کے ساتھ

دُور سے دیکھ کے آہیں نہ بھرا کر تابش
چاند سے دوستی کر خواہشِ تسخیر کے ساتھ

Scanned by CamScanner

○

چاند کو ہم جو سرِ نخلِ گماں جانتے ہیں
کچھ ہوا زاد اسے تصویرِ خزاں جانتے ہیں

کیسے ہاتھوں سے نکل جاتی ہے ہاتھوں کی تراش
اس اذیت کو فقط کوزہ گراں جانتے ہیں

کس جگہ ہم نے نہیں ٹوٹنے دینا ترا دل
کس جگہ ہم نے بدلنا ہے بیاں جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

ہم جو اٹھتے ہوئے ہاتھوں پہ اٹھاتے نہیں ہاتھ
کیا کریں صرف محبت کی زباں جانتے ہیں

اور تو جانتے کیا ہیں رہا گالی دینا
گالی دینا بھی مرے یار کہاں جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

چاند نکلے اور اس کی عزت افزائی نہ ہو
کیسے ممکن ہے نگر میں کوئی سودائی نہ ہو

جو نہیں مجھ سے ملا وہ بھی سمجھتا ہے مجھے
اے محبت کے خدا اتنی بھی رسوائی نہ ہو

یوں ہی تجھ سے معذرت کرنے کو جی چاہے مرا
کوئی ایسی بات جو تجھ کو پسند آئی نہ ہو

جس کو اپنے بازوؤں میں بھر کے خوش بیٹھا ہوں میں
یاالٰہی! یہ مرا احساسِ تنہائی نہ ہو

یوں نہ ہو تابش میں اپنے آپ سے جاتا رہوں
ہو پذیرائی مگر اتنی پذیرائی نہ ہو

Scanned by CamScanner

○

جب اپنی اپنی محرومی سے ڈر جاتے تھے ہم دونوں
کسی گہری اُداسی میں اُتر جاتے تھے ہم دونوں

بہارِ شوق میں بادِ خزاں آثار چلتی تھی
شگفتِ گل کے موسم میں بکھر جاتے تھے ہم دونوں

تمہارے شہر کے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا
وہی اِک جھیل ہوتی تھی جدھر جاتے تھے ہم دونوں

سنہری مچھلیاں، مہتاب اور کشتی کے اندر ہم
یہ منظر گم تھا پھر بھی جھیل پر جاتے تھے ہم دونوں

Scanned by CamScanner

زمستاں کی ہواؤں میں فقط جسموں کے خیمے تھے
دبک جاتے تھے ان میں جب ٹھٹھر جاتے تھے ہم دونوں

عجب اک بے یقینی میں گزرتی تھی کنارے پر
ٹھہرتے تھے نہ اُٹھ کے اپنے گھر جاتے تھے ہم دونوں

بہت سا وقت لگ جاتا تھا خود کو جمع کرنے میں
ذرا سی بات پر کتنا بکھر جاتے تھے ہم دونوں

کہیں جانا نہیں تھا اس لئے آہستہ رو تھے ہم
ذرا سا فاصلہ کر کے ٹھہر جاتے تھے ہم دونوں

زمانہ دیکھتا رہتا تھا ہم کو چور آنکھوں سے
نہ جانے کن خیالوں میں گزر جاتے تھے ہم دونوں

بس اتنا یاد ہے پہلی محبت کا سفر تھا وہ
بس اتنا یاد ہے شام و سحر جاتے تھے ہم دونوں

حدودِ خواب سے آگے ہمارا کون رہتا تھا
حدودِ خواب سے آگے کدھر جاتے تھے ہم دونوں

Scanned by CamScanner

○

وہ چاند ہو کہ چاند سا چہرہ، کوئی تو ہو
ان کھڑکیوں کے پار تماشا کوئی نہ ہو

لوگو! اسی گلی میں مری عمر کٹ گئی
مجھ کو گلی میں جاننے والا کوئی تو ہو

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف-23.02.2020

مجھ کو تو اپنی ذات کا اثبات چاہیئے
ہوتا ہے اور میرے علاوہ کوئی تو ہو

جس سمت جایئے وہی دریا ہے سامنے
اس شہر سے فرار کا رستہ کوئی تو ہو

Scanned by CamScanner

اپنے سوا بھی میں کوئی آواز سن سکوں
وہ برگِ خشک ہو کہ پرندہ کوئی تو ہو

یوں ہی خیال آتا ہے بانہوں کو دیکھ کر
ان ٹہنیوں پہ جھولنے والا کوئی تو ہو

ہم اِس اُدھیڑ بن میں محبت نہ کر سکے
ایسا کوئی نہیں مگر ایسا کوئی تو ہو

مشکل نہیں ہے عشق کا میدان مارنا
لیکن ہماری طرح نہتا کوئی تو ہو

Scanned by CamScanner

○

آنکھ پہ پٹی باندھ کے مجھ کو تنہا چھوڑ دیا ہے
یہ کس نے صحرا میں لا کر صحرا چھوڑ دیا ہے

جسم کی بوری سے باہر بھی کبھی نکل آؤں گا
ابھی تو اس پر خوش ہوں اس نے زندہ چھوڑ دیا ہے

ذہن مرا آزاد ہے لیکن دل کا دل مٹھی میں
آدھا اُس نے قید رکھا ہے آدھا چھوڑ دیا ہے

Scanned by CamScanner

جہاں دعا ملتی تھی اللہ جوڑی سلامت رکھے
میں نے تیرے بعد اُدھر سے گزرنا چھوڑ دیا ہے

چاروں شانے چت مٹی پر گرا پڑا ہوں تابشؔ
جانے کس نے دوسری جانب رسہ چھوڑ دیا ہے

Scanned by CamScanner

○

چھونے میں لطف ہے نہ اُسے دیکھنے میں ہے
یارب! یہ کیسی آگ مرے آئینے میں ہے

میں اِس جگہ لڑائی کی خاطر نہیں رُکا
میرا قیام اور کسی سلسلے میں ہے

جس نے کیا کلام لہو میں نہا گیا
یاراں! تمام لطف اُسے سوچنے میں ہے

کیا ہم جنازہ گاہ میں ہی جمع ہوں گے دوست
کیا اتفاق شہر کسی سانحے میں ہے

Scanned by CamScanner

اے شہر یار! شہر کو کم حوصلہ نہ جان
جو حوصلے میں ہے وہ بڑے حوصلے میں ہے

میرا بھرم ہی رکھتا اُسے چھوڑ کر اے دوست
دنیا سمجھ رہی تھی تو میرے کہے میں ہے

Scanned by CamScanner

○

خیال و خواب و خبر کے لیے سلام و دعا
لواحقین ہنر کے لیے سلام و دعا

ہوائے تیز کی خاطر پیامِ خندۂ لب
چراغِ راہ گزر کے لئے سلام و دعا

فصیلِ شہر پہ ہم تم نہیں رہے نہ سہی
دوامِ نقشِ دگر کے لیے سلام و دعا

چلیں کوئی تو مجھے ڈوبتے بھی دیکھے گا
کنارہ گیر شجر کے لیے سلام و دعا

Scanned by CamScanner

وہ ہجرتی تو وہاں سے چلے گئے ہوں گے
اجاڑ قریہ و در کے لیے سلام و دعا

سنا ہے شہر میں غارت گروں کی آمد ہے
تمام اہلِ ہنر کے لئے سلام و دعا

Scanned by CamScanner

○

مٹی کی محبت میں گرفتار پرندے
جاتے نہیں دیکھے کبھی اُس پار پرندے

خالی نہیں رہتا دلِ درویش کا ڈیرہ
حجرے میں پڑے رہتے ہیں دو چار پرندے

یہ باغ ہمارے لئے ہوتا تھا مگر اب
کرتے ہیں یہاں عشق کا بیوپار پرندے

Scanned by CamScanner

کیا میں بھی درختوں میں درختوں کی طرح ہوں
کیوں مجھ پہ اتر آتے ہیں ہر بار پرندے

یہ شہر سے باہر کا کوئی خواب ہے تابشؔ
یہ جھیل پہ اُڑتے ہوئے دو چار پرندے

Scanned by CamScanner

○

کب چاند سرِ فلک رہا ہے
آہو سا کوئی بھٹک رہا ہے

دل ہی سے نہ جھانکتا ہو کوئی
غرفے سے تو چاند تک رہا ہے

دل مور نہ تھا کوئی کہ اڑتا
آنسو تھا پلک پلک رہا ہے

اُس ہاتھ کا لمس بھی عجب تھا
اب تک یہ بدن دہک رہا ہے

Scanned by CamScanner

بارش کی عنایتوں کا موسم
انگور کی بیل تک رہا ہے

پانی پر جھکا ہوا پرندہ
تالاب سے چاند اُچک رہا ہے

کہسار پہ ڈھل رہا ہے سورج
رخسار پہ دل ڈھلک رہا ہے

دنیا سے تھیں دل لگی کی باتیں
ویسے تو مری للک رہا ہے

دل کو بھی جھپٹ لیا کسی نے
لقمہ بھی کوئی اُچک رہا ہے

کیونکر نہ اُبال آئے ہم کو
ہنڈیا میں دماغ پک رہا ہے

Scanned by CamScanner

○

خمارِ خواب نہ رقصِ وصال ہے بابا
میں پھر بھی ہوں تو یہ میرا کمال ہے بابا

سہار رکھا ہے اس کو بدن کی ٹیک سے میں
یہ زندگی تو شکستہ سی ڈال ہے بابا

''نہ جانے آپ وہ مستِ جمال کیا ہوگا''
کہ جس کو سوچ کے اپنا یہ حال ہے بابا

بے اختیاریِٔ دل اُس کے اختیار میں ہے
میں اُس کا دم نہ بھروں یہ مجال ہے بابا

Scanned by CamScanner

میں اس کو جھیل میں دیکھوں کہ دشت میں ڈھونڈوں
وہ شب کو چاند ہے دن کو غزال ہے بابا

میں باغ جاؤں تو مجھ سے پرند پوچھتے ہیں
تمہارا بھی کوئی پرسانِ حال ہے بابا

Scanned by CamScanner

○

دَم میں جی اٹھنا مرا دَم میں فنا ہو جانا
اُس کو جا کر بھی نہیں آیا جدا ہو جانا

اُس کو آتا ہے مجھے سب کے مقابل لا کر
جب کوئی ہاتھ اٹھے میری جگہ ہو جانا

یہ ترے ساتھ نہ ہونے کی تلافی تو نہیں
بیٹھے بیٹھے یہ مرا آبلہ پا ہو جانا

Scanned by CamScanner

تم نے تو اہلِ جہاں صرف سنی ہیں باتیں
میں نے دیکھا ہے کسی بت کا خدا ہو جانا

تم اچانک ہی ملے اور اچانک ہی گئے
اس کو کہتے ہیں مقدر کا لکھا ہو جانا

Scanned by CamScanner

○

پاؤں پڑتا ہوا رستہ نہیں دیکھا جاتا
جانے والے ترا جانا نہیں دیکھا جاتا

تیری مرضی ہے جدھر انگلی پکڑ کر لے جا
مجھ سے اب تیرے علاوہ نہیں دیکھا جاتا

یہ حسد ہے کہ محبت کی اجارہ داری
درمیاں اپنا بھی سایہ نہیں دیکھا جاتا

تو بھی اے شخص کہاں تک مجھے برداشت کرے
بار بار ایک ہی چہرہ نہیں دیکھا جاتا

Scanned by CamScanner

یہ ترے چاہنے والے بھی عجب ہیں جاناں
عشق کرتے ہیں کہ ہوتا نہیں دیکھا جاتا

یہ ترے بعد کھلا ہے کہ جدائی کیا ہے
مجھ سے اب کوئی اکیلا نہیں دیکھا جاتا

Scanned by CamScanner

○

اس شہر میں ٹھہرنے کا ڈھونڈیں بہانہ کیا
جب تو ہے بے کشش تو غمِ آب و دانہ کیا

تہمت گرانِ شہر کا حسنِ تضاد دیکھ
جب میں ہی کچھ نہیں ہوں تو میرا فسانہ کیا

کہتے تھے آپ کون ہو، سو میں کوئی نہیں
اب دیکھیے وہ کرتے ہیں تازہ بہانہ کیا

اس سلسلے میں آپ کوئی سانپ ڈھونڈیے
مجھ سا فقیر لے کے کرے گا خزانہ کیا

Scanned by CamScanner

کہنے کو کہہ تو دوں کہ مجھے تم سے عشق ہے
مجھ سے روا رکھے گی یہ خلقِ خدا نہ کیا

پٹڑی سے لوٹ آیا ہوں اُس کی تلاش میں
شکرِ خدا کہ ذہن میں آیا بہانہ کیا

Scanned by CamScanner

○

یاد کر کر کے اُسے وقت گزارا جائے
کس کو فرصت ہے وہاں کون دوبارہ آ جائے

شک سا ہوتا ہے ہر اک پہ کہ کہیں تو ہی نہ ہو
اب ترے نام سے کس کس کو پکارا جائے

سائرہ تجھ کو بہت یاد ہیں اُس کی باتیں
کیوں نہ کچھ وقت ترے ساتھ گزارا جائے

جس طرح پیڑ کو بڑھنے نہیں دیتی کوئی بیل
کیا ضروری ہے مجھے گھیر کے مارا جائے

Scanned by CamScanner

عین ممکن ہے کہ ہو اس سے علاجِ وحشت
شہر میں زور سے اک نام پکارا جائے

اُس حسیں شخص کی خاطر جو کہا ہے تابشؔ
کم ہے اُس شعر کو جتنا بھی سنوارا جائے

Scanned by CamScanner

○

گھر میں رہ کر بھی مرے گھر کا مقفل ہونا
اس سے ثابت ہے مرا خوف سے پاگل ہونا

گفتگو کرتے ہوئے پھول کھلانا لیکن
عالمِ ذات میں جلتا ہوا جنگل ہونا

شامِ ہجراں تجھے کیا فکر ہمارے ہوتے
تیری قسمت میں اگر ہے شبِ مقتل ہونا

Scanned by CamScanner

مجھ کو تشویش کہ بینائی مری ختم ہوئی
آپ کہتے ہیں اسے آنکھ سے اوجھل ہونا

اس لئے اُس نے مرا ساتھ دیا ہے تابشؔ
اُس کو منظور نہیں تھا مرا پاگل ہونا

Scanned by CamScanner

○

کوفۂ شک نہ کسی دشت بلا کی جانب
میں مدینے سے گیا کوہِ ندا کی جانب

لوٹ آیا ہوں میں تہمت کی وصولی کے لیے
کچھ نکلتا تھا مرا خلقِ خدا کی جانب

Scanned by CamScanner

○

غزل ذریعۂ اظہارِ بے دلاں تجھ سے
بہت سی کرنے کی باتیں ہیں میری جاں تجھ سے

تو اِس کو میری رقابت کا مسئلہ نہ سمجھ
میں عشق ہوں مجھے رہنا ہے بدگماں تجھ سے

حنوط کر کے انہیں گھر میں رکھ لیا تو نے
فریبِ گل میں چمٹتی تھیں تتلیاں تجھ سے

Scanned by CamScanner

رقصِ درویش

609
عشق آباد

Scanned by CamScanner

انتساب

مرتضیٰ برلاس کے نام

Scanned by CamScanner

اقلیم، ولایتیں اور سرخ خیمہ

ساٹھ کی دہائی کے آواخر میں جب میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے شہرۂ آفاق شعبہ معاشیات کا طالبعلم بننے کیلئے شہرِ سبزہ و گل میں اُترا' گم ہو جانے والے اور سراغ نہ چھوڑنے والے شبیر شاہد نے لگتا ہے' میرے لئے ہی کہا تھا:

فضائے ساحل کی اوٹ سے جھانکتا جھلکتا
وہ شہرِ حسن و جمال بھولا نہیں ہے مجھ کو
نگاہ میں ہے شکوہ اس کی عمارتوں کا
وہ معبدوں کا جلال بھولا نہیں ہے مجھ کو

میرا سن انیس برس کا تھا۔ اردو کی جدید شاعری میرا اوڑھنا بچھونا تھی۔ میں اسی کے ساتھ جاگتا اور اسی کے ساتھ سوتا تھا۔ احمد ندیم قاسمی کی دشتِ وفا' مجید امجد کی شب رفتہ' ناصر کاظمی کی برگ نے' ظفر اقبال کی آبِ رواں' منیر نیازی کی تیز ہوا اور تنہا پھول' احمد فراز کی درد آشوب وہ شعری مجموعے تھے جو مجھے تقریباً ازبر تھے اور میں ان میں سے کسی بھی وقت اپنے کیسے سے کچھ بھی نکال سکتا تھا۔ سوءِ اتفاق تھا یا حسنِ اتفاق کہ یونیورسٹی میں جس کلاس فیلو سے میری دوستی ہوئی وہ جدید اردو شاعری سے نا آشنا لیکن کلاسیکل شعراء کا دلدادہ تھا' میں ناصر کاظمی کا شعر پڑھتا تو وہ مصحفی کا شعر سناتا۔ میں ظفر اقبال کا حوالہ دیتا تو وہ آتش کو بیچ

Scanned by CamScanner

میں لے آتا اور میں مجید امجد کا سہارا لیتا تو وہ میر تک پہنچ جاتا۔ منڈی میں اشیاء کی طلب اور رسد خود ہی قیمتوں کا تعین کر دیتی ہے۔ میں تو کلاسیکی شاعری کے بحرِ بے کنار کا شناور نہ ہو سکا لیکن میرا دوست جدید شاعری کی لپیٹ میں آ گیا اور پھر ایک وقت وہ آیا کہ اس نے ہوسٹل میں اپنے کمرے کے دروازے پر میرے استاد ظہیر فتح پوری کا یہ شعر لکھ دیا:

مرے من موہن ترے مکھڑے پر کھلے بیلے کا بجیلا پن ہے
نصیبہ اب کے یہاں اترایا تبسم ہے یا کنول روشن ہے

اس زمانے سے لے کر قریب کے زمانے تک میں اردو شاعری کے حوالے سے ایک قسم کی ثنویت کا شکار رہا۔ جب جدید شاعری پڑھنے کا موڈ ہوتا تو میں اپنی لائبریری سے منیر نیازی یا مجید امجد نکالتا اور جب کلاسیکل شعراء پڑھنے کو دل چاہتا تو میر انشاء اور ناسخ کے دواوین اٹھا لیتا' سفر میں بھی ایک کتاب سے کام نہ نکلتا۔ حافظ کے ساتھ نادر نادر پور یا فروغ فرخ زاد کو بھی شامل کرنا پڑتا۔

لیکن یہ اس وقت تک تھا جب تک میں نے عباس تابش کو نہیں پڑھا تھا۔

مجھے یاد نہیں عباس تابش کی غزل میں نے پہلی بار کہاں پڑھی تھی' کسی ادبی جریدے میں تھی یا اس کا شعری مجموعہ تھا۔ لیکن مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کہ میں دم بخود رہ گیا تھا۔ میں نے اپنے آپ سے پوچھا یہ شاعر کون ہے' جو بیک وقت جدید بھی ہے اور کلاسیکل بھی' جس کا شعر چونکا دیتا ہے اور ساتھ ہی ایک ایسی طمانیت بھی بخشتا ہے جو غائب و حاضر دونوں تک رسائی دیتی ہے۔ کیا آپ نے جدت اور کلاسیک کا اس سے بہتر امتزاج دیکھا ہے؟

لفظوں سے چھاؤں وضع کی' سطروں کو سائباں کیا
جیسے بھی ہو سکا بسر وقتِ زوالِ جاں کیا
دل کو کسی کا سامنا کرنے کی تاب ہی نہ تھی
اچھا کیا کہ آنکھ نے آنسو کو درمیاں کیا

جدید شاعری کا طالبعلم کلاسیکل شعراء سے کیوں گریزاں ہے؟ اس لیے کہ قدیم فارسی غزل سے ورثے میں ملے ہوئے تلازمے اپنی کشش کھو چکے ہیں۔ وہی صحرا اور اس

Scanned by CamScanner

کے ساتھ محمل اور قیس، وہی کشتی اور اس کے ساتھ گرداب اور ساحل، وہی باغ اور اس کے ساتھ قفس اور صیاد، عباس تابش نے کمال یہ کیا کہ اسی لفظیات کو نیا زاویہ دیا اور اسی جسم کو نیا پیراہن عطا کیا یوں کہ یہ علامتیں بجائے خود جدت کا نشان بن گئیں:

اس کو مدت سے کوئی قیس نہیں ملتا تھا
میری دہلیز پہ صحرا کو ضرورت لائی
یہ دشتِ قیس کہ اب خاص کر کسی کا نہیں
بہ فیض عشق علیہ السلام میرا ہے

کشتی کو ہماری کلاسیکی شاعری میں ہمیشہ زندگی کی بقا کی علامت سمجھا گیا، یہاں تک کہ اسے ڈوبنے سے بچانے کیلئے اس سے سامان تک اتار لیا گیا۔ گرداب تھا یا ساحل، بادبان تھا یا ناخدا، طوفان تھے یا جزیرے یا دور منڈلانے والے پرندے، سب کشتی کو پار لگانے میں مصروف تھے۔ روایت کی اس کہنگی سے ماضی قریب کے شاعر بھی دامن نہ چھڑا سکے۔

کچھ لوگ جو سوار ہیں کاغذ کی ناؤ پر
تہمت تراشتے ہیں ہوا کے دباؤ پر

(احسان دانش)

عباس تابش نے اس قدامت کی بساط ہی الٹ دی:

مجھے بھی اوروں کی طرح کاغذ ملا ہے لیکن
میں اس سے کشتی نہیں سمندر بنا رہا ہوں

تو پھر پار کیسے اترا جائے؟
عباس تابش پھر ہماری مدد کو آتا ہے:

ملتی نہیں ہے ناؤ تو درویش کی طرح
خود میں اتر کے پار اتر جانا چاہیے

یہ بجا ہے کہ عباس تابش سے میرا اولین تعارف جدت اور کلاسیک کے امتزاج کے

Scanned by CamScanner

حوالے سے ہوا لیکن جیسے جیسے میں اس کو پڑھتا گیا' یہ ابتدائی حوالہ دور ہوتا گیا اور حیران کن مناظر سامنے آنے لگے۔ مجھے یاد ہے جب میں پہلی بار مسجد قرطبہ دیکھنے گیا تو اس کے بیرونی احاطے' وہاں کے لگے ہوئے خوبصورت درختوں اور دیواروں کے باہر کے حصے کو غور سے دیکھنے لگا' لیکن جب عمارت کے اندر داخل ہوا تو حیرت سے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ٹھہر گیا۔ آپ جب پہلی بار لندن یا نیویارک کے ہوائی اڈے پر اترتے ہیں تو ائیر پورٹ کو غور سے AWE سے دیکھتے ہیں لیکن جب اصل شہر کے عجائبات دیکھتے ہیں تو پہلا بصری تعارف پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ عباس تابش کی کلیات بہت دن میرے تکیے کے نیچے رہی اور اس نے کئی روز میرے سفری تھیلے میں بھی پڑاؤ کیا۔ اس کی شاعری پڑھ کر ہر بار میری زبان پر فارسی کا یہ شعر آیا:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

عباس تابش کی شاعری کیا ہے؟ ایک وسیع اقلیم ہے' اس اقلیم کی کئی ولایتیں ہیں۔ ہر ولایت کا الگ انتظام ہے۔ ایک ولایت درختوں کے سپرد ہے۔ ایک ولایت کے انصرام پر پرندے مامور ہیں۔ ایک ولایت میں صرف محبت کے معاملات طے ہوتے ہیں۔ ایک ولایت باطنی اور خارق عادت (Metaphysical) امور کیلئے وقف ہے۔ سلطنت کے ایک حصے پر کربلا کے کنائے اور استعارے حکومت کر رہے ہیں۔ سب سے آخر میں سرخ رنگ کا ایک بہت بڑا خیمہ ہے۔ یہ اس ولایت کا صدر مقام ہے اور اوپر بیان کی ہوئی ساری ولایتوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کا حسن اتنا بے پناہ ہے اور اس کی شوکت وثروت اس قدر بےنظیر ہے کہ اسے کوئی نام ہی نہیں دیا جا سکتا۔

آیئے ذرا! ان ولایتوں کی ذرا ذرا سی جھلک دیکھتے چلیں۔

عباس تابش محبت کی بازی میں شاطر نکلا اور اس نے سب سے پہلے درختوں کے ساتھ معاملہ کیا۔ وہ اس عقلمند عاشق کی طرح ہے جو شہزادی کے عشق میں کامیاب ہونے کیلئے پہلے محل کی کنیزوں سے راہ ورسم استوار کرتا ہے:

Scanned by CamScanner

اگر قریب سے گزروں تو ایسا لگتا ہے
یہ پیڑ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں

محبت کی مہم میں درختوں کی حمایت فتح کی ضمانت ہے اور یہ چال چل کر عباس تابش نے سپہ سالارانہ مہارت کا ثبوت دیا۔ مجھے اپنی ایک نظم "درختوں کیلئے ایک نظم" کا ایک حصہ یاد آ رہا ہے:

میں جتنے راستوں پر چلا ہوں
اور میں نے جتنے دریا عبور کیے ہیں
اور میں جتنے پہاڑوں پر چڑھا ہوں
اور میں نے جتنے سنگدلوں کو چاہا ہے
اور میں جتنی راتوں کو جاگا ہوں
اور میں نے جتنی مسرتیں کاشت کی ہیں
اور میں نے جتنے غم کاٹے ہیں
اور میں نے جتنے پیاروں کو گم کیا ہے

وہ سب
مجھے درختوں کے حوالے سے یاد آتے ہیں
اس لیے کہ
درختوں کے ساتھ ٹیک لگا کر
اور درختوں کے چلتے سایوں کے ساتھ ساتھ
بان کی کھر دری چارپائیاں گھسیٹ کر
اور درختوں کو دیکھ کر
اور درختوں سے بغل گیر ہو کر
ہم نے معاملے طے کیے تھے
اور درختوں کو گواہ بنا کر

Scanned by CamScanner

کنارے سے رخصت ہوئے تھے
اور درختوں کو زینہ بنا کر
اُوپر گئے تھے
ہم نے درختوں کو اپنے سروں پر رکھا تھا
اور شام کے وقت قریے میں واپس آئے تھے
اور جب رخصت ہوئے تھے
تو صرف درختوں کے دل درد سے پھٹے تھے

عباس تابش نے بھی درختوں کی وساطت سے معاملے طے کیے۔ اس نے ان سے رات کے آخری حصے میں بات کی۔ اس نے ان کے دکھوں کو اپنے دکھوں سے مماثل پایا۔ وہ خشک پتوں کے ساتھ اڑا تو درختوں نے اسے واپس بلایا۔ اس نے درختوں پر بور لگنے کے انتظار میں کئی موسم خالی گزار دیئے۔ اسے درختوں سے شکوے بھی تھے:

عجیب پیڑ ہیں ان کو حیا نہیں آتی
ہمارے سامنے کپڑے بدلنے لگتے ہیں

پھر اس کے بعد پھلوں میں مٹھاس آئی نہیں
شجر نے کام لیا تھا غلط بیانی سے

لیکن وہ جیسے بھی تھے، اُس کے اپنے تھے:

اپنے ہم زاد دختوں میں کھڑا سوچتا ہوں
میں تو آیا تھا انہیں آگ لگانے کے لیے

پرندے عباس تابش کے شعری نظام کا دوسرا بڑا حصہ ہیں، سہیل احمد خان کی نظموں کے مجموعے ''ایک موسم کے پرندے'' کے بعد عباس تابش پہلا شاعر ہے جس کے ہاں پرندے ایک منظم سیٹ اپ کا حصہ ہیں۔ محبت کی ایک مضبوط علامت کے عہد پر عباس تابش نے جس طرح پرندوں سے کام لیا ہے اس سے شاعری پر اس کی دسترس اور مضمونِ شعر پر اس کی

Scanned by CamScanner

قدرت کا پتہ چلتا ہے۔ کبھی اس کے ہاں پرندے پیاس کے سفیر بن کر ابھرتے ہیں:

دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس
جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

اور کبھی یہی پرندے وحشت کی پہنائیوں میں شاعر کا ساتھ دیتے ہیں' وحشت کی یہ پہنائیاں عاشقانہ بھی ہیں اور سیاسی اور معاشرتی بھی:

ہمیں سماعتِ بے لفظ کی اجازت ہے
ہمارے ساتھ پرندے کلام کرتے ہیں

نفسانفسی اور افراتفری کا وہ دور ہے کہ شاعر کو پرندوں کی سلامتی کی فکر ہے۔ پرندے اس کیلئے معصومیت اور کمزوری کی علامت ہیں۔ معاشرہ بدقسمتی سے اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں معصوم اور کمزور ہونا خطرناک ہے۔ عباس تابش سارے معصوموں اور کمزوروں کیلئے دعا کرتا ہے:

ان کے بچوں کو خدا سانپ سے محفوظ رکھے
دن میں ہوتے ہیں پرندوں کے ٹھکانے خالی

ثروت مند طبقے کو جو معاشرے کے زیریں حصے سے بے نیاز ہے' عباس تابش کتنے مہذب انداز میں نصیحت کرتا ہے:

تلاش رزق میں بھٹکے ہوئے پرندوں کو
میں جیب خرچ سے دانہ کھلایا کرتا تھا

لیکن عباس تابش جہاں قلم توڑ کر رکھ دیتا ہے وہ معاملاتِ محبت ہیں۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ مومن کے بعد معاملات جس طرح عباس تابش نے طے کئے ہیں شاید ہی کسی اور نے کئے ہوں۔ مومن نے تو معاملہ بندی پر ایسے ایسے اشعار کہتے ہیں جو اردو شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں:

Scanned by CamScanner

وحشت سے میرے سارے احبا چلے گئے
آنا ہے گر تو آؤ کہ خالی مکاں ہے اب

گر دیکھ کر ہنس دیا ہمیں تو
منہ پھیر کے مسکرائیں گے ہم
بت خانہ چیں ہو گر ترا گھر
مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

سب نوشتے ترے اغیار کو دکھلاؤں گا
جانتا ہے تو مرے پاس ہیں کیا کیا کاغذ

عباس تابش کی معاملہ بندی کے اشعار مغل مصوری کی یاد دلاتے ہیں یا ان خوبصورت پینٹنگز کی جو دیوانِ حافظ اور رباعیات عمر خیام کے ایران میں چھپے ہوئے نسخوں میں لگی ہوتی ہیں اور نظر اور دل دونوں کا دامن کھینچتی ہیں۔ ابر چھایا ہوا ہے' باغ میں پھولوں اور درختوں کی بہار ہے' خوبصورت طائر اِدھر اُدھر اڑ رہے ہیں۔ دو مسندوں پر عاشق اور معشوق بیٹھے ہیں۔ خدام جام لئے کھڑے ہیں لیکن شکوے ہیں کہ ختم نہیں ہو رہے۔ ہاتھ سینے پر دھرا ہے' سر پاسِ ادب سے خم ہے لیکن دل کی بات زبان پر لائے بغیر چارہ نہیں کہ جانے پھر قربت کب میسر ہو:

کب تمہیں عشق پہ مجبور کیا ہے ہم نے
ہم تو بس یاد دلاتے ہیں چلے جاتے ہیں
آپ کو کون تماشائی سمجھتا ہے یہاں
آپ تو آگ لگاتے ہیں چلے جاتے ہیں

ناصر کاظمی نے کہا تھا:

پھر ایک طویل ہجر کے بعد

صحبت ہوئی برقرار کچھ دیر

عباس تابش کو بھی یہ صحبت ایک طویل جانکاہ سفر کے بعد میسر آئی ہے لیکن اس نے اس نادر موقع کو ناصر کاظمی سے بہتر استعمال کیا ہے۔ وہ روایتی شاعر کی طرح محض سپردگی اور تسلیم کا شیوہ نہیں رکھتا۔ وہ کھل کر بات کرتا ہے اور جو کہنا چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔ مگر عشق کے دائرے کے اندر رہ کر:

تجھ تک پہنچ کے اس لیے آنکھیں بھر آئی ہیں
میں بھولتا نہیں کوئی ٹھوکر لگی ہوئی

پھر وہ اور زیادہ ہمت کا مظاہرہ کرتا ہے:

یہ روز و شب ہماری ترجیح میں نہیں ہیں
ہم تو جمال جاناں تجھ کو بسر کریں گے

میں نے کچھ دیر پہلے ایک سرخ خیمے کا ذکر کیا تھا جو عباس تابش کی سلطنت کے سب سے خوبصورت منطقے میں نصب ہے اور جہاں عباس تابش اپنے پسندیدہ ہم نشینوں کے ساتھ بزمِ خاص آراستہ کرتا ہے۔ اب میں آپ کو اسی خوبصورت خیمے کی طرف لے کر جا رہا ہوں اور عباس تابش کے وہ اشعار سنانے لگا ہوں جن کے بارے میں یہ بتانا کم از کم میرے لئے ممکن نہیں کہ ان کے قدم براہ راست سینے پر کیوں جا پڑتے ہیں؟ ایک شعر کیوں اچھا لگتا ہے؟ اس کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا۔ اس لیے کہ نقادوں نے ایک اچھے شعر کی جتنی خوبیاں بیان کی ہیں، بارہا ایسا ہوا ہے کہ وہ سب خوبیاں ایک شعر میں موجود ہوتی ہیں لیکن وہ اچھا نہیں لگتا۔ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ خارج از بحر شعر پڑھنے والے کو شعر موزوں انداز میں پڑھنا سکھایا جائے اور جس طرح دنیا کی معلوم تاریخ میں آج تک کوئی ایسا مکتب سکول یا تربیتی ادارہ وجود میں نہیں آیا جہاں ناشاعر کو شاعر بنایا جا سکے۔ بالکل اسی طرح اچھے شعر کی تعریف کرنا ناممکن ہے۔ کیا کبھی کسی کو بتایا گیا ہے کہ اگر تم نے عاشق ہونا ہے تو اتنی قامت اور ایسے چہرے اور ایسی آنکھوں اور ایسے ہونٹوں والی حسینہ سے عشق کرنا اور کیا اس Process کو ضبطِ تحریر میں لایا جا سکتا ہے جس کے نتیجے میں عشق ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

سو! آپ Process کی میکانیات میں پڑے بغیر اشعار پڑھیے:

تو جانتا نہیں مرے مالک مکان کو
اے دوست! کوئی چیز ادھر کی ادھر نہ ہو

اگر کبھی مجھے موجودگاں سے فرصت ہو
تو رفتگاں مری نیندیں حرام کرتے ہیں

اس زمانے میں غنیمت ہے غنیمت ہے میاں
کوئی باہر سے بھی درویش اگر لگتا ہے

خدا پہ چھوڑیے صاحب معاملہ دل کا
ہماری عمر میں قول و قسم نہیں ہوتے
عجیب لوگ ہیں یہ خاندان عشق کے لوگ
کہ ہوتے جاتے ہیں قتل اور کم نہیں ہوتے

گزر رہا ہوں کسی قریۂ ملامت سے
قدیم سلسلہ داری کو عام کرتا ہوا

ایسے نہیں مانوں گا میں ہستی کا توازن
تقطیع کیا جائے یہ مصرعہ مرے آگے
اے قامتِ دلدار! گزشتہ کی معافی
پہلے کوئی معیار نہیں تھا مرے آگے

Scanned by CamScanner

حالتِ جنگ میں آداب خورونوش کہاں
اب تو لقمہ بھی اٹھاتا ہوں میں تلوار کے ساتھ

ابھی نہ کوئے ملامت کو بند کیجئے گا
کہ اس طرف سے گزر صبح و شام میرا ہے
نہ ڈھونڈیئے یہاں بدنظمی زمانہ کو
یہ میرا دل ہے یہاں انتظام میرا ہے

یوں بچایا ہے مجھے مجھ خدا نے میرے
سنگ جو ہاتھ میں تھا اب ہے سرہانے میرے

کیوں پھیرتی ہے چاند کے بالوں میں انگلیاں
کس کام پر ہے شاخِ صنوبر لگی ہوئی

چلتا رہنے دو میاں سلسلہ دلداری کا
عاشقی دین نہیں ہے کہ مکمل ہو جائے

یہ جو مٹی کی طرح ہم کو بٹھا دیتا ہے تو
موسمِ گریہ! ترا یہ سلسلہ قائم رہے

یہ جو میں نے چند شعر پیش کئے ہیں تازہ شعری مجموعے ''رقصِ درویش'' سے ہیں ورنہ اگر عباس تابش کے سارے مجموعوں سے نشتر نکالے جائیں تو بہتر سے کیا کم ہوں گے!
عباس تابش کی شاعری اس کی عمر سے آگے ہے۔ میری اور میری طرح اس کی شاعری کے بہت سے دلدادگاں کی دعا ہے کہ وہ لمبی عمر پائے اور اس کی شاعری اس کی عمر

Scanned by CamScanner

سے آگے ہی رہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے (کم از کم اب تک) تکبر کو پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ جس نے بھی دو مصرعے موزوں کر لیے اس نے خود کو پورا اور میر کو آدھا شاعر قرار دیا لیکن عباس تابش پانچ جاندار کتابوں کا مصنف ہونے کے باوجود مطمئن نہیں اور مزید امکانات کا در باز کئے بیٹھا ہے:

زندگی بھر میں کوئی شعر تو ایسا ہوتا
میں بھی کہتا جو مرا زخم دروں ہے یوں ہے

یہ رویہ اسی کا شیوہ ہوتا ہے جس کے سر پر ستارۂ بلندی چمک رہا ہو۔

محمد اظہار الحق

اسلام آباد

۲۱ مارچ ۲۰۰۸ء

Scanned by CamScanner

○

یہ کنارا ہے بہت میرے سفینے کے لیے
میں مدینے سے گیا بھی تو مدینے کے لیے

اِس خرابے میں نہیں جلتا کوئی اور چراغ
اپنا نقشِ کفِ پا دے مرے سینے کے لیے

اُن کی مدحت کا میاں حق تو ادا کیا ہوگا
پھر بھی میں عرض گزاری ہے قرینے کے لیے

روز ہوتی ہے مرے سامنے تازہ ہجرت
روز میں گھر سے نکلتا ہوں مدینے کے لیے

Scanned by CamScanner

زندگی بھر کا قیام اُس کا مقدر کر دے
سال بھر میں کوئی آتا ہے مہینے کے لیے

رزق یوں قاسمِ اشیاء کے کرم سے پایا
مجھ کو کھنچنا نہ پڑا خون پسینے کے لیے

میں اکیلا ہی سفر پر نہیں نکلا تابشؔ
حرمِ کعبہ بھی ہے ساتھ مدینے کے لیے

Scanned by CamScanner

○

میری تنہائی بڑھاتے ہیں چلے جاتے ہیں
ہنس تالاب پہ آتے ہیں چلے جاتے ہیں

اس لیے اب میں کسی کو نہیں جانے دیتا
جو مجھے چھوڑ کے جاتے ہیں چلے جاتے ہیں

میری آنکھوں سے بہا کرتی ہے اُن کی خوشبو
رفتگاں خواب میں آتے ہیں چلے جاتے ہیں

شادیِ مرگ کا ماحول بنا رہتا ہے
آپ آتے ہیں رُلاتے ہیں چلے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

کب تمہیں عشق پہ مجبور کیا ہے ہم نے
ہم تو بس یاد دلاتے ہیں چلے جاتے ہیں

آپ کو کون تماشائی سمجھتا ہے یہاں
آپ تو آگ لگاتے ہیں چلے جاتے ہیں

ہاتھ پتھر کو بڑھاؤں تو سگانِ دنیا
حیرتی بن کے دکھاتے ہیں چلے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

دی ہے وحشت تو یہ وحشت ہی مسلسل ہو جائے
رقص کرتے ہوئے اطراف میں جنگل ہو جائے

اے مرے دشت مزاجو! یہ مری آنکھیں ہیں
اِن سے رومال بھی چھو جائے تو بادل ہو جائے

چلتا رہنے دو میاں سلسلہ دلداری کا
عاشقی دین نہیں ہے کہ مکمل ہو جائے

حالتِ ہجر میں جو رقص نہیں کر سکتا
اُس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ پاگل ہو جائے

Scanned by CamScanner

میرا دل بھی کسی آسیب زدہ گھر کی طرح
خود بخود کھلنے لگے خود ہی مقفل ہو جائے

ڈوبتی ناؤ میں سب چیخ رہے ہیں تابش
اور مجھے فکر غزل میری مکمل ہو جائے

Scanned by CamScanner

○

یہ ہم جو تجھ سے تری بات کرنا چاہتے ہیں
جنوں بہ حرف و حکایات کرنا چاہتے ہیں

اِسی لیے تو دُعا درمیان میں لائے
گلہ برنگِ مناجات کرنا چاہتے ہیں

معاملاتِ جہاں سے بچا کھچا ہوا دِل
رہینِ عارض و آیات کرنا چاہتے ہیں

ہمیں تو چاہیے اک لمحہ باریابی کا
وہ اور ہیں جو سوالات کرنا چاہتے ہیں

Scanned by CamScanner

وہ ہم سے خوف زدہ اور ہی حوالے سے
ہم اُن سے اور کوئی بات کرنا چاہتے ہیں

تمہیں پسند غیاب و حجاب میں رہنا
مگر جو تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں

یہ گرد بادِ جہاں کیوں ہمیں گھسیٹتا ہے
کہ ہم تو رقص ترے ساتھ کرنا چاہتے ہیں

اگر قریب سے گزروں تو ایسا لگتا ہے
یہ پیڑ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں

تمہارے بعد تو لگتا ہے خوبصورت لوگ
ہمارے ساتھ کوئی ہاتھ کرنا چاہتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

شامل مرے غبار میں صحرا اگر نہ ہو
مجھ سے تو اِک قدم بھی یہ وحشت بسر نہ ہو

کیسے وہ کوہسار کے دُکھ کو سمجھ سکے
چشمے پہ جس کو شائبہِ چشمِ تر نہ ہو

پتھر زمیں پہ پھینک کے چھینٹے اُڑاؤں میں
گر مجھ کو تیری جھیل سی آنکھوں کا ڈر نہ ہو

Scanned by CamScanner

اپنے جمال پر اُسے پختہ یقیں بھی ہے
ڈرتا بھی ہے کہ یہ مرا حُسنِ نظر نہ ہو

تجھ سے نہیں ملا تھا مگر چاہتا تھا میں
تو ہم سفر ہو اور کہیں کا سفر نہ ہو

یہ کہہ کے میرے گھر سے فرشتے چلے گئے
وہ کوئی گھر ہے جس میں پرندوں کا گھر نہ ہو

دیدار چاہتا ہے تہجد گزارِ عشق
یارب! قبولیت کی گھڑی تک سحر نہ ہو

یہ شب، یہ دستکیں، یہ پرندوں کی قیل و قال
دروازہ کھولیے کہیں صبحِ سفر نہ ہو

تو جانتا نہیں مرے مالک مکان کو
اے دوست! کوئی چیز اِدھر کی اُدھر نہ ہو

تجھ سے بچھڑ کے اِس لیے تیرا ہے انتظار
وہ کوئی زندگی ہے جو بارِ دگر نہ ہو

Scanned by CamScanner

آنکھوں کا کیا بنے گا ترے خال و خد کی خیر
اے دوست! زندگی سے زیادہ بسر نہ ہو

تابشؔ بزعمِ خود جنہیں عزت ہوئی نصیب
وہ چاہتے ہیں اور کوئی معتبر نہ ہو

Scanned by CamScanner

ایک شعر

مانا کہ جنگ ہونے کا امکان تو گیا
لیکن ہمارے ہاتھ سے میدان تو گیا

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف-23.02.2020

Scanned by CamScanner

○

یار سے کوئی تعلق نہ غمِ یار کے ساتھ
کوئی اتنا بھی نہ ہو گرمیِ بازار کے ساتھ

حالتِ جنگ میں آدابِ خورونوش کہاں
اب تو لقمہ بھی اُٹھاتا ہوں میں تلوار کے ساتھ

ناشنایانِ سخن! اب تو معافی دے دو
اب تو غالبؔ کا تعلق نہیں دربار کے ساتھ

Scanned by CamScanner

ایک ہو جاتی ہے دنیا مرے اندر باہر
میں سرِ شام اجڑ جاتا ہوں بازار کے ساتھ

عشق کرنا کوئی آسان نہیں ہے تابشؔ
ایک ہی شخص سے اور ایک ہی معیار کے ساتھ

Scanned by CamScanner

○

اسی لیے تو اندھیرے بھی کم نہیں ہوتے
کہ اپنے جسم چراغوں میں ضم نہیں ہوتے

خدا پہ چھوڑیئے صاحب! معاملہ دل کا
ہماری عمر میں قول و قسم نہیں ہوتے

اور اب ہے اِس لیے افسوس اپنے ہونے کا
کسی کے ہو گئے ہوتے تو ہم نہیں ہوتے

وہ ہم ہیں جن کا نہ ہونا بھی ہونے جیسا ہے
وہ ہم ہیں جن کے وجود و عدم نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

عجیب لوگ ہیں یہ خاندانِ عشق کے لوگ
کہ ہوتے جاتے ہیں قتل اور کم نہیں ہوتے

ہماری آہٹیں سننے کے منتظر لوگو!
ہمارے ساتھ ہمارے قدم نہیں ہوتے

ابھی سے ترکِ تعلق کی بات کرتے ہو
یہ فیصلے تو میاں ایک دم نہیں ہوتے

تمہیں میں اس لیے خود سے جدا سمجھتا ہوں
کہ مجھ سے اپنے قصیدے رقم نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

○

کوئی ملتا نہیں یہ بوجھ اُٹھانے کے لیے
شام بے چین ہے سورج کو گرانے کے لیے

اپنے ہمزاد درختوں میں کھڑا سوچتا ہوں
میں تو آیا تھا اُنہیں آگ لگانے کے لیے

میں نے تو جسم کی دیوار ہی ڈھائی ہے فقط
قبر تک کھودتے ہیں لوگ خزانے کے لیے

دو پلک بیچ کبھی راہ نہ پائی ورنہ
میں نے کوشش تو بہت کی نظر آنے کے لیے

Scanned by CamScanner

لفظ تو لفظ یہاں دھوپ نکل آتی ہے
تیری آواز کی بارش میں نہانے کے لیے

کس طرح ترکِ تعلق کا میں سوچوں تابش
ہاتھ کو کاٹنا پڑتا ہے چھڑانے کے لیے

Scanned by CamScanner

○

یہ ہم جو تجھ سے تجھے بار بار مانگتے ہیں
سلیقۂ طلب و اختیار مانگتے ہیں

ہمارا شوق تو دیکھو کہ پیڑ کے مانند
ہم ایک پھول بدستِ ہزار مانگتے ہیں

کسی سے کہہ نہیں دینا کہ عشق ہو گیا ہے
کہ لفظ معنی نہیں اعتبار مانگتے ہیں

Scanned by CamScanner

چراغ ہوتا ہے صاحب چراغ سے روشن
سو ہم بھی آپ سے مانگے کا پیار مانگتے ہیں

اگر وہ تو ہے تو اِس میں ہمارا دوش نہیں
کہ ہم تو رحمتِ پروردگار مانگتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

غلط کہا کہ دہن کا رفو ضروری ہے
یہ میکدہ ہے یہاں ہاؤ ہو ضروری ہے

ضروریاتِ جہاں ہم سے پوچھنے والے
تجھے یہ کیسے بتائیں کہ تو ضروری ہے

کوئی بضد ہے کہ ہم دل کو زخم گردانیں
اور اس پہ شرط کہ اِس کا رفو ضروری ہے

میں اپنے حجرۂ جاں سے نکلنا چاہتا ہوں
کہ میرا رقص مرے چار سو ضروری ہے

Scanned by CamScanner

میں تجھ سے اپنے مسائل کی بات کیسے کروں
کہ تیرے ساتھ تری گفتگو ضروری ہے

یہ ہم کو عشق غلط فہمیوں میں ڈال گیا
وگرنہ میں ہوں ضروری نہ تو ضروری ہے

Scanned by CamScanner

○

کوئی ٹکرا کے سُبک سر بھی تو ہو سکتا ہے
میری تعمیر میں پتھر بھی تو ہو سکتا ہے

کیوں نہ اے شخص! تجھے ہاتھ لگا کر دیکھوں
تو مرے وہم سے بڑھ کر بھی تو ہو سکتا ہے

تو ہی تو ہے تو پھر اے جملہ جمالِ دنیا
تیرا شک اور کسی پر بھی تو ہو سکتا ہے

یہ جو ہے پھول ہتھیلی پہ اسے پھول نہ جان
میرا دل جسم سے باہر بھی تو ہو سکتا ہے

Scanned by CamScanner

شاخ پر بیٹھے پرندے کو اڑانے والے
پیڑ کے ہاتھ میں پتھر بھی تو ہو سکتا ہے

کیا ضروری ہے کہ باہر ہی نمو ہو میری
میرا کھلنا مرے اندر بھی تو ہو سکتا ہے

یہ جو ہے ریت کا ٹیلہ مرے قدموں کے تلے
کوئی دم میں مرے اوپر بھی تو ہو سکتا ہے

کیا ضروری ہے کہ ہم ہار کے جیتیں تابشؔ
عشق کا کھیل برابر بھی تو ہو سکتا ہے

Scanned by CamScanner

○

دھوپ ہوں پرچھائیں ہوں یا کوئی بادل شخص ہوں
تجھ نظر کے زاویے ہیں میں تو اوجھل شخص ہوں

تجھ کو گنتا ہوں میں اپنے آپ میں اس واسطے
تاکہ دنیا کو بتا پاؤں مکمل شخص ہوں

دوست! میرا مسئلہ کچھ مختلف ہے پیڑ سے
وہ پھلوں سے اور میں یادوں سے بوجھل شخص ہوں

Scanned by CamScanner

راکھ ہونے تک تجھے جانے نہیں دوں گا کہیں
تو بھڑکتی آگ ہے تو میں بھی جنگل شخص ہوں

تو نے اپنا مسئلہ چھوڑا ہے میری آنکھ پر
اے جمال یار! میں تو خود سے اوجھل شخص ہوں

Scanned by CamScanner

○

وہی میں اور وہی زخمِ زیاں ہے کہ جو تھا
پنبۂ حرفِ شناسائی کہاں ہے کہ جو تھا

رنگ و خوشبو کے علاوہ ہی سہی تھا تو سہی
کچھ پتہ اُس کا بھی اے گل بدناں ہے کہ جو تھا

مجھ بلا نوشِ گزشتہ سے ہوا پوچھتی ہے
شاخِ گریہ پہ گُلِ سُرخ کہاں ہے کہ جو تھا

پیاس میں اتنا بھی خوش فہم کوئی ہوتا ہے
اُس پیالے پہ چھلکنے کا گماں ہے کہ جو تھا

Scanned by CamScanner

جنبشِ لب پہ بھی آتا ہے کلیجہ منہ کو
پاسِ ہمسائیگیِ کم سخناں ہے کہ جو تھا

ایک پل کو بھی نہیں بیٹھتا پانی کا غبار
دو پلک بیچ جہانِ گزراں ہے کہ جو تھا

اِس لیے دشت تعاقب میں نکل آیا ہے
اب مری ذات میں وہ چشمہ رواں ہے کہ جو تھا

اِس لیے اب ترے بارے میں نہیں پوچھتے لوگ
تیرے بارے میں وہی میرا بیاں ہے کہ جو تھا

Scanned by CamScanner

○

بوئے گُل بن کے سرِ دوشِ ہوا رہتے ہیں
پھر بھی ہم آبلہ پا آبلہ پا رہتے ہیں

ہم کنارے پہ سلگتے ہوئے پیڑوں کی طرح
آپ تصویر میں دریا کی جگہ رہتے ہیں

ایک لمحے کو لگا کھل گئے عقدے سارے
پھر یہ سوچا کہ ترے بندِ قبا رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

جب بھی ہوتی ہے ہمیں نقل مکانی منظور
کچھ دنوں کے لیے اِک شخص میں جا رہتے ہیں

یہ بھی رہتے نہیں ویران جگہ پر تابشؔ
دُکھ پرندوں کی طرح شہر میں آ رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

تجھ جیسا ہر طرف نظر آنا تو ہے نہیں
دل آئینہ ہے آئینہ خانہ تو ہے نہیں

اے ہجر تو ہی کر لے کوئی شکل اختیار
بچھڑے ہوؤں نے لوٹ کے آنا تو ہے نہیں

کیوں خواب اور سانپ میں رہتی ہے کشمکش
آنکھوں کی تہ میں کوئی خزانہ تو ہے نہیں

Scanned by CamScanner

تو نے بھی اس بلندی سے مہتاب کی طرح
آتے دکھائی دینا ہے آنا تو ہے نہیں

تجھ سے معاملہ تو ہے خود سے معاملہ
تو زندگی ہے دوست! زمانہ تو ہے نہیں

Scanned by CamScanner

○

شجر سمجھ کے مرا احترام کرتے ہیں
پرندے رات کو مجھ میں قیام کرتے ہیں

سنو تم آخرِ شب گفتگو درختوں کی
یہ کم کلام بھی کیا کیا کلام کرتے ہیں

کہاں کی زندگی ہم کو تو شرم مار گئی
کہ تیری چیز ہے اور تیرے نام کرتے ہیں

ہمیں تو اِس لیے جائے نماز چاہیے ہے
کہ ہم وجود سے باہر قیام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

اگر کبھی مجھے موجودگاں سے فرصت ہو
تو رفتگاں مری نیندیں حرام کرتے ہیں

لہو کے گھونٹ نہ پیتا تو اور کیا کرتا
وہ کہہ رہے تھے ترا انتظام کرتے ہیں

ہمیں سماعتِ بے لفظ کی اجازت ہے
ہمارے ساتھ پرندے کلام کرتے ہیں

ابھی تو گھر میں نہ بیٹھیں کہو بزرگوں سے
ابھی تو شہر کے بچے سلام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

تو اشک دل پہ گراتے جگر لہو کرتے
دورنِ جسم سہی کوششِ نمو کرتے

تمہارے مصرعِ لب کو تو کیا پہنچتے ہم
کچھ اپنے ڈھب سے ہی کہنے کی جستجو کرتے

مگر یہ کاغذِ خالی تو ہم کو صحرا تھا
لکیر کھینچتے اور اُس کو آ بجو کرتے

خیال آیا مگر کیوں یہی خیال آیا
کہ عمر بیت گئی تیری آرزو کرتے

Scanned by CamScanner

میں اُن سے کس لیے کرتا ملامتوں کا گلہ
یہ کام دوست نہ کرتے تو کیا عدو کرتے

ابھی تو ظلِ الٰہی کو یہ نہیں معلوم
کہ ہم محل میں بھی ہوتے تو ہاؤ ہو کرتے

Scanned by CamScanner

○

یہ میں جو حرف سے مصرعے نہیں حجرے بناتا ہوں
دُعائے نیم شب تیری اجازت سے بناتا ہوں

بہت آگے کی منزل ہے خیالِ منزلِ جاناں
میں رستے تک پہنچنے کیلئے رستے بناتا ہوں

اِسی خاطر تو میں کوزہ گری سے ہاتھ کھینچے ہیں
مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں کاسے بناتا ہوں

اجازت ہی نہیں اُس کو نمائش میں لگانے کی
کہ میں تصویر میں جلتے ہوئے خیمے بناتا ہوں

Scanned by CamScanner

مرے بعد آنے والوں سے کہو وہ حوصلہ رکھیں
میں خود کو کاٹ کر ان کیلئے رستے بناتا ہوں

مجھے جب مستقل غم کی ضرورت تنگ کرتی ہے
میں تجھ کو قتل کر دینے کے منصوبے بناتا ہوں

نہ کیوں ترکِ تعلق پر گماں گزرے محبت کا
کہ میں تو بے دلی کے کام بھی دل سے بناتا ہوں

مجھ ایسے کوہ کن کو رفتگاں کا رنج ہے تابش
میں پتھر کاٹ کر نہریں نہیں کتبے بناتا ہوں

Scanned by CamScanner

○

اہلِ منصب ہیں نہ ہم لوگ ہنر والے ہیں
ہم پہ دستار کی تہمت ہے کہ سر والے ہیں

اُن نے یہ نامۂ اعمال تھمایا ہم کو
جو نہیں جانتے ہم دیدۂ تر والے ہیں

کیوں نہ ہو آپ سے مشروط ہمارا ہونا
ہم دُعا والے ہیں اور آپ اثر والے ہیں

مانجھیو! ہم بھی کنارے پہ کھڑے ہیں بے چین
مطمئن وہ بھی نہیں ہیں جو اُدھر والے ہیں

Scanned by CamScanner

وہی سرخی، وہی طائر وہی روشن تارا
شامِ ہجراں ترے آثار سحر والے ہیں

سر پھروں سے ہی نہیں ہے ترا پنجرہ آباد
ہم بھی ہیں قید جو ٹوٹے ہوئے پر والے ہیں

اُس کے گل پھول بھی کام آتے نہیں ہیں اُس کے
پیڑ کے دُکھ بھی مرے دستِ ہنر والے ہیں

Scanned by CamScanner

○

عادی جو ترے طعنہ و دُشنام کے ہوتے
ہم کوئے ملامت میں بڑے کام کے ہوتے

میں نے ہی سرِ راہ پکارا نہ تجھے دوست
ورنہ کئی رہگیر تیرے نام کے ہوتے

یہ شرط نہیں کوئی پیالہ ہو کہ دل ہو
گردش میں رہے گردشِ ایام کے ہوتے

ہر شام کی دہلیز پہ تھی صبحِ قیامت
میں سو نہ سکا وقفۂ آرام کے ہوتے

Scanned by CamScanner

خالی ہے ترا جام مگر طبعِ بلا نوش
خالی نہ سمجھ دُرد تہِ جام کے ہوتے

بچھڑے ہوئے لوگوں سے ہے اب تک وہی اُمید
ہوتے تو یقیناً وہ مرے کام کے ہوتے

Scanned by CamScanner

○

عشق زادوں کے لہو کا یہ اثر لگتا ہے
آج بھی دشت میں نیزے کو ثمر لگتا ہے

کوفہ و شام مراحل ہیں گزر جائیں گے
یہ مدینے سے مدینے کا سفر لگتا ہے

کوئی گٹھڑی تو نہیں ہے کہ اُٹھا کر چل دوں
شہر کا شہر مجھے رختِ سفر لگتا ہے

اس زمانے میں غنیمت ہے غنیمت ہے میاں
کوئی باہر سے بھی درویش اگر لگتا ہے

Scanned by CamScanner

بند آنکھوں سے کبھی دیکھا نہیں ہے اُس کو
اس لیے دوست بھی تا حدِ نظر لگتا ہے

کاش لوٹاؤں کبھی اُس کا پرندہ اُس کو
اچھا مصرعہ مجھے ٹوٹا ہوا پر لگتا ہے

میرے اِس وہم نے محتاط کیا ہے مجھ کو
بات کرنا بھی مجھے عرضِ ہنر لگتا ہے

Scanned by CamScanner

○

کیوں نہ رُکتا میں شامِ رخصت میں
فرق ہے اذن اور اجازت میں

ایسا اُٹھا کہ مصرعِ قامت
دخل دینے لگا قیامت میں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف۔23.02.2020

گفتگو کیا جہاں سکوت سے بھی
فرق پڑتا ہو اُس کی عزت میں

صاحبو! گر حضوری چاہتے ہو
رقص شامل کرو عبادت میں

Scanned by CamScanner

توڑنے کو بچا نہیں کچھ بھی
اور ہے بچپنا طبیعت میں

اِس کو میری سپردگی نہ سمجھ
پاؤں پڑتا ہوں میں ندامت میں

کیا کہوں جو سکون ملتا ہے
ایک صوفی شجر کی صحبت میں

میں تمہیں چھوڑ تو نہیں بیٹھا
لوگ کیوں ہیں مری حمایت میں

اب بچھڑنا بہت ضروری ہے
پھر ملیں گے کسی مصیبت میں

Scanned by CamScanner

○

اِک قدم تیغ پہ اور ایک شرر پر رکھا
میری وحشت نے مجھے رقصِ دگر پر رکھا

میرے مالک نے تجھے آئینہ داری دے کر
نگراں تجھ کو مرے حسنِ نظر پر رکھا

لاتعلق نظر آتا تھا بظاہر لیکن
شہر کو اُس نے مری خیر خبر پر رکھا

زندگی! تو نے قدم موڑ دیئے اور طرف
اور اندر سے مجھے اور سفر پر رکھا

Scanned by CamScanner

اہلِ وحشت کو مگر کون بتاتا جا کر
ہو گیا نافِ غزالیں کوئی گھر پر رکھا

کونپلیں پھوٹ پڑیں دستِ دُعا سے میرے
دمِ آمین جو میں دیدۂ تر پر رکھا

ختم ہوتی ہی نہیں گریہ و زاری اُن کی
میرؔ نے ہاتھ تو ہر لفظ کے سر پر رکھا

میں نے اِس ڈر سے اُسے توڑ لیا ہے تابشؔ
سوکھ جائے نہ کہیں شاخِ شجر پر رکھا

Scanned by CamScanner

○

مہکنے کی تمنا میں ہوا ہونے سے ڈرتے ہیں
اسیرانِ شبِ وعدہ رہا ہونے سے ڈرتے ہیں

محبت میں بہت آگے نکل کر بھی یہ لگتا ہے
کہ وعدہ کر چکے اور مبتلا ہونے سے ڈرتے ہیں

ہمارا سلسلہ ہے دوریٔ قربت نما جیسا
کہ ملتے بھی نہیں ہم اور جدا ہونے سے ڈرتے ہیں

محبت کرتے کرتے خود محبت ہو گئے ہم لوگ
قضا کرتے تھے لیکن اب قضا ہونے سے ڈرتے ہیں

دو شعر

اسی خاطر ترے غم کا کوئی ہم قد نہیں ہوتا
کہ جو برگد تلے اُگتا ہے وہ برگد نہیں ہوتا

کبھے کی بات کرتے ہو دُعا ناآشنا لوگو
مرا تو اَن کہا بھی اُس طرف سے رد نہیں ہوتا

Scanned by CamScanner

○

ہم جو پلک پلک سے لگا دیکھتے نہیں
کچھ بھی نہ دیکھنے کے سوا دیکھتے نہیں

ہم اپنے جسم میں پڑے سنتے ہیں آیتیں
باہر نکل کے آیا گیا دیکھتے نہیں

بیکار دین و دل میں الجھتے نہیں کہ ہم
فرقِ فراق و روزِ جزا دیکھتے نہیں

ہم کیا کریں کہ آگ بگولا ہوئے بغیر
یکجائیِ چراغ و ہوا دیکھتے نہیں

Scanned by CamScanner

کیسی تراش چاہیے اُس کی تراش کو
بخیہ گرانِ چست قبا دیکھتے نہیں

جس پر تھکے پرندے اُترتے ہیں دفعتاً
وہ شاخ ہے کہ دستِ دُعا دیکھتے نہیں

کچھ دیر دیکھتے ہیں بگولوں کے بھید بھاؤ
پھر خستگانِ دشتِ فنا دیکھتے نہیں

کی ایسی تیری دید نے آنکھوں کی تربیت
سب دیکھ کے بھی تیرے سوا دیکھتے نہیں

Scanned by CamScanner

○

محدود خود کو کیوں کرے تیرے جمال تک
دل آنکھ تو نہیں کہ رہے خد و خال تک

وہ تو بیان کرنے میں ترتیب الٹ گئی
میرا سفر نہیں ہے غزل سے غزال تک

کاغذ کے پھول دے کے کہا میں ہوں یہ ہوں میں
اور یہ بھی کہہ دیا کہ رہوں اس مثال تک

Scanned by CamScanner

○

یہ روشنی سی مرے دل کے روبرو کیا ہے
اِسی سے جان وہ چشمِ ستارہ جو کیا ہے

نہیں پہنچنا ہمیں گر کسی نتیجے پر
تو پھر جو ہم میں ہے جاری وہ گفتگو کیا ہے

کوئی تو ہو جسے اپنا رقیب ٹھہراؤں
کوئی تو ہو جسے معلوم ہو کہ تو کیا ہے

Scanned by CamScanner

○

میں اپنے عشق کو خوش اہتمام کرتا ہوا
مقامِ شکر پہ پہنچا کلام کرتا ہوا

یہ گرد باد سلامت گزرنا چاہتا ہے
مرے چراغ پہ وحشت تمام کرتا ہوا

گزر رہا ہوں کسی قریۂ ملامت سے
قدیم سلسلہ داری کو عام کرتا ہوا

تو پھر یہ کون ہے نصف النہار کے ہنگام
قیام و رقص کی حالت میں شام کرتا ہوا

Scanned by CamScanner

کبھی تو کھل کے بتا اے مری ریاضتِ مرگ
میں کیسا لگتا ہوں فکرِ دوام کرتا ہوا

زمانوں بعد بھی دشتِ بلا میں میرا حسینؑ
دکھائی دیتا ہے حجت تمام کرتا ہوا

Scanned by CamScanner

○

یونہی منزل بہ منزل سب کسی غیبی اشارے تک
میں جیسے بادباں تک بادباں جیسے ستارے تک

پھر اس کے بعد ملاحوں کے گیتوں میں رہیں گے ہم
ہمیں کشتی میں ہونا ہے کنارے سے کنارے تک

کسی نے اس سے آگے کا سفر قدموں میں لا رکھا
ہمارا دھیان جاتا تھا محبت کے خسارے تک

نہیں معلوم تھا جب تک کہ تم ہو زندگی تم ہو
ہمارا زندہ رہنے کا تصور تھا گزارے تک

Scanned by CamScanner

زبانوں میں پڑی گرہیں تو کیا کھل پائیں گی تم سے
کہ تم سے تو نہیں کھلتے ہمارے استعارے تک

تمہارا ہاتھ کیوں چھوڑوں تمہیں جب علم ہے اس کا
کہ میں اپنے سہارے جا نہیں سکتا سہارے تک

ترے نقشِ قدم پر میں قدم بھی رکھ نہیں سکتا
سفر بھی مجھ کو کرنا ہے حرم سے تیرے دوارے تک

ابھی اے ساربانو! گیت کو بجھنے نہیں دینا
ابھی گم کردۂ منزل نہیں پہنچا ستارے تک

Scanned by CamScanner

(اقبال مظفر کے لیے)

جل پری ہاتھ لگی- اور نہ گہرا اُترا
میں وہ پیاسا ہوں جسے دیکھ کے دریا اُترا

یہ محبت تھی مری جان کے در پے ایسی
جان دے کر بھی نہیں جان کا صدقہ اُترا

اپنی پرچھائیں سدا ہاتھ ہی رکھی اُس نے
میرے کمرے میں کبھی چاند نہ تنہا اُترا

اُس سے چھپ کر کوئی کیا عشق کرے گا اُس سے
اُس نے پہچان لیا جب کوئی چہرہ اُترا

Scanned by CamScanner

ہر کوئی خود کو سمجھ بیٹھا ہے شہزادہ سلیم
اور اگر کوئی نہ معیار پہ پورا اُترا

بوڑھا مالی تو اُسے گھور رہا ہے کب سے
آم کے پیڑ سے اب تک نہیں بچہ اُترا

زندگی اپنی شبِ چار دہم تھی تابشؔ
چاند ڈوبا نہ کبھی عشق کا نشہ اُترا

Scanned by CamScanner

○

کھل اٹھا دِل صورتِ شاخِ وصال اُس کے لیے
کیسے تحفے لائی ہے بادِ شمال اُس کے لیے

اور اب یہ طے ہوا ہے میں نہیں تو وہ نہیں
زندگی اے زندگی! مجھ کو سنبھال اُس کے لیے

وہ جو مہرہ ہو گیا پٹتے ہوئے مہروں کے ساتھ
اے زمانہ ساز شاطر! کوئی چال اُس کے لیے

اے عقوبت خانۂ دنیا مجھے درکار ہیں
زخم اپنے واسطے اور اندمال اُس کے لیے

Scanned by CamScanner

خاک برسر زندگی! تجھ کو پتہ بھی ہے کہ نہیں
ڈھول میں تیرے لیے ہوں پائمال اُس کے لیے

یہ غبارِ میرؔ تو صاحب غبارِ میرؔ ہے
بیٹھ جاتا ہے غبارِ ماہ و سال اُس کے لیے

لوگ تتلی کی طرح کرنے چلے اس کو حنوط
اک مصیبت بن گیا اُس کا جمال اُس کے لیے

کیا کروں تابشؔ اُسے خود سے محبت ہے بہت
رکھنا پڑتا ہے مجھے اُس کا خیال اُس کے لیے

Scanned by CamScanner

○

یوں ہی نہیں یہ آگ مرے گھر لگی ہوئی
"تختی ہے تیرے نام کی در پر لگی ہوئی"

میں ٹھیک سے قدم نہیں زینوں پہ رکھ سکا
میری نگاہ تھی کہیں اُوپر لگی ہوئی

کیوں پھیرتی ہے چاند کے بالوں میں انگلیاں
کس کام پر ہے شاخِ صنوبر لگی ہوئی

اتنے دھوئیں میں یہ نہیں معلوم ہو رہا
گھر میں ہے یا ہے گھر کے برابر لگی ہوئی

Scanned by CamScanner

میں نے کیا مکان میں چھڑکاؤ زہر کیا
دیمک تھی میرے جسم کے اندر لگی ہوئی

تجھ تک پہنچ کے اس لیے آنکھیں بھر آئی ہیں
میں بھولتا نہیں کوئی ٹھوکر لگی ہوئی

Scanned by CamScanner

○

غرور و کذب و ریا کل من علیہا فان
مسلسل ایک ندا کل من علیہا فان

چلی ہے ناؤ سوئے ساحلِ مراد مگر
پکارتی ہے ہوا کل من علیہا فان

اُسی نے ہم سے کہا عشق مر نہیں سکتا
اُسی نے ہم سے کہا کل من علیہا فان

ہمارے نام شجر پر لکھے ہوئے تھے جہاں
وہیں کسی نے لکھا کل من علیہا فان

Scanned by CamScanner

ہم اہلِ عشق بھی کمزور پڑ گئے شاید
ہمیں بھی کہنا پڑا کل من علیھا فان

کسی نے ہم سے کہا آنکھ موند کر دیکھو
ہمیں سنائی دیا کل من علیھا فان

ہمارے گھر کی شکستہ فصیل پر تابشؔ
دیئے کی لو نے لکھا کل من علیھا فان

Scanned by CamScanner

○

یوں بھی کشکول کیا تیرے گدا نے خالی
جیسے کرتا ہے سخی اپنے خزانے خالی

اِس لیے بھی میں محبت پہ اُتر آیا ہوں
میرے کردار سے ہوتے تھے فسانے خالی

ہجر و ہجرت کے کہاں بس میں تھا اتنا بڑا کام
ان مکانوں کو کیا سیلِ فنا نے خالی

ان کے بچوں کو خدا سانپ سے محفوظ رکھے
دن میں ہوتے ہیں پرندوں کے ٹھکانے خالی

Scanned by CamScanner

یہ عجب کشمکشِ حاصل و لاحاصلی ہے
تو ہی ملتا ہے نہ جاتے ہیں نشانے خالی

وہ جو کھلتے تھے یہاں پھول نہیں کھلتے ہیں
تیرے جانے سے ہوئے آئینہ خانے خالی

اے سخی! دیکھ یہ دل ہیں یہ ہمارے دل ہیں
ان کو کرنا ہے کہیں ہم فقراء نے خالی

اِک گلِ صبحِ خزاں ہے جو یہاں رکھا ہے
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر ہے سرہانے خالی

Scanned by CamScanner

○

یہ دیکھ مرے نقشِ کفِ پا مرے آگے
آگے بھی کہاں جاتا ہے رستہ مرے آگے

اے تشنہ لبی تو نے کہاں لا کے ڈبویا
اِس بار تو دریا بھی نہیں تھا مرے آگے

ایسے نہیں مانوں گا میں ہستی کا توازن
تقطیع کیا جائے یہ مصرعہ مرے آگے

اے قامتِ دلدار! گزشتہ کی معافی!
پہلے کوئی معیار نہیں تھا مرے آگے

Scanned by CamScanner

کیونکر سخن آغاز کیا جائے کہ وہ آنکھ
لا رکھتی ہے اجداد کا لکھا مرے آگے

حیرت ہے کہ دیتی ہیں مجھے طعنۂ وحشت
ترتیب سے رکھی ہوئی اشیاء مرے آگے

میں جانتا ہوں اس کے سبھی بھید سبھی بھاؤ
دنیا نے کبھی رقص کیا تھا مرے آگے

میں عشق کے آداب ذرا سیکھ لوں پہلے
بیٹھے گی ادب سے یہی دنیا مرے آگے

Scanned by CamScanner

○

ہم خستگاں کی اتنی حقیقت ہے اور بس
زندہ ہیں اور تجھ سے محبت ہیں اور بس

شہری غزال! میں تجھے کیسے یقیں دلاؤں
صحرا مرے جنوں کی ضرورت ہے اور بس

دامانِ یار! تجھ کو بھی اس کی خبر ہے کچھ
اب اپنے کھینچنے کو خجالت ہے اور بس

Scanned by CamScanner

اے شخص! تیرے ساتھ ہیں سارے معاملات
ایسا نہیں کہ تجھ سے محبت ہے اور بس

تجھ سے خدانخواستہ نفرت کروں گا میں
تجھ سے مجھے اُلجھنے کی عادت ہے اور بس

Scanned by CamScanner

○

اِک جیسی زندگی کو کتنا بسر کریں گے
کیا اس پہ بحث ہم سے حضرت خضر کریں گے

یہ عشق ہے اور اس کا ہونا نہیں دوبارا
یہ زیست تو نہیں جو بارِ دگر کریں گے

اِس عاشقی سے جس دن جی بھر گیا ہمارا
اے چشمِ یار! تجھ کو پہلے خبر کریں گے

یہ کیسے تو نے سوچا، یہ کیسے تو نے مانا
تو ہم سفر نہ ہوگا اور ہم سفر کریں گے

Scanned by CamScanner

اے خانماں خرابی! پہلے بتایا ہوتا
وہ دل نہیں رہے گا ہم جس میں گھر کریں گے

اے ہجر بخش تو نے جاتے ہوئے نہ سوچا
ہم ایسے دید بازاں! کس پر نظر کریں گے

کٹ کٹ کے بولنے کی ہم میں نہیں ہے ہمت
اب تجھ سے گفتگو بھی شاخ و شجر کریں گے

یہ روز و شب ہماری ترجیح میں نہیں ہیں
ہم تو جمالِ جاناں تجھ کو بسر کریں گے

اس عمر میں نہ کھینچو ہم کو گلی محلے
آوارگی کریں گے اور بے سفر کریں گے

Scanned by CamScanner

○

ایسے تو کوئی ترکِ سکونت نہیں کرتا
ہجرت وہی کرتا ہے جو بیعت نہیں کرتا

یہ لوگ مجھے کس لیے دوزخ سے ڈرائیں
میں عاشقی کرتا ہوں عبادت نہیں کرتا

ہم سلسلہ داروں کے ہو کیوں جان کے در پے
کافر اُسے کہیے جو محبت نہیں کرتا

لگتا ہے یہاں موت نہیں آنی کسی کو
اِس شہر میں اب کوئی وصیت نہیں کرتا

Scanned by CamScanner

یہ مجھ کو بتاتے ہیں غزالانِ طرح دار
اچھا وہی رہتا ہے جو وحشت نہیں کرتا

تابش کا قیامت سے یقیں اُٹھ نہ گیا ہو
کچھ دن سے وہ ذکرِ قد و قامت نہیں کرتا

Scanned by CamScanner

○

اِسی سبب سے یہاں احترام میرا ہے
کہ اُس کے ماننے والوں میں نام میرا ہے

ابھی نہ کوئے ملامت کو بند کیجئے گا
کہ اِس طرف سے گزر صبح و شام میرا ہے

یہاں کسی کی نہیں جو مری ہوئی تذلیل
یہاں کسی کا نہیں جو مقام میرا ہے

مرے لہو نے لکھی آیتِ شہادتِ عشق
کتابِ دشت میں شامل کلام میرا ہے

Scanned by CamScanner

نہ ڈھونڈیئے یہاں بدنظمیِ زمانہ کو
یہ میرا دل ہے یہاں انتظام میرا ہے

سیاہ خانۂ دل میں پڑا میں سوچتا ہوں
اِسی نواح میں اِک شعلہ فام میرا ہے

یہ دشتِ قیس کہ اب خاص کر کسی کا نہیں
بہ فیضِ عشق علیہ السلام میرا ہے

Scanned by CamScanner

○

عکس اپنا دیکھنا تو مسئلہ میرا بھی ہے
کیوں نہ چڑیا سے کہوں یہ آئینہ میرا بھی ہے

ہوں تو میں گم گردگانِ عشق میں شامل مگر
کوئی چلنا چاہے تو اِک راستہ میرا بھی ہے

اُس کا رشتہ خواب سے اور خوف سے اور خاک سے
یوں سمجھ لیجئے کہ وہ بالواسطہ میرا بھی ہے

میں اجڑتا ہوں تمہیں آباد رکھنے کے لیے
تم سمجھتے ہو کہ اس میں فائدہ میرا بھی ہے

Scanned by CamScanner

پانچویں درویش کی تو منتظر ہے اور رہ
لیکن اے بزمِ جہاں اک واقعہ میرا بھی ہے

تو نے تو یہ کہہ دیا آنسو بہانا چھوڑ دوں
ناصحا! تیرے لیے اک مشورہ میرا بھی ہے

اِس لیے کرتا نہیں مجھ سے بچھڑ جانے کی بات
جانتا ہے خود کو بھی اُس کو پتہ میرا بھی ہے

Scanned by CamScanner

○

اب محبت نہ فسانہ نہ فسوں ہے یوں ہے
صاحبِ دشت تو کہتا تھا کہ یوں ہے یوں ہے

پسِ گریہ کوئی دیتا ہے تسلی تجھ کو
یہ جو اے دل تجھے بے وجہ سکوں ہے یوں ہے

میرؔ صاحب ہی نہیں اُس سے پرے بیٹھتے ہیں
جو بھی شائستۂ آدابِ جنوں ہے یوں ہے

Scanned by CamScanner

زندگی بھر میں کوئی شعر تو ایسا ہوتا
میں بھی کہتا جو مرا زخمِ دروں ہے یوں ہے

نیست میں ہست کا احساس دلاتی ہوئی آنکھ
شور کرتی ہے کہ ہے کن فیکوں ہے یوں ہے

Scanned by CamScanner

○

کنجِ غزل نہ قیس کا ویرانہ چاہیے
جو غم مجھے ہے اُس کو عزا خانہ چاہیے

ہے جس کا انتظار پلک سے فلک تلک
اب آنا چاہئے اُسے آ جانا چاہیے

یارب! مرے لباس سے ہرگز گماں نہ ہو
لیکن مجھے مزاج فقیرانہ چاہیے

Scanned by CamScanner

ملتی نہیں ہے ناؤ تو درویش کی طرح
خود میں اتر کے پار اُتر جانا چاہیے

اے دوست! مجھ سے عشق کی یکسانیت نہ پوچھ
تو بھی کبھی کبھی مجھے بیگانہ چاہیے

Scanned by CamScanner

○

حجرۂ جاں ہے بے اماں میرے لیے دُعا کرو
شہرِ دُعا کے خواجگاں میرے لیے دُعا کرو

اور ہی کچھ نہ بول دُوں عرضِ ہنر کے شوق میں
میں ہوں کسی کا راز داں میرے لیے دُعا کرو

چاہیے پرورش مجھے نخلِ بزرگ کی طرح
دشت کے سب پرندگاں میرے لیے دُعا کرو

Scanned by CamScanner

نشۂ مرگ میں مجھے زور کی نیند آئی ہے
جانے میں گر پڑوں کہاں میرے لیے دُعا کرو

زندہ دلانِ شہر کو ایسی ہے بے دلی کہ بس
کہتا ہوں تم سے رفتگاں میرے لیے دُعا کرو

Scanned by CamScanner

○

یافت کے شہر میں نایاب کے مارے ہوئے لوگ
نیند میں چلنے لگے خواب کے مارے ہوئے لوگ

مجھ سے بستر نہیں وہ ناؤ طلب کرتے ہیں
میرے گھر آئے ہیں سیلاب کے مارے ہوئے لوگ

لے لیا یوں ہی سمندر نے خود اپنے ذمے
ورنہ ہم لوگ تھے مہتاب کے مارے ہوئے لوگ

Scanned by CamScanner

ہر کوئی اُس کو بہانے سے لپٹنا چاہے
کیا ہوئے وہ ادب آداب کے مارے ہوئے لوگ

اب بھی عشاق سے وہ آنکھ یہی کہتی ہے
تاب لائیں دلِ بےتاب کے مارے ہوئے لوگ

Scanned by CamScanner

○

یوں بچایا ہے مجھے مجھ سے خدا نے میرے
سنگ جو ہاتھ میں تھا اب ہے سرہانے میرے

تہمتِ عشق! تجھے اس کا نہیں اندازہ
جو مرا حال کیا ذوقِ فنا نے میرے

یہ نہیں ہے تو بتا اور محبت کیا ہے
تیرے دھوکے میں ہوئے لوگ دوانے میرے

زندگی! میں نے ترا بوجھ اٹھایا ہے بہت
اب ترا سوچ کے تھک جاتے ہیں شانے میرے

دیکھ اس لمحۂ موجود کی ٹہنی کو نہ کاٹ
کل اِسی شاخ سے پھوٹیں گے زمانے میرے

Scanned by CamScanner

جب نہ کام آئی مرے دستِ ہنر کی کوشش
مرحلے سہل کیے دستِ دُعا نے میرے

میں تو رویا تھا کسی اور کا دل جیتنے کو
میرے مالک کو پسند آئے بہانے میرے

رائیگاں ہونے کا جب ذکر کروں یار سے میں
وہ سناتا ہے مجھے شعر پرانے میرے

میری کوشش تو بہت ہے کہ یہ گھر بچ جائے
اس کی بنیاد میں ہیں دفن خزانے میرے

ہجر کی سالگرہ یاد تھی اس کو تابشؔ
رکھ گیا میرؔ کا دیوان سرہانے میرے

لوگ عزت سے نام لیتے ہیں
رفتگاں میں شمار ہے اپنا

Scanned by CamScanner

○

طلسمِ ظلمتِ شب کا ازالہ کیا کرتا
پرندے سوئے ہوئے تھے میں نالہ کیا کرتا

خدا کے نام کی پروا نہیں تھی لوگوں کو
یہاں ہمارا تمہارا حوالہ کیا کرتا

وہاں تو آگے ہی لکھے ہوئے تھے نام بہت
فصیلِ شہر کو میں اور کالا کیا کرتا

گلے کا سوچتا ہوں پھر میں یہ بھی سوچتا ہوں
کہ تو بھی میرے دکھوں کا ازالہ کیا کرتا

Scanned by CamScanner

نہ کرتا آنکھ سے پیدا جو قلقلِ مینا
تمہی بتاؤ میں خالی پیالہ کیا کرتا

مجھے بھی ضبط نے کی خوش سلیقگی تعلیم
اگر میں چیختا رہتا تو نالہ کیا کرتا

اسے تو دشت سے یا حجرگی سے مطلب تھا
یہ عشق شہر کی رونق دوبالا کیا کرتا

وہ اور لوگ ہیں ناموں کو بیچنے والے
میں سادہ لوح تمہارا حوالہ کیا کرتا

اسی پہ بحث مری چل رہی ہے عشق کے ساتھ
کہ سب سا تھا تو میں سب سے نرالا کیا کرتا

○

تو نے ویسے بھی مرے دل سے نکل جانا تھا
میرے لہجے مری آواز میں ڈھل جانا تھا

تیرے بس میں بھی نہ تھے جو ترے باعث بھی نہ تھے
اُن مسائل کا بھی میں نے تجھے حل جانا تھا

اِک مقام ایسا بھی آیا مرے بچھڑے ہوئے دوست
میں نے تجھ کو بھی اُداسی میں خلل جانا تھا

میری حساس طبیعت کا برا ہو جس نے
تیری چپ کو بھی ترا ردِ عمل جانا تھا

Scanned by CamScanner

کیوں میں سمجھا تھا تجھے تیرے علاوہ کوئی
کیوں مقدر کو مقدر کا بدل جانا تھا

تیرے ہوتے بھی اکیلا نہیں چھوڑا خود کو
تو نے تو ہاتھ چھڑانا تھا نکل جانا تھا

یوں ہی کب میں نے سواری تھی ترک نوک پلک
میں نے اے دوست! تجھے اپنی غزل جانا تھا

Scanned by CamScanner

○

اور تو کچھ بھی نہیں گردِ سفر حاضر ہے
مابدولت سے کہو خاک بسر حاضر ہے

وقتِ ناوقت حضوری کا تسلسل ٹوٹا
ایک ہی بار میں دل بارِ دگر حاضر ہے

میں نے سوچا تھا کہ اب رقص اکیلے ہوگا
ایک آواز سی آئی کہ شرر حاضر ہے

مشکِ خالی سے کہو نذر کیے یہ بازو
نوکِ نیزہ سے یہ کہہ دو مرا سر حاضر ہے

ریت کے واسطے کافی ہے مرے پاؤں کا لمس
تشنگی تیرے لیے دیدۂ تر حاضر ہے

اب تو باہر نکل آ اے مری مرگِ محصور
شاخِ زیتون لیے شہر بدر حاضر ہے

میں ابھی سوچ رہا تھا کہ مدینے جاؤں
مجھ سے قاصد نے کہا ایک خبر حاضر ہے

Scanned by CamScanner

○

ہر قدم پر شکار ہے اپنا
سامنا بار بار ہے اپنا

چاہے جس رُخ کمان کھینچیں ہم
تیر اپنے ہی یار ہے اپنا

لوگ عزت سے نام لیتے ہیں
رفتگاں میں شمار ہے اپنا

چاند ہے گنبدِ فلک کا شگاف
یہ شکستہ مزار ہے اپنا

Scanned by CamScanner

ہم سے بچ اے جمالِ خوش آثار
مار رکھنا شعار ہے اپنا

کس کو رسوا کریں سرِ بازار
اپنے ذمے اُدھار ہے اپنا

Scanned by CamScanner

○

زخم مہکے نہ کوئی رنگ طبیعت لائی
زندگی مجھ کو عبث کوئے ملامت لائی

اُس کو مدت سے کوئی قیس نہیں ملتا تھا
میری دہلیز پہ صحرا کو ضرورت لائی

میں سمجھتا تھا کرے گی وہ تمہاری باتیں
خلقتِ شہر کوئی اور شکایت لائی

لوگ رکھنے نہیں دیتے تھے ترے پاؤں پہ سر
بندگی عشق کے مسلک سے اجازت لائی

Scanned by CamScanner

میرا مقصد یہاں نظارۂ مہتاب نہیں
اس کھنڈر میں مجھے تعمیر کی حسرت لائی

بے خیالی میں نکل آیا ہوں تیری جانب
کوئی پوچھے تو یہ کہتا ہوں محبت لائی

Scanned by CamScanner

○

اپنی حالت پہ اگر حالتِ دنیا لکھیں
دیر تک رقص کریں پھر کوئی مصرعہ لکھیں

شاخِ گریہ پہ بھی کھل اُٹھیں ترے عارض و لب
ہم غزل زاد اگر تیرا قصیدہ لکھیں

تجھ پہ لکھیں تو خیال اور کہیں جاتا ہے
کیوں نہ اے دوست! تجھے تیرے علاوہ لکھیں

شاہ زادے! ترا کردار بدل دیں سارا
ہم اگر پانچویں درویش کا قصہ لکھیں

Scanned by CamScanner

میرا ایمان ہے طوفان نہیں آ سکتا
لوگ ساحل پہ اگر نام تمہارا لکھیں

نقل کرتے ہیں کسی اور کے محبوب کی ہم
کوئی اپنا ہو تو ہم شعر بھی اپنا لکھیں

Scanned by CamScanner

○

گمانِ بدگمانی کارگر جانے کے موسم میں
محبت کی محبت سے مکر جانے کے موسم میں

مجھے معلوم ہوتا تو کوئی کشتی بنا رکھتا
کہ طوفاں آئے گا دریا اتر جانے کے موسم میں

یہ دستِ کوزہ گر میں کارفرما اور ہے کوئی
وگرنہ کس نے بننا تھا بکھر جانے کے موسم میں

خدا نے یوں مرے حرفِ تمنا کا بھرم رکھا
تمہیں بھیجا دعائیں بے اثر جانے کے موسم میں

Scanned by CamScanner

اجازت مانگتے ہیں اشک تو میں اُن سے کہتا ہوں
مجھے بھی ساتھ لے لینا اُدھر جانے کے موسم میں

مری جانب سے بھی خود پر محبت کی نظر کرنا
کہ میں تو آئینہ ہوں گا سنور جانے کے موسم میں

Scanned by CamScanner

○

خود کو پاتا ہوں سرِ بابِ دُعا مشکل کے وقت
مجھ پہ کھلتے ہیں حسینؑ و کربلا مشکل کے وقت

جب نہ اے جانِ جہاں تو ہی مسیحائی کرے
کیا کریں تیرے مریض و مبتلا مشکل کے وقت

تم نے جانا ہے تو جاؤ چھوڑ کر منجدھار بیچ
مجھ سے تو ہوگا نہیں یہ فیصلہ مشکل کے وقت

اس لیے بھی چشم و دل میں کھینچا تانی ختم ہے
ایک ہوتے ہیں فرات و نینوا مشکل کے وقت

Scanned by CamScanner

دل تو کہتا ہے اُسے معلوم ہونا چاہیے
درد کہتا ہے کہ آوازہ لگا مشکل کے وقت

آتشِ نمرود میں بھی کھل رہے تھے تازہ پھول
اور میں بھی رقص کی حالت میں تھا مشکل کے وقت

ایسا لگتا تھا کہ بس اب کوئی دم کی بات ہے
مجھ کو ارزانی ہوئی خاکِ شفا مشکل کے وقت

تم عبث کرتے رہے میرے ہیولے کو ہلاک
میں تو بسم اللہ کے گنبد میں تھا مشکل کے وقت

Scanned by CamScanner

○

یہ جو دل روز کوئی اور کہانی مانگے
کس لیے شرک کرے کیوں ترا ثانی مانگے

مجھ پہ حق سب کا ہے لیکن وہ ہے تجھ سے مشروط
میں ہوں اس کا جو مجھے تیری زبانی مانگے

عشق نے پھینک دیا وقت سے باہر اس کو
ہو مکاں میں تو کوئی نقل مکانی مانگے

کیوں اے دریا! تری غیرت کو گوارا ہوگا
گر مری پیاس مری آنکھ سے پانی مانگے

Scanned by CamScanner

قافلہ اشک کا اب روح کے صحرا میں نہیں
اب یہاں ریت ہے اور ریت روانی مانگے

تیرے بھیجے ہوئے پھولوں سے انہیں کیا لینا
ہر کوئی تجھ سے کوئی تجھ سی نشانی مانگے

مو قلم توڑ کے اب سوچ رہا ہوں تابشؔ
نقشِ اوّل نہ کہیں صورتِ ثانی مانگے

Scanned by CamScanner

○

تسلی دے کے مرا صبر آزمانا مت
میں وضع دارِ ستم ہوں مجھے رُلانا مت

میں سوچ ہی نہیں سکتا کسی کے بارے میں
مری شکست کا باعث مجھے بتانا مت

اب اور ٹوٹنے کا حوصلہ نہیں مجھ میں
جمال یار! مجھے آئینہ بنانا مت

ہم اہلِ عشق پلٹنا محال کر دیں گے
ہمارے ساتھ کہیں دو قدم بھی جانا مت

Scanned by CamScanner

ترے حساب سے ہم حیرتی ہی اچھے تھے
کہا نہ تھا کہ ہماری سمجھ میں آنا مت

اسی زمین پہ رہنا پسند ہے ہم کو
ہمارے پر بھی نکل آئیں تو اڑانا مت

Scanned by CamScanner

○

کوئی حل ایسا کہ جس سے مسئلہ قائم رہے
ختم ہو جائے اُداسی اور فضا قائم رہے

دوست کی انگلی پکڑ کر میں پہنچ ہی جاؤں گا
قبلۂ عالم ترا قبلہ نما قائم رہے

اس لیے بھی چاہتا ہوں خیر ترے حسن کی
دوست! تیری شکل میں شانِ خدا قائم رہے

کیا ترا ہو کر یہ ممکن ہے نگاہِ نیم باز!
اس جہاں کو دیکھنے کا زاویہ قائم رہے

Scanned by CamScanner

یہ جو مٹی کی طرح ہم کو بٹھا دیتا ہے تو
موسمِ گریہ! ترا یہ سلسلہ قائم رہے

کیا یہ ممکن ہے کہ ہو جاؤں ترے قدموں کی خاک
اور دنیا کے لیے میری انا قائم رہے

یہ مجھے تسلیم مجھ کو شاعری آتی نہیں
جو بھرم سا بن گیا ہے اے خدا قائم رہے

Scanned by CamScanner

○

انگلیاں اٹھتی تھیں دریوزہ گری پر کیا کیا
دست کش ہو کے ہوا مجھ کو میسر کیا کیا

باغ میں کیا ہے تمہی دیکھ بتاؤ مجھ کو
شاخِ دل پر تو کھلے ہیں گلِ منظر کیا کیا

صرف اتنا ہے کہ ڈھیری نہیں بن پاتی ہے
ورنہ مٹی کی طرح گرتا ہے مجھ پر کیا کیا

Scanned by CamScanner

کیوں کہوں ان سے مرے پاس نہیں ہے کچھ بھی
لوگ کشکول بکف ہیں مرے در پر کیا کیا

کی رسائی میں وہاں دستِ دُعا سے تابشؔ
ورنہ تھے لوگ مرے قد کے برابر کیا کیا

Scanned by CamScanner

○

حالتِ رنج میں پتھر ہے نہ پتھر تک ہے
ہاتھ میرا سگِ دُنیا کے مقدر تک ہے

خشک پتے کی طرح اس کو جدا مت جانو
میرے چہرے کا یہ موسم مرے اندر تک ہے

اُس کا کیا فائدہ ہم خاک نشیں لوگوں کو
چاند نیچے کو اتر کر بھی صنوبر تک ہے

میرے اندر کوئی درویش یہ کرتا ہے سوال
کیا ترا نام فقط قبر کے پتھر تک ہے

Scanned by CamScanner

کیا مرے شہرِ خموشاں کی حدیں پوچھتے ہو
اس کی توسیع میاں عرصۂ محشر تک ہے

اِذن ہوگا تو اڑاؤں گا غبارِ دُنیا
میری دھمال ابھی جسم کے اندر تک ہے

Scanned by CamScanner

○

ہوا کے ہاتھ لگ کر میں بکھر تھوڑی گیا ہوں
مہک اٹھنے کا مطلب ہے کہ مر تھوڑی گیا ہوں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف-23.02.2020

رہا یہ میں یہ میرا گھر، یہ گھر کی عشق پیچاں
گیا ہوں لیکن ان کو چھوڑ کر تھوڑی گیا ہوں

جمالِ کم نما کو کم صدا کیوں کہہ رہے ہو
میں اپنے وہم کی آواز پر تھوڑی گیا ہوں

مرے نقشِ قدم میرا تعاقب کیوں نہ کرتے
جدھر سب جا رہے تھے میں اُدھر تھوڑی گیا ہوں

Scanned by CamScanner

یہ پاؤں پر ورم آیا نہیں بیٹھے بٹھائے
میں اُس کی جستجو میں بے سفر تھوڑی گیا ہوں

مجھے جو طعنۂ فرماں روائی دے رہے ہیں
انہیں کہیے کہ تکیہ چھوڑ کر تھوڑی گیا ہوں

زیادہ خوش نہیں ہونا بچھڑنے والے لوگو!
اگر زندہ نہیں ویسا تو مر تھوڑی گیا ہوں

تمہارے دل نے دنیا کو بتایا نئیں وگرنہ
اسے معلوم تھا میں بے اثر تھوڑی گیا ہوں

Scanned by CamScanner

○

کیا دیکھنا جہانِ دگر دیکھنے کے بعد
میں آنکھ موند لی ہے اُدھر دیکھنے کے بعد

اپنا خیال آتا ہے اپنی مثال سے
خود کو میں دیکھتا ہوں کھنڈر دیکھنے کے بعد

نکلا تھا میرے ساتھ بری دھوم دھام سے
لیکن پلٹ گیا وہ سفر دیکھنے کے بعد

جذبے نے مجھ کو اپنی طرف کھینچ تو لیا
لیکن معاملات ہنر دیکھنے کے بعد

Scanned by CamScanner

یہ دیکھنے کو میری طرف دیکھتے ہیں لوگ
میں کیسا لگ رہا ہوں اُدھر دیکھنے کے بعد

کچھ کچھ ترا بھی دخل ہے لیکن سدھارتا!
میں خود شجر بنا ہوں شجر دیکھنے کے بعد

یاروں نے عشق کے لیے فرصت نکال لی
لیکن معاملاتِ دگر دیکھنے کے بعد

Scanned by CamScanner

○

یہ اشکوں کی روانی کیا کروں میں
غم نقل مکانی کیا کروں میں

زمانے ہو گئے ہیں جمع کرتے
اب اتنی رائیگانی کیا کروں میں

محبت اس لیے بھی ترک کر دی
مسلسل بدگمانی کیا کروں میں

ترے قدموں میں جا ملتی نہیں ہے
دلوں پر حکمرانی کیا کروں میں

Scanned by CamScanner

ابد آبادِ غم میری ضرورت
تری دُنیائے فانی کیا کروں میں

ترے ساحل پہ پیاسا مر رہا ہوں
سمندر! تیرا پانی کیا کروں میں

جھگڑنا چاہتا ہوں اس سے لیکن
یہ دل ہے خاندانی کیا کروں میں

ہمیشہ کا نکما اپنی خاطر
تری خاطر بھی جانی کیا کروں میں

کوئی انجام دے آغاز جیسا
کہانی سی کہانی کیا کروں میں

Scanned by CamScanner

○

کسی کو آنکھ لے بیٹھی کسی کو تل پسند آیا
پسند اپنی جگہ سب کو وہ حسنِ دل پسند آیا

محبت میں محبت کے نئے رستے نکل آئے
ہماری راہ میں جو بھی ہوا حائل پسند آیا

وہ دل مانگے تو دل دیں گے وہ جاں مانگے تو جاں دیں گے
ہمیں بھی زندگی بھر میں کوئی قاتل پسند آیا

وہ آئی ریت میں دھنسنے لگے ہم زور سے ہنسنے
وہ آئی سیپیاں چننے ہمیں ساحل پسند آیا

Scanned by CamScanner

دو شعر

اب اور کیا ثبوت ہو قحط الرجال کا
اِک دوسرے کی ہم کو ضرورت ہے آج کل

اِک عرضی پیش کرنی ہے لیکن کہاں کروں
کوئی بتاؤ کس کی حکومت ہے آج کل

Scanned by CamScanner

○

جلا رہے گا اک دیا بجھے دیوں کے درمیاں
وہ ہاتھ ہاتھ میں رہے گا آندھیوں کے درمیاں

عجب طرح کے لوگ ہیں کہ ٹھیک توڑتے نہیں
مگر یہ مجھ کو ڈھونڈتے ہیں کرچیوں کی طرح

کسی میں اس کے خواب تھے کسی میں اس کے خال وخد
اُسے نہ میں بھلا سکا محبتوں کے درمیاں

مکاں کے پائیں باغ میں سجا جمی تھی یاد کی
میں رات دیر تک رہا گئے ہوؤں کے درمیاں

Scanned by CamScanner

چراغ جل رہا ہے اور جا رہے ہیں چھوڑ کر
یہ کس طرف کے لوگ ہیں مری صفوں کے درمیاں

وہ جس کے انتظار میں ہماری چوتھی پشت ہے
وہ فیصلہ کبھی تو ہوگا ان بڑوں کے درمیاں

Scanned by CamScanner

○

ملے ہیں آپ تو کیا ہے اگر خدا نہ ملا
ہم اہلِ دل کو برابر ہے سب ملا نہ ملا

بہت ملی ہمیں صحبت اُداس لوگوں کی
ملے نہ میرؔ مگر میرؔ کا زمانہ ملا

کہاں سمجھتے ہیں یہ لوگ نامرادی کو
جسے بھی پوچھیے کہتا ہے کچھ صلہ نہ ملا

اداس ہیں تو ہمارا کوئی قصور نہیں
ہمیں اُدھر سے دلِ خوش معاملہ نہ ملا

Scanned by CamScanner

جنوں گزیدوں نے یاں لمبی عمر پائی ہے
یہ اور بات انہیں پل سکون کا نہ ملا

ہمیں تو مہلت یک خواب بھی میسر نہیں
ہم اہلِ عشق کو کتنا غلط زمانہ ملا

لگاتے آگ مگر کم تھی گرمیِ رفتار
کھلاتے پھول مگر ہم کو آبلہ نہ ملا

ہم اُس کے دل میں سکونت کے خواب دیکھتے ہیں
کہ جس کے گھر میں پرندوں کو آشیانہ ملا

Scanned by CamScanner

○

اب سمجھ آیا ہمیں دیر میں آنا دل کا
اتنا آساں نہیں اے یار لگانا دل کا

جسم مسمار کروں گا تو لگے گا مرے ہاتھ
اسی دیوار کے نیچے ہے خزانہ دل کا

تجھ سے مل کر تو ہمیں بھول گیا ہے سب کچھ
ہم بھی کرتے تھے کبھی دل سے نشانہ دل کا

کونجیں نکلی ہیں پہاڑوں کے سفر پر لیکن
رت بدلنے پہ بھی بدلا نہ ٹھکانہ دل کا

Scanned by CamScanner

تجھ سے مل کر بھی تجھے ملنے چلا آتا ہوں
بھولتا کب ہے مجھے یاد دلانا دل کا

یاد ہے اب بھی مجھے پھول کا چننا تابشؔ
اور جھولی میں مری ٹوٹ کے آنا دل کا

Scanned by CamScanner

○

بور اٹھایا آنکھ نے راگ چھڑا ملہار کا
شہنائی کی گونج پر آنسو نکلا یار کا

پلکوں کے خاشاک پر تارے جوں افلاک پر
دیکھا میں نے خاک پر منظر چشمِ یار کا

دیکھا میں جب دور سے نکلا چاند کھجور سے
صحرا میں یاد آ گیا کوئی سمندر پار کا

چل کے چال چکور کی ماریں کھائے زور کی
مانگے چاند چپاتیاں بھوکا تیرے پیار کا

Scanned by CamScanner

میں ہوں بھورے توڑتا دل ہے سانسیں جوڑتا
میں ہوں اپنی ڈار کا دل ہے اپنی ڈار کا

چڑیاں کیسے بولتیں گر ہیں کیسے کھولتیں
پانی میں گر گونجتا عکس رُخِ دلدار کا

سورج کیونکر تانتا صحرا کیونکر چھانتا
بھید اگر میں جانتا ان آنکھوں کے پار کا

دل پر دل کا راج ہے کاسہ سر کا تاج ہے
پاٹی لیر فقیر کی جبہ مسند دار کا

کیوں ناں اُس کی چھوٹ ہو مادھولال حسین پر
شہ بہلول کے ہاتھ میں ہاتھ ہے میرے یار کا

میرا راجستھان سے آتی گر چنیوٹ میں
پاتی وہ چنیوٹ میں رانجھا ساندل بار کا

○

دیکھ قیامت قامتی پھرتی وہ دل تھامتی
ہوتا ہر اک پیڑ پر دھوکا قدِ یار کا

دیکھ کے اپنی روح میں ہجر بھرے امکان کو
آیا اپنی جان کو یار ہمارے یار کا

حسن کا حیلہ اور ہے عشق وسیلہ اور ہے
وہ تیرا حُبدار ہے میں تیرے حُبدار کا

کیا کہیے کس حال میں جھونکوں کے منہ چومتے
گلیوں گلیوں گھومتے دن گزار بیکار کا

Scanned by CamScanner

مجھ ایسے آوارگاں لائے اپنے کام میں
بے چینی کی شام میں اِک چکر بازار کا

کرتی تھیں پھلکاریاں دامن پر چنگاریاں
دکھ کا لوہا کوٹتے دن گزرا لوہار کا

بھگدڑ ہے اور سیٹیاں جیسے لکن میٹیاں
اور کہاں تک دیکھئے میلہ چاندی وار کا

چھوڑ کے تلک آباد کو دل دریا کو کوچے
بلھے شاہؒ سے پوچھئے مستی کی منجدھار کا

Scanned by CamScanner

○

تو نے تو مجھ کو کہیں کا نہ زمانے رکھا
پھر بھی میں ہوں کہ مجھے میرے خدا نے رکھا

رات کمرے میں نہ تھا میرے علاوہ کوئی
میں نے اِس خوف سے خنجر نہ سرہانے رکھا

بلی ماراں کے محلے میں کٹی قیدِ حیات
اپنے ہاں غالبِ آشفتہ نوا نے رکھا

سب کو اِک طور جلاتی ہوئی گزری تابشؔ
ہم میں کچھ فرق نہ جنگل کی ہوا نے رکھا

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن.... پی ڈی ایف-23.02.2020

ہمارے دور کے بیشتر شعراء مختلف محرکات کے تحت شعر گوئی شروع کر دیتے ہیں اور بعض وجوہ کی بنا پر چند ایک کو پذیرائی بھی مل جاتی ہے لیکن جلد ہی اپنے آپ کو دہرانا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ مطالعہ ادب سے بے تعلق ہوتے ہیں۔ عباس تابش البتہ استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُردو شاعری کے کلاسیکی اور جدید سرمائے پر اُن کی گہری نظر ہے۔ اس وسعتِ مطالعہ کی وجہ سے فنِ شعر کے تمام اسرار و رموز ان پر روشن ہیں۔ وہ خیالات کو ذاتی طور پر محسوس کر کے شعر کا جامہ پہناتے ہیں اس لیے ان کی شاعری میں قدیم یا جدید شعراء کے خیالات کی تکرار کہیں موجود نہیں ان کے ہاں انفرادیت اور تازہ کاری جگہ جگہ موجود ہے چنانچہ ان کا کلام گہرے تاثر کا حامل ہے اور گزشتہ چند دہائیوں سے جو شاعری تخلیق ہو رہی ہے اس میں عباس تابش کا مقام بہت بلند ہے۔

خواجہ محمد زکریا
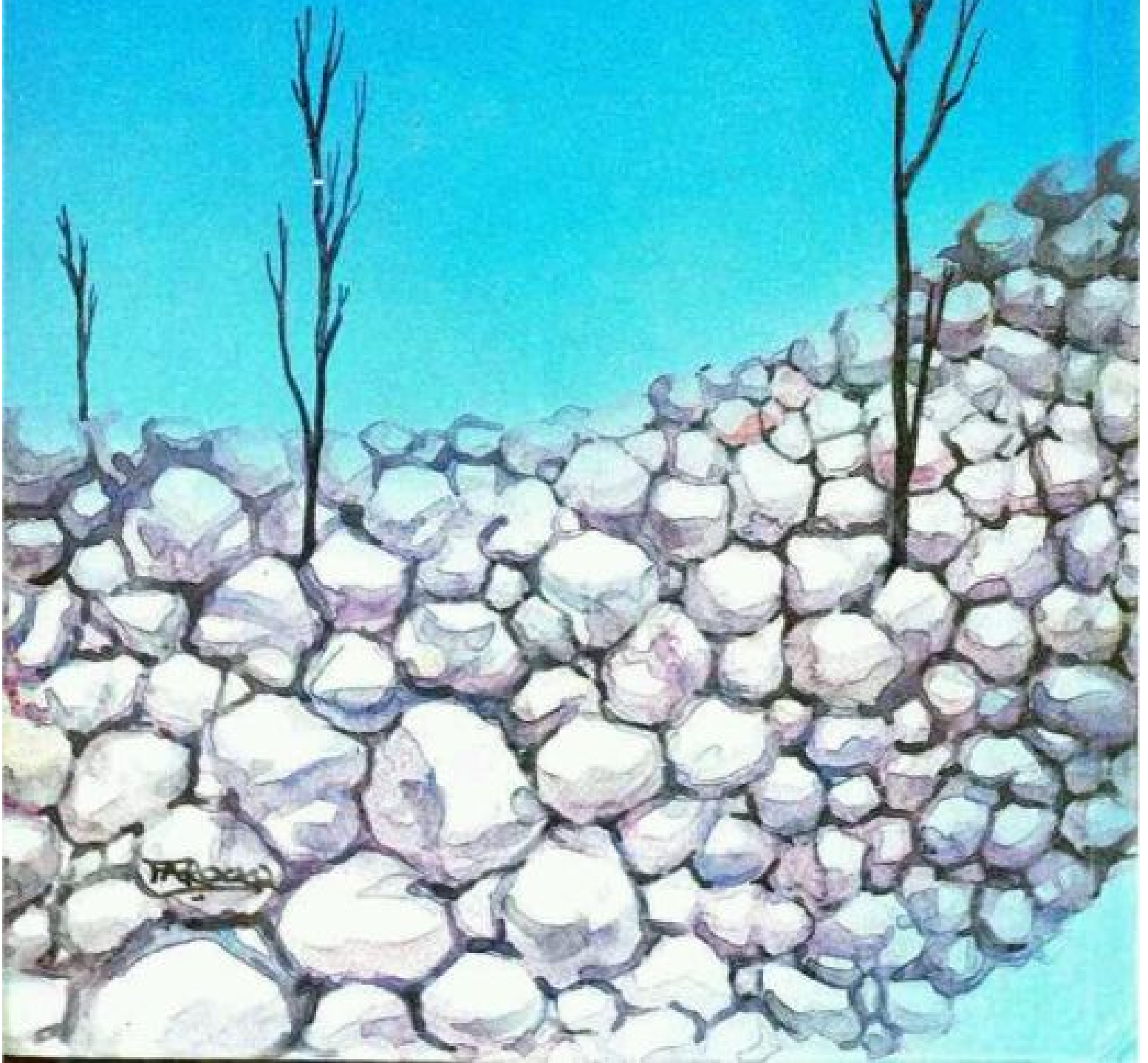
Scanned by CamScanner

کلیاتِ

مُصطفیٰ زیدی

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلیاتِ مصطفیٰ زیدی

Scanned by CamScanner

کلیاتِ مُصطفیٰ زیدی

مُصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

ہماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

ضابطہ :

اشاعت : اکتوبر ۱۹۹۸ء

مطبع : شرکت پریس لاہور

قیمت : ۳۰۰/- روپے

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روشنی

Scanned by CamScanner

روشنی

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

فہرست

صفحہ

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

تخلیق

کتنے جاں سوز مراحل سے گذر کر ہم نے
اس قدر سلسلۂ سود و زیاں دیکھے ہیں

رات کٹتے ہی بکھرتے ہوئے تاروں کے کفن
جھومتی صبح کے آنچل میں نہاں دیکھے ہیں

جاگتے ساز، دمکتے ہوئے نغموں کے قریب
چوٹ کھائی ہوئی قسمت کے سماں دیکھے ہیں

ڈوبنے والوں کے ہمراہ بھنور میں رہ کر!
دیکھنے والوں کے اندازِ بیاں دیکھے ہیں

مدتوں اپنے دلِ زار کا ماتم کر کے
خود سے بڑھ کر بھی کئی سوختہ جاں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

موت کو جن کے تصور سے پسینہ آجائے
زیست کے دوش پہ وہ بارگراں دیکھے ہیں!

تب کہیں جا کے ان اشعار کے گہوارے ہیں
اک بصیرت کے ہمکنے کے نشاں دیکھے ہیں

چراغ آفریدم

"روشنی" کا پہلا ایڈیشن ۹۴ء میں الہ آباد

(یوپی) سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت اس مجموعے

کی ہیئت موجودہ ہیئت سے مختلف تھی۔ اس ترمیم

اور اضافے کے حق میں اور اس کے خلاف بہت

کچھ کہا جا سکتا ہے۔ دراصل میں اس کتاب

کو دوبارہ شائع کرنے پر تیار نہ تھا، اور بغیر

ترمیم اور اضافے کے اس کی دوبارہ اشاعت

میرے لئے اب بھی بعید از قیاس ہے۔ اس کے یہ

معنی نہیں کہ میں اس دوسری اشاعت پر نادم

ہوں، یا اپنی ابتدائی نظموں سے شرمسار ہو رہا

Scanned by CamScanner

ہوں۔ اس میں مجھے ادبی بددیانتی بھی نظر نہیں
آتی اس لئے کہ جن نظموں کا اضافہ کیا گیا ہے
بیشتر اسی زمانے کی ہیں۔ یہ طالبعلمی کا زمانہ
تھا جب محض تجربے کے لئے آدمی بڑی بڑی،
تحریکوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب متوقع باتیں
غیر متوقع طور سے ہوتی رہتی ہیں، اور جب نئے
جذبات کی آہٹ سے سارا وجود سنتا رہتا ہے
اسے ابھی ذہنی رکھ رکھاؤ نصیب نہیں ہوتا۔
یہ درست ہے کہ اس افتادِ طبع سے جو شعر نمودار
ہوتے ہیں، ان کا اپنا رنگ ہوتا ہے، بلکہ
آگے چل کر اسی رنگ کو شاعر ترستا رہ جاتا ہے
اور یہ دوبارہ نصیب نہیں ہوتا، لیکن میں
یہ چاہتا تھا کہ میرے جو دو مجموعے "روشنی"

Scanned by CamScanner

کے بعد شائع ہوئے ہیں، ان میں اور "روشنی"
میں اتنا ذہنی فاصلہ نہ رہ جائے کہ یہ کتابیں
آپس میں ایکدوسرے کے لئے اجنبی بن جائیں
اس مجموعے کی تمام نظمیں ۴۵ء اور ۵۰ء کے
درمیان کی ہیں۔ یہ نظمیں مجھے الہ آباد کے ان
دنوں کی یاد دلاتی ہیں جب خوشی خوشی کی
طرح اور غم غم کی طرح ہوتا تھا۔ ادب،
جمالیات، اور جدلیات پر دن رات بحثیں ہوا کرتی
تھیں۔ بحث میں شامل ہونے والے بزرگ بھی
تھے، جوان بھی تھے، اور محض دیکھنے والے
بھی۔ فراق گورکھپوری، اپندر ناتھ اشک،
بلونت سنگھ، وامق جونپوری، ڈاکٹر اعجاز حسین،
پروفیسر مسیح الزمان اور مسعود اختر جمال کے
ساتھ ساتھ معصوم رضا راہی، دیوندر اسر، اور
میں ان نوجوانوں میں سے تھے جو انہی صحبتوں
میں بیٹھتے تھے۔ کبھی بیت بازیاں ہوتی تھیں

اور اس شرط کے ساتھ کہ آج صرف غالب، میر، سودا اور انیس کے کلام سے حصے سنائے جائیں گے یا آج صرف بلینک ورس کے مصرعے پڑھے جائیں گے۔ جوش ملیح آبادی، ساحر لدھیانوی اور مجاز مرحوم بھی گاہے گاہے الہ آباد آجاتے تھے۔ آئے دن مشاعرہ ہوتا تھا، افسانے اور مضامین پڑھے جاتے تھے۔ ادب برائے ادب پر بحث برائے بحث ہوا کرتی تھی۔ چھوٹے موٹے ڈرامے اسٹیج کئے جاتے تھے۔ بے ضرر لگاوٹوں سے لے کر خطرناک محبتوں تک کے مراحل طے ہوتے رہتے تھے۔

یوونگ کرسچین کالج اور الہ آباد یونیورسٹی یہ دو ادارے جن میں میں نے تعلیم پائی ہے، محض تعلیمی ادارے نہ تھے بلکہ تربیتی مرکز بھی تھے جن میں ہر طرح کے خیال کو برداشت کرنے کی صلاحیت تھی۔ عام طور پر اساتذہ اپنے طالبعلموں کے رومانی اور سیاسی دونوں

Scanned by CamScanner

رجحانات کو رومانی ہی سمجھتے تھے۔ اگر ایسا
نہ ہوتا تو کتنے ہی طالب علم نادانستہ اپنی
صحیح منزل کی تلاش کے بغیر مختلف جماعتوں
کے آلۂ کار بن گئے ہوتے۔ "روشنی" کے پہلے
ایڈیشن میں جو نعرے بازی کی چند نظمیں تھیں،
ان کی فضا رومانی تھی، اور انہوں نے مجھے
مقامِ شعر کے صحیح ادراک سے بہت علیحدہ نہیں
کیا۔ اس زمانے کے الحاد کی بھی یہی کیفیت
تھی کہ مذہبی جنون کے ردِ عمل کے طور پر
اختیار کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب
جوشؔ ملیح آبادی ایک طرف "پڑھ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا
انسان"، اور دوسری طرف "ہم رند بھی
ہیں حلقۂ ماتم میں اے حسین"، کہتے ہیں تو
یہ تضاد میری سمجھ میں آتا ہے اور مجھے اس
سے الجھن پیدا نہیں ہوتی۔

ایک بار پھر یہ اعلان ضروری ہے کہ یہ
نظمیں اس زمانے کی ہیں جب میرا نہ صرف تخلص

Scanned by CamScanner

ہوتا تھا بلکہ تیغ الہ آبادی جیسا تخلص ہوتا
تھا کہ نظم پڑھنے والا کچھ کہنے سننے کی
جرأت نہ کرے ۔ اب نہ تیغ رہ گیا ہے نہ
الہ آباد رہ گیا ہے ، پرانی محبتوں کے مزار پر نئی
گھاس اُگ چکی ہے اور یہاں تک ہے کہ روایتوں
میں جو ربطِ غائبانہ ہوتا ہے ، اس کی کڑیاں بھی
ٹوٹنے لگی ہیں ۔

مصطفیٰ زیدی

A book is a great cemetary
in which, for the most part,
the names of the tombstones
have been effaced.

— PROUST

Scanned by CamScanner

روشنی

ترے حضور مرے ماہ وسال کی دیوی
میں ارضِ خاک کا پیغام لے کے آیا ہوں

جسے خرد کا مکمل شعور پا نہ سکا
وہ قلبِ شاعرِ ناکام لے کے آیا ہوں

فریبِ عشرتِ معیار میرے پاس نہیں
غمِ حقائقِ ایام لے کے آیا ہوں!

بکھر رہے ہیں پرستارِ عالمِ ارواح
کہ حُسنِ کشورِ اُجسام لے کے آیا ہوں

سمجھ سکے تو سمجھ لے کہ استعاروں میں
میں اپنی زیست کا ابہام لے کے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

تشبیبِ ظلمتِ الحاد کو کھنگالا ہے
فروغِ سینۂ الہام لے کے آیا ہوں

مری صدا میں دھڑکتا ہے کائنات کا دل
بہ طرزِ خاص غمِ عام لے کے آیا ہوں

گلی گلی مری آوارگی کے قصّے ہیں!
نفس نفس پہ اک الزام لے کے آیا ہوں

مری حیات کے گرتے ہوئے کگاروں کو
سنبھال لے کہ ترا نام لے کے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

(۲)

غزلیں نہیں لکھتے ہیں قصیدہ نہیں کہتے
لوگوں کو شکایت ہے وہ کیا کیا نہیں کہتے

اور اپنا یہی جرم کہ با وصفِ روایت
ہم ناصحِ مشفق کو فرشتہ نہیں کہتے

اجسام کی تطہیر و تقدس ہے نظر میں
اَرواح کے حالات پہ نوحہ نہیں کہتے

ہم نے کبھی دنیا کو حماقت نہیں سمجھا
ہم لوگ کبھی غم کو تماشا نہیں کہتے

انسان کے چہرے کے پرستار ہوئے ہیں
اور قاف کی پریوں کا فسانہ نہیں کہتے

وہ بھی تو سنیں میرے یہ اَشعار کسی روز
جو لوگ نئی نسل کو اچھا نہیں کہتے

Scanned by CamScanner

انسان پیدا ہو گیا

سیّالِ ماہ تاب زَر افشاں کی دھوم ہے
بدلے ہوئے تصوّرِ ایماں کی دھوم ہے
اخلاق سے لطیف تر عصیاں کی دھوم ہے
اعلانِ سرفروشئ رِنداں کی دھوم ہے
باراں کے تذکرے ہیں بہاراں کی دھوم ہے
اب سرنگوں ہے کتنے بزرگانِ فن کی بات

اب پیشِ محکمات گریزاں ہیں ظنّیات
اب محض سنگِ میل ہیں کل کے تبرّکات
مدّت سے اب نہ کوئی عجوبہ نہ معجزات
دندان شکن حقیقتِ عُریاں کی دھوم ہے

Scanned by CamScanner

اِک بات آگہی کے لبوں سے نکل گئی
اوہام کی قدیم حکومت بدل گئی
فولاد کے بتوں کی روایت پگھل گئی !
اک جنبشِ نگاہ سے زنجیر گل گئی
زنداں میں طمطراقِ اسیراں کی دھوم ہے

Scanned by CamScanner

(۲)

آسماں گیر ہے زلفوں کا دھواں کہتے ہیں
جشن بردوش ہے فردوس رواں کہتے ہیں
آج انسان ہے میر دوجہاں کہتے ہیں

اب لچکتی نہیں کوشش سے بھی غلماں کی کمر
جل گئے جدّتِ تحقیق سے اوہام کے پر
ابدی ہے یہ جہانِ گذراں کہتے ہیں

رہرو و آ ہی گئی منزلِ عصرِ مسعود
جن کو کل لوگ سمجھتے تھے بتانِ معبود
اب انہیں ذہن کی آوارگیاں کہتے ہیں

Scanned by CamScanner

تلاش

آج کیوں میرے شب و روز ہیں محروم گداز
اے مری روح کے نغمے، مرے دل کی آواز

اک نہ اک غم ہے نشاطِ سحر و شام کے ساتھ
اور اس غم کا نہ مفہوم نہ مقصد نہ جواز

میں تو اقبال کی چوکھٹ سے بھی مایوس آیا
میرے اشکوں کا مداوا نہ بدخشاں نہ حجاز

چند لمحوں سے یہ خواہش کہ دوامی بن جائیں
ایک مرکز پہ رہے سُرخ لہو کی ہلچل

کبھی ہر گام پہ ٹھوکر، کبھی منزل کا حریف
اے جہانِ گزراں ایک سے انداز پہ چل

Scanned by CamScanner

دن کو مہکا ہوا بَن شام کو تپتی ہوئی ریت
زندگی ایسے طلسمات کے حلقے سے نکل
کہیں حد درجہ لگاوٹ کہیں آہٹ سے گریز
دلِ محبوب نما اور سنبھل اور سنبھل

اور کبھی یہ، کہ اگر ایک پلک بھی ٹھہرے
کوئی لمحہ تو ہر اک سانس گراں ہو جائے
اگر اک گلشنِ بے خار رہے دامنِ وقت
یہ جہانِ گذراں ریگِ رواں ہو جائے
ایسا مذہب کہ خود اس وجہِ تعالیٰ سے گریز
ایسا الحاد کہ سجدے میں نہاں ہو جائے

اے مری روح کے نغمے، مرے دل کی آواز
لطفِ شب تاب یہی رقصِ شرر ہو شاید
منزلیں پاس سے بھی دور رہا کرتی ہیں
جستجو حاصل و عرفانِ سفر ہو شاید

Scanned by CamScanner

کوئی الحاد میں نازاں کوئی ایمان میں گم
کبھی اس دِیدہ و دِل کی بھی سَحر ہو شاید

میرے غم ہی میں نہاں ہو نئے سورج کی کِرَن
کم نگاہی میں ہی پوشیدہ نَظَر ہو شاید

Scanned by CamScanner

کِرن

چھپ گئے رات کے دامن میں ستارے لیکن
ایک ننھا سا دِیا اب بھی ہے ہم راہ و نشاں
ایک ننھا سا دیا اور یہ شب کی یورش
اور یہ ابر کے طوفان، یہ گہرا، یہ دھواں

لیکن اس ایک تصور سے نہ ہو افسردہ
ساعتیں اب بھی نیا جوش لئے بیٹھی ہیں
سنگِ رہ اور کئی آئیں گے لیکن آخر
منزلیں گرمیٔ آغوش لئے بیٹھی ہیں

Scanned by CamScanner

اک نئے عہد کی امید ، نئی صبح کی ضو !!
اس اندھیرے سے اُبھرتے ہیں چراغاں کتنے
زیست کے جامۂ صد چاک کا ماتم کیسا !
زیرِ تخلیق ہیں خلّاق گریباں کتنے

چُھپ گئے رات کے دامن میں ستارے لیکن
یہ تری شعلہ نوائی کا نیا دور سہی !
عزمِ پرواز کی توہین سے مایوس نہ ہو
ایک بار اور سہی ، اور سہی ، اور سہی

Scanned by CamScanner

سیاہ لہو

ایک دل اور اتنے بارِ گراں
اُونگھتے پیڑ، سرنگوں کلیاں
مضمحل نور، مضمحل خوشیاں
اَن گنت خواب، اَن گنت ارماں
بے مہک پھول، ادھ کھلی کلیاں

بادشاہوں کا قصۂ من و تو!
تیرہ بختوں کا تیرہ تر جادو
سُرخ تاریکیاں، سیاہ لہو
منتشر رات، منتشر گیسو
بے اثر آہ بے اثر آنسو

Scanned by CamScanner

ذہن کی قبر، دل کا ویرانہ
فکرِ روزی، تلاش مے خانہ
کوئی باعقل کوئی دیوانہ!
میری تحقیق اُس کا افسانہ
زرد بتّی، اُداس پروانہ!

الغرض اک نہ اک غمِ گل و خار
فلسفے کا خمار، عشق کا بار!!
دل کو اک صبح و شام کا آزار!
حسرتِ صلح و حسرتِ پیکار
صیدِ ابلیس و کشتۂ یزداں!

Scanned by CamScanner

آج بھی

پھیلی ہوئی ہے شامِ گراں تا گراں مگر
کون و مکاں میں ساعتِ زنداں ہے آج بھی

اس فلسفے کی سوزنِ پنہاں کے باوجود
چاکِ جگر حقیقتِ عریاں ہے آج بھی

اس نوجوان عصرِ ترقی پسند میں
اک کہنہ یادِ وقتِ بداماں ہے آج بھی

کیا کیا نگار مثلِ بہاراں گذر گئے
ضرب المثال یوسفِ کنعاں ہے آج بھی

اس عہدِ رنگ و نور کی عبرت فروز یاد
اک شمعِ سوگوار فروزاں ہے آج بھی

ممکن ہوائے صبا تو رمیدہ غزال سے
کہنا کہ ایک روح غزلخواں ہے آج بھی

Scanned by CamScanner

گسٹاپو

سفید پوش! ترے دل کی تیرگی کی قسم
کہ تو نے نجم و گہر کا خمیر بیچا ہے

حقیر جاہ و حشم کے حصول کے بدلے
دل و دماغ دئے ہیں، ضمیر بیچا ہے

میں معترف ہوں کہ ہے میرا جرم حق گوئی
مگر یہ مخبریٔ حق گناہ ہے کہ نہیں

پیمبروں کے لہو سے بنی ہے جس کی بساط
وہ شاہراہ تری شاہ راہ ہے کہ نہیں

Scanned by CamScanner

حیات کے لئے بنیاد ہے نمودِ خیال
تجھے خبر نہیں انسان کیسے جیتا ہے

تری غذا میں شہیدوں کا خون شامل ہے
ترا وجود تعفن کا دودھ پیتا ہے

یہی نہیں کہ تجھے پست ذہن کہتے ہیں
وہ لوگ جن کی نظر آج آسمان پہ ہے

تجھے ذلیل سمجھتے ہیں خود رفیق ترے
ہے ان کے دل میں وہی جو مری زبان پہ ہے

تجھے خبر نہیں شاید کہ وُلولوں کا چراغ
سمومِ تند کے باوصف جلتا رہتا ہے

درندگی کے مقدر پہ ناچنے والے
درندگی کا مقدر بدلتا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

بلندیوں پہ تشدّد کے مطرب کہنہ
زمیں کے ساز پہ ہم لوگ گیت گائیں گے

نئی بہار ہمیں سرکشوں کے ہات میں ہے
نیا نظام ہمیں منچلے بنائیں گے

Scanned by CamScanner

اگست ۴۷ء

ابھی غبارِ سرِ کارواں نہیں بیٹھا
عروسِ شب کی سواری گذر گئی ہے ضرور

ابھی ہماری محبت پہ آنچ پڑتی ہے
کسی کی زلف پہ افشاں بکھر گئی ہے ضرور

ابھی بہت سے سویروں کو اوس پینی ہے
کسی کی پھول سی رنگت نکھر گئی ہے ضرور

ہمیں بھی بننا ہے اس التفات کے قابل
وہ التفات کا وعدہ تو کر گئی ہے ضرور

Scanned by CamScanner

بعد ہر تقریر

(ایک طنزیہ)

شروع کرتا ہوں اس بیاں کو
بہ حمد و تحسینِ ذات باری

کہ جس کی مرضی کے ماتحت ہیں
ہمارے افعالِ اختیاری

اُسی کے احکام سے مسرّت
اُسی کی مرضی سے سوگواری

جناب صدر اور اہلِ محفل
یہ آپ بھی جانتے ہیں میں بھی

کہ آج کل کے تمام شاعر
فقط نجاست اچھالتے ہیں

Scanned by CamScanner

اساتذہ کی روش سے ہٹ کر
نئی زمینیں نکالتے ہیں

عروض سے ان کو واقفیت
نہ کچھ سلیقہ ہے زیر و بم کا !

یہ شاعری ہے کہ نعشِ عظمت
نہ برق کوندی نہ اَسپ چمکا

نہ بادشاہوں کی نغمہ خوانی
نہ تذکرہ کعبہ و حرم کا

نیا اَدَب ، عرض کرچکا ہوں
کہ چند نعروں پہ مشتمل ہے

نہ اِس میں مژگاں نہ اِس میں اَبرو
نہ اِس میں کاکل نہ اِس میں دل ہے

جو ایک مصرع ہے بحرِ اعظم
تو دوسرا جوئے مضمحل ہے

Scanned by CamScanner

میں پوچھتا ہوں کہ ہم صفیرو
یہ بے محل انتظار کب تک

سکوتِ تشکیل قوم تا کے!
جمودِ تبلیغِ کار کب تک

برائے تبلیغ کار یارو
خیال کی مشعلیں بجھا دو

برائے تشکیلِ قوم ہم کو
تجوریوں کے دَہن دکھا دو

Scanned by CamScanner

تجدید

اُس کی بے باکیوں میں غصّہ تھا
اس کے غصّے میں پیار تھا سا تھی

آج اس نو بہار کے رُخ پر
کِس غضب کا نکھار تھا ساتھی

ایک سرکش امنگ سینے میں
اس طرح اپنا سر اٹھاتی تھی

اس کے نم عارضوں کے سائے میں
اس کی سانسوں کی آنچ آتی تھی

اس کا شکوہ کہ شعر لکھ لکھ کر
آپ نے کر دیا مجھے بدنام

Scanned by CamScanner

ایک افسانہ ہے یہ سوز و گداز
ایک وقتی کسک ہے یہ کہرام

میرا کہنا کہ "تم نے دیکھ لیا
یہ فسانہ اٹل حقیقت تھا"

بحث کی بے پناہ وسعت میں
میں نے اس ماہ رُخ کو جیت لیا

نرم انگڑائیاں بکھرتی ہیں
آج چھیڑا ہے وقت نے وہ راگ

ساری دُنیا میں دُھوپ نکلی ہے
جاگ اے سر زمینِ سنگم جاگ

Scanned by CamScanner

شطرنج

عزیز دوست مرے ذہن کے اندھیرے میں
ترے خیال کے دیپک بھٹک رہے ہیں ابھی

کہاں سے ہو کے کہاں تک حیات آ پہنچی
اداس پلکوں پہ تارے چھلک رہے ہیں ابھی

ترے جمال کو احساسِ درد ہو کہ نہ ہو
بجھے پڑے ہیں ترانے ستار زخمی ہیں

حیات سوگ میں ہے بے زبان دل کی طرح
کہ نوجوان امنگوں کے ہار زخمی ہیں

Scanned by CamScanner

مرے رفیق! مرے رازداں! مرے ساتھی
میں تیرے ذہن پہ تجھ کو دعائیں دیتا ہوں

تجھے یہ رقصِ مسلسل کا دور راس آئے
تری نگاہ میں گاتا رہے یوں ہی افسوں

مرے شعور کی اس خامکار دنیا نے
خرد کی چال کو دل کی پکار سمجھا تھا

یہ میری اپنی خطا تھی کہ بزمِ ہستی میں
مرا خلوص سیاست کو پیار سمجھا تھا

ترا دماغ سلامت رہے کہ اس کے عوض
ترے حضور میں کُل کائنات ہے ساتھی

ابھی جو کل مرے دکھ درد کا مداوا تھی!
وہ آج تیری شریکِ حیات ہے ساتھی

Scanned by CamScanner

نیا آذر

مری رفیقِ طرب گاہ ، تیری آمد پر
نئے سُروں میں نئے گیت گائے تھے میں نے

نفس نفس میں جلا کر اُمید کے دیپک
قدم قدم پہ ستارے بچھائے تھے میں نے

ہوا سے لوچ ، کلی سے نکھار مانگا تھا
ترے جمال کا چہرہ سنوارنے کے لئے

کنول کنول سے خریدی تھی حسرتِ دیدار
نظر نظر کو جگر میں اتارنے کے لئے

Scanned by CamScanner

بہت سے گیت چھلکتے رہے اُفق کے قریب
بہت سے پھول برستے رہے فضاؤں میں

الجھ الجھ گئیں مجروح زیست کی گرہیں
بکھر بکھر گئیں انگڑائیاں خلاؤں میں

میں پوچھتا ہوں کہ اے رنگ و نور کی دیوی
علاجِ تیرہ شبی کیا اِسی کو کہتے ہیں!

بجھے بجھے سے یہ مفلس دیئے نہ جانے کیا
سُلگ سُلگ کے تری بے حسی کو کہتے ہیں

یہ گیت سر بگریباں ہیں تیرے جانے سے
یہ نوعروس ستارے بڑھا رہے ہیں سہاگ

Scanned by CamScanner

کلی کلی کو تری بے رخی کا شکوہ ہے
نفس نفس سے نکلتی ہے ایک ایسی آگ

جسے بجھاؤں تو دل زمہریر ہو جائے
ترا عظیم تصوّر حقیر ہو جائے

Scanned by CamScanner

اِرتقا

یوں تو اِس وقت کے پھیلے ہوئے سناٹے میں
رات کے سینے سے کتنے ہی گجر پھوٹے ہیں

عقل کو آج بھی ہے تشنہ لبی کا اقرار
سیکڑوں جام اٹھے، سیکڑوں دل ٹوٹے ہیں

زلزلے آئے ہیں ادراک کی بنیادوں میں
عشق کا جذبۂ محکم بھی سہارا نہ بنا

ایک شعلے کو بھی حاصل نہ ہوا رقصِ دوام
ایک آنسو بھی مقدر سے ستارا نہ بنا

Scanned by CamScanner

کس کو معلوم کہ اُجداد پہ کیا کچھ گذری
خون سے آلودہ ہیں اس راہ پہ قدموں کے نشان

انہی راہوں سے پیمبر بھی گئے ، ملحد بھی ،
انہی راہوں پہ بھٹکتا رہا بے بس انساں

زندگی ایک ستائے ہوئے طائر کی طرح
پھڑپھڑاتی رہی تاریخ کی زنجیروں میں

اور سقراط و فلاطون و ارسطو کا لہو !
رنگ بھرتا رہا لمحات کی تصویروں میں

کون سے جال نہ ڈالے گئے ہر مرکز پر
کیا جیالے تھے کہ جو مائل پرواز رہے

ابدیت کے نشاں لمحۂ نازک کے نقوش
بشریت کے لئے راز تھے اور راز رہے

Scanned by CamScanner

وہ اجنبی

وہ مہر و ماہ و مشتری کا ہم عناں کہاں گیا
وہ اجنبی کہ تھا مکان و لا مکاں کہاں گیا!

ترس رہا ہے دل کسی کی داوری کے واسطے
پیمبرانِ نیم جاں خدائے جاں کہاں گیا

وہ مُلتفت بہ خندہ ہائے غیر کس طرف ہے آج
وہ بے نیازِ گریہ ہائے دوستاں کہاں گیا

وہ ابر و برق و باد کا جلیس ہے کدھر نہاں
وہ عرش و فرش و ماورا کا رازداں کہاں گیا

وہ میزباں کہاں ہے جس کی دید بھی محال تھی
جو آج تک نہ آسکا وہ میہماں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

بجھی پڑی ہے ماہ تاب و کہکشاں کی انجمن
وہ صدرِ بزم ماہ تاب و کہکشاں کہاں گیا

یہ کائناتِ آب و گل ہے جیسے غم میں مضمحل
دیا ہے جس نے سوزِ دل وہ مہرباں کہاں گیا

چمک رہی ہیں دُور دُور تک اداس پٹریاں
مسافرو! بتاؤ میرِ کارواں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

کردار

خیال و خواب کی دنیا کے دل شکستہ دوست
تری حیات مری زندگی کا خاکہ ہے

غمِ نگار و غمِ کائنات کے ہاتھوں:
ترے لبوں پہ خموشی ہے، مجھ کو سکتہ ہے

مری وفا بھی ہے زخمی تری وفا کی طرح
یہ دل مگر وہی اک تابناک شعلہ ہے

ترا مزار ہے اینٹوں کا ایک نقشِ بلند
مرا مزار مرا دل ہے، میرا چہرہ ہے

Scanned by CamScanner

جو زہر پی نہ سکا تو حیات سے ڈر کے
وہ زہر اب بھی بدستور پی رہا ہوں میں

شدید کرب میں تو نے تو خودکشی کر لی
شدید تر غمِ ہستی میں جی رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

اِنتہا

پھر آج یاس کی تاریکیوں میں ڈوب گئی!
وہ اک نوا جو ستاروں کو چوم سکتی تھی

سکوتِ شب کے تسلسل میں کھو گئی چپ چاپ
جو یادِ وقت کے محور پہ گھوم سکتی تھی

ابھی ابھی مری تنہائیوں نے مجھ سے کہا
کوئی سنبھال لے مجھ کو، کوئی کہے مجھ سے

ابھی ابھی کہ میں یوں ڈھونڈتا تھا راہِ فرار
پتہ چلا کہ مرے اشک چھن گئے مجھ سے

Scanned by CamScanner

یاد

رات اوڑھے ہوئے آئی ہے فقیروں کا لباس
چاند کشکولِ گدائی کی طرح نادم ہے

دل میں دہکے ہوئے ناسور لئے بیٹھا ہے
یہی معصوم تصوّر جو ترا مجرم ہے

کون یہ وقت کے گھونگٹ سے بلاتا ہے مجھے
کس کے مخمور اشارے ہیں گھٹاؤں کے قریب

کون آیا ہے چڑھانے کو تمنّاؤں کے پھول
ان سلگتے ہوئے لمحوں کی چتاؤں کے قریب

Scanned by CamScanner

وہ تو طوفان تھی، سیلاب نے پالا تھا اسے
اس کی مدہوش اُمنگوں کا فسوں کیا کہیئے

تھرتھراتے ہوئے سیماب کی تفسیر بھی کیا
رقص کرتے ہوئے شعلے کا جنوں کیا کہیئے

رقص اب ختم ہوا موت کی وادی میں مگر
کسی پائل کی صدا روح میں پائندہ ہے

چھپ گیا اپنے نہاں خانے میں سورج لیکن
دل میں سُورج کی اک آوارہ کرن زندہ ہے

Scanned by CamScanner

کون جانے کہ یہ آوارہ کرن بھی چھپ جائے
کون جانے کہ ادھر دُھند کا بادل نہ چھٹے

کس کو معلوم کہ پائل کی صدا بھی کھو جائے
کس کو معلوم کہ یہ رات بھی کاٹے نہ کٹے

زندگی نیند میں ڈوبے ہوئے مَندر کی طرح
عہدِ رفتہ کے ہر اک بُت کو لئے سوتی ہے

گھنٹیاں اَب بھی مگر بجتی ہیں سینے کے قریب
اب بھی پچھلے کو، کئی بار سحر ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

سناٹا

آج پھر تم نے مرے دل میں جگایا ہے وہ خواب
میں نے جس خواب کو رو رو کے سُلایا تھا ابھی

کیا ملا تم کو انہیں پھر سے فروزاں کر کے
میں نے دہکے ہوئے شعلوں کو بجھایا تھا ابھی

میں نے کیا کچھ نہیں سوچا تھا مری جانِ غزل
کہ میں اس شعر کو چاہوں گا، اسے پوجوں گا!

اپنی ترسی ہوئی آغوش میں تارے بھر کے
قصرِ مہتاب تو کیا عرش کو بھی چھو لوں گا

Scanned by CamScanner

تم نے تب وقت کو ہر زخم کا مرہم سمجھا
اور ناسور مرے دل میں چمکتے بھی رہے

لذتِ تشنہ لبی بھی مجھے شیشوں نے نہ دی
محفلِ عام میں تا دیر چھلکتے بھی رہے

اور اب جب نہ کوئی درد نہ حسرت نہ کسک
اک لرزتی ہوئی لَو کو تہِ داماں نہ کرو!

تیرگی اور بھی بڑھ جائے گی ویرانے کی
میری اجڑی ہوئی دنیا میں چراغاں نہ کرو

Scanned by CamScanner

تشنگی

آپ نے جس کو فقط جنس سے تعبیر کیا
ایک مجبور تخیل کی خود آرائی تھی

ایک نادار ارادے سے کرن پھوٹی تھی
جس کے پسِ منظرِ تاریک میں تنہائی تھی

دلِ ناداں نے چمکتی ہوئی تاریکی کو
اپنے معیار کی عظمت کا اُجالا سمجھا

ہائے وہ تشنگیٔ ذہن و تمنّا جس نے
جب بھی صحرا پہ نظر کی اُسے دریا سمجھا

Scanned by CamScanner

ناز تھا مجھ کو جن اوصافِ حکیمانہ پر
کیسے رندانہ اشاروں پہ بہک جاتے ہیں

لڑکھڑاتے ہیں خیالات مرے سینے میں
راہ رو جیسے بیاباں میں بھٹک جاتے ہیں

اپنی محفل کی بھی کیا بات ہے جس سے اکثر
دوست اٹھتا ہے تو یوں جیسے عدو ہوتا ہے

ایسے ملتا ہے محبت کو ہوس کا الزام
ایسے برسوں کی ریاضت کا لہو ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

فیصلہ

یہ حلقۂ احباب کی ہے متفقہ رائے :-

اے محوِ فغاں ہم نے بھی دیکھا ہے زمانہ
کہتے ہیں جسے عشق وہ ہے ذہن کا اک روگ

دنیا کی کشاکش سے نکلنے کا بہانہ
ہم نے بھی کئی دیکھی ہیں بنتِ شبِ مہتاب

معمول کی اشیا ہیں نہ افسوں نہ فسانہ
جذبات کے اس حجلۂ تاریک سے نکلو

دنیا ہے سوئے منزلِ خورشید روانہ
مانا کہ وہ اک گوہرِ نایاب ہے لیکن

دھرتی کا کلیجہ ہے نوادر کا خزانہ

Scanned by CamScanner

اس بات کی دنداں شکنی سے نہیں انکار
سچ یہ ہے کہ یہ بات طرحدار بہت ہے

اَفراد سے اَقوام کو لگ جاتا ہے یہ روگ
جو شخص بھی تم سا ہے وہ بیمار بہت ہے

شورش میں کبھی وسعتِ کونین بھی ہے تنگ
وحشت میں کبھی حلقۂ دیوار بہت ہے

ناموسِ وفا میں کہیں ہر جامہ ہے بے کار
رندی میں کہیں شیخ کی دستار بہت ہے

ہر وقت کا دھڑکا ہے نہ دن اپنے نہ راتیں
واماندگئی اندک و بسیار بہت ہے

کچھ اپنی انا کے لئے تسکین ہے شامل
کچھ یہ ہے کہ بدخواہئ اغیار بہت ہے

Scanned by CamScanner

اِک سمت یہ احباب کی ہے متفقہ رائے
اِک سمت تیری وحدتِ تنویر و کرم ہے

اِک سمت ہے دانش کا تقاضا بھی بڑی چیز
اِک سمت تری نیم نگاہی بھی ستم ہے

اِک سمت ہے نقارۂ الزام و حقارت
اِک سمت دلِ سوختہ ساماں کا بھرم ہے

اِک سمت چھلکتی ہے رگِ سازِ پہ محفل
اِک سمت اداسی ہے، تری آنکھ کا نم ہے

اِک سمت ہے بپھرے ہوئے اغیار کی یورش
اِک سمت وہ سہما ہوا آہوئے حرم ہے

اِک حلقۂ احباب سے چھُٹ جائیں تو چھُٹ جائیں
ہم کو انہی سہمی ہوئی آنکھوں کی قسم ہے!

Scanned by CamScanner

ایک زخمی تصوّر

یہ ترا عزمِ سفر یہ مرے ہونٹوں کا سکوت
اب تو دنیا نہ کہے گی کہ شکایت کی تھی!

میں سمجھ لوں گا کہ میں نے کسی انساں کے عوض
ایک بے جان ستارے سے محبّت کی تھی

اک دمکتے ہوئے پتھر کی جبیں چومی تھی!
ایک آدرش کی تصویر سے اُلفت کی تھی!

میں نے سوچا تھا کہ آندھی میں چراغاں کردوں
میں نے چاہا تھا کہ سیلاب کو انساں کردوں

Scanned by CamScanner

ولولے دوش پہ لائے تھے سمندر کا جلال
حوصلے ڈال رہے تھے مہ و انجم پہ کمند

عزمِ آغاز سے مخمور، جنوں سے سرشار
فکرِ انجام کے غرفے تھے بڑی دیر سے بند

میں سمجھتا تھا کہ یہ جذبۂ بے نام و نمود !!
شیشۂ ذہن سے نازک ہے تصور سے بلند

آج ہر پھول لہو ہے کہ بکھرنا ہو گا
حوصلے سر بہ گریباں ہیں کہ اب کیا ہو گا

صرف لمحوں کی بدلتی ہوئی تصویریں ہیں
اجنبی تیرے تصور سے عبارت ہے حیات

تجھ سے وابستہ ہیں وہ کرب کی راتیں جن میں
حدّتِ غم سے سلگتے رہے بے بس لمحات

Scanned by CamScanner

ذہن کی لو سے الجھتا رہا گہرا کہرا
دل کے ساگر سے ابلتے رہے اندھے جذبات

اب تو جب رات کو پچھلے کا سماں ہوتا ہے
اپنی آواز پہ رونے کا گماں ہوتا ہے

ایسی سنسان سڑک! ایسا گھنا سناٹا!
کون جذبات کی لہروں میں اتر سکتا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ اُجڑی ہوئی آبادی سے
رات کے وقت گذرتے ہوئے ڈر لگتا ہے

مقبروں پر نظر آتے ہیں بھیانک سائے
موڑ پر دل کے پُراسرار کھنڈر پڑتا ہے

اس اندھیرے میں ستارے تو کہاں ملتے ہیں،
کچھ سلگتے ہوئے اشکوں کے نشاں ملتے ہیں

Scanned by CamScanner

آج لیکن مری آنکھوں میں کوئی اشک نہیں
تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں کا فسانہ بھی نہیں

روح پر بوجھ ہے اک قبر کی مانند مگر؛
نوحۂ دل بھی نہیں آہِ شبانہ بھی نہیں

میری ویران نگاہیں، مرا بے جان سکوت
زیست کو ہیچ سمجھنے کا بہانہ بھی نہیں

لیکن اس زیست میں ہے زیست سے بیزاری بھی
زخمِ دل یوں تو ہے خوش رنگ مگر کاری بھی

Scanned by CamScanner

رقیب

سنا تم نے زیدی کا کردار کیا ہے
ثناخوانِ ابلیس و بدخواہِ یزداں

وہ خانہ بدوشے زِ خانہ بدوشاں
وہ آوارہ گردے زِ آوارہ گرداں

وہ مصروفِ طاعت گذاریٔ نغمہ
وہ محوِ سجودِ نگارانِ رقصاں

وہ جس کا تکلّم ، وہ جس کا ترنم
حدی خوئی کاروانِ حسیناں

سنکتا ہوا خود فریبی کا بادل
گرجتا ہوا جہل و وحشت کا طوفاں

نمازوں میں دیکھا نہ روزوں میں دیکھا
نہ صبحوں کو خنداں نہ راتوں کو گریاں

Scanned by CamScanner

کبھی انقلاب اور بغاوت کا شعلہ
کبھی دودِ گرمِ دلِ ناز نیناں

نہ اندازِ حکمت نہ آثارِ دانش!
فقط عکسِ مے بارئ مہ جبیناں

نہ لہجہ ہی ساکن نہ نغمہ ہی مدّھم
فقط برق و آتش فقط ابر و باراں

اسے کیا ثواب و طہارت سے مطلب
وہ شاہِ صبوحی شہنشاہِ رنداں

یہی ہے تمہارے پجاری کا چیتھڑا؟
یہی ہے وہ سرکردۂ خوشہ چیناں؟

یہی ہے وہ شہ پارۂ آلِ سیّد؟
یہی ہے وہ تفسیرِ خونِ شہیداں؟

یہی ہے وہ نازشِ گرِ ہوش و تمکیں؟
یہی ہے وہ پروردۂ ابر و باراں؟

Scanned by CamScanner

یہی ہے وہ جس سے محبت کا سینہ
فروزاں فروزاں چراغاں چراغاں؛

یہی ہے حریف نجوم و کواکب ؟
یہی ہے مثال مہ و مہر تاباں ؟

یہی ہے کلاہِ شہنشاہ خاور ؟
یہی ہے وہ تابندگی کا سلیماں ؟

یہی ہے کہ جس کی قلم رو میں آکر
ہر اک حرف روشن ہر اک لفظ رقصاں ؟

یہی ہے شرر ریزیٔ رنگ و رونق ؟
یہی ہے گہر باریٔ ابرِ نیساں ؟

یہی ہے دماغ و کفِ اہلِ دانش ؟
یہی ہے دل و دیدۂ دل نشیناں ؟

یہی ہے وہ قرطاس پر عکسِ عظمت ؟
یہی ہے وہ گفتار میں لطفِ الحاں ؟

Scanned by CamScanner

کہاں یہ تمہاری محبت کے قابل
تم اس شخص کو بھول جاؤ مری جاں

اور اس بات کو جب کئی دن گزر لیں
تو اے صدرِ بزم نگارانِ دوراں

مری سمت بھی اک نگاہِ عنایت!
مرے ساتھ بھی ایک چھوٹا سا پیماں!

Scanned by CamScanner

رُوح کی موت

چمک سکے جو مری زیست کے اندھیرے میں
وہ اک چراغ کسی سمت سے اُبھر نہ سکا

یہاں تمہاری نظر سے بھی دیپ جل نہ سکے
یہاں تمہارا تبسم بھی کام کر نہ سکا

لہو کے ناچتے دھارے کے سامنے تاب تک
دل و دماغ کی بے چارگی نہیں جاتی

جنوں کی راہ میں سب کچھ گنوا دیا لیکن
مرے شعور کی آوارگی نہیں جاتی

Scanned by CamScanner

نہ جانے کس لئے اس انتہائے حدت پر
مرا دماغ سلگتا ہے جل نہیں جاتا
نہ جانے کیوں ہر اک اُمید ٹوٹ جانے پر
مرے خیال کا لاوا پگھل نہیں جاتا

نہ جانے کون سے ہونٹوں کا آسرا پا کر
تمہارے ہونٹ مری تشنگی کو بھول گئے
وہی اصول جو محکم تھے نرم سائے میں
ذرا سی دھوپ میں نکلے تو جھول جھول گئے

Scanned by CamScanner

شہکار کی بات

آج آئی ہے لبِ ساز پہ جھنکار کی بات
اس میں پیکار کے قصے ہیں نہ تلوار کی بات

صرف اک گمشدہ فردوس کا افسانہ ہے
صرف اک پاس سے گذرے ہوئے کردار کی بات

تہِ سطروں میں روایات کی سلمائیں ہیں
جیسے بچوں کی بتائی ہوئی بازار کی بات

جیسے پربت کی بلندی سے زمیں کے مینار
جیسے اک حلقۂ الحاد میں اوتار کی بات

Scanned by CamScanner

ایک خاموش عبادت کی نوا میں گم ہے
جو تجھے پا نہ سکا اس کے دلِ زار کی بات

جیسے دنیا کی نگاہوں میں سماجی رشتے
جیسے مفلس کے لئے عید کے تیوہار کی بات

تیرے لہجے کی کھنک تیری نِندا سی آنکھیں
جیسے اِک ناؤ پہ اُس دیس کی اس پار کی بات

چونکتی صبح کے چہرے پہ خمارِ یک شب
چاندنی رات میں خیّام کے اشعار کی بات

یوں لپکتی ہوئی چہرے پہ حیا کی تنویر!
جیسے اقرار زدہ ہونٹوں پہ انکار کی بات

جیسے نکھرے ہوئے اشعار کی تخلیق کے وقت
ذہنِ شاعر میں خیالات کی رفتار کی بات

Scanned by CamScanner

جس کو چھو بھی نہ سکے کوئی سمجھ بھی نہ سکے
اتنی نازک ہے ترے رُوپ، ترے پیار کی بات

کرسکا کون سا شیلے تری اب تک تفسیر
لکھ سکا کون سا ہومر ترے شہکار کی بات

دل کی تسکین، جنوں، ذہن کی یادداشت بھی تھی
تو مرے واسطے دھرتی بھی تھی آکاش بھی تھی

Scanned by CamScanner

نیلام

اپنی بکھری ہوئی کلیوں کا مجھے رنج نہیں
اس کا غم ہے کہ ترے پھولوں میں خوشبو ہے نہ رنگ

تیرے اُجڑے ہوئے ساون پہ ہیں پت جھڑ کے نشان
تیرے سیندور سے وابستہ نہیں تیری اُمنگ

دل کے رشتوں کی طہارت سے بہت نازک تھیں
تیرے ماں باپ کے نزدیک مقدس رسمیں

ہم مذاہب تھے دُنیا کے دکھاوے کے لئے
میرا اعلانِ محبت، تری بے بس قسمیں

Scanned by CamScanner

برہمن پڑھتے رہے اپنے پرانے اشلوک
وید نے بوسۂ تکمیلِ در و بام لیا
میں نے اس وقت تری آخری سسکی سن کر
چیخنا چاہا، مگر غم نے گلا تھام لیا

سیلِ نغمات میں مطرب کو پتہ بھی نہ چلا
کتنی آہیں تھیں جو نغمے کے لئے گھٹتی رہیں!
بک گیا تیری جوانی کا ہر اک خواب مگر
ڈھولکیں بجتی رہیں، پھلجھڑیاں چھٹتی رہیں

اپنی بکھری ہوئی کلیوں کا مجھے رنج نہیں
سوچتا ہوں کہ تری روح پہ کیا بیت گئی
رسم و مذہب تو بڑی چیز نہیں تھے لیکن
سب سے اونچی تھی جو بولی وہ تجھے جیت گئی

Scanned by CamScanner

(۲)

میرے اجڑے ہوئے ماضی کے پراسرار کھنڈر
ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں تجھ کو ادھر آیا ہوں
میں وہی تیرا مغنی ، وہی تیرا شاعر
میں وہی تیرے طرب زار کا ہمسایہ ہوں

مرنے ماضی ! مرے خاموش سہانے ماضی
یاد ہے تجھ کو بھی وہ شکلِ دل آرا کہ نہیں
وقف تھیں جس کے لئے میری وفا کی نظمیں !
اس نے مجھ کو کبھی راہوں میں پکارا کہ نہیں

Scanned by CamScanner

میرے ماضی اسے آواز دے جس کے ہاتھوں
سب سے پہلے مرے چہرے پہ ضیا آئی تھی
جس نے سمجھی تھیں مری شعلگیاں پہلی بار
جس سے پہلے مرے احساس میں تنہائی تھی

اور جو جذبۂ ایثار کے ہاتھوں اک روز
اپنے کنبے کی نجابت کے لئے بک بھی گئی
جو سمجھتی تھی کہ یہ جشنِ وفا کیسا ہے
جس نے لٹ کر بھی نہ پوچھا کہ خدا کیسا ہے

اس کی آنکھوں میں تصادم توڑتی کرنوں کا سکوت
لوگ کہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی ریت نہیں
اس کے چہرے کی سلگتی ہوئی خاموشی میں
کس کو معلوم کہ طوفان تھا، سنگیت نہیں

Scanned by CamScanner

کون سمجھے گا کہ لمحات کے آنسو لیکر!
نغمۂ صبح بہ اندازِ فغاں اٹھتا ہے
یوں تو چُپ چاپ سلگتی ہے مگر بجھتے وقت
موم بتی کے کنارے سے دھواں اٹھتا ہے

کس کو معلوم کہ بے رحم ہے دنیا کا تضاد
نوحۂ ہجر بھی ہے نغمۂ تجدید کے ساتھ
ابر تو صرف دلاسے کے لئے آتے ہیں
کھیت جل جاتے ہیں برسات کی اُمید کیساتھ

سَودا

وہ تو کیا، سب کے لئے فیصلہ دشوار نہیں
اک طرف برف کے ڈھیر، ایک طرف شعلۂ طور

اک طرف ساعتِ شب ایک طرف صبحِ نوید
اک طرف آگ کی رو، ایک طرف حور و قصور

اک طرف لذتِ ہر رنگ سو وہ بھی فوراً
اک طرف وعدۂ فردا سو وہ نزدیک نہ دور

اس کے اِس طرزِ تغافل کی شکایت کیسی
ہاں مگر اس سے یہ ادنیٰ سی شکایت ہے ضرور

اک چرائے ہوئے ناپاک تبسم کے عوض
اس نے بیچا ہے سلگتے ہوئے اشکوں کا غرور

Scanned by CamScanner

جسم کی بے سود پکار

آج تو مڑ کے بھی اس نے نہیں دیکھا ساتھی
ورنہ اس راہ پہ، ذرات ہیں پامال جہاں

اس کی آنکھوں میں تھی انجان ستاروں کی تلاش
کھیلتے، گھومتے، ٹمگارتے دھاروں کی تلاش
جھومتے، ڈولتے، خاموش اِشاروں کی تلاش

آج آنکھوں میں تڑپ تھی نہ اِشارا سا تھی

یہ نہیں ہے کہ اسے شوقِ خود آرائی تھا

اک تمدن کی کہانی تھی وہ بے نام نگاہ
جس میں مشرق کا تقدس تھا نہ مغرب کا گناہ
جس کے کوچے سے گذرتی ہے روایات کی راہ

جس کے قدموں سے لپٹتا ہے زمانا ساتھی

Scanned by CamScanner

تال دے اٹھتی تھیں یوں اس کے قدم پر راہیں

جیسے برسات کے پانی میں چھنکتے جھانجن
جیسے کرنوں سے جھمک جائے کسی کا کنگن
جیسے کلیوں کے طرب راز میں جھولے ساون

جیسے جنت کے جزیرے میں سویرا سا تھی !

اس سلگتے ہوئے مشرق کے دریچے کے قریب

اکثر اوقات مرے دل میں حرارت آئی
میرے سینے پہ کئی بار قیامت آئی
میری آنکھوں میں کئی بار جسارت آئی

اس کی نظروں نے کئی بار پکارا سا تھی

Scanned by CamScanner

لیکن اس فکر کا انجام عمل ہو نہ سکا

مئے بے باک نہ ہو جس میں تو وہ خُم کیا ہے
خاموش نگاہوں کا تصادم کیا ہے
پیار کرتی ہوئی روحوں کا تکلم کیا ہے

جس کو حاصل نہ ہو لفظوں کا سہارا سا تھی

اب تو یہ فکر بھی بے کار ہے یہ غم بھی فضول

کہ اسے مجھ سے بہر طور محبت بھی نہ تھی
کہ اس الجھن کا سبب کوئی رقابت بھی نہ تھی
آج تو اس کی نگاہوں میں حقارت بھی نہ تھی

آج تو مڑ کے بھی اس نے نہیں دیکھا سا تھی

Scanned by CamScanner

اُجالا

میری ہمدم، مرے خوابوں کی سنہری تعبیر
مسکرا دے کہ مرے گھر میں اجالا ہو جائے
آنکھ ملتے ہوئے اٹھ جائے کرن بستر سے
صبح کا وقت ذرا اور سہانا ہو جائے

میرے بکھرے ہوئے گیتوں میں ترا جادو ہے
میں نے معیارِ تصوّر سے بنایا ہے تجھے
میری پروینِ تخیّل، مری نسرین نگاہ
میں نے تقدیس کے پھولوں سے سجایا ہے تجھے

Scanned by CamScanner

دودھ کی طرح کنواری تھی زمستاں کی وہ رات
جب ترے شبنمی عارض نے دہکنا سیکھا
نیند کے سائے میں ہر پھول نے انگڑائی لی
نرم کلیوں نے ترے دم سے چٹکنا سیکھا

میری تخئیل کی جھنکار کو ساکت پا کر!
چوڑیاں تیری کلائی میں کھنک اٹھتی تھیں
اُف مری تشنہ لبی تشنہ لبی تشنہ لبی!
کچی کلیاں ترے ہونٹوں کی جھلک اٹھتی تھیں

وقت کے دستِ گراں بار سے مایوس نہ ہو
کس کو معلوم ہے کیا ہونا ہے اور کیا ہو جائے
میری ہمدم، مرے خوابوں کی سنہری تعبیر
مسکرا دے کہ مرے گھر میں اجالا ہو جائے

Scanned by CamScanner

فرزند

وقت ہی اس کا پتہ دیگا کہ اے جانِ پدر
راکھ کی تہہ میں کوئی زندہ شرر ہے کہ نہیں
ایک سنجیدہ تبسّم جو تبسّم بھی نہیں
اس سے وابستگیٔ دیدۂ تر ہے کہ نہیں

کتنی پُرخار گذرگاہوں سے ہوتے ہوتے
شوق اس منزلِ بے نام تک آپہنچا ہے
کیسے جانے گا مرے کرب کی پنہائی کو
یہ ترا سوز جو الزام تک آپہنچا ہے

Scanned by CamScanner

کیسے سمجھاؤں کہ مجھ پر بھی وہ دِن گذرے ہیں
جن میں، جو حرف ہے بیداد نظر آتا ہے
میں بھی اس درد سے مانوس ہوں جو آج تجھے
اپنی ہی روح کی اُفتاد نظر آتا ہے

زیست اور موت کی سرحد پہ بڑی مدت تک
وقت گذرا ہے تو جینے کی ادا سمجھی ہے
دوسرے لوگوں کے غمہائے دروں میں تپ کر
اپنے سینے کے مچلنے کی سزا سمجھی ہے

یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر سورۂ تلقین کے بعد
ذہن کی جو بھی تھی تکرار وہی رہتی ہے
داستانِ غمِ دل سب کی پرانی ہے مگر
کہنے والے کے لئے سب نئی رہتی ہے

Scanned by CamScanner

سمجھوتہ

لوگ کہتے ہیں ، عشق کا رونا
گریۂ زندگی سے عاری ہے

پھر بھی یہ نامراد جذبۂ دل
عقل کے فلسفوں پہ بھاری ہے

آپ کو اپنی بات کیا سمجھاؤں
روز بجھتے ہیں حوصلوں کے کنول

روز کی الجھنوں سے ٹکرا کر !!
ٹوٹ جاتے ہیں دل کے شیش محل

Scanned by CamScanner

لیکن آپس کی تیز باتوں پر
سوچتے ہیں، خفا نہیں ہوتے

آپ کی صنف میں بھی ہے یہ بات
مرد ہی بے وفا نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

تعمیر

اپنے سینے میں دبائے ہوئے لاکھوں شعلے
شبنم و برف کے نغمات سنائے میں نے
زیست کے نوحۂ پیہم سے چرا کر آنکھیں
گیت جو گا نہ سکے کوئی وہ گائے میں نے

آج تشبیہہ و کنایات کا دل ٹوٹ گیا
آج میں جو بھی کہوں گا وہ حقیقت ہوگی
آنچ لہرائے گی ہر بوند سے پیمانے کی
میرے سائے کو مری شکل سے وحشت ہوگی

Scanned by CamScanner

غمِ دوراں نے غمِ دل کا سکوں چھین لیا
اب ترے پیار میں بھی پیار کے انداز نہیں
شوق کے قلعۂ تاریک میں ہے سناٹا
کوئی آواز نہیں ۔ کوئی بھی آواز نہیں

کیسے سمجھاوں کہ الفت ہی نہیں حاصلِ عمر
حاصلِ عمر اس الفت کا مداوا بھی تو ہے
زندگی حسرت خس خانہ و برفاب سہی
کچھ دہکتے ہوئے شعلوں کی تمنا بھی تو ہے

تو مرا خواب ہے، آدرش ہے، لیکن مجھ کو
تیرے اس قصرِ طربناک سے جانا ہوگا
آگ اور خون اگلتے ہوئے سیاروں کو
پھر ترا قصرِ طربناک بنانا ہوگا

Scanned by CamScanner

گناہ

اے مرے جذبۂ اظہار کی بے نام کسک
صرف لذت تو نہیں حاصلِ رندی و گناہ
ذہن کی سطح پہ بہتے ہوئے آنسو بھی تو ہیں
گنگناتے ہوئے، گاتے ہوئے دِل کے ہمراہ

میں نے ان آنکھوں کو چوما ہے، انہیں چاہا ہے
جن کی جنبش سے بدل جائیں کئی تقدیریں
نرم بالوں کے تصور کا سہارا لے کر
توڑ دی ہیں مرے ہاتوں نے کئی زنجیریں

Scanned by CamScanner

اے روایات میں پالی ہوئی روحِ تقدیس
تونے احساس کی عظمت کو تو سمجھا ہوتا

اے کہن زادۂ اوہام و رسوم و تقلید
میری بدنام شرافت کو تو سمجھا ہوتا

کتنے خونخوار بَرا فروختہ چہروں کی قطار
مجھ کو ہر راہ پہ ہر صبح و مسا دیکھتی ہے
جن کو جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعور
ان کی آنکھوں کے دریچے سے قضا دیکھتی ہے

کاش ان آنکھوں سے اِک دن کوئی یہ بھی پوچھے
کونسی حور ہے جنت میں جو دنیا میں نہیں
کونسی آگ ہے گہوارۂ دوزخ میں کہ جو
اپنے نزدیک کے اصحابِ دل آرا میں نہیں

Scanned by CamScanner

یاسما

اے سوگوار! یاد بھی ہے تجھ کو یا نہیں
وہ رات، جب حیات کی زلفیں دراز تھیں

جب روشنی کے نرم کنول تھے بجھے بجھے
جب ساعتِ ابد کی لویں نیم باز تھیں

جب ساری زندگی کی عبادت گذاریاں
تیری گناہ گار نظر کا جواز تھیں!

Scanned by CamScanner

اک ڈوبتے ہوئے نے کسی کو بچا لیا
اک تیرہ زندگی نے کسی کو نگاہ دی

ہر لمحہ اپنی آگ میں جلنے کے باوجود
ہر لمحہ زہرِ مہرِ محبت کو راہ دی

ہم نے تو تجھ سے دور کی ہمدردیاں دکھائیں
تو نے کسی سے رسمِ وفا بھی نباہ دی

Scanned by CamScanner

آہنگ

میں وہ انجان تمنا ہوں گہر کے دل میں
جو رموزِ شبِ نیساں سے قسم لیتی ہے
میں ہوں آفاق کے سینے کی وہ پہلی دھڑکن
جو فقط سینۂ شاعر میں جنم لیتی ہے!

میرے پیکر میں پھر اِک بار اتر آیا ہے!
وہ گنہگار کہ جس سا نہیں کوئی معصوم
میں ہوں وہ درد جو راتوں کو کسک اٹھتا ہے
میں ہوں وہ راز جو مجھ کو بھی نہیں ہے معلوم

Scanned by CamScanner

قابلِ رشک ہے پندارِ تعیش کے لئے
میری افسردہ جوانی کی اُداسی کا غرور
کیفِ ہر عہد ہے ، نیرنگیٔ امروز نہیں
میرے ان خون سے سینچے ہوئے نغموں کا غرور

میں وہ آہنگ ہوں جو سوز کی حد کو چھو کر
خود بخود ساز کے تاروں میں پگھل جاتا ہے
جو کبھی تاجِ سلیماں کا نگیں بنتا ہے
اور کبھی محنتِ مزدور میں ڈھل جاتا ہے

Scanned by CamScanner

منزل

اپنی ہی ذات کو سنگِ رہِ عرفاں سمجھا
مدتوں ہم کسی منزل کی طرف بڑھ نہ سکے
ڈگمگاتی رہی تاریخ کے بھونچال میں عمر
دو سفینے تھے جو ساحل کی طرف بڑھ نہ سکے

میرے آدرش میں سوتے رہے یونان کے بت
روپ دے سکتی تھیں تم ان کو جگا سکتی تھیں
میں نے خوابوں سے تراشے تھے کئی افسانے
تم ان افسانوں کے عنوان بنا سکتی تھیں

Scanned by CamScanner

میں نے اپنی ہی کسوٹی پہ تمہیں بھی پرکھا !!
کہ تمہارا وہی اندازِ نظر ہے کہ نہیں !
اور یہ بھی کہ نئے دور میں تاروں کے عوض
میری وینس کی نگاہوں میں سحر ہے کہ نہیں

میری فطرت میں تھے احساس کے دو چار قصور
تم نے سوچا کہ اگر بوند سمندر بن جائے
میں نے سوچا کہ اگر زیست کے ویرانے میں
جون کی دھوپ کا ماحول مقدّر بن جائے !؟

خارزاروں نے کہا، رات نے آگاہ کیا
زندگی گود میں سر رکھ کے نہیں سو سکتی
اور ہر نظم کے عنوان کی باسی کلیاں !
ہم سے کہتی تھیں کہ اب صبح نہیں ہو سکتی

دفعتاً ہم نے یہ دیکھا کہ اِسی وسعت میں
ہم ہی دو فرد نہیں وقت کا سیلاب بھی ہے
اور بھی لوگ ہیں دنیا میں ہمارے نزدیک
جنکی آنکھوں میں تلاطم بھی ہے اور خواب بھی ہے

خواب اس حرف کا جو شعر نہیں بن سکتا
خواب اس لَے کا جو سنگیت میں ڈھل جائیگی
خواب اس لمحۂ نایاب کا جب پل بھر کو
وقت تھم جائے گا، زنجیر پگھل جائے گی

شوق کی ڈوبتی نبضوں میں لہو دوڑ گیا
ایک پرچم کا لہو، ایک شرارے کا لہو
ایک لمحے نے مہ و سال کا رخ موڑ دیا !!
ایک لمحے میں تھا آفاق کے دھارے کا لہو

Scanned by CamScanner

پہلے ہم شکل نہ تھے اپنی وفا کے چہرے
اور اب ذہن میں یک رنگئ اضداد بھی ہے

یہی تو بھی ہے، یہی میں بھی ہوں اس منزل پر
یہی الہام بھی ہے اور یہی الحاد بھی ہے

Scanned by CamScanner

دنیا

اک ہم ہی نہیں کشتۂ رفتار زمانہ
یہ تندئ رخشِ گزراں سب کیلئے ہے

یہ سچ ہے کہ ہر اک کو شہادت نہیں ملتی
اک تشنگئ آبِ رواں سب کے لئے ہے

ہر شخص کی قسمت میں نہیں خضر کا رتبہ
بھٹکے ہوئے راہی کی فغاں سب کیلئے ہے

رقاصۂ طناز ہو یا بسملِ بے تاب
اسبابِ دل آویزئ جاں سب کیلئے ہے

اک طرزِ تفکر ہے ارسطو ہو کہ خیام
دنیائے اسالیب و بیاں سب کے لئے ہے

خاموش محبت ہو کہ میدان کی للکار
محرومئ گفتار و زباں سب کے لئے ہے

دریوزہ گرِ شہر ہو یا شہر کا معمار
پندارِ فلاں ابن فلاں سب کے لئے ہے

Scanned by CamScanner

دیوانوں پہ کیا گذری

صرف دو چار برس قبل یونہی بر سرِ راہ
مل گیا ہوتا اگر کوئی اشارا ابہم کو
کسی خاموش تکلّم کا سہارا ہم کو
یہی دزدیدہ تبسم، یہی چہرے کی پکار
یہی وعدہ یہی ایما، یہی مبہم اقرار

ہم اسے عرش کی سرحد سے ملانے چلتے
پھول کھِلتے کبھی سنگیت بنانے چلتے
خانقاہوں کی طرف دیپ جلانے چلتے

Scanned by CamScanner

صرف دو چار برس قبل !! مگر اب تو یہ ہے
کہ تری نرم نگاہی کا اشارا پا کر
کبھی بستر، کبھی کمرے کا خیال آتا ہے
زندگی جسم کی خواہش کے سوا کچھ بھی نہیں
خون میں خون کی گردش کے سوا کچھ بھی نہیں

کاروبار

دماغ شل ہے، دل ایک اک آرزو کا مدفن بنا ہوا ہے
اک ایسا مندر جو کب سے چمگادڑوں کا مسکن بنا ہوا ہے
تذبذب میں جیسے بارشوں کا کھڑا ہوا بے کنار پانی
بغیر مقصد کی بحث، اخلاقیات کی بے اثر کہانی
سحر سے بے زار، رات سے بے نیاز لمحات سے گریزاں
نہ فکرِ فردا نہ حال و ماضی، نہ صبحِ خنداں نہ شامِ گریاں

پکارتا ہے کوئی تو کہتا ہوں اس کو سن کر بھی کیا کروگے
ادھر گذر کر بھی کیا ملے گا، ادھر نہ جا کر بھی کیا کروگے
شفق نظر کا فریب ہے، تتلیوں کی رنگت میں کچھ نہیں ہے
فراق میں کیا طلسم ہوگا جب اس کی قربت میں کچھ نہیں ہے
لہو کی گرمی ہے کم سنی کی دلیل، اس سے نجات پاؤ
یہ نظم تکمیل پا کے بھی کیا کرے گی۔ دفتر کے کیس لاؤ

ایک بے نام سپاہی کی قبر پر

تیری محراب پہ اے عصرِ کہن کی تاریخ
صرف گوتم کے حسیں بت کا تبسم کیوں ہے
کس لئے کیل سے لٹکی ہے فقط ایک صلیب
ایک زنجیر کے حلقے کا ترنم کیوں ہے
اک ارسطو سے ہے کیوں گوشۂ دانش پُرنور
ایک سقراط کے سینے کا تلاطُم کیوں ہے

Scanned by CamScanner

اسی محراب کے سائے میں کئی ابنِ علی
کئی خونخوا یزیدوں سے ہوئے گرم ستیز
تیرے مسلک میں رہی نام و نسب کی توقیر
تیرا ہیرو کوئی خسرو ہے تو کوئی پرویز

تو نے اقوام کے انبوہ میں وہ لوگ چنے
جن میں سے کوئی جہانگیر ہے، کوئی چنگیز

تجھ سے ممکن ہو تو اے ناسخِ ایامِ کہن!!
اپنے گمنام خزانوں کو بچا کر رکھ لے

رات بے نام شہیدوں کے لئے روتی ہے
ان شہیدوں کا لہو دل سے لگا کر رکھ لے
ماؤں کے میلے دوپٹوں میں ہیں جو آنسو جذب
اُن کو آنکھوں کے چراغوں میں سجا کر رکھ لے

Scanned by CamScanner

عام شکلوں میں بھی ہے عارضِ سلمیٰ کا جمال
ان کو بھی دیکھ ۔ صنم خانہ بنے یا نہ بنے

ہو گئے راکھ جو پر چن انہیں خاکستر سے
سُرخیٔ جرأت پروانہ بنے یا نہ بنے

زیست کے جوہرِ نایاب کی تشہیر تو کر
اس کی تشہیر سے افسانہ بنے یا نہ بنے

وِصَال

وہ نہیں تھی، تو دل اک شہرِ وفا تھا جس میں
اس کے ہونٹوں کے تصوّر سے تپش آتی تھی!
اس کے انکار پہ بھی پھُول کھلے رہتے تھے
اس کے انفاس سے بھی شمع جلی جاتی تھی

دن اس امید پہ کٹتا تھا، کہ دن ڈھلتے ہی
اس نے کچھ دیر کو مل لینے کی مہلت دی ہے
انگلیاں برق زدہ رہتی تھیں جیسے اس نے
اپنے رخساروں کو چھونے کی اجازت دی ہے

Scanned by CamScanner

اس سے اک لمحہ الگ رہ کے جنوں ہوتا تھا
جی میں تھی، اس کو نہ پائیں گے تو مر جائیں گے

وہ نہیں ہے تو یہ بے نور زمانہ کیا ہے
تیرگی میں کسے ڈھونڈیں گے کدھر جائیں گے

پھر ہوا یہ کہ اسی آگ کی جیسی رو میں
ہم تو جلتے تھے مگر اس کا نشیمن بھی جلا

بجلیاں حسن کی کنیزوں میں رہا کرتی تھیں
دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ خرمن بھی جلا

اس میں اک یوسفِ گم گشتہ کے ہاتوں کے سوا
اک زلیخائے خود آگاہ کا دامن بھی جلا

Scanned by CamScanner

آواز کے سائے

پتہ نہیں تم کہاں ہو یارو
ہماری افتادِ روز و شب کی
تمہیں خبر مل سکی کہ تم بھی !!
رہینِ دستِ خزاں ہو یارو
دلوں میں تفریق مٹ چکی ہے
کہ وقت سے خوش گماں ہو یارو
ابھی لڑکپن کے حوصلے ہیں
کہ بے سر و سائباں ہو یارو
پہنچ چکے ہو فرات تک یا
سراب کی داستاں ہو یارو

Scanned by CamScanner

ہماری افتادِ روز و شب میں
نہ جانے کتنی ہی بار اب تک
دھنک بنی اور بکھر چکی ہے!
عروسِ شب اپنی نرمیوں سے
سحر کو محروم کر چکی ہے
دہکتے صحرا میں دھوپ کھا کر
شفق کی رنگت اتر چکی ہے
بہار کا تعزیہ اٹھائے
نگارِ یک شب گذر چکی ہے
امیدِ نو روز ہے کہ تم بھی
بہار کے نوحہ خواں ہو یارو

ہر اک کو آواز دے رہا ہے
خفا ہو، یا بے زباں ہو یارو
تمہاری یادوں کے قافلے کا
تھکا ہوا اجنبی مسافر

Scanned by CamScanner

شہرِ آذر

نظمیں ، غزلیں

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

از قرن تا به قرن لشکرِ ظلم است ولے
از ازل تا به ابد فرصتِ درویشاں است

حافظ

Scanned by CamScanner

کہیں کہیں پہ ستاروں کے ٹوٹنے کے سوا
افق اداس ہیں دنیا بڑی اندھیری ہے

لہو جلے تو جلے اس لہو سے کیا ہوگا
کچھ ایک راہ نہیں ہر فضا لٹیری ہے

نظر پہ شام کی وحشت، لبوں پہ رات کی اوس
کسے طرب میں سکوں، کس کو غم میں سیری ہے

بس ایک گوشے میں کچھ دیپ جگمگاتے ہیں
وہ ایک گوشہ جہاں زلفِ شب گھنیری ہے

یقین ہی نہیں آتا کہ تیری خدمت میں
یہ شعر میں نے کہے ہیں! یہ نظم میری ہے!

Scanned by CamScanner

مُحوَر

Scanned by CamScanner

ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

Scanned by CamScanner

اپنا دیوان بغل میں داب کے میرؔ

W.B. YEATS نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دُنیا سے جنگ کرنے میں خطابت پیدا ہوتی ہے اور اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہونے میں شاعری تخلیق ہوتی ہے۔ YEATS کے اس فارمولے میں دو گنجائشیں رہ جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خطابت میں بھی شاعری کے امکانات ہیں۔ دُوسرے یہ کہ اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہونے اور شعر کی تخلیق میں اتنا بڑا فاصلہ ہے کہ ایک دُوسرے کا لازمی نتیجہ نہیں بنتے۔ صرف اُسی اندرونی بحران میں تخلیقی صلاحیتیں ہو سکتی ہیں جس کے پیچھے ایک زندہ اور متحرک شعوری تجربہ ہوتا ہے۔ اس شعوری تجربے کو جب ایک "دل گداختہ" ملتا ہے اور فکر کو جذبے کی تھوڑی سی آنچ پہنچتی ہے، تب ہی خوبصورتی کی تخلیق ممکن ہے۔

ظاہر ہے کہ انحطاط کی مجموعی قوتوں سے لڑنے کے لیے فرد کے رُومانی تصوّر کی نہیں بلکہ سماج کی انقلابی تنظیم کی ضرورت ہے۔ جب فرد اپنی اکائی میں ان قوتوں سے لڑتا ہے تو شعر میں اس کا نتیجہ صرف تلخ نوائی ہوتا ہے۔ جب فرد اپنی سماجی حیثیت میں ان سے لڑتا ہے تو کلام میں تلخی کا امکان تو ہے مگر ہذیان کا نہیں۔

Scanned by CamScanner

اس مجموعے میں خالص سماجی موضوعات پر صرف چند نظمیں ہیں۔ مثلاً "نوروز" اقوامِ متحدہ، "میں امن چاہتا ہوں"، "دسہرہ" وغیرہ۔ ان نظموں میں ذوقِ نغمہ کے پیچھے "نوا را تلخ تر می زن" کا ساز کہیں کہیں ضرور موجود ہے۔ مثلاً ۔۔

زمین گیہوں نہیں جنے گی
کہ اس کے ہونٹوں پہ آدمی کے لہو سے پپڑی جمی ہوئی ہے
ملوں میں کپڑا نہیں بنے گا
کہ تکلیوں کو گھمانے والوں کی انگلیاں کاٹ دی گئی ہیں

(میں امن چاہتا ہوں)

اسی گروہ میں اخلاق کے کئی نقاد
غرورِ فتح سے گردن اٹھا کے چلتے ہیں
بڑے شکوہ سے سینے پھُلا کے چلتے ہیں
اٹھا کے پھینک دے مشرق کی وضعداری کو
کہ تیرے ساتھ یہ افرادِ باحشم بھی ہیں
ہزاروں گھورنے والوں میں ایک ہم بھی ہیں

(دسہرہ)

رُوحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھل جاتی ہیں
کونپلیں ریل کے پہیوں میں کُچل جاتی ہیں

قمقمے جلتے ہوئے گوشت کی بُو دیتے ہیں
اسپتالوں کو جراثیم نمو دیتے ہیں
خون بھی ملتا ہے ہوٹل میں رگِ تاک کے ساتھ
عمداً زہر دیا جاتا ہے خوراک کے ساتھ
اُسی منڈی میں جہاں صاف کفن بکتا ہے
جسم بکتے ہیں، ادب بکتا ہے، فن بکتا ہے

(نوروز)

لیکن اپنی شدت کے انتہا پر بھی ایسے حصوں میں کوئی نعرہ "یا آگ، بجلی، موت آندھی میرا نام" کی للکار نہیں ملتی۔

بورژوائی میکانکیت اور مجلسی عامیانہ پن سے کبھی کبھی جو اُلجھن اور انقباض طبیعت میں پیدا ہوتا ہے، وہ ان کے بنائے ہوئے پاگل خانوں کے اندر کی دُنیا کو صالح اور باعقل تسلیم کرتا ہے اور خود ان میں سراسیمگی اور دیوانگی دیکھتا ہے:

عقل کو زہر ہے وہ بات، جو معمول نہیں
عقل والوں کے گھرانوں میں پیمبر کے لیے
تخت اور تاج تو کیا، بچ اور اسٹول نہیں

(پاگل خانہ)

میری بالکل ابتدائی نظموں پر، جن کو میں نے اس مجموعے میں شامل نہیں کیا، جوشؔ ملیح آبادی کی گرم آہنگی کا بڑا نمایاں اثر تھا۔ ان ساری چیزوں کو میں مشق سمجھتا ہوں اور مشق پر ندامت کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن میری اپنی شاعری جس نے

رفتہ رفتہ اپنا مزاج سمجھنے کی کوشش کی ہے، ان ابتدائی چیزوں سے محبت مختلف ہے ان نظموں میں "دیکھنے" سے زیادہ "سوچنے" اور "چھونے" سے زیادہ "محسوس کرنے" کا رُجحان نظر آتا ہے۔ مجھے مادّی اور غیر مادّی چیزوں میں اُن کی ہیئت اتنی عزیز نہیں جتنی کہ ان کی ماورائیت اور ماہیّت عزیز ہیں لیکن میں "خیال" کی تلاش میں "مادّے" سے نہیں بھاگتا۔ اِن تمام نظموں کی جڑیں آسمان سے نہیں لٹک رہیں بلکہ اِسی دھرتی کے سینے سے پھوٹی ہیں، اس لیے میرا خیال ہے کہ اُن میں دُھندلاہٹ اور طلسمیت تو شاید ضرور ملے لیکن پراگندگی اور سراسیمگی کہیں نہیں ملے گی۔

اس مجموعے کی اکثر نظمیں مثلاً "آئینہ خانۂ تصوّر میں"، "دوراہا" اور "دانہ ودام" زمین اور ماورا کے اِس رشتے کو اچھی طرح استوار رکھتی ہیں۔ "آئینہ خانۂ تصوّر میں" کا مرکزی کردار ایک ہے، جس میں دو شخصیتیں ایک دوسرے سے الجھتی ہیں، یہاں تک کہ دونوں تھک جاتی ہیں اور ایک ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو جاتی ہے۔ اس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی رشتوں میں جس آئینۂ جمال کی وجہ سے استواری ہے وہ چکنا چُور ہو جاتا ہے اور ہر چہرہ اپنی بُنیادی کثافت کے ساتھ نمایاں ہونے لگتا ہے ؎

سیاہ آنکھوں کے بدلے، جواں لبوں کے عوض
ہر ایک شکل کھڑی تھی کوئی دُکان سجائے
ہر ایک شکل سے آتی تھی دم بہ دم آواز
"گھڑی، پُرانی قمیضیں، دوائیں، سگرٹ، چائے"

"دوراہا" میں اسی آئینۂ جمال کی بازیافت کا تقاضا ہے ؎

ایک دن آئے گا جب اور بھی عُریاں ہو کر آدمی جینے کو تھوڑی سی ضیا مانگے گا

اور "دانہ و دام" میں اُس ازلی اور ابدی تضاد کی طرف اشارہ ہے جس کی وجہ سے
نیکی اور بدی زیادہ سے زیادہ اضافی باتیں بن جاتی ہیں ؎

یہ حسرتیں جو سوچیے تو خار، سوچیے تو گُل

"دانہ و دام" تک میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ محض اضافیت ہے ۔

زمیں پہ ایک سانپ زخم کھا کے چُور ہو گیا
فضا میں ایک چیل دائرے بنا کے رہ گئی

بیشتر غزلوں اور تشبیبیہ نظموں میں حُسن اور محبت کی خالص اور غیر خالص صورتوں کے ساتھ ساتھ اُن کے رشتوں اور اِن رشتوں سے حاصل کی ہوئی بصیرتوں کی جھلکیاں ملیں گی، اِس کی ابتدا تو یوں ہوتی ہے ۔

دل پہ چھائی جا رہی ہیں اُس کی آنکھیں اُس کے بال
جانے کیا ہو گا اگر ایسے خیال آتے رہے

یعنی احساس، اثر اور رغبت بالکل وجدانی ہیں۔ ان کی طہارت بھی بالکل وجدانی ہے۔ عقل کی اجازت ممکن ہے بعد میں آئے، لیکن ابتدا واردواتی ہے۔ اس سے جو حاشیے بنتے ہیں وہ مکمل نہیں ہیں بلکہ صرف حاشیے ہیں۔ اِس گداز اور شدّت کے ذہنی ماحول میں ایک چہرہ اپنے ساتھ بہت سی تمدّنی خوبصورتیاں لے کر اُبھرتا ہے ۔

اور جو تصوّر میں
آنسوؤں کی چلمن سے

Scanned by CamScanner

اِس طرح اُبھرتا ہے
جیسے گھر سے پہلی بار
اک شریف کُنبے کی
نازنیں نکلتی ہے

(تراشِ آذرانہ)

غیر شعوری طور پر اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ فائدہ بھی ؂

(۱) دل سے گردِ الم نہیں چھٹتی
آنسوؤں کی کمی کا رونا ہے

(۲) تیرے غموں سے ایک بڑا فائدہ ہُوا
ہم نے سمیٹ لی دلِ مضطر میں کائنات

لیکن یہ پورا رشتہ اپنی ذات پر مرکوز نہیں۔ یہ نفع و نقصان کی علامتوں میں نہیں سوچتا۔ البتہ جو سُود و زیاں اس کے ماضی کے ساتھ وابستہ ہے اس سے ایک طرح کی اذیّت ہوتی ہے ؂

اک پیشۂ عشق تھا سو عوض مانگ کر
رُسوا اُسے بھی کر گئی سوداگروں کی ذات

اس رشتے کی بُنیاد ایک ایسے ذہنی خلوص پر ہے جو محبُوب کی ذات کو اپنی ذات سے علیحدہ بھی سمجھتا ہے اور اپنے ساتھ بھی سمجھتا ہے ؂

شامل ہے مرے غم میں تری دربدری بھی

آج کل اس کے اپنے دامن میں
پیار کے گیت ہیں کہ پیسے ہیں
تم کو معلوم ہو تو بتلانا
اُس کے آنچل کے رنگ کیسے ہیں

(دُور کی آواز)

آندھیاں تو یہ سُنا ہے کہ اُدھر بھی آئیں
کونپلیں کیسی ہیں، شیشوں کے مکاں کیسے ہیں؟

(ہم لوگ)

اس محبت کی عجیب خصلت یہ ہے کہ اس کو نہ محبوب کے بارے میں خوش فہمی ہے اور نہ اپنے بارے میں،

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

محبت کرنا میں نے نہ تو جارج سنتیانا سے سیکھا ہے اور نہ فرینچ سمبلسٹس سے۔ لیکن ایک زمانہ تھا جب یہ سب اپنے ہی قبیلے کے معلوم ہوتے تھے میری "ترقّی پسندی" کسی زمانے میں ایک جماعت کی ترقی پسندی تھی، لیکن اب کئی جماعتوں کی ترقّی پسندی ہے۔ کسی ایک مروّجہ عقیدے سے مکمل وابستگی میری آزادیٔ مسلک کے خلاف ہے۔
شعر لکھنے میں مَیں کسی کی انگلی تھام کر نہیں چلا۔ اِس لیے ممکن ہے کئی جگہ

ٹھوکریں کھائی ہوں ۔ لیکن ان ٹھوکروں سے ،

"ہر داغ ہے اِس دل میں بجز داغِ ندامت"

آپ یہ دیکھیے کہ اس نئے شوالے میں کتنے بُت مَیں گرا چکا ہُوں ، اور کون سے بُت مجھ سے ابھی تک نہیں گر سکے ۔

ایک آخری بات

یہ جتنی نظمیں اور غزلیں بھی ہیں ، میری نہیں ہیں بلکہ تیغ الہ آبادی کی ہیں ۔ تیغ الہ آبادی اور مَیں اب سے کچھ عرصہ پہلے تک ایک ہی تھے ۔ لیکن آخر انھیں علیحدہ ہونا ہی پڑا ۔ اس تخلص کی قصابیت کو مَیں نے بچپن کی غلطیوں میں شامل کر رکھا تھا ۔ لیکن آخر تخلص کے بغیر بھی گزر ہو ہی سکتا ہے ۔ اپنی زندگی میں بھی تخلص کے علاوہ بہت کچھ بدل گیا ہے ۔ مُصطفیٰ زیدی سے ابھی تک مَیں ہی مانُوس نہیں ہوا ہُوں ، آپ کو تو شاید اور بھی مدت درکار ہو ۔

Scanned by CamScanner

بہ نامِ وطن

کون ہے آج طلبگارِ نیاز و تکریم
وہی ہر عہد کا جبروت وہی کل کے لئیم
وہی عیّار گھرانے، وہی فرزانہ حکیم
وہی تم، لائقِ صد تذکرہ و صد تقدیم

تم وہی دشمنِ احیائے صدا ہو کہ نہیں
پسِ زنداں تمھیں جلوہ نما ہو کہ نہیں

تم ہی بتلاؤ کہ مَیں کِس کا وفادار بنوں
عصمتِ حرف کا یا دار کا غمخوار بنوں
مشعلوں کا کہ اندھیروں کا طلبگار بنوں
کِس کے خرمن کے لیے شعلۂ اسرار بنوں

کون سے دل سے تمھیں ساعتِ فردا دے دُوں
قاتلوں کو نفَسِ حضرتِ عیسےٰ دے دُوں

صُبحِ کاشی کا ترنُّم مری آواز میں ہے
سندھ کی شام کا آہنگ مرے ساز میں ہے
کوہساروں کی صلابت مرے اعجاز میں ہے
بالِ جبریل کی آہٹ مری پرواز میں ہے

یہ جبیں کون سی چوکھٹ پہ جُھکے گی بولو
کِس قفس سے مری پرواز رُکے گی بولو

Scanned by CamScanner

کس قفس سے غمِ دل قید ہُوا ہے اب تک
کس کے فرمان کی پابند ہے رفتارِ فلک
کون سی رات نے روکی ہے ستاروں کی چمک
کس کی دیوار سے سمٹی ہے چنبیلی کی مہک

دشتِ ایثار میں کب آبلہ پا رُکتا ہے
کون سے بند سے سیلابِ وفا رُکتا ہے

بہ وفاداریٔ رہ وار و بہ تکریمِ علم
بہ گہرباریٔ الفاظِ صنادیدِ عجم
بہ صدائے جرسِ قافلۂ اہلِ قلم
مجھ کو ہر قطرۂ خونِ شہدا تیری قسم

منزلیں آ کے پکاریں گی سفر سے پہلے
جھک پڑے گا درِ زنداں مرے سر سے پہلے

Scanned by CamScanner

آج تم رام کے مونس نہ ہنومان کے دوست
تم نہ کافر کے ثناخواں نہ مسلمان کے دوست
تم نہ الحاد کے حامی ہو نہ ایمان کے دوست
تم نہ اشلوک کے ساتھی ہو نہ قرآن کے دوست

تم تو سکوں کی دیکھتی ہوئی جھنکاروں میں
اپنی ماؤں کو اٹھا لاتے ہو بازاروں میں

ذہن پر خوف کی بنیاد اٹھانے والو
ظلم کی فصل کو کھیتوں میں اگانے والو
گیت کے شہر کو بندوق سے ڈھانے والو
فکر کی راہ میں بارود بچھانے والو

کب تک اس شاخ گلستاں کی رگیں ٹوٹیں گی
کونپلیں آج نہ پھوٹیں گی تو کل پھوٹیں گی

Scanned by CamScanner

کس پہ لبیک کہو گے کہ نہ ہو گی باہم
جوہری بم کی صدا اور صدائے گوتم
رزق برتر ہے کہ یہ شعلۂ بداماں ایٹم
گھر کے چولھے سے اترتی ہوئی روٹی کی قسم

زخم اچھا ہے کہ ننھی سی کلی اچھی ہے
خوف اچھا ہے کہ بچوں کی ہنسی اچھی ہے

ہو گئے راکھ جو کھلیان انھیں دیکھا ہے
ایک اک خوشۂ گندم تمھیں کیا کہتا ہے
ایک اک گھاس کی پتی کا فسانہ کیا ہے
آگ اچھی ہے کہ دستورِ نمو اچھا ہے

محفلوں میں جو یونہی جام لہو کے چھلکے
تم کو کیا کہہ کے پکاریں گے مؤرخ کل کے

Scanned by CamScanner

بُوٹ کی نوک سے قبروں کو گرانے والو
تمغۂ کفر سے سینوں کو سجانے والو
کشتیاں دیکھ کے طوفان اُٹھانے والو
برچھیوں والو، کماں والو، نشانے والو

دل کی درگاہ میں پندار مٹا کر آؤ
اپنی آواز کی پلکوں کو جُھکا کر آؤ

کیا قیامت ہے کہ ذرّوں کی زباں جلتی ہے
مصر میں جلوۂ یُوسُف کی دُکاں جلتی ہے
عصمتِ دامنِ مریَم کی فغاں جلتی ہے
بھیم کا گُرز اور اَرجُن کی کماں جلتی ہے

چُوڑیاں روتی ہیں پیاروں کی جُدائی کی طرح
زندگی ننگی ہے بیوہ کی کلائی کی طرح

Scanned by CamScanner

صاحبانِ شبِ دیجور سحر مانگتے ہیں
پیٹ کے زمزمہ خواں دردِ جگر مانگتے ہیں
کورِ دل خیر سے شاہیں کی نظر مانگتے ہیں
آکسیجن کے تلے عمرِ خضر مانگتے ہیں

اپنے کشکول میں ایوانِ گہر ڈھونڈتے ہیں
اپنے شانوں پہ کسی اور کا سر ڈھونڈتے ہیں

تو ہی بول اے درِ زنداں، شبِ غم تو ہی بتا
کیا یہی ہے مرے بے نام شہیدوں کا پتا
کیا یہی ہے مرے معیارِ جنوں کا رستا
دل دہلتے ہیں جو گرتا ہے سڑک پر پتّا

اک نہ اک شورشِ زنجیر ہے جھنکار کے ساتھ
اک نہ اک خوف لگا بیٹھا ہے دیوار کے ساتھ

Scanned by CamScanner

اِتنی ویراں تو کبھی صُبحِ بیاباں بھی نہ تھی
اتنی پُرخار کوئی راہِ مغیلاں بھی نہ تھی
کوئی ساعت کبھی اِس درجہ گُریزاں بھی نہ تھی
اتنی پُرہول کوئی شامِ غریباں بھی نہ تھی

اے وطن کیسے یہ دھبّے در و دیوار پہ ہیں
کِس شقی کے یہ طمانچے ترے رُخسار پہ ہیں

اے وطن یہ ترا اُترا ہُوا چہرا کیوں ہے
غُرفہ و بامِ شبستاں میں اندھیرا کیوں ہے
دردِ پلکوں سے لہُو بن کے چھلکتا کیوں ہے
ایک اِک سانس پہ تنقید کا پہرا کیوں ہے

کِس نے ماں باپ کی سی آنکھ اُٹھالی تجھ سے
چھین لی کِس نے ترے کان کی بالی تجھ سے

Scanned by CamScanner

رودِ راوی ترے ممنونِ کرم کیسے ہیں
صنعتیں کیسی ہیں تہذیب کے خم کیسے ہیں
اے ہڑپّہ ترے مجبور قدم کیسے ہیں
بول اے ٹیکسلا تیرے صنم کیسے ہیں

ذہن میں کون سے معیار ہیں برنائی کے
مانچسٹر کے لبادے ہیں کہ ہرنائی کے

عسکریّت ہے بڑی شے کہ محبّت کے اصول
بولہب کا یہ گھرانہ ہے کہ درگاہِ رسُول
طبل و لشکر مُتبرّک ہیں کہ تطہیرِ بتُول
مسجدیں علم کا گھر ہیں کہ مِشن کے اسکول

آج جو بیتی ہے کیا کل بھی یہی بیتے گی
بینڈ جیتے گا کہ شاعر کی غزل جیتے گی

۱۹۵۷ء

ساعتِ جہد

دیکھنا اہلِ جنوں ساعتِ جہد آ پہنچی
اب کوئی نقش بدیوار نہ ہونے پائے

اب کے کھل جائیں خزانے نفسِ سوزاں کے
اب کے محرومیٔ اظہار نہ ہونے پائے

یہ جو غدّار ہے اپنی ہی صفِ اوّل میں
غیر کے ہات کی تلوار نہ ہونے پائے

یوں تو ہے جوہرِ گفتار بڑا وصف مگر
وجہِ بیماریٔ کردار نہ ہونے پائے

دشت میں خونِ حسین ابنِ علی بہ جائے
بیعتِ حاکمِ کفّار نہ ہونے پائے

یہ نئی نسل اس انداز سے نکلے سرِ رزم
کہ مورّخ کی گنہ گار نہ ہونے پائے

میلاد

ستیاں ماہ تاب زر فشاں کی دھوم ہے
بدلے ہوئے تصوّرِ ایماں کی دھوم ہے
ایمان سے لطیف تر عصیاں کی دھوم ہے
اعلانِ سر فروشئ رِندان کی دھوم ہے
یاراں کے تذکرے ہیں بہاراں کی دھوم ہے

اب سرنگوں ہے کتنے بزرگانِ فن کی بات
اب پیشِ محکمات گریزاں ہیں ظنّیات
اب محض سنگِ میل ہیں کل کے تبرّکات
مُدّت سے اب نہ کوئی عجوبہ نہ معجزات
زنداں شکن حقیقتِ عُریاں کی دھوم ہے

اِک بات آگہی کے لبوں سے نکل گئی
شمعِ نگاہِ اہلِ قدامت پگھل گئی
فولاد کی قدیم حکومت بدل گئی
اک جُنبشِ نگاہ سے زنجیر گل گئی
زِنداں میں طمطراقِ اسیراں کی دُھوم ہے

Scanned by CamScanner

اِنہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مِرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

سپُردگی

مَیں ترے راگ سے اِس طرح بھرا ہُوں جیسے
کوئی چھیڑے تو مَیں اک نغمۂ عرفاں بن جاؤں

ذہن ہر وقت سِتاروں میں رہا کرتا ہے
کیا عجب، مَیں بھی کوئی کِرمک حَیراں بن جاؤں

رازِ بستہ کو نشاناتِ خفی میں پڑھ لوں
واقفِ صُورتِ ارواحِ بزرگاں بن جاؤں

دیکھنا اَوجِ محبّت کہ زمیں کے اُوپر
ایسے چلتا ہُوں کہ چاہوں تو سُلیماں بن جاؤں

Scanned by CamScanner

، برے ہاتوں میں دھڑکتی ہے شب و روز کی نبض
قت کو روک کے تاریخ کا عُنواں بن جاؤں

غم کا دعویٰ ہے کہ اِس عالَم سرشاری میں
جس قدر چاک ہو، اُتنا ہی گریباں بن جاؤں

تجھ کو اِس شدّتِ احساس سے چاہا ہے کہ اب
ایک ہی بات ہے گُلشن کہ بیاباں بن جاؤں

تو کِسی اور کی ہو کر بھی مِرے دل میں رہے
میں اُجڑ کر بھی ہم آہنگِ بہاراں بن جاؤں

Scanned by CamScanner

جُدائی

نگارِ شامِ غم مَیں تجھ سے رخصت ہونے آیا ہُوں
گلے مل لے کہ یوں ملنے کی نوبت پھر نہ آئے گی
سرِ راہے جو ہم دونوں کہیں مل بھی گئے تو کیا
یہ لمحے پھر نہ لَوٹیں گے یہ ساعت پھر نہ آئے گی

جرس کی نغمگی آوازِ ماتم ہوتی جاتی ہے

غضب کی تیرگی ہے راستہ دیکھا نہیں جاتا
یہ مَوجوں کا تلاطم یہ بھرے دریا کی طُغیانی
ذرا سی دیر میں یہ دھڑکنیں بھی ڈوب جائیں گی
مری آنکھوں تک آ پہنچا ہے اب بہتا ہُوا پانی

تری آواز مدّھم ––– اور مدّھم ہوتی جاتی ہے

تہذیب

(ایک تمثیل)

شہر میں غل تھا کہ بنگال کا ساحر آیا
مصر و یونان کے اہرام کا سیاحِ عظیم
چین و جاپان کے افکار کا ماہر آیا

ایک ٹیلے پہ طلسمات کا پہرہ دیکھا
میں نے بھی دل کے تقاضوں سے پریشاں ہو کر
آخر اُس ساحرِ طنّاز کا چہرہ دیکھا

کتنا مغرور تھا اُس شخص کا مضبوط بدن
کتنا چالاک تبسم تھا جواں ہونٹوں پر
کیسے رہ رہ کے لپک جاتی تھی آنکھوں میں کرن

کتنا مرعوب تھا ہر فرد مری ملت کا
ڈرتے ڈرتے جو چھوا میں نے تو یہ راز کھلا
وہ فقط موم کا اک خوف زدہ پتلا تھا

نوروز

شام کی مانگ سے افشاں کی لکیریں پھوٹیں
جشنِ نوروز میں دھرتی کے دریچے جاگے
سُرخیاں چونک اُٹھیں، تیرگیاں ڈوب گئیں
تم بھی جاگو کہ اُفق پر کہیں مہتاب نہیں
تم بھی جاگو کہ یہ اعلانِ سحر خواب نہیں

درد کا بوجھ بھی تھا، بارشِ الزام بھی تھی
میرے دُکھ درد کی ساتھی، مری خوشیوں کی شریک
جُرعۂ شہد میں کچھ تلخیِ ایّام بھی تھی
پھر بھی ہم لوگ سویرے کی تمنا لے کر
رات سے، تلخیِ ایّام سے لڑتے ہی رہے
یوں تو اب بھی ہیں پُر اسرار تمھاری آنکھیں
اب سے پہلے مگر اِن آنکھوں میں ہیجان بھی تھا
ساز کی لہر بھی تھی، سوز کا طوفان بھی تھا

اب مگر جھومتی گاتی ہوئی آنکھوں کا نصیب
ساز کی لہر تو ہے، سوز کا طوفان نہیں
ریشمی ڈورے لچکتے ہیں بکھر جاتے ہیں
نیم خوابیدہ اداسی سے ہے صبح پہ محیط
اوس کا ذائقہ ہونٹوں پہ جما جاتا ہے
تشنگی اوس کے قطروں سے نہیں بجھ سکتی
جاگ بھی جاؤ کہ یہ نیم نگاہی بے سود
جاگ بھی جاؤ کہ سوتے ہوئے ہونٹوں پہ مجھے
جانے کیوں موت کا رہ رہ کے خیال آتا ہے
ابدیت کے کئی راز بہت یکساں ہیں!
حسن اور موت کے انداز بہت یکساں ہیں
جاگ بھی جاؤ کہ انسان کی قسمت میں نہیں
آج بھی وقت کو ہمرازِ شبستاں کرنا
حسن وجدان کی تذلیل ہوا کرتے ہیں
گاؤں جب شہر میں تبدیل ہوا کرتے ہیں
مفلسی دہات کے سکوں کو جنم دیتی ہے
زندگی موت کے بھکلوں کو جنم دیتی ہے

Scanned by CamScanner

رُوحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھل جاتی ہیں
کونپلیں ریل کے پہیوں میں کچل جاتی ہیں
قہقہے جلتے ہُوئے گوشت کی بُو دیتے ہیں
اسپتالوں کو جراثیم نمُو دیتے ہیں
خُون بھی ملتا ہے ہوٹل میں رگِ تاک کے ساتھ
عمداً زہر دیا جاتا ہے خوراک کے ساتھ
اُسی منڈی میں جہاں صاف کفن بکتا ہے
جسم بکتے ہیں، ادب بکتا ہے، فن بکتا ہے
شورشیں کرتی ہیں خاموش فضا میں پرواز
بم گراتے ہیں اندھیرے میں فریقوں کے جہاز
زندگی گیس نگلتی ہے، ہوا پھانکتی ہے
رشتے داروں کی نگاہوں سے ریا جھانکتی ہے
دل پہ ڈگری کا فسوں چلتا ہے تیروں کے عوض
چور بازار میں جو ملتا ہے ہیروں کے عوض
دھڑکنیں دل کی مزاروں کو ضیا دیتی ہیں
عصمتیں ریشِ مقدس کو دعا دیتی ہیں

کون بن سکتا ہے سنسان کھنڈوں کا ہمراز
کون سنتا ہے سمندر میں ربط کی آواز
کون سا کیف ہے دیہات کے رومانوں میں
کس کو لطف آئے گا چوپال کے افسانوں میں
کوئی بھی دولتِ لمحات نہیں کھو سکتا
کوئی بھی دار کے سائے میں نہیں سو سکتا
دار کی چھاؤں میں سوتے ہوئے ہونٹوں پہ مجھے
جانے کیوں موت کا رہ رہ کے خیال آتا ہے
یہ نہیں ہے کہ مرے واسطے انجامِ حیات

اتنا پُر ہول تصور ہے کہ میں ڈرتا ہوں
یہ نہیں ہے کہ مصائب سے ہراساں ہو کر
میں تخیل کے طرب زار کا دم بھرتا ہوں
موت تو میرے لیے ایک تأثر ہے جسے
اک نہ اک روز ہم انسان دبا ہی لیں گے
اس دکھاوے کے تمدن سے نکل کر اک روز
اپنے انجام کے اس راز کو پا ہی لیں گے

Scanned by CamScanner

مجھ کو تو صرف یہ کہنا ہے کہ اس عالم میں
مجھ کو اک لمحۂ بیدار کی قوت دے دو
مجھ کو سوتے ہوئے ہونٹوں پہ ترس آتا ہے
کوئی فنکار، کوئی زندہ مصور ہرگز
حسن خوابیدہ سے انکار نہیں کر سکتا
اور میں! جس نے ان آنکھوں کی پرستش کی ہے
جس نے ان ہونٹوں کو انکار میں بھی پوجا ہے
کس طرح اپنے مقدر کو برا کر دوں گا؟
تم کو اس کا بھی پتہ ہے کہ وہ تہذیب جسے
میں نے قصبوں کی تباہی کا سبب سمجھا ہے
اپنے ہر نقص کے باوصف مری اپنی ہے
جس کو افراد نے تخریب بنا رکھا تھا
درحقیقت وہی تعمیر کی بنیاد بھی ہے
کوئی بھی ملک تمدن سے ہراساں ہو کر
اپنی فطرت کو نہ سمجھا نہ سمجھ سکتا ہے
کوئی بھی دیس سسکتا ہوا چرخہ لے کر
زیست کی جنگ میں ابھرا نہ ابھر سکتا ہے

Scanned by CamScanner

لعنتیں یُوں تو مشینوں کی بہت ہیں لیکن
لعنتیں صرف مشینوں سے نہیں اُگتی ہیں
اِن میں اُس مُلک کا بھی ہات ہُوا کرتا ہے
جس میں کچھ لوگ خود اپنی ہی بقا کی خاطر
دُوسرے لوگوں کے انفاس چُرا لیتے ہیں
اور اُس دَوڑ کی رفتار میں اندھے ہو کر
قحط پڑتا ہے تو کھلیان جلا دیتے ہیں

چھین سکتا ہے ان افراد کی قُوّت جو نظام
صرف اُس میں ہی پنپ سکتے ہیں تیزی سے عوام
صرف اُس میں ہی اُگلتی نہیں لاوا تہذیب
صرف اُس میں ہی نکھرتے ہیں بہاروں کے نصیب
رقص ہوتا نہیں دیوانوں کی تلواروں کا
کرنیں مُنہ چُومنے آتی ہیں سمن زاروں کا
ٹینک بڑھتے نہیں دامن میں تباہی لے کر
پھُول ہنس پڑتے ہیں دِھیرے سے جماہی لے کر

Scanned by CamScanner

بھائی اب زہر نہیں ڈھونڈتے بھائی کے لیے
دھارے مُڑ جاتے ہیں کھیتوں کی سنچائی کے لیے
ریت کے بطن سے ہوتے ہیں نظارے پیدا
سنگ کے سینے سے ہوتے ہیں شرارے پیدا
کارخانوں میں تمدّن کو بقا ملتی ہے
چمنیاں زہر کے انبار اُگلتی بھی نہیں
گاؤں بھی شہر میں ہو جاتے ہیں تبدیل مگر
رُوحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھلتی بھی نہیں

میرے دُکھ درد کی ساتھی، مری خوشیوں کی شریک
شام کی مانگ سے افشاں کی لکیریں پھوٹیں
آؤ ہم لوگ بھی اک عزم سے اک ہمّت سے
اپنے بیتے ہُوئے حالات کو ٹھکرا کے چلیں
اپنی فرسُودہ روایات کو ٹھکرا کے چلیں
جشنِ نوروز کو گیتوں کی ضرورت ہوگی
آؤ ہم ریت پہ وُہ نقشِ قدم چھوڑ چلیں
جن کی آتی ہوئی نسلوں کو ضرورت ہوگی

Scanned by CamScanner

اقوامِ متّحدہ

تم میں کیا کچھ نہیں ؟ احساس ، شرافت ، تہذیب
مجھ میں کیا ہے ؟ نہ بصیرت ، نہ فراست نہ شعُور

تم جو گزرے بہ صد انداز و ہزاراں خُوبی
سب نے سمجھا کہ چلو رات کٹی ، دن آیا

مَیں تو اُن تیرہ نصیبوں میں پلا ہُوں جن کو
تم سے وہ ربط تھا جو بھوک کو اخلاق سے ہے

ایسی دُزدیدہ نگاہوں سے ہمیں مت دیکھو
ہم تو پہلے ہی بچھے بیٹھے ہَیں اے جانِ بہار

مور کا پنکھ لگاتے ہی تھرکنے لگے پاؤں
سادہ لوحی پہ کوئی شرط ، کوئی زور نہیں

تم نے کس پیار سے یہ بات ہمیں سمجھائی
کہ یہاں تو کوئی ظالم ، کوئی کمزور نہیں

مختلف نُقطوں سے چلتے تو ہیں دُنیا والے
کُرۂ ارض مگر گول ہے چوکور نہیں

آئینہ خانۂ تصوّر میں

میں آنکھیں بند کیے سوچتا رہا لیکن
نہ حافظے نے مدد کی، نہ مرنے والوں نے
ہر ایک سالگرہ موم بتّیوں کی طرح
پگھل کے رہ گئی تاریخ کے اندھیروں میں
خیال ہے کہ اک ایسا بھی موڑ آیا تھا
جب انتظار کی ہر بے کراں اندھیری رات
ترے خیال کی آہٹ سے چونک جاتی تھی
ترے لبوں کی عنایات سے بہت پہلے
ترے لبوں کے تصوّر سے آنچ آتی تھی

نہ جانے کون سے لمحے نے مجھ کو چھین لیا
نہ جانے کون سی ساعت تری رقیب بنی

Scanned by CamScanner

اک ایسا غم تھا شبستانِ جسم و جاں پہ محیط
جو تیرا غم بھی نہیں تھا، غمِ جہاں بھی نہیں
مرا دیارِ تمنّا ضرور تھا، لیکن
دیارِ دل بھی نہیں تھا، دیارِ جاں بھی نہیں
خوشی بھی تھی کہ یہ سرحد خوشی سے آگے ہے
فغاں بھی تھی کہ یہ معمورۂ فغاں بھی نہیں

مری رگوں میں لہو بن کے رچ گئی تھی وہ نیند
ترے بدن کی حلاوت نے جس کی باہوں میں
زمانے بھر کی پُر اسرار خنکیاں رکھ دیں
تری نگاہ کی شفقت نے جس کی پلکوں پر
لطیف، نرم، ملنسار انگلیاں رکھ دیں

اور اس ڈھلے ہوئے لمحے میں، ایک ساعت میں
تری وفا، تری آغوش کی حلاوت میں
کسی نے جیسے مرے دونوں ہات تھام لیے

اُفق کے بعد اُفق آئے ، رنگ رنگ کے دیس
چمکتے ، کوندتے ، سیماب کی طرح بے تاب
نہ آسمان ، نہ دھرتی کا گھومتا چکّر
نہ ماہتاب کے ٹکڑے ، نہ ریت کے ذرّے
کوئی زمیں بھی نہیں تھی ، کوئی زماں بھی نہیں
دیارِ دل بھی نہیں تھا ، دیارِ جاں بھی نہیں

یہاں بھی ویسے ہی انسان تھے جنھیں مَیں نے
زمیں پہ چھوڑ دیا تھا ، مگر یہاں میرے
اور اُن کے بیچ میں، آئینۂ جمال نہ تھا
سیاہ آنکھوں کے بدلے ، جواں لبوں کے عوض
ہر ایک شکل کھڑی تھی کوئی دُکان سجائے
ہر ایک شکل سے آتی تھی دم بہ دم آواز
"گھڑی ، پُرانی قمیضیں ، دوائیں ، سِگرٹ ، چائے"

دوراہہ

جاگ اے زمِ نگاہی کے پُراسرار سکوت
آج بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے
جو خود اپنے ہی سلاسل میں گرفتار رہے
اُن خداؤں سے بڑے غم کی دوا کیا ہوگی
سوچتے سوچتے تھک جائیں گے نیلے ساگر
جاگتے جاگتے سو جائے گا مدھم آکاش
اِس جھپکتی ہُوئی شبنم کا ذرا سا قطرہ
کِسی معصوم سے رُخسار پہ جم جائے گا
ایک تارا نظر آئے گا کِسی چلمن میں
ایک آنسو کسی بستر پہ بکھر جائے گا
ہاں مگر تیرا یہ بیمار کدھر جائے گا

Scanned by CamScanner

مَیں نے اک نظم میں لکھا تھا کہ اے رُوحِ وفا
چارہ سازی ترے ناخُن کی رہینِ منّت
غم گُساری تری پلکوں کی روایات میں ہے
ایک چھوٹی ہی سی اُمّیدِ طرب زار سہی
ایک جگنو کا اُجالا مری برسات میں ہے
لذّتِ عارض و لب ، ساعتِ تکمیلِ وصال
میری تقدیر میں ہے اور ترے ہات میں ہے

دَیر سے ، کعبے سے ، ادراک سے بھی اُکتا کر
آج تک دِل کو اُجالے کی طلب ہوتی ہے
ایک دن آئے گا جب اور بھی عُریاں ہو کر
آدمی جلنے کو تھوڑی سی ضیا مانگے گا
گیت کے ، پھُول کے ، اشعار کے ، افسانوں کے
آج تک ہم نے بنائے ہیں کھلونے کتنے
یہ کھلونے بھی نہ ہوتے تو ہمارا بچپن
سوچتا ہوں کہ گزرتا تو گزرتا کیسے

Scanned by CamScanner

آدمی زیست کے سیلاب سے لڑتے لڑتے
بیچ منجدھار میں آتا تو اُبھرتا کیسے

دیر سے رُوح پہ اک خوابِ گراں طاری ہے
آج بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے
آج پھر دوشِ تمنّا پہ ہے دل کا تابُوت
جاگ اے نرم نگاہی کے مسیحانہ سکُوت
ورنہ اِنسان کی فطرت کا تلوّن مت پُوچھ
اِس سِن و سال کا مغرُور لڑکپن مت پُوچھ
آدمی تیری اس اُفتاد سے بد دِل ہو کر
اور دو چار خداؤں کے علَم پُوجے گا
اور اِک روز اس انداز سے بھی اُکتا کر
اپنے بے نام خیالوں کے صنَم پُوجے گا

پرچھائیاں

اب سے پہلے بھی یہ تُلسی کا ذرا سا پودا
اسی مندر کے کلیجے سے لگا بیٹھا تھا
اب سے پہلے بھی یہ برگد کا پُر اسرار درخت
گاؤں والوں کے عقائد کو بہت پیارا تھا

اب بھی چوپال کے جینے کا پتہ دیتی ہیں
بیل گاڑی کے چٹختے ہوئے پہیوں کی رگیں
نہ کوئی وقت کی قلّت نہ گریزاں لمحے
وہی گو دھول، وہی ہم، وہی کچی سڑکیں

ہارڈی کی نظم In times of the breaking of Nations سے متاثر ہو کر

حسبِ معمول خطرناک بھڑوں کے چھتّے
بے خطر طاقوں کو آباد کیے بیٹھے ہیں
حسبِ معمول بڑے کُنبوں کے دو چار بزرگ
ایک لاچار سے حُقّے کو لیے بیٹھے ہیں

نیم کے پیڑ ہیں ٹُوٹی ہُوئی قبروں کے قریب
ایک تاریخ ہے اُجڑی ہوئی محرابوں میں
ڈھیر کے ڈھیر ہیں گدرائی ہُوئی جامن کے
آم کی ٹوکریاں بہتی ہیں تالابوں میں

اُسی لُو دُھوپ اُسی سخت اُمس کے باوصف
اب بھی منگل کو یہاں پینٹھ لگا کرتا ہے
سیکڑوں بار سُنائے ہُوئے اک قِصّے کو
اب بھی اِک شخص بدستور کہا کرتا ہے

۵ گاؤں کا بازار

اور اس شخص کی آنکھوں میں بدستور ابھی
وہی بیزار سی، اندھی سی چمک باقی ہے
اُس کی داڑھی پہ ڈھلک جاتے ہیں اب تک آنسو
اُس کے چہرے پہ وہی غم کی کسک باقی ہے

ایسا لگتا ہے کہ دُنیا کے اُفق زاروں پر
آج تک جنگ کے بادل کبھی منڈلائے نہیں
ایسا لگتا ہے کہ شہروں سے کبھی ڈان ژواںº
اِن اُلجھتی ہُوئی راہوں کی طرف آئے نہیں

جانے کب تک رہے یہ دُودھ سی بے داغ فضا
جانے کس وقت یہ خوابوں کی عمارت ڈھ جائے
اور تُمسی کا یہ مغرُور ذرا سا پودا
تیز کرنوں کی تمازت میں سُلگ کر رہ جائے

º DON JUAN

تجدید

زندگی، مَیں ترے دروازے پر
اک بھکاری کی طرح آیا تھا
اپنے دامن کو بنا کر کشکول
تیری ہر راہ پہ پھیلایا تھا

ایک مرحوم کرن کی خاطر
مجھ کو تھوڑی سی ضیا بھی نہ ملی
دم بہ دم ڈوبتے سیّارے کو
اپنے مرکز سے صدا بھی نہ ملی

Scanned by CamScanner

دفعتہً ایک دھماکے کے ساتھ
کچے دھاگوں کے سِرے چھوٹ گئے
اُنگلیاں چِھل گئیں ارمانوں کی
یک بہ یک تارِ نفس ٹوٹ گئے

اور پھر ایک گھٹن سنّاٹا
اور پھر رسمِ کہن کے گیسو
کچھ دِلاسے کی زبانی باتیں
کچھ دکھاوے کے پُرانے آنسو

۲

گھر میں ڈوب گئی تھیں شمعیں
وقت ناراض تھا قسمت کی طرح
رات کے رُخ پہ تھے زخموں کے نشان
میری مجذوح حمیّت کی طرح

Scanned by CamScanner

اک خطرناک کنگارے کے قریب
تجھ سے لڑنے کا ارادہ لے کر
مَیں نے لہروں کو سکھائی شورش
مَیں نے مَوجوں کے بگاڑے تیور

تو، مگر آئی تو اک لمحے میں
نہ وہ تیور تھے نہ وُہ آہیں تھیں
تیرے عارض پہ مرے آنسو تھے
میری گردن میں تری باہیں تھیں

Scanned by CamScanner

مَیں امن چاہتا ہُوں

شگفتہ تم بتا سکو گی
میں کتنے اشکوں کو اپنی پلکوں میں روک کر مُسکرا رہا ہُوں
مرے شکستہ اُداس بربط کے تار ٹوٹے ہُوئے پڑے ہیں
مگر مَیں اب تک اُسی مسّرت کی چھاؤں میں گنگنا رہا ہُوں
شگفتہ تم بتا سکو گی ، مَیں رو رہا ہُوں کہ گا رہا ہُوں

تمھاری باتیں مرے ہر اک گیت کے لبوں پر اُتر چکی ہیں
تمھاری راکھی مری کلائی میں آج بھی جگمگا رہی ہے
تم اپنے بھائی کی بات رکھ لو

تمہارا بھائی خلوص کی بھیک کے لیے در بہ در گیا ہے
اُسے محبت بھی مل چکی ہے
اُسے ہزاروں دلوں سے اک بیکراں عقیدت بھی مل چکی ہے
نگار خانے بھی سج چکے ہیں
چھلکتے نغموں کی بزم پر سبز شامیانے بھی سج چکے ہیں
مگر ابھی تک وُہ دِل کی بے لَوث چاندنی کو ترس رہا ہے
اُسے رفاقت نہیں ملی ہے
اُسے محبت تو مِل چکی ہے، مگر صداقت نہیں ملی ہے

میں اکثر اوقات ذہن کی بے پناہ الجھن میں سوچتا ہُوں
یہاں صداقت کہاں ملے گی؟
یہ چاند کے خُوشگوار چہرے کے گرد اِتنے اُداس ہالے
یہ دُور سے نَو عروس کمرے، یہ پاس سے مکڑیوں کے جالے
اُڑان کے بعد اس کا رونا کہ بال و پر میں تو کچھ نہیں ہے
یہ مرج کے سُوٹ اور یہ سوچنا کہ گھر میں تو کچھ نہیں ہے
یہ چند پیسوں کے واسطے مگر کس لیے ہیرپھیر کیوں سے

Scanned by CamScanner

یہ چھوٹے چھوٹے گھروں میں سِل اور دق کے کیڑوں کا ڈھیر کیوں ہے
خُدا کے فضل و کرم سے ہم آج بھی اُجالے سے ڈر رہے ہیں
ہماری نسلیں، ہمارے بچے غلاظتوں میں اُبھر رہے ہیں
یہاں صداقت کہاں ملے گی ؟

تمہارے کمرے کی جتنی چیزیں ہیں مجھ کو حیرت سے دیکھتی ہیں
یہ اجنبی تو نہیں ہے کوئی !
مگر نہیں، آئینے میں خود میری اپنی صُورت جھلک رہی ہے
یہ عکس میرے ہی جسم کا ہے
یہ نرم چنگاریاں مرے اپنے ساز ہی سے نکل رہی ہیں
مگر مجھے آج اس کا ڈر ہے
کہیں یہ چنگاریاں ہی کمرے کی رونقوں کو جلا نہ ڈالیں
کہ اُن کی معصُوم پُھلجھڑی میں دہکتے لمحوں کی آنچ بھی ہے
دہکتے لمحے جو آچکے ہیں

دہکتے لمحے جو دُوسری جنگ کے زمانے میں آچکے ہیں
دہکتے لمحے جو خیر سے اپنے مُلک میں دور ہی پہ ناچے
جنھوں نے بنگال کی زمیں پر ہی اکتفا کی
اگر کہیں پھر یہ آگ لپکی
تو اس کی زد سے ہماری تہذیب کی بہاریں نہ بچ سکیں گی
تمھیں تو یہ بات یاد ہوگی
کہ دُوسری جنگ ہی میں پانی کے بدلے کیچڑ پیا گیا ہے
غذا کے بدلے سپاہیوں کو نجاستیں پھانکنی پڑی ہیں
شکستگی، بے بسی میں چمڑے کی پیٹیاں چاٹنی پڑی ہیں
ہزاروں مائیں جوان بچّوں کے واسطے خون رو چکی ہیں
ضعیف باپوں کے تھرتھراتے ہُوئے قدم سرد پڑ چکے ہیں
سُہاگنوں کی نگاہیں دُولھا کی واپسی کو ترس چکی ہیں
سسکتی بہنوں نے بھائیوں کو کفن پہنا کر جُدا کیا ہے!

اگر پھر اس بار جنگ ہوگی
تو آدمیّت نکیلے بوٹوں کی ٹھوکروں سے لرز اُٹھے گی

Scanned by CamScanner

تمھارے گھر کے برآمدے میں چٹختی اینٹوں کے ڈھیر ہوں گے
تمھارے شوہر کا جسم سیسے کی گولیوں سے فگار ہو گا
تمھاری بچّی سے لوگ اُس کی ذراسی گڑیا بھی چھین لیں گے
تمھارے بچّے کے ہات میں دُودھ کا کٹورا نہیں رہے گا
تمھاری الماریوں پہ رکھّی ہُوئی کتابیں نہیں رہیں گی
تمھارے چُولھے میں لکڑیوں کے عوض تمھارا بدن جلے گا
تمھاری اپنی زمیں جلے گی، تمھارا اپنا وطن جلے گا
تمھارے چھجّے پہ کانچ کی چُوڑیوں کے ٹکڑے نہیں رہیں گے
تمھارے آنگن کی رسّیوں پر سفید کپڑے نہیں رہیں گے
تمھارے بھائی کا ساز گِر جائے گا ستاروں کی آہ بن کر
تمھارے بھائی کے گیت جم جائیں گے تمھاری کراہ بن کر

یہ بات تم تک نہیں رہے گی
یہ زہر دھرتی کی ایک اک نس میں گھُل کے ہر حبّہ کو کاٹ دے گا
یہ زہر رگ رگ کو چاٹ لے گا
زمین گیہوں نہیں جنے گی

Scanned by CamScanner

کہ اُس کے ہونٹوں پہ آدمی کے لہو سے پپڑی جمی ہوئی ہے

ملوں میں کپڑا نہیں بنے گا

کہ تکلیوں کو گھمانے والوں کی اُنگلیاں کاٹ دی گئی ہیں

اور اب کے وہ اسلحے بھی ہوں گے

زمین ہی کو نہیں جو گہرے سمندروں کو بھی راکھ کر دیں

اذیتیں جن کو سوچنے ہی سے آدمی کانپ اُٹھے

ہزاروں بم جو لہکتے کھیتوں کو خاک کر دیں، جلا کے رکھ دیں

ہزاروں گیسیں جو آدمی کے بدن کی ہڈی گلا کے رکھ دیں

اُجاڑ سنسان شاہراہوں پہ ڈگمگاتا ہوا تمدّن

سڑی ہوئی آدمی کی لاشوں کے تیز بھبکوں سے جل اُٹھے گا

لہو کی بھٹی میں گرم تانبے کے سُرخ سکّے ڈھلا کریں گے

سمندروں کی عظیم لہروں میں تارپیڈو چلا کریں گے

جنوں کے جبڑوں میں پس کے رہ جائیں گی نئی ہونہار نسلیں

امیر خسرو کے مقبرے میں اگر کی بتّی نہیں جلے گی

عظیم غالب کے اُجڑے مسکن میں بیر کے پیڑ بھی نہ ہوں گے

کبیر کے بے پناہ دوہوں کے گانے والے نہیں رہیں گے

Scanned by CamScanner

کرشن اور پریم کی کہانی کو باڑھ کے تار گھیر لیں گے
فراق اور جوشؔ کا ترانہ بکھر کے رہ جائے گا خلا میں

یہ بمبئی کے حسین ساحل
سجی ہوئی لکھنؤ کی سڑکیں
دُھلی ہوئی تاج کی عمارت
وسیع دلّی میں اوکھلا اور چاندنی چوک کے مناظر
انہی مناظر پہ آدمی کے لہُو سے صبح و مسا بنیں گے
انہی مناظر پہ جانے کتنے تباہ ہیروشیما بنیں گے
اودھ کی شامیں دراز زُلفوں کی یاد میں مضمحل رہیں گی
جوان کاشی کی صُبح ڈھونڈے گی اور مانجھی نہیں ملیں گے
اُداس سنگم کے گیت نوحوں کے رُوپ میں چیختے پھریں گے
ہوائیں ٹکرائیں گی درختوں سے جیسے رُوحیں بھٹک رہی ہوں
درخت ٹکرائیں گے چٹانوں سے جیسے شمشان جل رہے ہوں
چٹانیں ٹکرائیں گی خلاؤں سے جیسے بھونچال آ رہا ہو

میں آدمیت کو پُوجتا ہوں

Scanned by CamScanner

مرے ترانوں میں قوسِ اور کہکشاں کی انگڑائیاں نہیں ہیں
مری عقیدت زمین کے ایک ایک ذرّے کو چومتی ہے
میں جانتا ہوں کہ آج فطرت پہ جیت انسان ہی کی ہوگی
عظیم انسان جس نے اپنے پُرانے کپڑے بدل دیے ہیں
جو ارتقا کے کروڑوں زینوں کو آج تک پار کر چکا ہے
میں ڈر رہا ہوں کہیں یہ رفتار جنگ سے سُست ہو نہ جائے
اُٹھو مقدس زمین سے ہم تمام انسان عہد کر لیں
کہ اپنے اس تیز ارتقا کے لیے ہمیں جنگ روکنی ہے
یہ عہد جس روز جنگ بازوں سے اپنا لوہا منا سکے گا
تمام سنسار گا سکے گا
ہماری نسلیں، ہمارے بچے نفاستوں میں اُبھر سکیں گے
یہاں رفاقت بھی مل سکے گی
یہاں صداقت بھی مل سکے گی

Scanned by CamScanner

آں دلے کہ ما داریم

صبا کے ساتھ ہمارا خرام بھی ہوگا
کبھی تو عصرِ رواں تیز گام بھی ہوگا
ہرا ہے زخمِ جگر، لالہ فام بھی ہوگا

تمہاری سال گرہ پر خواص آتے تھے
سُنا ہے اب کی برس جشنِ عام بھی ہوگا

ہماری نظم کی سارے جہاں میں شُہرت ہے
ہمارے ساتھ رہوگے تو نام بھی ہوگا

Scanned by CamScanner

تمہارے وقت کا ٹھہرا ہُوا طلسم کہاں
یہاں تو سلسلۂ صُبح و شام بھی ہوگا

فقیہِ شہر کی محفل عشا کے بعد ہے آج
سُنا ہے رات کا کچھ انتظام بھی ہوگا

ہم آج جُملہ جبینوں میں بن گئے ہیں امام
کہیں تو کوئی ہمارا امام بھی ہوگا
کوئی فقیرِ قلندر مقام بھی ہوگا

Scanned by CamScanner

گرب اسٹریٹ کی کہانی

(ایک فینٹیسزیا)

آ، اے جنوں کہ ہم بھی جلائیں نئے چراغ
آ۔ اے خیال، ہم بھی ذرا دو قدم چلیں
اس اونگھتی سڑک کے کناروں کو چھوڑ کر
تاروں کو، جوئبار کے دھاروں کو چھوڑ کر
آ اے جنوں کہ ہم بھی ---------

ابتدا :

"سودا پہ جب جنوں نے کیا خواب و خور حرام
لائے گھر اس طبیب کے ہے عقل جس کا نام
احوال اس کا دیکھ کے کہنے لگے طبیب
اب فصد و مسہل اس کے لیے ہے مفید تام"

خفگی :

سُنتے ہیں اک بزرگ نے اپنے مزار سے
شہنائیوں کا شور سُنا اور بگڑ گئے
ہاں دلبرو، اب اَور نہ عُشّاق کو ستاؤ
اُس دن سے خوف کھاؤ کہ جب ہم اکڑ گئے

رنگِ سُخن :

گھوڑے کا حال لکھتا ہُوں حضرات، ہوشیار
کاغذ پہ پہلے کرتا ہوں دو قافیے سوار
اک قافیہ بہار ہے، اک قافیہ شرار
اُس کے سُموں سے طفلکِ آفاق کو بُخار
اُس کی رگوں میں اپنے اَب وجد کا خمار
اک ریس میں تو ہار گئی اُس سے فورڈ کار

ایک اور رنگِ سُخن :

برسوں حقیقتِ غمِ دَوراں کے باوجُود
آتی رہی شعُور سے چھَن کر صدائے دل

طرّار و تیز و نازک و کم عمر و کج کلاہ
اک حورِ شوخ و شنگ تھی فرمانروائے دل
ہم مطمئن رہے کہ چلو رات کٹ گئی
اِک ٹوٹتی کرن نے پکارا کہ ہائے دل

افراد کا خیال کہاں انقلاب کو
اک تیغ تیز سی اِدھر آئی اُدھر گئی
ہم جاگتے رہے تو کلی بھی نہیں کھلی
ہم سو گئے تو سر سے قیامت گزر گئی

مشرق سے آفتاب کی پہلی کرن اُٹھی
جیسے سہاگ رات کو سو کر دلہن اُٹھی
یوں دُور رات صبح کے نرمی سے ہم خطاب
جیسے کسی حسینہ کی اُلٹی ہوئی نقاب
دریا کی لہر لہر پہ اُمڈی ہوئی اُمنگ
جیسے سبزگی میں جھکی انکھڑیوں کا رنگ

Scanned by CamScanner

سیاسیات:

یہ اپنا ملک، کون سنائے اب اس کا حال
اس کے خداوں کی نہیں ملتی کوئی مثال
ان کی وفا شعار نگاہوں میں پانچ سال
ایسے کٹے ہیں جیسے کسی کی شبِ وصال

محلہ ہوشربا:

اے ناظرِ بہار، ذرا اور غور کر
رنگِ شفق نہیں ہے، کسی کا گلال ہے
ہر شے کی پشت پر ہے اِک حق آفریں دماغ
فطرت وجودِ شاہدِ فطرت پہ دال ہے
ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
لیکن یہی تو باڈلیئر کا خیال ہے

طلسم:

غُل پڑ گیا ہے محفلِ افراسیاب میں
لو اوڑھ لی عمر نے گلیمِ سخن وری
سب ساحروں کے خوف سے چہرے نڈھال ہیں

کب آئیں گی خُدائے لقا کی سواریاں
کب ہوگی اب عنایتِ جمشید و سامری
کیا کیا نہ رن پڑے مگر آساں گزر گئے
چھکے چھڑائے دیتی تھی صاحبقراں کی جنگ
خیمے جلے، پہاڑ گرے، آندھیاں چلیں
شُعلوں کی پُتلیوں نے زبانیں نکال دیں
بدلا کبھی جو دُھ یم سے ساحر نے اپنا رنگ
دریا میں ایک شیر تھا، جنگل میں دو نہنگ

جب بھی کسی حسین نے جھٹکے سیاہ بال
کتنے جوان مر گئے انداز دیکھ کر
کتنے تباہ ہو گئے پشواز دیکھ کر
انجام سوچ سوچ کے، آغاز دیکھ کر
خواجہ کو بھی دکھا کے جھلک ساقِ صاف کی
صرصر نے کتنی بار گرفتار کر لیا
خواجہ کا کیا قصور. اگر سارے اولیا

اِس سمت آ نکلتے تو صدر کو دیکھ کر
اک دُوسرے کی آنکھوں میں ناخُن مارتے
اک دُوسرے کی پُشت میں چُھریاں اُتارتے

لیکن وُہ اَور بات تھی ، یہ اور بات ہے
اب چھوڑ دیں عُمر نے روایاتِ سابقہ
اب وُہ مُدیرِ خاص ہے دو پرچہ جات کا
جن میں چھڑی ہے پہلی اشاعت سے جنگِ عام
وُہ دن گئے کہ رُعب سے افراسیاب کے
راتیں ڈراؤنی تھیں ، تو دن تھے سیاہ فام
کاتب سے لے کے ناشرِ عالی مقام تک
خواجہ نے اس زمانے میں بدلے ہیں لاکھ نام

عیدیں منا رہی ہے بدیع الزّماں کی فوج
اعلان ہو رہا ہے کہ اس رات ہر کنیز
خواجہ کے راستے میں بچھائے گی انکھڑیاں

Scanned by CamScanner

ہم کیوں ملول و خستہ و با چشمِ نم چلیں
آ، اے خیال، ہم بھی ذرا دو قدم چلیں
آ، اے جنوں کہ ہم بھی ذرا دو قدم چلیں

Scanned by CamScanner

فرار، شکست، انتقام وغیرہ وغیرہ

(ایک اور فینٹیسزیا)

اچھا ہُوا کہ رسمِ مروّت بھی اُٹھ گئی
اچھا ہُوا کہ آنکھ کا پانی بھی ڈھل گیا
تاروں میں جس خلوص کے نکھرے تھے خدّوخال
وہ دن کی تیز دُھوپ میں آیا تو جل گیا

اک لمحہ جاوداں نہ اگر ہو سکا تو کیا
ہم کو شکستِ حرفِ تمنّا کا غم نہیں
آئینِ سنگباریِ فطرت کا رنج ہے
شیشوں کے سوگوار مسیحا کا غم نہیں

Scanned by CamScanner

اب یہ تو ہے کہ قصۂ فرہاد پر ہمیں
وحشت نہ ہو گی ٹوٹ کے رونا نہ آئے گا
پروائے ننگ و نام رہے گی جو کل نہ تھی
دل کو دیارِ غیر میں کھونا نہ آئے گا

احساس تو رہے گا کہ ہر ایک بات پر
ہم ہی غلط ہیں، سارا زمانہ غلط نہیں
سینہ فگار ہے تو ہمارا قصور ہے
آقائے دو جہاں کا نشانہ غلط نہیں

ماضی کے قیس، آج کے ہم دونوں سادہ لوح
اسٹیکل اور فرائڈ کے کردارِ عام ہیں
یکتائے روزگار نہیں ہم میں ایک بھی
ہم لوگ صرف اپنی نظر میں امام ہیں

Scanned by CamScanner

ایک قطعہ اس سلسلے میں :

جیسے چاہے اُسے وسے آمریت
متاعِ حسن کی ناپیدی نہیں ہے
بہت سے ہیں یُوں تو اُس کے میکدے میں
برائے مصطفٰی زیدی نہیں ہے

خود رحمی :

کچھ عشق کی اُفتاد تھی، کچھ حُسن کی توصیف
پہلے تو ہر اِک نظم میں اِک ڈھنگ تھا اِک طور
ہر شاعرِ امروز پہ لازم ہوئی جب فکر
ہم نے بھی کئی ایسے مسائل پہ کیا غور
اِس طرزِ تفکّر سے ہُوا ذہن میں آغاز
شکووں کا اک انبار، شکایات کا اِک دَور
اِس قسم کے شکوے کہ جو جائیں تو کہاں جائیں
انسان تو انسان ہے لندن ہو کہ لاہور
اِس قسم کے شکوے کہ جواں تھا ابھی زیدی
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اِس قسم کے شکوے کہ

یُونان کی زمین نے ہذیان و کرب میں
اک اندھے دیوتا کو جنم کس لیے دیا؟
جو بادِ تُند و دستِ صبا دیکھتا نہیں
اِنسان دیکھتا ہے خُدا دیکھتا نہیں

مری زبان پہ "تا نَبے کا ذائقہ" کیوں ہے
مرا ستارہ کدھر جگمگا کے ڈُوب گیا؟
نہ جانے سوزِ طبیعت نہیں کہ آہ نہیں
ردائے ابر کے پیچھے نگارِ ماہ نہیں
نہ جانے کیسی ہے اب ارضِ خاک کی صحت
دُعا کریں نہ کریں۔ اِلتجا کریں نہ کریں

اب تک ہمارے ساتھ رفیقانِ جُستجو
کچھ موت، کچھ حیات کے ہمراہ آئے تھے

Scanned by CamScanner

ہم اَیسے بدنصیب کہ میخانہ دیکھنے
یاروں کے التفات کے ہمراہ آئے تھے
یوں ہم کہاں، شراب کہاں، لیکن ایک شام
کچھ یار دوست ساتھ تھے کچھ ہم اُداس تھے
اُس کی نظر کے فیض سے غم اور بڑھ گیا
پہلے بھی تھے اُداس، مگر کم اُداس تھے

اس اُداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی
اے جلیس اے ہمدم
آج میری پلکوں پر
تیری انگلیوں کا لوچ
سسکیاں سی بھرتا ہے

Scanned by CamScanner

سو چکی ہے کلیوں پر
تیرے ہونٹ کی شبنم
اے جلیس اے ہمدم
تیرا غم نہ اپنا غم
اس اُداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

اندھیرے کی سُنسان لہروں کے پیچھے
ذرا سا جزیرہ
ذرا سے جزیرے میں دو چار سائے
دُھندلکے کی صُورت
اندھیرے کی مُورت
جو حسرت کو سمجھے نہ خوابوں میں جائے
دُھوئیں اور مٹی میں مکڑی کے جالے

Scanned by CamScanner

یہ رُوحیں ، یہ گھر ، یہ محل ، یہ شوالے
کوئی اپنے کاندھوں پہ کیا کچھ سنبھالے

وُہ آگہی کہ زُلف نہ زنجیر دیکھئے
وُہ معرفت کہ کون و مکاں گردِ رہگزار
وُہ منزلِ گداز کہ حرفِ سُکوت بار
وُہ روشنی کہ دوست کی تصویر دیکھئے

Scanned by CamScanner

دسہرہ

عزیز دوست یہ سچ ہے کہ ان نظاروں سے
ہمارے جسم کو آسودگی نہیں ملتی
سکونِ دل کو ضروری ہے لمس کی لذّت
ہوا کی گود میں وارفتگی نہیں ملتی

مگر یہ وقت نہیں فلسفے کی باتوں کا
فضا میں گونج رہی ہیں طرب کی آوازیں
سڑک پہ شور ہے بچّوں کے لالہ زاروں کا
عجب نہیں کہ ہماری قنوطیت بھی مٹے
ہمارے سر کو ہماری جبیں کو در تو ملے
سکونِ دل نہ ملے، حاصلِ نظر تو ملے

Scanned by CamScanner

جدید عشق میں فرہاد کا مقام نہیں
جدید حُسن کو مجنوں کا احترام نہیں
غلط نہیں کہ ہمیں شخصیت کا پاس بھی ہے
ہمیں ضرورتِ تبدیلیٔ لباس بھی ہے
تری نگاہ میں احساسِ کمتری کیوں ہے؟
یہ تھرتھری یہ جھجک یہ فسردگی کیوں ہے؟
یہ عام راہ جہاں آج اتنی رونق ہے
طوائفوں کے گھروں کی طرف نکلتی ہے
اسی گروہ میں اخلاق کے کئی نقاد
غرورِ فتح سے گردن اُٹھا کے چلتے ہیں
بڑے شکوہ سے سینے پھلا کے چلتے ہیں
اُٹھا کے پھینک دے مشرق کی وضعداری کو
کہ تیرے ساتھ یہ افرادِ باحشم بھی ہیں
ہزاروں گھورنے والوں میں ایک ہم بھی ہیں
کسے مجال کہ ہم سے کوئی سوال کرے
زیادہ لوگ تو چلمن کی آڑ لے لے کر

Scanned by CamScanner

سیاہ اور ہری ساریوں کو دیکھتے ہیں
کسی نگار کی تیاریوں کو دیکھتے ہیں
تھکن سے چُور، گریباں دریدہ، چہرہ ماند
یہ پائجاموں کی بدبُو، یہ دھوتیوں کی لساند
یہ زندگی کا تلاطُم، یہ ہمہموں کا سماں
یہ جنسیات کے شُعلے، یہ بیڑیوں کا دُھواں
یہ سطح روشن و رنگیں، یہ اندرونی سوگ
یہ اپنے شہر کے بابُو، یہ اپنے گاؤں کے لوگ
اسی گروہ میں نا اہل و باکمال بھی ہیں
یہاں ضعیف بھی ہیں اور خوردسال بھی ہیں

کسے مجال کہ ہم سے کوئی سوال کرے
کہ اس سوال سے بڑھ کر کئی سوال بھی ہیں
وُہی سوال جنھیں بے بسوں نے دُہرایا
جنھیں بگڑتی ہُوئی صحتوں نے دُہرایا

وُہی سوال کہ ہَے جن میں انہدام کی بات
اُس آتشک سے جُھلستے ہُوئے نظام کی بات
مشیّتوں سے اُلجھتی ہُوئی حقیقت میں
ضرورتوں کے تقاضائے صُبح و شام کی بات

کِسے مجال، کہ یہ مُلک اتنا بُزدِل ہے
کہ اپنا غم بھی بتانے میں عار ہَے جس کو
یہ مُلک جس میں عوامی حقُوق عام نہیں
یہ مُلک جس میں فقط ڈِگریاں ہیں کام نہیں
یہ مُلک جنس کی تعلیم جُرم ہَے جس میں
یہ مُلک جس میں ابھی تک نزاعِ مذہب سے
سِلے ہُوئے ہَیں تفکّر، بِکے ہُوئے ہَیں دماغ
یہاں تو جلنے سے ڈرتے ہَیں بدنصیب چراغ
یہاں تو آج بھی ہَے ذہنیت میں کل کا وقار
یہ "ہتھنیوں کا جزیرہ" یہ "ہاتھیوں کا دیار"

Scanned by CamScanner

نظر اُٹھا مرے ہمدم ، ورندگی کی نظر
یہاں تو ہم سبھی راون ہیں ، اور کوٹھوں پر
سجی کھڑی ہیں ہماری صدی کی سیتائیں
وُہ وقت اور تھا جب رام ہم سے جیت گیا
وہ بات ختم ہوئی ، وُہ زمانہ بیت گیا

نظر اُٹھا مرے ہمدم وُہ "چوکیاں" آئیں
عجب نہیں کہ ہمارے بھی بھاگ کُھل جائیں
عجب نہیں کہ ہمیں بھی کسی کے چرنوں میں
نصیب ہو سکے "بھگوان" کا کبھی درشن
اگر نہیں تو یہ آوارگی ہی کیا کم ہے
ہمارے سر کو ، ہماری جبیں کو در تو ملے
سکونِ دل نہ ملے ، حاصلِ نظر تو ملے

پاگل خانہ

ہر طرف چاکِ گریباں کے تماشائی ہیں
ہر طرف غولِ بیاباں کی بھیانک شکلیں
ہم پہ ہنسنے کی تمنا میں نکل آئی ہیں

چند لمحوں کی پُر اسرار رہائش کے لیے
عقل والے لبِ مسرور کی دولت لے کر
دُور سے آئے ہیں اشکوں کی نمائش کے لیے

Scanned by CamScanner

عقل کو زہر ہے وُہ بات جو معمُول نہیں
عقل والوں کے گھرانوں میں ہمیشہ کے لیے
تخت اور تاج تو کیا، بنچ اور اسٹول نہیں

اپنی ٹولی تو ہے کچُھ سوختہ سامانوں کی
اکثریت میں ہم آتے تو سمجھتی دُنیا
اِس کٹہرے کے اُدھر بھیڑ ہے دِیوانوں کی

دانہ و دام

ترے عظیم شہر کی عمارتوں کے سائے میں
نہ جانے کیوں خیال آ رہا تھا اُس نظام کا
کہ جس کے ماتحت سُنا ہے ساری کائنات ہے
بلند و پست، خیر و شر سبھی ہیں جس سے لپت تر
جو لُطفِ بے پناہ ہے جو قہرِ بے کنار ہے
میں سوچتا تھا دل میں عرش و فرش کو سمیٹ کر
کِدھر سے آئے ہیں یہ قافلے کدھر کو جائیں گے
یہ حسرتیں جو سوچیے تو خار، سوچیے تو گُل
پھبک سکیں تو کس کے حق میں زہر، کس کو انگبیں؟

خیال تو بھٹک چلا تھا اور بھی کہ یک بہ یک
زمیں پہ ایک سانپ زخم کھا کے چُور ہو گیا
فضا میں ایک چیل دائرے بنا کے رہ گئی

احسان فراموش

جب مُنڈیروں پہ چاند کے ہمراہ
بُجھتی جاتی تھیں آخری شمعیں
کیا ترے واسطے نہیں ترسا   اُس کا مجبور مضمحل چہرا؟
کیا ترے واسطے نہیں جاگیں؟
اُس کی بیمار رحمدل آنکھیں

کیا تجھے یہ خیال ہے کہ اُسے
اپنے لُٹنے کا کوئی رنج نہیں
اُس نے دیکھی ہے دن کی خونخواری   اُس پہ گزری ہے شب کی عیّاری
پھر بھی تیری طرح وہ بے چاری
ساری دُنیا سے شکوہ سنج نہیں

Scanned by CamScanner

زندہ باد اے انائے جذبۂ عشق

مرحبا اے شکوہِ خودداری

اُس کی قربت سے تجھ کو پھول ملے زندگی کے نئے اصول ملے

تیری اُلفت سے کیا ملا اُس کو

زحمتیں ، اضطراب ، بدنامی

Scanned by CamScanner

دُور کی آواز

میرے محبوب دیس کی گلیو !
تم کو اور اپنے دوستوں کو سلام
اپنے زخمی شباب کو تسلیم،
اپنے بچپن کے قہقہوں کو سلام

عُمر بھر کے لیے تمھارے پاس
رہ گئی ہے شگفتگی میری
آخری رات کے اُداس دِیَیو
یاد ہے تم کو بے بسی میری

یاد ہے تم کو جب بُھلائے تھے
عُمر بھر کے کیے ہُوئے وعدے
رسم و مذہب کی اِک پُجارن نے
ایک چاندی کے دیوتا کے لیے

جانے اس کارگاہِ ہستی میں
اس کو وہ دیوتا ملا کہ نہیں
میری کلیوں کا خون پی کر بھی
اس کا اپنا کنول کھلا کہ نہیں

آج کل اُس کے اپنے دامن میں
پیار کے گیت ہیں کہ پیسے ہیں
تم کو معلوم ہو تو بتلانا
اُس کے آنچل کے رنگ کیسے ہیں

مجھ کو آواز دو کہ صبح کی اوس
کیا مجھے اب بھی یاد کرتی ہے
میرے گھر کی اُداس چوکھٹ پر
کیا کبھی چاندنی اُترتی ہے؟

Scanned by CamScanner

برف باری

کون سُنتا اس بھیانک رات میں دل کی پُکار
میرے ہونٹوں پر مری فریاد جم کر رہ گئی
زندگی اک بے وفا لڑکی کے وعدوں کی طرح
آنسوؤں کے ساتھ آئی آنسوؤں میں بہ گئی

تم کو کیا الزام دُوں پہلے ہی اپنے ذہن میں
کون سی شائستگی تھی، کون سی تنظیم تھی
صُبح یوں سُورج کی کرنیں پھیلتی تھیں ٹوٹ کر
جیسے اک ہاری ہوئی صِف پر جواری کی ہنسی
مجھ کو خود احساس تھا اس کا کہ شاید یہ خلش
اک نہ اک دن مُستقِل آوارگی بن جائے گی

دل تو پہلے ہی لہو تھا تم کو کیا الزام دوں
اور بھی اک زخم کا مُنہ کھُل گیا تو کیا ہُوا
ایک بے معنی تمنّا کی جبیں سے سُرخ رنگ
تیز بوچھاروں کی زد میں دُھل گیا تو کیا ہُوا
ایک بے مقصد تسلسُل کو سمجھ لینے کا زہر
روز و شب کی دھڑکنوں میں گھُل گیا تو کیا ہُوا

تم نے شاید یہ نہیں سوچا کہ میری رُوح میں
اک اجنتا گر گیا، پتھّر کے ٹکڑے رہ گئے
کتنی نظموں کے لبوں پر پپڑیاں سی جم گئیں
کتنے افسانے خس و خاشاک بن کر رہ گئے
کتنے گیتوں کا تصوّر جم گیا مضراب میں
کتنے بُت آدرش کے اندھے کھنڈر میں رہ گئے

کل تو اُس آوارگی میں بھی تھی منزل کی تلاش
اور اب تو مضطرب قدموں کو صحرا بھی کہاں

جو ترے بالوں کو سلجھا کر بھی ٹھنڈی رہ گئیں
اُن ٹھٹھرتی اُنگلیوں میں کیفِ صہبا بھی کہاں
جن سے کل شیشے میں پگھلی جا رہی تھی کائنات
آج اُن ہونٹوں کو حدّت کی تمنّا بھی کہاں

Scanned by CamScanner

فاصلہ

۱

رات آئی تو چراغوں نے لویں اُکسا دیں
نیند ٹوٹی تو ستاروں نے لہو نذر کیا
کسی گوشے سے دبے پاؤں چلی بادِ شمال
کیا عجب اُس کے تبسّم کی ملاحت بِل جائے
خواب لہرائے کہ افسانے سے افسانہ بنے
ایک کونپل ہی چٹک جائے تو پھر جام چلے
دیر سے صُبحِ بہاراں ہے نہ شامِ فردوس
وقت کو فکر، کہ وُہ آئے تو کچھ کام چلے

Scanned by CamScanner

۲

دُھوپ اُتری تو وُہی شامِ غریباں جس میں
اپنے سینے پہ مزاروں کا گماں ہوتا ہے
غم بھی ملتے ہیں تو جیسے کوئی دولت مل جائے
لُو بھی چلتی ہے تو احسان سے سر جھکتا ہے
آخری آس بھی ٹوٹے تو بڑا لُطف و کرم
ریت کے پیار سے طوفاں کے جھکولے اچھے
آگ لگ جائے جو گھر کو تو چلو جشن ہُوا
اپنے معمُول کی اس راکھ سے شُعلے اچھے

کراہتے ہوئے دِل

مَیں اسپتال کے بستر پہ تم سے اتنی دُور
یہ سوچتا ہُوں کہ ایسی عجیب دُنیا میں
نہ جانے آج کے دن کیا نہیں ہُوا ہوگا
کسی نے بڑھ کے ستارے قفس کیے ہوں گے
کسی کے ہاتھ میں مہتاب آگیا ہوگا
جلائی ہوں گی کسی کے نفَس نے قندیلیں
کسی کی بزم میں خورشید ناچتا ہوگا
کسی کو ذہن کا چھوٹا سا تازیانہ بہت
کسی کو دل کی کشاکش کا حوصلہ ہوگا
نہ جانے کتنے ارادے اُبھر رہے ہوں گے
نہ جانے کتنے خیالوں کا دل بڑھا ہوگا

Scanned by CamScanner

تمہاری پھول سی فطرت کی سطحِ نرم سے ڈرو۔
پہاڑ ہوں گے، سمندر کا راستہ ہوگا

یہ ایک فرض کا ماحول، فرض کا سنگیت
یہ اسپتال کے آنسو، یہ اسپتال کی ریت
مرے قریب بہت سے مریض اور بھی ہیں
پکارتی ہوئی آنکھیں، کراہتے ہوئے دل
بہت عزیز ہے ان سب کو زندگی اپنی
یہ اپنی زیست کا احساس کیسی نعمت ہے —

مگر مجھے یہی الجھن کہ زندگی کی یہ بھیک
جو مل گئی بھی تو کتنی ذرا سی بات ملی
کسی کے ہات میں مہتاب آگیا بھی تو کیا
کسی کے قدموں میں سورج کا سر جھکا بھی تو کیا
ہوا ہی کیا جو یہ چھوٹی سی کائنات ملی؟

Scanned by CamScanner

مرے وجود کی گہری، خموش ویرانی
تمھیں یہاں کے اندھیرے کا علم کیا ہوگا
تمھیں تو صرف مقدّر سے چاند رات ملی

Scanned by CamScanner

سراب

ہر صدا ڈوب چکی ، قافلے والوں کے قدم
ریگ زاروں میں بگولوں کی طرح سوتے ہیں
دُور تک پھیلی ہُوئی شام کا سناٹا ہے
اور مَیں ایک تھکے ہارے مسافر کی طرح
سوچتا ہوں کہ مآلِ سفر دل کیا ہے
کیوں خزف راہ میں خورشید سے لڑ جاتے ہیں
تیتلیاں اُڑتی ہیں اور اُن کو پکڑنے والے
یہی دیکھا ہے کہ اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

یاد

رات اوڑھے ہوئے آئی ہے فقیروں کا لباس
چاند کشکولِ گدائی کی طرح نادم ہے
ایک اک سانس کسی نام کے ساتھ آتی ہے
ایک اک لمحہ آزاد نفس مجرم ہے

کون یہ وقت کے گھونگھٹ سے بلاتا ہے مجھے
کس کے مخمور اشارے ہیں گھٹاؤں کے قریب
کون آیا ہے چڑھانے کو تمناؤں کے پھول
ان سلگتے ہوئے لمحوں کی چتاؤں کے قریب

وہ تو طوفان تھی سیلاب نے پالا تھا اُسے
اُس کی مدہوش اُمنگوں کا فسوں کیا کہیے
تھرتھراتے ہوئے سیماب کی تفسیر بھی کیا
رقص کرتے ہوئے شعلے کا جنوں کیا کہیے

Scanned by CamScanner

رقص اب ختم ہُوا موت کی وادی میں مگر
کسی پائل کی صدا رُوح میں پائندہ ہے
چُھپ گیا اپنے نہاں خانے میں سُورج لیکن
دل میں سُورج کی اک آوارہ کرن زندہ ہے

کون جانے کہ یہ آوارہ کرن بھی چُھپ جائے
کون جانے کہ اِدھر دُھند کا بادل نہ چھٹے
کس کو معلوم کہ پائل کی صدا بھی کھو جائے
کس کو معلوم کہ یہ رات بھی کاٹے نہ کٹے

زندگی نیند میں ڈوبے ہُوئے مندر کی طرح
عہدِ رفتہ کے ہر اک بُت کو لیے سوتی ہے
گھنٹیاں اب بھی مگر بجتی ہیں سینے کے قریب
اب بھی پچھلے کو، کئی بار سحر ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

آسُودگی

اِس کارزارِ وقت میں ، اِس کائنات میں
تسکین کی تلاش ہے دیوانگی کی بات

بے چارگیٔ ذہن ہے ہم معنیٔ جمُود
آوارگی ہے حاصلِ رنگینیٔ حیات

اُس ولولے میں بھی ہے نہاں ارتقا کا راز
جو بخشتا ہے ذہنِ بشر کو توہُّمات

فطرت کی آبرُو ہیں گرجتے ہُوئے پہاڑ
دھرتی کا رنگ و نُور ہیں بے رحم حادثات

دل کا فریب ہے ابدیّت کا فلسفہ
اِک جذبۂ حقیر ہے یہ جذبۂ ثبات

Scanned by CamScanner

مَیں خوش نصیب ہُوں کہ تباہی کے باوجود
دل میں مرے اُمنگ تو ہے، گرمیاں تو ہیں
اُس پیکرِ حسیں کی محبت نہیں تو کیا
اُس پیکرِ خلوص کی ہمدردیاں تو ہیں

Scanned by CamScanner

رات سُنسان ہے

میز چُپ چاپ، گھڑی بند، کتابیں خاموش
اپنے کمرے کی اُداسی پہ ترس آتا ہے
میرا کمرہ جو مرے دل کی ہر اک دھڑکن کو
سالہا سال سے چُپ چاپ گِنے جاتا ہے
جہدِ ہستی کی کڑی دُھوپ میں تھک جانے پر
جس کی آغوش نے بخشا ہے مجھے ماں کا خلُوص
جس کی خاموش عنایت کی سُہانی یادیں
لوریاں بن کے مرے دل میں سما جاتی ہیں
میری تنہائی کے احساس کو زائل کرنے
جس کی دیواریں مرے پاس چلی آتی ہیں

سامنے طاق پہ رکھی ہُوئی دو تصویریں
اکثر اوقات مجھے پیار سے یوں تکتی ہیں
جیسے مَیں دُور کسی دیس کا شہزادہ ہُوں

۲

میرا کمرہ ۔ مرے ماضی کا حقیقی مونس
آج ہر فکر ، ہر احساس سے بیگانہ سا ہے
اپنے ہمراز کواڑوں کے احاطے کے عوض
آج میں جیسے مزاروں پہ چلا آیا ہوں
گرد آلودہ کلنڈر پہ اجنتا کے نقوش
میرے چہرے کی لکیروں کی طرف دیکھتے ہیں
جیسے اک لاش کی بھیگی ہوئی بے بس آنکھیں
اپنے مجبور عزیزوں کو تکا کرتی ہیں

یہ کتابیں بھی مرا ساتھ نہیں دیتیں آج
کیٹس کی نظم ۔ ارسطو کے حکیمانہ قول
سنگ مرمر کی عمارت کی طرح ساکت ہیں
تو ہی کچھ بات کر اے میرے دھڑکتے ہوئے دل
تو ہی اک میرا سہارا ہے مرا مونس ہے
تو ہی اس سرد اندھیرے میں چراغاں کر دے

Scanned by CamScanner

لڑکیاں تیری مری بات نہیں سُن سکتیں
مجھ کو معلوم ہے کیا بیت چُکی ہے تجھ پر
میرے چہرے کے سُلگتے ہُوئے زخموں کو بھی دیکھ
میری آنکھوں پہ مری فکر پہ پابندی ہے
مَیں اُسے چاہوں بھی تو یاد نہیں کر سکتا
تو اُسے کھو کے مچل سکتا ہے، رو سکتا ہے
اور مَیں لُٹ کے بھی فریاد نہیں کر سکتا

۳

اِسی آئینے نے دیکھے ہیں ہمارے جھگڑے
یہی زینہ ہے جہاں مَیں نے اُسے چُوما تھا
اِن قمیضوں میں اِن اُلجھے ہُوئے رُومالوں میں
اُس کے بالوں کی مہک آج بھی آسُودہ ہے
جو کبھی میری تھی اِنکار پہ بھی میری تھی
اب فقط بزمِ تصوّر میں نظر آتی ہے
رات بھر جاگ کے لکھی ہُوئی تحریروں سے
اب بھی اُن آنکھوں کی تصویر اُبھر آتی ہے

Scanned by CamScanner

۴

چاندنی کھل کے بکھر آئی ہے دروازے پر
اوس سے بھیگتے جاتے ہیں پرانے گملے
کس قدر نرم ہے کلیوں کا سہانا سایہ
جیسے وہ ہونٹ جنہیں پا کے بھی میں پا نہ سکا
اے تڑپتے ہوئے دل اور سنبھل اور سنبھل
یہ تری چاپ سے جاگ اٹھیں گی تو کیا ہوگا

صبح کیا جانے کہاں ہوتی ہے، کب ہوتی ہے
جانے انسان نے کس وقت یہ نعمت پائی
میری قسمت میں بس اک سلسلۂ شام و سحر
میرے کمرے کے مقدر میں فقط تنہائی

عدالت

خدائے قدوس کی بزرگ اور عظیم پلکیں
زمیں کے چہرے پہ جھک گئی ہیں
زمین کی دخترِ سعید اپنے آنسوؤں اور ہچکیوں میں
شفیق، ہمدرد باپ کی بارگاہ کا اک ستون تھامے
گنہ کا اقرار کر رہی ہے۔

ترے فرشتے ــــــــ
ترے فرشتے کہ جن کی قسمت میں محض تسبیح و نے نوازی
نہ سوزِ فطرت نہ دل گدازی
یہ وہ ہیں جن کے شریر اور بدمزاج بچوں
نے آسماں کے کئی ستاروں کو توڑ کر
اپنے ہات میں خون کر دیا ہے

یہ وُہ ہیں جن کی غلام رُوحوں
نے صُبح کے دیوتا کا مندر
سفید برفانی چوٹیوں کی بلندیوں سے ہٹا دیا ہے
اگر یہی ہے گُنہ کہ جب
دیوتا کے تلووں پہ دربدر ٹھوکروں کی کثرت
سے آبلے پھُوٹنے لگے تھے
تو ایک معصوم بھولی بھالی حسین لڑکی نے اپنے گھر میں
اُسے بُلایا تھا، اُس کے زخموں کو دھو کے مرہم لگا دیا تھا
اُسے محبّت کی نرم، پاکیزہ لوریوں میں سُلا دیا تھا

تو پھر خُدایا
تری کُنواری، سعید لڑکی
گناہ کا اعتراف کر کے
سزا کی حقدار ہو گئی ہے

Scanned by CamScanner

نزارِ شیدم ....

ایک قندیل جلائی تھی مری قسمت نے

جگمگاتے ہُوئے سُورج سے درخشاں قندیل

پہلے یوں اُس نے مرے دل میں قدم رکھّا تھا

ریت میں جیسے کہیں دُور چمکتی ہُوئی جھیل

پھر یہی جھیل اُمڈ آئی سمندر بن کر

ایک پیمانے میں ہونے لگی دُنیا تحلیل

اک فقط میں ہی نہ تھا کُشتۂ احساسِ شکست

اور بھی لوگ تھے واماندہ و مجرُوح و قتیل

اُس نے ماحول کو قدموں کے تلے روند دیا

اور ماحول نے اُس کے لیے ایوان سجائے

اُس کی ٹھوکر میں تھا قانون کا سازِ کُہنہ

ساز نے اُس کی حمایت کے لیے راگ بنائے

Scanned by CamScanner

اُس کے ماتھے کی ہر اک لہر تھی طُوفان بدوش
ہر سفینے نے بڑے عجز سے مستول جھکائے
آگ میں کُود پڑا اُس کا جیالا اِدراک
آگ نے اُس کی زیارت کے لیے پھُول بچھائے

اُس کی باتوں کا ہر انداز حریفانہ تھا
جس سے بچنے کی نہ قوّت تھی نہ لڑنے کی سبیل
یہ فقط میرا کلیجہ تھا کہ مَیں نے بڑھ کر
سب سے پہلے اُسے بخشی غمِ دل کی تاویل
اُس کی آنکھوں کو ستاروں کے حسیں خواب دیے
اُس کے چہرے کو عطا کی سحرِ دِجلہ و نیل
آگ خود بن گئی گلزار تو کیا ہوتا ہے
کَون پتھر کو بدل سکتا ہے — آذر کہ خلیل؟

پرستیدم شکستم

پہلے میرے گیتوں میں
سُرمئی نقابیں تھیں
چمپئی تبسّم تھے!
پہلے میرے نغموں پر
جُھومتی ہُوئی کلیاں
آنکھ کھول دیتی تھیں
انقلاب کی لے پر
میری نظم بڑھتی تھی
جیسے ریل کے پہیے
پٹڑیوں کے لوہے پر
فن کے گیت گاتے ہوں

میری نظم کے پیچھے
زندگی کی دھڑکن تھی
ماسکو کے گُنبد تھے
چین کی چٹانیں تھیں
پیبلو نرودا کا
بے پناہ نغمہ تھا
بجلیوں کی عظمت تھی
آندھیوں کی قوّت تھی

آج میرے ہونٹوں سے
راگ یوں اُبھرتے ہیں

Scanned by CamScanner

جیسے ناؤ میں مانجھی
ڈوبتی ہوئی لے میں
ماہیا سناتے ہیں
میری نظم گھائل ہے
میرے گیت روتے ہیں
اپنا حال دیکھ کر
ہارڈی کے ناول کے
لوگ یاد آتے ہیں

پہلے دل کے ساگر پہ
جاگتی ہوئی لہریں
جھومتی ہوئی کرنیں
ڈول ڈول جاتی تھیں

زندگی کے جھولے پر
ٹہنیوں کے سائے سے
نکہتیں اُترتی تھیں
اب شدید گرمی میں
تاڑ کے درختوں پر
اِک مُہیب سنّاٹا
سائیں سائیں کرتا ہے

مُدّتوں کا پروردہ
ایک نقش تھا دِل پہ
جس کو چند لمحوں نے
داستاں بنا ڈالا

رات بھر کوئی دل میں
کروٹیں بدلتا تھا
اِک چراغ بجھتا تھا
اِک چراغ جلتا تھا
جُون کے مہینے کی
بے پناہ تنہائی
چیخ چیخ اُٹھتی تھی
بے کسی کے عالم میں
دوست یاد آتے تھے
ساتھ چلنے والوں کی
شکل یوں اُبھرتی تھی
جیسے جیل کے اندر
آہنی سلاخوں سے
اک اُداس قیدی پر
چاندنی اُترتی ہے

اور یہ سبھی چہرے
اک دُھوئیں کے بادل میں
ڈوب ڈوب جاتے تھے
صرف ایک چہرہ تھا
جو کبھی نہیں ڈُوبا
جو کبھی نہیں بکھرا
اور جو تصوّر میں
آنسوؤں کی چلمن سے
اِس طرح اُبھرتا تھا
جیسے گھر سے پہلی بار
اِک شریف کُنبے کی
نازنیں نکلتی ہے

Scanned by CamScanner

صُبح دُھوپ چڑھنے پر
آنکھ ایسے کُھلتی تھی
جیسے نوکِ ناخُن سے
کوئی زخم چھِل جائے
دُودھ کے پیالے میں
جیسے ریت مِل جائے
بے بسی میں بڑھتے تھے
یُوں اُمید کے سائے
جیسے کوئی میلے میں
راستہ بھٹک جائے
گرم گرم آنکھوں میں
پھانس سی کھٹکتی تھی
اپریل کے کھمبوں پر
رات سر پٹکتی تھی

اور پھر وہ دِن آیا
جب یہ جاگتی آنکھیں
اُس کو دیکھ سکتی تھیں
اُس کو دیکھ لینے پر
دل کی ایسی حالت تھی
جیسے کوئی پردیسی
دُور کے سفر کے بعد
ایک سرد چشمے پر
ہات پیر دھوتا ہے

لیکن اے غمِ آخر
صرف ایک لمحے کو
زندگی نہیں کہتے
اے تلاشِ لاحاصل
مُسکرا کے ملنے کو
دوستی نہیں کہتے

Scanned by CamScanner

اے مرے تصوّر کی
بے حجاب شہزادی
مجھ کو تیرے کانوں میں
ایک بات کہنی تھی
بات جس کے کہنے کو
میرے ہونٹ جلتے تھے
بات جس کے کہنے کو
میرا دِل سُلگتا تھا

اب فقط یہ کہنا ہے
جو چراغ سینے کی
آندھیوں میں جلتے تھے
وُہ ذرا سی کوشش سے
جھلملا بھی سکتے ہیں
حوصلے کے آدمی
اپنے دِل کے زخموں پر
مُسکرا بھی سکتے ہیں
بُت بنانے والے ہات
فیصلے کے لمحوں میں
بُت گرا بھی سکتے ہیں

Scanned by CamScanner

پہلی محبّت کے نام

وقت سے کس کا کلیجہ ہے کہ ٹکرا جائے
وقت انسان کے ہر غم کی دوا ہوتا ہے
زندگی نام ہے احساس کی تبدیلی کا
صرف مر مر کے جیئے جانے سے کیا ہوتا ہے

تو غمِ دل کی روایات میں پابند نہ ہو
غمِ دل شعر و حکایت کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ تو کم نظری ہے کہ تری آنکھوں میں
ایک مجبور شکایت کے سوا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

ارتقا کی نئی منزل پہ مصوّر کی نگاہ
اپنی تصویر کے انداز بدل جاتی ہے
زاویے پاؤں کے ہر رقص میں ہوتے ہیں جُدا
ہر نئے ساز پہ آواز بدل جاتی ہے

یہ مرا جُرم نہیں ہے کہ جرس کے ہمراہ
مَیں نئی راہگزاروں پہ نکل آیا ہُوں
میرے معیار نے اک اور صنم ڈھال لیا
مَیں ذرا دُور کے دھاروں پہ نکل آیا ہُوں

پھر بھی تقدیر کو اس کھیل میں کیا لُطف ملا
(تیرے نزدیک جو ہم معنئ الزام بھی ہے)
آج جس سے مرے آنگن میں دیے جلتے ہیں
تیری ہم شکل بھی ہے اور تری ہم نام بھی ہے

شریکِ حیات

تری مقدس جبیں پہ میں نے
سحر کی پہلی کرن کو دیکھا
ترے لبوں کی حلاوتوں میں
سپردگی کی لگن کو دیکھا
لطیف، مانوس سادگی میں
رچے ہوئے بانکپن کو دیکھا

تجھے تو وہ دن بھی یاد ہوں گے
جب "آپ" کہتے ہوئے بھی تجھ کو
میں ڈر رہا تھا کہ جانے کیا ہو

تجھے تو وہ دن بھی یاد ہوں گے
جب اک تجھے جیتنے کی خاطر

مرے خرد نے مرے جنوں نے
ہزاروں بدنامیاں خریدیں
ہزار دیر و حرم سے گزرا
گداگروں کے "کرم" سے گزرا
خدائے برتر کی سرزمیں نے
"سماج" بن کر قدم قدم پر
مرے لیے سو قفس سجائے
ببول کے راستے بنائے
اب اُن کے میں نام کیا گناؤں
جو خیر سے تھے "سماج دشمن"
مگر جو سب سے نظر بچا کر
سماج کے پاؤں چاٹتے تھے

نئے اُجالے کے گیت گا کر
سحر کی شہ رگ کو کاٹتے تھے

اور اس سے بڑھ کر ستم ظریفی
ہمارے عہدِ جدید میں بھی
غزل کے محبوب کی روایت
اٹل حقیقت کے روپ میں تھی
تجھے بھی میں نے اسی میں دیکھا
تجھے بھی میں نے اسی میں پایا

مگر زمانہ بدل رہا تھا
دماغ تبدیل ہو رہے تھے
نگاہ کو نور مل رہا تھا
شعور پر دھار آ رہی تھی

بہ فیضِ تقدیسِ جذبِ محکم
گزر گئے دن مصیبتوں کے

اب اس پُر اسرار چاندنی میں
سیاہ کرنیں چھپی نہیں ہیں
ہم اجنبی اجنبی نہیں ہیں
یہ نرم مصرعے، یہ تیز فقرے
ترا قلم ہے جو لکھ رہا ہے
یہ جوہی کی لطیف خوشبو
ترے دوپٹے سے آ رہی ہے

ترے تخیل کی انجمن میں
مرا تخیل چمک رہا ہے
ترے تصور میں چاند بن کر
ہمارا بچہ ہمک رہا ہے

Scanned by CamScanner

یہ ایک نام

شفق سے دُور، ستاروں کی شاہراہ سے دُور
اُداس ہونٹوں پہ جلتے سُلگتے سینے سے
تمہارا نام کبھی اِس طرح اُبھرتا ہے
فضا میں جیسے فرشتوں کے نرم پر کُھل جائیں
دِلوں سے جیسے پُرانی کدُورتیں دُھل جائیں

یہ بولتی ہُوئی شب، یہ مُہیب سناٹا
کہ جیسے تُند گناہوں کے سیکڑوں عفریت
بس ایک رات کو دُنیا کے حکمراں ہو جائیں
اجل کے غار سے نکلی ہُوئی گراں رُوحیں
لُہو سے پیاس بُجھا کر کہیں مزاروں میں
نشے کے بوجھ سے چیخیں تو چیخیں رہ جائیں

اسی جنوں میں۔ اسی آندھیوں کے میلے میں
تمہارا نام کہیں دُور جگمگاتا ہے
سفید۔ دُودھ سے شفّاف۔ عکس سے نازک
اُداس رُوح کی لہروں پہ نرم دیپ جلائے

تمہارے نام سے یادوں کے کاروانوں میں
چمکتی جاگتی چاندی کی گھنٹیوں کی کھنک
کچھ آنسوؤں کی گھلاوٹ۔ کچھ آرزو کی کسک۔

یہ ایک نام نہ ہوتا تو اِس اندھیرے میں
جہاں سحر کا پتہ ہے نہ زندگی کا سُراغ
نہ جانے کتنے عقیدے۔ نہ جانے کتنے خیال
نہ جانے کتنے ستارے۔ نہ جانے کتنے چراغ
تلاش کرتے مگر روشنی نہیں ملتی
ہزار رنگ بکھرتے۔ ہزار کچے رنگ
جو اب نصیب ہے وُہ سادگی نہیں ملتی

Scanned by CamScanner

ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

(یورپ کے سفر کی جذباتی روئداد)

Scanned by CamScanner

صنم خانے

سچ یہ ہے کہ وہ عنم بھی رہا شاملِ امروز
جس غم میں نہ تخلیق، نہ تعمیر، نہ پرواز
جو گنبدِ آفاق کی ہمراز رہی تھی
دیوار سے ٹکرا کے پلٹ آئی وہ آواز

اب سنگِ سبک مایۂ زنداں بھی نہیں ہیں
آئینۂ زُلف و لب و مژگاں تھے جو الفاظ
جس طبع کے دامن میں تھے اُٹھتے ہُوئے خورشید
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے بھی ناراض

اے نزہتِ مہتاب!

امروز، کہ سڑکوں کے چراغاں میں کٹا تھا
امروز، کہ تھا رنگ و رُخ و نُور کا سیلاب
کچھ اور بھی تھا رنگ و رُخ و نُور سے آگے
جلتا ہُوا آہنگ، سُلگتا ہُوا مِضراب

صدیوں کے تمدن سے دمکتی ہوئی دیوار
قرنوں کے احادیث سے نکھری ہوئی محراب
اِک دل جو روایات کی ہر وضع کا مرکز
اِک ذہن جو تحریکِ سماوات میں سیماب

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
وانستہ روا رکھّے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقیں آئے کہ مَیں اپنی خوشی میں
تحقیر سے دُہراؤں گا فریاد کے القاب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہو گی تجھے منظور
توصیفِ شبِ ہجر و نوائے دلِ بے تاب؟
اے نُزہتِ مہتاب!

(لندن)

اپسراؤں کا گیت

(ایک ریوو)

ریوو سطحی اور وقتی دلچسپی کے لیے پیش کیے جانے والے طربیے کو کہتے ہیں۔ اس طربیے کے پیچھے کبھی کبھی ایک حزن اور ایک آس بھی نظر آسکتی ہے جیساکہ اس گیت میں ہے۔ یہ گیت لندن کے قدیم "وِنڈمِل تھیٹر" کے ایک ریوو کا تاثر ہے۔

۱

آج کی رات بھی کٹ گئی
جھومتی مسکراتی ہوئی
اب کی برسات بھی کٹ گئی

زخم دھونے کی فرصت ملے
کاش وہ فصل بھی آسکے
جس میں رونے کی فرصت ملے

Scanned by CamScanner

۲

ہم نے جو کچھ کہا، ہو گیا
وقت قدموں سے لپٹا رہا
فاصلہ راہ میں سو گیا

رنگ و رم سے بھی اُلجھے کوئی
کوئی پتھر، کوئی خارِ غم
کاش ہم سے بھی اُلجھے کوئی

۳

ہم کہ خوابوں کی شہزادیاں
ہم کہ نغموں کی رُوحِ رواں
ہم کہ پندار کی دیویاں

کاش دُنیا خجل دیکھ لے
دیویوں کی قبا کے اُدھر
کوئی عورت کا دل دیکھ لے

Scanned by CamScanner

شہرِ آذر

پیل کاسل پر ایک شام

انگلستان کے جزیرے "آئل آف مین" کے مغربی ساحل پر شہر پیل ہے جس کو (Sunset City of the West) کہا جاتا ہے۔ پیل کاسل پر ورڈسورتھ کی بھی ایک نظم ہے جو اس نے بیومانٹ کی بنائی ہوئی تصویر دیکھ کر لکھی تھی اور جس کی طرف اس نظم میں اشارے ہیں۔ مَیں نے "شہرِ آذر" کے بیشتر حصے پیل کاسل کے سامنے پہاڑیوں پر لکھے ہیں۔

مَیں اس پہاڑ کی چوٹی پہ کب سے بیٹھا ہُوں
پروَمناڈ پہ سُورج کی آخری کرنیں
اُداس لہروں کے مدھم سُروں میں ڈوب گئیں
فضا نے آنکھوں میں کاجل سے نقش کی تحریر
شفق نے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالیں
سرود و سحر و طلسمات کے جزیرے میں
نگارِ ساحلِ مغرب کہاں سنور کے چلی

Scanned by CamScanner

کسی کی یاد کا بارِ گراں اُٹھائے ہُوئے
عجب فسوں ہے دُھندلکے میں پیل کا سل پر
نہ سوزِ شاہدِ تنہا نہ سازِ شاہدِ بزم
نہ بیومانٹ کا خاکہ ، نہ ورڈسورتھ کی نظم
بس اِک خموشش کہانی کی چوٹ کھائے ہُوئے
ہزاروں شاموں کی تنہا رفیق راہ گزار
لبوں میں راگ ، نگاہوں میں آگ بھر کے چلی

میں ان اُداس دُھندلکوں میں کب سے بیٹھا ہُوں
(یہاں بھی اپنی پُر اسرار عادتیں نہ گئیں)
پرومناڈ پہ لوگوں نے چند لمحوں کو
نیا دیار بنایا تھا ھر دیار سے دُور
خدا کی سلطنتِ جبر و اختیار سے دُور
وہ اک دیار جہاں بانوئے حریمِ حجاب
چلی تو یورشِ آداب سے گزر کے چلی

Scanned by CamScanner

چلی تو یُوں کہ نہ ماضی کا غم نہ شکوۂ حال
جُھکیں ادب سے سمندر کی نیلگوں آنکھیں
قدم پہ پھیل گئے ریت کے سُنہرے بال
مری وفا کی طرح ایک سُو نہ چاکِ جگر
مرے وطن کی طرح مضمحل نہ سوختہ حال
بس اک تبسّمِ فردا کی آرزوئے وصال
کسی سے پیار کسی سے نیاز کر کے چلی

یہ ڈُوبتے ہُوئے سُورج کے رنگ رُوپ کا شہر
یہ لہر لہر پہ سُورج کے آخری سائے
کہ زرد کپڑوں میں جس طرح راہبر کوئی
گلی سے گھر میں مُڑتی ہُوئی نظر آئے
کہیں اک اوس کا قطرہ دُھوئیں پہ جم جائے
ہر ایک لہر کی تہدیدِ شوق سے بچ کر
ہر ایک لہر کی آغوش میں نکھر کے چلی

Scanned by CamScanner

اُتر کے اونگھتے کہرے کی نرم باہوں سے
تمہارے قرب کی دھڑکن فضا میں پھیل گئی
کہیں سے خواب کے لمحوں کو مُستعار ملی
تمہارے بالوں کی خوشبو، تمہارے جسم کا رنگ
تمہارے ہونٹوں کے مدّھم، ملائم انگارے
پہاڑ، اپنی بلندی کی بات بھول گئے
ہوا، زمین کے میزان پر اُتر کے چلی

اگر کچھ اور مہکتے رہے یہ آگ کے پھول
تو ہر خلیل کا پندار ٹوٹ جائے گا
سڈول لمحوں کی آغوش اور تنگ ہوئی
تو رسمِ دل سے ہر اقرار ٹوٹ جائے گا
طلسمِ سلسلۂ دار ٹوٹ جائے گا
کہ جب یہ رسم چلی ہم جگر فگاروں میں
تو حلقۂ رسن و دار سے گزر کے چلی

آئل آف مین

فرانس

یوں نرم نگاہی سے ہُوا شام کا آغاز
جس طرح کبوتر کے پرے سر سے گزر جائیں
جیسے ترے گیسو مری آنکھوں پہ بکھر جائیں

اِس شام سرا پردۂ اسرار سے تقدیر
مہکے ہُوئے سُورج میں نہاتی ہُوئی نکلی
نُور کے در و بام سجاتی ہُوئی نکلی

اُس دیس سے آیا ہے ابھی ایک مُسافر
جس دیس میں اک خوابِ گراں بار ہے منزل
اک حرفِ جنوں، وحشتِ بیمار ہے منزل

Scanned by CamScanner

اک عمر تو گزری ہے سرِ خُنکیٔ محراب
اک شام گناہوں کی حرارت میں بھی گزرے
اے میرے بدن تیری عبادت میں بھی گزرے

ناچ اے لب و رُخسار کے جلتے ہوئے حلقے
اس لمس کے تہذیب و تمدّن سے لپٹ کر
اس شاہرہٗ زیست کے اقرار سے کٹ کر

گا اے اَبدی راگ سے مخمور جوانی
مَرمَر کی رگوں میں تپشِ جام اُچھل جائے
پتّھر کی قبا آنچ کے احساس سے جل جائے

جُھوم اے دلِ دانا کہ وہ کل آکے رہے گی
جب ہم دلِ ناداں کا عَلَم لے کے چلیں گے
سینے میں غضب، لب پہ قسم لے کے چلیں گے

Scanned by CamScanner

زھرہ کے حسیں جسم، اپالو کے حسیں خواب
ہم رُوح کے ننگے تری تکذیب کریں گے
پیدل ہیں تو رفتار پہ تادیب کریں گے

اے عقل محبّت کی سزا ہے کہ نہیں ہے
اے جسم ترا پیار روا ہے کہ نہیں ہے
اے پردۂ اسرار خُدا ہے کہ نہیں ہے

پیرس

Scanned by CamScanner

جرمنی

مَیں نے کب جنگ کی وحشت کے قصیدے لکھّے؟
مَیں نے کب امن کے آہنگ سے اِنکار کیا
مَیں نے تو اپنے سرِ دامنِ دل کو اب تک
کبھی پھُولوں، کبھی تاروں کا گنہگار کیا
اے مری رُوحِ طرب مَیں نے تو ہر عالم میں
جب بھی تو آئی، ترے پیار کا اِقرار کیا

لیکن اس دیس کے آہنگِ گرانبار میں بھی
وہی نغمہ ہے جو شب تاب کی تقدیر میں ہے
مَیں نے زُلفوں کے گھنے سائے میں سیکھی تھی جو بات
وُہی اس حلقۂ بدنام کی زنجیر میں ہے

Scanned by CamScanner

کتنے خوابوں کے طلسمات کی جنت ہے یہاں
کون سا خواب ابھی پردۂ تقدیر میں ہے

خواب اُس وقت کا جو وقت نہیں آسکتا
خواب اُس وقت کا جس وقت کو آنا ہوگا
گیت جس میں لب و رُخسار کے افسانے ہیں
گیت جو خود بھی کبھی ایک فسانہ ہوگا
جس کو چھیڑیں گے مہکتے ہوئے ہونٹوں کے گلاب
جس کو بندوق کے آہنگ پہ گانا ہوگا

آگ کے دشت پڑے، خون کے صحرا آئے
اب بھی لیکن وُہی رفتارِ جواں ہے کہ جو تھی
میو نخ اب بھی ہر اک عہد کا روشن وارث
ہائیڈلبرگ وہ حکمت کی دکاں ہے کہ جو تھی

فرض کرتے ہیں تری مرگ وُہی لوگ جنھیں
خود نہ جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعور

Scanned by CamScanner

تیرے ماتھے پہ نئے عہد، نئے دن کی اُمنگ
تیری آنکھوں میں چمکتے ہُوئے مہتاب کا نُور
ونگیٹ کا یہ سبک ساز، یہ فولاد کے گیت
تیرے سینے کی اُمنگیں، ترے بازُو کا غرُور

ہم پیمبر تو نہیں ہیں ترے دیوانے ہیں
اک ذرا آگ ہمیں بھی مِلے اے شعلۂ طُور

(فرینکفرٹ)

ڈوور

مے خانے سے میلوں جگمگ جگمگ کرتی نہر
تیرے سینے کی طغیانی، میرے دل کی لہر
ریت کی دیواروں سے بنا تھا پیار کا پہلا شہر

نگر نگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملّاح
میں ان خوابوں کے مبہم سنّاٹے سے آگاہ
اونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ

شاید اس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل اک دن مل جائیں
یہ مبہم مبہم سپنے کمھلائیں یا کھل جائیں

(رکیلے)

یُونان

ہم تو یہ سوچ کے آئے تھے تری گلیوں میں
کہ یہاں تیشۂ فرہاد کی قیمت ہوگی
بجائے کیوپڈ سے ملیں گے کسی دوراہے پر
کسی بے نام سے اک موڑ پہ جنّت ہوگی
ہم اولمپس پہ خُداؤں کی زباں بولیں گے
اپنی تقدیر میں وینس کی رفاقت ہوگی

باادب جاکے زیئس سے یہ کہیں گے کہ حضُور
آپ اب خلوتِ گمنام سے باہر نکلیں
دیر سے تشنۂ صُبح لب و رُخسار ہیں لوگ
آپ تاریکیٔ احرام سے باھر نکلیں

Scanned by CamScanner

پارتھینان کی مٹّی سے جو مَس ہو گی نظر
ہم نے سوچا تھا کہ کُھل جائیں گے سارے اسرار
آج کل یُوں نہیں ہوتا ہے مگر شاید آج
ٹُوٹ جائیں گے تمدُّن کے مہذّب پندار

اور اب شام بھی گزری کئی دِن بیت گئے
ایسے دن جن میں نہ ارماں نہ گِلے ہوتے ہیں
میرا سینہ شبِ مُفلِس کا وُہ افسانہ ہے
جس پہ ایتھنز کے خاموش دِیے رِستے ہیں
ایسی پستی کہ عمارت کا گماں بھی دھوکا
جانے٭ ہم کور نظر ہیں کہ خُدا سوتے ہیں

(اکراپولس)

٭ لکھنؤ میں "نہ جانے" یا "خدا جانے" کو درست سمجھا جاتا ہے۔ دلّی اور الٰہ آباد میں "جانے" مستعمل ہے۔

Scanned by CamScanner

مصر ؎

یہ زندگی ، یہ مختصر سی زندگی
اگر یونہی علالتوں کے سلسلے میں کٹ گئی
اگر یہ بانسری نہ اوس پی سکی ، نہ چاندنی کے زمزمے گا سکی
اگر عروسِ شام کی ردائے خفیف انگلیوں میں تھرتھرا کے رہ گئی
تو میں کہاں تک اپنے حوصلے کے بل پہ اپنی زخم خوردہ کائنات کو سجاؤں گا
ورید و پیرہن میں زرد زرد پھول باندھ کر
میں سرخ کونپلوں کی انجمن میں کیسے جاؤں گا

سحر سوئیز پر ہوئی
تو جلتی آنکھ ، تپتے جسم ، خشک لب کے باوجود
میں کیبنوں کی تنگیوں کو چھوڑ کر کھلی ہوا میں آگیا

؎ انگلستان جاتے ہوئے جبرالٹر پورٹ پر شدید علالت میں لکھی گئی

سوئیز اپنے ساحلوں کے درمیان ایسے بہ رہی تھی جیسے کوئی اپنے حُسن کا وقار جانتے ہوئے قدم اُٹھائے
ادب سے اک قطار میں جہاز ایسے بڑھ رہے تھے جیسے کوئی بھکشوؤں کا قافلہ گپھا میں جائے
فرنگیوں کے چہرے یوں اُتر گئے تھے جیسے کوئی اک قدم کے فاصلے پہ موت سے نظر ملائے

نگارِ ارضِ نیل کے سُنہرے جسم کے گداز سے لپٹ کے ایک ایک آرزو چمک گئی
نگارِ ارضِ نیل کی لٹیں کھُلیں تو دُور دُور تک ہوا مہک گئی

ہوا مہک گئی تو کیا
کہ میں ڈٹال اور اسپرٹ کا مہمان تھا
مرے تھکے ہُوئے قدم
سفر کے پہلے سنگِ میل سے لپٹ کے رہ گئے
مجھے کسی ملُول، دلِ شکستہ یاد کی طرح
سُلگتے آنسوؤں کی لوریوں میں نیند آگئی
مگر حسین قاہرہ کی رات جاگتی رہی
مُہیب بُت کے عاشقوں کو موت آگئی تو کیا
مُہیب بُت کی عظمتِ حیات جاگتی رہی

Scanned by CamScanner

کربلا

کربلا، مَیں تو گنہگار ہُوں لیکن وُہ لوگ
جن کو حاصل ہے سعادت تری فرزندی کی
جسم سے، رُوح سے، احساس سے عاری کیوں ہیں
اِن کی مسمار جبینیں، ان کے شکستہ تیور
گردشِ حُسنِ شب و روز پہ بھاری کیوں ہیں
تیری قبروں کے مجاور، ترے منبر کے خطیب
فلس و دینار و توجّہ کے بھکاری کیوں ہیں؟

روضۂ شاہِ شہیداں پہ اک انبوہِ عظیم
بل ایئر اور کرسلر کے نئے ماڈل کو

ــــــ عراقی سکّہ

اُسی خاموش عقیدت سے تکا کرتا ہے
جس کو کہ دوں تو کہیں لوگ بُرا مانیں گے
غیر تو رمزِ غمِ کون و مکاں تک پہنچے
کربلا تیرے یہ غمخوار کہاں تک پہنچے

دل کو تہذیبِ تمنّا میں خدا ملتا ہے
جُنبشِ یک لبِ عیسٰی میں خدا ملتا ہے
شورِ ناقوس و نظارا میں خدا ملتا ہے
سنگِ محرابِ کلیسا میں خدا ملتا ہے
تیرے دیوانوں کو اے شاہدِ دریائے فرات
اپنی بے مائگیٔ ذہن میں کیا ملتا ہے؟

(کربلا)

Scanned by CamScanner

ویلز کی گاڑی

دِن بھر کے سُورج کی ہمّت ٹوٹ چُکی تھی
ویلز کو جانے والی گاڑی چھُوٹ چُکی تھی
یہ احساس تھا جیسے دِل آباد نہیں ہے
کون سا اِسٹیشن تھا، بالکل یاد نہیں ہے
یوں بے رنگ تھے، جیسے دشت میں گزریں برسوں
ہم ہونے کو کیسا نوا ہوں یا کچھ ہوں

تھوڑی دیر میں جب سہ پہر کی گاڑی آئی
ہم نے اپنا کوٹ سنبھالا، فلٹ اُٹھائی
لیکن ریل میں داخل ہوتے ہی لہرائے
جیسے جسم کو بھُولے سے بجلی چھُو جائے

Scanned by CamScanner

وہ سنگیت تھی یا تارا تھی یا نسرین تھی
ایسی شکل تو سارے لندن میں بھی نہیں تھی
دو گھنٹوں میں دوست بنے ہم پیار جتایا
یہ قصہ تو خیر کسی فرصت پہ اٹھایا
لیکن اتنا یاد ہے جب سورج نے جگایا
وہ بھی نہیں تھی اپنا اسٹیشن بھی نہیں تھا
جانی پہچانی چیزیں تھیں ۔ خاموشی تھی
ویلز کی گاڑی ۔ ویلز سے واپس آ پہنچی تھی

اِنہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

○

لوگوں کی ملامت بھی ہے، خود دردِ سری بھی
کس کام کی یہ اپنی وسیع النظری بھی

کیا جانیے کیوں سست تھی کل ذہن کی رفتار
ممکن ہوئی تاروں سے مری ہم سفری بھی

راتوں کو کلی بن کے چٹکتا تھا ترا جسم
دھوکے میں چلی آئی نسیمِ سحری بھی

کس عشق کو اس معرکۂ دل میں ہوئی جیت
اک چیز ہے لیکن یہ مری بے جگری بھی

خود اپنے شب و روز گزر جائیں گے لیکن
شامل ہے مرے غم میں تری دربدری بھی

فرقت کے شب و روز میں کیا کچھ نہیں ہوتا
قدرت پہ ملامت بھی، دعائے سحری بھی

اک فرد کی اُلفت تو بڑی کم نظری ہے
ہے کس میں مگر اہلیتِ کم نظری بھی

Scanned by CamScanner

○

بزرگو ، ناصحو ، فرماں رواؤ
ہمیں تو مے کدے تک چھوڑ آؤ

امیرانہ بھی اس کوچے میں آؤ
لب و رخسار و مژگاں کے گداؤ

اُبھرتی جا رہی ہے شمع کی لَو
بڑی نادان ہو ، ٹھنڈی ہواؤ

ہزاروں راز عُریاں ہو رہے ہیں
گراؤ ، آنکھ پر چلمن گراؤ

وُہ مجھ سے اور مَیں اُن سے خفا ہوں
ندیمو ، آ کے دونوں کو منا ؤ

نہ جانے ہم کہاں گُم ہو چکے ہیں
جو ممکن ہو تو ہم کو ڈھونڈ لاؤ

Scanned by CamScanner

اُدھر اسی سے تقاضائے گرمیٔ محفل
اِدھر جگر کا یہ عالم کہ جیسے برف کی سِل

نہ جانے کون سی عجلت تھی اے تصوّرِ دوست
ابد کا لمحہ بھی مشکل سے ہو سکا شامل

ہم اپنے پاسِ روایاتِ عاشقی میں رہے
ہمارے پاس سے ہو کر گزر گیا محمل

ابھی اُمنگ میں تھوڑا سا خون باقی ہے
نچوڑ لے غمِ دُنیا، نچوڑ لے غمِ دل

○
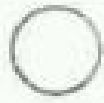
پہلے تو غم دل میں تھے خرد سے بیگانے
ہم کو کون سا غم ہے، آج کل خدا جانے

آج اہلِ زنداں نے رت جگا منایا ہے
آج شہر والوں پر ہنس رہے ہیں دیوانے

ضبط اے دلِ بے تاب دُوسروں کی محفل ہے
لوگ اس کی پلکوں میں ڈھونڈ لیں گے افسانے

جب کبھی ستاروں کا کوئی نامہ بر آیا،
میرے در پہ دستک دی بار بار دُنیا نے

آج شہرِ لندن میں معرکے کی صورت ہے
اک طرف تمہاری یاد، اک طرف صنم خانے

○
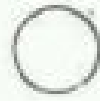
سینے میں خزاں، آنکھوں میں برسات رہی ہے
اِس عشق میں ہر فصل کی سوغات رہی ہے

کس طرح خود اپنے کو یقیں آئے کہ اُس سے
ہم خاک نشینوں کی ملاقات رہی ہے

صُوفی کا خدا اور تھا شاعر کا خُدا اور
تم ساتھ رہے ہو تو کرامات رہی ہے

اتنا تو سمجھ روز کے بڑھتے ہوئے فِتنے
ہم کچھ نہیں بولے تو تری بات رہی ہے

ہم میں تو یہ حیرانیٔ و شوریدگیٔ عشق
بچپن ہی سے منجملۂ عادات رہی ہے

اس سے بھی تو کچھ ربط جھلکتا ہے کہ وہ آنکھ
بس ہم پہ عنایات میں مُحتاط رہی ہے

الزام کسے دیں کہ ترے پیار میں ہم پہ
جو کچھ بھی رہی حسب روایات رہی ہے

کچھ میرؔ کے حالات سے حاصل کرو عبرت
لے دے کے اب اک عزّتِ سادات رہی ہے

○
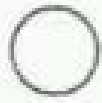
گریہ تو اکثر رہا، پیہم رہا
پھر بھی دل کے بوجھ سے کچھ کم رہا

قمقمے جلتے رہے، بجھتے رہے
رات بھر سینے میں اک عالم رہا

اُس وفا دشمن سے چھُٹ جانے کے بعد
خود کو پا لینے کا کتنا غم رہا

اپنی حالت پر ہنسی بھی آئی تھی
اِس ہنسی کا بھی بڑا ماتم رہا

اِتنے ربط، اتنی شناسائی کے بعد
کون کس کے حال کا محرم رہا

پتھروں سے بھی نکل آیا جو تیر
وہ مرے پہلو میں آ کر جم رہا

ذہن نے کیا کچھ نہ کوشش کی مگر
دل کی گہرائی میں اک آدم رہا

Scanned by CamScanner

○
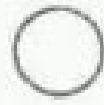
کبھی تو کام زمانے کے سوگوار آتے
تجھے جو پا نہ سکے زیست کو سنوار آتے

تھا جس پہ وعدۂ فردوس و عاقبت کا مدار
وہ رات ہم سرِ کوئے بتاں گزار آئے

ترے خیال پہ شب خوں تو خیر کیا کرتے
بہت ہوا تو اک اوچھا سا ہاتھ مار آئے

متاعِ دل ہی بچی تھی بس اک زمانے سے
سو ہم اسے بھی تری انجمن میں ہار آئے

بڑے خلوص سے احوال پوچھنے کے لیے
گزر گئی شبِ فرقت تو میرے یار آئے

کسی کو حال بتانا ضرور ہی کیا تھا
اُس انجمن سے ہم اپنے قصور وار آئے

نگاہِ ناز مرے دل کے گھاؤ پر مت جا
خدا کرے کہ تجھے اپنا کاروبار آئے

یہ اور بات کہ ساقی سے قرض مل نہ سکی
حضورِ حضرتِ یزداں تو باوقار آئے

○
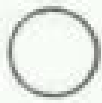
یہ ایک بات کہ اُس بُت کی ہمسری بھی نہیں
مبالغہ بھی نہیں، محض شاعری بھی نہیں

ہم عاشقوں میں جو اک رسم ہے مُروّت کی
تمہارے شہر میں از راہِ دلبری بھی نہیں

یہاں ہم اپنی تمنّا کے زخم کیا بیچیں؟
یہاں تو کوئی ستاروں کا جَوہری بھی نہیں

کسی کا قُرب جو ملتا تو شعر کیوں کہتے
فسردہ حالئ اربابِ فن بُری بھی نہیں

○
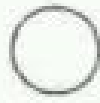
جو دن گزر گئے ہیں ترے التفات میں
میں اُن کو جوڑ لوں کہ گھٹا دوں حیات میں؟

کچھ میں ہی جانتا ہوں جو مجھ پر گزر گئی
دُنیا تو لطف لے گی مرے واقعات میں

میرا تو جرم تذکرۂ عام ہے مگر
کچھ دھجیاں ہیں میری زلیخا کے ہات میں

آخر تمام عمر کی وسعت سما گئی
اک لمحۂ گزشتہ کی چھوٹی سی بات میں

اے دل ذرا سی جرأتِ رندی سے کام لے
کتنے چراغ ٹوٹ گئے احتیاط میں

Scanned by CamScanner

کسی اور غم میں اتنی خلش نہاں نہیں ہے
غمِ دل مرے رفیقو، غمِ رائیگاں نہیں ہے

کوئی ہم نفس نہیں ہے، کوئی رازداں نہیں ہے
فقط ایک دل تھا اب تک سو وہ مہرباں نہیں ہے

مری رُوح کی حقیقت مرے آنسوؤں سے پوچھو
مرا مجلسی تبسّم مرا ترجماں نہیں ہے

کسی آنکھ کو صدا دو، کسی زُلف کو پکارو
بڑی دُھوپ پڑ رہی ہے کوئی سائباں نہیں ہے

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

○
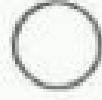
کبھی جھڑکی سی کبھی پیار سے سمجھاتے رہے
ہم گئی رات پہ دل کو لیے بہلاتے رہے

اپنے اخلاق کی شہرت نے عجب دن دکھلائے
وہ بھی آتے رہے، احباب بھی ساتھ آتے رہے

ہم نے تو لُٹ کے محبّت کی روایت رکھ لی
اُن سے تو پوچھیے وُہ کس لیے پچھتاتے رہے

اُس کے تو نام سے وابستہ ہے کلیوں کا گداز
آنسوؤ تم سے تو پتھّر بھی پگھل جاتے رہے

یُوں تو نالوں کے سینے پہ جگر کٹتا تھا
ہم بھی پیمانے کو پیمانے سے ٹکراتے رہے

ان کی یہ وضع قدیمانہ بھی اللہ اللہ!
پہلے احسان کیا، بعد کو شرماتے رہے

یوں کسے ملتی ہے معمول سے فُرصت لیکن
ہم تو اِس لُطفِ غمِ یار سے بچ جاتے رہے
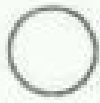
ہونٹوں کے ماہ تاب ہیں، آنکھوں کے جام ہیں
سر پھوڑنے کو ایک نہیں سو مقام ہیں

تم سے تو ایک دل کی کلی بھی نہ کھل سکی
یہ بھی بلا کشانِ محبّت کے کام ہیں

دل سے گزر خدا کے لیے اور ہوشیار
اس سرزمیں کے لوگ بہت بدکلام ہیں

تھوڑی سی دیر صبر کہ اس عرصہ گاہ میں
اے سوزِ عشق، ہم کو ابھی اور کام ہیں

تم بھی خُدا سے سوزِ جنوں کی دُعا کرو
ہم پر تو اِن بزرگ کے احسان عام ہیں

وہ کیا کرے جو تیری بدولت نہ ہنس سکا
اور جس پہ اتّفاق سے آنسو حرام ہیں

اپنے پہ آ پڑیں تو سنئے پن کی حد نہیں
جو واقعات سب کی حکایت ہیں عام ہیں

مُنعم کا تو خُدا بھی امیں، بُت بھی پاسباں
مُفلس کے صرف تیغ علیہ السّلام ہیں

Scanned by CamScanner

○

اُسے چھو سکی نہ ظلمت، نہ ضیائے ماہ و انجم
مگر اے اُداس شاعر ترا سرمدی ترنّم

مری نو بہار رُک جا، مری غمگسار رُک جا
ابھی سخت ہے اندھیرا، ابھی تیز ہے تلاطُم

مجھے کیا خبر تھی اس کی کہ کسی کو دیکھتے ہی
مرا ساتھ چھوڑ دے گا، مِرا بے وفا تبسّم

مرے ہونٹ جل رہے تھے، مرا دل سُلگ رہا تھا
وُہ سلام کر رہی تھی، مَیں کھڑا ہُوا تھا گُم سُم

مرے ضبط کی روش پر کہیں تم نہ بول اُٹھنا
کہیں مجھ سے چھین نہ جائے مری حسرتِ تکلّم

غم اگر کرو تو اس کا کہ سماج ابھی وہی ہے
ارے یہ بھی کوئی غم ہے کہ نہ مل سکیں گے ہم تم

مری زندگی کی قدروں کی صفیں کھڑی ہُوئی ہیں
مرے دل سے ہو رہا ہے مرے ذہن کا تصادُم

مرے نکتہ چیں مُبصّر ابھی مُسکرا رہا ہے
تری جُوئے ناتواں پہ مری شاعری کا قلزُم

○
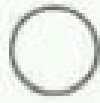
ہر طرف انبساط ہے اے دل

اور ترے گھر میں رات ہے اے دل

عشق ان ظالموں کی دنیا میں

کتنی مظلوم ذات ہے اے دل

میری حالت کا پوچھنا ہی کیا

سب ترا التفات ہے اے دل

اس طرح آنسوؤں کو ضائع نہ کر

آنسوؤں میں حیات ہے اے دل

اور بیدار چل کہ یہ دنیا

شاطروں کی بساط ہے اے دل

صرف اُس نے نہیں دیا مجھے سوز

اس میں تیرا بھی ہات ہے اے دل

مندمل ہو نہ جائے زخمِ دروں

یہ مری کائنات ہے اے دل

حسن کا ایک وار سہ نہ سکا

ڈوب مرنے کی بات ہے اے دل

Scanned by CamScanner

○

تم ہنسو تو دن نکلے، چُپ رہو تو راتیں ہیں
کس کا غم کہاں کا غم سب فضول باتیں ہیں

اے خلوص میں تجھ کو کس طرح بچاؤں گا
دشمنوں کی چالیں ہیں، ساتھیوں کی گھاتیں ہیں

تم پہ ہی نہیں موقوف آج کل تو دُنیا میں
زیست کے بھی مذہب ہیں، موت کی بھی ذاتیں ہیں

○

ناقِدو، دیدہ ورو، کُفر کا الزام نہ دو
میرے اِلحاد میں اِک پرتوِ اِلہام بھی ہے

عشق خوددار، یہ پندارِ جنوں چھوڑ بھی دے
اب تو اُن آنکھوں میں آنسو بھی ہیں پیغام بھی ہے

Scanned by CamScanner
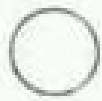
سُن اے حکیمِ ملّت و پیغمبرِ نجات

میرے دیارِ قلب میں کعبہ نہ سومنات

اک پیشۂ عشق تھا سو عوض مانگ مانگ کر

رُسوا اُسے بھی کر گئی سوداگروں کی ذات

ڈرتا ہوں یوں کہ سچ ہی نکلتے ہیں بس ترے

اس کاروبارِ شوق میں دل کے توہّمات

محویتِ نشاط میں قُربت کے سو قرن

ٹوٹی ہوئی رگوں سے جُدائی کی ایک رات

تیرے غموں سے ایک بڑا فائدہ ہُوا

ہم نے سمیٹ لی دلِ مُضطر میں کائنات

اس راہِ شوق میں مرے ناتجربہ شناس

غیروں سے ڈر نہ ڈر مگر اپنوں سے احتیاط

○
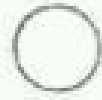
عشقِ بتاں اس فکرِ معاش پر اپنا رنگ جماتا گیا

ہم نے مانا کُنبہ دِلّی میں رہتا پر کھاتا گیا

پہلی بار کے عشق میں ایسا دیوانہ پن ممکن ہے

روزہ کی اس شوریدہ سری پہ کوئی ہمیں سمجھاتا گیا

دو دن کی یہ محفل ساقی رندوں سے ہنس بول کے کاٹ

ہم پھر اپنی راہ لگیں گے تیرا ہمارا ناتا کیا

یوں تو تم سے اپنی انا میں ہم نے کہا کیا کچھ لیکن

تم جاتے تو کیا رہ جاتا، ہم جاتے تو جاتا کیا

اِن سے سیدھے مُنہ ملیے تو اِن کے دماغ نہیں ملتے

سب کو دیکھ لیا ہے یارو داتا کیا ان داتا کیا

سیدھی سادھی عقل ہمیشہ مار ہی کھاتی آئی ہے

ہم بھی پیری مُریدی کرتے، تو ہم سے اِتراتا کیا

○
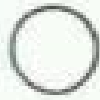
وہاں مَیں نے رُودادِ غم ڈھونڈ لی ہے، جہاں نالۂ مختصر بھی نہیں تھا

مَیں ایسے اُفق چھُو کے آیا ہُوں جن پر تخیّل کو اذنِ سفر بھی نہیں تھا

پس و پیش یوں میرے قدموں کی آہٹ کو اب اجنبی آنکھ سے دیکھتے ہیں

کہ جیسے یہ وُہ راہ ہے جس پہ کوئی مرے پیار کا منتظر بھی نہیں تھا

یہ سچ ہے کہ ان آنسوؤں کی چمک میں وُہ راتیں وہ صُبحیں اُبھرتی رہی ہیں

شب و روز کا یہ چراغاں مگر اک تری یاد پر منحصر بھی نہیں تھا

ترے شہر کے اور بھی واقعے ہیں ترے پیار کی اُلجھنوں کے علاوہ

وہاں وضعداری کی بات آگئی تھی جہاں چار تنکوں کا گھر بھی نہیں تھا

مجھے سوزِ دل کی اجازت عطا کر، نہیں تو زمانہ ہمیشہ کہے گا،

نگارِ سحر تیرے ماتھے کی بِندی میں تھوڑا سا خونِ جگر بھی نہیں تھا

اِسی روز مرّہ کی دُنیا میں ہم ایسے کچھ رند بھی تھے کہ جن کے جہاں میں

کچھ افراہِ سُود و زیاں بھی نہیں تھی، کچھ اندیشۂ بام و در بھی نہیں تھا

زمانہ بدستور ہنستا رہے گا، زمیں حسبِ معمول جلتی رہے گی

اکیلے سفر کا اکیلا مُسافر اُس انجام سے بے خبر بھی نہیں تھا

Scanned by CamScanner

○

نگر نگر میلے کو گئے کون سُنے گا تیری پکار

اے دل، اے دیوانے دل! دیواروں سے سر دے مار

رُوح کے اس ویرانے میں تیری یاد ہی سب کچھ تھی

آج تو وہ بھی یوں گزری جیسے غریبوں کا تیوہار

اُس کے وار پہ شاید آج تجھ کو یاد آئے ہوں وُہ دن

اے نادان خلوص کہ جب وہ غافل تھا ہم ہُشیار

پل پل صدیاں بیت گئیں جانے کس دن بدلے گی

ایک تری آہستہ روی، ایک زمانے کی رفتار

پچھلی فصل میں جتنے بھی اہلِ جنوں تھے کام آئے

کون سجائے گا تیری مشق کا ساماں اب کی بار؟

صُبح کے نکلے دیوانے اب کیا لوٹ کے آئیں گے

ڈوب چلا ہے شہر میں دن پھیل چلا ہے سایۂ دار

Scanned by CamScanner

منشور

ایک شُعلے کو طُور لکھتے تھے — آدمی ہو تو حُور لکھتے تھے

پہلے عُقبیٰ کی بات ہوتی تھی — حمد ہوتی تھی نعت ہوتی تھی

مُرغِ سدرہ کا بال ہوتا تھا — حال ہوتا تھا قال ہوتا تھا

اور پھر داستانِ ہوش رُبا — دشتِ غُربت، کجاوۂ لیلیٰ

داستانِ عجائبِ ایران — دیو و اژدر، فرشتہ و انسان

مدتوں شاہ و سلطنت کا شکیب — آئے دن کی مُراد، دل کے فریب

جشنِ میلاد پر چھنک پازیب — بارھویں سال میں کوئی آسیب

دینا ترجیح نصف کو کُل پہ — شیر کا کسب کو توکُّل پہ

ایک عبرت پسند افسانہ — کسی تاجر اور اس کی طوطی کا

دعوےٰ ہُدہُد کا، زاغ کا اعلان — عالمِ سحر اور کشتی بان

حادثہ اک نہنگِ دریا کا — واقعہ بیژن و منیژہ کا

Scanned by CamScanner

پہلے ہوتی تھیں حمد کی باتیں
ہم مگر کس کی حمد میں لکھیں؟

وہ کسی کا کہا نہیں سنتا
مولوی کی دعا نہیں سنتا

ہم تو عاصی ہیں ہم تو گندے ہیں
اُن کو دیکھو جو اُس کے بندے ہیں

اُس کی خلقت میں جس قدر ہیں نام
کس کو حاصل ہے اُن میں سے الہام؟

اس لیے بھیجیے سلام و پیام
آؤ ڈھونڈیں اساتذہ کا کلام

میر صاحب کے باغ میں گھومیں
میرزا کی بیاض کو چومیں

یا ابھی اتنی دُور تک کیوں جائیں
کیوں نہ بادِ صبا سے کام چلائیں

اے صبا اے رفیقِ میر و حسن
ناشرِ واقعاتِ صحنِ چمن

حاملِ نکہتِ لب و رُخسار
قاصدِ حادثاتِ فصلِ بہار

پیکِ افسانہ ہائے مصر و عراق
غمگسارِ مریضِ شامِ فراق

اے کہ مشاطگی ہے تیرا اصول
اے شبستانِ ماورا کی رسول

اے کہ تجھ سے کوئی نہیں پنہاں
واقفِ رازِ خلوتِ انساں

لوگ رکھتے ہیں اِس زمانے کے
دانت کھانے کے اور دکھانے کے

عقل کی رہنمائی سے بدظن
جہل کے دوست، علم کے دشمن

دل کے کالے، زبان کے کچے
سازشوں کے جنے ہوئے بچے

Scanned by CamScanner

لے کے چلتا ہے وقت کا دھارا ان کی فرمائشوں کا پُشتارا
ان کے دشمن کو مار یہ رکھیے یہ نہیں تو ہمارا یہ رکھیے
صاحبانِ کلاہ اچھے تھے ان سے تو بادشاہ اچھے تھے
طیش میں حکمِ قتل بھرتے تھے طعن و تشنیع تو نہ کرتے تھے
آج ہیں مثلِ سرِ مُہر گلاس سب خواص اور سب عوام الناس
عقل کی پُوچھیے نہ جُبّتے سے یہ چھلکنے لگیں گے غُصّے سے

حُسنِ ظن تو نہیں اگر یہ کہوں مَیں بھی تھوڑا شعُور رکھتا ہُوں
خصلۃً چُپ ہے تیرا جذباتی ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
میری نظموں کا ہے ہر اک انداز میرے پورے وجُود کی آواز
دلِ پُرخوں ہے میری اِک اِک رگ شاعرانہ مبالغوں سے الگ
میرے لہجے میں ڈھونڈتی ہے وقار اقتصادی خیال کی رفتار
میری باتوں میں احتساب بھی ہے میری نظموں میں انقلاب بھی ہے

ہاں مگر سوچتا ہوں مَیں اکثر کیا یہ ہے آخری مقامِ نظر؛
یہ پُراسرار تشنگی کیا ہے فرد کیا شے ہے، زندگی کیا ہے

Scanned by CamScanner

ذہن میں آگ ایسے سوتی ہے
جیسے روٹی کی بھوک ہوتی ہے

حدتِ مہر تابدار ہے ذہن
ایک میدان کارزار ہے ذہن

دل کی سب سے بڑی دلیل ہے ذہن
ابدیت کا سنگِ میل ہے ذہن

ذہن میں خواب بیج بوتے ہیں
ذہن کے اپنے شہر ہوتے ہیں

ذہن کو ہے خدا کی سی توفیق
ذہن کرتا ہے انجمن تخلیق

اے صبا اُن سے یہ بھی کہنا ہے
دل کے ٹکڑے پہ ذہن گہنا ہے

تولتے ہیں جسے یہ اہلِ نظر
اورک اور پھٹکری کے کانٹے پر

اک طرف ضبط اک طرف جلدی
اک طرف شعر، اک طرف ہلدی

عقل سوداگروں کی ہلچل میں
فکر جوشاندے کی بوتل میں

ماہرِ نفسیات و اہلِ نظر
ہینگ ملتے ہیں اب کسوٹی پر

آنسوؤں سے عرق بناتے ہیں
دھوپ دے کر حنا جلاتے ہیں

پر و پرواز سایۂ وکابوس
پھول کا نام جسد الکیموس

دل میں اک پون انچ کی بتّی
فن بہ یک وزنِ ماشہ و رتّی

شاعروں سے شکایتی باتیں
ایسا لکھیے کہ ہم بھی کچھ سمجھیں

نامۂ شوق کا جواب آئے
شعر سے بوئے بید آب آئے

بار گزرے نہ درسِ مکتب پر — نظم ہو لحظے کے مذہب پر

یوں تو ہر فلسفہ عبادت ہے — یوں تو مذہب بھی اک محبت ہے
ہاں مگر اُن کے، میرے مذہب میں — تفرقے کی ہیں سینکڑوں باتیں
جب کبھی اُن کی ہار ہوتی ہے — زندگی بھر یہ بار ہوتی ہے
ایک لمحے میں پھینکتا ہے خون — اُن کے پورے وجُود کا قانون
گھُورتی ہیں پھٹی پھٹی آنکھیں — اپنے احساس کی اِکائی میں
اور کچھ بھی نظر نہیں آتا — ایک ٹوٹی ہوئی کماں کے سوا
میرا مذہب خود اپنا مذہب ہے — عشق ہے، کائنات ہے، سب ہے
یہ نہیں ہے کہ اُس کی دُنیا سے — غم کے بادل کبھی نہیں گزرے
زیست میلہ نہیں ہے ہنستوں کا — تجربہ ہے اِسے شکستوں کا
بارہا میرے اپنے سینے میں — کٹ چکی ہیں ہزارہا گرہیں
غم کہ ہے اِک خیال اِک افسوں — مَیں اُسے انگلیوں سے چھُوتا ہوں
یہی نشتر جو کاٹ دے رگ و پے — میری نس نس میں ہوتا آیا ہے
مَیں نے لیکن لہو کے دامن میں — ڈال دی ہیں خیال کی کرنیں
رات لے کر سحر سجائی ہے — زخم پہ ہنس کے جیت پائی ہے

Scanned by CamScanner

چھین کر آنسوؤں سے موت کی آگ
ہر تبسم کو دے دیا ہے سہاگ

دل گنوایا ہے، تیر کھایا ہے
عشق کو جاوداں بنایا ہے

ایک منزل، شعور اور وجدان
ذہن اور دل کی ایک ہی میزان

اور یہ صاحبانِ سوزِ دروں
عشق کو دل میں مانتے ہیں جنوں

اور ایسا جنوں کہ جس کا مکان
یا کتابیں ہیں یا فقط ہذیان

عشق ہے اُن کی ایک رسمی لے
اور اپنا تو سارا نغمہ ہے

زخم تلووں میں چند رکھتے ہیں
ہم مگر سر بلند رکھتے ہیں

دل ڈراتی ہے کھینچتی ہے کماں
دو گھڑی کی سیاستِ درباں

ہم کو لیکن لگن بھی آتی ہے
یار کی انجمن بھی آتی ہے

ہر زمانے میں ہم پہ حرف آئے
ہم نہ اپنے کیے پہ پچھتائے

حرف رکھنا انہی کو بھاتا ہے
"ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے"

جس جگہ یہ کنول جلاتے ہیں
ہم وہاں کونپلیں اُگاتے ہیں

راستے سخت، منزلیں بے نام
دل نہیں ہارتے، جنوں کے امام
زیست سہ لے گی رات کا ہر وار
جگمگائیں گے چاند سے رُخسار

Scanned by CamScanner

آنچ پڑتی رہے گی ہر فن پر
تاب آتی رہے گی کُندن پر
خوں پیے گی زمین گلشن کی
سانس بڑھتی رہے گی ساون کی

جشنِ بادِ صبا نہیں رُکتا
پھول کا قافلہ نہیں رُکتا
جب کبھی پھول سوکھ جاتے ہیں
اور آتے ہیں — اور آتے ہیں

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ مرئی صد صد

Scanned by CamScanner

موج مری صدف صدف

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

اپنے مرحوم بھائی

مجتبےٰ زیدی

کے نام

تم کہاں رہتے ہو اے ہم سے بچھڑنے والو!
ہم تمہیں ڈھونڈنے جائیں تو ملو گے کہ نہیں
ماں کی ویران نگاہوں کی طرف دیکھو گے؟
بھائی آواز اگر دے تو سنو گے کہ نہیں

دشتِ غربت کے بھلے دن سے کبھی جی ڈرتا ہے
کہ وہاں کوئی نہ مونس نہ سہارا ہو گا
ہم کہاں جشن میں شامل تھے جو کچھ سُن نہ سکے!
تم نے ان زخموں میں کس کس کو پکارا ہو گا

Scanned by CamScanner

ہم تو جس وقت بھی، جس دن بھی پریشان ہوئے
تم نے آ کر ہمیں محفوظ کیا، راہ دکھائی
اور جب تم پہ برا وقت پڑا تب ہم لوگ
جانے کس گھر میں، کہاں سوئے ہوئے تھے بھائی

(۲)

ہم تری لاش کو کاندھا بھی نہ دینے آئے
ہم نے غربت میں تجھے زیرِ زمیں چھوڑ دیا
ہم نے اس زیست میں بس ایک نگیں پایا تھا
کسی تربت میں وہی ایک نگیں چھوڑ دیا

(نامکمل .... وہ نوحہ جو کبھی مکمل نہیں ہو سکتا)

Scanned by CamScanner

ترتیب

تڑپتے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

چکبست نے (جن کا حوالہ دینا کوئی ایسی معزز بات نہیں) ایک شعر میں اپنے غم و غصہ کا اظہار یوں کیا ہے ؎

ہوا مزاج کا عالم یہ سیرِ یورپ سے
کہ اپنے ملک کی آب و ہوا کو بھول گئے

ممکن ہے کوئی اس شعر پر شرمندہ ہوا ہو، اور کسی نے اس سے عبرت حاصل کی ہو۔ مجھے ان دونوں کی توفیق نہیں ہوئی۔ اپنے ملک کی آب و ہوا تو خدا کے فضل سے اتنی نرم و گرم ہے کہ اسے کون بھلا سکتا ہے لیکن سیرِ یورپ سے جو اضافی قدروں کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ پیدا ہو جاتی ہے۔ وہی لے ڈوبتی ہے اور اسی کے طفیل کوئی اکبر الہ آبادی کا ولین بن جاتا ہے اور کوئی چکبست کا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم پچیس آدمیوں کا مختصر لیکن مختلف النوع قافلہ جب لندن پہنچا تو کسی کا کچھ ردِ عمل ہوا اور کسی کا کچھ۔ مثلاً ایک صاحب نے بی بی سی کے انٹرویو میں اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ "جناب ہم تو مجسم حیرت ہیں جو یہاں آکر ہم کو یہ دیکھنا پڑ رہا ہے کہ "بے نقاب عورتیں" نامحرم مردوں کے ساتھ شاہراہِ عام پر گھومتی پھرتی ہیں" اس بیان کا اگر اس لطیفے سے مقابلہ کیجئے کہ صاحب لندن میں جو بات مجھے سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوئی وہ یہ کہ یہاں کا بچہ بچہ انگریزی بولتا ہے" تو لطیفہ ہیچ معلوم ہوگا۔

بس ایک ہم تھے اور ایک ارشاد بھائی جن کو بے نقاب عورتوں کا نامحرم مردوں کے ساتھ گھومنا معیوب نہیں معلوم ہوا اور اس پر دبی دبی زبان سے لندن میں یہ شعر ہوا تھا ؎

کچھ لوگ اک گلاس بیئر میں بہک گئے
ہم وہ ستم ظریف کہ وسکی چڑھی نہ رم

اس طرح کے بہت سے شعر، بہت سی غزلیں اور بہت سی نظمیں لکھنے کے مواقع آئے۔ بیشتر ایسے اشعار ہیں جو سینہ بہ سینہ چلتے ہیں اور کبھی نہیں چھپ سکتے اس لئے کہ لکھنے والے نے

Scanned by CamScanner

چاہے کتنے ہی خلوص سے اور کتنے ہی غیر جذباتی طریقے سے کیوں نہ لکھا ہو، جس کسی کو ان اشعار میں اپنی صورت نظر آتی ہے وہ خفا ہوتا ہے آئینے کو سیاہ اور مزاج کو تخفیف سمجھتا ہے، کہ اندازِ دلبری یہی ہیں !

۱۵ مئی ۱۹۵۹ء کو میں نے اپنا اگلا پچھلا اثاثہ جوڑ کر اور تمام ہندسوں کی تفریق کو پورا ہندسہ سمجھ کر، فورڈ کمپنی سے ایک چھوٹی سی دس ہارس پاور کی پریفیکٹ خریدلی ۔ چنانچہ اس مجموعے میں جو غزل یوں ہے کہ ؎

کوئی رفیق بہم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

اس میں اس وقت یہ شعر بھی ہوا کرتا تھا ؎

زفا نرگس پہ مرنے کو ہم کبھی مرتے ہیں
گرہ میں دام و درم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

یہ کار خریدنے کے بعد جو منصوبہ تھا کہ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کا سفر اسی پر ہوگا ۔ وہ بالکل مکمل ہوگیا اور ارشاد بھائی اور میں اس منصوبہ کے فریقین طے پائے ۔ جب اگست میں چلنے چلانے کا زمانہ آیا تو ایک اور رفیق کار فتح خان بندیال بھی آٹلے اور کارواں بنتا گیا فتح خان بندیال نے ہمراہ صرف بغداد تک سفر کیا اور وہاں سے پریفیکٹ کو حقیر فقیر سمجھ کر بی اے او سی کے طیارے پر کراچی روانہ ہوگئے اور سفر کو ابتدا سے انتہا تک پہنچانے کا سہرا ارشاد بھائی کے اور ہمارے سر ہی رہا ۔

اس سفر کی طویل حکایت کا یہ مقام نہیں ۔ اس تمام پیش بندی کا بھی صرف یہ مقصد تھا کہ اس مجموعے کی اکثر نظمیں قیامِ انگلستان یا سفرِ یورپ کے زمانے کی ہیں اور ان سے ذہن کی ایک خاص فضا مرتب کی جاسکتی ہے لیکن یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ان لفظوں میں "پیامِ مشرق" کا جواب "پیامِ مغرب" اور تو "شب آفریدی، چراغ آفریدم" والا موڈ نہیں ہے بلکہ چند تاثرات ہیں، چند خاکے، آنسوؤں کی دھندلاہٹ بھی ہے اور مستقبل کا خواب بھی ہے ۔ اگر کوئی ایک اکیلی نظم ان تمام باتوں کا خلاصہ ہے تو وہ "شہرِ آذر" ہے اور اسی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے

Scanned by CamScanner

اسی عنوان سے علیحدہ کتاب چھاپنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی لئے اس مجموعے میں یہ نظم دوبارہ شامل کی گئی ہے۔

میں نے جو تھوڑی بہت دنیا دیکھی ہے اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ گذاری ہے۔ اس سے میرے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ محض مشرق کی دہائی دے کر کوئی نہ کوئی نقاد اس مجموعے کو بغیر پڑھے بدنام کرا سکتا ہے۔ بلکہ ایک چھوٹے سے پیمانے پر ایسا ہوا بھی ہے۔ ایک صاحب نے جو کئی اخباروں، رسالوں کے مدیر اور شاعر، مضمون نگار وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مجھے خط میں لکھا تھا کہ آپ نے شکست، فرار، انتقام والی نظم میں اپنے اسی زمین کے دوستوں کا جو مذاق اڑایا ہے وہ نہ آپ کو زیب دیتا ہے نہ آپ کے حق میں اچھا ہے۔ بہرحال "شریکِ حیات" (یہ نظم شہرآذر میں شامل ہے) کی بات بھی چونکہ درمیان میں آگئی ہے اس لئے آپ کو صرف مبارکباد دیتا ہوں۔" میرے حق میں اچھا نہ ہونے والی جو دھمکی ہے اس کے تو نہ جانے کیا معنے ہیں لیکن اتفاق دیکھئے کہ "شریکِ حیات" عنوان کی نظم میں نے یورپ جانے سے چھ سال قبل لکھی تھی۔ اسی طرح اور بھی چند اصحاب نے میرے یورپ کے ردِ عمل ان نظموں میں ڈھونڈے ہیں جو کافی عرصہ پہلے کی ہیں۔ ایمانداری کی بات تو یہ تھی کہ میں ان تمام نظموں، غزلوں پر تاریخیں درج کر دیتا لیکن اس طرح ایک لطف سے محروم ہو جاتے گنجائش نکل آتی۔

ہمارے سفر کا جغرافیہ یہ تھا۔ انگلستان۔ فرانس (رووژر۔ کیلے۔ ایملین۔ پیرس۔ ریلنز)۔ بلجیئم، ہالینڈ۔ جرمنی (کولون۔ فرینکفرٹ، میونخ) سوئٹزرلینڈ۔ دوبارہ فرانس (جنوبی سمت۔ مانٹے کارلو)۔ اٹلی (میلان۔ جینو۔ فلورنس۔ روم۔ وینس)۔ آسٹریا۔ یوگوسلاویہ (ٹرائیسٹ۔ زغرب۔ بلگریڈ) یونان (ایتھنز۔ تھسولونیکا)۔ ترکی (استنبول۔ انقرہ)۔ سیریا۔ لبنان (بیروت دمشق)۔ جارڈن۔ عراق۔ فارس (زاہدان)، پاکستان (کوئٹہ)۔

جب ہم انگلستان سے نکلے تھے اور اس دکھ اور درد کے ساتھ جیسا کہ اپنے وطن کو چھوڑتے وقت محسوس ہوتا ہے، جیسے دل کی کشتی اس گہرے نیلے پانی کے دھاروں پر ایک بار پڑ گئی تو نہ جانے کدھر نکل جائے ؎

Scanned by CamScanner

نگر نگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملاح
میں ان خوابوں کے مبہم سناٹے سے آگاہ
اونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ (ڈوور)

اس کے ساتھ ساتھ یہ امکانات بھی تھے ؎

شاید اس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل اک دن مل جائیں

خدا کا شکر ہے کہ ڈوور سے چلنے اور کوئٹے پہنچنے والے لمحے کے درمیان "یورپ لعید" اور مشرق وسطی بھی آ گئے اور دل کو یہ تسلی ہوئی کہ ہم اپنے ملک میں ہزار خواب سہی لیکن اکثر سے اچھے ہیں ورنہ اگر کہیں ہم بھی پی اے او کے طیارے سے سیدھے واپس پہنچ جاتے تو کسی رات بھی نیند نہ آتی۔

ہم نے دو سو سال انگریز کی غلامی کی۔ لیکن جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ ہم پر حکومت کرنے والا انگریز اور انگلستان میں رہنے والا انگریز دو مختلف قومیں ہیں۔ ایک میں نشہ تھا، غرور تھا، فراست و تدبر کے ساتھ دوسرے کو محکوم بنائے رکھنے کی سیاست تھی۔ دوسرے میں دیانت، بردباری، ضبط اور مکمل جمہوریت تھی۔ اسی تضاد کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ؎

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
دانستہ روا رکھے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہو گی تجھے منظور!
توصیفِ شبِ ہجر و نوائے دلِ بیتاب؟
اے نزہتِ مہتاب!
(اے نزہتِ مہتاب!)

یہ تو ان کا اپنا تضاد تھا۔ دوسرا تضاد ان کا اور ہمارا ہے۔ اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان کے برعکس، نہ ہماری خوشی خوشی کی طرح ہوتی ہے اور نہ غم، غم کی طرح، ہم سب خدا کی سلطنتِ جبر و اختیار میں مضمحل اور سوختہ حال اور تبسمِ فردا سے بے نیاز بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں رسمِ دل کے مطابق نہیں، بلکہ لہر کی آغوش میں رہنے کے باوجود لہروں سے بچ

کر۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کی رسم حلقۂ دار و رسن سے گزرے بغیر نہیں چل پاتی۔ یہ ساری باتیں مجھے چیپل کا سل کی ایک شام اور یورپ کی ہر شام نے سمجھائی ہیں۔

"شہرِ آذر" کے بعد جو نظم ان "ثقافتوں کی مختلف طبعیتوں کا عکس پیش کرتی ہے وہ "فرار، شکست، انتقام وغیرہ" ہے۔ میں اس نظم کے بارے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیک وقت یہ میری سب سے زیادہ ذاتی اور سب سے زیادہ غیر ذاتی نظم ہے۔ اس نظم میں مشرق اور مغرب کا بُعد بھی ہے۔ وہ یکجائی بھی ہے جہاں سب ایک ہی حمام میں ننگے ہو جاتے ہیں۔ مہا تما جی سے ستا زتز علیہ السلام تک سے

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے
صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے
سچائی ایک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر
سوئی ہوئی تھی شور سنا تو خوف کے مارے
تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی
روپ بدل کر پیچھے نکلی آگے آگے!
مشرق کے پنڈت مغرب کے گرجا والے

(۲)

(فرار، شکست، انتقام)

یوں تو ہر شخص کو اپنے ماں، باپ، بھائی، بہنوں سے محبت ہوتی ہے۔ لیکن اکثر خاندانوں میں کوئی نہ کوئی ایک شخص ایسی ہمہ گیر شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ جو تمام خاندان کا مرکز بن جاتا ہے۔ میرے بڑے بھائی مجتبیٰ زیدی میرے لئے صرف بھائی نہیں تھے بلکہ ماں اور باپ بھی تھے اور کتنے ہی دوسرے لوگ بھی ان کے متعلق اسی طرح سوچتے تھے۔ اگست ۱۹۵۷ء میں جس طرح کا سفر میں نے کیا تھا اسی طرح کے سفر سے وہ بھی انگلستان سے واپس آ رہے تھے۔ مشہد تک پہنچ چکے تھے۔ جب ان کی کار کا ایک بس سے حادثہ ہو گیا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ یہ سانحہ میرے اور بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں جتنا انقلاب انگیز اور روح فرسا تھا اس کا اظہار میرے بس کی بات نہیں۔ یہ کتاب اسی مرحوم بھائی کے نام معنون ہے۔ جس کی موت کا یقین نہیں آتا۔ اور جس کے بعد اپنی زندگی بیکار، بے معنی اور موت سے بدتر معلوم ہوتی ہے۔

گذرنے والوں میں کتنے جگر فگار تھے آج
فقیرِ راہ ہیں ہم، ہم کو کیا نہیں معلوم

صبا چلی تو ہے اس بار جھولیاں بھر کے
کسی کو راس کبھی آئے گی یا نہیں معلوم

ہمیں بھی راہ میں اک دن تمہارا خانہ بدوش
نظر تو آیا تھا لیکن پتہ نہیں معلوم

بہت سے وہ ہیں جو بارِ سفر اٹھا نہ سکے
بہت سے وہ ہیں جنہیں راستہ نہیں معلوم

Scanned by CamScanner

اندیشہ ہائے دور دراز

اب سے پہلے بھی اس محفل رقص میں گھنگروؤں کے چھناکے بکھرتے رہے
قبل اور وسط اور حال کے قافلے سب اسی راستے سے گذرتے رہے
مندروں میں کھنکتی رہیں گھنٹیاں مسجدوں کے منارے ابھرتے رہے

اب سے پہلے بھی آسودگی کیلئے آسماں کی طرف آنکھ اٹھتی رہی
اب سے پہلے بھی حسنِ سفر کیلئے کہکشاں کی طرف آنکھ اٹھتی رہی
اب سے پہلے بھی انسان کے نکتہ چیں اعتقادات کی بات کرتے رہے

خوبصورت سی اک ناؤ دے کر سخن گر نے لہروں کے چکر میں الجھا دیا
معتبر رہنماؤں نے دھوکے دیئے خضر صورت بزرگوں نے بہکا دیا
خضر صورت بزرگوں کی آنکھوں میں تقدیس کے سرخ ڈورے ابھرتے رہے

Scanned by CamScanner

آدمی کے تراشے ہوئے وہم نے آدمی کے لئے خار و خس چُن دیئے
قیصروں سے غلامی کا تمغہ ملا دیوتاؤں نے افلاس کے ہُن دیئے
پاک پروردگارِ مہ و مہر کی رحمتوں سے اندھیرے نکھرتے رہے

چشمِ مشتاق کو رُخ کی تابانیاں دیکھنے کی سعادت نہیں مل سکی
شام گزرے بھی مدت ہوئی اور ابھی آئینے کو اجازت نہیں مل سکی
صبح بھی تجھ سے پوچھیں گے اے دردِ دل تیرے گیسو کہاں تک سنورتے رہے

Scanned by CamScanner

مارگرٹ

محل کے در پہ کلیسا کے طاقِ کہنہ میں
کہاں کہاں نہ چراغاں ہوا دلِ بے تاب
پھر ایک بار کسی بے ستون کا پتھر
مزاجِ تیشہ کا پرساں ہوا دلِ بے تاب
وہی قدیم کہانی نئے سرے سے چلی
وہی روش وہی عنواں ہوا دلِ بے تاب
تمام رات بکنگھم میں دیپ جلتے رہے
تمام رات شہیداں ہوا دلِ بے تاب
جو لوریوں کے ترنم میں سج کے آتا تھا
وہ خواب خوابِ پریشاں ہوا دلِ بے تاب
کئی لباس تھے پر صرفِ چاک ہونے کو
ہم عاشقوں کا گریباں ہوا دلِ بے تاب

Scanned by CamScanner

ابھی جب اپنی عنایات کا خیال آیا
سُنا ہے حسن پشیماں ہوا دلِ بے تاب
نہ یہ کہ بات فقط ٹاؤن سنڈ پہ گزری
کسی کا ہم پہ بھی احساں ہوا دلِ بے تاب

Scanned by CamScanner

ایک عصرانہ

جانِ محفل ترا اندازِ سخن جو کچھ ہو
تیری افتاد، ترے دل کی جلن جو کچھ ہو
تجھ کو آتا ہو ستاروں سے کنایہ کرنا
تو نے سیکھا ہو خداؤں کو رعایہ کرنا
لفظ کی اوٹ میں کھلتے ہوں معانی کیا کیا
بات بنتی ہو اشاروں کی زبانی کیا کیا

آج ٹوٹا یہ طلسمِ لب و سحرِ امکاں
جب تری جنبشِ ابرو سے نہ چٹکیں کلیاں
تو نے تسخیر و تعلق کے لئے کیا نہ کیا
اس نے اظہار تو کیا وہم تمنا نہ کیا
اے کہ تو شمع سمر طور ہے کاشانوں میں
نام بھی اس نے نہ پوچھا ترا مہمانوں میں

Scanned by CamScanner

فرار، شکست، انتقام وغیرہ وغیرہ

(ہر شاعر اور ہر عاشق کے علاوہ سنجیدگی سے خود اپنی عبرت کیلئے)

حصّہ اوّل :-

اچھا ہوا کہ رسمِ مروت بھی اُٹھ گئی
اچھا ہوا کہ آنکھ کا پانی بھی ڈھل گیا
تاروں میں جس خلوص کے نکھرے تھے خدوخال
وہ دن کی تیز دھوپ میں آیا تو جل گیا

اک لمحہ جاوداں نہ اگر ہو سکا تو کیا
ہم کو شکستِ حرفِ تمنا کا غم نہیں!
آئینِ سنگ باریٔ فطرت کا رنج ہے
شیشوں کے سوگوار مسیحا کا غم نہیں

اب یہ تو ہے کہ قصہ فرہاد پہ ہمیں
وحشت نہ ہوگی ٹوٹ کے رونا نہ آئیگا

Scanned by CamScanner

پروائے ننگ و نام رہے گی جو کل نہ تھی
دل کو دیارِ غیر میں کھونا نہ آئے گا

احساس تو رہے گا کہ ہر ایک بات پر
ہم ہی غلط ہیں سارا زمانہ غلط نہیں
سینہ فگار ہے تو ہمارا قصور ہے
آقائے دو جہاں کا نشانہ غلط نہیں

ہر "خیر خواہ" کو دلِ ناداں نے آج تک
"ناصح" کہا "حکیم" کہا "محتسِب" کہا
ہر "باشعور" دوست پہ سو پھبتیاں کسیں
"زندگی" کو "فہم" "خانہ خرابی" کو "طِب" کہا
ماضی کے قیس آج کے ہم دونوں سادہ لوح
اسٹیکل اور فرائڈ کے کردار عام ہیں
یکتائے روزگار نہیں ہم میں ایک بھی
ہم لوگ صرف اپنی نظر میں امام ہیں

Scanned by CamScanner

سب کچھ گنوا کے آج فقط یہ پتہ چلا
آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہیئے
دنیا میں مہ لقاؤں کی کوئی کمی نہیں
کس کس پہ جان دیجئے کس کس کو روئیے

ایک قطعہ اسی سلسلے میں

جسے چاہے اسے دے آمریت
متاعِ تخم کی ناپیدی نہیں ہے
بہت ہے یوں تو اس کے میکدے میں
برائے مصطفیٰ زیدی نہیں ہے

حصہ دوم :-

(زبانِ یارِ من....)

SELF —— PITY
ISN'T WITTY
IT JUST STINKS
WHILE MONOTONOUS RELATION
OF ONE'S SELF DEPRECIATION
MEANS ACCEPTANCE, IN THE END OF ——
ONE'S WORD

Scanned by CamScanner

حصہ سوئم

کچھ عشق کی افتاد تھی کچھ حسن کی توصیف
پہلے تو ہر اک نظم میں اک ڈھنگ تھا اک طور
ہر شاعرِ امروز پہ لازم ہوئی جب فکر
ہم نے بھی کئی ایسے مسائل پہ کیا غور
اس طرزِ تفکر سے ہوا ذہن میں آغاز
شکووں کا اک انبار شکایات کا اک دور
اس قسم کے شکوے کہ جو جائیں تو کہاں جائیں
انسان تو انسان ہے لندن ہو کہ لاہور
اس قسم کے شکوے کہ جواں تھا ابھی زیدی
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اس قسم کے شکوے کہ

یونان کی زمین نے ہذیان و کرب میں
اک اندھے دیوتا کو جنم کس لئے دیا؟
جو بادِ تند و دستِ صبا دیکھتا نہیں
انسان دیکھتا ہے خدا دیکھتا نہیں

Scanned by CamScanner

مری زبان پہ تانبے کا ذائقہ کیوں ہے

مرا ستارہ کدھر جگمگا کے ڈوب گیا؟

نہ جانے سوزِ طبیعت نہیں کہ آہ نہیں

ردائے ابر کے پیچھے نگارِ ماہ نہیں

نہ جانے کیسی ہے اب ارضِ خاک کی صحت

دعا کریں نہ کریں، التجا کریں نہ کریں

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے

صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے

"سچائی" اک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر

سوئی ہوئی تھی شور سُنا تو خوف کے مارے

تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی

روپ بدل کر پیچھے نکلی، آگے آگے

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے

Scanned by CamScanner

اب تک ہمارے ساتھ رفیقانِ جستجو
کچھ موت، کچھ حیات کے ہمراہ آئے تھے

ہم ایسے بدنصیب کہ میخانہ دیکھنے
یاروں کے التفات کے ہمراہ آئے تھے

یوں ہم کہاں، شراب کہاں لیکن ایک شام
کچھ یار دوست ساتھ تھے کچھ ہم اداس تھے

اس کی نظر کے فیض سے غم اور بڑھ گیا
پہلے بھی تھے اُداس مگر کم اُداس تھے

اس اداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

Scanned by CamScanner

میری مضمحل ہمدم
آج میری پلکوں پر
تیری انگلیوں کا لوچ
سسکیاں سی بھرتا ہے
ٹیٹ گیلری کے بُت
کیو گارڈن کے پھُول
ٹیمز کی سبک لہریں
خوں فگار ٹاور کے
وہم آزما کوّے
ایسٹ انڈ کی دنیا
فینچلے کے ریستوراں
ویسٹمنسٹر کے گیت
جیمز پارک میں تیرے
قُرب کی جواں دھڑکن
انتظار کے پودے
اعتبار کی شبنم!

Scanned by CamScanner

میری مضمحل ہمدم
تیرا غم نہ اپنا غم
اس اداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

دوستو اِس جشنِ عالم کے سنہرے دور میں
انفرادی آنسوؤں کی آگ کا غم مت کرو
ایک سورج بادلوں میں کھو گیا تو کیا ہوا
کھڑکیاں کھولو، گھروں کی روشنی کم مت کرو
یہ لہو گندا لہو تھا اس سڑک کو چھوڑ دو
رفتگاں کی ٹوٹتی کڑیوں کا ماتم مت کرو

Scanned by CamScanner

اندھیرے کی سنسان لہروں کے پیچھے
ذرا سا جزیرہ
ذرا سے جزیرے میں دو چار سائے
دھندلکے کی صورت
اندھیرے کی مورت

جو حسرت کو سمجھے نہ خوابوں میں جائے
دھوئیں اور مٹی میں مکڑی کے جالے
یہ روحیں، یہ گھر، یہ محل، یہ شوالے
کوئی اپنے کاندھوں پہ کیا کچھ سنبھالے

اس قسم کی باتیں کہ:

یارو خدا کا خوف کرو، خوش رہا کرو
دشمن کی دوستی سے ڈرو، خوش رہا کرو

یہ بھی نہیں ضرور کہ بے حد ہنسو مگر
رو رو کے میکدہ نہ بھرو، خوش رہا کرو

مرتے ہو، دوسروں کو تو جانیں عزیز ہیں
آشفتہ حالو، خفتہ سرو، خوش رہا کرو

وہ آگہی کہ زلف نہ زنجیر دیکھئے
وہ معرفت کہ کون و مکاں گردِ رہگذار

وہ منزلِ گداز کہ حرفِ سکوت بار
وہ روشنی کہ دوست کی تصویر دیکھئے

Scanned by CamScanner

ماہیت

میں سوچتا تھا کہ بڑھتے ہوئے اندھیروں میں
افق کی موج پہ اُبھرا ہوا ہلال ہو تم
تصورات میں تم نے کنول جلائے ہیں
وفا کا روپ ہو احساس کا جمال ہو تم
کسی کا خواب میں نکھرا ہوا تبسم ہو
کسی کا پیار سے آیا ہوا خیال ہو تم
مگر یہ آج زمانے نے کر دیا ثابت
معاشیات کا سیدھا سا اک سوال ہو تم

Scanned by CamScanner

آسماں زرد تھا

اے کلی تجھ کو ہمارا بھی خیال آ ہی گیا
ہم تو مایوس ہوئے بیٹھے تھے صحراؤں میں
اب ترا روپ کبھی دھندلا سا چلا تھا دل میں
تو بھی اک یاد سی تھی جمگھٹِ حیناؤں میں
تہ بہ تہ گرد سے آلودہ تھا دن کا دامن
رات کا نام نہ آتا تھا تمناؤں میں

رقصِ شبنم کی پرستار نگاہوں کے لئے
دھوپ کے ابر تھے خورشید کی لو چھائیں تھیں
آسماں زرد تھا جیسے کوئی یرقاں کا مریض
جس کے تکیے کے لئے ریت کی دستاریں تھیں
دل بھرا رہتا تھا جلتے ہوئے چھالے کی طرح
روح کے واسطے دلدار یں ہی دیواریں تھیں

Scanned by CamScanner

کوئی آواز نہ آتی تھی بجز صوتِ مہیب
کوئی نغمہ نہ تھا چیلوں کے ترنم کے سوا
سارا انداز تھا پھیلے ہوئے دریاؤں کا
ریگِ صحرا کے سمندر میں تلاطم کے سوا
خشک پتوں کا نمک ریت کے ذروں کی مٹھاس
ہونٹ سب ذائقے رکھتے تھے ترنم کے سوا

کب تک اس دل کی لگن راس نہ آتی آخر
مسکراتا ہوا گردوں پہ ہلال آ ہی گیا
اپنے دیوانوں کو سینے سے لگانے کے لئے
اک غزل پیکر و افسانہ جمال آ ہی گیا
اے فلک تو نے ہمیں خاک سے آخر کو چنا
اے کلی تجھ کو ہمارا بھی خیال آ ہی گیا

Scanned by CamScanner

پولونیئس

(شیکسپیئر ہیملٹ کا ایک ولین)

میں اس افسانے کا کردار ہوں جس کا ہیرو
عرش پر چلتا ہے تاروں پہ قدم رکھتا ہے
اس کی تحویل میں یونان کے بُت رہتے ہیں
وہ کنیزوں میں نگاران عجم رکھتا ہے
تخت و طاؤس و طرب نار و غزال و نکہت
دیر و فردوس و صنادید و حرم رکھتا ہے

وہ اس افسانے کا ہیرو ہے جس افسانے میں
میں جب آتا ہوں تو بے جیب و قبا آتا ہوں
رنگ اور نور کے سیلاب میں میری صورت
آئینہ دیکھنے لگتا ہے تو شرماتا ہوں
دن گذرتا ہے نئے زخموں کو گنتے گنتے
رات آتی ہے تو ہر زخم کو سہلاتا ہوں

Scanned by CamScanner

وہ تو بس ایک ہے اور مجھ سے گریباں بیزار
اتنی تعداد میں ہیں جیسے کہیں مور و مگس
ہیملٹ اس کے لبادے کے تلے چلتا ہے
اور مرے دل میں دھڑکتا ہے سوالوں کا جرس

آخر اک عمر کی محنت ترے کس کام آئی
اس بڑھاپے کی سعادت ترے کس کام آئی
تیری بچی کو بہا لے گئی چھوٹی سی ندی
سینکڑوں سال کی حکمت ترے کس کام آئی

میں اس افسانے کا کردار ہوں جس کے کردار
اک ذرا دھوپ میں نکلیں تو پگھل کر رہ جائیں
خواب اور کہر کی آغوش میں رہنے والے
وقت کی آنچ میں آجائیں تو جل کر رہ جائیں
ہم کسی اور شب و روز سے مانوس نہیں!
اپنی اقلیم سے نکلیں تو نکل کر رہ جائیں

Scanned by CamScanner

اسی خطرے سے نہ ماضی کی طرف آنکھ اٹھی
مُڑ کے دیکھیں گے تو بن جائیں گے ہم سنگِ نمک
نہ کوئی غم، غمِ تاباں نہ مسرت بے لوث
اپنے امروز پہ تنقید نہ فردا پہ کسک
یہ چمکتی ہوئی باتیں یہ دمکتا ہوا ذہن
محض غازے کی عنایات فقط نوکِ پلک

صرف میرے دلِ شوریدۂ ناشستہ کو
کچھ نہ کچھ بننے کی حسرت تھی مگر بن نہ سکا
ایک شعلے کو کبھی حاصل نہ ہوا رقصِ دوام
ایک آنسو کبھی مقدر سے گہر بن نہ سکا
میں نے ہر چند ہواؤں میں بچھائے شہتیر
کوئی چوکھٹ، کوئی گوشہ، کوئی گھر بن نہ سکا

جس نے دیکھی مری پرواز تمسخر سمجھا!
اپنے کبھی مجھ پہ ہنسے غیر کبھی نے کبھی

Scanned by CamScanner

میری اس بے پر و بالی کا تماشہ کرنے
اہلِ ادراک بھی آجاتے تھے، دیوانے بھی
اس کے یونان کے بت دیکھ کے سب بھول گئے
انہی اطراف میں ہیں میرے صنم خانے بھی

کتنے ہنگامے ہیں اس شہر میں سب جانتے ہیں
کتنے ہنگامے ہیں اس قصر میں کس کو معلوم
اس کے دربار کے پالے ہوئے بدشکل غلام
اس کی بے نام حسیناؤں کا حُسن محروم
اس کی راہوں میں سلگتے ہوئے عنبر کا دھواں
اس کی خدمت میں مذاہب کے طلسمانہ رسوم

لوگ سائے کی طرح چلتے ہیں کھو جاتے ہیں
قمقمے جلتے ہیں دوکان سجی رہتی ہے
برف جم جاتی ہے ہر راہ پہ لیکن جس میں
میری بچی کی لحد ہے وہ ندی بہتی ہے

Scanned by CamScanner

اس کے نغموں میں جو آہنگ ہے اسکی بابت
میں نہیں کہتا مری نوحہ گری کہتی ہے

میں وہ کردار ہوں جس کو غمِ دل کے باوصف
لوگ کہتے ہیں کہ بے حس ہے، خراباتی ہے
سانس چلتی ہے تو لے لذتِ رفتارِ خرام
موت آتی ہے تو بے رختِ سفر آتی ہے
میرا جو کام ہے وہ نقص ہے اور نقصِ ضعیف
اس کی جو بات ہے وہ وصف ہے اور ذاتی ہے

میری سازش پہ تو راتوں نے گواہی دی ہے
اس کی سازش کو نسیمِ سحری سے پوچھو
کون دیوانہ تھا اور کون نہایت ہشیار
پوچھنے والوں کی افسانہ گری سے پوچھو
کون سے جرم میں برباد ہوا روزنکرانٹز![1]
میرے ہیرو کی فراست نظری سے پوچھو

۱ دوست جو ہیملٹ کے ایما سے قتل ہوا

آج کی رات پھر اسٹیج پہ رونق ہو گی
"اولڈ وِک" شہرِ طلسمات نظر آئے گا
دیکھنے والوں کو ہر سازشِ خوں کے پیچھے
میرا فتراک، مرا ہات نظر آئے گا

اور میں رسم و روایات کی ضد کے باوصف
ایک ہی جست کو سیماب کی سیرت دے کر
اپنی افسانوی ہیئت کو بدل ڈالوں گا
جب مری روح بر افگندہ نقاب آئیگی
لوگ گھبرا کے چلے جائیں گے اور میں چپ چاپ
ان نئے زخموں کو ویرانے میں سہلا لوں گا

اولڈ وِک ۔ انگلستان کا قومی شیکسپیرین تھیٹر

جُدائی

رُوح کا ایک عمرانی تجربہ

نگارِ شامِ غم میں تجھ سے رخصت ہونے آیا ہوں
گلے مل لے کہ یوں ملنے کی نوبت پھر نہ آئے گی
سِرا ہے جو ہم دونوں کہیں مل بھی گئے تو کیا
یہ لمحے پھر نہ لوٹیں گے یہ ساعت پھر نہ آئے گی
کہ میں اب صرف ان گذرے ہوئے لمحوں کا سایہ ہوں

اسی بازار میں، بارہ برس ہونے کو آئے ہیں
کہ میں نے فاسٹس کی طرح اپنی رُوح بیچی تھی!
مسرّت کی مسلسل گردشِ یکساں سے اکتا کر
تجھے حاصل کیا تھا اور ہر صورت بھلا دی تھی
پرانے ساز و ساماں اب مجھے رونے کو آئے ہیں!

غضب کی تیرگی ہے راستہ دیکھا نہیں جاتا
ہوا کے شور میں دریا کی موجیں بڑھتی جاتی ہیں
زمیں سے اکھڑے جاتے ہیں درختوں کے قدم پیہم
چٹانیں روپ بدلے زیرِ لب کچھ پڑھتی جاتی ہیں
اب اپنی انگلیوں کا فاصلہ دیکھا نہیں جاتا
جرس کی نغمگی آوازِ ماتم ہوتی جاتی ہے
وہی معمول کے بت ہیں، وہی لمحوں کی ویرانی
ذرا سی دیر میں یہ دھڑکنیں بھی ڈوب جائیں گی
مری آنکھوں تک آ پہنچا ہے اب بہتا ہوا پانی
تری آواز ــــ مدھم ــــ اور مدھم ہوتی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

ایک سہرا

یارو شہیدِ رسمِ جفا ہم ہوئے کہ تم
اپنی سلامتی سے خفا ہم ہوئے کہ تم

ہم پہ ہنسے گا جو بھی سنے گا یہ واردات
رُسوا سرِ سموم و صبا ہم ہوئے کہ تم

اس کے حریمِ عارض و لب کے سکوت میں
ٹوٹے ہوئے دلوں کی صدا ہم ہوئے کہ تم

مانا کہ وہ ہمارے مقدر سے دور ہے
اس کیلئے دعا ہی دعا ہم ہوئے کہ تم

مانا کہ ہم پہ اس کی محبّت حرام ہے
چُپ چاپ کُشتگانِ وفا ہم ہوئے کہ تم

ہم اس ہوا کو چوم رہے ہیں جہاں وہ تھی
بیعت کُنانِ دستِ صبا ہم ہوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

مشرق کے ہر رواج کی قربان گاہ پر

ہمراہیانِ کُل شہدا ہم ہوئے کہ تم

ہے اسکے چشم و رُخ کی ضیا غیر کیلئے

ہاں اسکے چشم و رُخ کی حیا ہم ہوئے کہ تم

ان انکھڑیوں میں شرم کے ڈورے کہاں سے آئے

ان انگلیوں پہ رنگِ حنا ہم ہوئے کہ تم

نظروں سے دور جس کو بسانی ہیں بستیاں

اس کے غریب شہرِ سبا ہم ہوئے کہ تم

لکھا ہو مل کے سارے ستاروں نے جسکا نام

اس کہکشاں پہ آبلہ پا ہم ہوئے کہ تم

جس کی خموشیوں میں حکایت کا لوچ تھا

اس کی حکایتوں کی بنا ہم ہوئے کہ تم

اس ایک دن میں کتنی ہی صدیاں گذر گئیں

اس ایک پل میں اپنی قضا ہم ہوئے کہ تم

اس عقل و فہم و عمر و فراست کے باوجود

ذہنِ رقیب و دستِ گدا ہم ہوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

وفا کیسی؟

آج وہ آخری تصویر جلا دی ہم نے

جس سے اس شہر کے پھولوں کی مہک آتی تھی
جس سے بے نور خیالوں پہ چمک آتی تھی

کعبۂ رحمتِ اصنام تھا جو مدت سے
آج اس قصر کی زنجیر ہلا دی ہم نے

آگ، کاغذ کے چمکتے ہوئے سینے پہ بڑھی
خواب کی لہر میں بہتے ہوئے آئے ساحل
مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا سلگتا ہوا کرب
سرسراتے ہوئے لمحوں کے دھڑکتے ہوئے دل
جگمگاتے ہوئے آویزوں کی مبہم فریاد
دشتِ غربت میں کسی حجلہ نشیں کا محمل

Scanned by CamScanner

ایک دن روح کا ہر تار صدا دیتا تھا
کاش ہم بک کے کبھی اس جنسِ گراں کو پا لیں
خود بھی کھو جائیں پر اس رمزِ نہاں کو پا لیں
عقل اس حور کے چہرے کی لکیروں کو اگر
آ مٹاتی تھی تو دل اور بنا دیتا تھا

اور اب یاد کے اس آخری پیکر کا طلسم
قصۂ رفتہ بنا زیست کی ماتوں سے ہوا
دور اک کھیت پہ بادل کا ذرا سا ٹکڑا
دھوپ کا ڈھیر ہوا دھوپ کے ہاتھوں سے ہوا
اس کا پیار اس کا بدن اس کا مہکتا ہوا روپ
آگ کی نذر ہوا اور انہی باتوں سے ہوا

Scanned by CamScanner

گواہی

(اَ)

خدا کی قسم
جو کہوں گا فقط سچ کہوں گا
کٹہرے کے پیچھے یہ انسان دراصل اک بھیڑیا ہے
بہت ہم نے اس کو سمجھایا، حقیقت کا رستہ دکھایا
ہر اک رنگ سے راستی پر بلایا
مگر یہ نہ آیا
یہاں تک کہ اک روز جب رات دن سے گلے مل
رہی تھی
(ہوا چل رہی تھی، کلی کھل رہی تھی)
میں اک چیخ سن کر کنوئیں پر جو پہنچا تو دیکھا
کہ یہ بھیڑیا ایک کمسن کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کی
آبرو کا لہو کر رہا ہے

Scanned by CamScanner

(۲)

خدا کی قسم

جو کہوں گا فقط سچ کہوں گا

کٹہرے کے پیچھے یہ انسان دراصل اک دیوتا ہے

جو نیلی گپھاؤں سے اوپر افق سے، ہمارے لئے رہنما

بن کے آیا

ہمیں اس نے چلنا اُبھرنا، بھٹک کر سنبھلنا سکھایا

مگر اس کے ہمسائے کی آمرانہ رعونت کو یہ سب

نہ بھایا

اور اک شام جب یہ مرے ساتھ اک کھیت میں چل

رہا تھا

یہ ہمسایہ اپنے کئی نوکروں اور غلاموں کو ہمراہ لایا

زد و کوب کی، ایک جھوٹا مقدمہ بنایا

قیامت تو یہ ہے کہ مے ایک نے پی ہے اور دوسرا ہاؤ ہو

کر رہا ہے!

Scanned by CamScanner

دلِ رُسوا

وہی اک ہمدمِ دیرینہ رہا اپنا رفیق
جس کو ہم سوختہ تن، آبلہ پا کہتے تھے
جس کو اغیار سے حاصل ہوئی فقروں کی صلیب

شہر کے کتنے ہی کوچوں سے اٹھا اسکا جلوس
کتنے اخباروں نے تصویر اتاری اس کی
اس کے درشن سے بنا کوئی رشی کوئی ادیب

اگلے وقتوں سے یہی رسم چلی آتی ہے
ہم نے چاہا تھا کہ دنیا کا مقدر بن جائے
خود ہمیں ہو گئے برباد تو یہ اپنے نصیب

Scanned by CamScanner

چیرنگ کراس

کوئی تم سے پوچھے ——

ستاروں کی رونق، چراغوں کی قربت، شبستاں کے اسرار

کافی نہیں تھے

جو تم نے کسی طاقِ دل سے لرزتی ہوئی موم بتی کی لو

کبھی چرالی ؟

کوئی ہم کو دیکھے ۔

سرِ رہگذر ایسے بیٹھے ہیں جیسے

کسی نے ذرا بھی جو پوچھا تو اس سے بگڑ کر کہیں گے

یہ دیر و حرم تو نہیں، کعبہ و آستاں تو نہیں ہے

خدا کی زمیں ہے، رہِ عام ہے کوچہ یارِ نا مہرباں تو

نہیں ہے

Scanned by CamScanner

سپنے ٹوٹ رہے

تری نگاہ کے سہمے ہوئے اجالے پہ
مہیب رات کی پرچھائیاں لپکتی ہیں
ذرا سی بات میں نغمہ الجھ بھی سکتا ہے
ذرا سی دیر میں کلیاں بکھر بھی سکتی ہیں

یہ آنسوؤں کا تسلسل یہ کانپتے ہوئے ہونٹ
ترس رہی ہے کھلی رُت تری ہنسی کیلئے
یہ ہات جن کو بنائی تھیں دیپ مالائیں
دعائیں مانگ رہے ہیں مری زندگی کے لئے

اُمید و بیم کے عالم میں بھول کر بھی کبھی
کسی طرف سے نئی روشنی نہیں لپکی!
نہ جانے کب سے ترے رات دن میں فرق نہیں
نہ جانے کتنے دنوں سے پلک نہیں جھپکی

Scanned by CamScanner

مگر اداس نہ ہو میری بد نصیب بہن
یہ نغمہ ساز سے ہٹ کر بکھر نہیں سکتا
ازل سے میں دلِ سیماب وار رکھتا ہوں
میں اسپتال کے بستر پہ مر نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

اے دل اے دل

اے دل اے دل رقص سے آگے کوئی کسی کا میت نہیں ہے
تیری لٹی ہاری آنکھوں میں چیخیں ہیں سنگیت نہیں ہے
کون بھلا سنیاسی بن کر تجھ سے گذر اوقات کرے گا

ان پر ہوگا تیرا اثر کیا جو اگنی کو جل کہتے ہیں
الٹا تو بدنام ہے پاپی سب تجھ کو پاگل کہتے ہیں
تو کب تک سنسار سے غافل، اپنے من سے بات کرے گا

اپنے وقت سے پہلے اکثر بجھ جاتے ہیں جلتے دیپک
تو لیکن اے سب سے نرالے اس دھرتی پر آخر کب تک
زخموں سے ہولی کھیلے گا، اشکوں سے برسات کرے گا

بھڑکے بھڑکے تیری جوالا، سُلگے سُلگے تیرا ساون
بمباروں کی گھوم گرج میں کون سنے گا دل کی دھڑکن
اسپٹنک کے دور میں کون ساکافر ہے جو نعت کرے گا

Scanned by CamScanner

احسان فراموش

جب منڈیروں پہ چاند کے ہمراہ
بجھتی جاتی تھیں آخری شمعیں
کیا ترے واسطے نہیں ترسا، اس کا مجبور مضمحل چہرا؟
کیا ترے واسطے نہیں جاگیں
اس کی بیمار رحمدل آنکھیں

کیا تجھے یہ خیال ہے کہ اسے
اپنے لٹنے کا کوئی رنج نہیں
اس نے دیکھی ہے دن کی خوں خواری آج گذری ہے شب کی عیاری
پھر بھی تیری طرح وہ بے چاری
ساری دنیا سے شکوہ سنج نہیں

Scanned by CamScanner

زندہ باد اے انائے جذبۂ ضبط
مرحبا اے شکوہِ خودداری

اسکی قربت سے تجھ کو پھول ملے، زندگی کے نئے اصول ملے
تیری الفت سے کیا ملا اس کو
زحمتیں، اضطراب، بدنامی

Scanned by CamScanner

ایک کردار

خیال و خواب کی دنیا کے دل شکستہ دوست
ترِی حیات مری زندگی کا خاکہ ہے
غمِ نگار و غمِ کائنات کے ہاتوں
ترے لبوں پہ خموشی ہے، مجھ کو سکتہ ہے

مری وفا بھی ہے زخمی تری وفا کی طرح
یہ دل مگر وہی اک تابناک شعلہ ہے
ترا مزار ہے اینٹوں کا ایک نقشِ بلند
مرا مزار مرا دل ہے میرا چہرہ ہے

جو زہر پی نہ سکا تو حیات سے ڈر کے
وہ زہراب بھی بدستور پی رہا ہوں میں
شدید کرب میں تو نے تو خودکشی کر لی
شدید تر غمِ ہستی میں جی رہا ہوں میں (روشنی)

Scanned by CamScanner

ایک علامت

(سعادت حسن منٹو کی وفات پر)

گھاس سے بچ کے چلو ریت کو گلزار کہو
نرم کلیوں پہ چڑھاؤ غمِ دوراں کے غلاف
خود کو دل تھام کے مرغانِ گرفتار کہو
رات کو اس کے تبسم سے لپٹ کر سو جاؤ
صبح اٹھو تو اسے شاہدِ بازار کہو
ذہن کیا چیز ہے جذبے کی حقیقت کیا ہے
فرش پہ بیٹھ کے تبلیغ کے اشعار کہو

اسی رفتار سے چلتا ہے جہانِ گزراں
انہی قدموں پہ زمانے کے قدم اٹھتے ہیں
کوئی عینک سے دکھاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں
کوئی کاندھوں پہ اٹھاتا ہے تو ہم اٹھتے ہیں

ایک رقاصۂ طناز کی محفل ہے جہاں
کبھی آتے ہیں بھتیجے کبھی عم اٹھتے ہیں

کبھی اک گوشۂ تاریک کے ویرانے میں
کسی جگنو کے چمکنے پہ فغاں ہوتی ہے
کبھی اس مرحمتِ خاص کا اندازہ نہیں
کبھی دو بوند چھلکنے پہ فغاں ہوتی ہے
کبھی منزل کے تصور سے جگر جلتے ہیں
کبھی صحرا میں بھٹکنے پہ فغاں ہوتی ہے

ہم نے اس چور کو سینوں میں دبا رکھا ہے
ہم اسی چور کے خطرے سے پریشاں بھی ہیں
کون سمجھے گا کہ اس سطحِ خوش آواز کے بعد
اسی ٹھہرے ہوئے تالاب میں طوفان بھی ہیں
بھائی کی آنکھ کے کانٹے پہ نظر ہے سب کی
دیوتا بھی ہیں اسی بزم میں انسان بھی ہیں

Scanned by CamScanner

خطِ سرطان سے آتی ہے ملہرؔ کی آواز
اور امریکہ کے بازار میں کھو جاتی ہے
جانس کی فکر نے تعمیر کیا ہے جس کو
وہ زمیں حسرتِ معمار میں کھو جاتی ہے
کبھی منٹو کا قلم بن کے دہکتی ہے حیات
کبھی سرمائے کی تلوار میں کھو جاتی ہے

ہر پیمبر پہ ہنسا ہے یہ زمانہ لیکن
ہر پیمبر نے جھکائی ہے زمانے کی جبیں
اپنے ہمعصر سے خائف نہ ہو اے وقت کی آنچ
اسکی مٹی میں ستاروں کا دھواں ہے کہ نہیں
اس مٹی سے دمکتی ہے یہ دھرتی ورنہ
"دُر دیک ساغرِ غفلت ہے چہ دُنیا و چہ دیں"

جسم کے داغ چھپانا تو کوئی بات نہیں
روح کے زخم سلگتے ہیں پسِ پردۂ دل

سر چھپا لیتے ہو تم ریت میں جس کے آگے
اسی طوفان میں گھر جاتے ہیں لاکھوں ساحل
ایک راہی جسے احساسِ حسرت نہ طلب
اک سفر جس میں نہ منزل نہ سراغِ منزل

اپنی حساس سبک ناک سے رومال ہٹاؤ
کھاد میں محض تعفّن ہی نہیں خیز بھی ہے
ذوق درکار ہے قطرے کو گہر کرنے میں
یہ مئے ناب پر اسرار بھی ہے تیز بھی ہے
کچھ تو ہے وجہ دل آزاری و آہنگ و ستیز
ورنہ یہ طبع خوش اخلاق و کم آمیز بھی ہے

شہر کی تیرہ و تاریک گزرگاہوں میں
داستاں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا
زیست قانون و فرامینِ قفس کے آگے
بے زباں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا

Scanned by CamScanner

اس شفاخانۂ اخلاق میں نشتر کے قریب
رگِ جاں ہو گی تو منٹو کا قلم ٹیکے گا

گوپی ناتھ اور ظفر شاہ کے جیسے کردار
کتنی گمنامی میں جی لیتے ہیں، مر جاتے ہیں
کس نے ان آنکھوں میں وہ خواب لپکتے دیکھے
جو اس انسانوں کے جنگل میں بکھر جاتے ہیں
کس کا آئینہ ہے موذیل کی اس روح کا عکس
جس میں مریم کے حسیں نقش نکھر جاتے ہیں

اے نئے عصر کی رگ رگ کو سمجھنے والے
فہم و ادراک بڑی ہیں تو بڑی تیری ہے
چند لمحوں کی خدائی ہے روایات کے ساتھ
فن کے آدرش کی روحِ ابدی تیری ہے
موت یہ صرف سعادت کی ہے منسوخ نہیں
یہ شب و روز ترے ہیں یہ صدی تیری ہے

Scanned by CamScanner

تو دوست کسی کا بھی---

کتنے آئے، کتنے گئے ہم آس لگائے بیٹھے ہیں
پلکوں پہ انگارے رو کے دیپ جلائے بیٹھے ہیں
کوئی ہماری بات سنو ہم صبح سے آئے بیٹھے ہیں

صبح کی بے فکری دے کر شاموں کی ہر اک صحبت دے کر
لوگ تو دو کوڑی بھی نہ دیں پر ہم نے تری قیمت دی ہے
درد خریدا تھا سو اب اس کو دل سے لگائے بیٹھے ہیں

ٹوٹے یوں کتنے رشتے سے مر کر جینا سیکھ سکو تو !
وہ مر جائیں آپ کا جب نہ ہو اگر تو کیا ہو گا ؟
زیدی صاحب آپ یہ کس کا سوگ منائے بیٹھے ہیں

منزلیں، فاصلے

حافظے کی مدد سے چلو، ساتھیو
دور تک کھر ہی کھر ہے، راستے
راہ گیروں کے قدموں سے لپٹے ہوئے
اونگھتی سرحدوں کی طرف کھو گئے

ایک بے نام خطرے سے سہمے ہوئے
رنگ و رم کے لپکتے قدم تھم گئے
اور دریچوں سے بڑھتی ہوئی روشنی
برف و باراں کی یلغار میں کھو گئی
وقت عفریت کی رہ گزر بن گیا
شہر کا شہر اجڑا کھنڈر بن گیا

اس کراں تا کراں گونجتی رات میں
اس بپھرتے ہوئے بحرِ ظلمات میں

Scanned by CamScanner

کون سنتا خداؤں کی سرگوشیاں
کون بنتا نئی صبح کا پاسباں؟

سرنگوں تھے مہ و انجم و کہکشاں
سخت تھی یہ زمیں، دور تھا آسماں
جبر کے بازوؤں میں تڑپتی رہی!
اک کنوارے تبسم کی دوشیزگی
مجھ سے لہجے کی دھیمی کسک چھن گئی
میرا فن، میرے فن کی دمک چھن گئی
دل کی بے خوف للکار تک چھن گئی

حافظے کی مدد سے چلو ساتھیو
آؤ روشن کریں یاد کی انجمن
آؤ ڈھونڈیں وہ رسمِ جنوں، وہ چلن
دل کی آوارگی، ذہن کا بانکپن
اپنی شبنم سے نکھری ہوئی کھیتیاں

Scanned by CamScanner

اپنے اودے پہاڑوں کی پہلی کرن
اک نہ بھولے ہوئے خواب کی سرخوشی
اک نہ سمجھے ہوئے دیوتا کی لگن

اک نہ دیکھے ہوئے روپ کی کہکشاں
اک نہ اجڑے ہوئے شہر کی داستاں
اک نہ بکھرے ہوئے پھول کی نرمیاں
سحر و دام و طلسمات کے کارواں
جیسے موصل کی رنگین شہزادیاں
جیسے پہلی محبت کی بے تابیاں

کل جو گھر جل گئے تھے اسی راکھ سے
آؤ تعمیرِ دربار و ایواں کریں
آنسوؤں سے بہت سے دیئے بجھ چکے
آؤ اب آنسوؤں سے چراغاں کریں

Scanned by CamScanner

دُوری

اے بہار تجھ کو اس کی کیا خبر
اے نگار تجھکو کیا پتا
دل کے فاصلے کبھی نہ مٹ سکے
انتہائے قرب سے بھی کیا
سب کی اپنی اپنی شخصیت الگ
سب کا اپنا اپنا زاویا
وہ بھی پھول تھے جو ہار بن گئے
وہ بھی پھول تھا جو جل گیا

Scanned by CamScanner

ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف

Scanned by CamScanner

صنم خانے

سچ یہ ہے کہ وہ غم بھی رہا شاملِ امروز
جس غم میں نہ تخلیق نہ تعمیر نہ پرواز

جو گنبدِ آفاق کی ہمراز رہی تھی
دیوار سے ٹکرا کے پلٹ آئی وہ آواز

اب سنگ سبک مایۂ زنداں بھی نہیں ہیں
آئینۂ زلف و لب و مژگاں تھے جو الفاظ

جس طبع کے دامن میں تھے اٹھتے ہوئے خورشید
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے بھی ناراض

اے نزہتِ مہتاب!

امروز کہ سڑکوں کے چراغاں میں کٹا تھا
امروز کہ تھا رنگِ رُخ و نور کا سیلاب
کچھ اور بھی تھا رنگِ رُخ و نور سے آگے
جلتا ہوا آہنگ سلگتا ہوا مضراب

Scanned by CamScanner

صدیوں کے تمدن سے دمکتی ہوئی دیوار
قرنوں کے احادیث سے نکھری ہوئی محراب
اک دل جو روایات کی ہر وضع کا مرکز
اک ذہن جو تحریکِ سماوات میں سیماب

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
دانستہ روا رکھے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقیں آئے کہ میں اپنی خوشی میں
تحقیر سے دہراؤں گا فریاد کے القاب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہوگی تجھے منظور
توصیفِ شبِ ہجر و نوائے دلِ بے تاب
اے نزہتِ مہتاب!

(لندن)

اسیروں کا گیت

(ایک ریویو)

ریویو سطحی اور وقتی دلچسپی کے لئے پیش کئے جانے والے طربیہ کو کہتے ہیں۔ اس طربیے کے پیچھے کبھی کبھی ایک حزن اور ایک آس نظر آسکتی ہے۔ جیسا کہ اس گیت میں ہے۔ یہ گیت لندن کے قدیم "ونڈمل تھیئٹر" کے ایک ریویو کا تاثر ہے۔

(۱)

آج کی رات بھی کٹ گئی
جھومتی مسکراتی ہوئی
اب کی برسات بھی کٹ گئی

زخم دھونے کی فرصت ملے
کاش وہ فصل بھی آسکے
جس میں رونے کی فرصت ملے

Scanned by CamScanner

(۲)

ہم نے جو کچھ کہا، ہو گیا
وقت قدموں سے لپٹا رہا
فاصلہ راہ میں سو گیا

رنگ و رَم سے سبھی الجھے کوئی
کوئی پتھر، کوئی خارِ غم
کاش ہم سے کبھی الجھے کوئی

(۳)

ہم کہ خوابوں کی شہزادیاں
ہم کہ نغموں کی روحِ رواں
ہم کہ پندار کی دیویاں

کاش دنیا خجل دیکھ لے
دیویوں کی قبا کے اُدھر
کوئی عورت کا دِل دیکھ لے

Scanned by CamScanner

شہرِ آذر

(پیل کاسِل پر ایک شام)

انگلستان کے جزیرے "آئیل آف مین" کے مغربی ساحل پر شہر پیل ہے جسے SUNSET CITY OF THE WEST کہا جاتا ہے۔ پیل کاسل پر ورڈسورتھ کی بھی ایک نظم ہے جو اس نے بیومانٹ کی بنائی ہوئی تصویر دیکھ کر لکھی تھی اور جس طرف اس نظم میں اشارے ہیں۔ میں نے "شہرِ آذر" کے بیشتر حصے پیل کاسل کے سامنے پہاڑیوں پر لکھے ہیں

میں اس پہاڑ کی چوٹی پہ کب سے بیٹھا ہوں
پرومناڈ پہ سورج کی آخری کرنیں

اداس لہروں کی مدھم سروں میں ڈوب گئیں
فضا نے آنکھوں میں کاجل سے نقش کی تحریر

شفق نے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالیں
سرود و سحر و طلسمات کے جزیرے میں

نگارِ ساحلِ مغرب کہاں سنور کے چلی؟

کسی کی یاد کا بارِ گراں اٹھاتے ہوئے

عجب فسوں ہے دھندلکے میں پیپل کا سل پہ

نہ سوزِ شاہدِ تنہا نہ سازِ شاہدِ بزم

نہ ہیومانٹ کا خاکہ نہ ورڈسورتھ کی نظم

بس اک خموش کہانی کی چوٹ کھائے ہوئے

ہزاروں شاموں کی تنہا رفیق راہ گزار

لبوں میں راگ، نگاہوں میں آگ بھر کے چلی

میں ان اداس دھندلکوں میں کب سے بیٹھا ہوں

(یہاں بھی اپنی پرا سرار عادتیں نہ گئیں)

پرومناڈ پہ لوگوں نے چند لمحوں کو

نیا دیار بنایا تھا ہر دیار سے دور

خدا کی سلطنت جبر و اختیار سے دور

وہ اک دیار جہاں بانوئے حریم حجاب

چلی تو یورشِ آداب سے گزر کے چلی

Scanned by CamScanner

چلی تو یوں کہ نہ ماضی کا غم نہ شکوۂ حال
جھکیں ادب سے سمندر کی نیلگوں آنکھیں
قدم پہ پھیل گئے ریت کے سنہرے بال
مری وفا کی طرح ایک سو نہ چاکِ جگر
مرے وطن کی طرح مضمحل نہ سوختہ حال
بس اک تبسمِ فردا کی آرزوئے وصال
کسی سے پیار کسی سے نیاز کر کے چلی

یہ ڈوبتے ہوئے سورج کے رنگ و روپ کا شہر
یہ لہر لہر پہ سورج کے آخری سائے
کہ زرد کپڑوں میں جس طرح راہبہ کوئی
گلی سے گھر میں مڑتی ہوئی نظر آئے
کہیں اک اوس کا قطرہ دھوئیں پہ جم جائے
ہر ایک لہر کی تحدیدِ شوق سے بچ کر
ہر ایک لہر کی آغوش میں نکھر کے چلی

اُتر کے اونگھتے ٹھہرے کی نرم باہوں سے
تمہارے قرب کی دھڑکن فضا میں پھیل گئی
کہیں سے خواب کے لمحوں کو مستعار ملی
تمہارے بالوں کی خوشبو تمہارے جسم کا رنگ
تمہارے ہونٹوں کے مدھم، ملائم انگارے
پہاڑ اپنی بلندی کی بات بھول گئے
ہوا، زمین کے میزان پر اتر کے چلی

اگر کچھ اور مہکتے رہے یہ آگ کے پھول
تو ہر خلیل کا پندار ٹوٹ جائے گا
سڈول لمحوں کی آغوش اور تنگ ہوئی
تو رسم دل سے ہر اقرار ٹوٹ جائے گا
طلسم سلسلہ دار ٹوٹ جائے گا
کہ جب یہ رسم چلی ہم جگر فگاروں میں
تو حلقہ رسن و دار سے گزر کے چلی

———— آئیل آف مین (کتاب شہر آذر سے)

فرانس

یوں نرم نگاہی سے ہوا شام کا آغاز
جس طرح کبوتر کے پرے سر سے گذر جائیں
جیسے ترے گیسو مری آنکھوں پہ بکھر جائیں

اس شام سراپردۂ اسرار سے تقدیر
مہکے ہوئے سورج میں نہاتی ہوئی نکلی
لو دَر کے در و بام سجاتی ہوئی نکلی!

اس دیس سے آیا ہے ابھی ایک مسافر
جس دیس میں اک خواب گراں بار ہے منزل
اک حرفِ جنوں، وحشتِ بیمار ہے منزل

اک عمر تو گذری ہے سرِ خستگیٔ محراب
اک شام گناہوں کی حرارت میں بھی گذرے
اے میرے بدن تیری عبادت میں بھی گذرے

Scanned by CamScanner

ناچ اے لبِ خسار کے جلتے ہوئے حلقے
اس لمس کے تہذیب و تمدن سے لپٹ کر
اس شاہدۂ زیست کے اقرار سے کٹ کر

گا اے ابدی راگ سے مخمور جوانی
مرمر کی رگوں میں تپشِ جام اچھل جائے
پتھر کی قبا آنچ کے احساس سے جل جائے

جھوم اے دلِ دانا کہ وہ کل آکے رہے گی
جب ہم دلِ ناداں کا علم لے کے چلیں گے
سینے میں غضب لب پہ قسم لے کے چلیں گے

زہرہ کے حسین جسم اپالو کے حسین خواب
ہم روح کے تنگے تری تکذیب کریں گے
بیدل ہیں تو رفتار پہ تادیب کریں گے

اے عقل محبت کی سزا ہے کہ نہیں ہے
اے جسم ترا پیار رسا ہے کہ نہیں ہے
اے پردۂ اسرارِ خدا ہے کہ نہیں ہے

(پیرس)

Scanned by CamScanner

جرمنی

میں نے کب جنگ کی وحشت کے قصیدے لکھے
میں نے کب امن کے آہنگ سے انکار کیا
میں نے تو اپنے سرِ دامنِ دل کو اب تک
کبھی پھولوں، کبھی تاروں کا گنہگار کیا
اے مری روحِ طرب میں نے ہر عالم میں
جب کبھی تو آئی ترے پیار کا اقرار کیا

لیکن اس دیس کے آہنگِ گراں بار میں بھی
وہی نغمہ ہے جو شب تاب کی تقدیر میں ہے
میں نے زلفوں کے گھنے سائے میں سیکھی تھی جو بات
وہی اس حلقۂ بدنام کی زنجیر میں ہے
کتنے خوابوں کے طلسمات کی جنت ہے یہاں
کون سا خواب ابھی پردۂ تقدیر میں ہے

خواب اس وقت کا جو وقت نہیں آ سکتا
خواب اس وقت کا جس وقت کو آنا ہو گا

Scanned by CamScanner

گیت جس میں لب و رخسار کے افسانے ہیں
گیت جو خود بھی کبھی ایک فسانہ ہو گا!
جس کو چھیڑیں گے مہکتے ہوئے ہونٹوں کے گلاب
جس کو بندوق کے آہنگ پہ گانا ہو گا

آگ کے دشت پڑے، خون کے صحرا آئے
اب بھی لیکن وہی رفتارِ جواں ہے کہ جو تھی
میونخ اب بھی ہر اک عہد کا روشن وارث
ہائیڈلبرگ و حکمت کی دوکاں ہے کہ جو تھی.

فرض کرتے ہیں تری مرگ وہی لوگ جنہیں
خود نہ جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعور!
تیرے ماتھے پہ نئے عہد نئے دن کی امنگ
تیری آنکھوں میں چمکتے ہوئے مہتاب کا نور
ویگنر کا یہ سبک ساز یہ فولاد کے گیت
تیرے سینے کی امنگیں ترے بازو کا غرور
ہم پیمبر تو نہیں ہیں ترے دیوانے ہیں
اک ذرا آگ ہمیں بھی ملے اے شعلۂ طور (فرینکفرٹ)

ڈوور

آؤٹ آوڈیڈرذہن، فرالائن، آؤٹ وِیڈرذہن،

مے خانے سے میلوں جگمگ جگمگ کرتی نہر
تیرے سینے کی طغیانی، میرے دل کی لہر
ریت کی دیواروں سے بنا تھا پیار کا پہلا شہر

نگرنگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملاح
میں ان خوابوں کے مبہم سناٹے سے آگاہ
اونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ

شاید اس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل ایک دن مل جائیں
یہ مبہم مبہم سپنے کمہلائیں یا کھل جائیں

آؤٹ ویڈرذہن، فرالائن، آؤٹ وِیڈرذہن!

آؤٹ ویڈرذہن : خدا حافظ
فرالائن : آنسہ

یونان

ہم تو یہ سوچ کے آئے تھے تری گلیوں میں
کہ یہاں تیشۂ فرہاد کی قیمت ہو گی!
بھائی کیوپڈ سے ملیں گے کسی دوراہے پر
کسی بے نام سے اک موڑ پہ جنت ہو گی
ہم اولمپس پہ خداؤں کی زباں لو لیں گے
اپنی تقدیر میں وینس کی رفاقت ہو گی

با ادب جا کے زئیس سے یہ کہیں گے کہ حضور
آپ اب خلوتِ گمنام سے باہر نکلیں
دیر سے تشنۂ صبحِ لب و رخسار ہیں لوگ
آپ تاریکیِ احرام سے باہر نکلیں!

Scanned by CamScanner

پارتھینان کی مٹی سے جو مَس ہو گی نظر
ہم نے سوچا تھا کہ کھل جائیں گے سارے اسرار
آج کل یوں نہیں ہوتا ہے مگر شاید آج!
ٹوٹ جائیں گے تمدّن کے مہذب پندار

اور اب شام بھی گزری کئی دن بیت گئے
ایسے دن جن میں نہ ارماں نہ گلے ہوتے ہیں
میرا سینہ شبِ مفلس کا وہ افسانہ ہے!
جس پہ ایتھنز کے خاموش دیئے روتے ہیں
ایسی پستی کہ عمارت کا گماں بھی دھوکا
جانے ہم کور نظر ہیں کہ خدا سوتے ہیں
(ایکراپولس)

Scanned by CamScanner

مصر

یہ زندگی، یہ مختصر سی زندگی
اگر یونہی علالتوں کے سلسلے میں کٹ گئی
اگر یہ بانسری نہ اوس پی سکی نہ چاندنی کے نرم گھاؤ سہہ سکی
اگر عروسِ شام کی رِدا نحیف انگلیوں میں تھرتھرا کے رہ گئی
تو میں کہاں تک اپنے حوصلے کے بل پہ اپنی زخم خوردہ کائنات کو سجاؤں گا
دریدہ پیرہن میں زرد زرد پھول باندھ کر
میں سُرخ کونپلوں کی انجمن میں کیسے جاؤں گا
سحر سویز پر ہوئی
تو جلتی آنکھ، تپتے جسم، خشک لب کے باوجود
سویز اپنے ساحلوں کے درمیان ایسے بہہ رہی تھی جیسے کوئی اپنے حسن کا وقار جانتے ہوئے قدم اٹھا رہا ہے
ادب سے اک قطار میں جہاز ایسے بڑھ رہے تھے جیسے کوئی بھکشوؤں کا قافلہ گپھا میں جائے
زنگیوں کے چہرے یوں اجڑ گئے تھے جیسے کوئی اک قدم کے فاصلے پہ موت سے نظر ملائے

انگلستان جاتے ہوئے جبرالٹر پورٹ پر شدید علالت میں لکھی گئی۔

نگارِ ارضِ نیل کے سنہرے جسم کے گداز سے لپٹ کے ایک ایک آرزو چہک گئی

نگارِ ارضِ نیل کی لٹیں کھلیں تو دور دور تک ہوا مہک گئی !

ہوا مہک گئی تو کیا

کہ میں ڈٹال اور اسپرٹ کا میہمان تھا

مرے تھکے ہوئے قدم

سفر کے پہلے سنگ میل سے لپٹ کے رہ گئے

مجھے کسی ملول، دل شکستہ یاد کی طرح

سلگتے آنسوؤں کی لوریوں میں نیند آ گئی

مگر حسین قاہرہ کی رات جاگتی رہی !

مہیب بُت کے عاشقوں کو موت آ گئی تو کیا

مہیب بت کی عظمتِ حیات جاگتی رہی

رجب اللہ

Scanned by CamScanner

کربلا

کربلا، میں تو گنہگار ہوں لیکن وہ لوگ
جن کو حاصل ہے سعادت تری فرزندی کی
جسم سے روح سے احساس سے عاری کیوں ہیں
ان کی مسمار جبیں، ان کے شکستہ تیور!
گردشِ حسن شب و روز پہ بھاری کیوں ہے
تیری قبروں کے مجاور، تیرے منبر کے خطیب
فلس و دینار و توجہ کے بھکاری کیوں ہیں
روضۂ شاہِ شہیداں پہ اک انبوہِ عظیم
بل ایئر اور کرسلر کے نئے ماڈل کو!
اسی خاموش عقیدت سے تکا کرتا ہے
جس کو کہہ دوں تو کئی لوگ بُرا مانیں گے
غیر تو رمزِ غمِ کون و مکاں تک پہنچے
کربلا تیرے یہ غمخوار کہاں تک پہنچے

Scanned by CamScanner

دل کو تہذیبِ تمنا میں خدا ملتا ہے
جنبشِ یک لبِ عیسےٰ میں خدا ملتا ہے
شورِ ناقوس و نظارا میں خدا ملتا ہے
سنگِ محرابِ کلیسا میں خدا ملتا ہے
تیرے دیوانوں کو اے شاہدِ دریائے فرات
اپنی بے مائگئ ذہن میں کیا ملتا ہے
(کربلا)

Scanned by CamScanner

ویلز کی گاڑی

دن بھر کے سورج کی ہمت ٹوٹ چکی تھی
ویلز کو جانے والی گاڑی چھوٹ چکی تھی
یہ احساس تھا جیسے دل آباد نہیں ہے
جانے کون سا اسٹیشن تھا یاد نہیں ہے
یوں بے رنگ تھے جیسے دشت میں گذرے سو سال
ہم ہونے کو کیسا نودا ہوں یا کچھ ہوں

کافی دیر میں پھر سے ہم کی گاڑی آئی
ہم نے اپنا کوٹ سنبھالا فیلٹ اٹھائی
کاریڈر میں داخل ہوتے ہی لہرائے
جسم کو جیسے بھولے سے بجلی چھو جائے
وہ سنگیت تھی یا تارا تھی یا نرس تھی
ایسی شکل تو سارے لندن میں بھی نہیں تھی

Scanned by CamScanner

دو گھنٹوں میں دوست بنے ہم پیار جتایا
یہ قصہ تو خیر کسی فرصت پہ اٹھایا
لیکن اتنا یاد ہے جب سورج نے جگایا
وہ بھی نہیں تھی اپنا اسٹیشن بھی نہیں تھا
جانی، پہچانی چیزیں تھیں خاموشی تھی
ویلز کی گاڑی ویلز سے واپس آ پہنچی تھی

Scanned by CamScanner

فن کے گاہک محو ہیں تکرار میں

ہم تماشائی ہیں اس بازار میں

تیرے خد و خال سے ملتی ہوئی

شکل تھی اک روح کے معیار میں

جھلملائیں پہلے پلکوں کے اُدھر

پھر وُہ شمعیں جاگ اٹھیں رُخسار میں

فتح کے احساس میں گم تھا نیاز

آنسوؤں کی آنچ تھی پندار میں

سب نے اس کے حکم پر سجدے کئے

ہم اکیلے رہ گئے اِنکار میں

(۱۹۷۲)

تری تلاش میں ہر رہنما سے باتیں کیں
خلا سے ربط بڑھایا ہوا سے باتیں کیں

کبھی ستاروں نے بھیجا ہمیں کوئی پیغام
تو مدتوں میں کسی آشنا سے باتیں کیں

ہماری خیر مناؤ کہ آج خود اس نے
بڑے خلوص، بڑی التجا سے باتیں کیں

گناہ گار تو رمز حریم تک پہنچے
ثواب والوں نے بانگ درا سے باتیں کیں

بہت سے وہ تھے جنہوں نے بتوں سے فیض اٹھائے
بہت سے وہ تھے جنہوں نے خدا سے باتیں کیں

نہ جانے کب سے سناتے تھے اس کو ہم احوال
نظر اٹھائی تو پھر ابتدا سے باتیں کیں

ہزار شعر کہے یوں تو کہنے والوں نے
کسی کسی نے دل مبتلا سے باتیں کیں

Scanned by CamScanner

قدم قدم پہ تمنائے التفات تو دیکھ
زوالِ عشق میں سوداگروں کا ہاٹ تو دیکھ

بس ایک ہم تھے جو تھوڑا سا سر اٹھا کے چلے
اسی روش پہ رقیبوں کے واقعات تو دیکھ

غمِ حیات میں حاضر ہوں لیکن ایک ذرا
نگارِ شہر سے میرے تعلقات تو دیکھ

خود اپنی آنچ میں جلتا ہے چاندنی کا بدن
کسی کے نرم خنک گیسوؤں کی رات تو دیکھ

عطا کیا دلِ مضطر تو کی دیئے میرے ہونٹ
خدائے کون و مکاں کے توہمات تو دیکھ

گناہ میں کبھی بڑے معرفت کے موقعے ہیں
کبھی کبھی اسے بے خدشہ نجات تو دیکھ

Scanned by CamScanner

غازی بنے رہے سبھی عالی بیان لوگ
پہنچے سرِ صلیب فقط بے نشان لوگ

اخلاقیاتِ عشق میں شامل ہے یہ نیاز
ہم ورنہ عادتاً ہیں بڑے خودگمان لوگ

چھوٹی سی اک شراب کی دوکان کی طرف
گھر سے چلے ہیں سُن کے عشاء کی اذان لوگ

دل اک دیارِ رونق و رم ہے لُٹا ہوا
گذرے ہیں اس طرف سے کئی مہربان لوگ

اے دلِ انہی کے طرزِ تکلم سے ہوشیار
اس شہر میں ملیں گے کئی بے زبان لوگ

آیا تھا کوئی شام سے واپس نہیں گیا
مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں ہمارا مکان لوگ

ان سے جنہیں کنوئیں کے سوا کچھ خبر نہیں
مغرب کا طنز سنتے ہیں ہم نوجوان لوگ

Scanned by CamScanner

یوں تو وہ ہر کسی سے ملتی ہے
ہم سے اپنی خوشی سے ملتی ہے

سیج مہکی بدن سے شرما کر
یہ ادا بھی اسی سے ملتی ہے

وہ ابھی پھول سے نہیں ملتی
جو ہے کی کلی سے ملتی ہے

دن کو یہ رکھ رکھاؤ والی شکل
شب کو دیوانگی سے ملتی ہے

آج کل آپ کی خبر ہم کو!
غیر کی دوستی سے ملتی ہے

شیخ صاحب کو روز کی روٹی
رات بھر کی بدی سے ملتی ہے

آگے آگے جنون بھی ہو گا!
شعر میں لَو ابھی سے ملتی ہے

Scanned by CamScanner

یہ گھٹا گھٹا طوفان، یہ تھمی تھمی بارش رُو برُو نہ رہ جائے
آج اس طرح رولے جس کے بعد رونے کی آرزو نہ رہ جائے
دوستو گلے مل لو، ساتھیوں کی محفل میں دو گھڑی کو مل بیٹھو
اس خلوص کی شاید میرے بعد دنیا میں آبرو نہ رہ جائے
صبح و شام کی الجھن، رات دن کے ہنگامے روز روز کا جھگڑا
دیکھ پیرِ میخانہ آج میں نہ رہ جاؤں یا سبو نہ رہ جائے
اپنا غم نہ اس کا غم ڈوبتی ہوئی ناؤ کو فکر ہے تو اس کی ہے
دربدر نہ رسوا ہو حسرتوں کا افسانہ کو بہ کو نہ رہ جائے

(ن ہٹ)

Scanned by CamScanner

فضائے شامِ غریباں طلوعِ صبحِ طرب
مری سرشت میں کیا کچھ نہیں بہم آمیز
شکستِ دل کے فسانے کا ایک باب ہے اشک
لہو نے جس میں کیا ہے ذرا سا نم آمیز
مجھے تو اپنی تباہی کا کوئی علم نہ تھا
مگر وہ آنکھ کبھی ہے آج کل کرم آمیز
کبھی جنونِ تمنا کبھی بے غرض بے لوث
کبھی خلوصِ رفاقت کبھی بیش و کم آمیز
مرے صنم میں بہت کچھ خدا کے تیور ہیں
یہ اور بات کہ تیرا خدا صنم آمیز

Scanned by CamScanner

زندگی دھوپ ہے سناٹا ہے
نکہتِ عارض و کاکل والو!
رات آئے گی گزر جائے گی
عاشقو! صبر و تحمل والو!
ہم میں اور تم میں کوئی بات نہ تھی
مہ جبینوں میں تجاہل والو
اعتبارات کبھی اٹھ جائیں گے
اے غمِ دل کے تسلسل والو!
پھر بہاروں میں وہ آئیں کہ نہ آئیں
دوستو! زخمِ جگر دھلوا لو

Scanned by CamScanner

آؤ کسی اداس ستارے کے پاس جائیں
دریائے آسماں کے شکارے کے پاس جائیں

اس سے کبھی پوچھ لیں کہ گذرتی ہے کس طرح
یارو کبھی کسی کے سہارے کے پاس جائیں

مٹھی میں لے کے دل میں بٹھا لیں جو ہو سکے
اک ناچتی کرن کے شرارے کے پاس جائیں

اس مہ جبیں کی یاد بھی باقی نہیں رہی
کس منہ سے چاندنی کے نظارے کے پاس جائیں

ناپختگانِ عشق عجب وسوسے میں ہیں
دیکھیں یہیں کہیں سے کہ دھارے کے پاس جائیں

اس کشمکش میں سارے ادیبوں کا ذہن ہے
دل کی طرف چلیں کہ ادارے کے پاس جائیں

یا جا کے چھپ رہیں کسی شیشے کے قصر میں
یا عصرِ انقلاب کے آرے کے پاس جائیں !

Scanned by CamScanner

تمہیں کیا فکر کیا اندیشۂ جاں ہم جو بیٹھے ہیں!
کہاں جائیں گے دنیا بھر کے طوفاں ہم جو بیٹھے ہیں

سحر کے قافلو تم اپنی اپنی راہ پر جاؤ
یہیں رہ جائے گی شامِ غریباں ہم جو بیٹھے ہیں!

دکانِ شاعری میں اک سے اک رمزِ نہاں لیکر
بکے گا اس کا دین اور اس کا ایماں ہم جو بیٹھے ہیں

گنہگارو عروجِ زُہد سے ناشادمت ہونا!
بڑھے گا کاروبارِ جنسِ عصیاں ہم جو بیٹھے ہیں

کسے اس کی نگاہِ ناز اب کے منتخب کر لے
بہت مصروف ہیں یارانِ یاراں ہم جو بیٹھے ہیں

میاں ہم سے سبق لو مصطفیٰ زیدی کی پہ مت جاؤ
تمہارے میکدے کے میرِ رنداں ہم جو بیٹھے ہیں

سحر جیتے گی یا شامِ غریباں دیکھتے رہنا

یہ سر جھکتے ہیں یا دیوارِ زنداں دیکھتے رہنا

ہر اک اہلِ لہو نے بازیٔ ایماں لگا دی ہے

جو اب کی بار ہو گا وہ چراغاں دیکھتے رہنا

ادھر سے مدعی گزریں گے ایقانِ شریعت کے

نظر آ جائے شاید کوئی انساں دیکھتے رہنا

اُسے تم لوگ کیا سمجھو گے جیسا ہم سمجھتے ہیں!

مگر پھر بھی کریں گے اس سے پیماں دیکھتے رہنا

سمجھ میں آ گیا تیری نگاہوں کے الجھنے پر!

بھری محفل میں سب کا ہم کو حیراں دیکھتے رہنا

ہزاروں مہرباں اس راستے پر ساتھ آئیں گے

میاں یہ دل ہے یہ جیب و گریباں دیکھتے رہنا

دبا رکھو یہ لہریں ایک دن آہستہ آہستہ

یہی بن جائیں گی تمہیدِ طوفاں دیکھتے رہنا

Scanned by CamScanner

○

بہت بڑھنے لگے تھے دعویٔ دیر و حرم لوگو
غنیمت ہیں ہمارے شہر میں اس کے قدم لوگو!
کبھی دیکھا ہے اس صورت کا کوئی آدمی تم نے
بزرگو، ناصحو، عالی مقامو، محترم لوگو!
جسے کل تک حیا سے بات کرنا بھی نہ آتا تھا
ذرا ہم بھی تو دیکھیں اس کا اندازِ ستم لوگو!
گذرنے کو تو ہم پر تم سے نازک وقت گذرے ہیں،
نہ اپنی شکل آزردہ، نہ اپنی آنکھ نم لوگو!
خلوصِ دوستداری نے ہمیں جو دن دکھائے ہیں
ہمیں ان کا خیال آتا ہے لیکن تم سے کم لوگو!
تمہاری انجمن میں بن گیا ہر منہ کا افسانہ
وہ اس کا خود سے شرماتا ہوا لطف و کرم لوگو
بہ قدرِ ظرف سب نے پیار کی قیمت لگائی ہے
کبھی آنسو، کبھی نغمہ، کبھی دام و درم لوگو

Scanned by CamScanner

○

ہم سے پہلے کبھی یہ مرتبہ دار نہ تھا
عشق رسوا تھا مگر یوں سرِ بازار نہ تھا

آج تو خیر ستارے بھی ہیں ویرانے بھی
ہم پہ وہ رات بھی گذری ہے کہ غمخوار نہ تھا

کیا مری بات کو سمجھے کہ ابھی وہ کل تک
راہ و رسمِ دلِ ناداں سے خبردار نہ تھا

(ن ہڈ)

Scanned by CamScanner

آگ لینے کے واسطے ہم سے

کوہِ طور آ کے ایک بار مِلا

تم کو دیکھا تو یہ ہوا محسوس

جیسے اک حادثے کا تار مِلا

دیکھے لاکھوں کسوٹیوں پہ نشان

تب کہیں جا کے اک سنار مِلا

ہم کو اس سے ملی رفاقت بھی

کم نصیبوں کو صرف پیار مِلا

لحظہ لحظہ بدلتی دنیا میں

ہم کو ہر نقش پائدار مِلا

دل وہ منعم ہے جس کو بن مانگے

ساری دنیا کا کاروبار مِلا

جو دیا تھا امیدِ منزلِ شب

شام ہی سے جگر فگار مِلا

Scanned by CamScanner

کوئی رفیق بہم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہماری راہ جُدا ہے کہ ایسی راہوں پر
رواجِ نقشِ قدم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہمیں بھی بادہ گساری سے عار تھی لیکن!
شراب ظرف سے کم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

تباہ ہونے کا ارماں سہی محبت میں
کسی کو خوئے ستم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہمارے شعر میں روٹی کا ذکر بھی ہو گا
کسی کسی کے شکم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

(الکیا نولنڈن)

زیدی جی پھر عشق کو نکلے اپنا سے بے پاپ
اِک بیوی کے شوہر ہیں اور اِک بچے کے باپ

اسکی موہن شکل کو دیکھ کے ٹھان لیا بن باس
یوپی کے اِک سیّد زادے بن گئے تلسی داس

اپنے دل کی اوس میں جل کر آدھی رات کو سوئی
اک بد صورت لڑکی جس کی بات نہ پوچھے کوئی

اک لڑکی جس سے کوئی برسوں بات نہ کرنے آئے
اپنی ہمجولی کے چھبیلے بالم پر غُرّائے

اک تو نیل گگن کی رانی سُرخ کنول کے بیچ
دُوجی اک برسات کا نالا جس میں کیچ ہی کیچ

Scanned by CamScanner

صرف کہہ دوں کہ ناؤ ڈوب گئی
یا بتاؤں کہ کیسے ڈوبی تھی
تم کہانی تو خیر سُن لوگی
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

—

کوئی ساغر میں دیکھتا ہے فرار
کوئی جسموں میں ڈھونڈتا ہے سکوں
مجھ کو بھی مل گئی ہے جائے پناہ
شعر لکھتا ہوں اور جیتا ہوں

—

کیا خبر آج تیری آنکھوں میں
برہمی ہے کہ غم سے راز و نیاز
میرے سینے سے اب بھی آتی ہے
تیری پلکوں کی رحم دل آواز

Scanned by CamScanner

وقت کے ساتھ لوگ کہتے تھے

زخمِ دل بھی تمہارے ہوں گے دور
آج کوئی انہیں خبر کردو
میرا ہر زخم بن گیا ناسور

—

میری آنکھوں میں نیند چبھتی ہے
میرے سینے میں جاگتے ہیں الاؤ
دیوتاؤ مری کہانی کو !
تم سمجھ لو تو آدمی بن جاؤ

—

مجھ کو چپ چاپ اس طرح مت دیکھ
میرے بستر کی سلوٹیں مت کھول
رات میں کتنی دیر سویا ہوں!
بول اے صبح کے ستارے بول

—

Scanned by CamScanner

اس کے چہرے کا عکس پڑتا ہے
اس کی باتیں شروع ہوتی ہیں
آج کل رات بھر مرے دل میں
کتنی صبحیں طلوع ہوتی ہیں

—

کاش ہم لوگ لڑ گئے ہوتے
آپ کی دوستی کا رونا ہے
دل سے گردِ الم نہیں چھٹتی
آنسوؤں کی کمی کا رونا ہے

—

مدّتوں کور نگاہی دل کی
نورِ عرفان کو ترستی رہتی
تو جو خورشید نہ بن کر آتی
ذہن پر اوس برستی رہتی!

—

Scanned by CamScanner

مثنوی سیاست درباں

یعنی مثنوی بنام ساحرانِ بیان المعروف بہ مثنوی زیدی ردیوانگی

نزول :-

ایک شعلے کو طور لکھتے تھے　　آدمی ہو تو حور لکھتے تھے
شعر پرداز ہر زمانے کے　　مثنوی بھی ضرور لکھتے تھے

پہلے عقبیٰ کی بات ہوتی تھی　　حمد ہوتی تھی نعت ہوتی تھی
مُرغِ سدرہ کا بال ہوتا تھا　　حال ہوتا تھا، قال ہوتا تھا
اور پھر داستانِ ہوش رُبا　　دشتِ غربت، کجاوہ لیلیٰ
داستانِ عجائبِ ایران　　دیو و اژدر، فرشتہ و انسان
مدتوں شاہِ سلطنت کا شکیب　　آئے دن کی مراد، دل کے فریب
جشنِ میلاد پر چھنک پازیب　　بارھویں سال میں کوئی آسیب
دینا ترجیح نصف کو کل پر　　شیر کا کسب کو توکل پر !
ایک عبرت پسند افسانہ　　کسی تاجر اور اسکی طوطی کا

دعوئے ہُد ہُد کا، زاغ کا اعلان — عالمِ نحو اور کشتی بان
حادثہ اک نہنگِ دریا کا — واقعہ بہزن و منیشرہ کا

حمد:-

پہلے ہوتی ہیں حمد کی باتیں — ہم مگر کس کی حمد میں لکھیں؛
وہ کسی کا کہا نہیں سنتا! — مولوی کی دُعا نہیں سنتا
ہم تو عاصی ہیں ہم تو گندے ہیں — ان کو دیکھو جو اس کے بندے ہیں
اسکی خلقت میں جس قدر ہیں نام — کس کو حاصل ہے آجکل الہام؟
اس لئے بہرِ یک سلام و پیام — آؤ ڈھونڈیں اساتذہ کا کلام
میر صاحب کے باغ میں گھومیں — میرزا کی بیاض کو چومیں
یا ابھی اتنی دور تک کیوں جائیں — کیوں نہ دستِ صبا سے کام چلائیں

نعت:-

اے صبا اے رفیقِ میر و حسن — ناشرِ واقعاتِ صحنِ چمن!
حاملِ نکہتِ لب و رخسار — قاصدِ حادثاتِ فصلِ بہار
پیکِ افسانہ ہائے مصر و عراق — غم گسارِ مریضِ شامِ فراق
اے کہ مشاطگی ہے تیرا اصول — اے شبستانِ ماورا کی رسول
اے کہ تجھ سے کوئی نہیں پنہاں — واقفِ رازِ خلوتِ انساں

Scanned by CamScanner

لوگ رکھتے ہیں اس زمانے کے — دانت کھانے کے اور دکھانے کے

عقل کی رہنمائی سے بدظن — جہل کے دوست علم کے دشمن

دل کے کالے زبان کے کچے! — سازشوں کے جنے ہوئے بچے

لے کے چلتا ہے وقت کا دھارا — ان کی فرمائشوں کا پشتارا

ان کے دشمن کو ماریہ لکھتے — یہ نہیں تو بہاریہ لکھتے

صاحبانِ کلاہ اچھے تھے — ان سے تو بادشاہ اچھے تھے

طیش میں حکمِ قتل بھرتے تھے — طعن و تشنیع تو نہ کرتے تھے

آج ہیں مثلِ سربہ مہر گلاس — سب خواص اور سب عوام الناس

عقل کی پوچھئے نہ جیتے سے — یہ چھلکنے لگیں گے غصے سے

ان کی مرضی ہے جو کریں تلقین — دین کو کفر اور کفر کو دین

رجعتِ غم پسند بھی گالی — اور ترقی پسند بھی گالی!

اس کے درباں ہیں سو بھڑکتے ہیں — فن کی تہذیب سے بدکتے ہیں

جان دے یا عظیم کہلائے — آدمی جائے تو کہاں جائے

رَجَز:-

حسنِ ظن تو نہیں اگر یہ کہوں — میں بھی تھوڑا شعور رکھتا ہوں

خصلتاً چپ ہے تیرا جذباتی — ورنہ کیا بات کر نہ [illegible]

Scanned by CamScanner

میری نظموں کا ہے ہر اک انداز
میرے پورے وجود کی آواز

اک خلا کی صدا نہیں ہوں میں
ہڈیاں بھی ہیں چیچھڑے بھی ہیں

دلِ پر خوں ہے میری اِک اِک رگ
شاعرانہ مبالغوں سے الگ

میرے لہجے میں ڈھونڈتی ہے وقار
اقتصادی خیال کی رفتار

میری باتوں میں احتساب بھی ہے
میری نظموں میں انقلاب بھی ہے

رجعت پسندی

ہاں مگر سوچتا ہوں میں اکثر
کیا یہ ہے آخری مقامِ نظر؟

یہ پر اسرار تشنگی کیا ہے
فرد کیا شے ہے زندگی کیا ہے

وہ سفر کے خیال کے مجنوں
میں تو مقصد کی بات کرتا ہوں

اور مرے اس سوال میں خود بیں
سارتر اور کیر کیگارڈ نہیں

یہ مرے تجربوں نے پوچھا ہے
آدمی کی حدوں نے پوچھا ہے

اپنے احساس سے پناہ نہیں
کافکا کا کوئی گناہ نہیں!

ذہن میں آگ ایسے سوتی ہے
جیسے روٹی کی بھوک ہوتی ہے

حدتِ مہرِ تابدار ہے ذہن
ایک میدانِ کارزار ہے ذہن

دل کی سب سے بڑی دلیل ہے ذہن
ابدیت کا سنگِ میل ہے ذہن

ذہن میں خواب بیج بوتے ہیں
ذہن کے اپنے شہر ہوتے ہیں

Scanned by CamScanner

ذہن کو ہے خدا کی سی توفیق — ذہن کرتا ہے انجمن تخلیق

دردِ ہجوِ عطار :-

اے صبا ان سے یہ بھی کہنا ہے — دل کے مکھڑے پہ ذہن گہنا ہے

تولتے ہیں جسے یہ اہلِ نظر — ادرک اور پھٹکری کے کانٹے پر

اک طرف ضبط اک طرف جلدی — اک طرف شعر اک طرف ہلدی

عقل سوداگروں کی ہلچل میں — فکر ماء اللحم کی بوتل میں

ماہرِ نفسیات و اہلِ نظر — ہینگ ملتے ہیں اب کسوٹی پر

آنسوؤں سے عرق بناتے ہیں — دھوپ دے کر حنا جلاتے ہیں

پرو پرواز سا بیہ و کالوبس — پھول کا نام جید الکیموس

دل میں اک پون انچ کی ہٹی — فن بہ یک وزن ماشہ و رتی!

شاعروں سے شکایتی باتیں! — ایسا لکھئے کہ ہم بھی کچھ سمجھیں

نامۂ شوق کا جواب آئے — شعر سے بوئے بیدِ آب آئے

بارگز رے نہ درسِ مکتب پہ — نظم ہو لخلخے کے مذہب پر

منشور :-

یوں تو ہر فلسفہ عبادت ہے — یوں تو مذہب بھی اک محبت ہے

ہاں مگر ان کے میرے مذہب میں — تفرقے کی ہیں سینکڑوں باتیں

جب کبھی ان کی ھار ہوتی ہے
زندگی کھبر پہ بار ہوتی ہے

ایک لمحے میں پھینکتا ہے خون
ان کے پورے وجود کا قانون

گھورتی ہیں پھٹی پھٹی آنکھیں
اپنے احساس کی اکائی میں

اور کچھ بھی نظر نہیں آتا
ایک ٹوٹی ہوئی کمان کے سوا

میرا مذہب خود اپنا مذہب ہے
عشق ہے کائنات ہے سب ہے

یہ نہیں ہے کہ اس کی دنیا سے
غم کے بادل کبھی نہیں گزرے

زیست میلہ نہیں ہے ہنستوں کا
تجربہ ہے اسے شکستوں کا

بارہا میرے اپنے سینے میں
کٹ چکی ہیں ہزار ہا گرہیں

غم کہ ہے اک خیال اک افسوں
میں اسے انگلیوں سے چھوتا ہوں

یہی نشتر جو کاٹ دے رگ وپے
میری نس نس میں ہوتا آیا ہے

میں نے لیکن لہو کے دامن میں
ڈال دی ہیں خیال کی کرنیں

رات لے کر سحر سجائی ہے
زخم پر ہنس کے جیت پائی ہے

چھین کر آنسوؤں سے موت کی آگ
ہر تبسم کو دے دیا ہے سہاگ

دل گنوایا ہے تیر کھایا ہے
عشق کو جاوداں بنایا ہے

ایک منزل شعور اور وجدان
ذہن اور دل کی ایک ہی میزان

اور یہ صاحبانِ سوزِ دروں
عشق کو دل میں مانتے ہیں جنوں

Scanned by CamScanner

اور ایسا جنوں کہ جس کا مکان / یا کتابیں ہیں یا فقط منہ یا رخ

عشق ہے ان کی ایک رسمی لے / اور اپنا تو سارا نغمہ ہے

نام ہے اپنا سب حوالوں میں / بات کی لاج رکھنے والوں میں

زخم تلووں میں چند رکھتے ہیں / ہم مگر سر بلند رکھتے ہیں

دل ڈراتی ہے کھینچتی ہے کماں / دو گھڑی کی سیاست درباں

ہم کو لیکن لگن کبھی آتی ہے / یار کی انجمن کبھی آتی ہے

ہر زمانے میں ہم پہ حرف آئے / ہم نہ اپنے کہے پہ پچھتائے

اہلِ دنیا تو ایک ہوتے ہیں / لوگ بے چارے نیک ہوتے ہیں

حرف رکھنا انہی کو بھاتا ہے / ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے

جس جگہ یہ کنول جلاتے ہیں / ہم وہاں کونپلیں اگاتے ہیں

ان کو بھاتی ہیں سنگ کی لہریں / اپنے تیشے کو دودھ کی نہریں

راستے سخت منزلیں بے نام ! / دل نہیں ہارتے جنوں کے امام

زیست سہہ لے گی رات کا ہر وار / جگمگائیں گے چاند سے رخسار

آنچ پڑتی رہے گی ہر فن پر ! / تاب آتی رہے گی کندن پر

خوں پیئے گی زمین گلشن کی ! / ساکھ ٹپکتی رہے گی ساون کی

Scanned by CamScanner

جشنِ بادِ صبا نہیں رُکتا
پھول کا قافلہ نہیں رُکتا
جب کبھی پھول سُوکھ جاتے ہیں
اور آتے ہیں --- اور آتے ہیں

Scanned by CamScanner

گریباں

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

اُن نے کھینچا ہے مرے ہات سے داماں اپنا
کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا

میرؔ

Scanned by CamScanner

۱

—— بزم میں باعثِ تاخیر ہوا کرتے تھے

—— ہر اک نے کہا: کیوں تجھے آرام نہ آیا

—— چلے، تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ

—— جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی

—— وہ عہد، عہد ہی کیا ہے، جسے نبھاؤ بھی

—— ساحلِ تیمز پہ سنگم کا صنم یاد رہا

—— غمِ دوراں نے بھی سیکھے غمِ یاراں کے چلن

—— شیریں زبانیوں کے دریچے اُجڑ گئے

—— تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح

—— بیٹھا ہوں سیہ بخت و مکدّر اسی گھر میں

—— حرف ہے شیشہ، ہونٹ ہیں ساغر، لفظ ہے جام

—— اب جی حدودِ سود و زیاں سے گزر گیا

Scanned by CamScanner

○

بزم میں باعثِ تاخیر ہُوا کرتے تھے
ہم کبھی تیرے عِناں گیر ہُوا کرتے تھے

ہائے اب بھُول گیا رنگِ حنا بھی تیرا
خط کبھی خُون سے تحریر ہُوا کرتے تھے

کوئی تو بھید ہے اِس طور کی خاموشی میں
ورنہ ہم حاصِلِ تقریر ہُوا کرتے تھے

ہجر کا لُطف بھی باقی نہیں، اے موسمِ عقل
اِن دنوں نالۂ شبگیر ہُوا کرتے تھے

اِن دنوں دشت نوردی میں مزا آتا تھا
پاؤں میں حلقۂ زنجیر ہُوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

خواب میں تجھ سے ملاقات رہا کرتی تھی
خواب شرمندۂ تعبیر ہوا کرتے تھے

تیرے الطاف و عنایت کی نہ تھی حد، ورنہ
ہم تو تقصیر ہی تقصیر ہوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

○

ہر اک نے کہا : کیوں تجھے آرام نہ آیا
سنتے رہے ہم، لب پہ ترا نام نہ آیا

دیوانے کو تکتی ہیں ترے شہر کی گلیاں
نکلا، تو اِدھر لوٹ کے بدنام نہ آیا

مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کہ تجھ پہ کوئی اِلزام نہ آیا

کیا جانیے کیا بیت گئی دن کے سفر میں
وہ مُنتظرِ شام سرِ شام نہ آیا

یہ تشنگیاں کل بھی تھیں اور آج بھی، زیدیؔ
اُس ہونٹ کا سایہ بھی مرے کام نہ آیا

○

چلے، تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اُس کے پاس جاتے ہیں مگر آہستہ آہستہ

ابھی تاروں سے کھیلو، چاند کی کرنوں سے اٹھلاؤ
ملے گی اُس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

دریچوں کو تو دیکھو، چلمنوں کے راز تو سمجھو
اُٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

زمانے بھر کی کیفیّت سمٹ آئے گی ساغر میں
پیو اُن انکھڑیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

یونہی اک روز اپنے دِل کا قصّہ بھی سُنا دینا
خطاب آہستہ آہستہ، نظر آہستہ آہستہ

○

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

میرے مکتوب کی تقدیر کہ اشکوں سے دھلا
میری آواز کی قسمت کہ تجھے چھو آئی

اپنے سینے پہ لیے پھرتی ہیں ہر شخص کا بوجھ
اب تو ان راہگزاروں میں مری خو آئی

یوں امڈ آئی کوئی یاد مری آنکھوں میں
چاندنی جیسے نہانے کو لبِ جو آئی

ہاں، نمازوں کا اثر دیکھ لیا پچھلی رات
میں اِدھر گھر سے گیا تھا کہ اُدھر تو آئی

مژدہ، اے دل، کبھی پہلو تو قرار آ ہی گیا
منزلِ دار کٹی، ساعتِ گیسو آئی

Scanned by CamScanner

○

وُہ عہد عہد ہی کیا ہے جسے نبھاؤ بھی
ہمارے وعدۂ اُلفت کو بھُول جاؤ بھی

بھلا، کہاں کے ہم ایسے گمان والے ہیں
ہزار بار ہم آئیں، ہمیں بُلاؤ بھی

بگڑ چلا ہے بہت رسمِ خودکشی کا چلن
ڈرانے والو، کبھی روز کر دکھاؤ بھی

نہیں کہ عرضِ تمنّا پہ مان ہی جاؤ
ہمیں اِس عہدِ تمنّا میں آزماؤ بھی

فغاں کہ قصّۂ دِل سُن کے لوگ کہتے ہیں
یہ کون سی نئی افتاد ہے، ہٹاؤ بھی

تمہاری نیند میں ڈوبی ہوئی نظر کی قسم
ہمیں یہ ضد ہے کہ جاگو بھی اور جگاؤ بھی

Scanned by CamScanner

ساحلِ ٹیمز پہ سنگم کا صنم یاد رہا
ہم کو لندن میں ترا دیدۂ نم یاد رہا

پڑ گئے ذہن میں مدھم ترے چہرے کے نقوش
صرف اک شعلۂ جوّالہ کا رم یاد رہا

ٹوٹتے جسم کی سب تشنگیاں محو ہوئیں
مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا کرم یاد رہا

تنگیٔ ساعتِ آغوشِ جنوں بھول گئی
ایک سہما ہوا آہوئے حرم یاد رہا

اب نہ گزرا ہے، نہ گزرے گا کوئی دیوانہ
خاکِ صحرا کو بس اک نقشِ قدم یاد رہا

ہم ہیں، دو چار ادیب اور بھی بچ گئے، زیدی
جن کو تلوار کے سائے میں قلم یاد رہا

Scanned by CamScanner

○

غمِ دوراں نے بھی سیکھے غمِ یاراں کے چلن
وہی سوچی ہوئی چالیں، وہی بے ساختہ پن

وہی اقرار میں انکار کے لاکھوں پہلو
وہی ہونٹوں پہ تبسّم، وہی ابرو پہ شکن

کس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف
ایک لمحے کے لیے رُک گئی دِل کی دھڑکن

کون سی فصل میں اس بار ملے ہیں تجھ سے
کہ نہ اندیشۂ آداب، نہ فکرِ دامن

اب تو چبھتی ہے ہوا برف کے میدانوں کی
اُن دنوں جسم کے احساس سے جلتا تھا بدن

ایسی سُونی تو کبھی شامِ غریباں بھی نہ تھی
دِل بُجھے جاتے ہیں، اے تیرگئ صبحِ وطن!

Scanned by CamScanner

○

شیریں زبانیوں کے دریچے اُجڑ گئے
وہ لطفِ حرف و لذتِ حُسنِ بیاں کہاں

پیچھے گزر گئی ہے ستاروں کی روشنی
یارو، بسا رہے ہو نئی بستیاں کہاں

اے منزلِ ابد کے چراغو، جواب دو
آگے اب اور ہوگا مرا کارواں کہاں

ہر شکل پر فرشتہ رُخی کا گماں تھا
اُس عالمِ جنوں کی نظر بندیاں کہاں

بن جائے گی علامتِ نُصرت بدن کی قید
زنداں سے چھپ سکے گی مری داستاں کہاں

Scanned by CamScanner

○

تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح
میرا ہر شعر دمکتا ہے نگینے کی طرح

پھول جاگے ہیں کہیں تیرے بدن کی مانند
اوس مہکی ہے کہیں تیرے پسینے کی طرح

اے مجھے چھوڑ کے طوفان میں جانے والی
دوست ہوتا ہے تلاطم میں سفینے کی طرح

اے مرے غم کو زمانے سے بتانے والی
میں ترا راز چھپاتا ہوں دفینے کی طرح

ترا وعدہ تھا کہ اِس ماہ ضرور آئے گی
اب تو ہر روز گزرتا ہے مہینے کی طرح

Scanned by CamScanner

○

بیٹھا ہُوں سیہ بخت و مُکدّر اِسی گھر میں
اُترا تھا مرا ماہِ منوّر اِسی گھر میں

اے سانس کی خُوشبُو، لبِ عارض کے پسینے
کھولا تھا مرے دوست نے بستر اِسی گھر میں

چٹکی تھیں اسی کُنج میں اُس ہونٹ کی کلیاں
مہکے تھے وُہ اوقات میسّر اِسی گھر میں

افسانہ در افسانہ تھی مُڑتی ہُوئی سیڑھی
اشعار در اشعار تھا ہر در اِسی گھر میں

ہوتی تھی حریفانہ بھی ہر بات پہ اِک بات
رہتی تھی رقیبانہ بھی اکثر اِسی گھر میں

Scanned by CamScanner

شرمندہ ہُوا تھا یہیں پندارِ امارت
جھکتا تھا فقیروں کا مقدر اسی گھر میں

وُہ، جن کے درِ ناز پہ جھکتا تھا زمانہ
آتے تھے بڑی دُور سے چل کر اِسی گھر میں

Scanned by CamScanner

○

حرف ہے شیشہ، ہونٹ ہیں ساغر، لفظ ہے جام
تیرا نام زبان پہ آیا تیرا نام

شیخ سے کم رُتبہ ہے مے خانے کا امام
مسلکِ دُنیا یہ ہے، تو اِس مسلک کو سلام

دُنیا داری نے دیں دار بنا ڈالا
اِس سے تو یہ اچھا تھا کہ ہو جاتے بدنام

آنے والے دِن کا اِستقبال کرو
گزری شام سے کیا لینا ہے، گزری شام

تم نے نصیری اور کہیں پہ سُنی ہو گی
اِس نگری میں یا سنّاٹا یا کہرام

شہرِ وفا خالی کر جائیں، اے دِلِ زار
سب مرجائیں، رگھپتی راگھو راجا رام

Scanned by CamScanner

○

اب جی حدودِ سود و زیاں سے گزر گیا
اچھا وہی رہا، جو جوانی میں مر گیا

پلکوں پہ آکے رُک سی گئی تھی ہر ایک موج
کل رو لیے، تو آنکھ سے دریا اُتر گیا

تجھ سے تو دل کے پاس ملاقات ہو گئی
میں خود کو ڈھونڈنے کیلئے در بہ در گیا

شامِ وطن! کچھ اپنے شہیدوں کا ذکر کر
جن کے لہو سے صبح کا چہرہ نکھر گیا

آکر، بہار کو تو جو کرنا تھا، کر گئی
الزام احتیاطِ گریباں کے سر گیا

زنجیر ماتمی ہے، تم، اے عاقلانِ شہر
اب کس کو پوچھتے ہو، دِوانہ تو مر گیا

Scanned by CamScanner

۲

وہ اک ستارہ کسی اور آسماں کا تھا

Scanned by CamScanner

اُفتاد

اے آتشِ تبسّم و اے شبنمِ جمال
خاموش آنسوؤں کی طرح جل رہے ہیں ہم

تجھ کو خبر نہ ہو گی کہ دانش کے باوجود
برسوں ترے خیال میں پاگل رہے ہیں ہم

ہر بزمِ رنگ و رقص میں شرکت کے ساتھ ساتھ
تنہا رہے ہیں اور سرِ مقتل رہے ہیں ہم

دیکھا ہے تو نے ہم کو بہاراں کے رُوپ میں
مجروح قافلے کی طرح چل رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

سب سے عزیز دوست کی خوشیوں کی رازدار
زخموں کی داستان مُفصّل رہے ہیں ہم

سب سے بڑے گناہ کی حسرت کے رُو بہ رُو
تیرے لئے خلوص مسلسل رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہ نمائی پر

سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہ نمائی پر
وُہ اِک ستارہ کسی اور آسمان کا تھا

جسے ہم اپنی رگِ جاں بنائے بیٹھے تھے
وُہ دوست تھا، مگر اِک اور مہرباں کا تھا

عجیب دِن تھے کہ با وصفِ دُوریٔ ساغر
گمان نشّے کا تھا اور نشہ گمان کا تھا

بس ایک صُورتِ اخلاق تھی نگاہِ کرم
بس ایک طرزِ تکلّم مزا بیان کا تھا

Scanned by CamScanner

اس اہتمام سے وابستگی نہ تھی منظور
یہ اہتمام فقط دل کے امتحان کا تھا

ہوا نے چاک کیا، بارشوں نے دھو ڈالا
بس ایک حرفِ محبت کی داستان کا تھا

Scanned by CamScanner

اے مری حسنِ قبا، اے مری جانِ ناموس

اے مری حسنِ قبا، اے مری جانِ ناموس
میرے اس چاکِ گریباں کی خبر بھی لیتی

شہر کے نور کو سینے سے لگانے والی
روح کے قریۂ ویراں کی خبر بھی لیتی

جس کو اب تک نہیں یوں تجھ سے بچھڑنے کا یقیں
کبھی اس دیدۂ حیراں کی خبر بھی لیتی

اپنے ہاتھوں سے جلائی تھی جو میرے دل میں
اپنی اس شمعِ فروزاں کی خبر بھی لیتی

Scanned by CamScanner

جس نے اللہ کو مانا تھا ترے کہنے سے
کبھی اس شخص کے ایماں کی خبر بھی لیتی

تیرے آنچل میں ستارے، ترے چہرے پہ سحر
کاش اِک شامِ غریباں کی خبر بھی لیتی

تیری تصویر سے روشن ہے قفس کا گوشہ
میری آرائشِ زنداں کی خبر بھی لیتی

تیرے مکتوب کی پلکوں پہ ہیں اب تک آنسو
کبھی اِس جشنِ چراغاں کی خبر بھی لیتی

تیرا رومال مہکتا ہے ابھی تک مرے پاس
نکہتِ جسمِ غزالاں کی خبر بھی لیتی

اپنے شوہر کے شبستاں کو سجانے والی
اپنے شاعر کے بیاباں کی خبر بھی لیتی

Scanned by CamScanner

بہتان

کیا یہی ہونٹ ہیں، جو مرے واسطے
انگبیں تھے، مئے ناب تھے، آگ تھے

کیا یہی جسم ہے، جس کے سب زاویے
میرے آغوش میں راگ ہی راگ تھے

ہاں بڑی چیز ہے راہ و رسم جہاں
دوست، خاوند، بہنیں، قفس، پاسباں

ننگ و ناموس ——— پیلنے کی چنگاریاں
وہ ترا امتحاں ——— یہ مرا امتحاں

رکھ لیا اپنے رشتوں کا تُو نے بھرم
آبگینہ تھا دل، اس کو بھی سہہ گیا

تو مجھے "بھائی" کہتی رہی اور میں
کیا بتاؤں، تجھے دیکھتا رہ گیا

Scanned by CamScanner

دُوری

پہلے تیری مُحبّتیں چُن کر
آرزُو کے محل سجاتے تھے

بے نیازانہ زیست کرتے تھے
صِرف تجھ کو گلے لگاتے تھے

زندگی کی متاعِ سوزاں کو
تیری آواز لُوٹ جاتی تھی

تیرے ہونٹوں کی لَے اُبھرتے ہی
زخم کی تان ٹُوٹ جاتی تھی

Scanned by CamScanner

تو کنول تھی، ایاغ تھی، کیا تھی
روشنی کا سُراغ تھی، کیا تھی

میرا دِل تھی، دماغ تھی، کیا تھی
ساری دُنیا چراغ تھی، کیا تھی

اور اب، یا شراب پیتے ہیں
یا، فلک کو دعائیں دیتے ہیں

تیرے خاوند کی معیت میں
دُور سے تجھ کو دیکھ لیتے ہیں

Scanned by CamScanner

دیوار

تیرے کمرے کی یہ دیوار تو کچھ چیز نہیں
دِل کے آگے سے یہ دیوار ہٹے تو جانیں

دِل کی دیوار سے بڑھ کر کوئی دیوار نہیں
ذہن کی دھار سی جیسی کوئی تلوار نہیں
اپنے پندار سے آگے کوئی پندار نہیں

بیچ سے اپنا یہ پندار ہٹے، تو جانیں

تو اُدھر اپنے خیالات میں جلتی ہو گی!
میں اِدھر اپنی جراحت میں پھنکا جاتا ہوں

Scanned by CamScanner

اس جراحت کے لئے کوئی مسیحا بھی نہیں
تیرا آنچل بھی نہیں ہے، تیرا سایا بھی نہیں
اِس میں ماضی تو کہاں وعدۂ فردا بھی نہیں

دوش و فردا کا یہ انبار ہٹے، تو جانیں

ہٹ چکے ہیں ترے ہونٹوں سے نہ ملنے کے حجاب
اب تری رُوح کا انکار ہٹے، تو جانیں

Scanned by CamScanner

چراغاں

تری راہ پر ہم نے کلیاں بکھیری تھیں، تارے
سجائے تھے، کیا کچھ کیا تھا
جو برسوں سے چاک و دریدہ چلا آ رہا تھا، وُہ
اپنا گریباں سِیا تھا
نئے پُھول مالی سے منگوائے تھے، بام و در پر نیا
رنگ و روغن کیا تھا
کتابیں سلیقے سے رکھ دی تھیں، بوتل ہٹا دی
تھی گھر میں چراغاں کیا تھا
اگر علم ہوتا کہ تُو آج کی شب نہ آئے گی، تو
حسبِ معمُول رہتے
ترے غم کی مدھم سی آتش میں جلتے، مگر تجھ
سے دِل کی حکایت نہ کہتے

نہ کہتے کہ اب ایک اک رگ سے، اک ایک
مُوئے بدن سے دُھواں اُٹھ رہا ہے
جو ٹھیرا تھا اپنی خودی کی سرائے میں، وہ ضبط
کا کارواں اُٹھ رہا ہے

تجھے آج تک خط نہ لکھّا تھا اور آج بھی یہ نہ
لکھتے کہ ہم مر رہے ہیں
نگاہوں سے سب کچھ بتاتے، اشارے سے کہتے کہ
دِل کو لہو کر رہے ہیں

مگر تیری غفلت نے (شاید ترے شیوۂ امتحاں نے)
یہ منزل دِکھا دی
کہ تھم تھم کے آنسو نکلتے تھے پہلے، مگر آج تو
دِل کی ندی چڑھا دی

Scanned by CamScanner

اُٹھے تھے کہ جشنِ چراغاں منائیں، مگر دِل کے
سارے دیئے سو گئے ہیں
چلے تھے کہ دُنیا کو رستہ دکھائیں اور اب
جیسے جنگل میں خُود کھو گئے ہیں'

Scanned by CamScanner

ننگ و نام

صُبح تک آتی ہے سینے سے کسی کی آواز
ہائے، یہ سلسلۂ شامِ غریباں، زیدی

تُو مرے واسطے کیوں موردِ الزام ہُوا
تُو نے کیوں ترک کیا رشتۂ یاراں زیدی

اب نہ وُہ کوچہ و بازار میں آنا جانا
اب نہ وُہ صُحبتِ اصحابِ ادیباں زیدی

اب ترے غم پہ زمانے کو ہنسی آتی ہے
پھُول جلتا ہے، تو کھِلتا ہے گُلستاں، زیدی

Scanned by CamScanner

تیرے نزدیک سے کترا کے نکل جاتے ہیں
تیرے ایوانِ لب و فکر کے درباں، زیدی

لشکر و افسر و اورنگ مٹا کر تو نے
وضع کی صورتِ مستورِ فقیراں، زیدی

آج اک گوشۂ گمنام میں اُفتادہ ہے
کل ترے نام سے تھا نام نگاراں، زیدی

تیرے وجدان کا خورشید کہاں ڈوب گیا
کیا ہوا فلسفۂ عصمتِ عصیاں، زیدی

ہائے تو راکھ کی مانند بجھا بیٹھا ہے
شعلہ رُخ، شعلہ صفت، شعلہ خراماں، زیدی

میں ترے نام کی لَو، میں ترا روشن آغوش
میرے رُسوا، مرے حیراں، مرے ویراں، زیدی

Scanned by CamScanner

میں نے یُوں اپنے سلاسل کی نہیں کی پروا
ٹوٹ جائے نہ کہیں سلسلۂ جاں، زیدی

اس لیئے آئی ہُوں ناموس سے غافل ہو کر
تو نہ ہو جائے کہیں چاک گریباں، زیدی

رشتہ و رسم کو اس واسطے ٹھکرایا ہے
تو نہ رہ جائے کہیں بے سر و ساماں، زیدی

کیسے سینے کی اِس آواز کو سمجھاؤں میں
میرے سینے میں مزا میر نہ الحاں، زیدی

وُہ مُجسّم کوئی آیت، کوئی نُورِ افلاک
میں پراگندہ نہ مُلحِد، نہ مسلماں، زیدی

میں کہ محصُور ہُوں افکار کی دیواروں میں
وہ کہاں اور کہاں وحشتِ زنداں، زیدی

Scanned by CamScanner

آگ کے سامنے جس طرح کوئی موم کا بُت
دھوپ میں جیسے طلسمات کی پریاں ۔ زیدی

ایک ننھی سی کرن اور اُمڈتے بادل
ایک چھوٹی سی کلی اور بیاباں ۔ زیدی

میں تو بس ایک دیا تھا، سو کہیں جل بجھتا
اُس نے کیوں چھوڑ دیا جشنِ چراغاں ؟ زیدی

Scanned by CamScanner

تحفہ

مُغاں سے لُطفِ ملاقات لے کے آیا ہُوں
نگاہِ پیرِ خرابات لے کے آیا ہُوں

زمیں کے کرب میں شامل ہُوا ہُوں، راہ رو
فقیرِ راہ کی سوغات لے کے آیا ہُوں

نظر میں عصرِ جواں کی بغاوتوں کا غرور
جگر میں سوزِ روایات لے کے آیا ہُوں

یہ فکر ہے کہ یُونہی تیری روشنی چمکے
گناہ گار ہُوں، ظلمات لے کے آیا ہُوں

بُہت سے آئے ہیں تیری گلی میں، لیکن میں
سوالِ عزّتِ سادات لے کے آیا ہُوں

Scanned by CamScanner

کہانی

بچّو، ہم پر ہنسنے والو، آؤ، تمہیں سمجھائیں
جس کے لیئے اس حال کو پہنچے، اس کا نام بتائیں

رُوپ نگر کی اک رانی تھی، اس سے ہُوا لگاؤ
بچّو، اس رانی کی کہانی سُن لو اور سو جاؤ

اُس پر مرنا، آہیں بھرنا، رونا، کُڑھنا، جلنا
آب و ہوا پر زندہ رہنا، انگاروں پر چلنا

ہم جنگل جنگل پھرتے تھے اس کے لیئے دیوانے
رِشی بنے، مجنوں کہلائے، لیکن ہار نہ مانے

Scanned by CamScanner

برسوں کیا کیا چنے چبائے، کیا کیا پاڑ بیلے
لہروں کو ہمراز بنایا، طوفانوں سے کھیلے

دفتر بھولے، بستر بھولے، پینے لگے شراب
پل بھر آنکھ لگے، تو آئیں اُلٹے سیدھے خواب

نیندیں کیا کیا دیکھیں، تڑپیں، روئیں، اُٹھ اُٹھ جائیں
سو جانے کی گولی کھائیں، اِنجکشن لگوائیں

آخر وہ اک خواب میں آئی سُن کے ہمارا حال
کویل جیسی بات تھی اس کی، ہرنی جیسی چال

کہنے لگی: کوئی جی، تیرا حال نہ دیکھا جائے
میں نے کہا کہ رانی اپنی پرجا کو بہلائے

کہنے لگی کہ تو کیا لے گا: سونا، چاندی، ہار
میں نے کہا کہ رانی، تیرے مکھڑے کی تلوار

پھر دِل کے آنگن میں اُترا اس کا سارا رُوپ
اُس چہرے کی شیتل کرنیں، اس مکھڑے کی دھوپ

دھوپ پڑی، تو کھل گئی آنکھیں، کھل گیا سارا بھید
غش کھایا، تو دوڑے آئے مُنشی، پنڈت، وید

وُہ دِن ہے اور آج کا دِن ہے چھُٹ گیا کھانا پانی
چھُٹ گیا کھانا پانی، بچّو، ہو گئی ختم کہانی

میری کہانی میں لیکن اک بھید ہے، اس کو پاؤ
چاند کو دُور ہی دُور سے دیکھو، چاند کے پاس نہ جاؤ

نہ اپنے گھر ہی اُس کو بلاؤ

Scanned by CamScanner

محبّت

تو مری شمعِ دل و دیدہ، مری معصومہ
پیار کی دھوپ میں نکلی، تو پگھل جائے گی

کھولتا، گونجتا لاوا ہے مرے جسم کا لمس
تو مرے ہونٹوں کو چھو لے گی، تو جل جائے گی

تتلیاں چُن، ابھی خاروں کی طلب گار نہ بن
اپنے بالوں کو سجا، ماتمِ افکار نہ بن!

ناچ سنگیت پہ، طوفان کی رفتار نہ بن
لوریاں سیکھ، مرے درد میں غم خوار نہ بن

Scanned by CamScanner

میرا دل وقت کے طوفان میں ہے ایسی چٹان
اس سے شیشہ جو لگے گا، تو بکھر جائے گا

ابدی نیند کا پیغام ہے میرا آغوش
جو مری گود میں آئے گا، وہ مر جائے گا

Scanned by CamScanner

تو مری شمع دل و دیدہ

وہ کوئی رقص کا انداز ہو، یا گیت کا بول
میرے دل میں تری آواز ابھر آتی ہے

تیرے ہی بال بکھر جاتے ہیں دیواروں پر
تیری ہی شکل کتابوں میں نظر آتی ہے

شہر ہے یا کسی عیار کا پُر ہول طلسم
تو ہے یا شہر طلسمات کی ننھی سی پری

ہر طرف سیلِ رواں، بس کا دھواں، ریل کا شور
ہر طرف تیرا خنک گام، تری جلوہ گری

Scanned by CamScanner

ایک اک رگ تری آہٹ کیلئے چشم بہ راہ
جیسے تُو آئے گی، بس کوئی گھڑی جاتی ہے

تیری پرچھائیں ہے یا تُو ہے مرے کمرے میں
بلب کی تیز چمک ماند پڑی جاتی ہے

ٹیکسی سڑکوں پہ چلیں جیپ کے آگے پیچھے
دِن گزرتا ہے ترا سایۂ ابرو لے کر

فلسفے تُند حقائق کی شعاعیں ڈالیں
شام آتی ہے تری آنکھ کا جادُو لے کر

لنگر انداز ہوں ساحل پہ مشینوں کے جہاز
رات ڈھل جاتی ہے مہکے ہُوئے گیسُو لے کر

میں اسی گیس کی دُنیا میں تعفّن کے قریب
شعر لکھتا ہوں ترے جسم کی خُوشبُو لے کر

Scanned by CamScanner

شہرِ جنوں میں جا مری محرومیوں کی رات

شہرِ جنوں میں جا، مری محرومیوں کی رات
اُس شہر میں، جہاں ترے خوں سے حنا بنے

یوں رائیگاں نہ جائے تری آہِ نیم شب
کچھ جنبشِ نسیم بنے، کچھ دعا بنے

اس رات دن کی گردشِ بے سود کی بجائے
کوئی عمودِ فکر، کوئی زاویہ بنے

اک سمت اِنتہائے اُفق سے نمود ہو
اِک گھر دیارِ دیدہ و دل سے جُدا بنے

Scanned by CamScanner

اِک داستانِ کربِ کم آموز کی جگہ
تیری ہزیمتوں سے کوئی واقعہ بنے

تُو ڈھونڈنے کو جائے تڑپنے کی لذّتیں
تجھ کو تلاش ہو کر کوئی بے وفا بنے

وُہ سر بہ خاک ہو تری چوکھٹ کے سامنے
وُہ مرحمت تلاش کرے، تُو خُدا بنے

Scanned by CamScanner

تعبیر

مجھے یقیں تھا کہ تُم نہیں ہو

تھکے ہُوئے کھڑکیوں کے چہرے
جلی ہُوئی آسماں کی رنگت

سیاہ، آفاق تک بگولے
لہُو کے آتش فشاں کی ساعت

وجُود پر ایک بوجھ سا تھا
نہ صُبحِ وعدہ، نہ شامِ فرقت

اسی مہیب، آتشیں گھڑی میں
کسی کی دستک سُنی تو دِل نے

Scanned by CamScanner

کہا کہ صحرا کی چوٹ کھائے
کوئی غریب الدیار ہو گا

یہ سچ کہ دل کی ہر ایک دھڑکن
تمہارے درشن کے واسطے تھی

حیات کا ایک ایک لمحہ
تمہاری آہٹ کا منتظر تھا

مگر اک ایسے دیارِ غم میں
جہاں کی ہر چیز خشمگیں ہو
مجھے یقیں تھا کہ تم نہیں ہو

۲

زمین سکتے میں ہے کہ کیوں کر
زمیں پہ ماہ تاب اُترا!

Scanned by CamScanner

یہ آگ کیسے بنی شبستاں
کہاں سے آنکھوں کا خواب اُترا

۳

روایتوں کی ہزار صدیوں
سے بڑھ کے یہ لمحۂ حسیں ہے

لہو میں پھولوں کے حاشیے ہیں
اُداس کاسے ہیں انگبیں ہے

یہ تم ہو، یہ ہونٹ ہیں، یہ آنکھیں
مجھے یقیں ہے، مجھے یقیں ہے

Scanned by CamScanner

بدیسی

ساتھ سمندر پار سے گوری آئی پیا کے دیس
رُوپ بدیسی، لیکن جیون پُورب کا سندیس

لمبی لمبی پلکیں، جن میں تلواروں کی کاٹ
نیلی نیلی آنکھیں، جیسے جمنا جی کے پاٹ

انکھڑیاں یا ٹھنڈے ٹھنڈے دریاؤں میں سیپ
روشن روشن چہرہ، جیسے دیوالی کا دیپ

گندم کی جیسی رنگت سے نرم سنہرے کیس
آئی پیا کے دیس

Scanned by CamScanner

تپتی دھرتی، جلتا سُورج، نئی نئی ہر بات
اٹھارہ گھنٹوں کے دِن، اور چھے گھنٹوں کی رات

نئے نئے کپڑے پہنے اور سیکھے دُوجے ڈھنگ
نئی نویلی بولی بولے گھر والوں کے سنگ

ٹُوٹی پھُوٹی اُردو، جس کے اُلٹے سیدھے بھیس
آئی پیا کے دیس
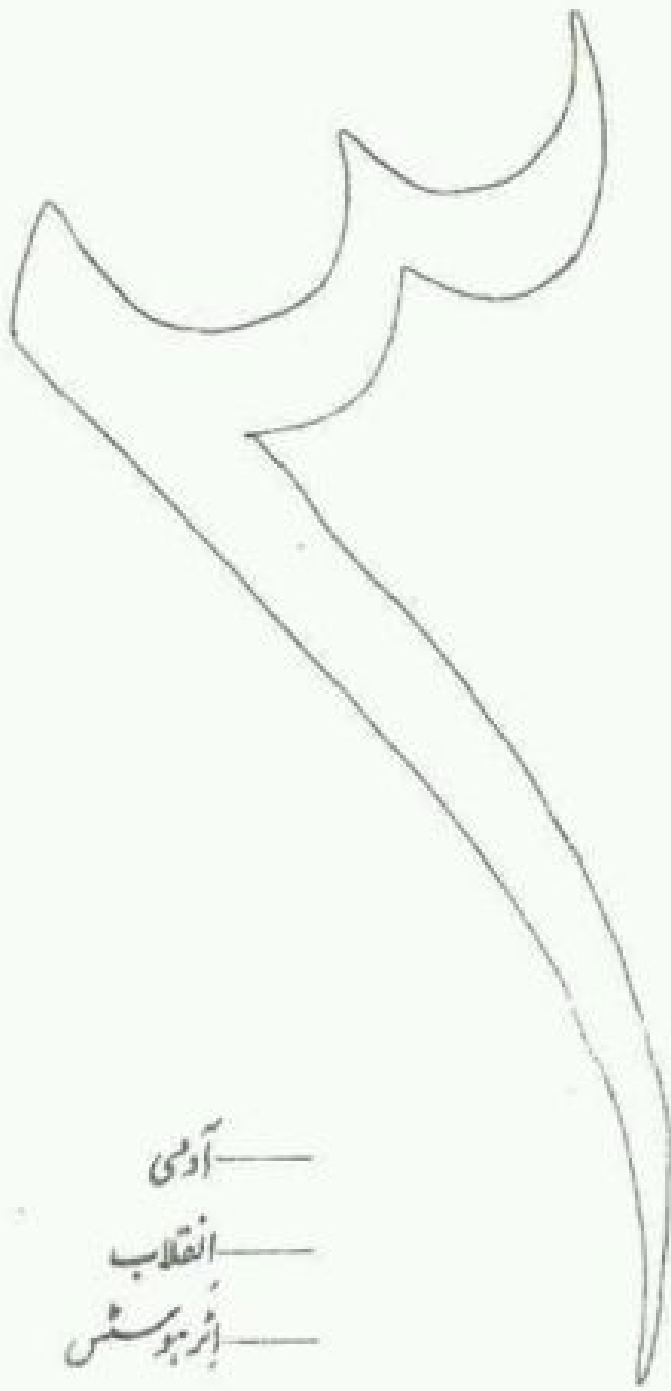
Scanned by CamScanner

۳

آدمی

مُجھ کو محصُور کیا ہے مری آگاہی نے
میں نہ آفاق کا پابند، نہ دیواروں کا
میں نہ شبنم کا پرستار، نہ انگاروں کا
اہلِ ایقان کا حامی نہ گنہگاروں کا

نہ خلاؤں کا طلب گار، نہ سیّاروں کا

زندگی دُھوپ کا میدان بنی بیٹھی ہے

اپنا سایہ بھی گریزاں، ترا داماں بھی خفا
رات کا رُوپ بھی بے زار، چراغاں بھی خفا
صُبحِ یاراں بھی خفا، شامِ غریباں بھی خفا
دُزدِ ایماں بھی خفا، اور نگہباں بھی خفا

Scanned by CamScanner

خود کو دیکھا ہے، تو اس شکل سے خوف آتا ہے

ایک مبہم سی صدا گنبدِ افلاک میں ہے
تارِ بے مایہ کسی دامنِ صد چاک میں ہے
ایک چھوٹی سی کرن مہر کے ادراک میں ہے
جاگ، اے رُوح کی عظمت کہ مری خاک میں ہے

Scanned by CamScanner

اِنقلاب

یُوں ہُوا مُنتظر ساعتِ نو ہے جیسے
ایک اِک لمحے کی آواز شبستاں بن جائے

ایک اِک لمحہ دبے پاؤں بڑھا آتا ہے
کاش یہ سخت زمیں ابرِ خراماں بن جائے

قُفلِ زنداں کی ابھی آنکھ لگی ہے شاید
آنکھ کھُل جائے، تو ہر خوابِ بیاباں بن جائے

ایک اِک سانس پہ ہے ساعتِ فردا کا مدار
پھُول بن جائے کہ آتش کدۂ جاں بن جائے

ایک اِک لہر کے مِلنے کی صدا آتی ہے،
جانے، کب سوزِ جگر پورشِ طوفاں بن جائے

ایئر ہوسٹس

شہر کی روشنیاں کرمکِ آوارہ ہیں
نہ وُہ ہوٹل کے دریچے، نہ وُہ بجلی کے ستون
نہ وہ اطراف نہ سنّاٹے کا گُم نام سکون
ہر گھڑی ساعتِ پرواز بنی جاتی ہے

سیکڑوں فیٹ تلے رینگ رہی ہو گی زمیں
کہیں پیٹرول کے مرکز، کہیں سڑکوں کا غُبار
تار کے آہنی کھمبوں کی طرح راہ گزار
مختلف لوگوں کی آواز بنی جاتی ہے

تیرے لہجے میں ہے ترغیب کی یہ کیفیت
کہ مشینوں کی فضا ساز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

اے مرے دل کے دھڑکنے سے بہ ظاہر غافل
تیری صورت تری غمّاز بنی جاتی ہے

ہم سفر انجمنیں گرم کیے بیٹھے ہیں؛
تو مرا سب سے بڑا راز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

چپلیتہ

"چھوڑو، میاں، یہ مشغلۂ شعر و شاعری
آؤ، شکار کے لیئے کہسار کو چلیں

اِک مہ جبیں کے واسطے رونے سے فائدہ
تسکینِ قلب کے لیئے بازار کو چلیں

ہاں جنتِ نگاہ بھی ہو، رنگ و رقص بھی
بے شک کسی حسینہ کے دربار کو چلیں"

ہاں تاج و تخت میں بھی ہے اِک کیفیت مگر
میں کیسے اپنے فقر کا پندار چھوڑ دوں

کس طرح اپنے سائے کو خود سے جُدا کر دوں
کیوں کر یہ طبعِ شاعرِ خوددار چھوڑ دوں

دستار کیسے پھینک دوں ٹھوکر کے واسطے
مینار کیسے چھوڑ دوں دفتر کے واسطے

Scanned by CamScanner

پہلے ہی دن سے ہے مجھ پہ یہ سخن کی صورت

پہلے ہی دن سے ہے مجھ پہ یہ سخن کی صورت
شعر میں دل کا لہو آئے چمن کی صورت

رات کو انجمنِ ذہن میں عریاں ہو کر
جگمگاتی ہے زمیں تیرے بدن کی صورت

ناز کرتی ہے فضا شاہدۂ شب کی طرح
کھیلتی چلتی ہے آواز پَون کی صورت

ہائے وُہ عارضِ گلنار شفق کی مانند
ہائے وہ رقصِ پُر اسرار کرن کی صورت

Scanned by CamScanner

نظر آتی ہے ہر اک حرف کے آئینے میں
کبھی دشمن کی، کبھی یارِ کہن کی صورت

کہیں تاریکیٔ افکار میں نکلا ہوا چاند
اور کہیں چاند کے پہلو میں گہن کی صورت

کہیں تخئیل کے سینے میں پہاڑوں کی اٹھان
کہیں احساس کے بازو پہ رسن کی صورت

ایک اک ذرہ چمکتا ہے ستارہ بن کر
ایک اک یاد تڑپتی ہے وطن کی صورت

Scanned by CamScanner

دیکھنا اہلِ جنوں ساعتِ جہد آ پہنچی

دیکھنا، اہلِ جنوں، ساعتِ جہد آ پہنچی
اب کے توہینِ لبِ دار نہ ہونے پائے

اب کے کھل جائیں خزانے نفسِ سوزاں کے
اب کے محرومیٔ اظہار نہ ہونے پائے

یہ جو غدار ہے اپنی ہی صفِ اوّل میں
غیر کے ہات کی تلوار نہ ہونے پائے

یوں تو ہے جوہرِ گفتار بڑا وصف، مگر
وجہِ بیماریٔ کردار نہ ہونے پائے

Scanned by CamScanner

ایسے زخموں کی جراحت سے محبّت سیکھو
جن کو مرہم سے سروکار نہ ہونے پائے

دشت میں خُونِ حُسینؑ ابنِ علیؑ بہہ جائے
بیعتِ حاکمِ کُفّار نہ ہونے پائے

یہ نئی نسل اِس انداز سے نکلے سرِ رزم
کہ مُؤرّخ سے گنہگار نہ ہونے پائے

Scanned by CamScanner

نہ کوئی مخملی تصویر نہ کوئی نغمہ (ترجمہ)

نہ کوئی مخملی تصویر، نہ کوئی نغمہ
میرے مفہوم کو مفہوم بنا سکتا ہے

اس لیئے، میں نے وہ الفاظ چُنے ہیں جن سے
میرے افکار، تعیش کی حدوں سے باہر
اک نیا دائرہ ذہن بنا سکتے ہوں

دائرہ، جس میں نہیں فکر و نظر کا اُلجھاؤ
اور آئیں گے؛ اگر چاہو، تو تُم بھی آجاؤ

(لوئی میک نیس)

Scanned by CamScanner

پیدائش سے پہلے (ترجمہ)

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری سُنو

اِن لہُو کے پیاسے مہیب چُوہوں کو، ان چھپکلیوں کو، ان بلاؤں کو،
چمگادڑوں کو میرے قریب آنے سے باز رکھو

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مجھے سنبھالو
مجھے یہ ڈر ہے، کہیں یہ انساں حصار میں گھیر لے نہ مُجھ کو
دواؤں سے مُجھ کو بھی سُلا دے

حروفِ دانش سے غم بُھلا دے
لہُو کا کچھ ذائقہ چکھا دے

Scanned by CamScanner

مری فنا، جس میں وُہ مری زندگی کی ساعت گزار
دیں گے

ابھی میں پیدا نہیں ہوا ہُوں، ذرا یہ ناٹک بُمجھے
سکھا دو
بُزرگ جب وعظ کر رہے ہوں، تو اپنا سَر کس
طرح ہلاؤں ؟
میں زعمِ طاقت کے سامنے کیا کروں ؟
پہاڑوں کے جبر و ہیبت کے سامنے کیا کروں؟
حقارت کے سامنے، طنزیہ محبت کے سامنے کیا
کروں؟

میں کیا کروں، جب سفید مُوجیں مُجھے جنُوں کی
طرف بُلائیں ؟
میں کیا کروں، جب مہیب صحرا مجُھے تباہی
پہ ورغلائیں؟
میں کیا کروں، جب فقیر میرے کرم کی دولت سے
ڈر رہے ہوں؟

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مجھے ضرورت ہے
صاف پانی کی،
سبزہ زاروں کی، پیڑ کی چھاؤں کی، کُھلے آسماں کی
چڑیوں کے چہچہوں کی

مجھے ضرورت ہے ذہن کی صاف چاندنی کی
مجھے ضرورت ہے روشنی کی

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مرے گناہوں کو
بخش دینا
گناہ جو میری ذات کے نام پر کرے گی تمہاری دُنیا
جو لفظ مجھ کو ادا کریں گے
خیال جو مجھ کو وا کریں گے

مری دعا، جس کو غیر کی سازشوں نے میری بنا دیا ہے
مری حیاتِ گرسنہ، جو قاتلوں نے خود مجھ سے
چھین لی ہے

میں کیا کروں

جب مرے ہی بچے مجھی پہ دُشنام کر رہے ہوں؛

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری سنو ——
مجھ کو ایسے اِنسان سے بچاؤ، جو بھیڑیا ہے
اور ایسے انسان سے بھی، جو یہ سمجھ رہا ہو کہ
وُہ خُدا ہے
ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری رگوں میں وُہ
خون بھر دو،
جو میری انسانیت کو اغیار سے بچالے
جو سوچتے ہیں کہ میں مشین اور موت بن جاؤں،
ان کے افکار سے بچالے
جو چاہتے ہیں کہ میں بس ایک شکل و صورت
بن جاؤں، ان کے اصرار سے بچالے
مرے مکمل وجود کو ٹوٹنے کے اِدبار سے بچالے
مُجھے نہ راس آئے گا ہوا پر ذرا سے تنکے کی
شکل بننا،

ہتھیلیوں پر نحیف قطرے کی شکل بننا
مجھے نہ پتھر کی زندگی چاہیے، نہ قطرے کی
چار سانسیں
اگر یہ ممکن نہیں، تو اس راستے سے مجھ کو
جدا بھی کر دو

ابھی میں پیدا نہیں ہوا ہوں
ابھی سے مجھ کو فنا بھی کر دو

(لوئی میک نیس)

رسٹ ہاؤس

یہ گاؤں، سہمے ہوئے شیر خوار کی مانند
گھروں کی تیرہ و تاریک خوابگاہوں میں
پڑا ہوا ہے —— اندھیرے میں آنکھ کھولے ہوئے

ہوا، مہیب ہوا، تند بھیڑیے کی طرح
ہر ایک پیڑ سے بے واسطہ لپٹتی ہے
ہر اک چراغ کی لَو کی طرف لپکتی ہے

سوائے ایک شجر کے، جو اس کا مسکن ہے
سوائے تاجِ شہی کے جو صاحبِ فن ہے
سوائے ایک دیئے کے، جو اب بھی روشن ہے

Scanned by CamScanner

قبائے ساز

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

تار و پود

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

دِن کی اک اک بُوند گراں ہے، اک اک جُرعۂ شب نایاب

شام و سحر کے پیمانے میں جو کچھ ہے، ڈر ڈر کے پیو

آہستہ آہستہ برتو اِن گنتی کی سانسوں کو

دِل کے ہات میں شیشۂ جاں ہے، قطرہ قطرہ کر کے پیو

Scanned by CamScanner

"نغمگی کے قدِّ بالا پر قبائے سازتنگ"

بُخاری

Scanned by CamScanner

○

دل میں وُہ درد نہاں ہے کہ بتائیں کس کو
ہاں اگر ہے تو کوئی محرمِ اسرار سُنے

خلوتِ ذہن کے ہر راز کی سرگوشی کو
یہ نہ ہو جائے کہ بازار کا بازار سُنے

نرمیٔ رمز و کنایہ کا تقاضا یہ ہے
پرتوِ شاخ کہے، سایۂ دیوار سُنے

ہونٹ ہلنے بھی نہ پائیں کہ معانی کھُل جائیں
لمحۂ شوق کہے، ساعتِ دیدار سُنے

مَیں تو سو مرتبہ تیشے کی زباں سے کہہ دُوں
تُو جو افسانۂ فرہاد بس اک بار سُنے

Scanned by CamScanner

زخمِ سفر

ہزار راہِ مُغیلاں ہے کارواں کے لیے
لہُو کا رنگ ہے تزئینِ داستاں کے لیے
قدم قدم پہ بڑی سختیاں ہیں جاں کے لیے
کئی فریب کے عشوے ہیں اِمتحاں کے لیے
زمانہ یُوں تو ہر اِک پر نظر نہیں کرتا
قلم کی بے اَدَبی درگزر نہیں کرتا

قلم میں لرزشِ مژگاں، قلم میں رشتۂ جاں
قلم میں زمزمہ و رَم، قلم میں شور و فغاں
قلم میں جشنِ عُروسی، قلم میں بیوگیاں
قلم میں کوہ و بیاباں، قلم میں کاہکشاں
قلم میں حِلم بھی ہے ناز اَور وقار بھی ہے
اذانِ صُبح بھی ہے، شامِ بادہ خوار بھی ہے

اِسی کے دم سے گھٹاؤں کے سُرمئی آنچل
اِسی سے ہونٹ بہاراں، اِسی سے آنکھ کنول
یہی کُلاہ کا ہیرا، یہی کمان کا بَل
یہی ہے صُبحِ گلستاں، یہی شبِ مقتل
بغیر اِس کے رہِ سروری نہیں ملتی
کسی کو دولتِ پیغمبری نہیں ملتی

چمن ہزار ہیں، لیکن گُلاب اِس کا ہے
خُدا کا عرش ہے لیکن سَحاب اِس کا ہے
کبھی جو ڈھل نہ سکے وُہ شباب اِس کا ہے
ہر ایک عہد کی آنکھوں میں خواب اِس کا ہے
دیارِ عشق میں مجرُوح و بے وطن یہ ہے
حریمِ حُسن میں خُوشبوئے پیرہَن یہ ہے

دِنوں میں ہمہمۂ کارساز اِس کا ہے
شبوں میں زمزمۂ دِل نواز اِس کا ہے
بطُون میں ابدیّت کے راز اِس کا ہے
سرِشک وقت کے ہیں اور گُداز اِس کا ہے
مثالِ حضرتِ آدم گُناہ گار بھی ہے
حریمِ عصمتِ مریم کا پَردہ دار بھی ہے

Scanned by CamScanner

ہر اِک سے بے خبری بھی، ہر اِک کا محرم بھی
شرر بسینہ بھی ہے اور لبِ شبنم بھی
محلِ زخم بھی ہے اور مقامِ مرہم بھی
ہلالِ عید بھی ہے، عشرۂ محرم بھی
بغاوتوں کے درخشاں عَلَم اُٹھائے ہُوئے
جگر کے طاق میں شمعِ مُبیں جلائے ہُوئے

قلم کی راہ میں جو آئے دِل کو مار کے آئے
شبِ درازِ غمِ بے کراں گزار کے آئے
گلے سے طوقِ زمان و مکاں اُتار کے آئے
بڑے بڑوں کو بیانگِ دُہل پُکار کے آئے
بہت جہاد طلب ہے رہِ وفا اِس کی
کہ اِنتہائے جنوں سے ہے ابتدا اِس کی

اِدھر بلاؤں پہ جو مُسکرا سکے وُہ آئے
جو تاج و تخت پہ ٹھوکر لگا سکے وُہ آئے
جو آسمان کو نیچا دِکھا سکے وُہ آئے
جو اپنے آپ سے آنکھیں لڑا سکے وُہ آئے
روائے زر کا نہیں جو کفن کا شیدا ہو
اِدھر وُہ آئے جو دار و رسن کا شیدا ہو

جسے خبر ہو کہ کس نے نقاب اٹھائی ہے
یہ عہدِ گرنہ ہے یا عصرِ مومیائی ہے
یہ عادلی ہے کہ نمرود کی خدائی ہے
یہ خونِ دل ہے قلم میں کہ روشنائی ہے
جو نقش و رنگ سے آداب سادگی پوچھے
جو خسروی سے مزاجِ جفا کشی پوچھے

جو خشتِ حرف سے دیوار و در بناتا ہو
نفس کے لوچ سے تیغ و تبر بناتا ہو
جو آندھیوں میں ستاروں کے گھر بناتا ہو
جو خود طلسمِ قضا و قدر بناتا ہو
جو ایک سانس میں طے راہِ کائنات کرے
خدا سے بھی نہ، سرِ حشر، دب کے بات کرے

کہاں مقامِ سخن اور کہاں سیاستِ شب
کہاں یہ اشک کہاں تاجرانِ جشنِ طرب
کہاں رجز کی بلندی کہاں سلے ہوئے لب
کہاں زمان و مکاں اور کہاں عراق و عرب
حدودِ شام و سحر سے نکل گئے کچھ لوگ
ذرا سی دھوپ میں آکر پگھل گئے کچھ لوگ

Scanned by CamScanner

کسی نے دولتِ فانی کو دیوتا جانا
ادب کو رزق کمانے کا مشغلا جانا
جگر کے خون کو رنگینیٔ حنا جانا
بتانِ ہیکلِ اوہام کو خدا جانا
غمِ حیات کو بے مدعا بنا ڈالا
ہنر کو، کاسۂ دستِ گدا بنا ڈالا

اب ان میں ذہن کی بازی گری کے قصے ہیں
عبائے اطلس و تاجِ زری کے قصے ہیں
رئیسِ وقت کی پیغمبری کے قصے ہیں
طلسمِ ہوش رُبا کی پری کے قصے ہیں
دھواں دھواں ہے فضا سحرِ سامری کی طرح
ضعیف آنکھوں کی دھندلی سی روشنی کی طرح

خمِ شکستۂ تاج و نگیں کے چرچے ہیں
ادائے لیلیٔ جنت نشیں کے چرچے ہیں
مجاہداتِ فریب آفریں کے چرچے ہیں
مکاشفاتِ بزرگانِ دیں کے چرچے ہیں
کوئی رکوع میں ہے خانقاہ کے آگے
کوئی سجود میں ہے کج کلاہ کے آگے

Scanned by CamScanner

سُنو قلم کے مُہمات جاننے والو
دلِ حیات کے ضربات جاننے والو
مزاجِ ارض و سماوات جاننے والو
ادب کے جُملہ مقامات جاننے والو
تمھیں نہ صِرف شبستاں میں جاکے لِکھنا ہے
ہر ایک عہد کے زنداں میں جا کے لِکھنا ہے

پلک ہی ایک حقیقت نہیں کمان بھی ہے
زمین بھی ہے، فضا بھی ہے، آسمان بھی ہے
جو کاٹ دی ہے حکومت نے وُہ زبان بھی ہے
حکومتوں پہ جو گُذری وُہ داستان بھی ہے
عتاب و لُطف و سزا و جزا کا قِصّہ ہے
رقم کرو کہ یہ قِصّہ وفا کا قِصّہ ہے

لِکھو کہ تابعِ شاہی نہیں مزاجِ عوام
شکست کھا کے رہے گی چراغ سے ہر شام
ہر ایک عہد میں ہوں گے ہزار گُل اندام
ہر ایک عہد میں آئے گا عِشق پر الزام
جہاں بھی مطلعِ حق پر سحاب اُٹھے گا
کسی قلم سے کوئی آفتاب اُٹھے گا

Scanned by CamScanner

حمد

ہم نے اُس قوتِ موہُوم کو دیکھا نہ سُنا
ہم نے اُس گوہرِ نادیدہ کو پرکھا نہ چُنا

اِک سواری کہ شناسا نہ تھی، گھر پر اُتری
اِک تجلّی تھی کہ تہذیب نظر پر اُتری

جلوے دیکھے جو کبھی شاملِ ایماں بھی نہ تھے
اور ہم ایسے تن آساں تھے کہ حیراں بھی نہ تھے

دِل کے آغوش میں اک نُور ہُمکتا آیا
ایک لمحہ کئی صدیوں پہ چمکتا آیا

وہم و تشکیک سے اِلہام شعاری نہ رُکی
شب سے شہزادۂ خاور کی سواری نہ رُکی

پتّھروں کے صَدَفِ تیرہ سے ہیرے اُبھرے
بے کراں موج سے بے نام جزیرے اُبھرے

Scanned by CamScanner

آیتیں گُونج اُٹھیں حکمتِ گویا کے بغیر
مشعلیں جلنے لگیں شعلۂ سینا کے بغیر

نکہتِ بے بصراں دیدہ وری تک پہنچی
ضرب شیشے پہ لگی، شیشہ گری تک پہنچی

اجنبی شہر سے اِک بُوئے چمن ساز آئی
دم بخُود، مُہر بہ لب، وقت سے آواز آئی

ذات کا کرب بھی ہَیں، صُبح کا آرام بھی ہَیں
حدّ و بے حد بھی ہَیں، بے نام بھی ہَیں، نام بھی ہَیں

صحنِ خاموش بھی ہَیں، حلقۂ آواز بھی ہَیں
دستِ محمُود بھی ہَیں، آذرِ بُت ساز بھی ہَیں

سنگ و سنجاب بھی ہُوں، شُعلہ بھی ہُوں، خاک بھی ہُوں
مَیں ترا وہم بھی ہُوں، مَیں ترا ادراک بھی ہُوں

ساز کی گُونج بھی ہُوں، تیغ کی جھنکار بھی ہُوں
مَیں کڑی دُھوپ بھی ہُوں، سایۂ دیوار بھی ہُوں

Scanned by CamScanner

میرا ہی سوزِ خموشی ہے ہر آہنگ کے ساتھ
میری ہی نرمیٔ مسلک ہے رگِ سنگ کے ساتھ

میری رُوداد وُہی ہے جو جہاں پر گزُری
لامکاں پر بھی وُہ گزُری جو مکاں پر گزُری

گردشیں تجھ سے ملیں تو مرے پاس آئیں بھی
مَیں ترا جسم بھی ہُوں مَیں تری پرچھائیں بھی"

آدمی

مجھ کو محصور کیا ہے مری آگاہی نے
مَیں نہ آفاق کا پابند نہ دیواروں کا
مَیں نہ شبنم کا پرستار نہ انگاروں کا
نہ خلاؤں کا طلب گار نہ سیّاروں کا

زِندگی دُھوپ کا میدان بنی بیٹھی ہے
اپنا سایہ بھی گُریزاں، ترا داماں بھی خفا
رات کا رُوپ بھی بے زار، چراغاں بھی خفا
صُبحِ یاراں بھی خفا، شامِ حریفاں بھی خفا

خود کو دیکھا ہے تو اِس شکل سے خوف آتا ہے
ایک مُبہم سی صدا گنبدِ افلاک میں ہے
تارِ بے مایہ کِسی دامنِ صد چاک میں ہے
ایک چھوٹی سی کِرن مہر کے ادراک میں ہے
جاگ اَے رُوح کی عظمت کہ مِری خاک میں ہے

Scanned by CamScanner

○

کیا کیا نظر کو شوقِ ہوس دیکھنے میں تھا
دیکھا تو ہر جمال اسی آئینے میں تھا

قُلزُم نے بڑھ کے چُوم لیے پھُول سے قدم
دریائے رنگ و نُور ابھی راستے میں تھا

اِک موجِ خُونِ خلق تھی، کس کی جبیں پہ تھی؟
اِک طوقِ فردِ جرم تھا، کس کے گلے میں تھا؟

اِک رشتۂ وفا تھا سو کس ناشناس سے
اِک دردِ حرزِ جاں تھا سو کس کے صلے میں تھا

صہبائے تُند و تیز کی حدّت کو کیا خبر
شیشے سے پُوچھیے جو مزا ٹُوٹنے میں تھا

کیا کیا رہے ہیں حرف و حکایت کے سلسلے
وُہ کم سُخن نہیں تھا مگر دیکھنے میں تھا

تائب تھے احتساب سے جب سارے بادہ کش
مجُھ کو یہ افتخار کہ مَیں مے کدے میں تھا

Scanned by CamScanner

طلسم

بُجھ گیا ہے وُہ ستارہ جو مِری رُوح میں تھا
کھو گئی ہے وُہ حرارت جو تِری یاد میں تھی

وُہ نہیں عشرتِ آسُودگیٔ منزل میں
جو کسک جادۂ گُم گشتہ کی اُفتاد میں تھی

دُور اِک شمع لرزتی ہے پسِ پردۂ شب
اِک زمانہ تھا کہ یہ لَو مِری فریاد میں تھی

ایک لاوے کی دھمک آتی تھی کُہساروں سے
اک قیامت کی تپش تیشۂ فرہاد میں تھی

ناسِخِ ساعتِ اِمروز کہاں سے لائے
وُہ کہانی جو نظر بندیٔ اجداد میں تھی

Scanned by CamScanner

تخلیق

کتنے جاں سوز مراحل سے گزر کر دل نے
کس قدر پیچ و خم سُود و زیاں دیکھے ہیں

کتنے گرداب نظر آئے ہیں دف کے نزدیک
کتنے بھونچال سرِ آب رواں دیکھے ہیں

گونجتے ساز . برستے ہُوئے نغموں کے قریب
دل کو تھامے ہُوئے اَربابِ مغاں دیکھے ہیں

ڈوبنے والوں کے ہمراہ بھنور میں رہ کر
لبِ ساحل کے ضیا بار مکاں دیکھے ہیں

جام کے رنگ میں پائی ہے لہُو کی سُرخی
کاہ کے دوش پہ سو کوہِ گراں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

مدّتوں اپنے دلِ زار کا ماتم کر کے
خُود سے بڑھ کر بھی کئی سوختہ جاں دیکھے ہیں

سنسناتے ہُوئے ذرّات کے رُخساروں پر
تُند سُورج کے طمانچوں کے نشاں دیکھے ہیں

موت کو جن کے تصوّر سے پسینہ آ جائے
سینۂ زیست میں وُہ زخمِ نہاں دیکھے ہیں

تب کہیں جا کے اِن اشعار کے گہوارے میں
اِک بصیرت کے چمکنے کے نشاں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

تہدیہ

سُرور و کیف کے آیات لے کر آیا ہُوں
نگاہِ پیرِ خرابات لے کر آیا ہُوں

زمیں کے کرب میں شامل ہُوا ہُوں راہرو
دلِ شکستہ کی سوغات لے کر آیا ہُوں

نظر میں عصرِ جواں کی بغاوتوں کا غرُور
جگر میں سوزِ روایات لے کر آیا ہُوں

جہانِ تیرہ کی خاموشیوں کے حلقے میں
چراغ حرف و حکایات لے کر آیا ہُوں

کدھر ہے چشمۂ حیواں مِرا طواف کرے
گُناہ گار ہُوں، ظُلمات لے کر آیا ہُوں

بلند و پست سے کہہ دو کہ صف میں آجائیں
زمیں پہ ذوقِ مساوات لے کر آیا ہُوں

بہت سے آئے ہیں تیری گلی میں لیکن میں
متاعِ عزتِ سادات لے کر آیا ہُوں

Scanned by CamScanner

تشکک

مجھ کو دیے
اکثر خداؤں نے بہ طورِ پیش کش دُنیا و دیں
مَیں، مُصطفےٰ زیدی ضعیفُ الاعتقاد و کم یقیں

لیکن نہیں
اَے پڑھنے والو تم کو شاید اِس کا اندازہ نہیں
جن راستوں سے ہو کے آیا ہے یہ دَورِ آخریں

اِس میں ملے
صحرا، بگولے، دشت، دریا، آگ، نفرت، تیرگی
الحان، گلشن، رنگ، خوشبو، پیار، کونپل، انگبیں

Scanned by CamScanner

اکثر یہ گھر
پیغمبروں کی سانس کی شمعیں نہ روشن کر سکیں
اکثر اسے تو دے گئی ابلیس کی تیرہ جبیں

دُنیا نے بھی
دار پر مرے نقشِ جنوں چھوڑے نہیں، حالانکہ وُہ
سج دھج کے نکلی بھی مثالِ لعبتانِ مصر و چیں

اُس ذات کے
بارے میں اک عُقدے کے پیچھے سیکڑوں عُقدے بنے
ہے یا نہیں کے بعد
ممکن ہے
کہ ممکن بھی نہیں

Scanned by CamScanner

اندیشہ ہائے دُور و دَراز

اَب سے پہلے بھی اِس محفل رقص میں گھنگروؤں کے چھناکے بکھرتے رہے
قبل اور وسط اور حال کے قافلے سب اِسی راستے سے گذرتے رہے
مندروں میں کھنکتی رہیں گھنٹیاں، مسجدوں کے منارے اُبھرتے رہے

اَب سے پہلے بھی آسودگی کے لئے آسماں کی طرف آنکھ اُٹھتی رہی
اَب سے پہلے بھی حُسنِ سفر کے لئے کہکشاں کی طرف آنکھ اُٹھتی رہی
اَب سے پہلے بھی تحقیق سے بدگماں اِعتقادات کی بات کرتے رہے

خوبصورت سی اِک ناؤ دے کر سخن گر نے لہروں کے چکر میں اُلجھا دِیا
معتبر رہنماؤں نے دھوکے دِیے، خِضر صُورت بزرگوں نے بہکا دِیا
خِضر صُورت بزرگوں کی آنکھوں میں تقدیس کے سُرخ ڈورے اُبھرتے رہے

Scanned by CamScanner

آدمی کے تراشے ہُوئے وہم نے آدمی کے لیے خار و خس چُن دِیے
قیصروں سے غُلامی کا تمغہ مِلا ، دیوتاؤں نے افلاس کے بُن دِیے
پاک پروردگارِ مہ و مہر کی رحمتوں سے اندھیرے بکھرتے رہے

چشمِ مُشتاق کو رُخ کی تابانیاں دیکھنے کی سعادت نہیں مِل سکی
شام گُذرے بھی مدّت ہُوئی اَور ابھی آئینے کو اجازت نہیں مِل سکی
صُبح بھی تجھ سے پُوچھیں گے اَے دردِ دل تیرے گیسُو کہاں تک سنورتے رہے

Scanned by CamScanner

تنہا

میں وُہی قطرۂ بے بحر وُہی دشت نورد
اپنے کاندھوں پہ اُٹھائے ہُوئے صحرا کا طلسم
اپنے سینے میں چھپائے ہُوئے سیلاب کا درد
ٹوٹ کر رشتۂ تسبیح سے آ نکلا ہُوں
دل کی دھڑکن میں دبائے ہُوئے اعمال کی فرد
میرے دامن میں برستے ہُوئے لمحوں کا خروش
میری پلکوں پہ بگولوں کی اُڑائی ہُوئی گرد

لاکھ لہروں سے اُٹھا ہے مری فطرت کا خمیر
لاکھ قلزم مرے سینے میں رواں رہتے ہیں
دن کو کرنیں مرے افکار کا مُنہ دھوتی ہیں
شب کو تارے مری جانب نگراں رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

میرے ماتھے پہ جھلکتا ہے ندامت بن کر
ابنِ مریم کا وُہ جلوہ جو کلیسا میں نہیں

راندۂ موج بھی ہیں، مجرمِ ذات بھی ہیں

میرا قصّہ کسی افسانۂ دریا میں نہیں
میری تاریخ کسی صفحۂ صحرا میں نہیں

Scanned by CamScanner

○

کفِ مومن سے، نہ دروازۂ دوراں سے مِلا
رشتۂ درد اُسی دُشمنِ ایماں سے مِلا

اِس کا رونا ہے کہ پیماں شکنی کے باوصف
وُہ ستمگر اُسی پیشانیٔ خنداں سے مِلا

طالبِ دستِ ہوس اَور کئی دامن تھے
ہم سے ملتا جو نہ یُوسف کے گریباں سے مِلا

کوئی باقی نہیں اَب ترکِ تعلّق کے لئے
وُہ بھی جا کر صفِ احبابِ گُریزاں سے مِلا

کیا کہیں اُس کو جو محفل میں شناسا بھی نہ تھا
کبھی خلوت میں در آیا تو دِل وجاں سے مِلا

مَیں اُسی کوہ صفت خُون کی اِک بُوند ہُوں جو
ریگ زارِ نجف و خاکِ خُراساں سے مِلا

سچائی

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے
صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے
سچائی اک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر
سوئی ہوئی تھی، شور سنا تو خوف کے مارے
تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی
بھیس بدل کر پیچھے نکلی، آگے آگے
مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے

Scanned by CamScanner

لبِ مرگ

قوم کے پاس اَب رہا کیا ہے
شاعرانہ تعلّیوں کے سوا
ہیں معالج مگر دوا کیا دیں
جانکنی میں، تسلّیوں کے سوا

Scanned by CamScanner

سایہ

تمام شہر پہ آسیب سا مُسلّط ہے
دُھواں دُھواں ہیں دریچے، ہوا نہیں آتی
ہر ایک سمت سے چیخیں سُنائی دیتی ہیں
صدائے ہم نفس و آشنا نہیں آتی

گھنے درخت، در و بام، نغمہ و فانُوس
تمام سحر و طلسمات و سایہ و کابُوس
ہر ایک راہ پہ آوازِ پائے نامعلوم
ہر ایک موڑ پہ اَرواحِ زِشت و بَد کا جلُوس

سفید چاند کی اُجلی قبائے سیمیں پر
سیاہ و سرد کفن کا گماں گزرتا ہے
فضا کے تخت پہ چمگادڑوں کے حلقے میں
کوئی خلا کی گھنی رات سے اُترتا ہے

Scanned by CamScanner

تمام شہر پہ آسیب سا مُسلّط ہے
کوئی چراغ جلاؤ، کوئی حدیث پڑھو
کوئی چراغ برنگِ عذارِ لالہ رُخاں
کوئی حدیث بانداز صدقۂ دِل و جاں
کوئی کِرن پئے تزئینِ غُرفہ و محراب
کوئی نوا پئے درماندگان و سوختہ جاں

سُنا ہے عالمِ رُوحانیاں کے خانہ بدوش
سَحر کی روشنیوں سے گُریز کرتے ہیں
سحر نہیں ہے تو مشعل کا آسرا لاؤ
لبوں پہ دِل کی سُلگتی ہُوئی دُعا لاؤ
دِلوں کے غُسلِ طہارت کے واسطے جا کر
کہیں سے خُونِ شہیدانِ نینوا لاؤ

ہر اِک قبا پہ کثافت کے داغ گہرے ہیں
لہُو کی بُوند سے یہ پیرہن دُھلیں تو دُھلیں
ہوا چلے تو چلے، بادبان کُھلیں تو کُھلیں

Scanned by CamScanner

دردِ دل بھی غمِ دَوراں کے برابر سے اُٹھا
آگ صحرا میں لگی اور دُھواں گھر سے اُٹھا

تابشِ حُسن بھی تھی، آتشِ دُنیا بھی، مگر
شعلہ جس نے مجھے پھُونکا مرے اندر سے اُٹھا

کسی موسم کی فقیروں کو ضرورت نہ رہی
آگ بھی، اَبر بھی، طُوفان بھی ساغر سے اُٹھا

بے صَدف کِتنے ہی دریاؤں سے کچُھ بھی نہ ہُوا
بوجھ قطرے کا تھا ایسا کہ سمندر سے اُٹھا

چاند سے شِکوہ بلب ہُوں کہ سُلایا کیوں تھا
مَیں کہ خُورشیدِ جہانتاب کی ٹھوکر سے اُٹھا

Scanned by CamScanner

حال احوال

ایک اکیلے ہم اَیسے جو آدھی رات ڈھلے
چھوڑ کے کاہکشاں کا رستہ انگاروں پہ چلے

سچائی کی منزل جگمگ جگمگ کرتی ہے
لیکن اُس تک کیسے پہنچیں راہ میں آگ جلے

عُہدوں کے وُہ پودے آئے کچھ لوگوں کے ہات
صُبح کو جن کا بیج لگے اَور شام کے وقت پھلے

کیسے کیسے سنگھاسن پے کر بیٹھ گئے عیّار
مُلّا، پنڈت، ڈاکو، افسر ایک سے ایک بھلے

کوئی خِرد کی محفل میں اقوال و کمال بتائے
کوئی بزمِ جمال سجائے جام پہ جام ڈھلے

Scanned by CamScanner

اک پرچم کا نشان کبوتر اَور اِک کا شہباز
وُہی زمین کے خُون کے پیاسے ہر پرچم کے تلے

افسانوں کے لُطف کے پیچھے روتی ہوئی تاریخ
ظُلم کی تلواروں کے نیچے مظلُوموں کے گلے

زیدی اَب سنیاسی بن کر ہم لے لیں بن باس
ماتھے پر سیندور لگائے مُنہ پر راکھ ملے

Scanned by CamScanner

کونپلیں ریت سے پھُوٹیں گی سرِ دشتِ وفا
آبیاری کے لِیے خُونِ جگر تو لاؤ

کِسی گھُونگھٹ سے نِکل آئے گا رُخسار کا چاند
جو اُسے دیکھ سکے ایسی نظر تو لاؤ

شہر کے کُوچہ و بازار میں سنّاٹا ہے
آج کیا سانحہ گزُرا ہے خبر تو لاؤ

ایک لمحے کے لِیے اُس نے کِیا ہے اقرار
ایک لمحے کے لِیے عُمرِ خضر تو لاؤ

Scanned by CamScanner

جس دن سے اپنا طرزِ فقیرانہ چھُٹ گیا
شاہی تو مل گئی دلِ شاہانہ چھُٹ گیا

کوئی تو غم گُسار تھا کوئی تو دوست تھا
اب کس کے پاس جائیں کہ ویرانہ چھُٹ گیا

دُنیا تمام چھُٹ گئی پیمانے کے لئے
وُہ مے کدے میں آئے تو پیمانہ چھُٹ گیا

کیا تیز پا تھے دِن کی تمازت کے قافلے
ہاتوں سے رشتۂ شب افسانہ چھُٹ گیا

اِک دن حساب ہو گا کہ دُنیا کے واسطے
کن صاحبوں کا مسلکِ رندانہ چھُٹ گیا

Scanned by CamScanner

شہرِ جنوں میں چل

شہرِ جنوں میں چل مری محرومیوں کی رات
اُس شہر میں جہاں ترے خوں سے حنا بنے
یوں رائگاں نہ جائے تری آہِ نیم شب
کچھ جنبشِ نسیم بنے کچھ دُعا بنے
اِس رات دن کی گردشِ بے سُود کے عوض
کوئی عمُودِ فکر، کوئی زاویہ بنے
اک سمت اِنتہائے اُفق سے نمُود ہو
اک گھر دیارِ دیدہ و دل سے جُدا بنے
اک داستانِ کربِ کم آموز کی جگہ
تیری ہزیمتوں سے کوئی واقعہ بنے
تو ڈھونڈنے کو جائے تڑپنے کی لذتیں
تجھ کو تلاش ہو کہ کوئی بے وفا بنے
وُہ سر بہ خاک ہو تری چوکھٹ کے سامنے
وُہ مرحمت تلاش کرے تو خُدا بنے

Scanned by CamScanner

غمِ دَوراں نے بھی سیکھے غمِ جاناں کے چلن
وُہی سوچی ہُوئی چالیں وُہی بے ساختہ پن

وُہی اِقرار میں اِنکار کے لاکھوں پہلُو
وُہی ہونٹوں پہ تبسّم وُہی ابرُو پہ شِکن

کِس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف
یک لمحے کے لِئے رُک گئی دِل کی دھڑکن

کون سی فصل میں اِس بار مِلے ہیں تجھ سے
کہ نہ پروائے گریباں ہے نہ فکرِ دامن

اب تو چُبھتی ہے ہوا برف کے میدانوں کی
اِن دِنوں جِسم کے احساس سے جلتا تھا بدن

اَیسی سُونی تو کبھی شامِ غرِیباں بھی نہ تھی
دِل بُجھے جاتے ہیں اَے تیرگیِ صُبحِ وطن

Scanned by CamScanner

منزل منزل

آج کیوں میرے شب و روز ہیں محرومِ گداز
اے مری رُوح کے نغمے مِرے دِل کی آواز
اِک نہ اِک غم ہے نشاطِ سحر و شام کے ساتھ
اور اِس غم کا نہ مفہوم نہ مقصد نہ جواز
مَیں تو اِقبال کی چوکھٹ سے بھی مایُوس آیا
میرے اشکوں کا مداوا نہ بدخشاں نہ حجاز

چند لمحوں سے تمنّا کہ دوامی بن جائیں
ایک مرکز پہ رہے سُرخ لہُو کی ہلچل
کبھی ہر گام پہ ٹھوکر، کبھی منزل منزل
اے جہانِ گزراں ایک سے انداز پہ چل
دِن کو مہکی ہُوئی رُت، شام کو تپتی ہُوئی ریت
زِندگی اَیسے طِلسمات کے حلقے سے نکل

Scanned by CamScanner

کہیں ہر لمحہ لگاوٹ، کہیں ملنے سے گریز
دلِ محبوب نما اور سنبھل اور سنبھل

اور کہیں یہ ـــــ کہ اگر ایک پلک بھی ٹھہرے
کوئی لمحہ ـــــ تو ہر اک سانس گراں ہو جائے
اگر اک گلشنِ بے خار رہے دامنِ وقت
یہ جہانِ گذراں ریگِ رواں ہو جائے
ایسا مذہب کہ خود اُس وجہِ تعالیٰ سے گریز
ایسا اِلحاد کہ سجدے میں نہاں ہو جائے

اَے مری رُوح کے نغمے، مِرے دِل کی آواز
لُطفِ شب تاب یہی رقصِ شرر ہو شاید
کتنے کوسوں کوئی منزل نہ نشانِ منزل
جُستجو ہی کوئی عرفانِ سفر ہو شاید
کوئی اِلحاد میں نازاں کوئی ایمان میں گُم
کبھی اِس دیدہ و دِل کی بھی سحر ہو شاید
میری راتوں میں نہاں ہو نئے سُورج کی کرن
کم نگاہی میں ہی پوشیدہ نظر ہو شاید

کارواں

اسی طرف سے زمانے کے قافلے گزرے
سکوتِ شامِ غریباں کے خلفشار میں گم
ذرا سا راگ خموشی کے دوش پر لرزاں
ذرا سی بُوند پُر اسرار آبشار میں گم
گھنے اندھیرے میں گُمنام راہ رَو کی طرح
کوئی چراغ چمکتی ہُوئی قطار میں گم
فضا میں سوئی ہُوئی گھنٹیوں کی آوازیں
ستارے نیل کی خاموش جُوئبار میں گم
شگفتہ، پیار کی شِدّت سے کانپتے ہُوئے ہونٹ
کسی کی وعدہ وفائی کے اِعتبار میں گم
نہ جانے کتنی اُمیدیں اُفق سے آنکھ لگائے
سحر کی آس میں فردا کے اِنتظار میں گم

Scanned by CamScanner

نئی آبادی

سنبھل سنبھل کے چلے دوستانِ عہدِ طرب
کوئی قدیم رفاقت گلے نہ پڑ جائے
ستم زدوں کی محبت گلے نہ پڑ جائے
کہیں پکار نہ لے درد کی کوئی چلمن
کہیں خلوص کے شعلے پکڑ نہ لیں دامن
اُتر نہ جائے رُخِ دست گیر کا غازہ
لپٹ نہ جائے قدم سے وفا کا دروازہ
دیارِ غم کی صداقت گلے نہ پڑ جائے

اِدھر ستائے ہُوئے دِل نظر بچا کے چلے
ضمیرِ سنگ میں شیشے کی آبرو کیا تھی
کھلے تھے زخم ستاروں کی جستجو کیا تھی
جھکی ہُوئی تھیں نگاہیں تھمے ہُوئے تھے قدم
سلی ہُوئی تھیں زبانیں جلے ہُوئے تھے قلم
وُہ خامشی کہ سُراغِ صدا نہ مِل جائے
وُہ اِحتیاط کہ دردآشنا نہ مِل جائے
دُعا کو ہات نہ اُٹھیں، پتہ نہ مِل جائے

غرض کِسی کو کِسی سے کوئی گِلہ نہ ہُوا
مہاجروں کے محلّے میں حادثہ نہ ہُوا

روکتا ہے غمِ اظہار سے پندار مجھے
میرے اشکوں سے چھپا لے مرے رخسار مجھے

دیکھ اے دشتِ جنوں بھید نہ کھلنے پائے
ڈھونڈنے آئے ہیں گھر کے در و دیوار مجھے

سی دیے ہونٹ اُسی شخص کی مجبوری نے
جس کی قربت نے کیا محرمِ اسرار مجھے

میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہے ہیں انجم
جیسے پہچان گئی روحِ شبِ تار مجھے

جنسِ ویرانیٔ صحرا میری دوکان میں ہے
کیا خریدے گا ترے شہر کا بازار مجھے

Scanned by CamScanner

جرسِ گُل نے کئی بار پُکارا لیکن
لے گئی راہ سے زنجیر کی جھنکار مجھے

ناوکِ ظلم اُٹھا، دشنۂ اندوہ سنبھال
لُطف کے خنجرِ بے نام سے مت مار مجھے

ساری دُنیا میں گھنی رات کا سنّاٹا تھا
صحنِ زِنداں میں ملے صُبح کے آثار مجھے

Scanned by CamScanner

ڈھلے گی رات آئے گی سحر آہستہ آہستہ
پیو اُن انکھڑیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

دِکھا دینا اُسے زخمِ جگر آہستہ آہستہ
سمجھ کر، سوچ کر، پہچان کر آہستہ آہستہ

اُٹھا دینا حجابِ رسمیاتِ درمیاں لیکن
خطاب آہستہ آہستہ نظر آہستہ آہستہ

دریچوں کو تو دیکھو، چلمنوں کے راز تو سمجھو
اُٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

ابھی تاروں سے کھیلو چاندنی سے دل کو بہلاؤ
ملے گی اُس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

کہیں شامِ بلا ہو گی کہیں صُبحِ کماں دارں
کٹے گا زُلف و مژگاں کا سفر آہستہ آہستہ

یکا یک ایسے جل بُجھنے میں لُطفِ جاں کنی کب تھا
جلے اِک شمع پر ہم بھی مگر آہستہ آہستہ

○

آندھی چلی تو نقشِ کفِ پا نہیں مِلا
دِل جس سے مِل گیا وُہ دوبارا نہیں مِلا

ہم انجمن میں سب کی طرف دیکھتے رہے
اپنی طرح سے کوئی اکیلا نہیں مِلا

آواز کو تو کون سمجھتا کہ دُور دُور
خاموشیوں کا دردشناسا نہیں مِلا

قدموں کو شوقِ آبلہ پائی تو مِل گیا
لیکن بہ ظرفِ وُسعتِ صحرا نہیں مِلا

کنعاں میں بھی نصیب ہُوئی خود دریدگی
چاکِ قبا کو دستِ زلیخا نہیں مِلا

مہر و وفا کے دشت نوردو جواب دو
تم کو بھی وُہ غزال مِلا یا نہیں مِلا

کچّے گھڑے نے جیت لی ندّی چڑھی ہُوئی
مضبُوط کشتیوں کو کِنارا نہیں مِلا

Scanned by CamScanner

واقف نہیں اِس راز سے آشفتہ سراں بھی
غم تیشۂ فرہاد بھی غم سنگِ گراں بھی

اُس شخص سے وابستہ خموشی بھی بیاں بھی
جو نشترِ فصّاد بھی ہے اَور رگِ جاں بھی

کس سے کہیں اُس حُسن کا افسانہ کہ جس کو
کہتے ہیں کہ ظالم ہے تو رُکتی ہے زباں بھی

ہاں یہ خمِ گردن ہے یہ تابانیٔ افشاں
پہلو میں مِرے قوس بھی ہے، کاہ کشاں بھی

اَے چارہ گرو چارہ گرو ہم کو بتاؤ
کیا اَیسے ہی آثار نمایاں ہیں وہاں بھی

چونکی ہے وُہ کس ناز سے، اَے صُبحِ خوش آغاز
زُلفوں کی گھٹا بھی ہے چراغوں کا دُھواں بھی

Scanned by CamScanner

دستور

کل رات کو محرابِ خرابات تھی روشن
اشعار کے حلقے میں تھی آیات کی آمد

اربابِ حکایت نے سجائی تھی اَدب سے
افکار کے قالین پہ اقوال کی مسند

اخلاص کے رشتوں پہ چھلکتے تھے نئے جام
با وضعِ قدیمانۂ اخلاقِ اَب وجد

رقصندہ و رخشندہ و تابندہ و پُرکار
جوّالہ و قتّالہ و سوزندہ و سرمَد

ہر ذرّہ گراں مایہ و آفاق نشیمن
ہر قطرہ گہر رشتۂ و الماس و زبرجد

نغموں کا تلاطم تھا کہ تفسیرِ دو عالم
ہر گیت کا اِک گھیر تھا ہر بول کا اِک قد

ہر دُھن سے ترشتے تھے تھرکتے ہُوئے اصنام
ہر راگ میں اِک خال تھا، ہر تان میں اِک خد

گُھلتا ہُوا ساغر میں ہر اسلوبِ کم و بیش
مِٹتا ہُوا ہر تفرقۂ احمر و اسوَد

صہبا کی حرارت سے دَرکتی تھی صُراحی
بیٹھے تھے تہی جام مگر حضرتِ امجدؔ[1]

وابستگیٔ شرعِ نظر بندیٔ رِنداں
پابندیٔ آئین و گرفتاریٔ مقصد

آخر حرم و دَیر کے مینار پکارے
اَے واقفِ اسرارِ دلِ ہوّض و ابجد

دستُورِ قوانینِ ازل مٹ نہیں سکتے
ہر شرع کا اِک وقت ہے ہر بات کی اِک حَد

اِس شہر اَور اُس شہر پہ موقُوف نہیں ہے
وِیراں شود آں شہر کہ مے خانہ نہ دارد[2]

[1] جناب مجید امجد [2] کاظم قمی

دُنیا

اک ہم ہی نہیں کُشتۂ رفتارِ زمانہ
یہ تُندیٔ رخشِ گُذَراں سب کے لئے ہے

رقّاصۂ طنّاز ہو یا بسملِ مجرُوح
اسبابِ دلِ آویزیٔ جاں سب کے لئے ہے

اک طرزِ تفکّر ہے ارسطو ہو کہ خیّام
دُنیائے معانی و بیاں سب کے لئے ہے

خاموشِ محبّت ہو کہ میدان کی للکار
محرُومیٔ گفتار و زباں سب کے لئے ہے

بستی ہو فقیروں کی کہ عِشرت گہِ کِسریٰ
بُجھتی ہُوئی شمعوں کا دُھواں سب کے لئے ہے

دریُوزہ گرِ شہر ہو یا خُسروِ آفاق
پندارِ فلاں ابنِ فلاں سب کے لئے ہے

Scanned by CamScanner

زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے"
وہ خود اگر کہیں مِلتا تو گفتگو کرتے

وہ زخم جس کو کِیا نوکِ آفتاب سے چاک
اُسی کو سوزنِ مہتاب سے رفو کرتے

سوادِ دل میں لہو کا سُراغ بھی نہ مِلا
کِسے امام بناتے کہاں وضو کرتے

وہ اِک طلسم تھا، قُربت میں اُس کے عُمر کٹی
گلے لگا کے اُسے، اُس کی آرزو کرتے

حلف اُٹھائے ہیں مجبُوریوں نے جس کے لیے
اُسے بھی لوگ کبھی روبہ قبلہ رُو کرتے

جنُوں کے ساتھ بھی رسمیں، خرد کے ساتھ بھی قید
کِسے رفیق بناتے کِسے عدُو کرتے

حجاب اُٹھا دِیے خُود ہی نِگار خانوں نے
ہمیں دِماغ کہاں تھا کہ آرزُو کرتے

Scanned by CamScanner

سفرِ آخرِ شب

بہت قریب سے آئی ہوائے دامنِ گُل
کسی کے رُوئے بہاریں نے حالِ دل پُوچھا

کہ اَے فراق کی راتیں گذارنے والو
خمارِ آخرِ شب کا مزاج کیسا تھا

تُمھارے ساتھ رہے کون کون سے تارے
سیاہ رات میں کس کس نے تم کو چھوڑ دیا

بچھڑ گئے کہ دغا دے گئے شریکِ سفر
اُلجھ گیا کہ وفا کا طلسم ٹُوٹ گیا

نصیب ہو گیا کس کس کو قُربِ سُلطانی
مزاج کس کا یہاں تک قلندرانہ رہا

فگار ہو گئے کانٹوں سے پیرہن کتنے
زمیں کو رشکِ چمن کر گیا لہُو کس کا

Scanned by CamScanner

سُنائیں یا نہ سُنائیں حکایتِ شبِ غم
کہ حرف حرف صحیفہ ہے، اشک اشک قلم
کن آنسوؤں سے بتائیں کہ حال کیسا ہے
بس اِس قدر ہے کہ جیسے ہیں سرفراز ہیں، ہم
ستیزہ کار رہے ہیں جہاں بھی اُلجھے ہیں
شعارِ راہِ زناں سے مُسافروں کے قدم

ہزار دشت پڑے، لاکھ آفتاب اُبھرے
جبیں پہ گرد، پلک پر نمی نہیں آئی
کہاں کہاں نہ لُٹا کارواں فقیروں کا
متاعِ درد میں کوئی کمی نہیں آئی

Scanned by CamScanner

لاینحل

زباں پہ مُہرِ گدائی ہے، کِس سے بات کروں
حرُوف کاسۂ بے مایہ ہیں، قلم کشکول
ضمیر بے حس و حرکت ہے زیست بے پہلُو
شِکن ہے دامنِ ہستی میں، آستین پہ جھول
مَیں خود طلسم کی پریوں سے بے کنار ہُوا
کِسے کہوں کہ مِری رُوح کے دریچے کھول

میں اِک سراب کی خواہش پہ بیچ آیا ہُوں
تمام بادہ و ساغر، تمام تشنہ لبی
حریمِ عقل میں جس کا کوئی جواز نہ تھا
نشاطِ دل تھی وُہی زندگی کی بے سببی
اُجڑ گئے مِرے گلگشت، میرے رُکنا باد
مِری دُعائے سحر، میری آہِ نیم شبی

کہاں وُہ دِن تھے کہ پروائے ننگ و نام نہ تھی
کہاں یہ وقت کہ سایہ سنبھل کے چلتا ہے
مجھے کسی بھی تعیّن پہ اختیار نہیں
یہ کوئی اور مِرے راستے بدلتا ہے
جنُوں سے رسم نہ رکھوں تو جاں سُلگتی ہے
طلب کا قرض اُتاروں تو جسم جلتا ہے

Scanned by CamScanner

ناشناس

(۱)

کتنے لہجوں کی کٹاریں مری گردن پہ چلیں
کتنے الفاظ کا سیسہ مرے کانوں میں گھلا

جس میں اک سمت دھندلکا تھا اور اک سمت غبار
اُس ترازو پہ مرے درد کا ساماں تُلا

کم نگاہی نے بصیرت پہ اُٹھائے نیزے
جوئے تقلید میں پیراہنِ افکار دُھلا

قحط ایسا تھا کہ برپا نہ ہوئی مجلسِ عشق
حبس ایسا تھا کہ تحقیق کا پرچم نہ کھلا

کون سے دیس میں رہتے ہیں وہ مونس جن کی
روز اک بات سُناتے تھے سُنانے والے

Scanned by CamScanner

ٹھوکروں میں ہے متاعِ دلِ ویراں کب سے
کیا ہُوئے غم کو سر آنکھوں پہ بٹھانے والے

رات سُنسان ہے، بے نُور ستارے مدّھم
کیا ہُوئے راہ میں پلکوں کو بچھانے والے

اَب تو وُہ دن بھی نہیں ہیں کہ مرے نام کے ساتھ
آپ کا نام بھی لیتے تھے زمانے والے

Scanned by CamScanner

ناشناس

(۲)

اہلِ منزل کی مُسافر پہ یہ ترچھی نظریں
میزباں کی سُوئے مہماں یہ نگاہِ اکراہ

اَلحَذر خُون بہاتے ہُوئے آدابِ کرخت
الاَماں تیر چلاتے ہُوئے اخلاقِ سیاہ

یہ خط و خال سے چھنتی ہُوئی نفرت کی شعاع
یہ جبینوں کی لکیروں سے اُبلتی ہُوئی ڈاہ

شہر کے زَلزلہ بر دوش، گلی کُوچوں میں
یہ کڑکتے ہُوئے لہجے، یہ جگر سوز نگاہ

اُس ترازُو میں بٹھایا ہے فلک نے مجھ کو
جس میں تُلتے ہیں حریفانِ تمدُّن کے گُناہ

Scanned by CamScanner

آدمیت کا یہ فقدان کہ دیکھا نہ سُنا
اجنبیت کا یہ قاموس کہ ملتی نہیں تھاہ

نہ وُہ رِم جھِم نہ وُہ پُروا، نہ وُہ کوئی لبِ جُو
رُخِ گردُوں پہ دُھواں ہے، لبِ گیتی پہ کراہ

میرے ہم راز، مرے ناز اُٹھانے والے
کون سے دیس میں ہیں کوئی بتا دے لِلّٰہ

اُف یہ طُوفان، یہ گرداب، یہ پھیلاؤ، یہ رات
کس طرف ہیں مری کشتی کے پُرانے ملّاح

تُند جذبات کا پھیلاؤ، الٰہی توبہ
سخت الفاظ کا پتھراؤ، عیاذاً باللہ

Scanned by CamScanner

رہ و رسمِ آشنائی

زمیں نئی تھی، فلک ناشناس تھا جب ہم
تِری گلی سے نِکل کر سُوئے زمانہ چلے
نظر جُھکا کے بہ اندازِ مُجرمانہ چلے

چلے بجَیبِ دریدہ، بَدامنِ صد چاک
کہ جیسے جِنسِ دِل وجاں گنوا کے آئے ہیں
تمام نقدِ سیادت لُٹا کے آئے ہیں

جہاں اِک عُمر کٹی تھی، اُسی قلمرو میں
شناخت کے لئے ہر شاہراہ نے ٹوکا
ہر اِک نگاہ کے نیزے نے راستہ روکا

Scanned by CamScanner

جہاں جلے تھے ترے حُسنِ آتشیں کے کنول
وہاں الاؤ تو کیا، راکھ کا نشاں بھی نہ تھا
چراغِ کُشتۂ محفل دُھواں دُھواں بھی نہ تھا

مُسافرت نے پُکارا نئے اُفق کی طرف
اگر وفا کی شریعت کا یہ صِلہ ہوگا
نئے اُفق سے تعارُف کے بعد کیا ہوگا

Scanned by CamScanner

بُجھ گئی شمعِ حرم، بابِ کلیسا نہ کھُلا
کھُل گئے زخم کے لب تیرا دریچہ نہ کھُلا

درِ توبہ سے بگولوں کی طرح گذرے لوگ
ابر کی طرح اُمڈ آئے جو مے خانہ کھُلا

شہر در شہر پھری میرے گناہوں کی بیاض
بعض نظروں پہ مرا سوزِ جگیمانہ کھُلا

نازنینوں میں رسائی کا یہ عالم تھا کبھی
لاکھ پہروں میں بھی کاشانے پہ کاشانہ کھُلا

اَب جو بے باک ہُوئے بھی تو بہ صد اندیشہ
اب جو اِک شخص کھُلا بھی تو حجابانہ کھُلا

مِل کے بھی تجھ سے رہی اب کے طبیعت ایسے
جیسے بادل سا گھِر آیا جو نہ برسا نہ کھُلا

Scanned by CamScanner

ہم پری زادوں میں کھیلے، شبِ افسوں میں پلے
ہم سے بھی تیرے طلسمات کا عُقدا نہ کھُلا

ایک اِک شکل کو دیکھا ہے بڑی حیرت سے
اجنبی کون ہے اَور کون شناسا نہ کھُلا

ریت پر پھینک گئی عقل کی گستاخ لبی
پھر کبھی کشف و کرامات کا دریا نہ کھُلا

Scanned by CamScanner

اَے دَورِ کور پرور

اَب وُہ خوشی نہ وُہ غم، خنداں ہیں اَب نہ گِریاں
کِس کِس کو رو چکے ہیں اَے حادثاتِ دوراں

ترتیبِ زِندگی نے دُنیا اُجاڑ دی ہے
اَے چشمِ لااُبالی اَے گیسُوئے پریشاں

دِن رات کا تسلسل بے ربط ہو چکا ہے
اب ہم ہیں اَور خموشی یا وحشتِ غزالاں

یا دِن کو خاکِ صحرا یا شب کو دشت و دریا
یا شغلِ جام و صہبا اَے جانِ مے فروشاں

ٹُوٹا ہُوَا ہے بَربط سُونی پڑی ہے محفِل
اَے رنگ و لحن و نغمہ اَے صدرِ بزمِ رِنداں

پھُولوں سے کھیلتا تھا، جِن میں کبھی لڑکپن
کانٹے چُبھو رہی ہیں، سینے میں اَب وُہ گلیاں

Scanned by CamScanner

جیسے کسی کی آہٹ، راتوں کو مقبروں میں
ہر بات دردآگیں، ہر راگ وحشت افشاں

یادوں کی چلمنوں سے لمحے پکارتے ہیں
آسیب بن کے چھت پر اُترا ہے ماہِ تاباں

سفّاک سانحوں کی روندی ہوئی قبائیں
خوں خوار حادثوں کے پھاڑے ہُوئے گریباں

جیسے کوئی کہانی رُوحوں کی انجمن میں
ہر بات بے حقیقت، ہر شے طلسم افشاں

ٹیلوں کے دامنوں میں صحرائیوں کی قبریں
قبروں کے حاشیوں پر سہما ہُوا چراغاں

کن ساعتوں سے کھیلیں کن صُورتوں کو دیکھیں
جُوئے بہارِ ساکن شہرِ نگار ویراں

کتنی بصیرتوں کی آنکھیں اُجڑ چکی ہیں
اَے دورِ کور پرور! اَے عصرِ کم نگاہاں!

Scanned by CamScanner

مقبروں سے اُٹھی ہُوئی آندھی
ٹہنیوں سے اُلجھ کے چلتی ہے
خشک پلکوں پہ آنسوؤں کی اُمید
پے بہ پے کروٹیں بدلتی ہے
ایک اک عکس سانس لیتا ہے
ایک اک یاد آنکھ ملتی ہے
جیسے صحرا میں سر جُھکائے ہُوئے
حاجیوں کی قطار چلتی ہے

زرد چنگاریوں کے دامن میں
یُوں سُلگتا ہے سرد آتش دان
جیسے بچّوں کی بھُوک کے آگے
ایک نادار باپ کا ایمان

دم بخُود خامشی میں دھیرے سے
زرد پتّے قدم اُٹھاتے ہیں
یاد کے کارواں اندھیرے میں
خواب کی طرح سرسراتے ہیں
کھڑکیوں کے ڈرے ہُوئے چہرے
اپنی آہٹ سے کانپ جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

دِل کی قربان گاہ کے آگے
ایک ٹوٹا ہُوا دِیا بھی نہیں
کِسی پیپل کے نرم سائے میں
کوئی پتھر کا دیوتا بھی نہیں
رُوح کے کاسۂ گدائی کو
چار ٹکڑوں کا آسرا بھی نہیں

لمبی چوڑی سڑک کے دامن پر
قمقمے سہمے جلتے ہیں
جیسے اکثر بڑے گھرانوں میں،
فاقہ کش رِشتہ دار پلتے ہیں

سوچتا ہُوں کہ اِس دیار سے دُور
ایک ایسا بھی دیس ہے جِس کی
رات تاروں میں سج کے آئے گی
صُبح ہو گی تو گھر کے گوشوں میں
تیری معصُوم مُسکراہٹ کی
نرم سی دُھوپ پھیل جائے گی

Scanned by CamScanner

تری ہنسی

فلک کا ایک تقاضا تھا ابنِ آدم سے
سُلگ سُلگ کے رہے اور پلک جھپک نہ سکے
ترس رہا ہو فضا کا مہیب سنّاٹا
سڈول پاؤں کی پائل مگر چھنک نہ سکے
کلی کے اذنِ تبسّم کے ساتھ شرط یہ ہے
کہ دیر تک کسی آغوش میں مہک نہ سکے

میں سوچتا ہُوں کہ یہ تیری بے حجاب ہنسی!
مزاجِ زیست سے اِس درجہ مُختلف کیوں ہے
یہ ایک شمع جسے صُبح کا یقین نہیں
جگر کے زخمِ فروزاں سے منحرف کیوں ہے

بھرا ہوا ہے نگاہوں میں زندگی کے دُھواں
بس ایک شعلۂ شب تاب میں شرر کیوں ہے

مرے وجود میں جس سے کئی خراشیں ہیں
وہ اِک شکن ترے ماتھے پہ مختصر کیوں ہے
جمی ہوئی ہے ستاروں پہ آنسوؤں کی نمی
ترے چراغ کی لَو اتنی تیز تر کیوں ہے

نئے شوالے میں جا کر کسی کے تیشے نے
بہت سے بُت تو گرائے بہت سے بُت نہ گرے

بس ایک خندۂ بے باک ہی سے کیا ہوگا
لہُو کی زحمتِ اقدام بھی ضروری ہے
ذرا سی جُراَتِ ادراک ہی سے کیا ہوگا

گریز و رجعت و تخریب ہی سہی لیکن
کوئی تڑپ، کوئی حسرت، کوئی مُراد تو ہے
تری ہنسی سے تو میری شکست ہی بہتر
مری شکست میں تھوڑا سا اِعتماد تو ہے

اِس قدر اب غمِ دوراں کی فراوانی ہے
تو بھی منجملۂ اسبابِ پریشانی ہے

مجھ کو اِس شہر سے کچھ دور ٹھہر جانے دو
میرے ہمراہ مری بے سروسامانی ہے

آنکھ جھک جاتی ہے جب بندِ قبا کھلتے ہیں
تجھ میں اُٹھتے ہوئے خورشید کی عُریانی ہے

اِک ترا لمحۂ اقرار نہیں مر سکتا
اور ہر لمحہ زمانے کی طرح فانی ہے

کوچۂ دوست سے آگے ہے بہت دشتِ جنوں
عشق والوں نے ابھی خاک کہاں چھانی ہے

اِس طرح ہوش گنوانا بھی کوئی بات نہیں
اور یوں ہوش سے رہنے میں بھی نادانی ہے

Scanned by CamScanner

طیّارہ

فضائے بے کراں کی وُسعتوں سے بولتا ہُوا
قوی، جوان بازُوؤں کے پنکھ تولتا ہُوا
عظیم ماورا کے بِستروں پہ رولتا ہُوا

اُٹھا — تو بادلوں کے قافلے قدم پہ جُھک گئے
بڑھا — تو قوس و کہکشاں کے پیچ و خم سُبک گئے
گرج کے جَست کی تو آندھیوں کے ہات رُک گئے

وُہ اَور ہیں جو اجنبی دیار کی ہوس میں تھے
کہ ہم اسی زمیں کی زُلفِ نارسا کے بس میں تھے
نہیں تو، مِہر و ماہ و مُشتری بھی دسترس میں تھے

Scanned by CamScanner

ایرہوسٹس

شہر کی روشنیاں رکر تک آوارہ ہیں
نہ وُہ ہوٹل کے دریچے نہ وُہ بجلی کے ستُون
نہ وُہ اطراف نہ رفتار کا گمنام سکُون
ہر گھڑی عشوۂ پرواز بنی جاتی ہے

سیکڑوں فیٹ تلے رینگ رہی ہوگی زمین
کہیں پٹرول کے مرکز، کہیں سڑکوں کا غُبار
تار کے آہنی کھمبوں میں گھری راہ گُذار
صِرف اِک دُور کی آواز بنی جاتی ہے

تیرے لہجے میں ہے ترغیب کی یہ کیفیّت
کہ مشینوں کی فضا ساز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

اَے مِرے دِل کے دھڑکنے سے بظاہر غافِل
تیری صُورت تِری غمّاز بنی جاتی ہے

ہم سفر انجمنیں گرم کِئے بیٹھے ہیں
تُو مِرا سب سے بڑا راز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

میرے نغمات کی تقدیر نہ پہنچے تجھ تک
میری فریاد کی قسمت کہ تجھے چھو آئی

اپنی آنکھوں سے لگاتی ہیں زمانے کے قدم
شہر کی راہ گزاروں میں مری خو آئی

ہاں نمازوں کا اثر دیکھ لیا پچھلی رات
میں اِدھر گھر سے گیا تھا کہ اُدھر تو آئی

مژدہ اے دل کسی پہلو تو قرار آ ہی گیا
منزلِ دار کٹی، ساعتِ گیسو آئی

Scanned by CamScanner

ہم کافروں کی مشقِ سخن ہائے گفتنی
اُس مرحلے پہ آئی کہ اِلہام ہو گئی

دُنیا کی بے اصول عداوت تو دیکھئے
ہم بوالہوس بنے تو وفا عام ہو گئی

کل رات، اُس کے اور مرے ہونٹوں میں تیرا عکس
ایسے پڑا کہ رات ترے نام ہو گئی

○

Last night
Between her lips and mine
Thy shadow fell
The night was thine

Scanned by CamScanner

بزم میں باعثِ تاخیر ہُوا کرتے تھے
ہم کبھی تیرے عناں گیر ہُوا کرتے تھے

اَے کہ اَب بھُول گیا رنگِ حنا بھی تیرا
خط کبھی خُون سے تحریر ہُوا کرتے تھے

سایۂ زُلف میں ہر رات کو سو تاج محل
میرے انفاس میں تعمیر ہُوا کرتے تھے

ہجر کا لُطف بھی باقی نہیں اَے موسمِ عقل
اِن دِنوں نالۂ شبگیر ہُوا کرتے تھے

ان دِنوں دشت نوردی میں مزا آتا تھا
پاؤں میں حلقۂ زنجیر ہُوا کرتے تھے

خواب میں تجھ سے مُلاقات رہا کرتی تھی
خواب شرمندۂ تعبیر ہُوا کرتے تھے

وُہ کہ اِحسان ہی اِحسان نظر آتا تھا
ہم کہ تقصیر ہی تقصیر ہُوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

نہاں ہے سب سے مرا دردِ سینۂ بیتاب
سوائے دیدۂ بے خوابِ انجم و مہ تاب

تمہیں تو خیر مرے غم کدے سے جانا تھا
کہاں گئیں مری نیندیں کدھر گئے مرے خواب

سفینہ ڈوب گیا لیکن اِس وقار کے ساتھ
کہ سر اُٹھا نہ سکا پھر کہیں کوئی گرداب

عجیب بارشِ نیساں ہوئی ہے اب کی برس
صدف صدف شبِ وعدہ ہے اور گہر کمیاب

حدودِ مے کدہ و مدرسہ گرا نہ سکے
یہ محرمانِ کلیسا یہ عارفانِ کتاب

Scanned by CamScanner

وہاں بھی بزمِ خرد میں ہزار پابندی
یہاں بھی محفلِ رنداں میں سیکڑوں آداب

مَیں تشنہ کامِ غمِ آگہی کہاں جاؤں
اِدھر شعور کا صحرا اُدھر نظر کا سراب

تُو اپنے جلوۂ عریاں سے شرمسار نہ ہو
یہی تمامِ نظارہ یہی کمالِ حجاب

Scanned by CamScanner

بے سمتی

گیئر بدلتے ہُوئے، مُنہ سے پھینک کر سگرٹ
ڈرائیور نے ٹریفک کو ماں کی گالی دی
کہا، حضُور کہاں کیڈلک، کہاں بیجُو

کہاں حکایتِ شیریں دہان و شہد لباں
کہ ایک سیر شکر کا نہ مِل سکا پرمٹ
کہ دفتروں کو چلاتے ہیں تلخ گو بابُو

گمان بن گئی تہذیبِ رُستم و سُہراب
حکُومتوں نے بہ حقِ خزانہ ضبط کیے
رمُوزِ کیسۂ مازندران و کیخسرو

Scanned by CamScanner

تمام دستخطی فائلوں میں ڈُوب گئیں
پری رُخانِ عجم کی جُھکی جُھکی پلکیں!
طلسمِ ہوش رُبا کا گھنا گھنا جادُو

کہاں مسائلِ رُوحانیت؛ کہاں عرفان
مکان، قلتِ اسباب، کثرتِ اولاد
شکار. بینک، برج، ریس، غم، دوا، دارُو

یہ تھوڑی دُور پہ دُوکانیں فاحشاؤں کی
لبوں پہ آخرِ شب کی بُجھی ہُوئی بیڑی
بدن میں تلخیٔ شہوت سے تارکول کی بُو

شعُور و بے خبری کی حدیں نہیں ملتیں
اب اُن کو صُورِ سرافیل کیا جگائے گا
جگا چکا جنہیں مِل میں لگا ہُوا بھونپو

ہر ایک شب مری محبُوبہ مجھ سے ملتی ہے
لبوں پہ سحر کُناں میکس فیکٹر کی ہنسی
کُٹن کا حُسنِ نظر، ریولان کے ابرُو

عدالتوں میں ہُوا فیصلہ دِل و جاں کا
نہ وُہ سُہاگ کی لَو آئینے کے چہرے پر
نہ وُہ دُلھن کی نگاہوں میں حیرتِ آہُو

جہاز اُڑ گئے بمباریوں کے عزم کے ساتھ
کہیں سے دِل کی صدا آئی اِس طرح جیسے
فِلپ کے بلب کے آگے چراغ کے آنسُو

نظر جُھکائے ہُوئے قافلے چلے آئے
ہزار صُبحِ بنارس نے راستہ روکا
ہزار شامِ اودھ کے بِکھر گئے گیسُو

ہر ایک نیم پہ جھُولے کی ڈوریاں لٹکیں
ہر ایک کھیت میں سرسوں کی بالیاں مہکیں
دِلوں کے زخم کو لیکن نہ بھر سکی خُوشبو

ادب کی ایک جماعت کا فیصلہ یہ ہے
کہ رُکنیت کی بنا پر خزف بھی کہلائے
چراغِ لالہ و سیّارۂ فلک پہلُو

Scanned by CamScanner

کیسے بتاؤں کہ اَے میرے سوگوار وطن
کبھی کبھی تجھے تنہائیوں میں سوچا ہے
تو دِل کی آنکھ نے روتے ہیں خُون کے آنسُو

یہ قطرے قطرے پہ اعلانِ قُلزم و جیحُون
ذرا ذرا سی نمی پر اُمیدِ زرخیزی
یہ دشتِ بے سروساماں! یہ آفتاب! یہ لُو

مِرے وطن، مِرے مجبُور، تن فگار وطن
مَیں چاہتا ہُوں تجھے تیری راہ مِل جائے
میں نیویارک کا دُشمن نہ ماسکو کا عدُو

جلے جلائے کلیسا، لُٹے لُٹائے حرم
طلُوع ہو تو کدھر سے نئی سحر کا گجر
سکُوت طوق بہ دست و صدا رسن بہ گلُو

شفا نصیب ہو کیسے مریضۂ افکار
بڑھے تو کیسے بڑھے قافلہ خیالوں کا
ضمیر و نطق پہ پہرے قلم پہ گستاپو

Scanned by CamScanner

تمام مشرقِ وُسطیٰ کا ایک کلچر ہے
ہر اک درخت میں آبِ حیاتِ انگلستان
ہر ایک فصل میں واشنگٹن کا جوشِ نمو

کہیں سے آئی صدا علم سب سے اعلیٰ ہے
کہیں سے آئی صدا عشق سب سے برتر ہے
کہیں سے آئی صدا لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو

رہِ نجات نہ آوارگی نہ سادہ روی
علاجِ تیرگیِ میکدہ نہ عقل نہ عشق
نہ مُلحدوں کے پیالے نہ صُوفیوں کے کدو

دِل و نظر کی یہ واماندگی یہ بے سمتی
مُبصّرو کوئی بھرپُور فلسفہ لاؤ
یہ چاک، سوزنِ مذہب سے بھی ہُوا نہ رفو

Scanned by CamScanner

کاروبار

دماغ شَل ہے، دل ایک اک آرزو کا مدفن بنا ہُوا ہے
اِک ایسا مندر جو کب سے چمگادڑوں کا مسکن بنا ہُوا ہے
نشیب میں جیسے بارشوں کا کھڑا ہُوا بے کنار پانی
بغیر مقصد کی بحث، اخلاقیات کی بے اثر کہانی
سحر سے بےزار، رات سے بے نیاز لمحات سے گریزاں
نہ فکرِ فردا، نہ حال و ماضی، نہ صبحِ خنداں، نہ شامِ گریاں

پُکارتا ہے کوئی تو کہتا ہُوں اس کو سُن کر بھی کیا کرو گے
اِدھر گُذر کر بھی کیا ملے گا، اُدھر نہ جا کر بھی کیا کرو گے
شفق نظر کا فریب ہے تتلیوں کی رنگت میں کچھ نہیں ہے
فراق میں کیا طلسم ہو گا جب اُس کی قُربت میں کچھ نہیں ہے
لہُو کی گرمی ہے کم سِنی کی دلیل، اس سے نجات پاؤ
یہ نظم تکمیل پا کے بھی کیا کرے گی — دفتر کے کیس لاؤ

ساری محفل لطفِ بیاں پر جھوم رہی ہے
دِل میں ہے جو شہرِ خموشاں کس سے کہیئے

ساعتِ گُل کے دیکھنے والے آئے ہُوئے ہیں
شبنم تیرا گریۂ پنہاں کس سے کہیئے

شام سے زخموں کی دُوکان سجائی ہوئی ہے
اپنا یہ اندازِ چراغاں کس سے کہیئے

اَوجِ فضا پر تیز ہوا کا دم گھٹتا ہے
وُسعتِ تنگیٔ زنداں کس سے کہیئے

Scanned by CamScanner

بازار

وُہی ذِمّہ دارانِ ناموسِ اُمّت وُہی حامیانِ حَرَم بِک چکے ہیں
جو لَوح و قلم کی حِفاظت کو نکلے تھے خُود اُن کے لَوح و قلم بِک چکے ہیں

خطیبانِ بزمِ صَفاکُش گئے ہیں حریفانِ بیتُ الصّنم بِک چکے ہیں
کچھ آدرش خندہ بہ لب مر گئے ہیں کچھ افکار با چشمِ نم بِک چکے ہیں

اُصولوں کی مظلومیت کون دیکھے کِسے اس کی جُرأت کہ اِس کربلا میں
اماموں کا خُوں در بہ در بہہ چکا ہے رسُولوں کے نقشِ قدم بِک چکے ہیں

بڑے فخر سے بیچ منڈی میں نیلام کر دی گئی عصمتِ حرف و حکمت
بڑے ناز سے چوک میں دست و بینِ امیرانِ سیف و قلم بِک چکے ہیں

نجیبانِ خود دار و حق کوش نکلے ہیں سطوت کی چوکھٹ پہ سجدے کی خاطر
اَدیبانِ والا تبار و رئیسانِ شہرِ سبا و صنم بِک چکے ہیں

ہر اک نغمہ فریاد میں ڈھل گیا ہے ہر آواز دار و رسن بن چکی ہے
یہاں زندگی مکر و فن بن چکی ہے خلوص و رواج و حشم بِک چکے ہیں

Scanned by CamScanner

یہاں ایک آنسو کی پروا ہے کس کو، یہاں مرگِ انبوہ کا جشن ہو گا
یہاں ایک رستے کے مٹنے کا کیا غم، ہزاک راہ کے پیچ و خم بک چکے ہیں

مری ایک مسجد ہے اَب تک فروزاں سو کب تک کہ بجھنے کو ہے شمعِ ایماں
مِرا ایک جامِ سفالیں بچا ہے سو کیا ہے کہ سب جامِ جم بک چکے ہیں

رِشتۂ جام و سبُو

جانے کب ابر سے نکلے مِرا کھویا ہُوا چاند
جانے کب مجلسِ اربابِ وفا روشن ہو
راستے نُورِ طلب، شامِ سفر عکس ہی عکس
ڈُوبتے، کانپتے، سہمے ہُوئے، بُجھتے ہُوئے دِل
درد کا بوجھ اُٹھائے ہُوئے گھبرائے ہُوئے
صُبح کے کفش زدہ، رات کے ٹھکرائے ہُوئے

جانے کب حلقۂ گرداب سے اُبھرے ساحل
سر پٹکتی ہوئی موجوں کا تلاطم کم ہو
جانے کب گُونجتی لہروں کی صدا مدّھم ہو
کف اُگلتا ہُوا طُوفان، پُر اسرار ہوا
غیر محفُوظ خلاؤں میں زمیں کا بن باس
نہ فضا لُطف پہ مائل نہ فلک درد شناس

Scanned by CamScanner

کر دیئے ترک قبیلوں نے جنوں کے رشتے
زخم کس طرح بھریں، چاکِ جگر کیسے سلیں
سرحدیں آگ کا میدان بنی بیٹھی ہیں
اَے غزالانِ چمن اَب کے ملیں یا نہ ملیں

مل کے بیٹھیں بھی تو جانے کوئی کیا بات کہے
رشتۂ جام و سبُو یاد رہے یا نہ رہے

Scanned by CamScanner

ایک گمنام سپاہی کی قبر پر

تیری محراب پہ اے عصرِ کہن کی تاریخ
صرف گوتم کے حسیں بُت کا تبسّم کیوں ہے
کس لئے کیل سے لٹکی ہے فقط ایک صلیب
ایک زنجیر کے حلقے کا ترنّم کیوں ہے
اک ارسطو سے ہے کیوں گوشۂ دانش پُر نور
ایک سُقراط کے سینے کا تلاطم کیوں ہے

اسی محراب کے سائے میں کئی ابنِ علی
کئی خونخوار یزیدوں سے رہے گرم ستیز
تیرے مسلک میں ہُوئی نام ونسب کی توقیر
تیرا ہیرو کوئی خسرو ہے تو کوئی پرویز
تُو نے اقوام کے انبوہ میں وُہ لوگ چُنے
جن میں سے کوئی جہانگیر ہے کوئی چنگیز

Scanned by CamScanner

تجھ سے ممکن ہو تو اَے ناقدِ ایامِ کہن!
اپنے گمنام خزانوں کو اُٹھا کر رکھ لے
رات بے نام شہیدوں کے لئے روتی ہے
ان شہیدوں کا لہو دِل سے لگا کر رکھ لے
ماؤں کے میلے دوپٹوں میں ہیں جو آنسو جذب
اُن کو آنکھوں کے چراغوں میں سجا کر رکھ لے

ہو گئے راکھ جو پَرِ چمن اُنہیں خاکستر سے
سُرخیٔ جُراَتِ پروانہ بنے یا نہ بنے
عام شکلوں میں بھی ہے عارضِ سلمیٰ کا جمال
ان کو بھی دیکھ، صنم خانہ بنے یا نہ بنے
زیست کے جوہرِ نایاب کی تشہیر تو کر
اس کی تشہیر سے افسانہ بنے یا نہ بنے

Scanned by CamScanner

ایک تاریک ستارہ ہے اُفق پر غلطاں
اک الم ناک خموشی ہے پسِ پردۂ ساز

یہ اندھیرے میں کسے شوقِ پذیرائی ہے
یہ خلاؤں میں کسے ڈھونڈ رہی ہے آواز

مرہمِ لطف و وفا تجھ کو کہاں آئے زخم
ہم سفر تجھ کو کہاں لے گئی تیری پرواز

زندگی نغمہ و آہنگ تھی تیرے دم سے
موت نے چھین لیا کیسے تِرے ہات سے ساز

Scanned by CamScanner

کِن چٹانوں سے کروں سنگ دلی کا شکوہ
اَے فضاؤں کے سُخن فہم صبا کے ہمراز

آگ کِس طرح ترِے جسم کے نزدیک آئی
کیسے پٹرول کے شُعلوں سے دبا شعلۂ ساز

کون سے دشت میں لی آخری ہچکی تُو نے
کِس دھماکے سے نگُوں ہو گئی تیری آواز

کیوں دُعائیں نہ بنیں تیری نگہباں اُس وقت
کیوں نہ کام آئی مِرے چاکِ گریباں کی نماز

میرے محبُوب گلے مِل کے لِپٹ کر مِل جا
میرے بھائی ترے مِلنے کے ہزاروں انداز

Scanned by CamScanner

آوازکے سائے

خبر نہیں تم کہاں ہو یارو

ہماری اُفتادِ روز و شب کی،
تمھیں خبر مل سکی، کہ تم بھی
رہینِ دستِ خزاں ہو یارو
دِنوں میں تفریق مِٹ چکی ہے
کہ وقت سے خوش گماں ہو یارو
ابھی لڑکپن کے حوصلے ہیں
کہ بے سرو سائباں ہو یارو

ہماری اُفتادِ روز و شب میں
نہ جانے کتنی ہی بار اب تک
دھنک بنی اور بکھر چکی ہے
عروسِ شب اپنی خلوتوں سے
سحر کو محروم کر چکی ہے

Scanned by CamScanner

دہکتے صحرا میں دُھوپ کھا کر
شفق کی رنگت اُتر چکی ہے
بہار کا تعزیہ اُٹھانے
نگارِ یک شب گذر چکی ہے

اُمیدِ نوروز ہے کہ تُم بھی
بہار کے نوحہ خواں ہو یارو

تمُہاری یادوں کے قافلے کا
تھکا ہُوا اجنبی مُسافر
ہر اِک کو آواز دے رہا ہے
خفا ہو یا بے زباں ہو یارو

Scanned by CamScanner

یہ آدمی کی گزرگاہ

زِندگی آج تُو کِس طرف آ گئی

صُبح کی سِیمیا روشنی چھوڑ کر
مدھ بھری شام کی کم سِنی چھوڑ کر
اوس پیتی ہُوئی چاندنی چھوڑ کر
اُس کے مُکھڑے کی سیٹھی نمی چھوڑ کر

زِندگی آج تُو کِس طرف آ گئی

اِس نئے دیس کے اجنبی راستے
کِتنے تاریک، کِتنے پُراسرار ہیں
آج تو جیسے وحشی قبیلے یہاں
اِک نئے آدمی کے لہُو کے لِیے
جِسم پر راکھ مَل کر نِکل آئے ہیں

Scanned by CamScanner

آنکھ میں چُبھ رہا ہے کسَیلا دُھواں
جسم کو چھُو رہی ہیں نُکیلی سُوئیاں
ہر قدم پر ڈھچر، ہر طرف ہڈّیاں

وقت کی خوف سے سانس رُکتی ہوئی
رات کے بوجھ سے ہانپتی خامشی
ہر طرف تیرگی تیرگی تیرگی

پیڑ کے رُوپ میں کوئی دُشمن نہ ہو
پاس کے موڑ پر کوئی رہزن نہ ہو
یہ کھنڈر کوئی رُوحوں کا مسکن نہ ہو

اِس بھٹکتی صدا میں کوئی راز ہے
یہ پُرانا دِیا کِس کا غمّاز ہے؟
کِس کی آہٹ ہے یہ کِس کی آواز ہے؟

کِس لیے آج سامانِ شبخُون ہیں؟
کون سے راز سِینوں میں مدفُون ہیں؟
کِس کے لشکر آمادۂ خُون ہیں؟

Scanned by CamScanner

ہر طرف دُھند ہے ہر طرف سہم ہے
کوئی صاحبِ نظر ہے کہ نافہم ہے؟
سانپ کی سرسراہٹ ہے یا وہم ہے؟

زندگی آج تُو کس طرف آ گئی

مَیں تری راہ کِس طرح روشن کروں
میری ویران آنکھوں میں آنسو نہیں
تیرے سازوں کی تحریک کے واسطے
میرے ہونٹوں پہ گیتوں کا جادُو نہیں
رات سُنسان ہے راہ ویران ہے
کوئی نغمہ نہیں کوئی خُوشبُو نہیں

آج تک مَیں نے تیرے لیے رات دِن
موتیوں اور چراغوں کے ہر تھال پر
کِتنے گجرے عقیدت سے حاضر کِیے
کنواریوں کے بدن کی جواں اوس سے
تیرے پھُولوں کے چہروں کو ضو بخش دی
جب بُجھی جا رہی تھی تری دل کشی
تیرا مُنہ چُوم کر تجھ کو لَو بخش دی

چوڑیوں کی کھنک سے ترے واسطے
ایسے معصوم نغمے مرتب کیے
جن کو سن کر ستاروں کے اک شہر میں
کرشن کے ہات سے بانسری چھٹ گئی

تیری ہر نیند کو، تیرے ہر خواب کو
مَیں نے پریوں کی زلفوں کا بستر دیا
نو عروسوں کی شرماہٹیں سونپ دیں
لے کے گہنے، تبسم کا زیور دیا
اپسراؤں کے سینوں کے بھونچال سے
حدتیں چھین کر تجھ کو پیکر دیا
تیرے بالوں پہ غزلوں سے افشاں چنی
تیرے ماتھے کو نظموں کا جھومر دیا
انگلیوں کو اجنتا کی صنعت گری
انکھڑیوں کو بنارس کا منظر دیا

ایک تشبیہ سوچی کمر کے لیے
استعارے تراشے نظر کے لیے
جسم اور خون سے ماورا کہہ دیا
اور اک روز تجھ کو خدا کہہ دیا

Scanned by CamScanner

زندگی آج تو کس طرف آ گئی

مَیں چٹانوں سے فرہاد بن کر لڑا
تُو نے تیشے میں میرا لہُو بھر دیا
والمیک اور بُدھ بن کے آواز دی
تُو نے صحراؤں میں مُجھ کو گُم کر دیا
ٹرائے کی جنگ میں تیرا ہومر بنا
مُجھ سے آنکھوں کی سب نعمتیں چھن گئیں
دشتِ احساس میں تیرا شاعر بنا
تیرے کانٹوں نے میری رگیں چھیل دیئے
مَیں نے ڈھونڈا تجھے ذہنِ سُقراط میں
اور مُجھے زہر کا جام پینا پڑا
مَیں نے جانا تجھے بے حد و بے مکاں
اور مُجھے قیدخانوں میں جینا پڑا

لے I fall upon the thorns of life
I bleed

—Shelley

حادثوں نے بُجھا دی عقیدت کی لَو
تجربوں نے عقائد کو گُم کر دیا
پھر بھی مَیں تیرے دامن کو تھامے ہُوئے
زخم دھوتا رہا اَور گاتا رہا

اَور مہکے یہ زخموں کا بن یا نہیں
اَور کچھ دِن رہے یہ لگن یا نہیں
اَے مری ہم سفر مُجھ کو آواز دے
مُسکرائے گی کوئی کِرن یا نہیں

جس کھنڈر پر گھنی مَوت کا راج ہے
اُس سے اُبھرے گی صُبحِ وطن یا نہیں
اِقتصادی خیالات کی جنگ میں
جیت جائے گا شاعر کا فن یا نہیں

گانے والیاں

اُس کے سازندوں کی آنکھوں میں نہ دُرگانہ نکھار
صرف یہ فکر کہ بے خواب رہیں گے کب تک
اپنے بے نام معتذر کو سہیں گے کب تک

جاگتے ہونٹ، چمکتے ہوئے عارض کا نکھار
مُسکراتے ہُوئے یُوں اشک بہیں گے کب تک
یہ دمکتے ہُوئے رُخسار رہیں گے کب تک

گاؤ تکیے سے لپٹتے ہُوئے دو بچّوں نے
اپنی ماؤں کو، کبھی رقصِ جنُوں کو دیکھا
سازِ دیراں کو، کبھی سوزِ دُروں کو دیکھا

لوریاں دے کے سُلائیں گی یہ مائیں کہ نہیں
چُوم کر صُبح اُٹھائیں گی یہ مائیں کہ نہیں
جاگ کر ہم کو سُلائیں گی یہ مائیں کہ نہیں

Scanned by CamScanner

دِیوانوں پہ کیا گذری

صِرف دو چار برس قبل یُونہیں بر سرِراہ
مِل گیا ہوتا اگر کوئی اِشارا ہم کو
کِسی خاموش تکلّم کا سہارا ہم کو
یہی دُزدیدہ تبسّم، یہی چہرے کی پُکار
یہی وعدہ، یہی اِیما، یہی مُبہم اِقرار

ہم اِسے عرش کی سرحد سے مِلانے چلتے
پھُول کہتے کبھی سنگیت بنانے چلتے
خانقاہوں کی طرف دِیپ جلانے چلتے

صِرف دو چار برس قبل! مگر اب یہ ہے
کہ تِری نرم نِگاہی کا اِشارا پا کر
کبھی بِستر کبھی کمرے کا خیال آتا ہے

زندگی جِسم کی خواہش کے سوا کچھ بھی نہیں
خُون میں خُون کی گردش کے سوا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

گُناہ گار

اَے سوگوار یاد بھی ہے تجھ کو یا نہیں
وُہ رات، جب حیات کی زُلفیں دراز تھیں
جب روشنی کے نرم کنول تھے بُجھے بُجھے
جب ساعتِ ابد کی لَویں نیم باز تھیں
جب ساری زندگی کی عبادت گُذاریاں
تیری گُناہ گار نظر کا جواز تھیں

اِک ڈُوبتے ہُوئے نے کِسی کو بچا لیا
اِک تیرہ زِندگی نے کِسی کو نِگاہ دی
ہر لمحہ اپنی آگ میں جلنے کے باوجُود
ہر لمحہ زہر یِر محبّت کو راہ دی
ہم نے تو تجھ سے دُور کی ہمدردیاں دکھائیں
تُو نے کِسی سے رسمِ وفا بھی نباہ دی

Scanned by CamScanner

مُدتوں کور نگاہی دِل کی
نُورِ عرفاں کو ترستی رہتی
تو جو خُورشید نہ بن کر آتی
ذہن پہ اوس برستی رہتی

Scanned by CamScanner

کیا خبر آج تیری پلکوں میں
برہمی ہے کہ غم کا سوز و گداز
میرے سینے سے اب بھی آتی ہے
تیری پلکوں کی رحمِ دل آواز

اللہ اللہ یہ لرزشِ مژگاں
جھٹپٹے کا ہے طرفہ راز و نیاز
راگنی میں ڈھلا ہوا گویا
رات کو گھومتے کرے کا گداز

مجھ کو چپ چاپ اِس طرح مت دیکھ
میرے بستر کی سلوٹیں مت کھول
رات میں کتنی دیر سویا ہوں
بول اے صبح کے ستارے بول

Scanned by CamScanner

اُس کو کرنوں نے دی ہے تابانی
اُس کو مہتاب نے سنوارا ہے
یوں وُہ عورت ضرور ہے لیکن
اُس کی بُنیاد اِستعارا ہے

یُوں تو اکثر خیال آتا تھا
میں جو ہُوں اُس سے ماسوا بن جاؤں
تیری آنکھوں کو دیکھنے کے بعد
مَیں نے چاہا کہ مَیں خُدا بن جاؤں

سُن کے لوگوں کے زہر سے فقرے
دیکھ کر اپنے گھر کی بربادی
مَیں بھی جب مُسکرا ہی لیتا ہُوں
تم تو کِتنا بدل گئی ہو گی!

Scanned by CamScanner

صرف کہہ دوں کہ ناؤ ڈوب گئی
یا بتاؤں کہ کیسے ڈوبی تھی
تم کہانی تو خیر سُن لو گی
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

کوئی ساغر کی سمت گرمِ فرار
کوئی جسموں میں ڈھونڈتا ہے سکوں
مجھ کو بھی مل گئی ہے جائے پناہ
شعر لکھتا ہوں اور جیتا ہوں

وقت کے ساتھ لوگ کہتے تھے
زخمِ دل بھی تمھارے ہوں گے دور
رفتہ رفتہ یہ وقت آ پہنچا
میرا ہر زخم بن گیا ناسور

Scanned by CamScanner

فرار

اِس سے پہلے کہ خرابات کا دروازہ گرے

رقص تھم جائے، اداؤں کے خزانے لُٹ جائیں
وقت کا درد، نگاہوں کی تھکن، ذہن کا بوجھ
نغمہ و ساغر و اِلہام کا رُتبہ پا لے
کونپلیں دُھوپ سے اِک قطرۂ شبنم مانگیں
سنگساری کا سزاوار ہو بلّور کا جسم
دِل کے اُجڑے ہُوئے مندر میں وفا کی مشعل
مَصلِحت کیشیٔ طوفان کی زد میں آجائے
آہُوئے دشتِ جنُوں شہر کی حد میں آجائے

سب کے قدموں میں تمنّا پئے خمیازہ گرے

عاقلو، دیدہ ورو، دُوسری راہیں ڈھونڈو
اِس سے پہلے کہ خرابات کا دروازہ گرے

Scanned by CamScanner

محبّت

تُو مِری شمعِ دِل و دِیدہ، مِری معصُومہ
پیار کی دُھوپ میں نِکلی تو پِگھل جائے گی
کھولتا، گُونجتا لاوا ہے مِرے جسم کا لمس
تُو مِرے ہونٹوں کو چھُو لے گی تو جل جائے گی

تِتلیاں چُن ابھی خاروں کی طلبگار نہ بن
لوریاں سیکھ مِرے درد میں غم خوار نہ بن
بزمِ آہنگ میں آ، نالۂ خُونبار نہ بن

میرا دِل وقت کے طُوفان میں ہے ایسی چٹان
کہ سفینہ اِدھر آیا تو بِکھر جائے گا
ابدی نیند کا پیغام ہے میرا آغوش
جو مِری گود میں آئے گا وُہ مر جائے گا

Scanned by CamScanner

خزانہ

رات کے خواب جلے دِن کی تمازت سے مگر
تُو مرے واسطے فردوسِ گُماں آج بھی ہے

وُہی ہر سمت ترے نام کی دیواریں ہیں
وُہی آفاق کی محدُود عناں آج بھی ہے

وُہی تابندہ و درخشاں ہے ترے رُوپ کی لَو
وُہی حالات کا سیلابِ رواں آج بھی ہے

سیکڑوں جِسموں سے کھیلی ہے جوانی میری
دِل میں تقدیس و طہارت کا سماں آج بھی ہے

دُوسرے بُت کدے روشن بھی ہُوئے بُجھ بھی گئے
تیری مسجد میں وُہی سوزِ اذاں آج بھی ہے

اُن گناہوں میں جَلا ہُوں کہ مِرے سینے میں
خُوشبُوئے عِصمتِ مریم بَدناں آج بھی ہے

Scanned by CamScanner

غم تو مے خانے کی تاریک گلی تک لایا
ذہن میں سلسلۂ کاہکشاں آج بھی ہے

کوہساروں کی طرح ساکت و بے جان ہے وقت
آبشاروں کی طرح طبع رواں آج بھی ہے

تنگیٔ دائرۂ اہلِ خرد کے باوصف
وُسعتِ حلقۂ آشُفتہ سراں آج بھی ہے

ساری سڑکوں پہ اجارہ ہے ہُنرمندوں کا
موڑ پر عشق کی چھوٹی سی دُکاں آج بھی ہے

آندھیاں تیز ہیں اور طاقِ الفْ٭ لیلیٰ میں
اک چراغِ تہہ داماں کا دُھواں آج بھی ہے

اب کہاں قافلۂ کاکل و رُخسار مگر
دیدۂ شوق بہر سُو نگراں آج بھی ہے

٭ صحیح اَلف ہے: اُردو میں عام طور پر اِلف پڑھتے ہیں

Scanned by CamScanner

اُنگلیاں ٹوٹ رہی ہیں تجھے چھُونے کے لئے
بے رسَن ہاتوں کا لُطفِ گُذراں آج بھی ہے

گُشتۂ تشنہ لبی ہُوں ، مگر ان ہونٹوں میں
بُوئے شاداب مسیحا نفساں آج بھی ہے

اَب نہ تپتی ہُوئی باتیں نہ سُلگتے ہُوئے خط
گرم آتش کدۂ حرف و بیاں آج بھی ہے

ایک اِک زخم پہ محفوظ ہیں تیروں کے نگار
مُسکراتی ہُوئی ابرُو کی کماں آج بھی ہے

بازوؤں میں تری آہُو بدنی باقی ہے
کروٹوں میں تری وحشت کا نشاں آج بھی ہے

آج کل کون وفادار ہُوا کرتا ہے
خود پہ نازاں ہوں کہ یہ جنسِ گراں آج بھی ہے

Scanned by CamScanner

ہار جیت

میری بن جانے پہ آمادہ ہے وُہ جانِ حیات
جو کسی اَور سے پیمانِ وفا رکھتی ہے
میرے آغوش میں آنے کے لئے راضی ہے
جو کسی اَور کو سینے میں چھپا رکھتی ہے

شاعری ہی نہیں کچھ باعثِ عزت مجھ کو
اَور بہت کچھ حسد و رشک کے اسباب میں ہے
مجھ کو حاصل ہے وُہ معیارِ شب و روز کہ جو
اُس کے محبوب کے ہاتوں میں نہیں خواب میں ہے

کون جیتے گا یہ بازی مجھے معلوم نہیں
زندگی میں مجھے کیا اَور اُسے کیا مل جائے
کاش وُہ زینتِ آغوش کسی کی بن جائے
اَور مجھے گرمیٔ پیمانِ وفا مل جائے

فسادِ ذات

دریدہ پیرہنی کل بھی تھی اور آج بھی ہے
مگر وہ اور سبب تھا ـــــ یہ اور قصہ ہے
یہ رات اور ہے، وہ رات اور تھی، جس میں
ہر ایک اشک میں سارنگیاں سی بجتی تھیں
عجیب لذتِ نظارہ تھی حجاب کے ساتھ
ہر ایک زخم مہکتا تھا ماہتاب کے ساتھ
یہی حیاتِ گریزاں بڑی سُہانی تھی
نہ تم سے رنج نہ اپنے سے بدگمانی تھی

شکایت آج بھی تم سے نہیں کہ محرومی
تمھارے در سے نہ ملتی تو گھر سے مل جاتی

Scanned by CamScanner

تمھارا عہد اگر اُستوار ہی ہوتا
تو پھر بھی دامنِ دل تار تار ہی ہوتا
خُود اپنی ذات ہی ناخُن خُود اپنی ذات ہی زخم
خُود اپنا دِل رگِ جاں اَور خُود اپنا دِل نشتر
فسادِ خلق بھی خُود اَور فسادِ ذات بھی خُود
سفر کا وقت بھی خُود جنگلوں کی رات بھی خُود

تمھاری سنگ دِلی سے خفا نہیں ہوتے
کہ ہم سے اپنے ہی وعدے وفا نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

اسی گھر میں

بیٹھا ہُوں سیہ بخت و مکدّر اسی گھر میں
اُترا تھا مرا ماہِ مُنوّر اسی گھر میں

آے سانس کی خوشبو لب و عارض کے پسینے
کھولا تھا مرے دوست نے بستر اسی گھر میں

چٹکی تھیں اسی صحن میں اُس ہونٹ کی کلیاں
مہکے تھے وُہ اوقاتِ میسّر اسی گھر میں

افسانہ در افسانہ تھا مُڑتا ہُوا زینہ
آئینہ در آئینہ تھا ہر در اسی گھر میں

ہوتی تھی حریفانہ بھی ہر بات پہ اِک بات
رہتی تھی رقیبانہ بھی اکثر اسی گھر میں

Scanned by CamScanner

شرمندہ ہُوا تھا یہیں پندارِ امارت
جھکا تھا فقیروں کا مقدر اسی گھر میں

سوئی تھی یہیں تھک کے بلائے شبِ ہجراں
جاگی تھی کوئی زُلفِ مُعنبر اسی گھر میں

اِک زمزمہ رفتار کے قدموں کی بدولت
چھلکا تھا کبھی چشمۂ کوثر اسی گھر میں

وہ جس کے درِ ناز پہ جھکتا ہے دو عالم
آئی تھی بڑی دُور سے چل کر اسی گھر میں

Scanned by CamScanner

وہ اجنبی

وہ مہر و ماہ و مشتری کا ہم عناں کہاں گیا
وہ اجنبی کہ تھا مکان و لامکاں کہاں گیا

ترس رہا ہے دِل کِسی کی داوری کے واسطے
پیمبرانِ نیم جاں خدائے جاں کہاں گیا

وہ ملتفت بہ خندہ ہائے غیر کِس طرف ہے آج
وہ بے نیازِ گریہ ہائے دوستاں کہاں گیا

وہ ابر و برق و باد کا جلیس ہے کِدھر نہاں
وہ عرش و فرش و ماورا کا رازداں کہاں گیا

وہ میزباں کہاں ہے جس کی دید بھی محال تھی
جو آج تک نہ آ سکا وہ میہماں کہاں گیا

بجھی پڑی ہے ماہتاب و کہکشاں کی انجمن
وہ صدرِ بزمِ ماہتاب و کہکشاں کہاں گیا

یہ کائناتِ آب و گِل ہے جس کے غم میں مضمحل
دیا ہے جِس نے سوزِ دِل وہ مہرباں کہاں گیا

ترس رہے ہیں دُور دُور تک اُداس راستے
مُسافرو بتاؤ میرِ کارواں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

اعتراف

ترے کرم نے مجھے کر لیا قبول مگر
مرے جنوں سے محبّت کا حق ادا نہ ہُوا

ترے غموں نے مرے ہر نشاط کو سمجھا
مرا نشاط ترے غم سے آشنا نہ ہُوا

کہاں کہاں نہ مرے پاؤں لڑکھڑائے مگر
ترا ثبات عجب تھا کہ حادثہ نہ ہُوا

ہزار دشنہ و خنجر تھے میرے لہجے میں
تری زباں پہ کبھی حرفِ ناروا نہ ہُوا

ترا کرم جو گھٹا بھی تو بے پناہ رہا
مرا سلوک بڑھا بھی تو منصفانہ ہُوا

ترے دُکھوں نے پکارا تو مَیں قریب نہ تھا
مرے غموں نے صدا دی تو فاصلہ نہ ہُوَا

ترے مجاز میں اُس کے لئے پرستش تھی
خُدا کا نام لئے جس کو اِک زمانہ ہُوَا

ہزار شمعوں کا بنتا رہا مَیں پروانہ
کسی کا گھر، ترے دل میں، مرے سوا نہ ہُوا

مری سیاہیٔ دامن کو دیکھنے پر بھی
ترے سفید دوپٹوں کا دِل بُرا نہ ہُوَا

خزف کی جیب میں کیا تھا سوائے گمنامی
بس ایک گوہرِ نایاب سے خزانہ ہُوَا

Scanned by CamScanner

تو مری شمع دِل و دیدہ

وُہ کوئی رقص کا انداز ہو یا گیت کی تان
میرے دِل میں تری آواز اُبھر آتی ہے
تیرے ہی بال بکھر جاتے ہیں دیواروں پر
تیری ہی شکل کتابوں میں نظر آتی ہے

شہر ہے یا کسی عیّار کا پُر ہول طلسم
تُو ہے یا شہرِ طلسمات کی ننھی سی پری
ہر طرف سیلِ رواں، بس کا دھواں، ریل کا شور
ہر طرف تیرا خنک گام، تری جلوہ گری

ایک اک رگ تری آہٹ کے لئے چشم براہ
جیسے تُو آئے گی بس کوئی گھڑی جاتی ہے
تیری پرچھائیں ہے یا تُو ہے مرے کمرے میں
بلب کی تیز چمک ماند پڑی جاتی ہے

ٹینک سڑکوں پہ چلیں جیپ کے آگے پیچھے
دِل گزرتا ہے ترا سایۂ ابرو لے کر
فلسفے تُند حقائق کی شعاعیں ڈالیں
شام آتی ہے تری آنکھ کا جادُو لے کر

میں اِسی گیس کی دُنیا میں تعفّن کے قریب
شعر لکھتا ہُوں ترے جسم کی خوشبو لے کر

نذرِ حسنا

نغمہ و رنگ مرے حلقۂ ماتم میں نہ آ
صُبحِ فردوس مری شامِ جہنّم میں نہ آ
میرے سینے میں گُناہوں کی فراوانی ہے
دشت کی دُھوپ ہے، طُوفان کی طُغیانی ہے
خارِ بے مایہ کی تکریم بڑھا دی مَیں نے
لذّتِ زخم کو ہر بار دُعا دی مَیں نے
آگ کے واسطے کوثر کا سبُو توڑ دیا
رشتۂ دامنِ جبریلِ امیں چھوڑ دیا
اپنا گھر پُھونک دیا قریۂ ویراں کے لئے
دل لہُو کر لیا ہر رنگ کے پیکاں کے لئے
مشقِ ماتم کے لئے زمزمہ خوانی کھو دی
دشت کے واسطے دریا کی روانی کھو دی
چاکِ پیراہنِ دل چاک رہا اور نہ سِیا
عقل کو دانۂ گندم کے عوض بیچ دیا

چھوڑ کر اپنا بھرم ملّتِ اِسلامی میں
رات بھر جشن کیا کوچۂ بدنامی میں
نہ دُعائیں نہ حکایاتِ ذُوالاکرام رہیں
لب و رُخسار کی گلیاں سحر و شام رہیں

پھر نہ اِس معصیتِ دِل میں جلا شمعِ ظہُور
میری انجیلِ تمنّا مری تفسیرِ زبُور
پھر نہ وُہ درد اُٹھا جو غمِ اِدراک میں ہے
پھر نہ اُس چوٹ کو اُکسا جو رگِ خاک میں ہے
تُو جو آتی ہے اندھیرے میں شبستاں بن کر
دیر تک زخم لہکتے ہیں بہاراں بن کر
مُنھ سے کچھ بھی نہیں کہتی ہیں نگاہیں تیری
برچھیاں بن کے اُتر جاتی ہیں آہیں تیری
ایک اک خُون کا قطرہ نگراں ہوتا ہے
ایک اک لمحہ ملامت کی زباں ہوتا ہے

لَوٹ جا، رُوحِ وفا، جسم نہ پالے تجھ کو
میرے جنگل کی گھنی رات نہ آلے تجھ کو
کہیں تُو بھی نہ مِرے ساتھ فنا ہو جائے
یہ لہُو بھی نہ کہیں نذرِ حنا ہو جائے

Scanned by CamScanner

ایک عصرانہ

جانِ محفل، ترا اندازِ سخن جو کچھ ہو
تیری اُفتاد، ترے دل کی لگن جو کچھ ہو
تجھ کو آتا ہو ستاروں سے کنایہ کرنا
تُو نے سیکھا ہو خداؤں کو رعایا کرنا
لفظ کی اوٹ میں کھلتے ہوں معانی کیا کیا
بات بنتی ہو اِشاروں کی زبانی کیا کیا

آج ٹوٹا یہ طلسمِ لب و سحرِ امکاں
جب تری جنبشِ ابرو سے نہ چٹکیں کلیاں
تُو نے تسخیر و تعلق کے لئے کیا نہ کیا
اُس نے اِظہار تو کیا، وہمِ تمنّا نہ کیا
اَے کہ تُو شمعِ سرِ طُور ہے کاشانوں میں
نام بھی اُس نے نہ پُوچھا ترا مہمانوں میں

سہرا

یارو شہیدِ رسمِ جفا ہم ہُوئے کہ تُم
اپنی سلامتی سے خفا ہم ہُوئے کہ تُم
ہم پر ہنسے گا جو بھی سُنے گا یہ واردات
رُسوا سرِ سمُوم و صبا ہم ہُوئے کہ تُم
مانا کہ وُہ ہمارے مُقدّر سے دُور ہے
اُس کے لئے دُعا ہی دُعا ہم ہُوئے کہ تُم
مانا کہ ہم پہ اُس کی محبّت حرام ہے
چُپ چاپ کُشتگانِ وفا ہم ہُوئے کہ تُم
ہم اُس ہوا کو چُوم رہے ہیں جہاں وُہ تھی
بیعت کُنانِ دستِ صبا ہم ہُوئے کہ تُم
مشرق کے ہر رواج کی قُربان گاہ پر
ہمراہیانِ صد شُہدا ہم ہُوئے کہ تُم
جس کی خموشیوں میں حکایت کا سوز تھا
اُس کی حکایتوں کی بِنا ہم ہُوئے کہ تُم

Scanned by CamScanner

ہے اُس کے چشم و رُخ کی ضیا غیر کے لئے
ہاں اُس کے چشم و رُخ کی حیا ہم ہُوئے کہ تم
اُن انکھڑیوں میں شرم کے ڈورے کہاں سے آئے
اُن انگلیوں پہ رنگِ حنا ہم ہُوئے کہ تم
لِکھا ہو بِل کے سارے سِتاروں نے جس کا نام
اُس کہکشاں پہ آبلہ پا ہم ہُوئے کہ تم
اِس عقل و فہم و عمر و فراست کے باوجود
ذہنِ رقیب و دستِ گدا ہم ہُوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

ہم لوگ

آؤ اُس یاد کو سینے سے لگا کر سو جائیں
آؤ سوچیں کہ بس اک ہم ہی نہیں تیرہ نصیب
اپنے ایسے کئی آشفتہ جگر اور بھی ہیں

ایک بے نام تھکن، ایک پُر اسرار کسک
دِل پہ وُہ بوجھ کہ بھُولے سے بھی پُوچھے جو کوئی
آنکھ سے جلتی ہُوئی رُوح کا لاوا بہہ جائے

چارہ سازی کے ہر انداز کا گہرا نشتر
غم گُساری کی روایات میں اُلجھے ہُوئے زخم
دردمندی کی خراشیں جو مٹائے نہ مٹیں

اپنے ایسے کئی آشفتہ جگر اور بھی ہیں
لیکن اَے وقت وُہ صاحب نظراں کیسے ہیں
کوئی اُس دیس کا مِل جائے تو اِتنا پُوچھیں
آج کل اپنے مسیحا نفساں کیسے ہیں
آندھیاں تو یہ سُنا ہے کہ اُدھر بھی آئیں
کونپلیں کیسی ہیں، شیشوں کے مکاں کیسے ہیں؟

Scanned by CamScanner

رفتگاں

زمانہ ختم ہو گیا
لہو میں تھا جو رقصِ والہانہ ختم ہو گیا

گرج برس کے بادلوں کے قافلے گذر گئے
وُہ منزلیں گذر گئیں، وُہ فاصلے گذر گئے
زمیں سے آسماں تک اِک طلسم اِک فسانہ تھا
فسانہ ختم ہو گیا

تمام رات مشتری کی انجمن سجی رہی
فضا میں دُور دُور اشرفی کے ڈھیر لگ گئے
سحر ہُوئی تو چاند کا خزانہ ختم ہو گیا

سکوتِ حال میں نشاطِ آرزو، نہ دھڑکنیں
سرودِ رفتہ میں غمِ شبانہ ختم ہو گیا
نیازِ حسن و سوزِ عاشقانہ ختم ہو گیا
روایتوں کا ربطِ غائبانہ ختم ہو گیا

Scanned by CamScanner

سودا

وہ تو کیا، سب کے لئے فیصلہ دشوار نہیں
اِک طرف برف کے ڈھیر، ایک طرف شعلۂ طور
اِک طرف ساعتِ شب، ایک طرف صبح نوید
اِک طرف آگ کی رَو، ایک طرف حُور و قصور
اِک طرف لذّتِ ہر رنگ سو وُہ بھی فوراً
اِک طرف وعدۂ فردا سو وُہ نزدیک نہ دُور

اُس کے اِس طرزِ تغافل کی شکایت تو نہیں
ہاں مگر اُس سے یہ ادنیٰ سی گذارِش ہے ضرور
اِک چُرائے ہُوئے ناپاک تبسّم کے عوض
اُس نے بیچا ہے سُلگتے ہُوئے اشکوں کا غرور

Scanned by CamScanner

اندوہِ وفا

آج وہ آخری تصویر جلا دی ہم نے
جس سے اُس شہر کے پھولوں کی مہک آتی تھی
آج وہ نکہتِ آسودہ لُٹا دی ہم نے
عقل جس قصر میں اِنصاف کیا کرتی ہے
آج اُس قصر کی زنجیر ہِلا دی ہم نے

آگ کاغذ کے چمکتے ہُوئے سینے پہ بڑھی
خواب کی لہریں بہتے ہُوئے آئے ساحل
مسکراتے ہُوئے ہونٹوں کا سُلگتا ہوا کرب
گنگناتے ہُوئے عارض کا دہکتا ہُوا تِل
جگمگاتے ہُوئے آویزوں کی مُبہم فریاد
سرسراتے ہُوئے لمحوں کے دھڑکتے ہُوئے دِل

ایک دِن رُوح کا ہر تار صدا دیتا تھا
کاش ہم بِک کے بھی اِس جنسِ گراں کو پالیں
قرضِ جاں دے کے متاعِ گُذراں کو پالیں
خود بھی کھو جائیں پر اِس رمزِ نہاں کو پالیں

اَور اب یاد کے اِس آخری پیکر کا طِلسم
قصۂ رفتہ بنا، خواب کی باتوں سے ہُوا
اُس کا پیار، اُس کا بدن، اُس کا مہکتا ہُوا رُوپ
آگ کی نذر ہُوا اَور انھیں ہاتوں سے ہُوا

وصال

وہ نہیں تھی تو دل اِک شہرِ وفا تھا، جس میں
اُس کے ہونٹوں کے تصور سے تپش آتی تھی
اُس کے اِنکار پہ بھی پھول کھلے رہتے تھے
اُس کے انفاس سے بھی شمع جلی جاتی تھی

دِن اِس اُمید پہ کٹتا تھا کہ دِن ڈھلتے ہی
اُس نے کچھ دیر کو مِل لینے کی مُہلت دی ہے
اُنگلیاں برق زدہ رہتی تھیں، جیسے اُس نے
اپنے رُخساروں کو چھُونے کی اِجازت دی ہے

اُس سے اِک لمحہ الگ رہ کے جنوں ہوتا تھا
جی میں تھی اُس کو نہ پائیں گے تو مر جائیں گے
وہ نہ ہوگی تو ذرا رک جائے گا پیمانۂ ماہ
تیرگی میں کیسے ڈھونڈیں گے، کدھر جائیں گے

Scanned by CamScanner

پھر ہُوا یہ کہ لپکتے ہُوئے انگاروں میں
ہم تو جلتے تھے مگر اُس کا نشیمن بھی جلا
بجلیاں جس کی کنیزوں میں رہا کرتی تھیں
دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وُہ خرمن بھی جلا
اس میں اک یُوسفِ گُم گشتہ کے ہاتوں کے سِوا
اِک زلیخائے خُود آگاہ کا دامن بھی جلا

Scanned by CamScanner

فراق

ہم نے جس طرح سبُو توڑا ہے — ہم جانتے ہیں
دلِ پُر خُوں کی مئے ناب کا قطرہ قطرہ
جُوئے الماس تھا ، دریائے شب نیساں تھا
ایک اک بُوند کے دامن میں تھی موجِ کوثر
ایک اک عکس حدیثِ حرمِ ایماں تھا
ایک ہی راہ پہنچتی تھی تجلّی کے حضُور
ہم نے اُس راہ سے مُنہ موڑا ہے — ہم جانتے ہیں

ماہ پاروں کے طلسمات میں تیرا افسوں
شیوہ و شعبدہ و رسم و روایات میں تُو
حرف و تقریر میں تُو ، رمز و کنایات میں تُو
خواب کی بزم تری ، دیدۂ بے خواب ترا
صُبح کے نُور میں تُو ، نیند بھری رات میں تُو
دل کی دھڑکن کا ترے قُرب کے لمحوں پہ مدار
ہم نے جس طرح تجھے چھوڑا ہے — ہم جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوہِ ندا

Scanned by CamScanner

کوہِ ندا

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

فہرست

نظمیں اور غزلیں

Scanned by CamScanner

باقیات

Scanned by CamScanner

مصطفیٰ زیدی

(ایک تعارف)

سید مصطفیٰ حسنین نام، زیدی تخلص، ابتداً تیغ الہ آبادی کے تخلص سے شہرت پائی۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی نہایت ذہین، طباع اور مطالعے کے گرویدہ تھے۔ میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ زمانہ سیاسی، ادبی اور تہذیبی اعتبار سے زبردست ہیجان اور جوش و خروش کا تھا۔ مصطفیٰ زیدی نے ان حالات سے شدت سے اثر قبول کیا اور اوائل طالب علمی میں ہی باقاعدہ شاعری کرنے لگے۔ جوش کے لہجے کی گھن گرج ان کے ابتدائی کلام پر حاوی تھی۔ تیغ کا تخلص اسی دور کی یادگار تھا۔ کچھ عرصے فراق گورکھپوری سے مشورۂ سخن کرتے رہے، لیکن ان کی شاعری کا انفرادی رنگ بتدریج نمایاں ہوتا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۵۰ء میں بی اے کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کیے۔ ایم اے پریویس کرنے کے بعد پاکستان آگئے اور ایم اے انگریزی کا امتحان ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیا۔

مصطفیٰ زیدی ابتداً اسلامیہ کالج کراچی اور اس کے بعد پشاور یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد رہے۔ ۱۹۵۴ء میں سول سروس کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں انگلستان سے تربیت حاصل کرنے کے بعد تمام یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کا سفر کیا اور پندرہ ملکوں کے ستّر ہزار میل کی مسافت طے کر کے پاکستان واپس ہوئے پہلے سیالکوٹ اور بعد میں ڈیرہ غازی خان اور مری میں اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر تعینات رہے۔ کچھ

Scanned by CamScanner

عرصہ لاہور میں ڈپٹی سیکرٹری تعلیمات کے طور پر گزارا۔ پھر جہلم میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے
نواب شاہ، خیرپور، خانیوال اور ساہیوال کے بعد لاہور میں ڈپٹی کمشنر رہے۔ حکومت پاکستان
نے اعلیٰ کارکردگی کے صلے میں تمغۂ قائد اعظم عطا کیا۔ ۱۹۶۸ء میں نیفلڈ اسکالرشپ پر مزید تربیت
کے لیے لندن گئے۔ واپسی میں امریکہ، جزائر ہوائی، فلپائن، ویت نام اور سنگاپور کی سیاحت
کرتے ہوئے پاکستان پہنچے اور ۱۹۶۹ء میں ڈپٹی سیکرٹری بنیادی جمہوریت مقرر ہوئے۔ یہ اُن کا
آخری سرکاری منصب تھا۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں ملازمت سے معطل اور مئی ۱۹۷۰ء میں برطرف
کر دیے گئے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو سیالکوٹ میں مصطفےٰ زیدی نے ویرا فان بل سے شادی کی۔
ویرا زیدی جرمن نژاد ہیں، لیکن اُنھوں نے اُردو زبان، ادب اور پاکستان کی معاشرت کو اس
طرح اختیار کیا کہ ان کی وضع اور لب و لہجہ پر غیر ملکی ہونے کا گمان تک نہیں گزرتا۔ ان کے
یہاں ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۰ء میں پہلے بیٹا اور پھر بیٹی پیدا ہوئی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو کراچی میں
مصطفےٰ زیدی کی اچانک موت کا سانحہ رونما ہوا۔ اس طرح دُنیائے ادب اپنے ایک نہایت
ذہین اور خوش فکر شاعر سے اور عزیزوں، دوستوں اور شناساؤں کا ایک وسیع حلقہ، ایک مخلص
اور دردمند شخصیت کی رفاقت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔

مصطفےٰ زیدی ایک صاف گو، بیباک، متواضع اور خلیق انسان تھے۔ اُردو اور
انگریزی ادبیات پر اُن کی گہری نظر تھی۔ چالیس سال کی مختصر عمر میں ان کے چھ شعری مجموعے
مرتب ہو کر شائع ہوئے۔ ان کی ترتیب اشاعت یہ ہے۔

(۱) زنجیریں، ۱۹۴۹ء (۲) روشنی ۱۹۵۰ء (۳) شہر آذر ۱۹۵۸ء

(۴) موج مری صدف صدف ۱۹۶۰ء (۵) گریبان ۱۹۶۴ء (۶) قبائے ساز ۱۹۶۷ء

Scanned by CamScanner

حرفِ آخر

کوہِ ندا میری نظموں کا آخری مجموعہ ہے ۔ اس استغنا کی وجہ میرا چھوٹا پن ہے ۔
میرے چھوٹے پن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے ۔

(۱) شعر محض ذاتی، اندرونی اور جذباتی واردات کی تفسیر نہیں ہوتا ۔ ہو بھی تو اس ذاتِ اندرون پر تحقیق، کسبِ علم، بالخصوص سائنسی اور فلسفیانہ علم کی اتنی آنچ پڑ چکی ہونی چاہیے کہ ہر جذبہ تربیت یافتہ ہو گیا ہو اور ہر وجدانی کیفیت مجذوب کی بڑ اور دیوانگی سے نمایاں طور پر مختلف معلوم ہو ۔

(۲) مدت ہوئی کہ میں اس شوقِ تجسس سے "بوجوہ" بیگانہ ہوتا چلا گیا ہوں ۔ پچھلے کئی برسوں میں اگر میں نے کوئی مطالعہ بالاستیعاب کیا ہے تو وہ دنیا بھر کی پورنوگرافی کا ہے ۔ اب سال بھر سے اس نوع کی کتابیں پڑھنے سے بھی طبیعت اکتا گئی ہے ۔

ایک پڑھے لکھے دوست، اطہر صاحب نے جو بی بی سی (لندن) کے مشرقی نشریہ سے وابستہ ہیں ۔ ۱۹۶۸ء میں لندن میں اچھی کتابیں پڑھنے کی جستجو دوبارہ میرے اندر پیدا کر دی تھی ۔ حالاتِ زمانہ نے اس جستجو کو قائم رکھنے کی اجازت ہی نہیں دی ۔

اپنی کم علمیت، بلکہ جہالت کے باوجود جس ملک میں رہتا ہوں وہاں میں پڑھا

Scanned by CamScanner

کا سمجھا جاتا ہوں اور جن لوگوں سے ملا جُلا ہوں اُن میں سے مَیں نے اکثریت کو
اپنے سے بھی زیادہ بے مایہ پایا ہے۔

(ب) اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دُنیا کا متمدّن حصّہ جس بلند شاعری کا طالب ہے
وہ میرے بس میں نہیں اور میرا اپنا ملک جس قسم کی شاعری کا عادی ہے وہ
بھی میرے بس میں نہیں۔

(۲) (RECOGNITION) کے بغیر ہمیشہ ہمیشہ شعر کہتے رہنا ناممکن ہے۔ مَیں
نے کئی ایسے شعراء سے زیادہ اچھے شعر کہے ہیں جنھیں ناقدوں نے RECOGNISE
کیا ہے۔ یقیناً میری ذات یا میرے شعر یا دونوں میں کوئی ایسا عیب ہے جو اسے
قابلِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ دس پندرہ سال تک جھک مارنے کے بعد جب مَیں نے
وزیر آغا کی نئی شاعری پر ایک دبیز کتاب دیکھی، جس میں چھوٹے سے چھوٹے
شاعر کا ذکر تھا لیکن میرا نام تک نہیں تھا تو میرا دل ٹوٹ گیا۔ فیروز سنز نے
بھی اس نوعیت کی جو کتابیں شائع کی ہیں ان میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔
جب دس پندرہ سال کی شاعرانہ بادیہ پیمائی کا یہ نتیجہ ہے تو آئندہ کس کے لیے
شعر کہے جائیں اور ان کی کیا ضرورت ہے۔

(ب) مَیں شاعری اور سرکاری ملازمت دونوں میں MISFIT ہوں۔ جن لوگوں
میں ملنے جلنے سے شاعر حلقۂ شعراء میں قابلِ قبول ہوتا ہے اُن کو میں کبھی
ملا ہی نہیں۔ یا ملا تو رسماً، اسی طرح سول سروس آف پاکستان میں مشکل سے
میرے دو یا تین رفیق ہیں۔ اس طرح تارکُ الدُّنیا ہو کر رہنے میں سراسر قصور
میرا ہے۔ کچھ دل میں یہ گمان بھی ہے کہ اکثر شعراء مجھے اس لیے ملے ہیں کہ مَیں
سرکاری افسر ہوں اور اکثر سرکاری افسر مجھے اس لیے ملے ہیں کہ ان کی ڈرائنگ روم
کی نشستوں میں، میرا شاعر ہونا ان کے تفنّنِ طبع کا باعث ہے۔

Scanned by CamScanner

(۳) میرے ملک کے معاشرے میں اپنے جامد نظریے کے علاوہ کسی اور نظریے کو قبول کرنا تو کیا برداشت کرنے تک کا ظرف نہیں ہے۔ جوش ملیح آبادی جیسے جیّد عالم اور کبیر شاعر یہاں حکومت اور عوام دونوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتے رہے ہیں۔ مَیں اور میرے تمام ہم عصر اُن کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔

(ب) لہذا جب معاشرہ ایک فرد کو قبول نہ کرے اور فرد اس معاشرے سے مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو شعر لکھتے رہنا جیسی عبث اور فضول کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔

(ج) اور بالخصوص جب ملک کا مذہبی نظریہ کاٹ کھانے کو دوڑتا ہوا دکھائی دے تو خودکشی یا فرار کے سوا ایک ہی چارہ اور رہ جاتا ہے کہ قصائیوں کی چھُریوں سے خود کو ذبح کرانے کے لیے ہر وقت تیار رہا جائے۔

(۴) مَیں نے شاعری کے علاوہ کئی روگ اور پالے، فوٹوگرافی شروع کی تو جنون کی حد تک، میرے سر پہ دُنیا کے ہزاروں شہروں کی دھوپ اور برف پڑی اور میں جلتی ہوئی یا ٹھٹھرتی ہوئی انگلیوں سے متحرک اور جامد کیمرہ چلاتا رہا۔ مُدّت تک میرا اپنا اسٹوڈیو اور ڈارک روم میرے گھر میں بند رہا۔ ۱۹۶۸ء میں جب مَیں لاہور واپس آیا اور بطور سیکرٹری حکومتِ مغربی پاکستان مجھے پوسٹنگ کے احکام ملے تو...... ایڈیشنل چیف سیکرٹری تھے۔ وہ مجھے بہت عزیز رکھتے تھے۔ اس رشتۂ عزیزیت میں اُنھوں نے مجھے ایک ایسا مکان الاٹ کیا جس میں باہر ملکوں کے سوّر بند رہنا پسند نہیں کریں گے۔ لہذا میری فوٹوگرافی کی عادت جو مجھے عزیز از جان تھی اس گھر کی نذر ہو گئی۔

(ب) اس گھر کا ذکر ایک اور اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس گھر کے الاٹمنٹ سے پہلے مجھے اور میرے بیوی بچوں کو کئی ماہ تک بیچلرز ہاسٹل جی۔ او۔ آر (۱) میں سر چھپانے کی جگہ ملی تھی۔ یہاں ۲۷ اپریل ۶۹ء کی شام کو میرے

ایک ماتحت "افسرِ اعلیٰ" مجھے کئی ہزار روپے رشوت دینے آ گئے۔ میں نے ان کی اس جرأت کے بارے میں اگلے دن چیف سیکرٹری کو تحریری اطلاع دی۔ یہ 'افسرِ اعلیٰ' اتنے بارسوخ تھے اور صاحبانِ اقتدار میں اُن کی زبردست رسائی تھی کہ ان کا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا اور میرا ایک ایک لمحہ عذاب بنا دیا گیا۔ کئی مہینوں کے ہر دن اور ہر رات مجھ پر اتنا ہراس اور خوف مسلّط کیا جاتا رہا کہ یہ ہر آدمی کی برداشت سے باہر ہے۔ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں نے حرام کے پیسے ٹھکرا دیے تھے۔

(ج) دوسرا جنون چھوٹے ہوائی جہازوں کو اُڑانے کا ہوا۔ پرائیویٹ پائیلٹ لائسنس بڑی مشقت کے بعد ملا لیکن ایک ایسا اتفاق ہوا کہ اندھیرے میں ایک نامعلوم اور غیر محفوظ جگہ پر مجھے فورسڈ لینڈنگ کرنی پڑی، میں زندہ بچ گیا لیکن تمام تر کوشش کے باوجود جہاز کو نقصان سے نہیں بچا سکا۔ جہاز مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز تھا۔ مجھے آج تک اس کا اتنا صدمہ ہے کہ فلائنگ کلب والے تک جن کا یہ طیارہ تھا اس صدمے کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مصطفیٰ زیدی

۲؍ دسمبر ۱۹۶۹ء

Scanned by CamScanner

شامِ غزل

اصنافِ شعر میں میری طبیعت نظم پر مائل ہے۔ اسی لیے میرے دونوں مجموعوں "قبائے ساز" اور "شہر آذر" میں نظمیں زیادہ ہیں اور غزلیں کم۔ لیکن میں غزل کی نیم نگاہی کا نہ صرف قائل بلکہ گھائل ہوں۔ حد یہ ہے کہ میں نے جوشؔ ملیح آبادی جیسے کٹّر اور غزل سے متعصب نظم گو کو غزلوں کا مجموعہ شائع کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔

آج کی غزلوں کے پس منظر کے بارے میں فرداً فرداً بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہر غزل ایک آبشار کی طرح ہوتی ہے، جس کی ایک ایک بوند کا علیحدہ علیحدہ حساب نہیں ہو سکتا۔ جس طرح جھرنے پھوٹتے ہیں، شفق ترتیب ہوتی ہے اور تحلیل ہوتی ہے۔ جس طرح طلوع و غروب کے رنگ بنتے اور بکھرتے ہیں، اُسی طرح غزل کا

Scanned by CamScanner

ایک ایک شعر تخلیق ہوتا ہے، اُبھرتا ہے اور غزل کے سنگیت میں گھُل مل جاتا ہے۔
البتہ اس سنگیت کے سُر، تال اور خیال کی نشاندہی میں اِس طور پر کر سکتا ہوں کہ غزلوں کے ساتھ ساتھ اپنے مزاج کے اجزائے ترکیبی، اپنے مسلک اور قدروں کی جان پہچان کا ذکر کرتا چلوں۔ جب دل و دماغ پر بیرونی محرکات اور اندرونی بحران کی ملی جلی پرچھائیاں پڑتی ہیں تو ان پرچھائیوں میں مجھے تمثیل اور استعارے کی واضح شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور ہر تجریدی خیال شناسا نقش و نگار اور مانوس خدّوخال لے کر سامنے آتا ہے۔ یہاں سے بیان اور اظہار کے عجز کا ایک کربناک سفر شروع ہوتا ہے اور بیشتر صورتیں اور سائے الفاظ کی قبا حاصل کیے بغیر اندھیرے میں گُم ہو جاتے ہیں۔ میں شعر سے ایسے اظہار کا طلب گار ہوں کہ خیال نہ صرف پڑھنے والے تک پہنچ سکے بلکہ پڑھنے والا اُسے انگلیوں سے چھُو کر محسوس کر سکے۔ اس کے لیے استعارے اور تشبیہ کے علاوہ واضح امیجری بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔
مثلاً "جمال" مجھے اُس آگ کی طرح محسوس ہوتا ہے جو خود اپنی آنچ سے بے نیاز ہو لیکن جس کی ایک چھوٹی سی چنگاری ہوش و حواس کا دامن پھونک سکتی ہو۔ پھر اُس دامن کی وسعت دیکھیے جو سُلگنے کی اس کیفیت سے بچنے کی جگہ اس سے لُطف اندوز ہوتا ہو ؎

صہبائے تند و تیز کی حدّت کو کیا خبر
شیشے سے پوچھیے جو مزا ٹوٹنے میں تھا

کس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف — ایک لمحے کے لیے رُک گئی دل کی دھڑکن
یکایک ایسے جل بجھنے میں لُطف جانکنی کب تھا
جلے اِک شمع پر ہم بھی مگر آہستہ آہستہ

روز مرّہ کے اَن گنت واقعات ہمارے پندار کو مجروح اور ہماری اَنا کو فگار کرتے رہتے ہیں۔ مَیں نے اپنی زندگی میں اس بات کی شعوری کوشش کی ہے کہ یہ جراحت میرے دل پر کوئی کاری نشان نہ چھوڑ جائے، لیکن اس عمل کے دوران جراحت کی ایک ایسی صورت پیدا ہو گئی جو خالص ذاتی اور وجدانی ہے اور جس کا تعلق بیرونی عوامل سے کم ہے ؎

آتشِ حُسن بھی تھی تابشِ دُنیا بھی مگر
شعلہ جس نے مجھے پھونکا مرے اندر سے اُٹھا

جنسِ ویرانیٔ صحرا مری دُکان میں ہے — کیا خریدے گا ترے شہر کا بازار مجھے

ایک بات اپنی غزل کے محبوب کے بارے میں کہتا چلوں کہ اس کا پیکرِ شعری ورثے میں مجھے نہیں ملا۔ یہ پٹرول، ٹینک، کروزنی مختصر لباس، ایئرپورٹ، ریولان، کُسن اور تعلقاتِ عامہ کے زمانے کا محبوب نہ مغل لباس پہنتا ہے نہ ہزار چلمنوں میں رہتا ہے۔

میرے اشعار میں ذرا اس کا شیوہ دیکھیے ؎

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدّتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

کیا کیا رہے ہیں حرف و حکایت کے سلسلے — وہ کم سخن نہیں تھا مگر دیکھنے میں تھا

اس کا رونا ہے کہ پیماں شکنی کے باوصف
وہ ستمگر اُسی پیشانیٔ خنداں سے ملا

غزل اپنے اور سارے زمانے کے دُکھ اور درد سمیٹنے کی جتنی صلاحیت رکھتی ہے وہ نظم کی صلاحیتوں سے کسی طرح کم نہیں۔ مَیں اس موقع پر اپنے ہم عصر شعراء کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ اُن میں سے اکثر نے اس صلاحیت کو سمجھا اور اپنی

Scanned by CamScanner

غزل میں جذبے اور فکر دونوں کو بصیرت کی لَو پر پگھلانے کی کوشش کی۔ ہم سب نے اپنی روایتوں کا احترام کیا ہے اور ہم سب نے ان روایتوں کے خلاف احتجاج کے علم بلند کیے ہیں۔ ہم سب کی نظر میں عصر جواں کی بغاوتوں کا غرور ہے اور ہم سب کے دلوں کے طاق میں شمع مُبیں جل رہی ہے۔

مصطفیٰ زیدی
ٹیلی ویژن لاہور
۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء

Scanned by CamScanner

ماہ و سال

اُسی روِش پہ ہے قائم مزاجِ دیدۂ و دل
لہو میں اب بھی تڑپتی ہیں بجلیاں کہ نہیں
زمیں پہ اب بھی اُترتا ہے آسماں کہ نہیں؟

کسی کے جیب و گریباں کی آزمائش میں
کبھی خود اپنی قبا کا خیال آتا ہے
ذرا سا وسوسۂ ماہ و سال آتا ہے؟

کبھی یہ بات بھی سوچی کہ منتظر آنکھیں
غبارِ راہ گزر میں اُجڑ گئی ہوں گی
نظر سے ٹوٹ چکے ہوں گے خواب کے رشتے
وہ ماہتاب سی نیندیں بچھڑ گئی ہوں گی

نیازِ خواجگی و شانِ سروری کیا ہے
شعارِ مُشفقی و طرزِ دلبری کیا ہے
یہ بے رُخی، یہ اَدائے ستم بھی پوچھیں گے
ہماری عُمر کے ہو لو تو ہم بھی پوچھیں گے

کراچی ۱۲ ۱۱/۶۷

آخری بار مِلو

آخری بار مِلو ایسے کہ جلتے ہُوئے دل
راکھ ہو جائیں، کوئی اور تقاضہ نہ کریں
چاکِ وعدہ نہ سِلے، زخمِ تمنّا نہ کِھلے
سانس ہموار رہے، شمع کی لَو تک نہ ہلے
باتیں بس اتنی کہ لمحے اُنھیں آ کر گن جائیں
آنکھ اُٹھائے کوئی اُمّید تو آنکھیں چِھن جائیں

اُس ملاقات کا اِس بار کوئی وہم نہیں
جس سے اِک اور ملاقات کی صورت نکلے
اب نہ ہیجان و جُنوں کا نہ حکایات کا وقت
اب نہ تجدیدِ وفا کا نہ شکایات کا وقت

Scanned by CamScanner

لُٹ گئی شہرِ حوادث میں متاعِ الفاظ
اب جو کہنا ہے تو کیسے کوئی نوحہ کہیے
آج تک تم سے رگِ جاں کے کئی رشتے تھے
کل سے جو ہوگا اُسے کون سا رشتہ کہیے

پھر نہ دیکھیں گے کبھی عارض و رخسار، ملو
ماتمی ہیں دمِ رخصت در و دیوار، ملو
پھر نہ ہم ہوں گے، نہ اقرار، نہ انکار، ملو
آخری بار ملو

لاہور ۲۳ $\frac{11}{74}$

فِگار پاؤں مِرے

فِگار پاؤں مِرے، اشک نارسا میرے
کہیں تو مل مجھے اے گُم شدہ خدا میرے

مَیں شمعِ کشتہ بھی تھا، صبح کی نوید بھی تھا
شکست میں کوئی انداز دیکھتا میرے

وہ دردِ دل میں ملا، سوزِ جسم و جاں میں ملا
کہاں کہاں اُسے ڈھونڈا جو ساتھ تھا میرے

ہر اک کے شعر میں مَیں اُس کا عکس دیکھتا ہوں
مری زباں سے جو اشعار لے گیا میرے

Scanned by CamScanner

سفر بھی مَیں تھا، مسافر بھی مَیں تھا، راہ بھی مَیں
کوئی نہیں تھا کہ ڈرے کو کس ماسوا میرے

وفا کا نام بھی زندہ ہے، مَیں بھی زندہ ہوں
اب اپنا حال سُنا مجھ کو بے وفا میرے

وہ چارہ گر بھی اُسے دیر تک نہ پہچانا
جگر کا زخم تھا، نغموں میں ڈھل گیا میرے

Scanned by CamScanner

حرفِ سادہ

معاشرانِ خرابات حرفِ سادہ سے
زبانِ دل سے کبھی عارفانہ بھی سنتے

قتیلِ زمزمۂ وصل و نالۂ ہجراں
نوائے حسرتِ غیر عاشقانہ بھی سنتے

روایتِ ابدی پر یقین سے پہلے
حقیقتِ ازلی کا ترانہ بھی سنتے

اس انتہائے جلال و جمال سے آگے
خیال کا سبقِ ناصحانہ بھی سنتے

Scanned by CamScanner

زکوٰۃِ دل کبھی دیتا غرورِ کج کلہی
نِکاتِ ذہن کبھی عاجزانہ بھی سُنتے

یہ دوڑتی ہوئی راتیں، یہ جاگتے ہوئے دن
صدائے مسئلہ جاودانہ بھی سُنتے

حدیث کی رَوِشِ عامیانہ سے ہٹ کر
خرد کا تذکرہ عالمانہ بھی سُنتے

یہ قرأتوں کے دھوئیں میں گھٹے ہوئے ماحول
ہوا کا زمزمہ بے کرانہ بھی سُنتے

سیاستِ و تمدّن سے کے نازِ پروردہ
صعوبتِ قفس و تازیانہ بھی سُنتے

یہ قید و بند، یہ تعزیر، عام باتیں ہیں
شکایتِ دل و جاں مشفقانہ بھی سُنتے

Scanned by CamScanner

سزا جزا کے عوض آدمی سے عرضِ حیات
وفا جفا کی طرح دوستانہ بھی سُنتے

مصاحبوں نے بہت کچھ جنھیں بتایا ہے
زبانِ خلقِ خدا غائبانہ بھی سُنتے

غرورِ عشق کو خوئے نیاز سے ملتے
تعلّیوں کو مری شاعرانہ بھی سُنتے

راولپنڈی ۱ ۶۸ء

Scanned by CamScanner

کس وقت اُجالا پھیلے گا

کس وقت اُجالا پھیلے گا، اے صُبح و مَسا کی تیرہ شبی
کب آئے گا دورِ ساغرِ دل، اے کوثرِ جاں کی تشنہ لبی

سب ننگ بہ جیب بیٹھے، سر ہی نہ تھا، زخموں کا کوئی خوگر ہی نہ تھا
ہر شخص میں تھی درماں طلبی، کیا کج کُلَہی، کیا کم لقبی

ہم بات کریں تو کس سے کریں؟ بنیاد رکھیں تو کس پہ رکھیں
اے اہلِ ہُنر کے عجزِ سخن، اے زندگیوں کی بے سببی

سُنسان پڑی ہیں برسوں سے سب رُشد و ہدایت کی راہیں
اِس عہد میں ہم سب اپنے امام، اس دَور میں ہم سب اپنے نبی

میں سِفلگیوں سے کھیلا ہوں، مٹّی کی تہوں سے لایا ہوں
تہذیب کا یہ معیارِ نظر، اخلاق کی یہ عالی نَسَبی

لاہور ۷ ۱/۶۸

نذرِ غالب

○

اِس کشمکشِ ذہن کا حاصِل نہیں کچھ بھی
انکار کو ٹھکرائے، نہ اقرار کو چاہے

مغرورِ طلب رات کو حاصل کرے بن باس
مغرورِ بدن گرمیٔ بازار کو چاہے

سنبھلے نہ خمِ زیست سے بوجھ آبِ وضو کا
آسائشِ دُنیا در و دیوار کو چاہے

آنکھیں رَوِشِ دوست پہ تکتی چلی جائیں
اور دوست کہ طبعِ سَرِ خود دار کو چاہے

Scanned by CamScanner

قوم ایسی کہ چلتے ہُوئے اشعار سے مانوس
مضمون کہ اِس صورتِ دشوار کو چاہے

اِک دل کہ بھر آئے نہ سمجھے ہُوئے غم سے
اِک شعر کہ پیرایۂ اظہار کو چاہے

سین فرانسسکو۔ امریکہ

Scanned by CamScanner

نذرِ داغ

○

اُمید و بیم دست و بازوئے قاتل میں رہتے ہیں
تمھارے چاہنے والے بڑی مشکل میں رہتے ہیں

نکل آ اب تو ان پردوں سے باہر، دُخترِ صحرا
کہ باہر کم ہیں وہ طوفان جو محمل میں رہتے ہیں

جنھیں دیکھا نہیں دُنیا کی بے تعبیر آنکھوں نے
بہت سے لوگ اُن خوابوں کے مستقبل میں رہتے ہیں

چلو افلاک کے زینوں پہ چڑھ کر عرش تک پہنچیں
کہ سیّد مصطفیٰ زیدی اسی منزل میں رہتے ہیں

پیرس

Scanned by CamScanner

سپردگی کا یہ عالم

سپردگی کا یہ عالم کہ جیسے نغمہ و رنگ
ہوا، زمین، فضا، بے کراں، خلا، آفاق
تمام عالمِ روحانیاں، تمام حواس
پگھل کے حلقۂ یک آرزو میں ڈھل جائیں

ہر ایک پور میں کھُل جائیں سیکڑوں گرہیں
ہر ایک قطرۂ شبنم میں سوزِ قلزم ہو
رَچی ہُوئی ہے بدن میں لہو کی قوسِ قزح
یقین ہی نہیں آتا کہ جیسے یہ تم ہو!

Scanned by CamScanner

اور ایک ہم ہیں، شکارِ ہزار اندیشہ
تمام کرب و تجسّس، تمام وہم و گُمان
زباں پہ قفلِ طلسماتِ روز و شب ڈالے
خیال و خواب کی آہٹ سے چونکنے والے

کوئی رفیقِ جنوں، کوئی ساعتِ مرہم
روا یتاً بھی نہ دیکھے ہماری سمت کہ ہم
ہزار مصلحتوں کو شمار کرتے ہیں
تب ایک زخمِ جگر اختیار کرتے ہیں

لندن ۱۲ ۶/۶۸

چارہ گرو

صنم کدوں میں چراغاں ہے مے کدوں کی طرف
نگاہِ پیرِ مغاں کی سبیل جاری ہے
ہر اک فسوں ہے، مگر بے اثر ہے چارہ گرو

اِدھر بھی تشنہ لبی مستقل نہیں جاتی
یہاں بھی نشّۂ نا معتبر ہے چارہ گرو

مَیں ایسا جادۂ منزل گزشتہ ہوں جس کے
ہر ایک سنگ میں زخمِ سفر ہے چارہ گرو

Scanned by CamScanner

ہر ایک دن کی طرح تھا وصال کا دن بھی
جِلو میں فرش، نہ قدموں میں آسمان لیے
قریب آئے اور آکر بدل گئے موسم
گزر گئی شبِ ہجراں بغیر جان لیے

کوئی سُنے بھی تو کیا داستاں سناؤں اُسے
حدیثِ شام و سحر مختصر ہے چارہ گرو
سوائے یہ کہ دل آشفتہ سَر ہے چارہ گرو

لندن ۶ ۷/۶۷

Scanned by CamScanner

جہاں میں ہُوں

نفَس کو فکر جو ہر ہے، جہاں میں ہُوں
سمندر ہی سمندر ہے، جہاں میں ہُوں

بُجھی جاتی ہیں قندیلیں توہُّم کی
طلوعِ عقلِ خاور ہے، جہاں مَیں ہُوں

نظر آتی ہے اپنی ماہیّت جس میں
وہ آئینہ میسّر ہے، جہاں میں ہُوں

اَزل کی بے نقابی اور اَجَل کی بھی
سبھی اِمکاں کے اندر ہے، جہاں میں ہوں

نہ کوہِ قاف کی پَریوں کے جُھرمٹ ہیں
نہ غولِ دیو و اژدَر ہے، جہاں میں ہُوں

Scanned by CamScanner

نہ سفّاکی، نہ دلداری کی رسمیں ہیں
نہ مرہم ہے نہ خنجر ہے، جہاں میں ہوں

خدا ہے اپنے نیلے آسمانوں میں
زمیں ہے، خیر ہے، شر ہے، جہاں میں ہوں

قدم اُٹھتے ہیں نامعلوم سمتوں کو
ہر اک شے بے مُقدّر ہے، جہاں مَیں ہوں

نفَس ہے تشنگی کا دشتِ بے منزل
نفَس ہی موجِ کوثر ہے، جہاں مَیں ہوں

بَدن کیا چیز ہے، خود میرا سایہ بھی
مِرے سائے سے باہر ہے، جہاں مَیں ہوں

ہیمبرگ۔ نیویارک ۷ ۱۱/۶۸

فرہاد

اُس سے مِلنا تو اِس طرح کہنا :۔
"تجھ سے پہلے مری نگاہوں میں
کوئی رُوپ اس طرح نہ اُترا تھا
تجھ سے آباد ہے خرابۂ دل
ورنہ میں کس قدر اکیلا تھا

تیرے ہونٹوں پہ کوہسار کی اوس
تیرے چہرے پہ دھوپ کا جادو
تیری سانسوں کی تھرتھراہٹ میں
کونپلوں کے کنوار کی خوشبو"

Scanned by CamScanner

وہ کہے گی کہ اِن خطابوں سے
اور کِس کِس پہ جال ڈالے ہیں
تم یہ کہنا کہ پیشِ ساغرِ جم
اور سب مٹّیوں کے پیالے ہیں

ایسا کرنا کہ احتیاط کے ساتھ
اُس کے ہاتوں سے ہات ٹکرانا
اور اگر ہو سکے تو آنکھوں میں
صِرف دو چار اشک بھر لانا

عشق میں اے مُبصّرینِ کرام
یہی تکنیک کام آتی ہے
اور یہی لے کے ڈوب جاتی ہے

کوالالمپور ۱ / ۶۶

کوہِ ندا

اَیُّہا النّاس چلو کوہِ ندا کی جانب

کب تک آشفتہ سَری ہوگی نئے ناموں سے
تھک چکے ہوگے خرابات کے ہنگاموں سے

ہر طرف ایک ہی انداز سے دن ڈھلتے ہیں
لوگ ہر شہر میں سائے کی طرح چلتے ہیں

اجنبی خوف کو سینوں میں چھپائے ہُوئے لوگ
اپنے آسیب کے تابوت اُٹھائے ہُوئے لوگ

ذات کے کرب میں، بازار کی رُسوائی میں
تم بھی شامل ہو اس انبوہ کی تنہائی میں

Scanned by CamScanner

تم بھی ایک بادیہ پیما ہو خلا کی جانب
خود ہی سوچو کہ ہر اک در سے ملا کیا آخر
کار آمد ہوئی فریاد کہ ناکام ہوئی
اپنی گلیوں میں سے کس کس نے ستایا تم کو
دشتِ غربت میں کہاں صبح، کہاں شام ہوئی
کس نے سوئے ہوئے اسبابِ فغاں کو چھیڑا
کس نے دُکھتے ہوئے تارِ رگِ جاں کو چھیڑا
کس نے سمجھائیں تمھیں عشرتِ غم کی باتیں
کون لایا تمھیں اندوہِ وفا کی جانب
اب کدھر جاؤ گے، کیا اپنا وطن کیا پردیس
ہر طرف ایک سی سمتوں کا نشاں ملتا ہے
اپنی آواز بکھر جاتی ہے آوازوں میں
اپنا پندار ملول و نگراں ملتا ہے
پھونک کر خود کو نظر آتی ہے احساس کی راکھ

وقت کی آنچ پہ لمحوں کا دھواں ملتا ہے
راستے کھوئے چلے جاتے ہیں سناٹوں میں
مشعلیں خود بخود آتی ہیں ہوا کی جانب
کب تک افسانہ و افسوں کی حسیں تیشی راتیں
طلبِ جنس و تلاشِ شبِ امکاں کب تک
ذہن کو کیسے سنبھالے گی بدن کی دیوار
درد کا بوجھ اٹھائے گا شبستاں کب تک
دیر سے نیند کو ترسی ہوئی آنکھوں کے لیے
خواب آور نشۂ عارض و مژگاں کب تک
کتنے دن اور پکارے گی تمھیں جسم کی پیاس
نغمہ و غمزہ و انداز و ادا کی جانب
رات بھر جاگتے رہتے ہیں دکانوں کے چراغ
دل وہ سنسان جزیرہ کہ بجھا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

لیکن اس بند جزیرے کے ہر اک گوشے میں
ذات کا بابِ طلسمات کھُلا رہتا ہے
اپنی ہی ذات میں پستی کے کھنڈر ملتے ہیں
اپنی ہی ذات میں اک کوہِ ندا رہتا ہے
صرف اِس کوہ کے دامن میں میسّر ہے نجات
آدمی ورنہ عناصر میں گِھرا رہتا ہے
اور پھر ان سے بھی گھبرا کے اُٹھاتا ہے نظر
اپنے مذہب کی طرف اپنے خدا کی جانب
اَیُّہاالنّاس چلو کوہِ ندا کی جانب

ہانولولو (ہوائی)

Scanned by CamScanner

ویٹ نام

کل مرے دوست کی ہنستی ہوئی نیلی آنکھیں
دُور سے آئے ہوئے خط کے ہر اندیشے کو
وہم کہتی تھیں، سمجھتی تھیں کہ یہ شکل جیسے
اُس نے دیکھا ہے ابھی کیمپ کے آئینے میں
مسکراتی ہوئی جب اپنے وطن پہنچے گی
کوئی بھیگی ہوئی پلکوں سے اُسے چومے گا
اور شرمندہ نگاہوں سے مسرت کی کرن
ایسے پھوٹے گی کہ پھر رات کا امکاں نہ رہے

Scanned by CamScanner

اور اب مَیں ہوں، ہوا میں مرے سگرٹ کا دُھواں
تام چینی کے نئے مگ میں کسیلی کافی
اسٹریچر پہ یہ پھیلا ہُوا فوجی کمبل
اُس کے بے جان بدن کا یہ اکیلا ساتھی
ابھی "رن وے" پہ کوئی قبر نما طیارہ
میرے اِس آخری دیدار کو لے جائے گا
سائیگان اپنے ایرپورٹ کے سنّاٹے میں
مجھ سے پُوچھے گا وہی چند سوالات کہ جو
مجھ سے پہلے بھی کسی اور سے پُوچھے ہوں گے

سائیگان

Scanned by CamScanner

مُسافر

مرے وطن، تری خدمت میں لے کر آیا ہوں
جگہ جگہ کے طلسمات، دیس دیس کے رنگ
پُرانے ذہن کی راکھ، اور نئے دلوں کی اُمنگ
نہ دیکھ ایسی نگاہوں سے میرے خالی ہاتھ
نہ یُوں ہو میری تہی دامنی سے شرمندہ
بسے ہُوئے ہیں مرے دل میں سیکڑوں تحفے
بہت سے غم، کئی خوشیاں، کئی انوکھے لوگ
کہیں سے کیف ہی کیف اور کہیں سے درد ہی درد

Scanned by CamScanner

جنھیں اُٹھا نہیں سکتا ہر ایک دشت نورد
جو ہتھیلیوں کے شکم میں سما نہیں سکتے
جو سُوٹ کیس کی جیبوں میں آ نہیں سکتے

بچھڑ کے تجھ سے کئی اجنبی دیاروں نے
مجھے گلے سے لگایا، مجھے تسلّی دی!
مجھے بتائے شبِ تیرہ و سیاہ کے راز
مرے بدن کو سکھائے ہزار اِستلذاذ
کچھ اس طرح مرے پہلو میں آئے زہرہ و شمس
مَیں مدّتوں یہی سمجھا کیا کہ جسم کا لمس
ازل سے تا بہ ابد ایک ہی مسرّت ہے
کہ سب فریب ہے، میرا بدن حقیقت ہے
اور اِس طرح بھی ہُوا ہے کہ میری تنہائی
سمندروں سے لپٹ کر، ہوا سے ٹکرا کر

Scanned by CamScanner

کبھی سمیٹ کے مجھ کو نئے جزیروں میں
کبھی پہاڑ کے جھرنے کی طرح بکھرا کر
کبھی بٹھا کے مجھے آسماں کے دوش بدوش
کبھی زمیں کی تہوں میں، جڑوں میں پھیلا کر
کچھ اس طرح مرے احساس میں سمائی ہے
کہ مجھ کو ذات سے باہر نکال لائی ہے
کچھ ایسا خواب سا، ناخوابیاں سی طاری تھیں
بدن تو کیا، مجھے پرچھائیاں بھی بھاری تھیں

مرے دیار، کہاں تھے ترے تماشائی
کہ دیدنی تھا مرا جشنِ آبلہ پائی
کچھ ایسے دوست ملے شہرِ غیر میں کہ مجھے
کئی فرشتہ نفس دشمنوں کی یاد آئی
مَیں سوچتا ہوں کہ کم ہوں گے ایسے دیوانے

Scanned by CamScanner

نہ کوئی قدر ہو جن کی، نہ کوئی رُسوائی
مجھے بُجھا نہ سکی یخ زدہ ہوائے شمال
مجھے ڈبو نہ سکی قلزموں کی گہرائی
نہ جانے کیسا کُرہ تھا مرا وجود کہ روز
مرے قریب زمیں گھومتی ہُوئی آئی

تلاش کرتے ہُوئے گم شدہ خزانوں کو
بہت سے مِصر کے فرعون مقبروں میں ملے
زبانِ سنگ میں جو ہم کلام ہوتے ہیں
کچھ ایسے لوگ پُرانے مجسّموں میں ملے
بلند بام کلیسا میں تھے وہی فن کار
جو خستہ حال مساجد کے گُنبدوں میں ملے
مری تھکی ہُوئی خوابیدگی سے نالاں تھے
وہ رَت جگے جو مسائل کی کروٹوں میں ملے

Scanned by CamScanner

کئی سُراغ نظر آئے داستانوں میں
کئی چراغ کتابوں کے حاشیوں میں ملے

سُنا کے اپنے عروج و زوال کے قصّے
سبھی نے مجھ سے مرا رنگِ داستاں پُوچھا
دکھا کے برف کے موسم، مرے بزرگوں نے
مزاجِ شعلگیٔ عصرِ نوجواں پوچھا

مری جھکی ہُوئی آنکھیں تلاش کرتی رہیں
کوئی ضمیر کا لہجہ، کوئی اُصول کی بات
گزر گئی مری پلکوں پہ جاگتی ہُوئی رات
ندامتوں کا پسینہ جبیں پہ پھُوٹ گیا
مری زباں پہ ترا نام آکے ٹوٹ گیا

Scanned by CamScanner

قبول کر یہ ندامت کہ اِس پسینے کی
ہر ایک بُوند میں چنگاریوں کے سانچے ہیں
قبول کر مرے چہرے کی جھُرّیاں جن میں
کہیں جنوں، کہیں تہذیب کے طمانچے ہیں
سنبھال میرا اثاثہ ہدیۂ غمِ ادراک
جو مجھ کو سات سمندر کا زہر پی کے مِلا
ثقافتوں کے ہر آتش فشاں میں جی کے مِلا
طلب کیا مجھے یونان کے خداؤں نے
جَنم لیا مرے سینے میں دیوتاؤں نے
فریب و حرص کے ہر راستے سے موڑ دیا
اور اُس کے بعد۔ سُپر مارکٹ پہ چھوڑ دیا
جہاں بس ایک ہی معیارِ آدمیت تھا
ہجومِ مرد و زناں محوِ سیر و وحشت تھا
گھڑی کا حُسن، نئے ریڈیو کی زیبائی

پلاسٹک کے کنول —— نائلان کی ٹائی
اطالیہ کے نئے بوٹ، ہانگ کانگ کے ہار
کرائسلر کی نئی رینج، ٹوکیو کے سنگار
ہر ایک جسم کو آسودگی کی خواہش تھی
ہر ایک آنکھ میں اسباب کی پرستش تھی
یہ انہماک قیادت میں بھی نہیں رلتا
یہ سوئے نفس عبادت میں بھی نہیں ملتا

مرے وطن مرے سامان میں تو کچھ بھی نہیں
بس ایک خواب ہے اور خواب کی فصیلیں ہیں
قبول کر مری میلی قمیض کا تحفہ
کہ اس کی خاک میں سجدوں کی سرزمینیں ہیں
نہ دُھل سکے گا یہ دامن کہ اس کے سینے پر
بیافرا کے مقدس لہو کی چھینٹیں ہیں

Scanned by CamScanner

۵۱

- کوہِ ندا

یہ ویت نام کی مٹّی ہے، جس کے ذرّوں میں
پیمبروں کی دمکتی ہوئی جبینیں ہیں

سنگاپور ۲ ۲/۶۹

قطعہ

میرے سینے کی روشنائی سے
سُرخ ہے لوحِ دشت و دریا تک
اَن گنت آہنی فصیلیں ہیں
مارشل لا سے مارشل لا تک

Scanned by CamScanner

مری پتھر آنکھیں

اب کے مٹی کی عبارت میں لکھی جائے گی
سبز پتوں کی کہانی، رُخِ شاداب کی بات
کل کے دریاؤں کی مٹتی ہوئی مبہم تحریر
اب فقط ریت کے دامن میں نظر آئے گی
بُوند بھر نم کو ترس جائے گی بے سُود دعا
نم اگر ہوگی کوئی چیز تو میری آنکھیں
میری پلکوں کے دریچے، مری بنجر آنکھیں
میرا اُجڑا ہوا چہرہ، مری پتھر آنکھیں

قحط افسانہ نہیں، اور یہ بے ابر فلک
آج اُس دیس، کل اِس دیس کا وارث ہوگا
ہم سے ترکے میں ملیں گے اُسے بیمار درخت،
تیز کرنوں کی تمازت سے چٹختے ہوئے ہونٹ
دُھوپ کا حرفِ جنوں، لُو کا وصیّت نامہ
اور مرے شہرِ طلسمات کی بے در آنکھیں
مری بے در، مری بنجر، مری پتھر آنکھیں

لاہور ۲۳ $\frac{۳}{۷۹}$

بُزدل

آج اک افسروں کے حلقے میں
ایک معتوب ماتحت آیا
اپنے افکار کا حساب لیے
اپنے ایمان کی کتاب لیے

ماتحت کی ضعیف آنکھوں میں
ایک بجھتی ہُوئی ذہانت تھی
افسروں کے لطیف لہجے میں
قہر تھا، زہر تھا، خطابت تھی

Scanned by CamScanner

یہ ہر اک دن کا واقعہ، اِس دن
صرف اس اہمیت کا حامِل تھا
کہ شرافت کے زُعم کے باوصف
مَیں بھی اِن افسروں میں شامِل تھا

پشاور ۲۹ ۴/۶۹

Scanned by CamScanner

مرے زخمی ہونٹ

نشّہ جس وقت بھی ٹوٹے گا، کئی اندیشے
صُبحِ لب بستہ کے سینے میں اُتر آئیں گے
محفلِ شعلۂ شب تاب کے سارے لمحے
راکھ ہو جائیں گے، پلکوں پہ بکھر جائیں گے
ریت در آئے گی سُنسان شبستانوں میں
اور بگولے پسِ دیوار نظر آئیں گے

اس سے پہلے کہ یہ ہو جائے، مرے زخمی ہونٹ
میں یہ چاہوں گا کہ بے لحن و صدا ہو جائیں
میں یہ چاہوں گا کہ بجھ جائے مری شمعِ خیال
اس سے پہلے کہ سب احباب جدا ہو جائیں

Scanned by CamScanner

اِس لیے مجھ سے نہ پوچھو کہ صفِ یاراں میں
کیوں یہ دل بے ہُنرِ حسن و تمیز اِتنا ہے
اور اے دیدہ ورو! یہ بھی نہ پوچھو کہ مجھے
ساغرِ زہر بھی کیوں جاں سے عزیز اِتنا ہے

کراچی ۱۹ ۵/۶۹

راکھ

میں رات ایسے جزیرے میں تھا جہاں مجھ کو
ہر ایک ٹھوس حقیقت ملی گماں کی طرح

پکارتا تھا پُر اسرار عالمِ موجود
تھکی تھکی ہوئی ارواحِ رفتگاں کی طرح

دمک رہا تھا ہر اک گوشۂ وطن گویا
خزاں کی دھوپ میں صحرائے بیکراں کی طرح

میں اپنی قوم سے اپنی زباں میں گویا تھا
زبانِ شہرِ خموشاں کے ترجماں کی طرح

سجے ہوئے تھے سنگھاسن پہ عارضی حاکم
قوائے ارض و سما کے مزاج داں کی طرح

ہر ایک شخص طلب گار تھا کہ شام و سحر
اُسی کا نام لیا جائے اور اذاں کی طرح

Scanned by CamScanner

وہ داستاں تھی کسی اور شاہزادے کی
مرا لہو تھا فقط زیبِ داستاں کی طرح

میں ایسا سہم گیا تھا کہ تیرا سایہ بھی
ڈرا رہا تھا مجھے دشتِ بے اماں کی طرح

وہ میرا عکس تھا یا اور کوئی صورت تھی
جو آئینے میں ملی یارِ بدگماں کی طرح

مرا فگار قلم لکھ رہا تھا آج کی بات
زوالِ عہدِ گزشتہ کے نوحہ خواں کی طرح

وہ حبس تھا کہ نظر آئے جس میں شہر کا شہر
گھٹے گھٹے ہوئے زندانِ نازیاں کی طرح

زباں کٹ گئی مدحِ ستم گراں کرتے
ضمیر بک گئے اسبابِ مفلساں کی طرح

مسائلِ دل و جاں حل کیے گئے لیکن
سخن طرازیٔ اجلاسِ ناصحاں کی طرح

Scanned by CamScanner

اِک ایسے گھر میں رہائش مجھے وعید ہُوئی
کہ جو قفس کی طرح تھا نہ آشیاں کی طرح

مِلا اک ایسا تمدّن مجھے وراثت میں
جو اجنبی کی طرح تھا نہ باپ ماں کی طرح

اِک ایسے گیت کی لے بخش دی گئی مجھ کو
جو بھیک ہی کی طرح تھا نہ ارمغاں کی طرح

جدھر جدھر سے بھی گزرا جلوسِ رُسوائی
کھڑے تھے لوگ دریچوں میں شمع داں کی طرح

لیے ہُوئے مرے ناکردہ جُرم کی فہرست
ہر ایک دوست ملا مرگِ ناگہاں کی طرح

بوقتِ قتل بہت دُور میرے سارے عزیز
صف آزما تھے نگہبانِ آسماں کی طرح

جنوں کی آگ میں جل بجھ چکا ہے میرا وجود
میں اُس کی راکھ سے ڈھالوں کہاں کہاں کی طرح

لاہور ۵ ۹/۶۹

کوئی قلزم، کوئی دریا، کوئی قطرہ مدد دے

لُٹ گئی دولتِ ایمان و متاعِ عرفاں
کعبۂ منبر و محراب و کلیسا مدد دے

آج اولاد پہ ہے قحطِ ضمیر و جرأت
خونِ اجداد رسد! عزّتِ آبا مدد دے

میں اکیلا نکل آیا ہوں ستاروں کی طرف
کرّۂ ارض کی اے مجلسِ شوریٰ مدد دے

سامری سانپ مری سمت بڑھے آتے ہیں
زورِ اعصائے کلیم و یدِ بیضا مدد دے

لحن و آہنگ کے شہروں میں اُتر آیا ہے
اجنبی خوف کا پھیلا ہُوا صحرا مَدَدے

آج گم گشتۂ منزل ہیں روایاتِ خضر
آج بیمار ہے صدیوں کا مسیحا مَدَدے

پیاس ایسی کہ زباں مُنہ سے نکل آئی ہے
کوئی قُلزم، کوئی دریا، کوئی قطرہ مَدَدے

برف باری مرے کمرے میں اُتر آئی ہے
تابشِ زمزمہ و حدّتِ صہبا مَدَدے

ایک بزدل مرے سینے میں بڑی دیر سے ہے
جرأتِ خودکشی و قتلِ اعزّا مَدَدے

میں تو دونوں ہی کی لوری سے بہل جاؤں گا
قربتِ ساحل و گہوارۂ دریا مَدَدے

Scanned by CamScanner

کوئی آیا ہے مجھے آگ لگانے کے لیے
صحن بے چار گیٔ مسجدِ اقصیٰ مَدَد دے

کس طرف سجدہ کروں کس سے دعائیں مانگوں
اے مرے شش جہت قبلہ و کعبہ مَدَد دے

حلقِ اصغر کی طرف ایک کماں اور کھنچی
اے ہواؤں کے رخ، اے گردشِ صحرا مَدَد دے

اک رسن اور بڑھی سوئے سکینہ ہشیار
اک صلیب اور ہوئی درپئے عیسیٰ مَدَد دے

ایک۔۔۔اک چہرۂ گل رنگ بجھا جاتا ہے
جنتِ جلوۂ آئینۂ فردا مَدَد دے

لاہور ۳۱ $\frac{۸}{۶۹}$

اُستاد

آج مرے اُستاد نے فرمایا
اے میرے باہمت فرزندو
یہ مت دیکھو تم کیا جانتے ہو
صِرف یہ دیکھو کس کو جانتے ہو

Scanned by CamScanner

جیل

آج کی رات ہر اک گھر کا یہی عالم ہے
آج کی رات ہر اک گھر میں صفِ ماتم ہے

ماتمی ہات فقط سینہ زنی جانتے ہیں
ماتمی ہاتوں سے زنجیر نہیں کٹ سکتی

اور زنجیر کٹے بھی تو فصیلِ زنداں
ایسی محکم ہے کہ رستے سے نہیں ہٹ سکتی

اور ہٹ جائے بھی بالفرض تو اس کے آگے
اور زنداں ہے جو اس سے بھی بڑا زنداں ہے

کراچی ۲۰ $\frac{11}{69}$

Scanned by CamScanner

اے صبح کے غمخوارو!

اے صُبح کے غمخوارو، اِس رات سے مت ڈرنا
جس ہات میں خنجر ہے اس ہات سے مت ڈرنا
خورشید کے متوالو، ذرّات سے مت ڈرنا
چنگیز نژادوں کی اوقات سے مت ڈرنا

ہاں شامِلِ لب ہوگی نفرت بھی، ملامت بھی
یارانہ کدورت بھی، دیرینہ عداوت بھی
گزرے ہوئے لمحوں کی مرحوم رفاقت بھی
قبروں پہ کھڑے ہوکر جذبات سے مت ڈرنا

Scanned by CamScanner

آبادِ ضمیروں کو اُفتادِ ستم کیا ہے
آسودہ ہو جب دل پھر تکلیفِ شکم کیا ہے
تدبیرِ فلک کیا ہے، تقدیرِ اُمم کیا ہے
محرم ہو تو دو دن کے حالات سے مت ڈرنا

رُودادِ سرِ دامن کب تک نہ عیاں ہو گی
ناکردہ گنا ہوں کے منھ میں تو زباں ہو گی
جس وقت جرائم کی فہرست بیاں ہو گی
اُس وقت عدالت کے اثبات سے مت ڈرنا
اے صبح کے غمخوارو!

لاہور ۲۰ ۱۲/۶۹

اِحتساب

ہر اک زباں پہ ہے اِدّعائے بے گنہی
مجھے خبر نہیں مقتول ہوں کہ قاتل ہوں
ابھی یہ بات مجھے زیب ہی نہیں دیتی
ابھی تو مَیں بھی صفِ مجرماں میں شامل ہوں

جو فرق ہے تو بس اتنا کہ دوسروں کے لیے
شبِ جزا و سزا ایک بار آئے گی
مرے ضمیر سے لاکھوں گواہیاں لینے
یہ رات ہم نفسو بار بار آئے گی

یہ رات میری ہر اک نظم کو طلب کر کے
کئی ہزار دنوں کا حساب مانگے گی
مری زبان، مری تربیت، مری تہذیب
مَیں مر گیا بھی تو مجھ سے جواب مانگے گی

Scanned by CamScanner

میں اپنے ذہن کا اِک اک ورق الٹتا ہوں
ہر اک ورق کی جبیں پر نشانِ عصمت ہے
کسی بیاض پہ بکھرا ہُوا ہے خواب کا رنگ
وہ خواب جن میں نئے عہد کی بشارت ہے
کہیں جمال کے مہتاب کی گھنی پلکیں
کہیں خیال کے خورشید کی تمازت ہے
مری نگاہ میں ارضی عدالتیں کیا ہیں!
یہ شاعری مری سب سے بڑی عدالت ہے

لاہور ۱۹ بے

بچا گئیں کئی لوگوں کو منحد لہریں
ڈبو دیا ہمیں پایابیٔ تمنا نے
میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہُوئے ہیں دستانے

پہلا پتھر

صبا ہمارے رفیقوں سے جا کے یہ کہنا
بصد تشکر و اخلاص و حُسن و خوش ادبی
کہ جو سلوک بھی ہم پر روا ہُوا اس میں
نہ کوئی رمزِ نہاں ہے نہ کوئی بوالعجبی

ہمارے واسطے یہ رات بھی مقدر تھی
کہ حرف آئے ستاروں پہ بے چراغی کا
لباسِ چاک پہ تہمت قبائے زریں کی
دلِ شکستہ پہ الزام بد دماغی کا

Scanned by CamScanner

صبا جو راہ میں دشمن ملیں تو فرمانا
کہ یہ تو کچھ نہ کیا، ہو سکے تو اور کرے
کہ اپنے دستِ لہو رنگ پر نظر ڈالے
کہ اپنے دعوائے معصومیت پہ غور کرے

حدیث ہے کہ اصولاً گناہ گار نہ ہوں
گناہ گار پہ پتھر سنبھالنے والے
اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر رکھیں
ہماری آنکھ سے کانٹے نکالنے والے

لاہور ۵ ۳/۷

حصار

بے نور ہوں کہ شمعِ سرِ رہ گزر میں ہوں
بے رنگ ہوں کہ گردشِ خونِ جگر میں ہوں

اندھا ہوں یوں کہ کور نگاہوں میں رہ سکوں
بہرہ ہوں یوں کہ قصۂ نامعتبر میں ہوں

ذرّے جوان ہو کے اُفق تک پہنچ گئے
میں اتنے ماہ و سال سے بطنِ گہر میں ہوں

مستقبلِ بعید کی آنکھوں کی روشنی
اوروں میں میں نہ ہوں مگر اپنی نظر میں ہوں

Scanned by CamScanner

لاکھوں شہادتوں نے مجھے واسطے دیے
میں شب گزیدہ پھر بھی تلاشِ سحر میں ہُوں

سفّاک بچپنوں کا کھلونا بنا ہُوا
دنیا کی زد میں، پنجۂ شمس و قمر میں ہُوں

مَیں جنگلوں کی رات سے تو بچ کے آ گیا
اب کیا کروں کہ وادیٔ نوعِ بشر میں ہُوں

جی چاہتا ہے مثلِ ضیا تجھ سے مِل سکوں
مجبور ہوں کہ محبسِ دیوار و در میں ہُوں

مَیں ہم نشینِ خلوتِ شہنازِ لالہ رُخ
میں گرمیٔ پسینۂ اہلِ ہُنر میں ہُوں

خوابوں کے رہرو اب مجھے پہچاننے کے بعد
آواز دو کہ اصل میں ہُوں یا خبر میں ہُوں

Scanned by CamScanner

اِتنی تو دُور منزلِ وارفتگاں نہ تھی
کن راستوں پہ ہُوں کہ ابھی تک سفر میں ہوں

کیسا حصار ہے جو مجھے چھوڑتا نہیں
میں کس طلسمِ ہوش رُبا کے اثر میں ہوں

زنداں میں ہوں کہ اپنے وطن کی فصیل میں
عزّت سے ہوں کہ جسم فروشوں کے گھر میں ہوں

کراچی ۱۸ بجے ۶ع

قطعہ

تو بھی نہ کہیں اُجڑ کے رہ جائے
وحشت میں بدل نہ جائے دستور
اے مُلک ترے بہت سے شہری
بن باس پہ ہو رہے ہیں مجبور

کراچی ۲۱ ۵/ بجے

دِیدنی

میری پلکوں کو مت دیکھو
اِن کا اُٹھنا، اِن کا جھپکنا، جسم کا نامحسوس عمل ہے
میری آنکھوں کو مت دیکھو
اِن کی اوٹ میں شامِ غریباں، اِن کی آڑ میں دشتِ ازل ہے
میرے چہرے کو مت دیکھو
اِس میں کوئی وعدۂ فردا، اِس میں کوئی آج نہ کل ہے
اب اُس دریا تک مت آؤ جس کی لہریں ٹوٹ چکی ہیں
اُس سینے سے لَو نہ لگاؤ جس کی نبضیں چھوٹ چکی ہیں

Scanned by CamScanner

اب میرے قاتل کو چاہو
میرا قاتل مرہم مرہم، دریا دریا، ساحل ساحل
قاضیٔ شہر کا ماتھا چومو
جس کے قلم میں زہر ہلاہل، جس کے سخن میں لحنِ سلاسل
اب اُس رقص کی دُھن پر ناچو
جس کی گت پر لُٹ گیا قاضی، جس کی لَے پر بک گیا قاتل

کراچی ۲۱ ؁ء

بنام ادارۂ "لیل و نہار"

(ایک نظم کی اشاعت سے انکار پر)

زیرِ عتاب ہیں مرے اشعار دیکھنا
سبطِ حسن کی جرأتِ اظہار دیکھنا

کس بانکپن سے آئے تھے فنکار دیکھنا
کس کی گلی میں آکے ہُوئے خوار دیکھنا

ہر گورکن ہے قوم کا معمار دیکھنا
ہر بوالہوس کا قُربِ دربار دیکھنا

خیبر شکن کھڑے ہیں سُبکسار دیکھنا
اِس عسکری نظام کی دیوار دیکھنا

Scanned by CamScanner

نامِ حُسینیت پہ سرِ کربلائے عصر
کس کا علم ہے، کس کے علمدار دیکھنا

اے غمگسار! مجلسِ "لیل و نہار" میں
کس کی عزا ہے، کیسے عزادار دیکھنا

پڑھنا بلند بانگ و رَجز خواں ادا رہے
اور بعد میں نمونۂ کردار دیکھنا

تکفیر کے چھُپے ہُوئے کانٹوں کے سامنے
تسبیح کے سجے ہُوئے گلزار دیکھنا

رندی و انقلاب کا ہر نعرۂ عظیم
پہنے ہُوئے ہے جبّہ و دستار دیکھنا

ہر کوہ کَن نے مصلحتِ شب شعار کی
نرغے میں ہے صداقتِ اقدار دیکھنا

Scanned by CamScanner

اب امتیازِ دشمنی و دوستی گیا
اپنی صفوں میں آ گئے عدّار دیکھنا

اِک سرفروشِ نظم کے اعلانِ حق کے بعد
اِک حرّیت پسند کا اِنکار دیکھنا

سینوں کی دھڑکنوں میں چھُپے گی وہ ایک نظم
حاصل نہ ہو سکا جسے اخبار دیکھنا

دائم رہے گا حافظۂ روزگار پر
وہ میرا بار بار سُوئے دار دیکھنا

مجھ پر چلی ہے عین بہ ہنگامِ سجود
اک زہر میں بجھی ہُوئی تلوار دیکھنا

تنہا ہے کون اب پسِ زنداں جنابِ فیضؔ
رُسوا ہے کون اب سرِ بازار دیکھنا

Scanned by CamScanner

اب کر رہے ہیں کون سی اِزموں کی پرورش
لوح و قلم کے جملہ وفادار دیکھنا

تنقیدِ رُوئے ذات نشیناں سے برطرف
سوئے یلانِ عرصۂ پیکار دیکھنا

کرنا کوئی تو کوفۂ احباب کا سفر
کوئی مراسقیفۂ دلدار دیکھنا

خنجر بدست لشکر و منبر کے رُو برُو
ماتم شعار مجمعِ انصار دیکھنا

اِن قاتلوں کے رقصِ سرِ عام کے حضور
اِن عاقلوں کا جلسۂ پندار دیکھنا

اے چارہ ساز میری علالت کو بھول کر
اک فلسفی کی صحتِ افکار دیکھنا

Scanned by CamScanner

صرصر کی زد میں آ کے بھی روشن ہے اک چراغ
بجھنے لگے ہیں ثابت و سیّار دیکھنا

قائم ہے شہرِ سنگ میں بلّور کا بدن
درکا ہُوا ہے شیشۂ کہسار دیکھنا

بدلے اب اور کون سی کروٹ نظام تو
آئیں اب اور کون سے ادوار دیکھنا

شاید تمھیں نصیب ہو اے کشتگانِ شب
رُوئے اُفق پہ صبح کے آثار دیکھنا

کراچی ۲۴ ۵ ۷

قطعہ

یوں ہر گلی کنارہ کش و چشم پوش ہے
جیسے ہمارا گھر سے نکلنا گناہ ہو

منبر میں ایسا لحن ہے، ایسا سروش ہے
جیسے ہمارا نامۂ رندی سیاہ ہو

یوں دن گزر رہے ہیں کہ فردا نہ دوش ہے
اے اعتبارِ وقت معیّن نگاہ ہو

اب تک قتیلِ ناوکِ یاراں میں ہوش ہے
اے دوستوں کی مجلسِ شوریٰ صلاح ہو

"میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو"

کراچی ۱۳ ۶/۷۰

Scanned by CamScanner

شہناز

(۱)

جو بھی تھا، چاکِ گریباں کا تماشائی تھا
تُو نہ ہوتی تو یہ تدبیرِ رفو کرتا کون؟
ایک ہی ساغرِ زہراب بہت کافی تھا
دوسری بار تمنّائے سبُو کرتا کون؟
تیرے چہرے پہ جو تقدیس نہ ہوتی ایسی
دل کے مّواج سمندر میں وضو کرتا کون؟

تُو نے اندیشۂ فردا کو سمجھنے پر بھی
میرے اِمروز کو ہر شکر سے بالا رکھا

Scanned by CamScanner

لے چلی تھی مجھے ذرّوں کی طرح بادِ سموم
تُو نے ہیروں کی طرح مجھ کو سنبھالا رکھا
اُس پہ ممنوع تھی اِک بوند کی فیّاضی بھی
تو نے جس ہونٹ پہ کوثر کا پیالا رکھا

اپنی پلکوں میں چھپایا مجھے تُو نے اُس وقت
جب سرِ راہ ہر اک فرد مرا قاتل تھا
تُو نے آکر مجھے جرأت کی اکائی بخشی
مجھ میں اک شخص بہادر تھا اور اک بُزدل تھا
کوئی واقف ہی نہیں ہے کہ رجز کے ہنگام
میرے لہجے میں ترا گرم لہو شامل تھا

رنگ میں سادہ مزاجی کا بھرم تجھ سے ہے
سنگ میں زحمتِ تخلیقِ صنم تجھ سے ہے

Scanned by CamScanner

تجھ سے ہے یوں جو فراواں ہے، وفا کی دولت
یہ جو اندیشۂ جاں اتنا ہے کم، تجھ سے ہے
میں الگ ہو کے لکھوں تیری کہانی کیسے
میرا فن، میرا سخن، میرا قلم تجھ سے ہے

کراچی ۱۴ جے

Scanned by CamScanner

شہناز

(۲)

فن کار خود نہ تھی، مرے فن کی شریک تھی
وہ روح کے سفر میں بدن کی شریک تھی

اُترا تھا جس پہ بابِ حیا کا ورق ورق
بستر کے ایک ایک شکن کی شریک تھی

میں ایک اعتبار سے آتش پرست تھا
وہ سارے زاویوں سے چمن کی شریک تھی

وہ نازشِ ستارہ و طنازِ ماہتاب
گردش کے وقت میرے گہن کی شریک تھی

Scanned by CamScanner

وہ ہم جلیسِ سانحۂ زحمتِ نشاط
آسائشِ صلیب و رسن کی شریک تھی

ناقابلِ بیان اندھیرے کے باوجود
میری دُعا سحرِ صبحِ وطن کی شریک تھی

دُنیا میں ایک سال کی مدّت کا قُرب تھا
دل میں کئی ہزار قرن کی شریک تھی

کراچی ۳۰ ۸/ ۷۲

شہناز

(۳)

میرے زخموں سے مری راکھ سے تصدیق کرو
کہ مسیحا نفس و شعلہ جبیں تھا کوئی

ماسوا و ہمہ جہاں ، ذکرِ خدا و ہمہ جہاں
ہاں اُسی ذہن میں عرفان و یقیں تھا کوئی

فون خاموش ہے اور گیٹ کی گھنٹی بے صوت
جیسے اس شہر میں رہتا ہی نہیں تھا کوئی

بزمِ ارواح تھی یا تیرے دہکتے ہوئے ہونٹ
واقعہ تھا کہ گماں تھا کہ یہیں تھا کوئی

Scanned by CamScanner

کوہِ ندا

میرا استرار ہے اب اور مری تنہائی ہے
میرے اِنکار پہ بھی میرا امیں تھا کوئی

شاعرو، نغمہ گرو، سنگ تراشو دیکھو
اس سے مِل لو تو بتانا کہ حسیں تھا کوئی

کراچی ۲ ۹/۷

شہناز

(۴)

"خود کو تاراج کرو، زندگیاں کم کرلو
جتنا چاہو دلِ شوریدہ کا ماتم کرلو

تابِ وحشت کسی صحرا، کسی زنداں میں نہیں
اِس قدر چارہ گری وقت کے امکاں میں نہیں

خاطرِ جاں کے قرینے تو کہاں آئیں گے
صرف یہ ہوگا کہ احباب بچھڑ جائیں گے

گھر جو اُجڑے تو سنورتے نہیں دیکھے اب تک
ایسے ناسُور تو بھرتے نہیں دیکھے اب تک

Scanned by CamScanner

شہناز

(۵)

جس طرح ترکِ تعلّق پہ ہے اِصرار اب کے
ایسی شدّت تو مرے عہدِ وفا میں بھی نہ تھی

میں نے تو دیدہ و دانستہ پیا ہے وہ زہر
جس کی جرأت صفِ تسلیم و رضا میں بھی نہ تھی

تُو نے جس لہر کی صورت سے مجھے چاہا تھا
ساز میں بھی نہ تھی وہ بات، صبا میں بھی نہ تھی

بے نیاز ایسا تھا مَیں دشتِ جنوں میں کھو کر
مجھ کو پانے کی سکت ارض و سما میں بھی نہ تھی

Scanned by CamScanner

اور اب یوں ہے کہ جیسے کبھی رسمِ اخلاص
نہ نشینوں میں تو کیا، ہم فقرا میں بھی نہ تھی

بے وفائی کی یہ مشترکہ نئی آسائش
دلِ پُرخوں میں بھی اور رنگِ حنا میں بھی نہ تھی

نہ تو شرمندہ ہے دل اور نہ خاںخوار اب کے
جس طرح ترکِ تعلق پہ ہے اِصرار اب کے

کراچی (ہوٹل سمار)
۲۲ $\frac{۹}{۷۰}$

Scanned by CamScanner

در ہجوِ آشوبِ تقرر

(ایک ذاتی نظم)

زلفِ جہلم کے تھے کبھی قیدی
شعر لکھتے تھے مصطفےٰ زیدی

دل کے زینوں پہ شعر لکھتے تھے
نازنینوں پہ شعر لکھتے تھے

اور با وصفِ ذوق [1] ولعت
کام کرتے تھے ساری ساری رات

دوستوں کے دلوں میں کھلتے تھے
دشمنوں سے بھی ہنس کے ملتے تھے

[1] اصل نسخے میں بھی کوئی لفظ درج ہونے سے رہ گیا ہے

Scanned by CamScanner

بزم میں لطفِ معنی و گفتار
رزم میں تند و تیز و شعلہ وقار

کھیلتے تھے شعور کا پتّہ
چال بازی نہیں تھی البتّہ

کچھ دنوں ایک مردِ مومن نے
راہ میں سنگ و خار و خس ڈالے

کھل گیا لیکن اُن کی چال کا ڈھب
چل دیے بھائی سوئے بحرِ عرب

ایک شخص اور نیم پاگل تھا
سن رسیدہ حواس مختل تھا

ذات، جیسے گناہ سڑتے ہوں
بات، جیسے گنوار لڑتے ہوں

لی مدد اس نے بعد حیلہ و حی
شہر پنڈی کے ایک سیّد کی

اُسی مشعل سے ہم فروزاں تھے
اُسی سیّد پہ ہم بھی نازاں تھے

فردِ سادات اور یہ مسلک
دل کو آتا نہیں یقیں اب تک

کیا ستارے کی روح میں ظلمت؟
کیا حسینؑ اور یزید کی بیعت؟

راستی اپنے آب و دانے میں
سادہ لوحی ہے اس زمانے میں

ہم بہر طور راستی پہ رہے
اگلے وقتوں کی سادگی پہ رہے

کہ دیانت سے جی جُدا نہ کیا
کہ سفارش پہ فیصلہ نہ کیا

جاہلوں کی صدا نہ چلنے دی
رشوتوں کی ہَوا نہ چلنے دی

علم دیکھا، تو اُس کی عزّت کی
فہم پایا، تو اُس کو قربت دی

روئی جب بھی غریب کی چادر
دیر تک کاٹتا رہا بستر

کوئی بکھرا تو ہم چھلکنے لگے
کوئی تڑپا تو ہم تڑپنے لگے

گوشہ ہائے ادب سنوار دیے
چار سَو دن یونہی گزار دیے

Scanned by CamScanner

ناگہاں موت کے فرشتے نے
دی صدا ڈاکیے کے تھیلے نے

اے سخن کے امام، جا اور بن
ڈپٹی سکریٹری ایجوکیشن

رخشِ عمرِ رواں کی باگ سنبھال
بھول جا اپنی احترام کی چال

تو سمجھ لے کہ ہے گلاب کا پھول
ڈی پی آئی کے دفتروں کی دھول

تو ہے باقی ہر ایک سے بہتر
جو نہ آتا ہو کام، وہ بھی کر

تو ہے انجکشنِ صفِ تقویم
اور مرتا ہے شعبۂ تعلیم

Scanned by CamScanner

اب اُٹھا اپنی شاعری کے مزے
فائلوں پر ذرا ترنّم سے

پہلے بھی شاعر و ادیب بڑے
فاقہ مستی میں شعر لکھتے تھے

میر کا حال تو پڑھا ہوگا
فیض کا واقعہ سُنا ہوگا

گھر نہیں ہے، تو کیا، کسی سے نہ کہہ
جا کے لاہور میں درخت پہ رہ

پہلے جشنِ بہار تھا لاہور
پہلے شہرِ نگار تھا لاہور

دیکھ کر ہم کو خُرّم و خوددار
مسکراتا تھا پہلے شالا مار

Scanned by CamScanner

اب یہی شہر دل دکھاتا ہے
ہم کو لاہور کاٹے کھاتا ہے

گوشت آٹے پہ ہو چکی ہے دلیل
ہم کو نا فہم کر چکے ہیں ذلیل -

ہر بلا نے ہمیشگی کو کہا
دُودھ والے نے پیشگی کو کہا

ساس سمجھی کہ اُس کی لڑکی کو
لے گیا مکر سے طلسم کا دیو

دشت کی آندھیاں ہی کیا کم تھیں
چھوٹے بیٹے نے تتلیاں مانگیں

دیکھ کر حالتِ دل ابتر
ایک اِک کر کے ہٹ گئے نوکر

Scanned by CamScanner

ناکہ ہو رِزق کا کوئی اِمکان
بِک گیا گھر کا قیمتی سامان

رات دن ہم پڑے رہے پابند
ایک گوشے میں مثلِ حاجت مند

شکل پر آئے اس طرح سائے
دوست پہچاننے سے بچنے لگے

اِس سے بڑھ کر خود اپنے کام سے گھن
ایک اک سال بن گیا ہر دن

اپنا دفتر ہے اس طرح گویا
جیتے جی مقبرے میں گاڑ دیا

فائل سے مجھ پہ ڈالتا ہے نظر
ایک اک نوٹ اژدہا بن کر

Scanned by CamScanner

ذہن پر ہیں بہ صورتِ افعی
دستِ خط، چھان بین، پی یو سی

سُرخ سطروں سے جھانکتا ہے خون
گھن بجاتا ہے دل پہ ٹیلی فون

اپنے کمرے کی جالیوں کے پرے
اپنا نام اجنبی سا لگتا ہے

سارے دن جیسے جن پکارتے ہیں
دل پہ عفریت سینگ مارتے ہیں

یوں چمکتی ہے غم سے اک اک آنت
جیسے راتوں میں کھٹمنوں کے دانت

دل میں تابوت سے اُتارتی ہیں
فائلیں قبر کو پکارتی ہیں

Scanned by CamScanner

آنکھ پر مُہر، ہونٹ پر تالے
ذہن میں عنکبوت کے جالے

نہ کوئی اپنا فن، نہ اپنا کرافٹ
غیر کے واسطے ہر ایک ڈرافٹ

غیر کی شکل خاص کا غازہ
غیر کی مرحمت کا خمیازہ

غیر کا مکر، غیر کا اخلاق
غیر کے عشق کا سیاق و سباق

کیا اسی دن کے واسطے ہم نے
مرحلے طے کیے تھے برسوں کے

ایک اک حرف عقل پر اک طنز
ہر لفافے کی شکل پر اک طنز

Scanned by CamScanner

ہر لفافے پہ با حروفِ جلی
"سیدی، مصطفائی، سی ایس پی"

(۱۹۶۱ء میں لکھی گئی)

Scanned by CamScanner

ریستوران میں

ہم اِک چائے کی میز پہ آ کر
عشق کا قِصّہ لے بیٹھے تھے
ہر خاتون بڑی کومل تھی
مرد نہایت دل والے تھے

معتبرانِ شہر میں اک نے
اُس کو فلاطونی ٹھہرایا
اُن کی شریکِ حیات نے اس پہ
طنز سے "جی اچھا!" فرمایا

پادریوں میں اِک یہ بولے
عشق گھریلو ہو نہ تو اس سے

نظمِ شکم برہم ہوتا ہے
اِک لڑکی نے پوچھا "کیسے؟"

اک خاتون نے یہ فرمایا
عشق میں ہے تلوار کی تیزی
اور اسی دَوران میں اُٹھ کر
چائے کی پیالی شوہر کو دی

ایک گوشہ بالکل خالی تھا
تم بھی جو آتیں ہم مل رہتے

عشق کا مطلب سب پا جاتے
گو ہم منہ سے کچھ بھی نہ کہتے

جنوری ۱۹۵۷ء

Scanned by CamScanner

غزل

ہُوئی ایجاد نئی طرزِ خوشامد کہ نہیں
کل کا آئین ہے اب تک سرِ مسند کہ نہیں

آگئی اے مرے سائے سے بھی بچنے والی
رفتہ رفتہ ترے اقرار کی سرحد کہ نہیں

نہرِ خوں ہو چکی، فرہاد کی مزدوری کو
اب کے تیشے سے ملی قیمتِ ساعد کہ نہیں

ناصحا اس لیے میں گوشش بر آواز نہ تھا
تری آواز سے چھوٹا ہے ترا قد کہ نہیں

اپریل، مئی ۱۹۶۴ء

Scanned by CamScanner

اے کربلا ۔ اے کربلا

بعدِ امامِ لشکرِ تشنہ دہاں جو کچھ ہُوا
کس سے کہوں، کیسے کہوں، اے کربلا، اے کربلا

کیسے رقم ہو بے کسی، بے حرمتی کی داستاں
اک کنبۂ عالی نسب کی دربدر رُسوائیاں

اِک مشک جس کو کر گئی سیراب تیروں کی زباں
اِک سبز پرچم جھک گیا جو خاک و خوں کے درمیاں

اِک آہ جو سینے سے نکلی اور فضا میں کھو گئی
اِک روشنی جو دن کی ڈھلتی ساعتوں میں سو گئی

Scanned by CamScanner

وہ دودمانِ حیدری کی، آلِ پیغمبر کی لاش
وہ آیتوں کی گود میں سوئے ہوئے اکبر کی لاش
وہ اک بُریدہ بازوؤں والے عَلَم پرور کی لاش
وہ دودھ پیتے، لوریاں سُنتے علی اصغر کی لاش
معصوم بچے وحشیوں کی جھڑکیاں کھائے ہُوئے
عون و محمد چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیلائے ہُوئے

سجاد سے زینب کا یہ کہنا کہ مولا جاگیے
غفلت سے آنکھیں کھولیے، لُٹتا ہے کنبہ جاگیے
اُٹھتے ہیں شعلے دیکھیے، جلتا ہے خیمہ جاگیے
اے باقیٔ ذرّیتِ یٰسین وطہٰ جاگیے
سارے محافظ سو رہے ہیں، اشقیا بیدار ہیں
طوق و سلاسل منتظر ہیں، بیڑیاں تیار ہیں

Scanned by CamScanner

ناموسِ اہلِ بیت کے سر کی رِدا بھی چھن گئی
جو سجدہ گاہِ قدسیاں تھی وہ قبا بھی چھن گئی

اُلٹے قنات توں ہیں رواں، آتش یزیدی جاہ کی
لُٹتی صفوں میں در بدر عترت رسول اللہ کی

جس ہاتھ سے تھپڑ پڑے وہ ہاتھ اک کردار تھا
عارض سکینہ کے نہ تھے، تاریخ کا رخسار تھا

تردید کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی گئی
جبر و تشدد میں نوائے بے نوا بڑھتی گئی

جتنا شعارِ محتسب دشوار تر ہوتا گیا
اتنا ہی ذکرِ خونِ ناحق، مُشتہر ہوتا گیا

ابھی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ

Scanned by CamScanner

ھماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

ضابطہ:۔

اشاعت دوم : 2012ء

مطبع : حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

سرورق : ریاظ

قیمت : 600روپے

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاخِ تنہا

Scanned by CamScanner

شاخِ تنہا

خورشید رضوی

Scanned by CamScanner

مجید امجد کے نام

اپنے جی میں جی، مگر اُس یاد سے غافل نہ جی
جو کسی کے دل میں زندہ ہے ترے دل کے لئے

مجید امجد

Scanned by CamScanner

شعر کی دُھن مرے سینے میں بسائی ہے تو پھر
خون کو شعر کی رگ میں اتر آنا بھی سکھا

کب تلک، شمع صفت، بزم میں تنہا روؤں
خالقِ گریہ! اب اوروں کو رلانا بھی سکھا

Scanned by CamScanner

ترتیب

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

شاعری کا ایک معمولی سا طالب علم بھی رومانی اور کلاسیکی مکاتبِ شعر کے فرق کو بخوبی سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کلاسیکی مکتبِ شعر سے منسلک شاعر کے ہاں روایت سے تعلق خاطر قوی' اور قواعد وضوابط کا احترام ایک مسلک کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کے اخلاقی' جمالیاتی اور سیاسی عقائد کو تسلیم کرتا ہے اور شعری محاورے' تلمیح اور زبان کے رائج اور قابل فہم استعمال پر جان نچھاور کرتا ہے۔ بعدازاں جب وہ معاشرے اور اس کی روایات کا پوری طرح تابعِ مہمل بن جاتا۔ ہے تو اس کے کلام سے ''انفرادیت'' کی آخری رمق بھی خارج ہو جاتی ہے۔ اس سے شاعر کو یہ فائدہ تو ضرور پہنچتا ہے کہ سامعین' بالخصوص مشاعرے کے سامعین' اس کے کلام کو اپنا کلام سمجھ کر محظوظ ہونے لگتے ہیں۔ مگر نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کلام اس کا اپنا کلام نہیں رہتا بلکہ ہر کسی کی ملکیت قرار پاتا ہے۔ دوسری طرف رومانی مکتبِ شعر سے منسلک شاعر کے ہاں شکست وریخت' آزادی اور آزادہ روی کا میلان زیادہ قوی ہوتا ہے۔ وہ انبوہ میں رہتا تو ہے مگر اس میں رہتے ہوئے خود کو سدا اکیلا محسوس کرتا ہے۔ کلاسیکی شاعر سوسائٹی کی پیداوار ہی نہیں اس کا علمبردار بھی ہے جب کہ رومانی شاعر اپنی ہی ذات کی گھمبیر تنہائی اور بے قراری کا سمبل ہے۔ شعری زبان کے سلسلے میں بھی وہ روایت سے روگردانی کرتے ہوئے ایک اپنی زبان خلق کرتا ہے۔ وہ پٹی ہوئی اور پامال قدروں سے منحرف ہو کر اپنے لئے ایک ایسا جہانِ تازہ وجود میں لاتا ہے جسے پرانی نسل مشکل ہی سے قبول کرتی ہے۔ مگر المیہ ملاحظہ کیجئے کہ رومانی شاعر جب اپنے مکان کو گراتا ہے تو خود اس کے ملبے کے نیچے دب جاتا ہے اور کلاسیکی شاعر جب اپنے مکان پر آرائشی سامان لاد کر اس کی کھڑکیاں اور

Scanned by CamScanner

دروازے بند کر دیتا ہے تو اس میں قید ہو کر رہ جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں شاعری دم رکنے کی کیفیت میں مبتلا ہوتی ہے اور کبھی کبھی وجود میں آنے سے پہلے ہی راہیٔ ملکِ عدم ہو جاتی ہے۔ شاعر چاہے رومانی اندازِ فکر کا حامل ہو چاہے کلاسیکی رویے کا' اس کے ہاں عمدہ شاعری انہیں لمحات میں وارد ہوتی ہے جب وہ ان دونوں کے نقطۂ انضمام پر لحظہ بھر کے لئے آ کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی جب اس کے ہاں معاشرتی قدروں کے احترام کے ساتھ ساتھ خول سے باہر آنے کی روش بھی وجود میں آتی ہے شاید اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ رومانیت مغز کی طرح ہے اور کلاسیکیت اس چھلکے کی طرح ہے جو اس مغز کو اپنی آغوش میں لئے ہوتا ہے۔ مگر جب تخلیق کا لمحہ آتا ہے تو مغز چھلکے کو توڑ کر باہر کو لپکتا ہے اور شگفتنِ ذات کا پیچیدہ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ چھلکے کے بغیر مغز کیلئے خود کو محفوظ رکھنا مشکل تھا اور مغز کے بغیر چھلکے کا قائم رہنا بے معنی۔ خورشید رضوی کے زیرِ نظر شعری مجموعے کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے بار بار یہ احساس ہوا کہ اس کے ہاں رومانی اور کلاسیکی دونوں رویوں نے قدم قدم پر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا ہے جس کے نتیجے میں اس کے ہاں ایسا شعری مواد وجود میں آیا ہے جو کلاسیکی رکھ رکھاؤ سے عبارت بھی ہے اور رومانی لپک کا حامل بھی۔

ہر چند اردو کی کلاسیکی غزل اپنے ماحول سے پوری طرح جڑی ہوئی تھی لہٰذا اس نے اپنے شعری مواد کو معاشرے کے تمام ابعاد سے حاصل کیا ہے تاہم اس میں تلازمات کے پانچ سلسلے بہت نمایاں ہوئے۔ ان میں سے ایک سلسلہ چمن کے تلازمات پر مشتمل تھا اور گل و بلبل' دانہ و دام' صیاد' قفس' صبا اور بہار و خزاں کی زبان میں محبت کی داستان کو پیش کرتا تھا۔ دوسرا سلسلہ صحرا کے تلازمات سے عبارت تھا اور قیس و لیلیٰ' ناقہ' آہو وغیرہ الفاظ میں عشق کی واردات کو بیان کرتا تھا۔ تیسرا سلسلہ سمندر یا دریا کے تلازمات کا حامل تھا اور قطرہ' موج' ساحل' نہنگ' کشتی اور بادشرط کی زبان میں تصوف کے مدارج کا احاطہ کرتا تھا۔ چوتھا سلسلہ دربار یا بزمِ طرب سے اخذ کردہ تلازمات پر مشتمل تھا اور مے و مینا' شمع و پروانہ' رقیب' نامہ بر' فراق اور وصال کے کوائف کو پیش کرتا تھا اور پانچواں سلسلہ آلاتِ حرب سے متعلق تھا اور تیر' سناں' تلوار' ڈھال' زخم اور پھر اس ساری کارروائی کے نتیجے میں قتل' موت اور قبر کی باتیں کر کے معاشرے

Scanned by CamScanner

کے جارحانہ رویوں کی عکاسی کرتا تھا۔ ان کے علاوہ کچھ اور سلسلے بھی تھے مگر میں یہاں اہم ترین سلسلوں کے ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ نئی اردو غزل جب اپنے رومانی طوفانوں کے زیر اثر آگے بڑھی تو اس نے اپنی پہلی ہی یلغار میں کلاسیکی غزل کے ان جملہ سلسلوں سے ایک بڑی حد تک منہ موڑ لیا اور یوں ایک ایسی فضا میں آ گئی جو تھی تو نئی اور تازہ مگر جو بہت سے نئے غزل گو شعراء کو راس نہ آئی۔ اس لئے کہ انہوں نے روایت سے خود کو غیر ضروری طور پر منقطع کر لیا تھا۔
خورشید رضوی کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ ہر چند وہ اپنے ردِ عمل کی نوعیت کے اعتبار سے نئی غزل کے علمبرداروں میں شامل ہے۔ تاہم اس نے کلاسیکی غزل کے سلسلوں سے منحرف ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان سے وابستہ تلازمات کو بڑی خوبی سے اپنی شاعری میں برتا ہے۔ شاعری میں سب سے مشکل کام یہی ہے کہ نئی شراب کو پرانے آبگینوں میں پیش تو کیا جائے مگر اس طور کہ آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھل کر کچھ سے کچھ ہو جائے۔ بلکہ یوں محسوس ہو جیسے آج سے پہلے اس آبگینے کو استعمال میں لایا ہی نہیں گیا تھا۔

خورشید رضوی کے زیرِ نظر مجموعے میں کلاسیکیت اور رومانیت کا سنجوگ دکھائی دیتا ہے۔ وہ لفظ کو تراشنے اور سنوارنے کا گر جانتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اشعار نگینوں کی طرح لو دیتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر صناعی کے عمل کے ساتھ ساتھ اس نے زاویۂ نگاہ کی تازگی کو بھی ہر جگہ برقرار رکھا ہے اور پٹی ہوئی اور پامال شعری فضا سے باہر آنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔
یہ چند اشعار دیکھئے جو خورشید رضوی کی انفرادیت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہیں :

آنکھ میچو گے تو کانوں سے گزر آئے گا حسن
سیل کو دیوار و در سے واسطہ کوئی نہیں

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستا نہیں

سب کے سب اپنے گریبانوں میں ہیں ڈوبے ہوئے
گُل سے گُل تک رشتۂ موجِ صبا کوئی نہیں

Scanned by CamScanner

لبوں پر آج سرِ بزم آ گئی تھی بات
مگر وہ تیری نگاہوں کی التجا کہ "نہیں"

حیات و مرگ و طلوع و غروب ہے دنیا
کہ پر سمیٹتا ہے کوئی، تولتا ہے کوئی

مجھے یقین ہے کہ اہلِ نظر خورشید رضوی کے اس اوّلین مجموعۂ کلام کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ مجھے یہ بھی توقع ہے کہ خورشید رضوی کا شعری سفر اسی رفتار سے جاری رہے گا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مضامین نو کے انبار لگاتا چلا جائے گا۔ رہا خرمن کے خوشہ چینیوں کا قصہ، تو اس سلسلے میں قحط الرجال کا۔ فی الحال اسے کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔

وزیر آغا

سخن ہائے گفتنی

اس کتاب کا انتساب جناب مجید امجد کے نام ان کی زندگی میں کیا گیا تھا۔ بڑی آرزو تھی کہ وہ اسے اپنی آنکھ سے دیکھتے۔ لیکن بسا اوقات غیور لوگوں کی تقدیریں بھی غیور ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس سے قبل کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ وظیفے کی پہلی قسط انہیں وصول ہوتی ' یا ایک عقیدت مند کی طرف سے معنون کی گئی کتاب ان کی نظر سے گزرتی ' وہ اسی بے آہٹ خاموشی کے ساتھ رخصت ہو گئے جس بے آہٹ خاموشی کے ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی تھی۔ عجیب المناک اتفاق ہے کہ جس روز اس انتساب کی کتابت ہو رہی تھی' (11 مئی 1974) عین اسی روز مجید امجد نے ان تمام یادوں سے غفلت اختیار کر لی جو دوسروں کے دلوں میں ان کے دل کیلئے زندہ و موجود تھیں امید ہے کہ یہ یادیں آئندہ بھی زندہ و موجود رہیں گی۔

رہی یہ کتاب' سو اس کی اشاعت کا مجھے ایک شوقِ فضول تھا تو سہی' مگر جرأتِ رندانہ کی حد تک کبھی نہ تھا۔ اور اگر مکرمی چودھری عبدالحمید صاحب اور محبی فاروق اختر نجیب صاحب کی طویل مسلسل پرخلوص اور پراصرار تحریک نہ ہوتی تو شاید یہ سامان بعد مرنے کے ہی میرے گھر سے نکل سکتا۔ لہٰذا اگر اس مجموعے کے اشاعت میں خوبی کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو اس پر تہنیت کے مستحق یہی دونوں حضرات ہیں۔ ان کے علاوہ محمد یٰسین' جمیل اختر' خالد محمود تبسم' عبدالرؤف' انور سدید' سجاد نقوی' جمیل یوسف' خالد اقبال یاسر' حسین احمد پراچہ' شاہد حسن' ارشد جاوید اور سید وزیر حسین شیرازی صاحبان کا شکریہ بھی لازم ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے اس مجموعے کی ترتیب و اشاعت میں میرے معاون ہوئے۔

میں پروفیسر غلام جیلانی اصغر صاحب کا بھی ممنون ہوں جو میرے دوست ہونے کے

Scanned by CamScanner

علاوہ میرے افسر بھی ہیں اور جنہوں نے افسری کے علی الرغم، مجھے چپ کی گپھا میں بخودخزیدہ اور مست رہنے کے مواقع فراخدلی سے بہم پہنچائے۔

آخر میں جناب ڈاکٹر وزیر آغا صاحب اور جناب احمد ندیم قاسمی صاحب کی سپاس گزاری بھی مجھ پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے میری اس ناچیز کوشش پر اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا۔

خورشید رضوی

سرگودھا، 16 مئی 1974ء

مکرّر

''شاخِ تنہا'' کا نقشِ اول، پڑھنے والوں کی محبت کے سبب بہت جلد ختم ہو گیا تھا۔ اسبابِ ظاہری پر نظر کرتے ہوئے نقشِ ثانی کے امکانات بہت کم تھے۔ 1974ء میں اس کتاب کا اولین مسودہ عزیزم عبدالرؤف کی مساعی سے مرتب ہوا تھا۔ انہی کی محبت اس بار تکرارِ تمنا کا باعث بنی۔ چنانچہ یہ بھولی بسری نوا آپ اپنی بازگشت بن کر ایک بار پھر آپ کی سماعت پر دستک دے رہی ہے۔ امید ہے التفاتِ دلِ دوستاں سے محروم نہ رہے گی۔ محترم توصیف تبسم صاحب نے مفید مشوروں سے نوازا۔ برادرم خالد یوسفی صاحب نے قلم و موقلم سے تعاون فرمایا میں ان کا سپاس گزار ہوں۔

خورشید رضوی

مزید

''شاخِ تنہا'' کی تیسری اشاعت بھی اب ایک عرصے سے دستیاب نہیں اہلِ ذوق کی طلب نے تحریک مہیّا کی اور برادرم صفدر حسین کی محبت نے چوتھی بار اِس کا نقش اُبھارا۔ میں تہ دل سے اُن کا سپاس گزار ہوں۔

گزشتہ اشاعتوں میں برادرِ عزیز عبدالرؤف کی مساعی نمایاں رہیں۔ افسوس کہ اس اشاعت کے وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔ آمین

خورشید رضوی

Scanned by CamScanner

○

کانٹوں سے بھرے بن میں رستے کی بِنا ڈالی
دے دے کے لہو طرحِ نقشِ کفِ پا ڈالی

بدلے میں دفینے کے قطرے ہیں پسینے کے
کیوں دل کی گواہی پر دیوار گرا ڈالی

پھر آج فضاؤں کو مطلوب ہے خوں ریزی
بادل کی زرہ پہنی، شمشیرِ صبا ڈالی

دو حرف تسلّی کے جس نے بھی کہے اُس کو
افسانہ سنا ڈالا، تصویر دکھا ڈالی

دنیا رہی خوابیدہ، خورشید نے شب بھر میں
پچھّم سے شفق لا کر پورب میں بچھا ڈالی

Scanned by CamScanner

○

میں سوچتا تھا کہ وہ زخم بھر گیا کہ نہیں
کھلا دریچہ، درآئی صبا، کہا کہ نہیں

ہوا کا رُخ تو اُسی بام و در کی جانب ہے
پہنچ رہی ہے وہاں تک مری صدا کہ نہیں

زباں پہ کچھ نہ سہی سن کے میرا حالِ تباہ
ترے ضمیر میں اُبھری کوئی دعا کہ نہیں

لبوں پہ آج سرِ بزم آ گئی تھی بات
مگر وہ تیری نگاہوں کی التجا کہ "نہیں"

Scanned by CamScanner

خود اپنا حال سناتے حجاب آتا ہے
ہے بزم میں کوئی دیرینہ آشنا کہ نہیں

ابھی کچھ اس سے بھی نازک مقام آئیں گے
کروں میں پھر سے کہانی کی ابتدا کہ نہیں

پڑو نہ عشق میں خورشید ہم نہ کہتے تھے
تمہیں بتاؤ کہ جی کا زیاں ہوا کہ نہیں

Scanned by CamScanner

○

گو نظر اکثر وہ حُسنِ لازوال آ جائے گا
راہ میں لیکن سرابِ ماہ وسال آ جائے گا

یا شکن آلود ہو جائے گی منظر کی جبیں
یا ہماری آنکھ کے شیشے میں بال آ جائے گا

ریت پر صورت گری کرتی ہے کیا بادِ جنوب
کوئی دم میں موجۂ بادِ شمال آ جائے گا

دوستو! میری طبیعت کا بھروسہ کچھ نہیں
ہنستے ہنستے آنکھ میں رنگِ ملال آ جائے گا

Scanned by CamScanner

جانے کس دن ہاتھ سے رکھ دوں گا دنیا کی زمام
جانے کس دن ترکِ دنیا کا خیال آ جائے گا

حادثہ یہ ہے کہ ساری ذلّتوں کے باوجود
رفتہ رفتہ زخم سوئے اندمال آ جائے گا

Scanned by CamScanner

○

تہِ دل میں نہ رہا، بامِ حسیں پر نہ رہا
اب وہ مہتابِ دل افروز کہیں پر نہ رہا

دل میں اندوہِ جدائی ہے نہ شوقِ دیدار
عمر گزری کہ کوئی نقش نگیں پر نہ رہا

جانے کیا کہہ کے سرِ شام ستارہ گزرا
رات بھر پائے دلِ زار زمیں پر نہ رہا

آ کے اڑتا ہے کہاں ناخنِ تدبیر کا رنگ
جب اُدھر داغِ مقدّر بھی جبیں پر نہ رہا

جیسے افلاک پہ بادل کا گزر تک بھی نہ ہو
اب کہیں رنگِ طربِ طبعِ حزیں پر نہ رہا

Scanned by CamScanner

○

یہ جام و بادہ و مینا تو سب دلاسے ہیں
لبوں کو دیکھ، وہی عمر بھر کے پیاسے ہیں

کرو جو یاد تو ہم سے بھی نسبتیں ہیں تمہیں
وہ نسبتیں جو کفِ پا کو نقشِ پا سے ہیں

ذرا میں زخم لگائے ذرا میں دے مرہم
بڑے عجیب روابط مرے صبا سے ہیں

ترے بغیر بھی کٹتی رہی، ذرا نہ رکی
شکایتیں مجھے عمرِ گریز پا سے ہیں

نہ بہہ سکیں تو رگوں میں رواں دواں نشتر
نکل بہیں تو یہ آنسو ذرا ذرا سے ہیں

Scanned by CamScanner

○

رمز یہ کھُل جائے تو دنیا میں دل پھر کیا لگے
پاس سے دیکھیں تو مٹّی، دور سے دریا لگے

دل میں یوں اترا کسی کی ساعدِ سیمیں کا دھیان
شاخِ گُل جس طرح دیوارِ قفس سے آ لگے

کھُل رہی ہے گوشہ گوشہ مجھ پہ چشمِ التفات
وہ یہیں پتھر کا ہو جائے تو کیا اچھا لگے

خون رو دیتی ہے ہر موجِ صبا کے سامنے
دیکھنے میں آنکھ اپنی لاکھ بے پروا لگے

کٹ گیا دورِ خزاں فصلِ بہار آ بھی گئی
دیکھتے ہیں اب ہمیں کس بات کا دھڑکا لگے

Scanned by CamScanner

○

یہی ہے عشق کہ سر دو، مگر دہائی نہ دو
وفورِ جذب سے ٹوٹو، مگر سنائی نہ دو

زمیں سے ایک تعلق ہے ناگزیر مگر
جو ہو سکے تو اسے رنگِ آشنائی نہ دو

یہ دور وہ ہے کہ بیٹھے رہو چراغ تلے
سبھی کو بزم میں دیکھو مگر دکھائی نہ دو

شہنشہی بھی جو دل کے عوض ملے تو نہ لو
فرازِ کوہ کے بدلے بھی یہ ترائی نہ دو

جوابِ تہمتِ اہلِ زمانہ میں خورشیدؔ
یہی بہت ہے کہ لب سی رکھو صفائی نہ دو

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھیئے سید حسین احسن۔۔۔۔پی ڈی ایف09.03.2020

○

دیکھتا ہوں پھول اور کانٹے بہر سو آج بھی
یاد کرتا ہوں تری خوشبو، تری خو آج بھی

جانے کیوں جلتی سلگتی شام کے ایوان میں
پھیل جاتی ہے تری باتوں کی خوشبو آج بھی

زیست کے خستہ شکستہ گنبدوں میں گاہ گاہ
گونجتا ہے تیری آوازوں کا جادو آج بھی

زلف کب کی آتشِ ایام سے کُمھلا گئی
زلف کا سایہ نہیں ڈھلتا سرِ مو آج بھی

Scanned by CamScanner

تو نے اپنے ہاتھ سے جس پر لکھا تھا میرا نام
وہ صنوبر لہلہاتا ہے لبِ جو آج بھی

وہ ترا پل بھر کو ملنا پھر بچھڑنے کے لئے
دل کی مٹھی میں ہے اُس لمحے کا جگنو آج بھی

مدتیں گزریں مگر اے دوست تیرے نام پر
ڈول جاتی ہے مرے دل کی ترازو آج بھی

Scanned by CamScanner

○

گلستاں میں زخمِ الفت سے کوئی خالی نہ تھا
خوشبوؤں کے تیر تھے، بادِ صبا کا سینہ تھا

مجھ کو اپنی ذات کے ٹکڑے نظر آتے رہے
انجمن میں جو بھی تھا ٹوٹا ہوا آئینہ تھا

اب تو اک مدّت سے اس کی دید بھی باقی نہیں
وہ حسیں منظر کہ جس کو دیکھنا کافی نہ تھا

صحبتِ ناجنس میں لے کر پھریں جنسِ گراں
اہل دل کا روزِ اوّل سے یہی روزینہ تھا

لٹ گیا سو بار لب تک آتے آتے ہر سخن
ورنہ جب دل سے چلا تھا اک عجب گنجینہ تھا

Scanned by CamScanner

○

پھر آج اپنے گریباں میں غوطہ زن ہو لیں
پڑی ہیں جو تہِ دل میں وہ سیپیاں کھولیں

کسی کو دھیان میں لا کر کہیں کچھ ایسی بات
کہ آس پاس کے سب سامعے گھر رو لیں

وہ ایک پل، وہ ترے لب سے ایک میٹھا بول
پھر آج تلخیٔ ایام میں اسے گھو لیں

میں اُس مکاں میں ہوں جس میں پکاریے تو کہیں
کوئی جواب نہ دے اور بام و در بولیں

Scanned by CamScanner

سفر نصیب ہیں ہم، ہم کو منزلوں سے کیا
یہی بہت جو کجاوے کی ٹیک سے سو لیں

تو اُن کی چشم و نگہ پر تو کان دھر کے دیکھ
جو اپنی کشتِ زباں میں خموشیاں بو لیں

Scanned by CamScanner

○

خشک پتلی سے کوئی صورت نہ ٹھہرائی گئی
آنکھ سے آنسو گئے میری، کہ بینائی گئی

صبح دم کیا ڈھونڈتے ہو شب رووں کے نقشِ پا
جب سے اب تک بارہا موجِ صبا آئی گئی

رو رہا ہوں ہر پرانی چیز کو پہچان کر
جانے کس کی روح میرے روپ میں لائی گئی

مطمئن ہو دیکھ کر تم رنگِ تصویرِ حیات
پھر وہ شاید وہ نہیں جو مجھ کو دکھلائی گئی

Scanned by CamScanner

چلتے چلتے کان میں کس کی صدا آنے لگی
یوں لگا جیسے مری برسوں کی تنہائی گئی

ہم کہ اپنی راہ کا پتھر سمجھتے ہیں اِسے
ہم سے جانے کس لئے دنیا نہ ٹھکرائی گئی

Scanned by CamScanner

○

دل میں وہ جا بسا، رگِ جاں کاٹتا ہوا
لو آج ہم نے آنکھ سے دیکھا، سنا ہوا

منزل ہے دور، اور کوئی ہم سفر نہیں
آئینہ ہے سو گردِ سفر میں اٹا ہوا

دل چل پڑے تو مصلحتیں دیکھتا نہیں
ریگِ رواں میں بھی ہے یہ لنگر اٹھا ہوا

پامال کر کے مجھ کو، چلا ڈھونڈنے مجھے
مفلس کے گھر میں ہوں میں خزانہ دبا ہوا

دل بستگی جہاں میں کسی سے بھی ہو، غلط
کچھ اور غم رہے گا اگر باوفا ہوا

Scanned by CamScanner

اُس اِک ستوں کی کیفیتِ گومگو نہ پوچھ
ملبے کے ڈھیر میں ہو جو تنہا کھڑا ہوا

دل کے معاملوں میں زباں معتبر نہیں
ہے معتبر نظر سے نظر کا کہا ہوا

سرتیلیوں سے چھوڑ رہا ہے اسیر اور
دروازہ پشت پر ہے قفس کا کھلا ہوا

کشتی خدا پر چھوڑ کے رنگ اڑ گیا ہے کیوں
گویا خدا نہ ہوا' ناخدا ہوا

دل میں لہو نہ ہو تو گلو میں نوا کہاں
کیا کیا خیال زیرِ زباں ہے رکا ہوا

خورشید اب کہاں ہے، کسی کو پتا نہیں
گزرا تو تھا کسی کا پتا پوچھتا ہوا

○

سیلِ ماضی کو نشیبِ جاں میں بھرنے دیجیے
آج پھر احساس کو ڈھلنے سنورنے دیجیے

آنکھ مت جھپکائیے، تارِ نظر مت توڑیے
چاند کو دل کے سویدا تک اترنے دیجیے

ڈھونڈیے موجِ صبا میں ڈھل کے اُس کو ڈھونڈیے
قریہ قریہ، کو بکو، خود کو بکھرنے دیجیے

روکیے اشکوں کی گرتی چلمنوں کو روکیے
اِن دریچوں میں کوئی صورت ابھرنے دیجیے

سامنے ہے اُس کو آنکھوں میں بسا لے جائیے
عمر بھر اِس ایک پل کو مت گزرنے دیجیے

Scanned by CamScanner

○

جب کبھی سازِ سخن پر سوزِ دل گاؤں گا میں
پھوٹتے نغموں میں تجھ کو روبرو پاؤں گا میں

آج تک ڈھونڈا کسی کا گوشۂ دامن عبث
آج سے اپنے گریباں میں اتر جاؤں گا میں

میری صورت میری تنہائی کے آئینے میں دیکھ
انجمن کی گرد میں کس کو نظر آؤں گا میں

اُس غزل کی جان کو ذوقِ غزل فہمی نہیں
دل کے ٹکڑوں کی یہ مالا کس کو پہناؤں گا میں

انجمن در انجمن بکھروں گا دن کے ساتھ ساتھ
شام ہوگی، اپنے پیکر میں سمٹ آؤں گا میں

Scanned by CamScanner

○

کہاں ہوں میں کہ مرا کوئی آشنا بھی نہیں
کسی کا ذکر تو کیا' گھر میں آئنہ بھی نہیں

رہے خموش تو ٹوٹا نہ رشتۂ اُمید
پکارتے تو خرابوں میں کوئی تھا بھی نہیں

تری صدا پہ تو صدیاں بھی لوٹ آتی ہیں
مجھے بُلا' میں کچھ ایسا شکستہ پا بھی نہیں

یہ اور بات کہ نقشِ قدم دکھائی نہ دیں
مگر وہ عرصۂ دل سے ابھی گیا بھی نہیں

Scanned by CamScanner

اُس اعتراف سے رس گھل رہا ہے کانوں میں
وہ اعتراف جو اُس نے ابھی کیا بھی نہیں

جس ایک چیز سے تیرا فراق آساں ہے
وہ ایک چیز تری یاد کے سوا بھی نہیں

مرا بھرم ہیں تغافل شعاریاں تیری
تو پوچھ لے تو مرا کوئی مدّعا بھی نہیں

مصالحت بھی نہیں ہے سرشت میں اپنی
مگر کسی سے تصادم کا حوصلہ بھی نہیں

نہ جانے کب نہ رہیں ہم، ہمیں غنیمت جان
حیات و موت میں کچھ ایسا فاصلہ بھی نہیں

مآلِ کار قناعت ہے سو ابھی سے سہی
وگرنہ طولِ تمنا کی انتہا بھی نہیں

Scanned by CamScanner

○

گئے دنوں کا جو اب سے موازنہ کیجئے
تو ایک خنجرِ نادیدہ دل پہ چلتا جائے

کہاں وہ محفلِ احباب نور سے جس کے
ہر ایک سایۂ احساسِ درد ڈھلتا جائے

سروں پہ جھوم کے شاخِ زمانہ ہو گلریز
تو ہم خلشِ خار گل پہ ٹلتا جائے

تبسّموں سے تبسّم کو راہ ملتی رہے
چراغ سے کوئی جیسے چراغ جلتا جائے

کہاں وہ نقشِ کفِ پا کہ صورتِ مہِ نو
قدم قدم پہ نیا پیرہن بدلتا جائے

Scanned by CamScanner

چلے جو تارِ نظر اُس کی پیروی کے لئے
تو گام گام پہ گرتا چلے سنبھلتا جائے

گھے گھے وہ برستی عنایتیں جن سے
ضمیر میں شجرِ صد امید پھلتا جائے

کہاں یہ اجنبیوں کے دیار، تیرہ و تار
کہ اپنے پاؤں کی آہٹ سے جی دہلتا جائے

نہ کوئی قرب کی خوشبو نہ کوئی لطف کا رنگ
ہر ایک لمحہ بہاروں کا ہاتھ ملتا جائے

نفس نفس وہی یادوں کی ہشت پہلو کٹار
کہ جس کی دھار پہ کٹ کٹ کے دل پگھلتا جائے

بس اب تو اک شجرِ سایہ دار کی ہے تلاش
ہوائیں چلتی رہیں اور جی بہلتا جائے

Scanned by CamScanner

○

کوئی سوال نہ کوئی جواب دل میں ہے
بس ایک درد و الم کا سحاب دل میں ہے

جراحتیں جو لگیں تن پہ زیبِ تن کر لیں
جو دل کے زخم تھے ان کا حساب دل میں ہے

اگر لہو ہے تو آنکھوں میں کیوں نہیں آتا
یہ موجِ خوں ہے کہ موجِ سراب دل میں ہے

مدام ظاہر و باطن میں یہ خلیج رہی
نگاہ غرقِ گنہ، احتساب دل میں ہے

Scanned by CamScanner

صحیفۂ الم روزگار ہاتھوں میں
کھلی ہوئی ترے غم کی کتاب دل میں ہے

نظر کے سامنے اٹھیں گے روز حشر مگر
وہ دل میں دفن رہے گا جو خواب دل میں ہے

اگر جگر میں ہو سارے جہاں کا درد تو خیر
یہ کیا کہ سارے جہاں کا عذاب دل میں ہے

Scanned by CamScanner

○

کتنے دل کش کچھ اندھیرے، کچھ اجالے ہو گئے
چاند پس منظر میں نکلا، پیڑ کالے ہو گئے

ذوقِ گویائی تو ہے، پر تابِ گویائی کہاں
لفظ خود آ کر مرے ہونٹوں پہ تالے ہو گئے

دیکھنے میں کتنے پائندہ سہارے تھے مگر
ہاتھ میں آئے تو سب مکڑی کے جالے ہو گئے

دیدنی تھی فصلِ گل میں تندیٔ خونِ حیات
یاسمن کے پھول، یوں سمجھو کہ لالے ہو گئے

Scanned by CamScanner

ہم نے تنہائی کی دھن میں ہائے کیوں چھوڑا وطن
اجنبی سب رفتہ رفتہ دیکھے بھالے ہو گئے

اوّل اوّل وقفِ حیرانی رہے دنیا کے ساتھ
ہوتے ہوتے ہم بھی دنیا سے نرالے ہو گئے

Scanned by CamScanner

○

جب کبھی خود کو یہ سمجھاؤں کو تو میرا نہیں
مجھ میں کوئی چیخ اٹھتا ہے، نہیں، ایسا نہیں

وارداتِ دل کا قصہّ ہے غمِ دنیا نہیں
شعر تیری آرسی ہے، میرا آئینہ نہیں

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اِس گلی کے دوسری جانب کوئی رستا نہیں

تم سمجھتے ہو بچھڑ جانے سے مٹ جاتا ہے عشق
تم کو اِس دریا کی گہرائی کا اندازہ نہیں

اُن سے مل کر بھی کہاں مٹتا ہے دل کا اضطراب
عشق کی دیوار کے دونوں طرف سایا نہیں

Scanned by CamScanner

کب تری بوئے قبا سے بے وفائی دل نے کی
کب مجھے بادِ صبا نے خون رلوایا نہیں

مت سمجھ میرے تبسم کو مسرّت کی دلیل
جو مرے دل تک اترتا ہو یہ وہ زینہ نہیں

یوں تراشوں گا غزل میں تیرے پیکر کے نقوش
وہ بھی دیکھے گا تجھے جس نے تجھے دیکھا نہیں

ثبت ہیں اِس بام و در پر تیری آوازوں کے نقش
میں، خدا ناکردہ، پتھر پوجنے والا نہیں

خامشی، کاغذ کے پیراہن میں لپٹی خامشی
عرضِ غم کا اس سے بہتر کوئی پیرایہ نہیں

کب تلک پتھر کی دیواروں پہ دستک دیجیے
تیرے سینے میں تو شاید کوئی دروازہ نہیں

Scanned by CamScanner

○

آؤ پل بھر محو ہو جائیں خیالِ یار میں
سیج پر پھولوں کی سو جائیں جہانِ خار میں

فرق ہوتا ہے بہت، اِس فرق کو پہچانئے
دیدۂ بے خواب میں اور دیدۂ بیدار میں

یہ خزاں کا رنگ ہے یا زرد رُو آکاس بیل
دھوپ کی مانند ہے پھیلی ہوئی اشجار میں

جم گیا ہے جب سے دل میں سر کٹانے کا خیال
ہم کو جانے کیا نظر آنے لگا تلوار میں

میں اگر چپ ہوں تو سمجھو نافۂ سر بند ہوں
جو سخن لب تک نہ آیا بس گیا کردار میں

Scanned by CamScanner

○

درِ خزینۂ صد راز کھولتا ہے کوئی
نہ جانے کون ہے وہ، مجھ میں بولتا ہے کوئی

عجب کرید، عجب بے کلی سی ہے جیسے
مجھے مری رگِ جاں تک ٹٹولتا ہے کوئی

ہجوم ہے مرے سینے میں ابر پاروں کا
گہر بکھیر نے والا ہوں، رولتا ہے کوئی؟

حیات و مرگ و طلوع و غروب ہے دنیا
کہ پر سمیٹتا ہے کوئی، تولتا ہے کوئی

ہوا کا لمس، یہ بوندیں خنک خورشید
مجھے تو آج فضاؤں میں گھولتا ہے کوئی

Scanned by CamScanner

○

خرد سے دور غمِ تُند خو میں اچھے تھے
اُسی جنوں میں اُسی ہاؤ ہو میں اچھے تھے

نکل کے آپ سے باہر، خراب و خوار ہوئے
مدام غرق ہم اپنے لہو میں اچھے تھے

غرورِ زُہد سے رنجِ گناہ بہتر تھا
خراب، شغلِ شراب و سبو میں اچھے تھے

وہ رائگاں بھی اگر تھی تو رائگاں نہ کہو
کہ روز و شب مرے اُس جستجو میں اچھے تھے

Scanned by CamScanner

اگر چہ وہ بھی نہ تھے حسبِ آرزو لیکن
وہ دن، کٹے جو تری آرزو میں، اچھے تھے

ہوا ہوئی ہے موافق، ہمیں وہیں لے چل
سفینہ راں! ہم اُسی آبجو میں اچھے تھے

Scanned by CamScanner

○

سینوں میں تپش ہے کبھی شورش ہے سروں میں
کیا چیز بسا دی گئی، مٹی کے گھروں میں

چلتا ہوں سدا ساتھ لئے اپنی فصیلیں
پہچان سکا کون مجھے ہم سفروں میں

اُڑنا ہے تو تہذیب کرو سوزِ دروں کی،
یہ ورنہ کہیں آگ لگا دے نہ پروں میں

غیروں میں ہوئی عام تری دولتِ دیدار
اک کُحلِ بصر تھا کہ لُٹا بے بصروں میں

دو گام پہ تم خود سے بچھڑ جاتے ہو خورشیدؔ
اور لوگ سمجھتے ہیں تمہیں راہبروں میں

Scanned by CamScanner

○

کچھ مہک اُس نافہء گم گشتہ کی لاتی تو ہیں
کچھ ہوائیں دشتِ ماضی سے اِدھر آتی تو ہیں

جنگلوں کو روح ترسے گی تو جاؤ گے کہاں
ہر طرف آبادیاں بڑھتی چلی جاتی تو ہیں

لوگ پتھر ہو گئے سنجیدگی کے نام پر
شکر ہے ہم آج تک تھوڑے سے جذباتی تو ہیں

شکر ہے تارِ نگہ کو قیدِ تنہائی نہیں
آنکھ کے زنداں میں اشکوں کے ملاقاتی تو ہیں

گم ہوں میں خورشید، خاشاکِ بہارِ رفتہ میں
ورنہ شاخیں فصلِ گل میں اب بھی لہراتی تو ہیں

Scanned by CamScanner

○

ناحق ہوئے خراب، اتر کر خزینے میں
وہ لعلِ شب چراغ کہاں اس دفینے میں

اے محوِ خواب غُرفہ نشیں جھانک کر تو دیکھ
کن سیڑھیوں پہ ہے کفِ سیلاب زینے میں

یاں بُت شکن بہت ہیں، کوئی خود شکن نہیں
توڑے جو خود کو ڈوب کے اپنے پسینے میں

پھول اب بھی کھِل رہے ہیں مگر وہ صبا کہاں
ہوتا ہے کتنا فرق مہینے، مہینے میں

Scanned by CamScanner

شاید کسی بھنور میں کھُلے ناخدا کی آنکھ
ساحل کے خواب دیکھ رہا ہے سفینے میں

مدت ہوئی کہ دل سے ترا نقش اڑ گیا
اب دیکھیں کس کا نام کھُدے اِس نگینے میں

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھیئے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

○

آ ییئے رولیں کہیں، رونے سے چین آ جائے گا
ورنہ دردِ دل بھری محفل میں پکڑا جائے گا

چاند کی چاہت ہے لیکن چاند کو کم دیکھیے
ورنہ جب آنکھوں میں بس جائے گا گہنا جائے گا

جنبشِ موجِ صبا سے بھی اگر لبِ ہل گئے
بات پکڑی جائے گی محشر اٹھایا جائے گا

سردیوں کی اوس میں ٹھٹھرا ہوا اک اجنبی
کل تری دیوار کے سائے میں پایا جائے گا

Scanned by CamScanner

دید کی مہلت تو ملتی ہے مگر کیا دیکھئے
آنکھ بجھ جائے گی آخر پھول کُمھلا جائے گا

اے صبا! فرصت نہیں خاکسترِ دل سے نہ کھیل
ہم اگر روئے، تو پھر تا دیر رویا جائے گا

Scanned by CamScanner

○

لب سے دل کا دل سے لب کا رابطہ کوئی نہیں
حسرتیں ہی حسرتیں ہیں مدّعا کوئی نہیں

حرفِ غم ناپید ہے، آنکھوں میں نم ناپید ہے
درد کا سیلِ رواں ہے راستا کوئی نہیں

اپنے من کا عکس ہے، اپنی صدا کی باز گشت
دوست، دشمن، آشنا، نا آشنا، کوئی نہیں

سب کے سب اپنے گریبانوں میں ہیں ڈوبے ہوئے
گل سے گُل تک رشتۂ موجِ صبا کوئی نہیں

حالِ زار ایسا کہ دیکھے سے ترس آنے لگے
سنگدل اتنے کہ ہونٹوں پر دعا کوئی نہیں

Scanned by CamScanner

کیا کوئی راکب نہیں ہم میں سمندِ وقت کا
نقشِ پا سب ہیں تو کیا زنجیرِ پا کوئی نہیں

میں تو آئینہ ہوں سب کی شکل کا آئینہ دار
بزم میں لیکن مجھے پہچانتا کوئی نہیں

دل کے ڈوبے سے مٹی دستِ شناور کی سکت
موج کی طغیانیوں سے ڈوبتا کوئی نہیں

آنکھ میچو گے تو کانوں سے گزر آئے گا حسن
سیل کو دیوار و در سے واسطہ کوئی نہیں

عرش کی چاہت ہو یا پاتال کا شوقِ سفر
ابتدا کی دیر ہے پھر انتہا کوئی نہیں

کارواں، خورشیدؔ جانے کس گپھا میں کھو گیا
روشنی کیسی، کہ صحرا میں صدا کوئی نہیں

Scanned by CamScanner

○

متّحد باہمدگر مانندِ جسم و جاں رہے
ہم برنگِ زخمِ دل تم صورتِ پیکاں رہے

جیسے نافے کو لئے پھرتا ہے آہو دشت
ہم بھی اپنے سرِ باطن کے لئے زنداں رہے

خواہشوں کی چلمنیں روئے حقیقت پر رہیں
کیسے کیسے خواب، اِن آنکھوں میں آویزاں رہے

تم صبا کی طرح آئے اور رخصت ہو گئے
ہم مثالِ شاخِ تنہا دیر تک لرزاں رہے

Scanned by CamScanner

دل کے دامن میں رہا اک کرمکِ شب تاب سا
تم تصور میں کبھی پیدا کبھی پنہاں رہے

کون پہچانا کسی کو چار دن زیرِ فلک
لوگ آئے اور اپنے آپ میں مہماں رہے

Scanned by CamScanner

○

سارا جہان سرد و سیہ ، یاس کی طرح
دل اُس میں ٹمٹماتی ہوئی آس کی طرح

رُخ سے عیاں بھی ہے، مرے دل میں نہاں بھی ہے
تیرا خیال شدّتِ احساس کی طرح

تجھ سے بچھڑ کے صحبتِ گل میں ملا قرار
اِس میں بھی کچھ تو ہے، تری بو باس کی طرح

ترسے کسی کے بوسہء پا کو بھی عمر بھر
سنسان راستوں پہ اُگی گھاس کی طرح

Scanned by CamScanner

کانوں میں پھول پہنے ہوئے کنجِ دل میں آج
اترا ہے کون شاخِ املتاس کی طرح

یونہی، کہیں کہیں، تری یادوں کے پھول تھے
تھی ورنہ زندگی کسی بن باس کی طرح

خورشیدؔ اُس کی آنکھ کی تابانیاں نہ دیکھ
وہ زہر بھی ہے پارۂ الماس کی طرح

Scanned by CamScanner

○

گھول جا دن بھر کا حاصل اِس دلِ بے تاب میں
ڈوب جا، اے ڈوبتے سورج مرے اعصاب میں

آنکھ میں ہر لحظہ تصویریں رواں رہنے لگیں
جم گیا ہے خواب سا اک، دیدۂ بے خواب میں

دل ہمارا شاخساروں سے، گلوں سے کم نہیں
اے صبا کی موجِ لرزاں، کچھ ہمارے باب میں

ہاں اِسی تدبیر سے شاید بنے تصویرِ دل
رنگ ہم نے آج کچھ، گھولے تو ہیں سیماب میں

Scanned by CamScanner

دھیان بھی تیرا تری موجودگی سے کم نہ تھا
کُنجِ خلوت میں بھی ہم جکڑے رہے آداب میں

دسترس ہے موج کی ساحل سے ساحل تک فقط
تہ کو جا پہنچے اگر اُترے کوئی گرداب میں

پیشِ دل کچھ اور ہے پیشِ نظر کچھ اور ہے
ہم کھلی آنکھوں سے کیا کیا دیکھتے ہیں خواب میں

Scanned by CamScanner

○

گفتگو ''ترکِ خامشی'' ہے فقط
ہم سفر ایک اجنبی ہے فقط

عہدِ رفتہ کے ولولوں کا نشاں
اک مسلسل سی بے کلی ہے فقط

دیکھنا بھالنا گیا ترے ساتھ
آنکھ مدت سے سوچتی ہے فقط

ہر طرف اک اتھاہ سناٹا
چاپ اپنی ہی گونجتی ہے فقط

Scanned by CamScanner

ہر طرف بے پناہ تاریکی
اپنی آنکھوں کی روشنی ہے فقط

اجنبیت کے یخ کدوں میں دوست
خود کلامی پہ زندگی ہے فقط

ہم کہاں اور جوازِ شکوہ کہاں
نالہ اظہارِ بے کسی ہے فقط

کر حفاظت متاعِ حیرت کی
حاصلِ زندگی یہی ہے فقط

اب دماغِ سخن بھی ہے کس کو
عمر مدّت سے کٹ رہی ہے فقط

Scanned by CamScanner

○

ہوا جو دل کی طرف کل صبا کا روئے سخن
تڑپ اٹھی مری نس نس میں آبجوئے سخن

کِھلے جو زخم تو رہ رہ کے یاد آنے لگے
وہ جن کے قرب میں ہوتی رہی نموئے سخن

کبھی وہ دوست، کہ تھے دست و ساعد و بازو
وہ ہم پیالۂ احساس وہم سبوئے سخن

وہ راز دار نگاہیں فصاحتوں کی امیں
وہ جن کے بعد نہ رہتی تھی جستجوئے سخن

Scanned by CamScanner

کبھی وہ دل میں اُترتی ہوئی حسیں رفتار
وہ جس سے جلوہ گہِ کہکشاں تھی کوئے سخن

غزل غزل وہ اَدائیں وہ عنبریں نشتر
وہ جن کی خامشیاں بھی لئے تھیں خوئے سخن

اور اب اُجاڑ ہے ہر شہرِ ظاہر و باطن
نہ سوز و سازِ خموشی نہ رنگ و بوئے سخن

کٹی ہوئی ہے دیارِ طرب سے راہِ خیال
اَٹی ہوئی ہے غبارِ اَلم سے جوئے سخن

شہابِ ثاقبِ الہام اب کہاں خورشیدؔ
قلم کے زور سے رکھتا ہوں آبروئے سخن

Scanned by CamScanner

○

پیشِ نظر جو پھر وہی دیوار و در ہوئے
بامِ تصورات پہ تم جلوہ گر ہوئے

ٹکڑے اڑے جگر کے تو نکھرا غزل کا روپ
ہم سنگ باریوں کے سبب شیشہ گر ہوئے

اُس پیرہن کے لمس کو ترسے ہیں عمر بھر
جس کے لئے غبارِ سرِ رہگزر ہوئے

آئی تری صدا تو سماعت میں ڈھل گئے
ابھرا ترا جمال تو تارِ نظر ہوئے

Scanned by CamScanner

اِن راستوں میں آج بھی ہے اُن دنوں کی باس
جو دن کسی کی ہمقدمی میں بسر ہوئے

دل آج بھی چراغ اُسی انجمن کا ہے
صدیاں گزر گئیں جسے زیر و زبر ہوئے

اب وہ دیار بھی ہمیں پہچانتا نہیں
اک عمر جس میں نالہ سرا در بدر ہوئے

راہیں کٹھن ہوئیں تو مہکنے لگی غزل
وہ محملِ سخن میں مرے ہمسفر ہوئے

خورشید میری سوختہ پائی کے فیض سے
سب نقشِ پا چراغِ سرِ رہگزر ہوئے

Scanned by CamScanner

○

بڑا عجیب سماں آج رات خواب میں تھا
میں اُن کے پاس تھا، سیّارہ آفتاب میں تھا

صدف صدف جسے ڈھونڈ آئے ڈھونڈنے والے
خدا کی شان، وہ موتی کسی حباب میں تھا

اِدھر سے دست و نگاہ و زباں تمام سوال
اُدھر سے ایک سکوتِ گراں جواب میں تھا

ہوا میں ایک ادھورا فسانہ کہتا ہوا
یہ چاک چاک ورق جانے کس کتاب میں تھا

تمہاری بزم سے تنہا نہیں اٹھا خورشید
ہجوم درد کا اک قافلہ رکاب میں تھا

○

جئیں کچھ اور تو ہو جائے زندگی کچھ اور
ابھی تھی زہر، ابھی انگبیں، ابھی کچھ اور

بجھا کے شمع نہ کر میرے غم کا اندازہ
شبِ فراق کی ہوتی ہے تیرگی کچھ اور

سنا ہے سانپ کے من میں ہے سانپ کا تریاق
اگر ہے یوں، تو سہیں نیشِ آگہی کچھ اور

اِسی سبب سے نہیں صلح آئنے سے مری
کہ میں کچھ اور ہوں اور میری زندگی کچھ اور

قلندرانہ نہ کیوں جادۂ وفا پہ چلوں
کہ احتیاط سے بڑھتی ہے گمرہی کچھ اور

Scanned by CamScanner

○

کچھ اس ادا سے کوئی دمبدم لبھائے مجھے
کہ ہارنے بھی نہ دے اور آزمائے مجھے

اِس انتظار میں ہوں نقشِ رائگاں ہو کر
ترا کرم کسی محراب میں سجائے مجھے

ترے نثار کسی ایسے غم گسار کو بھیج
کہ دل کی بھول بھلیوں سے ڈھونڈ لائے مجھے

یہ جی میں ہے کہ سراپا وہ نغمہ بن جاؤں
کہ جس کو تجھ سے محبت ہو گنگنائے مجھے

Scanned by CamScanner

کسی کی دھن میں پریشاں تو ہوں بکھر ہی نہ جاؤں
گلے نہ موجۂ بادِ صبا لگائے مجھے

گلوں سے کم نہیں کانٹوں کی سیج بھی خورشیدؔ
خیالِ یار اگر چین سے سلائے مجھے

Scanned by CamScanner

○

رہینِ صد گماں بیٹھے ہوئے ہیں
مگر ہم رائگاں بیٹھے ہوئے ہیں

بظاہر ہیں بھری محفل میں لیکن
خدا جانے کہاں بیٹھے ہوئے ہیں

اِدھر صحنِ چمن میں مجھ سے کچھ دُور
وہ مجھ سے سرگراں بیٹھے ہوئے ہیں

اُدھر شاخِ شجر پر دو پرندے
مثالِ جسم و جاں بیٹھے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

ستارے ہیں کہ صحرائے فلک میں
بھٹک کر کارواں بیٹھے ہوئے ہیں

کنویں کی تہ میں جھانکو عکس در عکس
یہاں سات آسماں بیٹھے ہوئے ہیں

کھنچی ہیں دل پہ پتھر کی لکیریں
نقوشِ رفتگاں بیٹھے ہوئے ہیں

ہمیں چاہو ہماری قدر کر لو
تمہارے درمیاں بیٹھے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

○

رہی ہے پردۂ اُلفت میں مصلحت کیا کیا
عداوتوں میں ہوئی ہے مفاہمت کیا کیا

مرے عزیز وطن کی فضا نے بھر دی ہے
مری سرشت کے اندر منافقت کیا کیا

کبھی اصول کی غیرت کبھی زیاں کا سوال
دماغ و دل میں رہی ہے مشاورت کیا کیا

صدائے دل کو تہِ دل میں قید کر کے رکھا
رہا ہے طوقِ گلو شوقِ عافیت کیا کیا

Scanned by CamScanner

مہک تھی جو لہو کی تو چونک کر ہم نے
ہوا سے پوچھی ہے زخموں کی خیریت کیا کیا

بہت عزیز ہیں آنکھوں کی پتلیاں لیکن
ملے ہیں دُکھ بھی مجھے اِن کی معرفت کیا کیا

بہت دنوں میں کل آئینہ سامنے پا کر
ہوئی ہے عمرِ گزشتہ کی تعزیت کیا کیا

اُٹا ہوا بسرو چہرہ سیم و زر کا غبار
ملی ہے لاشۂ افکار کی دیت کیا کیا

نہاں ہے ترکشِ امکاں میں ناوکِ تقدیر
مدام سر پہ ستارے ہیں اَن گنت کیا کیا

Scanned by CamScanner

○

مدتوں کی خشک پلکوں کو بھگونا چاہیے
سایۂ اشجار میں تا دیر رونا چاہیے

ایں سوئے افلاک ہنگامے بپا ہیں نو بہ نو
آں سوئے افلاک آخر کچھ تو ہونا چاہیے

مزرعِ ہستی میں ہنگامِ دِرَو بھی آئے گا
سوچ کر اس سرزمیں میں بیج بونا چاہیے

آنکھ کھلنے پر ملے شاید مرادوں کا جہاں
چند صدیوں تک کہیں غاروں میں سونا چاہیے

ایک جانب گریۂ شب' ایک جانب قہقہے
کس لڑی میں دوستو! خود کو پرونا چاہیے

Scanned by CamScanner

○

اس جہاں کے تو ہے شایاں صرف مرنے کی امنگ
لغو ہے کتنی یہاں کچھ کر گزرنے کی امنگ

کس طرح دنیا سے رخصت ہو پریشانی کہ ہے
ذرّے ذرّے کی طبیعت میں بکھرنے کی امنگ

دمبدم دستِ فنا میں سوچتا ہے اب حباب
جانے کیوں سر میں سمائی تھی ابھرنے کی امنگ

اب تو جینے کی یہی صورت ہے اے اہلِ جنوں
چھوڑ کر نقشِ جہاں میں رنگ بھرنے کی امنگ

اک بہشتِ بے خودی اور لذتِ برگِ حشیش
سایۂ تاک اور دل میں کچھ نہ کرنے کی امنگ

Scanned by CamScanner

○

یا تو اُس برقِ تپاں کا سامنا مت کیجیے
یا دمِ تیغِ تجلّی کا گِلا مت کیجیے

گم نہ ہو جائیں کہیں اِک دن ہجومِ عکس میں
اِس قدر سینے کو آئینہ نما مت کیجیے

گنبدِ دل میں ابد تک گونجتی ہے ہر نوا
آپ خود ڈر جائیں گے اِس میں صدا مت کیجیے

موج سے لیجے خضر کی آمد و شد کا سراغ
سطحِ دریا پر تلاشِ نقشِ پا مت کیجیے

ہستیٔ تارِ نفس ہے مثلِ تارِ عنکبوت
کیجیے کیا اِس جہاں میں اور کیا مت کیجیے

Scanned by CamScanner

○

سینے میں میرے خلدِ بریں کی روش بھی ہے
دوزخ کے شعلہ نفس کی تپش بھی ہے

وہ آرزو بھی ہے کہ سوئے عرش لے اڑے
اوراس کے ساتھ ساتھ زمیں کی کشش بھی ہے

گو ہے اِسی کی آمد و شد پر مدارِ زیست
تارِ نفس میں تیغِ دو دم کی بُرِش بھی ہے

حدِّ نظر پہ خضر بھی ہے منتظر مگر
رستے میں ہر قدم پہ کھڑا راکھشش[1] بھی ہے

جو گاہ گاہ آنکھ کو نم دیدہ کر سکے
باطن میں آپ کے کوئی ایسی خلش بھی ہے

---

[1] اس لفظ میں تصرف پر علماء سے معذرت

Scanned by CamScanner

○

جانے کس کس کا شریکِ انجمن، یادوں میں ہے
ایک پہلو سے دلِ پابند آزادوں میں ہے

دیدہ و دل اب بھی جاگ اٹھتے ہیں تیرے نام پر
حسرتِ تعمیر اب تک خانہ بربادوں میں ہے

وہ جو توڑے گا طلسمِ سامری، وہ بھی اِنہی
راہ سے بھٹکے ہوئے لب تشنہ شہزادوں میں ہے

ہر عمارت میں نظر آنے لگے گی ایک دن
یہ کجی جو اِن دنوں آنکھوں کی بنیادوں میں ہے

ہو کسی کا صید تو ہم ڈھال بن جائیں مگر
اِس کا کیا کیجئے کہ دل آپ اپنے صیادوں میں ہے

○

وہ قناعت کا طلسمِ خواب گوں جاتا رہا
رشک جب سے آنکھ میں آیا سکوں جاتا رہا

ذہن کے مقتل میں امکانوں کی لاشیں بھر گئیں
وہ یقینِ بے قیاس و بے چگوں جاتا رہا

کیوں کشادِ کار میں اکثر گرہ رہنے لگی
کار فرما تھا جو دستِ غیب کیوں جاتا رہا

حادثہ یہ ہے کہ سیلابِ زماں کے رو برو
لوحِ دل سے 'رفتہ رفتہ' نقشِ خوں جاتا رہا

اب دیے لاکھوں بھی جل جائیں تو ظلمت کم نہ ہو
وہ چراغانِ جہانِ اندروں جاتا رہا

Scanned by CamScanner

○

آوارۂ غربت ہوں ٹھکانہ نہیں ملتا
ناوک ہوں مجھے کوئی نشانہ نہیں ملتا

جن لوگوں میں رہتا ہوں، میں اُن میں سے نہیں ہوں
ہوں کون، مجھے اپنا زمانہ نہیں ملتا

دیوار تو اِس دور میں ملتی ہے بہر گام
لیکن تہِ دیوار خزانہ نہیں ملتا

مدت سے ہے اشکوں کا تلاطم پسِ مژگاں
رونے کے لئے کوئی بہانہ نہیں ملتا

Scanned by CamScanner

مدت سے تمنا ہے کہ یہ بوجھ اتاریں
مدت سے کوئی دوست پرانا نہیں ملتا

ہے رخش سبک سیر بہت عمرِ رواں کا
گر جائے کوئی شے تو اٹھانا نہیں ملتا

Scanned by CamScanner

○

پہلے جہاں کے رنج و محن میں لگا دیا
دل دُکھ گیا تو مشقِ سخن میں لگا دیا

جب ہم ہرے بھرے تھے تو تھے وقفِ دشت و در
دن ڈھل گئے تو صحنِ چمن میں لگا دیا

جز اس کے کیا کہوں کہ خدا نے کہیں کہیں
اک روح کا سا ہاتھ بدن میں لگا دیا

کیا اب بھی زندہ ہے وہ جراحت کہ دل میں تھی
پیوندِ خوں یہ کس نے کفن میں لگا دیا

خورشید اب سخن ترا رنگیں کہاں سے ہو
سارا لہو تو اُس کی لگن میں لگا دیا

Scanned by CamScanner

○

بے دلی زوروں پہ تھی گلشن بھی ویرانہ رہا
ہم بھی بیگانے رہے، سبزہ بھی بیگانہ رہا

دل رہا آشوبِ تنہائی میں پیہم سینہ کوب
یوں تعلق تو سبھی سے آشنایانہ رہا

توڑتا ہے کون شب بھر جسم کی دیوار کو
بند مجھ میں عمر بھر یہ کون دیوانہ رہا

خواب میں بھی اُن کی صورت دیکھنا ہے اب محال
جن کا میری آنکھ کی پتلی میں کاشانہ رہا

چار سو تپتے حقائق کی کڑی بے مہر دھوپ
دل پہ لیکن سایہ افگن ایک افسانہ رہا

Scanned by CamScanner

○

بات وہ کہتا ہوں جو ہم رنگِ خاموشی رہے
درس وہ دیتا ہوں جو رہنِ فراموشی رہے

آدمی پر تلخ ہو جاتا ہے ظاہر کا سفر
راہ میں حائل اگر باطن کی سرگوشی رہے

اہلِ دل کے نام کیا شرطِ گراں لکھ دی گئی
دل تبھی رہتا ہے جب ذوقِ زیاں کوشی رہے

نقشِ ماتم تا ابد نقشِ جبیں ہو یا نہ ہو
تا ابد لیکن طبیعت کی سیہ پوشی رہے

خواب کو تعبیر ملتی ہے، غموں کو اعتدال
ہوش میں شامل اگر تھوڑی سی بے ہوشی رہے

Scanned by CamScanner

○

سب داغ ہیں بیدار بہت، سینے کے اپنے
موہوم ہیں آثار بہت، جینے کے اپنے

بند آنکھ کیے کانِ جواہر میں کھڑا ہوں
گوہر مجھے یاد آتے ہیں گنجینے کے اپنے

اتنے بھی نہ ہوں اپنی اداؤں کے قتیل آپ
آئینے میں کچھ رنگ ہیں آئینے کے اپنے

خود اُڑ کے پہنچتا ہے ہمیں رزق ہمارا
کیوں خوار پھریں کھوج میں روزینے کے اپنے

یا ایک نیا خلعتِ شاہانہ بہر گام
یا پھر یہی دو رخت ہوں پشمینے کے، اپنے

Scanned by CamScanner

○

تو ہے کہ چیستاں کی عبارت ہے تہ بہ تہ
دل ہے کہ سنگ بستۂ حیرت ہے تہ بہ تہ

جو آنکھ دیکھنے میں خرابہ دکھائی دے
سمجھو کہ اُس میں کوئی امانت ہے تہ بہ تہ

بحرِ انا ہوں میری تہوں میں اتر کے دیکھ
خوابیدہ مجھ میں وقت کی میّت ہے تہ بہ تہ

وہ چشم سرمہ سا کہ جسے بے زباں کہیں
اُس کی خموشیوں میں اشارت ہے تہ بہ تہ

Scanned by CamScanner

فرصت کہاں کہ غیر سے ہم دشمنی کریں
اپنا وجود ایک مصیبت ہے تہ بہ تہ

شاید کوئی گیا ہو زمانے سے کامگار
اپنی تو زیست کانِ ندامت ہے تہ بہ تہ

Scanned by CamScanner

○

آدمی دل کے سویدا سے عبارت ہے فقط
ایک ہی پتھر پہ قائم یہ عمارت ہے فقط

ہاتھ میں امید کے، ہے ایک تارِ عنکبوت
آنکھ میں اک واپسیں تارِ بصارت ہے فقط

پختگی کو آن پہنچا ہے خمیرِ بے دلی
راہ میں حائل کوئی دن کی حرارت ہے فقط

اے زباں تخمِ خموشی بو کے دیکھیں آج سے
آج تک کی گفتگو ساری اکارت ہے فقط

چشم پوشی پر گزر اوقات کر لیتا ہے دل
زندگی کیا ہے، تغافل کی مہارت ہے فقط

Scanned by CamScanner

○

یادِ ایامِ‘ کوئی وجہِ پریشانی تو تھی
آنکھ یوں خالی نہیں تھی‘ اس میں حیرانی تو تھی

لب پہ مہرِ خامشی پہلے بھی لگتی تھی مگر
آہ کی رخصت تو تھی‘ اشکوں کی ارزانی تو تھی

تھی نظر کے سامنے کچھ تو تلافی کی امید
کھیت سوکھا تھا‘ مگر دریا میں طغیانی تو تھی

بزم سے اٹھے تو کیا‘ خلوت میں جا بیٹھے تو کیا
ترکِ دنیا پر بھی دنیا‘ جانی پہچانی تو تھی

درد اک جوہر ہے‘ پیکر سے غرض رکھتا نہیں
آنکھ میں آنسو نہ تھے‘ لب پر غزل خوانی تو تھی

Scanned by CamScanner

○

آ دلِ ناشاد چل اسبابِ ناشادی سے دور
مکتبِ فطرت میں، استادوں کی استادی سے دور

پڑھ رہا ہوں سب کفِ دستِ مناظر کے نقوش
خیمہ زن ہوں خلوتِ کہسار میں وادی سے دور

سرنگوں بیٹھا ہوں اپنی ذات میں ڈوبا ہوا
اس جہانِ خوب و ناخوب و غم و شادی سے دور

دے رہائی کی سزا، ذوقِ اسیری دیکھ کر
یہ ستم بھی تو نہیں ہے اس کی صیادی سے دور

Scanned by CamScanner

شہر اجڑتا ہو تو ہم صحرا کا رستا لیں مگر
کس طرح بھاگے کوئی باطن کی بربادی سے دور

سوزِ دل میں گوندھ لو اپنی نوا کا تار و پود
گنگناؤ جا کے اِن شعروں کو آبادی سے دور

فیس بک گروپ . کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

○

یہ تو ''بہنا'' ہے سراسر' بے جدال و بے خلاف
''تیرنا'' وہ ہے کہ ہو رفتارِ دریا کے خلاف

جی میں آتا ہے کہ اب سارے جہاں سے دور دور
کنجِ دل میں بیٹھیے اور سوچیے اپنے خلاف

ہے سرِ جلوت' مرے حق میں رواں میری زباں
آئنہ خلوت میں بولے گا مگر میرے خلاف

میں ترا' میرے قدم تیرے' مرا رستہ ترا
اے خدا' کیا خاک چل سکتا ہوں میں تیرے خلاف

جسم کو پابندِ رسمِ کارواں رہنا پڑا
تھی مگر دل کی روش' سب سے الگ سب سے خلاف

Scanned by CamScanner

○

کچھ فنا کے زیرِ پا ہوں، کچھ فنا آمادہ ہوں
خاک کا پتلا ہوا کی راہ میں استادہ ہوں

کر رہا ہوں ذرّہ ذرّہ ریگِ ساعت کا شمار
زندگانی کا اسیر اور موت کا دلدادہ ہوں

جھیلتا ہوں سختیاں، رنگِ طبیعت کے خلاف
وقت کے ہاتھوں گدا ہوں، اصل کا شہزادہ ہوں

صحبتِ ناجنس میں محصور ہوں شام و سحر
میں سمندر میں زمینِ خشکِ دور افتادہ ہوں

اتنا آساں ہوں کہ جس کو ماننا آساں نہیں
ہے یہی پیچیدگی میری کہ حرف سادہ ہوں

Scanned by CamScanner

○

چار دن کو ہے یہاں شرطِ اقامت کیا کیا
فرصتِ زیست میں شامل ہے مصیبت کیا کیا

سر پھرے لوگ ہیں ہم، اپنے جنوں کی رو میں
سوچ لیتے ہیں دلِ زار کی قیمت کیا کیا

وہ تو کہیے کہ گزر کر خس و خاشاک ہوئے
ورنہ سنگین تھی، حالات کی صورت کیا کیا

آج مشکل ہے بہت وعدۂ فردا پہ یقیں
اور کل دوش پہ آئے گی ندامت کیا کیا

تم تو کیا ہو سرِ دیوار زمانہ خورشید
رائگاں ہو کے مٹا نقشِ فضیلت کیا کیا

Scanned by CamScanner

○

کڑی ہے دھوپ، گھٹا بن کے خود پہ چھاتے جائیں
کسی کو یاد کریں اوس میں نہاتے جائیں

یہ دل کی بھول بھلیاں، یہ ایک سے رستے
ہر ایک موڑ پہ کوئی نشاں لگاتے جائیں

سیاہ کیوں ہو، یہ طاق و دریچہ و محراب
چلے ہیں گھر سے تو جلتا دیا بجھاتے جائیں

یہ میری آپ کی، ہمسائیگی کی آئنہ دار
جو ہو سکے تو یہ دیوار بھی گراتے جائیں

مذاقِ اہلِ جہاں کو بھلی لگے نہ لگے
شجر حجر تو سنیں گے، غزل سناتے جائیں

Scanned by CamScanner

○

کہاں چلوں کہ جہاں دل دکھا سکے نہ کوئی
کسی پہ اپنی خدائی جتا سکے نہ کوئی

کہیں کسی کی طرف مڑ کے دیکھنا نہ پڑے
بجز ندائے محبت' بلا سکے، نہ کوئی

اگر کسی سے ملوں' کوئی سدِّ راہ نہ ہو
اگر بچوں تو مرے پاس آ سکے نہ کوئی

حدیثِ مکر و ریا کو سماعتیں نہ ملیں
حدیثِ لطف کو دل سے بھلا سکے نہ کوئی

Scanned by CamScanner

سیاہ، سر پہ کوئی دست اقتدار نہ ہو
مرے چراغ، مرا دل بجھا سکے نہ کوئی

کسی کی جنبشِ ابرو پہ جبرِ خندہ نہ ہو
حزیں ہو طبع، تو مجھ کو ہنسا سکے نہ کوئی

وہ چاہتا ہوں بہشتیں جو مل سکیں نہ کہیں
وہ مانگتا ہوں ستارے جو لا سکے نہ کوئی

Scanned by CamScanner

○

بے خود، صفتِ بادِ صبا آ کے گلے مل،
کم کم کہیں کھلتے ہوئے پھولوں کے تلے مل

گلنار سے چہرے پہ رکھے دستِ حنا کو
ہم رنگِ شفق ہو کے کبھی شام ڈھلے مل

اب کوئی بھی شب، بن ترے دیکھے نہ کٹے گی
اب چاند کی قندیل جلے یا نہ جلے مل

ہاں دل سے کبھی شوقِ ملاقات نہ نکلے
جب گردشِ افلاک ذرا سر سے ٹلے، مل

Scanned by CamScanner

پل بھر کو اگر جبر کا سیلاب تھمے، آ
دم بھر کو اگر وقت پہ کچھ زور چلے، مل

ناگفتہ بہاروں کے اشاروں کی سمجھ بات
جب سوکھی ہوئی شاخ ہری ہو کے پھلے، مل

دنیا کی نگاہوں سے نہاں آخرِ شب جاگ
جب صحنِ گلستاں میں کلی آنکھ ملے، مل

○

کیا کہیں کیونکر بسر ایّامِ فانی ہو گئے
ہاتھ رکھا دل پہ محوِ سوز خوانی ہو گئے

دمبدم جلتے ہیں چوبِ خشکِ صحرا کی طرح
کاروانِ رفتہ ہم تیری نشانی ہو گئے

اُس پہ تیری آنکھ نے شبنم بھی ارزانی نہ کی
سنگریزے، جس نوا کاری سے پانی ہو گئے

ہم تلاشِ لعلِ بے ہمتا میں اب نکلے کہ جب
شام کے پر تو سے پتھر ارغوانی ہو گئے

اور کیا ہوگا جہاں کی بے ثباتی کا ثبوت
تم کہ سرتاپا حقیقت تھے، کہانی ہو گئے

Scanned by CamScanner

○

بزمِ جہاں میں جب کسی شے کی کمی نہ تھی
ہم نے وہ صبحِ عیش بھی دیکھی ترے بغیر

اب تُو نہیں، تو ہے ترا غم شاملِ حیات
تیرے فراق میں بھی نہ گزری ترے بغیر

اک بے خودی میں ہم کو تھکن کا پتا نہ تھا
ورنہ رہِ حیات کٹھن تھی ترے بغیر

کیا کیا نہیں رہا میں فضاؤں سے شرمسار
جب چاندنی شباب پہ آئی ترے بغیر

اب کے بھی گلستاں سے بہاروں کا کارواں
بے رنگ و بو گزر گیا، یعنی ترے بغیر

Scanned by CamScanner

○

وہ دن بھی تھے کہ صورتِ نام و نگیں تھے ہم
یہ دن بھی ہیں کہ جیسے کبھی دوستی نہ تھی

وہ ابتدائے عشق کے دن بھی تھے خوب دن
جب اپنے سر سے کج کلہی یوں گئی نہ تھی

حدِّ نظر پہ وہ بھی خراماں تھا روز و شب
اور صبر سے بھی دل کو ابھی دشمنی نہ تھی

وہ روز و شب کہ جن میں نگاہیں زباں تھیں
ہم چپ تھے، کوئی بات مگر ان کہی نہ تھی

Scanned by CamScanner

اُس وقت بھی مگر یہی بے تابیاں تھیں دوست
اُس وقت بھی نویدِ سکوں تو ملی نہ تھی

حسرت وہ شمع ہے جسے بجھنا حرام ہے
عینِ وصال میں بھی یہ قاتل مٹی نہ تھی

بے جا ہے شکوۂ غمِ عشق اضطراب میں
تھا کب کہ اپنے دل کو کوئی بے کلی نہ تھی

Scanned by CamScanner

○

دل میں کسک، نہ آنکھ میں آنسو، نہ سر میں خاک
اِس شہرِ بے حسی میں صبا رائگاں گئی

کیا ڈھونڈتے ہیں جلتے ہوئے خاروخس میں لوگ
بجلی زمیں کو چھو کے سوئے آسماں گئی

کہنے کو ساتھ ساتھ گئے ہم، جہاں گئے
شیشے کی اک فصیل مگر درمیاں گئی

آئینہ کیوں نہ توڑ سکے بت شکن تھے آپ
کہئے تو، اب وہ قوتِ بازو کہاں گئی؟

Scanned by CamScanner

○

یہ کام چشمِ تصوّر کا ہے بہ فیضِ فراق
تجھے وصال میں جی بھر کے کس نے دیکھا ہے

کسی کو خونِ جگر بھی کسی کا ہے پایاب
کوئی کسی کی نگاہوں میں ڈوب جاتا ہے

بھرے جہاں میں بھی ملتی کہاں ہے تنہائی
حصارِ ذات مرے ساتھ ساتھ چلتا ہے

جہانِ غم سے تو پتھر اٹھا کے لاتا ہوں
گہر تو دل کی جوالا میں آ کے ڈھلتا ہے

Scanned by CamScanner

○

فضا میں آج بہت دیر یاد آتے رہے
مجھے بہارِ گزشتہ کے بال و پر اپنے

چلو کہ دیکھ تو آئیں زمینِ اعدا میں
وہ اپنی جان سے پیارے مکاں، وہ گھر اپنے

فغاں! کہ دستِ عدو میں بنے ہوئے ہیں تبر
وہ اپنے ہاتھ کے بوئے ہوئے شجر اپنے

گلُوں نے مجھ کو بھی دی تھی صلائے گُل چینی
زمیں کا خون مگر کون اٹھائے سر اپنے

Scanned by CamScanner

○

خدا کا نام اِس محفل میں کوئی لے تو دل میں لے
ہجومِ نا امیداں کفر پر آمادہ بیٹھا ہے

سرِ خاکستر صد آرزو، دل کا یہ عالم ہے
کہ جیسے دشتِ غربت میں کوئی شہزادہ بیٹھا ہے

ہزاروں فلسفوں کی خاک اڑائی تب کہیں جا کر
طبیعت میں خیالِ پیشِ پا افتادہ بیٹھا ہے

دلِ ہر ذرّہ میں تھی حسرتِ ہمراہیِ محمل
بہت تھک ہار کر آخر غبارِ جادہ بیٹھا ہے

Scanned by CamScanner

○

تار ٹوٹا تھا مرے ساز کا، کچھ اور نہ تھا
جس کو اٹھ اٹھ کے ہر نغمہ سرا نے دیکھا

یوں وہ آنکھوں میں سمایا ہے کہ میں نے اُس کو
بارہا آئنہ داری کے بہانے دیکھا

ہم نے ایسے بھی کئی بار جلائے ہیں چراغ
جن کو دیکھا تو بس اِک موجِ ہوا نے دیکھا

وہ جو زنجیریِ نقشِ کفِ پا تھے تیرے
اُن کو مڑ مڑ کے بہت بانگ درا نے دیکھا

Scanned by CamScanner

○

تیرے غبارِ رہ میں دھڑکتا ہے اُن کا دِل
جو خاک ہو گئے ترے عزمِ سفر کے ساتھ

اے شمع! ایک تو ہی نہیں کشتۂ سحر
دل بھی بجھا بجھا ہے طلوعِ سحر کے ساتھ

چپ چاپ دیکھتے ہیں گزرتی بہار کو
کیا طاقتِ فغاں بھی گئی بال و پر کے ساتھ

○

غمِ حبیب! شکایت ہے زندگی سے مجھے
ترے بغیر بھی کٹتی رہی، ذرا نہ رکی

عناں گسستہ چلی تھی تمہاری زُلفوں سے
گلوں نے لاکھ صدا دی مگر صبا نہ رُکی

Scanned by CamScanner

○

اُس کو فراق پر، مجھے ملنے پہ ضد رہی
زورِ بیاں نے زورِ بیاں کو کتر دیا

اُس نے مثالِ مہرو ستارہ بیان کی
میں نے اسے حوالۂ شاخ و شجر دیا

مجھ کو بھی ظلمتوں سے نکالے گا ایک دِن
وہ، جس نے دستِ شب میں عصائے سحر دیا

○

ہزار شکر! سر شاخسار پھول کھلا
فغاں! کہ صحنِ گلستاں میں اِک کلی نہ رہی

تری گلی میں کوئی قسمت آزمائے کیا
کمند بام پہ پہنچی تو زندگی نہ رہی

Scanned by CamScanner

○

ہنگامۂ زمانہ کی رونق اِسی سے ہے
قوس و خدنگ و صید بہم کر دیے گئے

کچھ تھے کہ جن کو ذوقِ اَلم دے دیا گیا
کچھ لوگ محوِ مشقِ ستم کر دیے گئے

گزرے کہاں ہیں دوست! زمانے وصال کے
اب وہ شبِ فراق میں ضم کر دیے گئے

○

فصلِ گل ہے، آ، لبوں پر رقص کر، اے زہر خند
ورنہ ہم پر تہمتِ آزردگی لگ جائے گی

اَوجِ معیارِ سخن کا ہے یہی عالم تو پھر
رفتہ رفتہ لب پہ مُہرِ خامشی لگ جائے گی

Scanned by CamScanner

○

سفر دراز، نہ کوئی مکاں، نہ کوئی درخت
کوئی پناہ، نہ بارش کو روکنا بس میں

بھرے جہاں سے الگ ہو کے ہم کلام رہے
مدام، میں، مرا سایہ، اُداس، آپس میں

کسے ملے گی لرزتی لووں کی راہبری
کہاں رہی ہیں وہ بام و چراغ کی رسمیں

○

تمام عمر اکیلے میں تجھ سے باتیں کیں
تمام عمر ترے روبرو خموش رہے

تری صدا، تری بوئے قبا کی چاہت میں
ستم کشِ نفس و زیرِ بارِ گوش رہے

Scanned by CamScanner

○

سحرِ شبِ مہ ٹوٹ گیا چاند کا کنگن
گرنے کو ہے اب ساعدِ سیمینِ سحر سے

دو گام پہ اب ختم ہوئی جاتی ہے دیوار
اب دیکھتے ہیں کون نکلتا ہے اُدھر سے

ہم تجھ سے گریزاں بھی اگر ہیں تو اِسی طور
جس طرح کوئی شاخ گریزاں ہو شجر سے

○

کون غرقاب ہوا ہے مجھے معلوم نہیں
ایک پیراہنِ رنگیں ہے لبِ جُو باقی

گُل بہر رنگ، بہر حال ہے مجبورِ سرشت
دستِ گلچیں میں بھی رہ جاتی ہے خوشبو باقی

Scanned by CamScanner

○

تم بعدِ مرگ بھی اگر آؤ تو مرحبا
بازو سرِ صلیب، کشادہ رکھیں گے ہم

○

زمیں قاہر بھی ہے، ظالم بھی ہے اور بے اماں بھی ہے
پرندوں کے جسد بھی خاک میں آسودہ دیکھے ہیں

○

کوئی تیشہ تو چلا، کوئی شرارہ تو نکال
مدتیں بیت گئیں سوچ کو پتھرائے ہوئے

○

کچھ بے حسی بھی چاہیئے بہر سکونِ دل،
ہر لرزشِ صبا کے کہے پر نہ جایئے

○

چوما کسی گُل کو نہ کسی خار سے الجھا
بعد اپنے، چمن میں مری بیگانہ روی دیکھ

○

ہائے وہ ساعتِ خوں گشتہ کہ تو پیشِ نظر
تھا، مگر بہرِ تکلّم کوئی تقریب نہ تھی

Scanned by CamScanner

○

راستے اور بھی تھے تیری گلی تک لیکن
ہم کو وحشت کے کڑے کوس پسند آئے ہیں

○

نقش و نگارِ بحر کو چشمِ حباب ہو کے دیکھ
آخری بار شہر کو پا بہ رکاب ہو کے دیکھ

○

زمین سخت ہے اور رہبری ہے میرے سپرد
لہو میں پاؤں ڈبو لوں تو نقشِ پا ابھرے

○

نکل گیا تھا سر شام کارواں تیرا
تمام شب ترے نقشِ قدم سے بات رہی

○

پھوڑ لیں سر بھی تو دنیا کا معمّا نہ کھلے
جیسے دیوار پہ تصویر ہو دروازے کی

○

اُس ایک نظر سے ہے اب تک کی غزل خوانی
سو رنگ سے بنتی ہیں اک زخم کی تصویریں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرابوں کے صدف

Scanned by CamScanner

گردِ صحرا کے ہدف ہیں، ہم سرابوں کے صدف
ہم پہ دو آنسو بہا اے ابرِ نیساں ایک دِن

Scanned by CamScanner

سرابوں کے صدف

خورشید رضوی

Scanned by CamScanner

والدہ صاحبہ کے نام

Scanned by CamScanner

ترتیب

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

نظمیں:

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

گزارشِ احوال

''شاخِ تنہا'' کے بعد یہ میرا دوسرا شعری مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت کی تحریک بھی میرے دوست جناب عبدالحمید چوہدری کی طرف سے ہوئی۔ ان کی سپاس گزاری میرا اولین خوشگوار فریضہ ہے۔ تاہم ان دنوں میں کچھ ایسی مصروفیات میں گھرا ہوا تھا کہ پرانے کاغذات کا جائزہ لینے اشعار کو یکجا نقل کرنے اور پھر انتخاب و ترتیب کے عمل سے گزرنے کیلئے میرے پاس وقت نہ تھا۔ اگر یہ کام میرے ذمے رہتا تو مسلسل التوا کا شکار ہوتا رہتا۔ میری اہلیہ نے یہ ساری مشقت اپنے ذمے لے کر اسے کمال حسن و خوبی سے نبھایا اور دس پندرہ روز کے اندر اندر پورا مسودہ اپنے سامنے پا کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی۔ میرے بیٹے عامر نے بھی اس کام میں کچھ ہاتھ بٹایا۔ میں ان دونوں کا از حد ممنون ہوں

اس مجموعے میں غزلیں بھی ہیں اور نظمیں بھی، جن میں ''شاخِ تنہا'' سے پہلے کی کاوشیں بھی شامل ہیں۔ تاہم مجموعے کی ترتیب میں ترتیبِ زمانی کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نظموں کا آخری حصہ ان تاثرات پر مشتمل ہے جو کائنات کی جابر حقیقت، موت، انسانی دل و دماغ پر مرتب کرتی ہے۔ یہ نوحے کسی بھی موت پر کسی بھی انسان کے تاثرات ہو سکتے ہیں۔ تاہم خاص میرے حوالے سے یہ جن صدموں کے آئینہ دار ہیں ان کی مختصر سی صراحت بھی نامناسب نہ ہوگی۔

''اکیس اپریل'' کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ نوحہ ہے بھی نہیں، بلکہ تسخیرِ مرگ کی ایک مثال ہے

Scanned by CamScanner

قاضی عبدالنبی کوکب جواں سال ہونے کے باوصف، دینی حلقوں میں بڑے ثقہ قسم کے عالمِ دین تھے، لیکن میرے لیے وہ ایک بے تکلف دوست کی حیثیت رکھتے تھے۔ عربی فارسی کے عالم، ادب کے خوش ذوق قاری، خود ایک خوش فکر شاعر اور سب سے بڑھ کر ایک نہایت درد مند انسان۔ مسلسل بیس برس کے لگ بھگ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے ایک خاموش گوشے میں بیٹھ کر وہاں کے عربی فارسی مخطوطات پر تحقیق کی اور ان کی ایک تفصیلی فہرست شائع کی۔ اور بھی بہت سی تصانیف ان کے قلم سے یادگار ہیں۔ آخر میں وہ اورینٹل کالج میں عربی کے استاد ہو گئے تھے، اور یہ ان کے علم و فضل کا صحیح مصرف تھا۔ لیکن 19 جنوری 1978ء کو سڑک پار کرتے کرتے وہ عرصۂ حیات ہی کو پار کر گئے۔

سلیم بے تاب ''لمحوں کی زنجیر'' کے مصنف، فیصل آباد کے معروف جواں سال شاعر لاہور سے گھر آنے کیلئے ویگن پر سوار ہوئے لیکن آسمانوں کا سفر راہ میں آن پڑا۔ میری ان سے دو چار مختصر سی ملاقاتیں تھیں لیکن میں ان کی سادہ و پرخلوص شخصیت کو فراموش نہیں کر سکا۔

''ایک اچانک موت کا نوحہ'' اور ''ایک پیدل چلنے والے دوست کا نوحہ'' سید ظہیر الحق ساقی الحسینی سے متعلق ہیں۔ وہ میرے رفیقِ کار تھے۔ ایسے صاحب علم، غیور، وضعدار اور عالی ظرف انسان بہت کم میری نگاہ سے گزرے ہیں۔

میری والدہ کو شعر سے ایک فطری اور بہت گہرا لگاؤ ہے۔ وہ بتایا کرتی ہیں کہ اوائلِ عمر ہی سے ان کی یہ خواہش رہی ہے کہ ان کے اپنے گھر میں بھی کوئی فرد شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس اعتبار سے میری شعری کاوشیں ان کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کی ایک صورت ہیں۔ میں نے اس مجموعے کا انتساب انہی کے نام کیا ہے اور اس کا اختتام ان کے اور اپنے ایک مشترکہ دکھ پر کیا ہے کہ اس حوالے سے وہ میرے اس ہدیے کو اپنے دل کے قریب محسوس کر سکیں گی۔ میری مراد آخری دو نوحوں سے ہے جو میری مرحومہ خالہ کی اچانک وفات کا بے ساختہ ردِ عمل ہیں۔

جناب ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی قیمتی رائے سے نوازا اور حافظ محمد سعید صاحب کا دوستانہ تعاون مجھے حاصل رہا۔ میں ان دونوں حضرات کا تہ دل سے سپاس گزار ہوں۔

مجموعے کی ترتیب اگرچہ بڑی تیزی سے عمل میں آ گئی تھی تاہم اس نوع کے کاموں

Scanned by CamScanner

میں ''ولے افتاد مشکل ہا'' کا مرحلہ ہمارے ہاں قریب قریب ناگزیر ہے۔ ڈیڑھ سال کے قریب مختلف وجوہ سے مختلف مراحل پر یہ کام معلق رہا، تا آنکہ محمد حسن واسطی صاحب اس کی اشاعت کے خیال کو ایک حقیقت میں تبدیل کر سکے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

خورشید رضوی

بارِ دگر

''سرابوں کے صدف'' ۱۹۹۵ء میں دوسری بار شائع ہوئی اور اب ایک عرصے سے دستیاب نہیں۔ تیسری کے بعد اب یہ اشاعت برادرِ عزیز صفدر حسین صاحب کی توجہ اور اہتمام کے نتیجے میں آپ کے سامنے آ رہی ہے۔ میں ان کا ممنون اور اُن کے لئے دعا گو ہوں۔

خورشید رضوی

Scanned by CamScanner

مناجات

کتنا اِحسان ہے تیرا، یہ عنایت کرنا
تجھ کو منظور ہوا مجھ سے محبت کرنا

حسرتوں کا بھی کوئی روزِ جزا ہے کہ نہیں
میری حسرت میں تو تھا تیری اطاعت کرنا

حق نہیں ہے نہ سہی تیری سخاوت کے حضور
ہے مرا کام تمنا کی جسارت کرنا

جسم زندانِ عناصر میں گرفتار سہی
تو بہر حال مرے دل پہ حکومت کرنا

Scanned by CamScanner

بوند ہوں کامِ صدف تک مجھے پہنچا دینا
شورشِ موج میں خود میری حفاظت کرنا

دل کو دریوزۂ کثرت میں نہ اُلجھا دینا
مجھ کو ہر سانس میں تنہا تو کفایت کرنا

Scanned by CamScanner

نعت

شان اُنؐ کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے

سونپ دیجے دیدۂ تر کو زباں کی حسرتیں
اور اِس عالم میں جتنا بَن پڑے رو جایئے

یا حصارِ لفظ سے باہر زمینِ شعر میں
ہو سکے تو سرد آہوں کے شجر بو جایئے

Scanned by CamScanner

اے زہے قسمت کسی دِن خواب میں پیشِ حضورؐ
فرطِ شادی سے ہمیشہ کے لئے سو جایئے

اے زہے قسمت اگر دشتِ جہاں میں آپؐ کے
نقشِ پا پر چلتے چلتے نقشِ پا ہو جایئے

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

غزلیں

Scanned by CamScanner

○

نام ایسا ہے ترا، جب بھی زباں پر آئے
دل میں اِک خنجرِ تصدیق اترتا جائے

زندگی دُھوپ بڑھانے لگی آئینوں سے
میں چلا جب تری دیوار کے سائے سائے

اے صبا! میں تری تاثیرِ نفس تب جانوں
جب کسی دِن مرے ماتھے کی گرہ کھل جائے

میں زمیں پر ہی رہوں اور اُفق سے جھک کر
آسماں آپ مجھے ہاتھ لگانے آئے

Scanned by CamScanner

غنچہ خاموش تھا جب تک، تو مہک اُس کی تھی
اب ہوا کی ہے، جہاں چاہے وہاں پھیلائے

تھی یہاں تو وہی پانی کی تجارت اچھی
آنکھ سے کس نے کہا تھا کہ لہو برسائے

جمع احباب ہوئے وقت کو زنجیر کرو
عمر کٹ جائے، یہ لمحہ نہ گزرنے پائے

Scanned by CamScanner

○

نبضِ ایّام ترے کھوج میں چلنا چاہے
وقت خود شیشۂ ساعت سے نکلنا چاہے

دستکیں دیتا ہے پیہم مری شریانوں میں
ایک چشمہ کہ جو پتھر سے ابلنا چاہے

مجھ کو منظور ہے وہ سلسلۂ سنگِ گراں
کوہکن مجھ سے اگر وقت بدلنا چاہے

تھم گیا آ کے دمِ باز پسیں، لب پہ وہ نام
دل یہ موتی نہ اُگلنا نہ نگلنا چاہے

Scanned by CamScanner

ہم تو اے دورِ زماں خاک کے ذرّے ٹھہرے
تو تو پھولوں کو بھی قدموں میں مسلنا چاہے

کہہ رہی ہے یہ زمستاں کی شبِ چار دہم
کوئی پروانہ جو اِس آگ میں جلنا چاہے

عمر اِسی کی ٹھوکریں کھانے کے عمل میں گزری
جس طرح سنگ ڈھلانوں پہ سنبھلنا چاہے

صبحدم جس نے اُچھالا تھا فضا میں خورشید
دل سرِ شام اُسی بام پہ ڈھلنا چاہے

Scanned by CamScanner

○

مجھ کو پیہم دل کے گہرے سلسلوں پر سوچنا
آدمی سے آدمی کے رابطوں پر سوچنا

عطر کیسے ہو رہا ہے خاکِ تیرہ سے کشید
کُنجِ گُل میں بیٹھنا اور خوشبوؤں پر سوچنا

رنگ آمیزی ہوا میں تتلیوں کی دیکھنا
دور تک ان سُو بہ سو اُڑتے گُلوں پر سوچنا

آسماں پر آتی جاتی بدلیوں کو دیکھ کر
اپنے اندر سے گزرتے بادلوں پر سوچنا

Scanned by CamScanner

دوستوں کی آنکھ سے بہتی نمی کو پونچھ کر
اپنی نس نس میں مچلتے آنسوؤں پر سوچنا

کوئی کر پائے تو ہے یہ بھی بڑی ہمت کا کام
مرقدوں پر بیٹھ کر گزرے ہوؤں پر سوچنا

دل کی وادی سے ورے سیلِ سماعت روک کر
جلوتوں کی ہاؤ و ہو میں خلوتوں پر سوچنا

زیست کے بنتے بگڑتے مسئلوں کے درمیاں
دل کو جو درپیش ہیں اُن مرحلوں پر سوچنا

مختصر ہے کس قدر خورشیدؔ میری سرگزشت
ناقصوں کی صحبتیں اور کاملوں پر سوچنا

Scanned by CamScanner

○

جسم کی چوکھٹ پہ خم دل کی جبیں کر دی گئی
آسماں کی چیز کیوں صرفِ زمیں کر دی گئی

میرے ہاتھوں کی لکیروں ہی میں خم رکھا گیا
میری اُفتادِ طبیعت ہی غمیں کر دی گئی

کل مری بے خواب آنکھوں کے مقابل رات بھر
نقش تاروں میں وہ چشمِ سرمگیں کر دی گئی

خون رُلواتی رہی گزرے زمانوں کی شبیہ
تھک گئیں آنکھیں تو غرقِ ساتگیں کر دی گئی

Scanned by CamScanner

کھوٹ سونے کے تسلسل میں کہیں آئی ضرور
یوں عبث تو سعی دِل باطل نہیں کر دی گئی

تلخ کر لیتا ہوں ہر لذت کی شیرینی کو میں
کیوں نگہ میری نگاہِ پیش بیں کر دی گئی

نقش، آخر دِل سے اُس رُوئے حسیں کا مٹ گیا
ختم آخر صحبتِ نام و نگیں کر دی گئی

Scanned by CamScanner

○

پلکوں پہ اُس دیار کی مٹی اُٹھاؤں میں
آنکھوں سے اُس کی خاکِ قدم کو لگاؤں میں

یہ بات کیا ہوئی کہ جسے زندگی کہوں
جب جان پر بنے تو اُسے بھول جاؤں میں

کوہِ گراں ہوں مجھ کو اگر آزمائے تو
ریگِ رواں ہوں خود کو اگر آزماؤں میں

کہتا ہے آئنہ کہ کبھی میرے رُو برو
آئے تو تجھ کو تیری شکستیں گناؤں میں

Scanned by CamScanner

میں اِس لیے نہیں کہ تجھے شادماں رکھوں
میری عطا یہ ہے کہ ترا دِل دُکھاؤں میں

بو جاؤں سچ کے زہر کی تلخی کا ذائقہ
جب اُس میں پھل لگے تو تجھے یاد آؤں میں

میرے کہے کو یاد کرے اور رو پڑے
دِل میں ترے وہ پھانس لگی چھوڑ جاؤں میں

یہ دشتِ بے کسی ہی سہی پھر بھی اے جنوں
جو تجھ سے اُٹھ سکے وہ قیامت اُٹھاؤں میں

اے روشنیِ طبع بہت بے اماں ہے تو
کن جنگلوں میں تیرے شرارے اُڑاؤں میں

بولوں تو باز گشت برابر کا دے جواب
ایسا پہاڑ ہو تو غمِ دل سناؤں میں

Scanned by CamScanner

عمرِ گریز پا مجھے اتنا تو دے فراغ
جو کچھ کہ جاننا تھا یہاں، جان جاؤں میں

ہاں میرے غم میں خود کو خزاں کر لے اے بہار
شاید کہ اب چمن میں پلٹ کر نہ آؤں میں

وہ کوکبِ☆ سحر کہ جو مٹی میں جا ملا
خورشید اب کہاں سے اُسے ڈھونڈ لاؤں میں

☆ عبدالنبی کوکب (مرحوم)

Scanned by CamScanner

○

ابھی لبوں پہ نہیں، ہے جو روشنی دِل میں
ترش رہی ہے ابھی لفظ کی کنی دِل میں

کوئی نہیں ہے جو اِن سیپیوں کو کھول سکے
پڑے ہیں لاکھ سخن ہائے گفتنی دِل میں

یہ مجھ سے برسرِ پیکار خلوتوں میں مری
چھپا ہے کون یہ تلوار کا دھنی دِل میں

فغاں، کہ ٹال گئے ہم وہ ایک فرصتِ مرگ
تمام عمر رہی جس کی جانکنی دِل میں

سرابِ علم و ہنر پر نہ بھولنا خورشیدؔ
جس آدمی کے نہ دیکھو فروتنی دِل میں

Scanned by CamScanner

○

دل کی خلوت سے زباں تک کا سفر کس نے کیا
درد کے عکسِ گریزاں کو امر کس نے کیا

مسکرا کر زخم کھانے کی بنا کس نے رکھی
تلخیوں کو زیست سے شیر و شکر کس نے کیا

تم نے یا ہم نے لکھے پیغام فصلِ گل کے نام
خوشبوؤں کو گلستاں میں نامہ بر کس نے کیا

کیا یہ اِس بے دست و پا اندھے صدف کا کام ہے
بوند کو پانی کی ظلمت میں گہر کس نے کیا

Scanned by CamScanner

کس نے ماہِ نو کی ڈالی پاؤں میں بیڑی مرے
شام کے منظر کو میرا ہم سفر کس نے کیا

پیڑ کو کس نے ہلایا ہے کہ اُڑتے ہیں پرند
ذہن میں ٹھہرے ہوؤں کو در بدر کس نے کیا

زلزلوں نے یا جبیں گھستے ہوئے سیلاب نے
رفتہ رفتہ گھر کی بنیادوں میں گھر کس نے کیا

کس نے چھوڑا آسماں تک لا کے پتھر کی طرح
میں پرندہ تھا مجھے بے بال و پر کس نے کیا

Scanned by CamScanner

○

پھر وہ گم گشتہ حوالے مجھے واپس کر دے
وہ شب و روز وہ رشتے مجھے واپس کر دے

آنکھ سے دل نے کہا رنگِ جہاں شوق سے دیکھ
میرے دیکھے ہوئے سپنے مجھے واپس کر دے

میں تجھے دوں تری پانی کی لکھی تحریریں
تو وہ خونناب نوشتے مجھے واپس کر دے

میں شب و روز کا حاصل اُسے لوٹا دوں گا
وقت اگر میرے کھلونے مجھے واپس کر دے

Scanned by CamScanner

مجھ سے لے لے صدف و گوہر و مرجاں کا حساب
اور وہ غرقاب سفینے مجھے واپس کر دے

نسخۂ مرہمِ اکسیر بتانے والے
تو مرا زخم تو پہلے مجھے واپس کر دے

ہاتھ پر خاکۂ تقدیر بنانے والے
یوں تہی دست نہ در سے مجھے واپس کر دے

آسماں! صبح کے آثار سے پہلے پہلے
میری قسمت کے ستارے مجھے واپس کر دے

میں تری عمرِ گزشتہ کی صدا ہوں خورشیدؔ
اپنے ناکام ارادے مجھے واپس کر دے

Scanned by CamScanner

○

نشانِ آب تو کیسا، سراب تک نہ دیا
وصال کیا، شرفِ انتساب تک نہ دیا

نہ جانے حسرتِ خوش فہم کس خیال میں ہے
وگرنہ اُس نے حسیں کوئی خواب تک نہ دیا

اُسے خبر بھی نہیں اور دل میں بستا ہے
وہ اجنبی جسے خط کا جواب تک نہ دیا

خود اپنے آپ میں گھُٹ گھُٹ کے مر گئی خوشبو
صبا کو سنگ نے رستہ گلاب تک نہ دیا

Scanned by CamScanner

نگاہِ یار سے خوں کا قصاص کیا لیتے
نگاہِ یار نے خوں کا حساب تک نہ دیا

سحر تو خیر کہاں، تیرگی تو پھیکی ہو
فلک نے مہر کجا، ماہتاب تک نہ دیا

سمندروں سے وہ شبنم بھی اُٹھ گئی خورشید
کہ تشنگاں کو کسی نے حباب تک نہ دیا

Scanned by CamScanner

○

بھریں نہ وقت کے ہاتھوں جراحتیں تیری
رکھیں سنبھال کے دل نے امانتیں تیری

چھپا کے تجھ سے کہاں اپنے روز شب لے جاؤں
جہانِ نور ترا، اور ظلمتیں تیری

بچھڑ کے تجھ سے ملا عمر بھر کا سناٹا
بنا گئیں مجھے تنہا، رفاقتیں تیری

تو ہے وہ فاتحِ عالم کہ ایک دُنیا نے
شکست کھا کے سراہی ہیں ہمتیں تیری

Scanned by CamScanner

ترے نقوشِ قدم سے بہار تھی اِن کی
ہیں منتظر مرے دل کی مسافتیں تیری

کہاں ہے شامِ تمنا! ملاحتوں کا وہ رنگ
کہاں ہیں صبحِ تصور! صباحتیں تیری

دلِ حزیں! تری چوکھٹ پہ عمر کون گنوائے
کبھی سمجھ میں نہ آئیں ضرورتیں تیری

ازل سے شیشۂ گردوں میں ریت چلتی ہے
کبھی شمار میں آئیں نہ ساعتیں تیری

تو میری شرکتِ ہستی کہیں قبول تو کر
تمام رنج مرے، سب مسرتیں تیری

Scanned by CamScanner

○
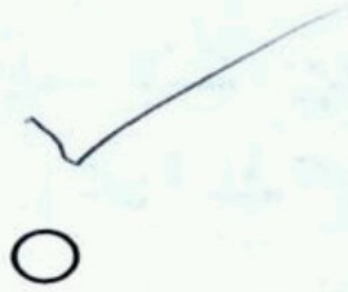
بساطِ وقت پہ صدیوں کے فاصلے ہم لوگ
کنارِ شام و سحر میں کہاں ڈھلے ہم لوگ

نہ کارواں نہ مسافر مگر جرس نہ تھی
نہ روشنی نہ حرارت مگر جلے ہم لوگ

مقام جن کا مؤرّخ کے حافظے میں نہیں
شکست و فتح کے مابین مرحلے ہم لوگ

نمودِ جسم کی شوریدہ خواہشیں دنیا
فشارِ رُوح کے نادیدہ ولولے ہم لوگ

Scanned by CamScanner

نہ جانے کب کوئی کروٹ ہمیں جگا ڈالے
زمیں کے بطن میں خوابیدہ زلزلے ہم لوگ

فسادِ کوہکنی ' حیلہ ہائے پرویزی
ہزار رنگ کے کانٹوں میں آبلے ہم لوگ

امیرِ شہر کی موٹی سمجھ میں کیا آتے
ضمیرِ دہر کے نازک معاملے ہم لوگ

ہجومِ سنگِ اذیّت میں سر جھکائے ہوئے
رواں ہیں لے کے مشیت کے قافلے ہم لوگ

زباں بریدہ و بے دست و پا سہی لیکن
ضمیرِ کون و مکاں ہیں برے بھلے ہم لوگ

Scanned by CamScanner

○

کوئی زمانہ بھی ہو، دکھ یہی ہیں ہونے کے
ملیں گے خاک میں، ہوں لاکھ آپ سونے کے

حباب ہوں مرا مسکن ہی سطحِ آب پہ ہے
مجھے تو سات سمندر نہیں ڈبونے کے

مری سرشت میں تھی زندگی سے بیزاری
ترے ستم تو بہانے تھے ہاتھ دھونے کے

اِدھر یہ کانپتے ہاتھ اور یہ ڈگمگاتے قدم
اُدھر وہ دل کے عزائم پہاڑ ڈھونے کے

Scanned by CamScanner

نہ بھولتے ہیں وہ منظر، نہ یاد آتے ہیں
عجیب تھے وہ سفر جاگتے میں سونے کے

یہی زمیں ہے تو پھر فصل کاٹنا کیسا
کٹیں گے ہاتھ گنہگار بیج بونے کے

نئے علوم خلاؤں میں راج کر لیں گے
مگر یہ دِل کے سمندر نہیں بلونے کے

Scanned by CamScanner

○

وہی ہے آنکھ، وہی شب ہے، خواب بدلا ہے
مٹا کہاں ہے ابھی اضطراب، بدلا ہے

نشہ فراق کا برسوں میں جا کے راس آیا
کشاں کشاں مرا ذوقِ شراب بدلا ہے

بدل گیا ہے زمانہ بہت، پہ کیا بدلا
یہی کہ حدِّ نظر پر سراب بدلا ہے

اِسے کبھی، کسی کروٹ، نہ مل سکا آرام
سدا عذاب سے دل نے عذاب بدلا ہے

Scanned by CamScanner

پلٹ پلٹ کے نئی اپنی بازگشت آئی
سوال کا مرے پیہم جواب بدلا ہے

بدل رہا ہے زمانہ لباس بے آہٹ
کہ دستِ شاخ میں جیسے گلاب بدلا ہے

حیات و موت ہماری نظر میں کچھ بھی نہیں
بس اِس قدر کہ ہوا نے حباب بدلا ہے

Scanned by CamScanner

○

غم و سرور زمانے پہ کارگر کیا ہے
بہت بسے، بہت اُجڑے مگر اثر کیا ہے

میں چلتا جاتا ہوں تحلیل ہوتا جاتا ہوں
کڑکتی دھوپ میں شبنم کا یہ سفر کیا ہے

زمین ہوں تو خزانے کہاں گئے میرے
درخت ہوں تو مری شاخ کا ثمر کیا ہے

ہزار آئنوں میں جیسے اِک کرن محبوس
نظر ہی کیا ہے مری، نقطۂ نظر کیا ہے

وہ آگ ہے کہ جو اُڑتا ہے جل کے گرتا ہے
فضا کا روگ ہے تقصیرِ بال و پر کیا ہے

Scanned by CamScanner

○

اپنے باطن کے چمن زار کو رجعت کر جا
دیکھ اب بھی روشِ دہر سے وحشت کر جا

اپنا چلتا ہوا بُت چھوڑ زمانے کے لئے
اور خود عرصۂ ایّام سے ہجرت کر جا

مانتا جس کو نہ ہو دل وہ عمل خود پہ گزار
جو فسانہ ہو اُسے چھو کے حقیقت کر جا

سر کٹایا نہیں جاتا ہے، تو کٹ جاتا ہے
بات اِتنی ہے کہ اِس کام میں سبقت کر جا

جاں سے آگے بھی بہت روشنیاں ہیں خورشیدؔ
اک ذرا جاں سے گزر جانے کی ہمت کر جا

Scanned by CamScanner

○

بے بسی اِس کو کہیں، یا کہیں ذوقِ ایثار
اپنی دھڑکن کو نمایاں نہیں کرتا دلِ زار

زیست کے چار طرف سنگِ خموشی کی فصیل
کسی جانب نہیں کھلتا کوئی بابِ اظہار

لڑکیاں قید ہیں سیلی ہوئی دیواروں میں
شاہزادہ کوئی آیا نہ کوئی شاہسوار

مکڑیاں تان کے بیٹھی رہیں روزنِ دل کے
کوئی سورج کی کرن اِن سے نہ گزری زنہار

Scanned by CamScanner

گونج کا زنگ لگا جاتا ہے محرابوں کو
لوٹ لوٹ آتی ہے محرومِ سماعت گفتار

ہے وہی طوقِ گلوٗ اور وہی زنجیرِ قدم
اور اُسی قوسِ مکرّر پہ رواں ہے پرکار

جانے اِس حبس میں کب موجِ ہوا نقب لگائے
جانے کب میان کی ظلمت سے رہا ہو تلوار

Scanned by CamScanner

○

ہوائے بے طرب و فصلِ بے ثمر گزری
ترے بغیر گزرنا ہی کیا، مگر گزری

شریکِ شورشِ دنیا ہوں اور سوچتا ہوں
کہ شمع بزمِ طرب سے بھی چشمِ تر گزری

نہ تھی پہاڑ سے کچھ کم مگر مصیبتِ عمر
ترے خیال میں گزری تو مختصر گزری

کوئی بھی کام نہ آیا شکستہ بالی میں
صبا بھی شاخِ نشیمن کو کاٹ کر گزری

Scanned by CamScanner

مری نگاہ نے خوابوں میں خود کو پہچانا
کہ جاگتے میں جو گزری وہ بے بصر گزری

زمانے بھر سے الگ ہو کے میں اُدھر کو چلا
جدھر جدھر سے مرے دل کی رہ گزر گزری

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

○

کنجِ لب و رخسار و دہن بھی ہے بڑی چیز
ظاہر کے مظاہر کی پھبن بھی ہے بڑی چیز

ہر سانس ترے قرب کی لذت سے ہے سرشار
اب روح نے مانا کہ بدن بھی ہے بڑی چیز

کچھ گل ہی پہ موقوف نہیں سحرِ بہاراں
مہکی ہوئی یہ خاکِ چمن بھی ہے بڑی چیز

اخلاص ترے دل میں نہیں بھی ہے تو کیا ہے
ملنے کا یہ بے ساختہ پن بھی ہے بڑی چیز

ہر چند ترے روپ کا اک عکس ہے لیکن
اے دوست مرا رنگِ سخن بھی ہے بڑی چیز

Scanned by CamScanner

○

مسافت کٹ چکی کب کی، مگر درپیش ہے دِل کو
سفر کے بعد اب یادِ سفر درپیش ہے دِل کو

قدم گو کارواں کے ساتھ ہیں پامال راہوں پر
مگر سب سے الگ اِک رہ گزر درپیش ہے دِل کو

نہ کر دیں نیم شب سے نیم جاں بے تابیاں اپنی
سوادِ شام سے شوقِ سحر درپیش ہے دِل کو

وہ منظر ایک لمحے کو رُکا پیشِ نظر لیکن
وہ اک لمحہ جو تھا اب عمر بھر درپیش ہے دِل کو

ہمیں جانے کہاں لے جائے گی آوارگی اِس کی
ہوا کی راہ، بادل کا سفر درپیش ہے دِل کو

Scanned by CamScanner

○

دل پر اثرِ دو حرفِ سادہ
افسون و طلسم سے زیادہ

دیکھا جو تجھے تو ہو گیا موم
پتھر پہ لکھا ہوا اِرادہ

دِل اُس کی طلب میں دشت در دشت
دن رات، عبث ہے پر کشادہ

واپس نہ کبھی پلٹ کے آیا
لمحہ، شطرنج کا پیادہ

Scanned by CamScanner

بے صرفہ ہیں منتشر جہاں میں
بے بادہ و جام، جام و بادہ

ہے کوئی کہیں، کوئی کہیں ہے
دشوار ہے ربط و اِستفادہ

ہیں صاحبِ عزم رہنِ آلام
جو چین سے ہیں وہ بے اِرادہ

القصہ ہے تار تار ہر سو
بکھرا ہوا زیست کا لبادہ

اُمید ہے اور رُو برو ہے
اِک لشکرِ بیم اِیستادہ

خورشید ہے اور شرق تا غرب
پھیلا ہوا آسماں کا جادہ

Scanned by CamScanner

○

دل وقفِ جراحت ہے، مگر رو نہیں سکتے
دامن میں بہت بیج ہیں پر بو نہیں سکتے

کیا خوفِ زیاں اُن کو جو خود کھوئے گئے ہوں
اب اِس سے سوا اور تو کچھ کھو نہیں سکتے

اِس دَور میں وہ لوگ کہاں جائیں خدایا
جو کانِ نمک میں بھی نمک ہو نہیں سکتے

ہر شخص کے ہاتھوں پہ ہیں پتھر کی لکیریں
جو کچھ کہ ہوا نقشِ جبیں دھو نہیں سکتے

خورشیدؔ ہے سرتا بہ قدم زخم و لیکن
ہم چھوڑ بھی اِس شخص حزیں کو نہیں سکتے

Scanned by CamScanner

○

بن میں جب آئے تو اپنی چاپ سے ڈرتے تھے ہم
شہر میں رہ کر بنوں کی آرزو کرتے تھے ہم

اب فرشتوں سے بھی مل کر سوئے ظن جاتا نہیں
خوب تھے وہ دن کہ اِک انساں کا دم بھرتے تھے ہم

رُوح سے مربوط تھا اُس کی صدا کا زیر و بم
پے بہ پے جیتے تھے ہم اور دَم بہ دَم مرتے تھے ہم

خوب تھے وہ دن کہ تھا وجہِ خود آزاری خلوص
دُوسروں کی تہمتیں بھی اپنے سر دھرتے تھے ہم

اَب کبھی سوچیں تو خود کو بھی یقیں آتا نہیں
اُس سنہرے دور میں کیا کیا، کیا کرتے تھے ہم

Scanned by CamScanner

○

مژہ سے اشک ڈھلیں، دل میں حسرتیں جاگیں
اِدھر سے گزروں تو سوئی محبتیں جاگیں

شکستِ دل کی صدا پے بہ پے سنائی دے
مٹی مٹی سی خیالوں میں صورتیں جاگیں

کتابِ درد کی گم کردہ آیتیں اُتریں
جہانِ شوق کی بھولی رِوایتیں جاگیں

یہی ہے ترکِ محبت؟ کہ ایک عمر کے بعد
ملے وہ اب بھی تو دِل میں شکایتیں جاگیں

Scanned by CamScanner

ہے تیری یاد وہ آئینۂ رُو برو جس کے
ہزار سال کی کھوئی رفاقتیں جاگیں

وہ سر کشیدہ چٹانیں، وہ چاندنی وہ سکوت
کہ دِل کی چاپ سے سینے میں ہیبتیں جاگیں

کبھی ملو تو چلیں پھر اُنہی پہاڑوں میں
کہ پتھروں پہ پرانی عبارتیں جاگیں

Scanned by CamScanner

○

سراغِ عمرِ رفتہ پا کے روئیں
پرانے راستوں پر جا کے روئیں

سہارا دے اگر کوئی تو ہم بھی
ہجومِ درد سے گھبرا کے روئیں

کسی دن اہلِ دُنیا سے بہت دُور
خدا کے بازوؤں میں جا کے روئیں

ہر اِک آغاز پر سو خواب دیکھیں
ہر اِک انجام پر پچھتا کے روئیں

Scanned by CamScanner

نوا ڈوبی ہوئی ہو سوزِ دِل میں
عزیزوں کو لہو رُلوا کے روئیں

بہت دِن سے یہ حسرت ہے کہ خورشید
کسی دِن خود کو تنہا پا کے روئیں

Scanned by CamScanner

○

سب سخن میں بھی نہ سمٹیں گے خزینے دِل کے
دفن دِل ہی میں رہیں گے یہ دفینے دِل کے

غرفۂ جاں میں دوبارہ کوئی آیا نہ گیا
ایک آہٹ کو ترستے رہے زینے دِل کے

یہ سیہ رات، یہ وحشت کدۂ تنہائی!
اور یہ آسیب کے مانند قرینے دِل کے

ایک چاپ، ایک صدا، ایک حنائی دستک
اور پٹ کھول دیے اُٹھ کے کسی نے دِل کے

Scanned by CamScanner

غمِ دُنیا، غمِ دیں، عشق و ہوس، جذب و خرد
ہر سمندر میں ہیں دو چار سفینے دِل کے

کیا قیامت ہے کہ وہ بھی تری تصویر نہیں
جس پہ اِک عمر لگے خون پسینے دِل کے

دستِ بیدادِ زمانہ سے بس اِتنی ہے طلب
قتل کر لے مگر انداز نہ چھینے دِل کے

لے کے آیا ہوں ترے پاس فقط گردو غبار
رنگ سب چھین لیے دربدری نے دِل کے

میرا معیارِ سخن تیری پذیرائی ہے
تو نہ پہنے تو ہیں جھوٹے یہ نگینے دِل کے

Scanned by CamScanner

○

لوگ کیا بن جائیں، باطن کا کہا مانیں اگر
معجزے ہو جائیں، جی میں معجزے ٹھانیں اگر

ہم ہیں اِس گھر میں تو اِس کو پوچھتا کوئی نہیں
اِک جہاں ٹوٹے یہاں سونے کی ہوں کانیں اگر

حسبِ حال اِک خامشی تصویر خانے میں رہے
خوب ہو مٹّی کے پُتلوں میں نہ ہوں جانیں اگر

خاکساری پر ہیں کیا کیا اہلِ دُنیا کے سلوک
کیا قیامت ہو، ہم اپنی قدر پہچانیں اگر

Scanned by CamScanner

اہلِ دل اہلِ جہاں کے غم میں ہیں کیوں دل فگار
میں اِنہیں درسِ خموشی دُوں، مری مانیں اگر

ہیں یہی منصف تو میرے قتل ہو جانے کے بعد
کیا تعجب ہے مجھے قاتل بھی گردانیں اگر

ہے رَوا خورشیدؔ اُن کھوئے خزانوں کے لیے
ہم سرِ گورِ غریباں خاک بھی چھانیں اگر

Scanned by CamScanner

ظاہر میں سرِ دہر سبک سر بھی رہے ہم
پر باطنِ ایّام کو ازبر بھی رہے ہم

تو لاکھ گریزاں تھی، پر اے عمرِ گریزاں
الزامِ مجسم تھے ترے سر بھی رہے ہم

پھولوں کی طرح شاخ سے پھوٹے بھی کئی بار
رنگوں کی طرح خاک میں مضمر بھی رہے ہم

خوشبو نہیں ٹھہری کوئی جلوت کی فضا میں
خلوت میں جو بیٹھے تو معطّر بھی رہے ہم

Scanned by CamScanner

ڈھونڈا ہی کیے ہم کو، ہمیں دیکھنے والے
اندھوں کو شب و روز میسّر بھی رہے ہم

گوہر بھی کہا، چند شناساؤں نے ہم کو
اور جادۂ ایّام پہ پتھر بھی رہے ہم

خورشیدؔ! سرِ دار و رسن ہی سہی لیکن
اُس شوخ کے قامت کے برابر بھی رہے ہم

Scanned by CamScanner

○

وہ دن جب ایک ایک روِش پہ سو سو روشن آنکھیں تھیں
اُس دن باغ کے اِک گوشے میں کیا من موہن آنکھیں تھیں

قید و سلاسل ہوتے تو ہم کب کے توڑ کے جا چکتے
قید و سلاسل کچھ بھی نہیں تھے پیار میں بندھن آنکھیں تھیں

اب تک، آنکھوں میں پھرتا ہے دن وہ تیری جدائی کا
پت جھڑ پت جھڑ دل کا آنگن ساون ساون آنکھیں تھیں

یاد ہے ہم کو وہ دِن جب ہم تیری گلی سے گزرے تھے
چلمن چلمن سرگوشی تھی، روزن روزن آنکھیں تھیں

Scanned by CamScanner

لاکھ ادائیں پاؤں پڑیں ہم رُوپ نگر میں نہ ٹھہریں گے
کیا کیا جی میں ٹھانی تھی، پر ساتھ یہ بیرن آنکھیں تھیں

دست و گریباں تھیں ماتھے پر موجیں ظاہر و باطن کی
چہرے سکھ کا سوانگ رچائے دکھ کا درپن آنکھیں تھیں

کیا بتلائیں دیکھا ہم نے سپنے میں کل کیسا رُوپ
ایسا رُوپ کہ اِک دوجے کی بیرن سوکن آنکھیں تھیں

Scanned by CamScanner

○

جدا جو تم سے نظر ایک پل ہوئی ہوتی
شبِ وصال میں کیا کیا غزل ہوئی ہوتی

جو پاؤں ٹوٹ گئے آ کے منزلوں کے قریب
اُنہی کے ساتھ تمنا بھی شل ہوئی ہوتی

دلِ تباہ کو حسرت سے دیکھنے والے
یہی نگاہ اگر برمحل ہوئی ہوتی

پہیلی زندہ ہے اِبہام کے وسیلے سے
کسی کو یاد نہ رہتی جو حل ہوئی ہوتی

Scanned by CamScanner

نہ جانے آج تلک زندگی کا کیا ہوتا
وہ واردات اگر آج کل ہوئی ہوتی

شبِ فراق کی، کوتہ نصیبیاں خورشیدؔ
کسی کی زلفِ مسلسل کا بل ہوئی ہوتی

Scanned by CamScanner

○

کچھ یقیں بھی آ چلا وہم و گماں کے ساتھ ساتھ
چل پڑی جوئے رواں، ریگِ رواں کے ساتھ ساتھ

نام لیتے ہی ترا، سینے میں سیلاب آ گیا
تو تہ دِل میں بھی ہے نوکِ زباں کے ساتھ ساتھ

ڈوبنے دیں گے نہ اب اِس دِل نشیں مہتاب کو
ہم بھی گردش میں رہیں گے آسماں کے ساتھ ساتھ

بہ رہا ہے دِل کسی کاغذ کی ناؤ کی طرح
ہوں سرِ ساحل رواں، آبِ رواں کے ساتھ ساتھ

Scanned by CamScanner

بڑھتا جاتا ہے مری انجام بینی کے سبب
خوفِ تنہائی ہجومِ دوستاں کے ساتھ ساتھ

دِل کی تنویریں کجا، لفظوں کی تصویریں کجا
کھل گیا عجزِ بیاں، طرزِ بیاں کے ساتھ ساتھ

جانے یہ اُلفت ہے یا بے اعتمادی ہے کہ لوگ
رات دِن پھرتے ہیں اپنے رازداں کے ساتھ ساتھ

ہو سکے خورشیدؔ تو کچھ یوں بسر کر جایئے
دِل خدا کے ساتھ ہو، پیکر جہاں کے ساتھ ساتھ

Scanned by CamScanner

○

کون دیکھ پائے گا جوہرِ نہاں دِل کا
رائگاں ہی جائے گا گنجِ شائگاں دِل کا

رنگِ محفل ایسا ہے دل بھی کم دھڑکتا ہے
ورنہ یوں تو حق ٹھہرا نالہ و فغاں دِل کا

چار سمت استادہ، تن کی چاردیواری
اور اُس کے بیچوں بیچ ڈولتا مکاں دِل کا

اپنی رزمگہ میں دِل آپ مردِ میداں ہے
اور کون اُٹھاتا ہے قرعۂ گراں دِل کا

شش جہاتِ دُنیا دل کی کب سمائی تھی
اپنی اِک زمیں دِل کی، اپنا آسماں دِل کا

Scanned by CamScanner

سوگوار لگتی ہے چشمِ سرمگیں اُس کی
جیسے اُس کی چوکھٹ میں آ لگا دُھواں دِل کا

وقت اُڑتا جاتا ہے، زرد پڑتا جاتا ہے
شاخسارِ ماضی پر سبز آشیاں دِل کا

جو فقط دلائل کے تار و پود سے اُبھرے
اُس یقیں سے بہتر ہے دوستو، گماں دِل کا

ہیں خیال و خواب و خوں، سب طواف میں اِس کے
مثلِ سنگِ کعبہ ہے، سنگِ آستاں دِل کا

دل سے حرفِ حق اکثر پھوٹتا تو ہے لیکن
زور توڑ دیتی ہے لغزشِ زباں دِل کا

اب کہاں ہے سینوں میں وہ دفینۂ پر سوز
اب تو ایک تہمت ہے نامِ بے نشاں دِل کا

Scanned by CamScanner

○

(بیادِ مجید امجد)

پلٹ کے صبح کا سورج تو روز آئے گا
مسافرِ ''شبِ رفتہ'' کبھی نہ پلٹے گا

اُسی کی دیکھتے ہیں راہ سب جو کہتا تھا
''میں جب اِدھر سے نہ گزروں گا کون دیکھے گا''

وہ اِک درخت کہ تھا دوسروں پہ سایہ فگن
اب اُس کی طرح تمازت کو کون جھیلے گا

نظر پہ کس کی وہ اسرار منکشف ہوں گے
زباں سے کس کی لہو شعر بن کے ٹپکے گا

Scanned by CamScanner

وہ لہجہ جس میں رچی تھیں مسافتیں لاکھوں
اب اُس تھکے تھکے لہجے میں کون بولے گا

وہ ایک نافہ کہ ہے آدمی کے باطن میں
اب انجمن میں گرہ اُس کی کون کھولے گا

غروبِ تابش امجؔد کے بعد اب خورشید
کہاں وہ ذہن کہ جو ان کہی کو سمجھے گا

Scanned by CamScanner

○

(بیادِ مجید امجد)

ہوئے چمن میں مرے ترجماں گلاب کے پھول
لہو میں غرق، تبسّم کناں گلاب کے پھول

میں اِن کے ساتھ خزاں میں بکھرتا جاتا ہوں
اُڑا رہے ہیں مری دھجیاں گلاب کے پھول

جس انجمن میں کہ تھا کاغذی گلوں کا چلن
اُس انجمن میں جلے رائگاں گلاب کے پھول

ہمیں تو حسنِ نظر کا جنون ہے، ورنہ
کہاں یہ ریگِ رواں اور کہاں گلاب کے پھول

Scanned by CamScanner

میں جانتا ہوں انہیں زخمِ تازہ کا فرمان
وہ بھیجتے ہیں مجھے ارمغاں گلاب کے پھول

کوئی سنے تو خموشی ہے گفتگو اِن کی
کہ صد زباں بھی ہیں یہ بے زباں گلاب کے پھول

دُعائیں کاوشِ امجد کو دیجیے خورشید
ہیں جس کے فیض سے نکہت فشاں گلاب کے پھول

ترے سخن میں رہے تا ابد گلوں کی مہک
''تری لحد پہ کھلیں جاوداں گلاب کے پھول''

Scanned by CamScanner

○

احساس کی تہوں میں جو موجِ قلق چلے
قرطاس پر زبانِ قلم ہو کے شق چلے

ہے دہر کی نہاد ہی سرگشتۂ رسوم
حق کو بھی ایک رسم بنائیں تو حق چلے

کب تک بچا بچا کے رکھوں اِک نگہ کی یاد
مانگے کی زندگی کی کہاں تک رمق چلے

اُس کے نقوشِ پائے حنا بستہ دیکھ کر
مٹی پہ آسماں سے اُتر کر شفق چلے

Scanned by CamScanner

ہم جس کو پڑھ رہے ہیں دبستانِ عشق میں
فرہاد و قیس سے نہ وہ تازہ سبق چلے

مشکل ہے ضبطِ سیل سخن بسکہ دوستو
سی لوں اگر لبوں کو تو چھاتی تڑق چلے

جو لب پہ نیم شب تہِ دل سے نکل کے آئے
وہ بات سینہ سینہ ورق در ورق چلے

ہستی ندامتوں کے دو آبے میں ڈوب جائے
آنکھوں سے اشک اور جبیں سے عرق چلے

خورشیدؔ کہہ گزر یہ سخن گسترانہ بات
دیکھیں کسی سے گر یہ زمینِ ادق چلے

Scanned by CamScanner

○

ملتا ہی نہیں درد کا پیکر کوئی مجھ سا
آئینے میں اِک شخص ہے کمتر کوئی مجھ سا

ایمان بھی تنہا ہے مرا کفر بھی تنہا
مومن کوئی مجھ سا ہے نہ کافر کوئی مجھ سا

ہے کون جو اِس ابر کے پردے میں رواں ہے
دیوانہ ہے دیوانہ سراسر کوئی مجھ سا

کہسار کے دامن میں ملاتا ہے نہاں کون
آواز سے آواز برابر کوئی مجھ سا

Scanned by CamScanner

لینے نہیں دیتا کسی کروٹ مجھے آرام
اِک شخص، ہٹیلا، مرے اندر کوئی مجھ سا

میں ٹوٹتا تارا ہوں نظر مجھ سے ملا لو
پھر کاہے کو دیکھو گے مکرّر کوئی مجھ سا

آئینہ ہوں اور چہرۂ خورشید پہ وا ہوں
ہو گا کہیں قسمت کا سکندر کوئی مجھ سا

Scanned by CamScanner

○

ہر چند انجمن میں ہوں، تنہائیوں میں ہوں
دو زور سے صدا کہ میں گہرائیوں میں ہوں

اب تک اُسی طلسمِ مکرّر میں قید ہوں
اب تک تری بنائی ہوئی کھائیوں میں ہوں

کوئی تو ہو کہ جو مرا شیرازہ بند ہو
بکھرا ہوا خیال کی پہنائیوں میں ہوں

مدّت کے بعد آئینے سے گرد جھاڑ کر
کچھ دِن سے اب خود اپنی پذیرائیوں میں ہوں

جب انجمن میں تھا تو میں تنہا تھا اور اب
تنہا ہوں اور انجمن آرائیوں میں ہوں

Scanned by CamScanner

○

کچھ قطار اندر قطار ایسی ہوئی تو فیرِ گُل
پڑ گئی موجِ صبا کے پاؤں میں زنجیرِ گُل

رات پھر دِل میں ترا رُوئے حسیں تھا جلوہ ریز
شعلہ زن تھی سبزی اوراق میں تصویرِ گل

موجۂ بادِ صبا کی لوح، شبنم کے حروف
کس نزاکت سے مشیت نے لکھی تقدیرِ گل

بڑھ رہا ہے دم بہ دم ذوقِ جگر کاوی مرا
ہو رہی ہے شاخ کے اندر کہیں تعمیرِ گل

اہلِ گلشن کے شبستاں میں نہیں شعلے کو دخل
یا چراغِ کرمکِ شب تاب یا تنویرِ گل

Scanned by CamScanner

○

ترک کریں لب کھولنا
چھوڑ دیں ہنسنا بولنا

دُنیا ساری بِس بھری
کیا اِس میں رَس گھولنا

آنسو تو انمول ہے
آنسو کا کیا تولنا

تو ہے پری خیال کی
دِل ہے اُڑن کھٹولنا

Scanned by CamScanner

اپنا بھی کیا کام ہے
لہجے میں خوں گھولنا

پھونک کے اپنے آپ کو
راکھ سے موتی رولنا

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

○

کھو گئی دُور کہیں بانگِ درا، ڈھونڈ کے لائیں
دشتِ ماضی میں چلیں، اپنا پتا ڈھونڈ کے لائیں

اب بھی صحرا میں ہو شاید وہ امانت باقی
وہی گم گشتہ نشانِ کفِ پا ڈھونڈ کے لائیں

میں اُسے رُوٹھ کے جانے تو دُوں لیکن کیسے
جب ذرا اُٹھ کے چلا، دل نے کہا، ڈھونڈ کے لائیں

ہاتھ ملتے ہوئے مٹی میں اَٹے لوٹ آئے
خاک ہی خاک ہے اِس خاک سے کیا ڈھونڈ کے لائیں

Scanned by CamScanner

تو اگر شکر کا رَب ہے تو پھر اے ربِّ کریم
کیا شکایت کو کوئی اور خدا ڈھونڈ کے لائیں

تپشِ دہر میں سایہ نہیں ملتا کوئی
پھر وہی دوشِ محمدؐ کی رِدا ڈھونڈ کے لائیں

Scanned by CamScanner

نظمیں

Scanned by CamScanner

نیلے پہاڑ

پھر بلاتے ہیں مجھے نیلے پہاڑ
دُور اُفق پر آسمانوں سے ملے
سبز پیڑوں کی قطاروں سے پرے
پا پیادہ گاؤں کی جانب رواں
سادہ دِل انجان بُڑھیا کی طرح
بادلوں کی گٹھریاں سر پر رکھے
پھر بلاتے ہیں مجھے نیلے پہاڑ

جانے کب قدموں کی زنجیریں کٹیں
جانے کب رستے کی دیواریں ہٹیں

Scanned by CamScanner

قفل ٹوٹیں حاضر و موجود کے
جانے کب بادل کے رَتھ پر بیٹھ کر
بجلیوں کے تازیانے مارتا
بارشوں کے پانیوں میں بھیگتا
میں اُڑاؤں آندھیوں کے راہوار
پھر بلاتے ہیں مجھے نیلے پہاڑ

Scanned by CamScanner

ایک خواب

ساتھ اگر تم ہوں تو پھر ہم
ہنستے ہنستے ، چلتے چلتے،
دُور آکاش کی حد تک جائیں
کالی کالی سی دلدل سے
تپتا تانبا پھوٹ رہا ہو

مکڑی کے جالے کا فیتہ
کاٹ کے ہم اُس باغ میں جائیں
جس میں کوئی کبھی نہ گیا ہو

کو کنار کے پھول کھلے ہوں
بھونرے اُن کو چوم رہے ہوں
پتھر سے پانی چلتا ہو

Scanned by CamScanner

میں پانی کا چُلّو بھر کر
جب ماروں چہرے پہ تمہارے
پہلے تم کو سانس نہ آئے
اور پھر میرے ساتھ لپٹ کر
ایسے چھوٹے دھار ہنسی کی
جیسے چشمہ پھوٹ رہا ہو

Scanned by CamScanner

پہچان

کہیں تم ملو تو
مسائل کو اُلجھا ہوا چھوڑ کر ہم
علائق کی زنجیر کو توڑ کر ہم
چلیں اور کنجِ چمن میں کہیں
سایہء تاک میں بیٹھ کر
بھولے بسرے زمانوں کی باتیں کریں
اور اِک دُوسرے کے خدوخال میں
اپنے کھوئے ہوئے نقش پہچان کر
محوِ حیرت رہیں
اور نرگس کی صورت
وہیں جڑ پکڑ لیں

Scanned by CamScanner

درختو!

درختو! تم سے ملنے کی گھڑی جانے کب آئے گی
پلٹ کر پھر وہ فصلِ دوستی جانے کب آئے گی

درختو! میں جہاں کے جال میں اُلجھا ہوا طائر
اُلجھتا جا رہا ہوں اور' جتنا پھڑ پھڑاتا ہوں'
وہ اِک بوڑھا شکاری جس کے ہاتھوں میں درانتی ہے
وہ جس کی مُٹھّیوں میں بند قسمت کے نوشتے ہیں
اُسی کی چاپ سے اُمید بھی ہے وسوسے بھی ہیں
درختو! جانے میرے حق میں اُس کا فیصلہ کیا ہو

Scanned by CamScanner

درختو! روزنوں سے جال کے، اکثر نظر میری
تمہارے سبز لرزاں ہاتھ کی جنبش پہ پڑتی ہے
خدا جانے یہ شوقِ وصل ہے یا رمزِ رخصت ہے
وداعِ واپسیں ہے یا گلے لگنے کی حسرت ہے
پلٹ کر آ سکوں گا پھر کبھی میں آشیانے میں
کہ مر جاؤں گا بوڑھی مُٹھّیوں کے قید خانے میں
درختو! تم سے ملنے کی گھڑی جانے کب آئے گی

Scanned by CamScanner

جست

مرا حال یہ تھا
زمستاں میں جب برف زاروں میں چلتے ہوئے
گرسنہ بھیڑیوں کی قطاریں گزرتیں
تو میں کپکپاتا
یہ جی چاہتا، عرصۂ زیست کو چھوڑ کر
کوہساروں کے اُس پار ڈیرہ لگالوں
اِدھر، میرے جاتے ہی برفیں پگھل جائیں
گرُگانِ بے مہر میرے نقوشِ قدم سونگھ کر مجھ تک آنے نہ پائیں

مگر اب تو جیسے
مری رُوح میں کوئی چیتا سا انگڑائیاں لے رہا ہے
یہ جی چاہتا ہے
کہ گُرگ آشتی کی سبھا جب لگے
میں بھی تصویر جیسی کھلی آنکھ لے کر

—— جو ہرگز جھپکتی نہ ہو ——

غار کے وسط میں آن بیٹھوں
اور اِن میں سے جس جس کی آنکھیں جھپکتی چلی جائیں
وہ لحظہ مرا رزق ہو
میں اُسے پارہ پارہ کروں

Scanned by CamScanner

طلوع¹

میں بطنِ ماہی کے گھُپ اندھیرے میں
بے بصر تھا
کبھی گریباں میں جھانکتا تھا
تو اپنے اندر بھی بحرِ ظلمات کے تلاطم کی چاپ سنتا

اچانک اِک روز جب لرزتی ہوئی سپیدی کا تار
حدِّ نظر پہ اُبھرا
تو لب پہ دیوانہ وار چیخیں کچھ ایسے آئیں
کہ جیسے اِک عمر سے بھٹکتے ہوئے سفینے کے
ریش و ناخن دراز ملاح
دُور کے پانیوں میں لٹکی

Scanned by CamScanner

زمیں کی بھوری زبان دیکھیں
تو گنگ ہونٹوں میں جان پڑ جائے

غرض کہ اب شپّروں سے، بُوموں سے، میرا وقتِ فراق آیا
کہ میرے باطن کے گھپ اندھیرے میں لحظہ لحظہ
عقاب کی آنکھ کھل رہی ہے
اور اُس کے روزن سے
صبح کی سیمگوں فضاؤں میں
میں، تذروؤں کو محوِ پرواز دیکھتا ہوں

Scanned by CamScanner

آخری فیصلے کا عذاب

پہاڑ پر میں کھڑا ہوا ہوں
چہار جانب یہ تیرگی جو اُمڈ رہی ہے
مرا تذبذب بڑھا رہی ہے

پہاڑ کے اِک طرف ہیں تا دُور پیچ و خم ہاتھ کی لکیریں
کہ جن پہ زرد اور سیاہ رنگت کی چیونٹیاں کلبلا رہی ہیں
سیاہ اژدر، فلک کی جانب اٹھائے نتھنے
سیاہ انفاس کے دھوئیں سے فضا میں کالک ملا رہے ہیں
دھوئیں کے اِن بادلوں کے نیچے
لرزتے رنگوں کی جھلملاہٹ
کہ جیسے خوش رنگ، کانچ کے جگنوؤں کا چھینٹا

Scanned by CamScanner

پہاڑ کے دوسری طرف

سبز پوش ڈھلوان ــــــ دیودار اور چیڑ کی محفلیں
جڑی بوٹیوں کے مسکن
پہاڑ کے اِس طرف بھی جگنو
اصیل جگنو۔
یہ بوٹیاں جو اُمڈتی تاریکیوں کے پردے میں
سانپ کے من کی طرح سے جگمگا رہی ہیں
اِنہیں کسی نے چھوا نہیں ہے
اگر مرے پاؤں اِن میں جائیں
تو پہلی پگڈنڈیاں بنائیں

مگر یہاں کی اچھوتی سرسبزیوں میں
کیسی خموش، کتنی عمیق ہیبت ہے
جس سے دل، آپ اپنی دھڑکن سے ڈر کے سینے میں سہم جائے

غروب ہونا ہے مجھ کو
میں اِس پہاڑ کی کس جہت میں ڈوبوں ــــــ؟

Scanned by CamScanner

سبز سے سفید میں آنے کا غم

نظر اُٹھاؤں
تو سنگِ مرمر کی کور، بے حس
سفید آنکھیں
نظر جھکاؤں تو شیرِ قالین گھورتا ہے
مرے لیے اِس محل میں آسودگی نہیں ہے
کوئی مجھے اِن سفید پتھر کے گنبدوں سے رہا کرائے
میں اِک صدا ہوں
مگر یہاں گنگ ہو گیا ہوں
مرے لیے تو
اُنہیں درختوں کے سبز گنبد میں شانتی تھی
جہاں مری بات گونجتی تھی

Scanned by CamScanner

چُھٹّی کے دِن دفتر میں پھول

چھ دن کاغذ کا پیراہن پہنے گزرے
بہری، اندھی فریادوں کی بھیڑ میں گھنے گھنے گزرے

آج تو اپنے آپ میں آئیں
پھول بنیں مہکیں مسکائیں
ہرے بھرے پیڑوں میں سن کر مست ہوا کی تھاپ
دُور دُور تک کہیں نہیں ہے کاغذ کے چلنے کی چاپ

سات دنوں میں ایک یہ دن ہے اپنے آپ میں آنے کا
ہنسنے کا مسکانے کا

Scanned by CamScanner

بھونروں سے نین ملانے کا
کل پھر کاغذ ہو جائیں گے
بہری اور اندھی فریادوں کی اِک بھیڑ میں کھو جائیں گے
آج تو اپنے آپ میں آئیں

Scanned by CamScanner

دُھند اچھی ہے

دُھند اچھی
ہے
مرے ذہن کی ہم زاد ہے دُھند
دُھند اچھی
ہے
ہر اک جبر سے آزاد ہے دُھند

دُھند میں ڈوبے ہوئے خار و گُل و سنگ و زُجاج اچھے ہیں
ایک ابہام میں تحلیل ہوئے جاتے ہیں منظر سارے
پردۂ ذہن پہ کجلائے ہوئے شہر کی تصویر ہے دُھند
خواب میں دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر ہے دُھند

ہاں مگر دُھند کے اُس پار چمکتا سورج
تُند خو، شعلہ نفس، ہو نکتے مرکب پہ سوار
اپنی ہیرے کی کنی ایسی اَنی لے کے بڑھا آتا ہے

Scanned by CamScanner

شگوفے

میں سوچتا ہوں خدا جانے کتنے دل تھے جنہیں
لہو میں گھُل کے بھی آنکھوں کا راستہ نہ ملا
نہ جانے کتنے جگر غم کے تیر کھا کھا کر
وفورِ درد سے پتھر ہوئے پگھل نہ سکے

نہ جانے کتنے حسیں کارواں شگوفوں کے
ہزار قافلۂ رنگ و بو جلو میں لیے
سمندِ ذوقِ نمو پر سوار شعلہ بجاں
اِسی طلب میں کہ ہستی کا پیرہن مل جائے
ضمیرِ شاخ میں جل بجُھ گئے نکل نہ سکے

Scanned by CamScanner

اِنہیں شگوفوں کے زُمرے میں وہ خیال بھی ہیں
جو میرے سینے کی ہر موجِ خوں میں غلطاں ہیں
مگر جو میری تنگ ظرفئ زباں کے سبب
ہنوز پیکرِ حرف وصدا میں ڈھل نہ سکے

Scanned by CamScanner

چند لمحے

چند لمحے جنہیں اِک لغزشِ پا نے میری
کہیں ماضی کے اندھیروں میں کچل ڈالا تھا
چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح لہرا کر
میرے احساس کے ہر گوشے پہ چھا جاتے ہیں
میری آنکھوں سے مئے خواب اُڑا جاتے ہیں
رات بھر کے لیے دیوانہ بنا جاتے ہیں

خون ہو جاتا ہے جب سوزشِ پنہاں سے بھڑکتا ہوا دل
تیرنے لگتا ہے رگ رگ میں لہو ہو کے دھڑکتا ہوا دل
کپکپاتے ہوئے ہونٹ
تھرتھراتی ہوئی نبض
ٹمٹماتے ہوئے آنکھوں کے دیے
گود میں سیلِ فراواں کو لیے
ایسی حالت میں کوئی کیسے جئے، کیسے جئے؟

Scanned by CamScanner

پا بہ گِل سر بفلک

آج کا دن بھی اُسی اپنی روش پر گزرا
آج کی شب بھی اُسی اپنے قرینے پہ ڈھلی
آج بھی کم نہ ہوئی سوزِ دروں کی تگ وتاز
دیکھ کر چاند ستارے — مرا ذوقِ پرواز
میرے ٹوٹے ہوئے شہپر سے اُلجھتا ہی رہا
پا بہ گِل سر بفلک ہے مری ہستی کا شجر
میں بلندی میں سمانے کو ہُمکتا ہی رہا

ہے اُدھر عرشِ بریں میرے تجسّس کا ہدف
اور اِدھر فرشِ زمیں میرا عناں گیر بھی ہے
نہ اُمنگوں سے رہائی نہ شکستوں سے فرار
یعنی اِس پاؤں میں چکر بھی ہے زنجیر بھی ہے

Scanned by CamScanner

دُعائے نیم سنگ

میں اُس جہانِ طلسم میں ہوں
جہاں ہزاروں ہی شاہزادوں نے
مڑ کے دیکھا ہے
اور پتھر کے ہو گئے ہیں

کمر کمر میں بھی سنگ بستہ
مقامِ اعراف میں کھڑا ہوں
چلوں تو مُردوں کی بے حسی ہے
تھموں تو زندوں کی بے کلی ہے
مگر مرا دل دھڑک رہا ہے
مگر مری آنکھ میں نمی ہے

Scanned by CamScanner

مگر مرے ارد گرد پتھر کے شاہزادے ہیں
جن کے سنگیں لبوں پہ عیّار سامری نے
وہ ایک پتھر کی مسکراہٹ تراش دی ہے
جو دائمی ہے
یہ ہنس رہے ہیں
بہشتِ غفلت میں بس رہے ہیں
یہ بے تاثّر جبین اِن کی
مثالِ سنگِ مزار، پتھر کی ہو چکی ہے
دلوں سے آنکھوں تک آنے والی
وہ اِک رگِ اشک بار، پتھر کی ہو چکی ہے

اب اِس سے پہلے کہ میرے ہاتھوں میں بھی رگِ سنگ دوڑ جائے
میں ہاتھ اُٹھاؤں
''خدائے قدّوس! بھیج اُس مردِ منتظر کو
جو ہم پہ آبِ حیات چھڑکے''

Scanned by CamScanner

دل کو جانے....

دل کو جانے یہ دُھن کیا ہے
دُنیا سے الگ ہو جانے کی
اپنے اندر کھو جانے کی
دل کو جانے یہ دُھن کیا ہے

رستوں پہ کبھی پھرتے چلتے
لوگوں سے کبھی ملتے جلتے
چپکے سے کان میں کہتا ہے
جو کچھ ہے خواب ہے دھوکا ہے
چل دُور کہیں تنہائی میں
میں اور تو مل کر سوچیں گے
تدبیر کوئی ' اِن خوابوں میں
تعبیر کوئی ہو جانے کی
دل کو جانے یہ دُھن کیا ہے

Scanned by CamScanner

چل اے دل آسماں پر چل

چل اے دل آسماں پر چل
وہاں سے چل کے اس پُرشور بزمِ ہست کو دیکھیں
بلند و پست کو دیکھیں
زمیں کی سرنگونی آسماں سے کیسی لگتی ہے
پہاڑوں کی سرافرازی وہاں سے کیسی لگتی ہے
کفِ دست جہاں کی پیچ و خم ریکھائیں کیسی ہیں
جو تیری راہ کا پتھر ہیں وہ کٹھنائیں کیسی ہیں
چل اے دل آسماں پر چل

Scanned by CamScanner

دل تو اب یہ چاہتا ہے

دل تو اب یہ چاہتا ہے
رشتہ سب سے توڑ کے
دنیا سے منہ موڑ کے
جا نکلے اُس اور
جہاں چلے نہ کوئی زور

کوئی نفی ہو اور نہ کوئی اثبات
دُور دُور تک دِیے جلائیں
کِھلتے پھول ——— اور راس رچائیں
جھومتے جھونکے، دفیں بجاتے پات
اور مرے ٹھنڈے شانے پر
خوشبو ایسا اِک نادیدہ ہات
پاگل دل تو اب یہ چاہتا ہے

Scanned by CamScanner

ڈوبتے سورج کا خود کلامیہ

چلو خورشید اُتر جائیں پسِ کہسارِ گم نامی
ڈبو دیں جھیل کے پانی میں اپنی زرد پیشانی
ملیں مٹی بدن پر جھیل کے پاتال سے لے کر
کہ جس کی سوندھ سے بیتے دنوں کا واہمہ پلٹے
درختوں کی جڑوں میں رکھ کے سر، سبزے میں کھو جائیں
سُنیں چڑیوں کا پیہم شور کرنا شاخساروں میں
چراگاہوں میں ننھی تِتلیوں کی خوش دِلی دیکھیں
پسِ مژگاں مچلتے آنسوؤں کی بے کلی دیکھیں
جو بے اذنِ روانی آنکھ سے دامن تک آ جائیں
اور اُن کے آئنوں میں حافظہ کھویا ہوا پلٹے
ہوا کی زد پہ لائیں جسم اپنا، پیرہن اپنا
بسی ہے جس میں بوئے ناگوار اوجِ وجاہت کی
چلو خورشید اتر جائیں پسِ کہسار گم نامی
کہ ہم کو خوش نہیں آتی فضا افلاک شہرت کی

Scanned by CamScanner

قربِ قیامت

یہ چڑیا جو پنکھے سے ٹکرا گئی ہے
اسے تو فقط آشیانہ بنانے کی دُھن تھی
اسے وقت کی پیٹھ سے لاکھ، دو لاکھ سالوں کے گرنے کا اندازہ کب تھا
اسے کیا خبر تھی
وہ سر سبز ایّام مرجھا چکے ہیں
وہ انساں سے پہلے کے شاداب جنگل
جہاں گھونسلوں اور اُڑانوں کے مابین
دھاتوں کی پرّاں فصیلیں نہیں تھیں

عقابوں کے پر آج بھی سرسرائیں
تو معصوم چڑیوں کے دل سہم جائیں
مگر ان کو معلوم کیا ہے
کہ قُربِ قیامت کے آثار پیدا ہیں
بے جان لوہے کو پر لگ گئے ہیں

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

فیصلہ

اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں
اجنبی پھر نہ کوئی درپئے آزار آ جائے
ایک دستک میں مری ساری فصیلیں ڈھا جائے
اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں

ایک اہرام نہ چن لوں صفت دودِ حریر
کوئی آئے تو بس اک گنبدِ در بستہ ملے
رازِ سربستہ ملے
لاکھ سر پھوڑے صدا کوئی نہ مجھ تک پہنچے
قاصدِ موجِ ہوا کوئی نہ مجھ تک پہنچے
اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں

Scanned by CamScanner

سارے اندیشے مگر ایک طرف
ایک طرف تیری اُمید
جانے کس وقت اِدھر تیری سواری آ جائے
اجنبی لاکھ کوئی میری فصیلیں ڈھا جائے
مجھ کو دیوار میں دروازہ لگانا ہوگا

Scanned by CamScanner

محاسبہ

ہوا کہیں نام کو نہیں تھی
اذانِ مغرب سے دن کی پسپا سپاہ کا دل دھڑک رہا تھا
تمام رنگوں کے امتیازات مٹ چکے تھے
ہر ایک شے کی سیہ قبا تھی

جگہ جگہ بام و در کے پیکر
اُفق کے رنگین چوکھٹے میں
مثالِ تصویر جم گئے تھے
شجر حجر سب کے سب گریباں میں سر جُھکائے
محاسبہ کر رہے تھے دن بھر کے نیک و بد کا
طویل قامت حزیں کھجوریں
کٹی ہوئی ساعتوں کے ماتم میں
بال کھولے ہوئے کھڑی تھیں

Scanned by CamScanner

نشیمنوں کو پلٹتے طائر
کچھ ایسے تھم تھم کے اُڑ رہے تھے
کہ صفحۂ آسماں پہ گویا
سرابِ پرواز بن گئے تھے

اِدھر مرا دِل
دھڑک دھڑک کر
عجیب عبرت بھری ندامت سے سوچتا تھا
کہ آج کا دن بھی کٹ گیا ہے

Scanned by CamScanner

ہم زاد
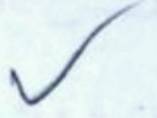
میں آج دفتر میں صبح پہنچا
تو اِک نیا زرد زرد چہرہ نظر پڑا
جس کو دیکھتے ہی
معاً مرے دل میں اِک دریچہ کھلا
اور اُس کے عقب سے
اُس زرد شکل کی ہم شبیہ
اک سُرخ شکل اُبھری ——
شریر، گستاخ، بے تکلّف ——
اُبھر کے میرے قریب آئی

قریب آ کر
نظر ملا کر
وہ کھلکھلا کر ہنسی

Scanned by CamScanner

اور اپنے شریر پوروں سے
میرے کالر کی سختیاں پائمال کر دیں
سفید بالوں کے پیچ وخم میں
سیاہیوں کی لکیر کھینچی
نگاہ سے سب خشونتیں
اور جبیں سے سب سلوٹیں مٹا دیں
مجھے دریچے سے لے کے نکلی

طویل راہوں پہ
سبزہ زاروں میں
لہلہاتے حسین کھیتوں میں
چاند تاروں میں پھر رہی تھی
کہ جب اچانک
دریچۂ دل کے بند ہونے سے وقت کے پُل صراط کی تیز ڈور ٹوٹی

وہی سفیدی کے پیچ وخم تھے
وہی سفیدی کے پیچ وخم کے تلے جبیں پر شکن

Scanned by CamScanner

نگہ میں خشونتیں

رُوبرو وہی زرد زرد چہرہ
جوکانپتی انگلیوں سے فائل کو میز پر رکھ کے ہٹ رہا تھا

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن---- پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

اورینٹل کالج کے لیے ایک نظم

اُٹھتی ہے حنائی بام و در سے
کھوئے ہوئے حافظے کی خوشبو
پھر جاگ اُٹھے ہیں دشتِ دل میں
سوئی ہوئی ساعتوں کے آہو

ہر سنگ یہاں کا آئنہ ہے
ماضی کا جو عکس لے رہا ہے
مانوس قدم عقب سے آکر
آنکھوں پر ہاتھ رکھ رہے ہیں
کہتے ہیں کہ بوجھیے تو جانیں

جو آکے کلاس رُوم کے پاس
بازو پھیلا کے رُک گیا تھا

Scanned by CamScanner

بچوں پر اپنے جھک گیا تھا
برگد کا وہ پیڑ کٹ چکا ہے
لاشہ بھی یہاں سے ہٹ چکا ہے

اب بھی ہیں یہاں ہزار چہرے
باندھے ہوئے آرزو کے سہرے
راتیں ہیں یہاں وہی، وہی دن
سب کچھ ہے وہی، ہزار، لیکن
جو ہم سے کبھی یہاں رہی ہیں
وہ سادگیاں کہاں رہی ہیں؟

وہ وضع، وہ خود سے بے نیازی
کچھ من کی خبر نہ تن کا کچھ ہوش
اِک بے خبری کی رَو زمانہ!
فردا تھا کوئی نہ تھا کوئی دوش

دُکھتا ہوا دل اُداس ایّام
جلتا ہوا دن، بجھی بجھی شام

Scanned by CamScanner

آنکھوں میں غموں کی تیرتی گُہر
لیکن ہونٹوں پہ ضبط کی مہر

اِک نقشِ قدم کی پیروی میں
دن رات اُداس اُداس چلنا
کہنا نہ کسی سے درد ہرگز
جلنا ، جلنا ، خموش ، جلنا

پہچان کے ایک لمسِ مانوس
ہاتھوں میں کتاب تھام لینا
اور دستِ خیال میں کسی کی
یادوں کے گلاب تھام لینا

سوچا نہ کبھی کہ چُپ رہے سے
یہ زخم تو راز ہی رہے گا
غنچہ جو کِھلے تو بو بھی پھیلے
پائے گا وہی جو کچھ کہے گا

Scanned by CamScanner

دل اپنی مہک میں آپ گم تھا
ہم سود وزیاں ذرا نہ سمجھے
کہتے بھی تو کیا کسی سے کہتے
جب اپنا ہی مدّعا نہ سمجھے

اب بھی ہے طلسمِ عشق جاری
مجنوں ہے قتیلِ چشمِ آہو
کم کم ہی کہیں ملے گا لیکن
اُن گُنگ محبتوں کا جادو

Scanned by CamScanner

اکیس اپریل

موت نے پہلے جُھک کر
قدم اُس کے چومے
اور اس سرد بوسے سے یخ بستہ ہوتی ہوئی جوئے خوں میں
بہی ——
اور اُس قلبِ بیدار کے سات چکر لیے
اور اُس ذہنِ برّاق کی نور رہی نورد ہلیز پر آ کے ٹھٹکی

''اجازت اگر ہو
تو اس جگمگاتی مقدّس امانت کو
اِن تیرہ ہاتھوں سے چھولوں''

Scanned by CamScanner

کہا: مرحبا!
اے فرستادۂ خالقِ نیست وہست وغیب وحضور
یہی حکم ہے تو خدوخالِ خورشید پر
پردۂ شب گرادے

مگر ہوشیار!
آخری سانس کے ساتھ
جب تو مرے جسمِ خاکی سے نکلے
تو میرے لبوں پر لکھی مسکراہٹ کو
پامال کر کے نہ جانا''

Scanned by CamScanner

عبدالنبی کوکبؔ

ایک ہی پل میں اُڑ گئیں کیسے کیسے علوم کی کرچیں
ریزہ ریزہ جن کا تو نے کاسۂ سر میں دان لیا تھا
مِٹتی ہوئی تحریروں سے اور پارہ پارہ جھڑتی ہوئی کتابوں سے

مجھ کو یاد ہے تو نے بھری جوانی تج کر
اپنی ذات کی ساری رام کہانی تج کر
عیش و آرام دُنیائے فانی تج کر
اِک گوشے میں گھُٹ کر مِٹ کر
عطر کشید کیا تھا سینکڑوں سال کے سوکھے گلابوں سے
ایک ہی پل میں اُڑ گئیں.........................

آج وہ کاسہ، بھرا بھرا سا کاسہ، تیرے سر کا
جس میں صرف ہوئی تھیں کتنے برسوں کی تعمیریں

Scanned by CamScanner

کتنی مٹی مٹی تحریریں
ایک، ہی لغزش سے کیوں چوک میں گر کر ٹوٹ گیا
کیسے چھوٹ گیا؟
تُو تو اسے سنبھال کے چلنے میں برسوں کا ماہر تھا
کیا یہ تیری لغزش تھی؟

میرے سوال پہ چپ چپ ہنستا ہے وہ تیرا
ہنستا ستارے جیسا چہرہ
جو مُرجھانے سے پہلے ہی ڈوب گیا
سو کبھی نہیں مرجھائے گا
میرے سوال پہ چپ چپ ہنستا جائے گا
''کیا یہ تیری لغزش تھی؟''

میرے جواب میں کہنے والا کہہ گیا
اور میں اُس کے کہے پہ سوچتا رہ گیا
''قانون آنکھیں میچے ہوئے ہے
قاتل پہیئے بے پہرا ہیں''[۱]

---

۱ مجید امجد کی نظم ''ایکسیڈنٹ'' سے اقتباس۔

Scanned by CamScanner

سلیم بے تاب

کہیں وہ ملتا تو پوچھتا ہیں
کہ جب تصادم ہوا
تو تیری نظر سے کس کس کے خواب
دل کی تہوں میں کیا کیا خیال گزرے؟

کہیں وہ ملتا تو پوچھتا میں
کہ جب تصادم نہیں ہوا تھا
تو تیری سوچوں کا رنگ کیا تھا؟

تجھے خبر تھی کہ دو قدم پر سفر کا انجام ہو رہا ہے؟
تجھے خبر تھی کہ آسمانوں کی رہگزر راہ میں پڑے گی؟
تری چھٹی حس کو آہٹ سُنائی دی تھی؟

Scanned by CamScanner

کہ تو فقط اپنے دل کی کھڑکی کے
صاف شیشے پہ آنکھ رکھے
بہارِ تخییل دیکھتا تھا
سخن کی شاخوں سے اَدھ کھِلے پھول چن رہا تھا؟

مگر وہ شخص اب کہاں ملے گا
وہ اپنی درویش مسکراہٹ کا نقش
دنیا میں چھوڑ کر
خود اُفق کے اُس پار جا چکا ہے

ملا تو اُس دن ملے گا
جس دن کے ہول سے سر سفید ہوں گے
دلوں کی الواح پر ہر اک نقشِ آشنائی سراب ہو گا
نہ مجھ کو تابِ سوال ہو گی، نہ اُس کو اِذنِ جواب ہو گا

Scanned by CamScanner

ایک اچانک موت کا نوحہ

بظاہر یہ لگتا ہے
اُس ملگجی صبح کو سب سہاروں نے جیسے
اچانک ترا ساتھ چھوڑا
سحر نے زمیں پر قدم جب رکھا
تو اچانک زمیں بے وفا ہو گئی
اُبھرتا ہوا آفتاب
ایک ہی ناگہاں لغزشِ پا سے یوں لڑکھڑایا
کہ مغرب کے پاتال میں منہ کے بل جا سمایا
اچانک فرشتے کفن سائباں کی طرح تان کر
آسمانوں سے اُترے
گلوں کی مہک کی جگہ، دفعتہً، بوئے کافور کی سرد مہری نے لے لی
شجر کے بدن سے نئی کونپلوں کی بجائے خزاں پھوٹ نکلی
بظاہر یہ لگتا ہے......

Scanned by CamScanner

لیکن بھلا حادثہ ایک دم کب ہوا ہے
بہت دن سے اس سربمہر آتشیں راز کا گنگ فیتہ
خموشی سے جلتا چلا جا رہا تھا
فنا کے گرجتے ہوئے آبشاروں کے اُوپر تنا
رسیوں کا یہ پُل
ایک مدت گلتا چلا جا رہا تھا

Scanned by CamScanner

ایک پیدل چلنے والے دوست کا نوحہ

ہجوم سے بچ کے
سُونے سُونے، خموش رستوں پہ چلنے والا
وہ اِس زمانے میں پا پیادہ مسافرت کا امین
رستہ بدل چکا ہے

نظر عبث اُس کا نقش
مانوس راستوں پر
تلاش کر کر کے چونکتی ہے
مجھے خبر ہے وہ جا چکا ہے
یہ جا بجا راہ میں اُبھرتی شبیہ اُس کی
نگاہ کی تشنگی نے مثلِ سراب ایجاد کر رکھی ہے

Scanned by CamScanner

جب آخری بار اُس کو دیکھا
تو اس کا رستہ بدل چکا تھا
ہر اک طریقہ بدل چکا تھا
ہجوم سے بچ کے چلنے والا
ہجوم کے ساتھ چل رہا تھا

جب آخری بار اُس کو دیکھا
تو عمر بھر کی مسافرت کے خلاف
اُس کو سوار دیکھا
اور اُس کے پہلو میں پا پیادہ ہجوم کو سوگوار دیکھا

Scanned by CamScanner

نوحہ

تو دیکھنے میں مائلِ شوقِ سفر نہ تھی
ایسا سفر کرے گی، کسی کو خبر نہ تھی

وہ عزم تھا ترا کہ کسی سے نہ ٹل سکا
وہ زخم تھا کہ کوئی دوا کارگر نہ تھی

اے مادرِ شفیق سے مجھ پر شفیق تر
میرے نصیب میں تری گردِ سفر نہ تھی

کیوں آ سکا نہ تیرے قدم چومنے کو میں
اتنی تو تیرے دل کی تڑپ بے اثر نہ تھی

Scanned by CamScanner

کیسے سمٹ گئی تری شفقت کی داستاں
تیری تو کوئی بات کبھی مختصر نہ تھی

پُر ہول وادیوں میں یہ تنہا سفر کا عزم
تو زندگی میں تو کبھی ایسی نڈر نہ تھی

میں آؤں آستاں پہ ترے اور تو نہ ہو
صورت یہ خواب میں بھی تو پیشِ نظر نہ تھی

دل پر گزر گئی جو قیامت وہ کیا کہوں
مانا کہ دیکھنے میں مری آنکھ تر نہ تھی

Scanned by CamScanner

نوحہ

تنہائیوں کو دیدۂ پُر آب دے گئی
یعنی صدف کو گوہرِ نایاب دے گئی

دل پر کھُدی ہوئی وہ تری صورتِ شفیق
بے خواب ساعتوں کے لیے خواب دے گئی

خود ہو گئی غروب، مگر میری آنکھ کو
اشکِ رواں کے انجمِ شب تاب دے گئی

خاکِ لحد میں ڈوبی ہوئی شفقتوں کی یاد
دریائے دِل کو گردشِ گرداب دے گئی

ہنستے ہوئے بھی دل میں : واں موجِ غم رہے
کیسے عجیب درد کے آداب دے گئی

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

رائگاں

Scanned by CamScanner

رائگاں

خورشید رِضوی

Scanned by CamScanner

ثریّا کے نام

میں ساتھ ترے شورشِ طوفاں کے لئے ہوں
تو ساتھ مرے راحتِ ساحل کے لئے ہے

Scanned by CamScanner

ترتیب

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

خورشید رضوی کی شاعری

پاکستان میں دو طرح کے شاعر ہیں۔ ان کی ایک قسم ہر وقت اور ہر دم صفحۂ ظہور پر رہتی ہے۔ ان کی ہستی اسی سبب سے ہے اور وہ اس سے یکسر غافل نہیں رہتے۔ دوسری طرح کے شاعر نمائشِ شعر سے زیادہ تخلیقِ شعر میں مبتلا رہتے ہیں اور خورشید رضوی اسی دوسری قبیل کے شعراء میں سے ہیں۔ کاروبارِ حیات ان کے لئے فقط کاروبار نہیں وہ اس سے ایک نئی حقیقت ایک طرزِ حیاتِ نو کے بارے میں سوچتے اور اس کا اظہار کرتے ہیں اور ایسے شاعر دور موجود میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

خورشید رضوی کے کلام کے بارے میں اپنے تجزیے کی تصدیق کے لئے ان کی صرف ایک غزل پیش کروں گا کہ کلامِ شاعر ہر طرزِ تنقید سے زیادہ معتبر ہوتا ہے:

یہ جو ننگ تھے یہ جو نام تھے مجھے کھا گئے
یہ خیالِ پختہ جو خام تھے مجھے کھا گئے

کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی
وہی زاویے کہ جو عام تھے مجھے کھا گئے

میں عمیق تھا کہ پلا ہوا تھا سکوت میں
یہ جو لوگ محوِ کلام تھے مجھے کھا گئے

Scanned by CamScanner

وہ جو مجھ میں ایک اکائی تھی وہ نہ جُڑ سکی
یہی ریزہ ریزہ جو کام تھے مجھے کھا گئے

یہ عیاں جو آبِ حیات ہے اِسے کیاکروں
کہ نہاں جو زہر کے جام تھے مجھے کھا گئے

وہ نگیں جو خاتمِ زندگی سے پھسل گیا
تو وہی جو میرے غلام تھے مجھے کھا گئے

میں وہ شعلہ تھا جسے دام سے تو ضرر نہ تھا
پہ جو وسوسے تہِ دام تھے مجھے کھا گئے

جو کھلی کھلی تھیں عداوتیں مجھے راس تھیں
یہ جو زہر خند سلام تھے مجھے کھا گئے

منیر نیازی

۱۹-اکتوبر ۱۹۹۵ء

لاہور

مناجات

کبریائی کی رِدا عرشِ بریں پر رکھ کر
بے نیازی کی ادا صرفِ کرم کرتے ہوئے
زینہ زینہ کبھی لاہوت کی رفعت سے اتر

وسعتِ عرصۂ کونین سے کتراتے ہوئے
یوں مرے دل کی جراحت میں سمٹ آ جیسے
جیسے —— خوشبو کسی غنچے میں سمٹ آتی ہے

ہے مرے ظرف سے باہر تری عظمت کا تضاد
چھوڑ دے میرے لئے اپنے تنوّع کا جلال
ایک ہی رنگ میں کچھ دیر مرے پاس ٹھہر

Scanned by CamScanner

بے زبانوں کے لئے دل میں بھرے پیار کا رنگ
سنگ میں محوِ نمو سبزۂ کہسار کا رنگ
دل پہ مرہم کی طرح پرسشِ غم خوار کا رنگ

یوں تو تُو کون سے منظر میں نہیں ہے لیکن
میری درماندہ سی، محدود سی، محجوب سی آنکھ
بس اِسی ایک دریچے میں تجھے مانگتی ہے

Scanned by CamScanner

نعت

نازاں ہے اِس پہ دل کہ بلایا گیا مجھے
آخر درِ حضورؐ پہ لایا گیا مجھے

اِس راہ میں زمیں کی طنابیں کھنچی رہیں
ہر گام گردشوں سے بچایا گیا مجھے

نادیدہ ایک لمسِ محبت تھا دستگیر
تھک کر اگر گرا تو اٹھایا گیا مجھے

سورج بھی اقتدا میں چلا اور کشاں کشاں
لے کر حضور میں مرا سایا گیا مجھے

Scanned by CamScanner

ہر کہکشاں کی گرد مرے بال و پر میں تھی
ایسی بلندیوں پہ اڑایا گیا مجھے

اشکوں کی چلمنوں سے زمانے گزر گئے
جو کچھ سنا ہوا تھا، دکھایا گیا مجھے

خورشیدؔ، حاضری یہ نصیبوں کی بات ہے
نازاں ہے پھر بھی دل کہ بلایا گیا مجھے

Scanned by CamScanner

○

یوں تو وہ شکل کھو گئی گردشِ ماہ و سال میں
پھول ہے اک کِھلا ہوا حاشیۂ خیال میں

اب بھی وہ روئے دلنشیں، زرد سہی، حسیں تو ہے
جیسے جبینِ آفتاب، مرحلۂ زوال میں

اب بھی وہ میرے ہم سفر ہیں روشِ خیال پر
اب وہ نشہ ہے ہجر میں، تھا جو کبھی وصال میں

اُن کے خرامِ ناز کو بوئے گل و صبا کہا
ہم نے مثال دی مگر رنگ نہ تھا مثال میں

Scanned by CamScanner

اہلِ ستم کے دل میں ہے کیا مرے کرب کا حساب
اُن کو خبر نہیں کہ میں مست ہوں اپنے حال میں

کیسا پہاڑ ہو گیا وقت گزارنا مجھے
زخم پہ جم گئی نظر خواہشِ اندمال میں

تو نے مرے خمیر میں کتنے تضاد رکھ دیئے
موت مری حیات میں، نقص مرے کمال میں

Scanned by CamScanner

○

ابروئے ابر سے کرتا ہے اشارہ مجھ کو
جھلک اُس آنکھ کی دکھلا کے ستارہ مجھ کو

ہوں میں وہ شمع سرِطاق جلا کر سرِشام
بھول جاتا ہے مرا انجمن آرا مجھ کو

رائگاں وسعتِ ویراں میں یہ کِھلتے ہوئے پھول
اِن کو دیکھوں تو یہ دیتے ہیں سہارا مجھ کو

میری ہستی ہے فقط موجِ ہوا، نقشِ حباب
کوئی دم اور کہیں آپ گوارا مجھ کو

Scanned by CamScanner

دام پھیلاتی رہی سود و زیاں کی یہ بساط
ہاں مگر میرے جنوں نے نہیں ہارا مجھ کو

کچھ شب و روز و مہ و سال گزر کر مجھ پر
وقت نے تا بہ ابد خود پہ گزارا مجھ کو

موجِ بے تاب ہوں میں، میرے عناصر ہیں کچھ اور
چاہیے صحبتِ ساحل سے کنارا مجھ کو

رزق سے میرے مرے دل کو ہے رنجش خورشید
آسمانوں سے زمینوں پہ اتارا مجھ کو

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھیئے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

○

اک شاخِ سبز اور صبا اور نفس مرا
کیا رشکِ آشیانہ بنا ہے قفس مرا

شعلہ ہوں اور گرم روی ہے مری سرشت
بہتر یہ ہے کہ ساتھ نہ دیں خار و خس مرا

کُھلتا ہے جا کے کس کی طبیعت پہ دیکھئے
مجھ سے بھی ماورا، سخنِ دُور رس مرا

چاکِ قفس ہے اور گزرتی ہوئی بہار
تھکتی ہے آنکھ میری نہ چلتا ہے بس مرا

Scanned by CamScanner

پنہاں جو صاعقے ہیں وہ دل سے نکل نہ آئیں
جب ابرِ یادِ یار سے دامن ہو مس مرا

ہاتھوں کی بھی پناہ نہ کی پیشِ تیغِ یار
سر خم کیا کہ شیوہ نہیں پیش و پس مرا

میں نقشِ پا ہوں وسعتِ صحرا میں پائمال
کیا حال پوچھتی ہے صدائے جرس مرا

خورشید یہ ملالِ طبیعت ہے لازوال
کارِ عبث ہے شغلِ نشاط و ہوس مرا

Scanned by CamScanner

○

یہ طرح طرح کے جو خوف ہیں اِنہیں دور کر
ترِ دل میں کھَولتی دلدلوں سے ظہور کر

وہ جو شب چراغ، دل و دماغ میں دفن ہے
کبھی اس کے نور سے گھر کو بقعۂ نورؔ کر

یہ زمانہ کیا ہے ترے سمند کی گرد ہے
نہیں انکسار سے مانتا تو غرور کر

تری سرحدوں پہ عجیب ایک طلسم ہے
کبھی اپنی ذات کے ہفت خواں کو عبور کر

Scanned by CamScanner

کبھی آئینے سے نکل کے سیلِ جہاں میں آ
کبھی دوسروں کے وجود کا بھی شعور کر

نہیں راحتوں میں وہ لذتیں جو تھکن میں ہیں
دلِ ہرزہ گرد! کچھ اور ابھی مجھے چُور کر

جو نہاں ہیں تجھ میں تجلّیاں نہ ہوں رائگاں
کبھی کُنجِ دل کو حِرا بنا کبھی طور کر

Scanned by CamScanner

ایک خیال

مرے دل میں ایک خیال ہے
کہ میں اپنا جسم اتار کر
تری چشمِ خفتہ کو پَیر کر
ترے شہرِ خواب میں جا بسوں

مرے اترے جسم کی پوستیں
کو اٹھا کے اہلِ زمانہ جب
سوئے شہرِ مرگ روانہ ہوں
تو میں تیرے روزنِ چشم سے
اُنہیں دیکھ دیکھ ہنسا کروں
کبھی اُن کے سوگ کے جھوٹ میں
رچی اُن کی آہِ گراں سنوں
کبھی تیری آنکھ کے تِل میں بیٹھ
کے تیرے اشکِ نہاں گنوں

Scanned by CamScanner

وہ جو تو نے مجھ سے چھپائے تھے
وہ جو جلوتوں میں بجھائے تھے
وہ جو خلوتوں میں جلائے تھے
وہ چراغ ہوں مرے سامنے
ترے طاقِ جاں میں دھرے ہوئے

مرے دل میں ایک خیال ہے
کہ میں اپنی روح اتار کر
اُسے اُن چراغوں کی لو دکھاؤں
جو قید برف کی سل میں ہیں
اُسے اُن شراروں کی زد پہ لاؤں
جو دستِ سنگ میں بند ہیں
——— ترے دل میں ہیں

یہ نقابِ جسم ہٹے تو ہو
یہ حجاب روح اٹھے تو ہو
تری اصلِ ذات کے سامنے
مری اصلِ ذات کا آئنہ

Scanned by CamScanner

○

یہ جو ننگ تھے یہ جو نام تھے مجھے کھا گئے
یہ خیالِ پختہ جو خام تھے مجھے کھا گئے

کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی
وہی زاویے کہ جو عام تھے مجھے کھا گئے

میں عمیق تھا کہ پلا ہوا تھا سکوت میں
یہ جو لوگ محوِ کلام تھے مجھے کھا گئے

وہ جو مجھ میں ایک اکائی تھی وہ نہ جُڑ سکی
یہی ریزہ ریزہ جو کام تھے مجھے کھا گئے

Scanned by CamScanner

یہ عیاں جو آبِ حیات ہے اِسے کیا کروں
کہ نہاں جو زہر کے جام تھے مجھے کھا گئے

وہ نگیں جو خاتمِ زندگی سے پھسل گیا
تو وہی جو میرے غلام تھے مجھے کھا گئے

میں وہ شعلہ تھا جسے دام سے تو ضرر نہ تھا
پہ جو وسوسے تہہِ دام تھے مجھے کھا گئے

جو کھلی کھلی تھیں عداوتیں مجھے راس تھیں
یہ جو زہر خند سلام تھے مجھے کھا گئے

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔پی ڈی ایف09.03.2020

○

نمِ ابرِ بہار میں چلنا
سایۂ یادِ یار میں چلنا

ہو کے بے نقشِ پا، مثالِ صبا
خلوتِ شاخسار میں چلنا

چڑھتے سورج کے روبرو مجھ کو
چاندنی کے خمار میں چلنا

آسماں پر یہ مہر و ماہ جنہیں
دامِ لیل و نہار میں چلنا

Scanned by CamScanner

گردشوں سے ملول ہو کر بھی
جبرِ بے اختیار میں چلنا

جسم و جاں نے اِنہی سے سیکھا ہے
اپنے اپنے مدار میں چلنا

دل میں اک موج ہے کہ چاہتی ہے
پھر کسی آبشار میں چلنا

اے لہو تھم بھی جا رگِ جاں میں
کیا دلِ داغ دار میں چلنا

Scanned by CamScanner

○

وہ جو لوگ اہلِ کمال تھے وہ کہاں گئے
وہ جو آپ اپنی مثال تھے وہ کہاں گئے

مرے دل میں رہ گئی صرف حیرتِ آئنہ
وہ جو نقش تھے، خدوخال تھے وہ کہاں گئے

گری آسماں سے تو خاک خاک میں آ ملی
کبھی خاک میں پرؔ وبال تھے وہ کہاں گئے

سرِ جاں یہ کیوں فقط ایک شام ٹھہر گئی
شب و روز تھے، مہ و سال تھے وہ کہاں گئے

مرے ذہن کا یہ شجر اداس اداس ہے
وہ جو طائرانِ خیال تھے وہ کہاں گئے

Scanned by CamScanner

○

دنیا میں جو اہلِ دل رہے ہیں
آزردہ وہ مستقل رہے ہیں

کچھ دل میں بھی صبر کی کمی تھی
کچھ زخم بھی جاں گُسِل رہے ہیں

ہنگامِ فراقِ جسم و جاں ہے
بچھڑے ہوئے لوگ مل رہے ہیں

جو دامنِ ہوش میں پڑے تھے
خوابوں میں وہ چاک سل رہے ہیں

Scanned by CamScanner

پھر دورِ شباب یاد آیا
ڈھلوان پہ پھول کھل رہے ہیں

وہ قُلّۂِ کوہسار کے پیڑ
آزاد، ہوا میں ہل رہے ہیں

اک ہم ہیں کہ موسمِ جنوں میں
یخ بستہ و پابہ گل رہے ہیں

یہ روز و شب اور یہ مہ و سال
خوابوں میں مرے مُخل رہے ہیں

کیوں آج بجھے بجھے ہو خورشید
یہ رنج تو متّصل رہے ہیں

Scanned by CamScanner

○

دل پر جو برگِ گُل بھی لگا وار جا لگا
تیرا سخن بھی کل صفتِ خار جا لگا

کہنے کو ہم ہر ایک ستم سے گزر گئے
گزرے کہاں ہیں، روح میں انبار جا لگا

اب عزم کیا ہے اے مرے واماندہ ہم سفر
سایہ تو اب فصیل کے اُس پار جا لگا

رک رک گیا زبان پہ آ کر جوابِ تلخ
یونہی کشاں کشاں مجھے آزار جا لگا

Scanned by CamScanner

پھیلی کہاں کہاں شجرِ زندگی کی شاخ
آخر کو پھل جو تھا وہ سرِ دار جا لگا

شاید تجھے خبر ہو کچھ اے گردشِ سپہر
کس آسماں پہ طالعِ بیدار جا لگا

دن کو بچھی زمیں پہ چنبیلی کی چاندنی
شب کو فلک پہ خیمۂ زر تار جا لگا

وہ میری شاخِ دل میں کِھلا تھا جو ایک پھول
ڈھلتے دنوں میں وہ بھی مجھے بار جا لگا

افسوس تو یہ ہے کہ جو موتی سا تھا سخن
وہ بھی دلوں پہ صورتِ زنگار جا لگا

خورشید جس کی گرمیٔ محفل تھی بات بات
اب وہ بھی نقش ہو، سرِ دیوار جا لگا

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن:۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

تجسیم

سبز پیڑوں کے لہکنے کی طراوت لاؤ
سرخ پھولوں کے مہکنے کی حلاوت لاؤ
دشت کے، وادی و کہسار کے پھول
خون میں کھلتے ہوئے ساعتِ دیدار کے پھول

صاعقہ کوئی فلک سے لاؤ
جس کی مہمیز سے ہر سمت بپھر کر چھا جائے
کف اڑاتے ہوئے نمکین سمندر کی ایال

گھول کر سارے عناصر کا جلال اور جمال
پیکرِ حرف میں لانا ہے مجھے
درد کا جسم بنانا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

○

انبارِ گہُر میں کانِ زر میں
کچھ بھی نہ جچا مری نظر میں

افسوس مرا چراغِ منزل
مستور ہے گردِ رہ گزر میں

وہ کون ہے جس کی روشنی سے
بینائی ہے خاکِ بے بصر میں

تاروں کو شمار کر رہا ہوں
کیا کیا ہوا عمرِ مختصر میں

اُس جلوۂِ بام کے علاوہ
آیا نہیں فرق بام و در میں

Scanned by CamScanner

ہر سو سیلاب آ گیا ہے
یا غرق نظر ہے چشمِ تر میں

میں خود سے ابھی نہیں ہوں مایوس
امکانِ بہار ہے شجر میں

کیا عطر کھنچا ہے آب و گِل کا
ہر شاخ میں، پھول میں، ثمر میں

اِتنی بھی نہیں ہے خوب وحشت
آ جائے نہ چل کے دشت گھر میں

ثابت قدمی سے گامزن رہ
کیا رکھّا ہے جادۂ دگر میں

Scanned by CamScanner

پھر سے وہ ہوا چلی کہ دوڑا
ذوقِ پر و بال، بال و پر میں

تھم جا پل بھر سمندِ ایام
اک لمحہ ملا ہے عمر بھر میں

وہ راہ میں اک شجر تھا سرسبز
اور ہم تھے روانئِ سفر میں

چاہو تو اِسی کو عیش سمجھو
گزرے گی اِسی گزر بسر میں

تجھ سا موتی نہ مجھ سا کنکر
ڈھونڈے سے ملے گا بحر و بر میں

Scanned by CamScanner

اُس آنکھ کی نغمگی کے آگے
سُرمہ ہے گلوئے نغمہ گر میں

وہ بھول گئے پلک جھپکنا
جو ڈوب گئے تری نظر میں

کیا شے ہے شراب اِس کے آگے
اک خواب چڑھا ہوا ہے سر میں

کل میں نے بہت اداس دیکھا
خورشید کو مطلِع سحر میں

Scanned by CamScanner

○

اک معمّا ہے مری ذات عجیب
بند ہیں مجھ میں تضادات عجیب

کون سی سمت سے توڑوں خود کو
ہے کہیں مجھ میں کوئی بات عجیب

تیرنے والے کبھی ڈوب کے دیکھ
زیرِ دریا ہیں طلسمات عجیب

سرِ مژگاں کوئی چھینٹا نہ پڑا
پسِ مژگاں ہوئی برسات عجیب

Scanned by CamScanner

ہم تو سمجھے تھے کہ جیتے بازی
نکل آئی ہے مگر مات عجیب

جانے کیا منظرِ کہسار میں ہے
دل میں آتے ہیں خیالات عجیب

ٹوٹتا کب ہے طلسمِ شب و روز
دن سے نکلے تو ہوئی رات عجیب

یہ خد و خال نہیں تھے اپنے
پیش آئے ہمیں حالات عجیب

ہارنے بھی نہیں دیتی خورشید
روشنی ہے پسِ ظلمات عجیب

Scanned by CamScanner

○

گرتے ہوئے بدن کا نگر چھوڑ جاؤں گا
گھبرا کے دستکوں سے یہ گھر چھوڑ جاؤں گا

میں عینِ زندگی ہوں ٹھہرنا نہیں مجھے
سب منظروں کو مثلِ نظر چھوڑ جاؤں گا

خود خاک ہو کے گردِ سفر میں رہوں گا اور
اِن بستیوں میں ذوقِ سفر چھوڑ جاؤں گا

ہو گا نہ سوگوار مرے واسطے کوئی
جلتا ہوا دیا ہوں سحر چھوڑ جاؤں گا

ہستی مری عدم ہی سہی صورتِ سحاب
میں سیپیوں میں آبِ گہر چھوڑ جاؤں گا

Scanned by CamScanner

○

آنکھ کے تِل میں رکا ہے کہ تہہِ دل میں ہے تو
اے مرے اشکِ تپاں کون سی منزل میں ہے تو

آزماتے ہیں سفینوں کو ٹھکانے تیرے
کبھی گرداب میں پنہاں کبھی ساحل میں ہے تو

نارسائی میں رسائی کی تڑپ رکھتا ہوں
کہ سمندر میں ہوں میں اور مہِ کامل میں ہے تو

اے جنوں ہو کے رہا بھی تری وحشت نہ گئی
میر، سمجھتا تھا فقط شورِ سلاسل میں ہے تو

Scanned by CamScanner

پیشِ آئینہ تری موجِ نگہ دیکھتا ہوں
کبھی خود میں ہے کبھی اپنے مماثل میں ہے تو

اس رہِ شوق کا انجام کہیں ہے ہی نہیں
اے دلِ زار ابھی جس کے اوائل میں ہے تو

Scanned by CamScanner

خاک پر ایک گہری نظر

خاک آئینہ بھی ہے خاک خد و خال بھی ہے
خاک خود چاک بھی ہے کوزۂ سیّال بھی ہے
چہرۂ خاک پہن لیتا ہے چہرے کتنے

پتھروں میں یہ تپش کھائی ہوئی خاک کے رنگ
اور اِسی خاک سے اِن سبز درختوں کی نمود
اور رگِ تاک کے اندر سفرِ قطرۂ مے
اور اِسی خاک سے یہ دیدۂ بیدار مرا

کتنے گل، کتنے گلوں سے بھی حسیں تر منظر
خاک سے پھوٹتے ہیں خاک میں ڈھل جاتے ہیں
خاک ہے خاک فقط نام بدل جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

تاچند بحرِ غم میں دلِ زار جائے گا
آخر جہاں تھمے گا وہیں ہار جائے گا

بہتا ہوا سفینۂ عمرِ دوروزہ میں
خوابیدہ جائے گا کوئی بیدار جائے گا

برسے گی آسماں سے کسی دن دوائے مرگ
روئے زمیں سے زیست کا آزار جائے گا

معصوم طائروں کے لئے دل گرفتہ ہوں
اِن کو بھی آدمی کا عمل مار جائے گا

Scanned by CamScanner

آخر کو ہنس پڑیں گے کسی ایک بات پر
رونا تمام عمر کا بےکار جائے گا

وہ تیرے روبرو مرا آئینے کا سکوت
تاعمر ذہن سے نہ وہ اسرار جائے گا

اِس بزم سے سبک نہ اٹھے گا کبھی کوئی
ہر شخص آرزو سے گرانبار جائے گا

Scanned by CamScanner

○

ہرزہ مت جان مری بادیہ پیمائی کو
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اک لالۂ صحرائی کو

اُس کے چہرے کی طرف آنکھ اٹھا کر مت دیکھ
شعلہ ایسا ہے کہ لے جائے گا بینائی کو

اُن کی قسمت میں ہے سر پھوڑتے پھرنا کہ جنہیں
سنگِ در مل نہ سکا ناصیہ فرسائی کو

ایک آواز سے ڈرتے ہیں ہم اِتنا کہ مدام
شورِ محشر میں دبا رکھتے ہیں تنہائی کو

اپنا گھر اپنا ہی گھر ہے جب اِسے کھولو گے
درد و غم آن کھڑے ہوں گے پذیرائی کو

Scanned by CamScanner

دن گزرتے رہے سانسوں میں تھکن آتی رہی
دل میں اڑ اڑ کے وہی گردِ محن آتی رہی

تھک گئے عرصۂ احساس میں چلتے چلتے
راہ میں حسرتِ کوتاہیٔ فن آتی رہی

بس دریچے سے لگے بیٹھے رہے اہلِ سفر
سبزہ چلتا رہا اور یادِ وطن آتی رہی

گلشنِ دہر میں کچھ بوئے وفا باقی ہے
کہ خزاں میں بھی صبا سوئے چمن آتی رہی

Scanned by CamScanner

پھول آنکھوں سے گزر کر تہہِ دل میں بھی کھِلا
رُت بھی بدلی تو وہی بوئے سمن آتی رہی

اہلِ دنیا زر و گوہر کی تمنا میں رہے
اوس پڑتی رہی سورج کی کرن آتی رہی

ہم کبھی چاک گریباں تھے کبھی خاک بسر
کر گزرتے رہے جو عشق میں بن آتی رہی

Scanned by CamScanner

○

ہے وقت کبھی پتھر، یارو کبھی دریا ہے
کاٹے نہیں کٹتا ہے، روکے نہیں رکتا ہے

پلکوں پہ نمی سی ہے، لفظوں میں کمی سی ہے
پیہم جسے سہتا ہوں، کم کم اُسے کہنا ہے

اب چشمِ کرم کیسی، اب دل کو بھٹکنے دو
کیوں شام کو گھر آئے جو صبح کا بھولا ہے

ہاں آنکھ پہ ارزاں ہو، اے گریۂ تنہائی
اب میں ہوں سرِ صحرا یا صبح کا تارا ہے

Scanned by CamScanner

یہ کرب یہ بیتابی گلشن کی فضاؤں میں
اے نکہتِ گل کیوں ہے، اے موجِ صبا کیا ہے

پھولوں کے مہکنے سے، سبزے کے لہکنے سے
کیا ربط ہے باطن کو، کیوں خون مچلتا ہے

بجھتی ہوئی آنکھوں میں جلتی ہوئی خوش فہمی
باطل ہی سہی پھر بھی کہہ دیجئے کہ ایسا ہے

جو نقش ہوا دل پر، اُس جنبشِ ابرو سے
وہ چاند مرے دل میں گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے

تجھ میں بھی بہت کچھ ہے اے عالمِ یکسانی
موتی کبھی شبنم ہے، سیپی کبھی غنچہ ہے

Scanned by CamScanner

ہے خواب اگر اچھا اتنا بھی غنیمت جان
تعبیر یہاں کیسی، یہ خواب کی دنیا ہے

پھر شاخِ سماعت میں نم دوڑ گیا خورشیدؔ
یہ اُس کی ہنسی ہے یا بہتا ہوا چشمہ ہے

Scanned by CamScanner

ایک خواہش

ایسا کوئی آستاں
جس پہ کوئی مل سکے
ایسا کوئی گلستاں
دل کی کلی کِھل سکے
غار کے منہ پر پڑا
سنگِ گراں ہل سکے

ایسا کوئی آئنہ
جس میں طلسمات ہو
عکس ہی میرا نہ ہو
بلکہ مری ذات ہو
خود پہ نظر ہی نہیں
خود سے ملاقات ہو

Scanned by CamScanner

ایسی سحر جس میں کاش
پھر وہ فضا آ سکے
گریۂ نمناک کی
آب و ہوا آ سکے
دل کا دریچہ کھلے
دل کی صدا آ سکے

Scanned by CamScanner

○

سفرِ شام نے رہ رہ کے ڈرایا مجھ کو
جی اُٹھے سنگ و شجر دیکھ کے تنہا مجھ کو

بڑھ کے احباب سے آنکھیں تو کھلی رکھتا ہوں
جانے کیوں خواب نظر آتی ہے دنیا مجھ کو

چودھویں شب کے طلسمات بھی ہوتے ہیں عجیب
سایۂ شاخ لگا' شاخ سے اچھا مجھ کو

میں اندھیروں میں کبھی دل کے سہارے نہ گرا
روشنی پا کے دیا آنکھ نے دھوکا مجھ کو

Scanned by CamScanner

بہہ گئی عمرِ رواں آبِ رواں کی صورت
اور مرے عکس سے تکتا رہا دریا مجھ کو

خاک کے پار کا منظر بھی جھلکتا ہے مگر
بار دیتا ہی نہیں خاک کا پردا مجھ کو

زور کرتی ہے جو نسبت ہو کسی سے خورشید
شہر میں جا کے بلا لائے گا صحرا مجھ کو

Scanned by CamScanner

○

عہدِ شباب تیرے ساتھ کتنے حجاب اٹھ گئے
سر سے جنوں نکل گیا آنکھ سے خواب اٹھ گئے

اور بھی ہونٹ جل اٹھے ریت کو ریت مان کر
اور بھی تشنگی بڑھی جب سے سراب اٹھ گئے

جن سے نگہ میں نور تھا دیکھتے دیکھتے وہ لوگ
کرب و بلائے زیست سے صورتِ آب اٹھ گئے

لوحِ خیال پر تری شکل بنی نہ رات بھر
یعنی کتابِ عُمر سے کام کے باب اٹھ گئے

Scanned by CamScanner

اب یہی خام کار ہیں جامِ شراب اِنہی کو دے
وہ تری بزمِ ناز کے رندِ خراب اٹھ گئے

رشتۂ آب توڑ کر، نقشِ سراب چھوڑ کر
اُمّتِ غافلاں سے ہم مثلِ کتاب اٹھ گئے

ہم کو اُس انجمن سے ہے ایک گرُیزِ ناتمام
ہو کے حباب رہ گئے، بن کے سحاب اٹھ گئے

Scanned by CamScanner

○

یہ مری روح میں گونجتا کون ہے
بند گنبد میں مثلِ صدا کون ہے

کون سبزے کی صورت میں پامال ہے
سرو بن کر چمن میں کھڑا کون ہے

کس سے چھپ چھپ کے ملنے کو جاتی ہے تو
جنگلوں میں، بتا اے صبا، کون ہے

پھول کِھلنے کی کوشش سے اکتا گئے
آنکھ بھر کر اِنہیں دیکھتا کون ہے

بے دلی سے کہاں ہاتھ آتے ہیں ہم
دل لگا کر ہمیں ڈھونڈتا کون ہے

Scanned by CamScanner

○

قفس سے بال و پرِ طائراں کو دیکھ لیا
پھر اپنے ولولۂ رائگاں کو دیکھ لیا

وہ میرے پاس سے گزرے تو آج پھر میں نے
نگاہِ دشت سے ابرِ رواں کو دیکھ لیا

تھا جو عشق کا سیلِ رواں تو دونوں نے
وجودِ سنگِ رہِ درمیاں کو دیکھ لیا

لبوں پہ مُہرِ خموشی سہی مگر دل نے
کسی کی آنکھ میں اشکِ نہاں کو دیکھ لیا

Scanned by CamScanner

نظر نظر ہو پر اتنی بھی بے پناہ نہ ہو
بہار آئی تو ہم نے خزاں کو دیکھ لیا

یہاں پلٹ کے نہ اپنی بھی باز گشت آئی
خلوص و مہر کے کوہِ گراں کو دیکھ لیا

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

مری اصلِ ذات کا مرکزہ

تہِ دل میں زیرِ زمیں کہیں
مری اصلِ ذات کا مرکزہ
کبھی خود بھی مجھ پہ کھُلا نہیں
کہ وہ سرِّ جاں، وہ گرہ ہے کیا

کہ جو کہنہ تر ہے ستاروں سے
کہ جو تازہ تر ہے بہاروں سے
وہ جو فلسفوں سے دقیق تر
ہے، سمندروں سے عمیق تر

کئی آئنوں سے بنا ہوا
وہ ہزار رنگ کا آئنہ
جسے اِک شرر بھی ہے پھلجھڑی
جو ازل سے تابہ ابد جلے
لئے اپنی تابِ شرر فشاں
کے جلو میں کتنے ہی قافلے

Scanned by CamScanner

جو سرائے وسعتِ ہست سے
—— کئی سالِ نور کی بات ہے
کہ مثالِ نور گزر گئے——
کبھی باز دیدہ ہوئے نہیں

جو فرازِ گنبدِ نیست کے
کسی چاہِ روزنِ تیرہ میں
ہیں اسیر مثلِ صدا پڑے
ابھی آفریدہ ہوئے نہیں

یہ ہزار قرن کے قافلے
یہ ہزار رنگ کے سلسلے
یہ حقیر صورتِ گرد ہیں
مری اصلِ جاں کے طواف میں

مری اصلِ ذات کا مرکزہ
وہ جو گرم و سرد چشیدہ ہے
جو ہر ایک پست و بلندِ دہر
میں بار بار دویدہ ہے
کبھی شہدِ لب کی حلاوتیں

Scanned by CamScanner

کبھی زہر خند کی تلخیاں
یہ تمام سرکہ و انگبیں
اُسے گھولتے تو رہے مگر
وہ گہُر کسی میں گھُلا نہیں

وہ گہُر تلاطمِ بحر میں
وہ مجھی میں مجھ سے بہت بڑا
مری اصلِ ذات کا مرکزہ
کبھی مجھ پہ خود بھی کھُلا نہیں

Scanned by CamScanner

○

عکس نے میرے رلایا ہے مجھے
کوئی اپنا نظر آیا ہے مجھے

پیشِ آئینہ بہت سوچتا ہوں
کس لئے اُس نے بنایا ہے مجھے

کس لئے وسعتِ صحرا دے کر
تنگ گلیوں میں پھرایا ہے مجھے

کس لئے میرے ہی صحنِ جاں میں
مثلِ دیوار اٹھایا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

میں کہیں اور کا رہنے والا
غم کہاں کھینچ کے لایا ہے مجھے

جس میں اُس چھاؤں کی یاد آ جائے
اب تو وہ دھوپ بھی سایا ہے مجھے

نگہِ ناز سے کیونکر پوچھوں
کیوں نگاہوں سے گرایا ہے مجھے

ہاتھ میں لے کے گریباں میرا
دل نے دل بھر کے ستایا ہے مجھے

سخت حیراں ہوں سرِ کوہ ندا
کون تھا، کس نے بلایا ہے مجھے

Scanned by CamScanner

○

کچھ پھول تھے، کچھ ابر تھا، کچھ بادِ صبا تھی
کچھ وقت تھا، کچھ وقت سے باہر کی فضا تھی

کچھ رنگ تھے، کچھ دھوپ تھی، کچھ دہشتِ انجام
کچھ سانس تھے، کچھ سانس میں خوشبوئے فنا تھی

کچھ رنگِ شفق تیز تھا، کچھ آنکھ میں خوں تھا
کچھ ذہن پہ چھائی ترے ہاتھوں کی حنا تھی

کچھ گزری ہوئی عمر کی یادوں کا فسوں تھا
کچھ آتے ہوئے وقت کے قدموں کی صدا تھی

Scanned by CamScanner

صدیوں سے دھڑکتی ہوئی اک چاپ تھی دل میں
ایک ایک گھڑی صورتِ نقشِ کفِ پا تھی

دونوں کو وہی ایک بکھر جانے کا ڈر تھا
میں تھا، گُلِ صد چاک تھا اور تیز ہوا تھی

خورشید سرِ شام تہِ دامنِ کُہسار
دل تھا کہ وہی کوہ کی دیرینہ ندا تھی

Scanned by CamScanner

○

دشت و کہسار میں پھرتا ہوں عَلَمِ غم کے لئے
کوئی تسکین مری خاطرِ برہم کے لئے

آنکھ اٹھاؤں تو ہر اک چیز ہو پانی پانی
ایک جنبش ہے بہت دیدۂ پرنم کے لئے

اے مژہ ضبط سے لے کام بچا کر رکھ لے
یہ جدائی کا ثمر، وصل کے موسم کے لئے

دل دُکھا ہے تو کوئی دوست مقابل نہ رہا
کون آئینہ بنے درد کے عالم کے لئے

Scanned by CamScanner

رات ڈھل جانے کو ہے دل کا دریچہ کھولو
اب مناسب ہے ہوا گریۂ پیہم کے لئے

سوگوار اب کے کچھ ایسی ہے گلستاں کی فضا
صف بہ صف پھول بھی کھلتے ہیں تو ماتم کے لئے

جادۂ زیست پہ خوشیاں بھی کھڑی تھیں لیکن
یہ مرا دل کہ اٹھا اور قدم غم کے لئے

Scanned by CamScanner

○

تیری نگاہِ لطف بھی ناکام ہی نہ ہو
دل تو وہ زخم ہے جسے آرام ہی نہ ہو

چونکا ہوں نیم شب بھی یہی سوچ کر
وہ آفتاب اب بھی لبِ بام ہی نہ ہو

تم جس کو جانتے ہو فقط اپنی طبعِ خاص
وہ رنج، وہ فسردہ دلی، عام ہی نہ ہو

آہستہ اِس لرزتے ہوئے پُل پہ رکھ قدم
صدیوں کا انہدام ترے نام ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

اے دل مفر تو کارِ جہاں سے نہیں مگر
اِتنا تو کر کہ اس میں سبک گام ہی نہ ہو

دستک سی دے رہی ہے دریچے پہ بادِ صبح
اے محوِ خواب سن کوئی پیغام ہی نہ ہو

خورشید تو نے کیسے نبھائیں یہ عُزلتیں
جیسے تجھے کسی سے کوئی کام ہی نہ ہو

Scanned by CamScanner

نابینائی میں ایک خواب

میں ہوں سرچشمۂ اوّل سے بہت دور
پئے نور بھٹکنے والا
روشنی عکس بہ عکس آتی ہے اِن آنکھوں تک
آئنے اپنی خیانت سے نہیں خود واقف
اِن کو معلوم نہیں
زاویے اِن کے بدل دیتے ہیں کرنوں کا مزاج
آج اِس نورِ مُحرّف سے ہے آنکھوں میں تھکن
دل میں خنّاس کی سرگوشیِ پیہم کی چبھن
کاش سرچشمۂ اوّل سے اُتر آئے کوئی راست کرن
جو مری روح کی ظلمت میں اجالا کر دے
میں کہ ہوں کور، مجھے دیکھنے والا کر دے

Scanned by CamScanner

○

یہ سوچتا ہوں مرے ماہ و سال کا کیا ہو
ہجومِ نقص میں خوئے کمال کا کیا ہو

ہر ایک صبح اداس اور ہر ایک شام اداس
یہ جس کا حال ہو، اس خستہ حال کا کیا ہو

حقیقتوں کو تو ہموار کر لیا میں نے
خیال دشمنِ جاں ہے خیال کا کیا ہو

مناسبت ہی مرے دل کو زخم سے ٹھہری
مگر عبث ہوسِ اندمال کا کیا ہو

Scanned by CamScanner

کھُلا نہ کچھ نَفَسِ واپسیں کی حیرت میں
شکست و فتح و عروج و زوال کا کیا ہو

جہاں جواب نہیں صرف باز گشت آئے
وہاں جنونِ صدا و سوال کا کیا ہو

لکھوں میں خود کو سراپا فسردگی خورشید
مگر شگفتگیِٔ خال خال کا کیا ہو

Scanned by CamScanner

○

دیکھتے رہیے یہاں کیا نہ رہے کیا رہ جائے
پائے رہرو نہ رہے نقشِ کفِ پا رہ جائے

دل خود اک داغ ہے سینے میں تو پروا کیسی
داغ رہتا ہے اگر دل میں تو اچھا رہ جائے

یہ بھی ممکن ہے کہ تھم جائے سفینہ دل کا
اور دریا نگہِ یار کا بہتا رہ جائے

عالمِ خواب کا عقدہ نہیں کھلتا یعنی
آنکھ باقی نہ رہے اور تماشا رہ جائے

Scanned by CamScanner

پاک رہنا ہے جو دنیا سے تو پھر دنیا سے
دامن اِتنا نہ بچا حسرتِ دنیا رہ جائے

کوئی آوازِ جرس بھی ہو بھٹکنے کے لئے
ورنہ ممکن ہی نہیں وسعتِ صحرا رہ جائے

یہیں تھم جائے تو کیا خوب ہو منظر خورشید
لہریں سبزہ و گُل، موج میں دریا رہ جائے

Scanned by CamScanner

○

سلگتے جنگلوں میں صورتِ موجِ ہوا ہوں
خود اپنی جنبشِ دامن سے جلتا جا رہا ہوں

فرشتے پر سمیٹے ساحلِ خوں پر کھڑے ہیں
فقط میں غرقِ خوں دریائے خوں میں تیرتا ہوں

محبت، شاعری، مستی، فقیری، بے نیازی
یہ سب مجھ میں کبھی تھے اب میں اِن کا نقشِ پا ہوں

جدھر جاؤں فضاؤں میں غبارِ سیم و زر ہے
مرا دم گھٹ رہا ہے سانس روکے چل رہا ہوں

Scanned by CamScanner

سُرنگیں وقت کی تاریک ہوتی جا رہی ہیں
ردائے سنگ میں جویائے پیوندِ ضیا ہوں

دھواں کچے گھروں سے پرفشاں ہے کیا سماں ہے
سوادِ شام میں گم سم کھڑا ہوں سوچتا ہوں

کسی کے سایۂ دیوار کا طالب ہوں خورشید
مسلسل چلتے چلتے، جلتے جلتے تھک گیا ہوں

Scanned by CamScanner

○

بقا کو لرزشِ رنگِ فنا سے پہچانا
خدا کو کشمکشِ ناخدا سے پہچانا

مری نظر نے مجھے میرے آئنے سے نہیں
فقط مرے خدوخالِ انا سے پہچانا

میں آسمان سے اُترا تھا بے لباس مگر
زمیں نے مجھ کو لباسِ وفا سے پہچانا

زمین پر ترے کوچے کو جذبۂ دل نے
دیارِ خُلد کی آب و ہوا سے پہچانا

Scanned by CamScanner

زمانے بھر سے الگ اپنی ذات کو میں نے
زمانے کی روشِ ناسزا سے پہچانا

ہزار آنکھ سے اوجھل سہی مگر اُس نے
پسِ حجاب مجھے مدّعا سے پہچانا

سفر میں ہم ترے اپنے کہے پہ بھی نہ گئے
تری جہت کو ترے نقشِ پا سے پہچانا

Scanned by CamScanner

سات سمندر پار وطن کی یاد

اے میرے وطن
اے پیارے وطن
جب اسکولوں کے گیٹ کُھلیں
جب بچوں کا ریلا آئے
پتھر کی سڑک پر پھول کِھلیں
خوشبوؤں کا دریا آئے
جب ایک سی وردی پہنے ہوئے
بچوں کو گھر والے بھولیں
جب سائیکلوں اور تانگوں پر
بستے لٹکیں، تھرمس جھُولیں
تب سات سمندر طے کر کے
اُن کی چاپیں مجھ کو چھولیں
اور دل میں درد کی ہوک اٹھے

Scanned by CamScanner

اے میرے وطن
اے پیارے وطن
جب رنگ بھرا ہو شاموں میں
جب بُور لدا ہو آموں میں
پھرتی ہو مہک مشاموں میں
جب آگ گلوں کی دہکتی ہو
جب ڈال سِرس کی لہکتی ہو
نافے کی طرح مہکتی ہو
تب دل کے کنج پہ سایہ کناں
چھتری لہرائے بکائن کی
اور اُس میں چھپ کر بیٹھی ہوئی
یادوں کی کوئل کُوک اٹھے

Scanned by CamScanner

○

یادوں کو بام و در میں نظر آئے آئینے
لو آج پتھروں میں ابھر آئے آئینے

دنیا ہجومِ عکس تھی ملتا کسی سے کون
بس جیسے آئنوں سے گزر آئے آئینے

دل زعمِ فتح میں ہے گرا کر فصیلِ سنگ
اور اب کے راستے میں اگر آئے آئینے؟

بھاگے حقیقتوں سے تو خوابوں میں گھر گئے
موندی جو آنکھ، آنکھ میں بھر آئے آئینے

کس وہم کی تلاش میں سر پھوڑتا پھرا
نکلا نہ کچھ بھی اور مرے سر آئے آئینے

Scanned by CamScanner

○

اچانک رخ بدلتی جا رہی ہے
زمیں محور سے ٹلتی جا رہی ہے

ستارے سرخ ہوتے جا رہے ہیں
ہر اک تقدیر جلتی جا رہی ہے

نہ جانے یہ حیاتِ ہرزہ پیما
کہاں گرتی سنبھلتی جا رہی ہے

پرندے آشیانوں کو رواں ہیں
مسلسل شام ڈھلتی جا رہی ہے

مرے بعد اب مری خاکِ لحد میں
مری زنجیر گلتی جا رہی ہے

Scanned by CamScanner

○

سفر خواب کا عمر بھر کس لئے
ستاروں سے ربطِ نظر کس لئے

نہیں آسماں میں اگر کوئی در
تو پھر خاکداں سے مفر کس لئے

یہ آئینہ ساں آمنے سامنے
بنائے گئے بحرو بر کس لئے

زمیں آپ غرقاب ہونے کو ہے
سمندر سے نکلے گہر کس لئے

Scanned by CamScanner

بہاروں میں کیا اب کے آسیب تھا
لگا مجھ کو پھولوں سے ڈر کس لئے

یہ کیوں آج میں نے تبسم کیا
یہ دیوارِ گریہ میں در کس لئے

نہیں میرے لب پر مرے دل کی بات
ہوا اُس کے دل پر اثر کس لئے

ہمیں ڈھانپ لے اے شبِ سرمدی
یہ پیوندِ نورِ سحر کس لئے

یہ مانا کہ خورشید تیری غزل
بڑی دل نشیں ہے، مگر کس لئے

Scanned by CamScanner

○

حاصل کو آنسوؤں میں ڈبونا بھی ہے ضرور
اِس کِشتِ نامراد میں بونا بھی ہے ضرور

ہر چند اِس کو پھر سے بکھرنا ضرور ہے
بکھرا ہوا یہ ہار پرونا بھی ہے ضرور

کس جبرِ ہست و بود میں الجھی ہے زندگی
ہونا بھی ہے ضرور، نہ ہونا بھی ہے ضرور

پانے کی دُھن بھی عینِ سرشتِ حیات ہے
پائے ہوئے کو ہاتھ سے کھونا بھی ہے ضرور

Scanned by CamScanner

ہنسنا بھی ایک جبر ہے اِس سے مفر کہاں
ہنسنے کے بعد بیٹھ کے رونا بھی ہے ضرور

یہ جانتے ہوئے بھی کہ تعبیر کچھ نہیں
اِس سرزمینِ خواب میں سونا بھی ہے ضرور

جنگ آزما ہے اپنے مقدّر سے آدمی
دُھلتا نہیں یہ داغ، پہ دھونا بھی ہے ضرور

Scanned by CamScanner

توازن

...

مگر نرم رنگین شاخوں پہ یہ جُھولتی نرم رنگین چڑیاں
کڑی سرحدوں کے کڑے پاسبانوں کو
چھو کر گزرتی ہواؤں کے آزاد جھونکے
کُھلی کھیتیوں میں کھلے آسماں کے تلے کچھ کھلے سانس لینے کی مہلت
بڑوں کی لڑائی کے باوصف آپس میں شیروشکر رہنے والے یہ بچے
لڑکپن کے ساتھی سے —— (جو کچھ نہیں بن سکا) —— مل کے دل کا دھڑکنا
کوئی دکھ بھری داستاں پڑھ کے آنکھوں میں آجانے والے یہ آنسو
یہ حسّاس پھولوں کا حسّاس شاخوں پہ انجام سے بے خبر ہو کے کھلنا
یہ کچھ دوستوں کا، صباح و مسا، احمقانہ، مگر بے غرض، ملنا جلنا
خداوندِ عالم کے قدموں میں اپنے تھکے ہارے ماتھے کو رکھ کر
سبک بار ہونے کا احساس ہونا

یہ سب کہہ رہے ہیں۔
ابھی زندگی کو نہ تج،
زندگی اپنے زہروں کا تریاق بھی ہے

Scanned by CamScanner

○

کل میں اُنہی رستوں سے گزرا تو بہت رویا
سوچی ہوئی باتوں کو سوچا تو بہت رویا

دل میرا ہر اک شے کو آئینہ سمجھتا ہے
ڈھلتے ہوئے سورج کو دیکھا تو بہت رویا

جو شخص نہ رویا تھا تپتی ہوئی راہوں میں
دیوار کے سائے میں بیٹھا تو بہت رویا

آساں تو نہیں اپنی ہستی سے گزر جانا
اترا جو سمندر میں دریا تو بہت رویا

Scanned by CamScanner

جس موج سے ابھرا تھا اس موج پہ کیا گزری
صحرا میں وہ بادل کا ٹکڑا تو بہت رویا

ہم تیری طبیعت کو خورشید، نہیں سمجھے
پتھر نظر آتا تھا، رویا تو بہت رویا

Scanned by CamScanner

○

دل کا جو معیار تھا کیسا عجب معیار تھا
عقل آتی تھی مگر اِس کو جنوں درکار تھا

بال و پر آمادہ تھے تسخیرِ دنیا کے لئے
دل مگر اِس کُلفتِ بے سود سے بیزار تھا

ہم کو آیا ہی نہیں بزمِ جہاں کا اعتبار
اِس کے ہر اقرار میں پنہاں کوئی انکار تھا

رات کا پچھلا پہر اور دہشتِ دشتِ فلک
سوچ میں ڈوبا ہوا ہر ثابت و سیّار تھا

Scanned by CamScanner

کل کڑکتی دھوپ میں چلتے ہوئے تیرا خیال
یا ردائے ابر تھی یا سایۂِ اشجار تھا

اک نگاہِ واپسیں پر تھم گئی تھی زندگی
نبض ناہموار تھی سورج سرِ کوہسار تھا

Scanned by CamScanner

○

اب سے پہلے وہ مری ذات پہ طاری تو نہ تھا
دل میں رہتا تھا مگر خون میں جاری تو نہ تھا

نبض چلتی ہے تو قدموں کی صدا آتی ہے
اس قدر زخمِ جدائی کبھی کاری تو نہ تھا

وہ تو بادل کا برسنا ہے عناصر کا اصول
ورنہ اشکوں کا نمک آنکھ پہ بھاری تو نہ تھا

دل میں کِھلتے ہیں تری یاد کے اعجاز سے پھول
اِس میں کچھ شائبۂ بادِ بہاری تو نہ تھا

یہ بھی اندر کا کوئی روگ ہے ورنہ ہم کو
عمر بھر حوصلۂ نالہ و زاری تو نہ تھا

Scanned by CamScanner

○

کیوں دلِ زار قدم شوق میں دھرنا کیسا
خاک ہو ہو کے خلاؤں میں بکھرنا کیسا

تیرے تھمنے سے یہ طوفاں تو نہ تھم جائے گا
بادباں تو بھی اٹھا وقت سے ڈرنا کیسا

ایسی پسپائی سے غرقابیٔ جاں اچھی ہے
دل کے چڑھتے ہوئے دریا کا اترنا کیسا

ریزہ ریزہ مری ہستی کو بہا کر لے جا
اے مرے عشق بلا خیز ٹھہرنا کیسا

Scanned by CamScanner

شاخِ گل مُہر بلب سوچ رہی ہو جیسے
ہے اگر خاک میں ملنا تو سنورنا کیسا

آنکھ اگر ڈوب کے روئی ہے تو تھمنے کی نہیں
زخم اگر زخمِ تمنا ہے تو بھرنا کیسا

مت جلا پاؤں بھی اِس تشنہ لبی میں خورشید
وادیٔ سنگِ سیہ بخت میں جھرنا کیسا

Scanned by CamScanner

○

یاد اتری صفتِ خامۂ مانی دل پر
بن گئی پھر وہی تصویر پرانی دل پر

دل ورق تھا ترے پیمانِ محبت کا امیں
پھر گیا سیلِ شب و روز کا پانی دل پر

آئنے کی یہ گواہی ہے کہ وہ دن نہ رہے
سایہ افگن ہے مگر خوابِ جوانی دل پر

اب تو اک عمر سے ہر لحظہ گراں ہے جیسے
دشتِ غربت میں کرے شام گرانی دل پر

Scanned by CamScanner

اپنے دامن میں لئے ڈوبتے سورج کی مہک
مہرباں ہو کے جھکی رات کی رانی دل پر

تم نے رسماً جسے تحریر ہوا سمجھا تھا
لکھ لیا ہم نے وہ پیغامِ زبانی دل پر

بہہ گیا ایک ہی لمحے میں جو منظر خورشید
آج تک ہے اُسی منظر کی روانی دل پر

Scanned by CamScanner

پگڈنڈی

سبز گوں کھیتوں میں مٹیالی سی پگڈنڈی کا حسن
یہ سحر کے جھٹ پٹے میں ایک نورانی لکیر

اے زمیں کی مانگ! کس افشاں سے بھردوں میں تجھے
اشک برساؤں کہ چُن دوں پھول تا حدِّ نظر
تو افق تک بھی اگر جائے تو کب دھندلائے گی
ساتھ دینے کو مری حدِّ نظر بڑھ جائے گی

Scanned by CamScanner

○

دلوں میں بارِ یقین و گماں اٹھائے ہوئے
رواں ہے، رختِ سفر کارواں اٹھائے ہوئے

کوئی تو ہے پسِ دیوارِ گلستاں جس کے
نظارہ جُو ہیں شجر، ایڑیاں اٹھائے ہوئے

مری مثال پرانے شجر کی ہے، دل پر
ہزار داغ بہار و خزاں اٹھائے ہوئے

فسونِ صحبتِ شب میں تو نیند ٹلتی رہی
پھروں گا دن کو یہ بارِ گراں اٹھائے ہوئے

Scanned by CamScanner

ترے خیال کو پھرتا ہوں یوں لئے جیسے
زمین سر پہ پھرے آسماں اٹھائے ہوئے

نہ جانے جسم کے ساحل پہ اب سفینۂ جاں
کس انتظار میں ہے بادباں اٹھائے ہوئے

Scanned by CamScanner

○

پلٹ کر اشک سوئے چشمِ تر آتا نہیں ہے
یہ وہ بھٹکا مسافر ہے جو گھر آتا نہیں ہے

قفس اب آشیاں ہے خاک پر لکھّی ہے روزی
کبھی دل میں خیالِ بال و پر آتا نہیں ہے

پہاڑوں کی سیاہی سے فزوں دل کی سیاہی
وہ حسُن اب اپنی آنکھوں کو نظر آتا نہیں ہے

شجر برسوں سے نقشِ رائگاں بن کر کھڑے ہیں
کوئی موسم ہو، شاخوں میں ثمر آتا نہیں ہے

Scanned by CamScanner

مرے اِس اوّلیں اشکِ محبت پر نظر کر
یہ موتی سیپ میں پھر عمر بھر آتا نہیں ہے

کوئی قاتل رواں ہے میری شریانوں میں خورشید
جو مجھ کو قتل کرتا ہے نظر آتا نہیں ہے

Scanned by CamScanner

ہوا نہ تیری مہک سے کبھی جدا مرا ہاتھ
چمن چمن ترا دامن صبا صبا مرا ہاتھ

میانِ تیرہ شبی اب بھی یاد آتا ہے
کسی کی ساعدِ سیمیں کو ڈھونڈتا مرا ہاتھ

یہ فیض بھی تو اِنہی ظلمتوں سے پایا ہے
کبھی کبھی مہِ کامل کو جا لگا مرا ہاتھ

مرے لہو سے نہیں، اِس کی باز گشت سے ڈر
خروشِ حشر، ترا دامنِ قبا، مرا ہاتھ

Scanned by CamScanner

زمیں کے تھامنے والے کرم ہے یہ بھی ترا
دعا کو ہاتھ اٹھایا تو اٹھ گیا مرا ہاتھ

نہیں کہ دل میں مرے مدعا نہیں کوئی
مگر دراز نہیں بہرِ مدعا مرا ہاتھ

جو میرے دل میں ہے خورشید مجھ کو لکھنا ہے
بلا سے آئے تہِ خنجرِ جفا مرا ہاتھ

Scanned by CamScanner

○

وہ برگ وہ بار کتنے خوش تھے
مرغانِ بہار کتنے خوش تھے

اب آنکھ کھلی تو سوچتا ہوں
خوابوں کے دیار کتنے خوش تھے

ساحل پر جس طرح سفینہ
سرکش سرِ دار کتنے خوش تھے

اب گریہ کناں یہ ابر پارے
کہسار کے پار کتنے خوش تھے

جب تجھ میں گزر نہ تھا خوشی کا
ہم اے دلِ زار کتنے خوش تھے

Scanned by CamScanner

تریاق

گاؤں کے اجڑے ہوئے مدفن میں پونم کا طلسم
آج کی تہذیب کے ہر زہر کا تریاق ہے

شہر والوں کے تبسّم کی ریاکاری سے دور
محفلوں کی کھوکھلی سنجیدہ گفتاری سے دور
الجھے الجھے سے دلائل کی گرانباری سے دور

محفلیں لوحِ تکلّف کی وہی پٹتی لکیر
اپنی اپنی چاردیواری کے زنداں میں اسیر
کیا کرے وہ جس کے دل میں وسعتِ آفاق ہے

آ سَحر تک اس دبستانِ حقیقت میں پڑھیں
موت کے بوڑھے معلّم سے کتابِ زندگی

Scanned by CamScanner

○

چپ رہنا بہتر ہے
یا کہنا بہتر ہے

یا اسی دوراہے پر
دُکھ سہنا بہتر ہے

اور بہتے لمحوں میں
گھُل بہنا بہتر ہے

کہیں بایاں اچھا ہے
کہیں دہنا بہتر ہے

اب پورے انساں کا
کٹ رہنا بہتر ہے

Scanned by CamScanner

○

پھر وہ فضا نہیں ملی اُس شبِ مرمریں کے بعد
وہ تری بات کی مہک نکہتِ یاسمیں کے بعد

وہ چمن اور وہ جوئے آب، سلسلۂ خیال و خواب
اور وہ دھواں ساماہتاب تیرے رخ و جبیں کے بعد

کیا کہوں کیا طلسم تھا شاخ و صبا کے درمیاں
جیسے بدن میں کپکپی بوسۂ اوّلیں کے بعد

موت قبول ہے مگر تلخیٔ لب نہیں قبول
زہر بھی شوق سے پلا، ہاں مگر انگبیں کے بعد

Scanned by CamScanner

زیرِ نگیں ہوں جب تلک نام کو پوجتے ہیں لوگ
نام کو مانئے، اگر نام رہے نگیں کے بعد

جذبِ زمیں کو چھوڑ کر اُڑ تو چلا ہے آدمی
دیکھئے اب کہاں جمیں اس کے قدم زمیں کے بعد

نورِ یقیں کہیں کہیں، چشمکِ برق کی طرح
وہم و گماں یقیں سے قبل، وہم و گماں یقیں کے بعد

Scanned by CamScanner

○

دل میں داغ جلے
سرخ چراغ جلے

اتنے پھول کھلے
جیسے باغ جلے

شمع بجھے ساقی
اور ایاغ جلے

دور اندھیرے میں
ایک سراغ جلے

جوں جوں روشن ہو
اور دماغ جلے

Scanned by CamScanner

○

حوالے جس قدر تھے اب وہ سارے بدلے بدلے ہیں
ہراک دیکھی ہوئی شے کے اشارے بدلے بدلے ہیں

کسی سے بھی ملیں ٹوٹا ہوا دل لے کے آتے ہیں
کہ جو شعلہ بھی ہے اس کے شرارے بدلے بدلے ہیں

یہ ہم کس سرزمیں میں آ گئے اے قافلے والو!
فلک پہلے سے اونچا ہے ستارے بدلے بدلے ہیں

کلی دل کی کہاں کِھلتی ہے باہر کی بہاروں سے
کہ اب اندر سے سب منظر ہمارے بدلے بدلے ہیں

اِدھر ہے یا اُدھر ہے کوئی چلمن اجنبیّت کی
نظر بدلی ہوئی ہے یا نظارے بدلے بدلے ہیں

Scanned by CamScanner

افغانستان کے لئے ایک نظم

لو چھٹے[1] سال کی چلمن بھی گری تیرہ و تار
حیرتِ گُنگ مری بول اٹھی آخرِ کار

اپنی آنکھوں سے جو دیکھوں تو نظر آتی ہے
ایک نا راست ترازو سرِ میدانِ وغا
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عدل کی میزان بپا

اِس ترازو کا وہ عالم ہے بقولِ شاعر
"جس طرح تنکا سمندر سے ہو سرگرمِ ستیز
جس طرح تیتری کہسار پہ یلغار کرے"

---

[1] افغانستان پر روسی یلغار کا چھٹا سال

Scanned by CamScanner

اب کہاں بابر و محمود کی سطوت لیکن
خاکِ فرغانہ و غزنیں سے سوار اٹھتے ہیں
بن کے مہتاب میانِ شبِ تار اٹھتے ہیں
خاک ہو جائیں مگر ہو کے غبار اٹھتے ہیں

Scanned by CamScanner

○

تم کو مری افتاد کا اندازہ نہیں ہے
تنہائی صلہ ہے مرا خمیازہ نہیں ہے

تم مجھ سے نہ مل پاؤ گے ہرگز کہ مرے گرد
دیوار ہی دیوار ہے دروازہ نہیں ہے

مدّھم ہے نوا میری کسی اور سبب سے
یہ بات نہیں ہے کہ غمِ تازہ نہیں ہے

ہیں شرق سے تا غرب پریشاں مرے ذرّات
جُز موجِ صبا اب کوئی شیرازہ نہیں ہے

جو تیرے لئے ہم پہ کسا جا نہ چکا ہو
اس شہر میں ایسا کوئی آوازہ نہیں ہے

Scanned by CamScanner

○

بنا رہے کوئی دم، نقشِ پا سے کون کہے
ابھی نہ خاک اڑائے ہوا سے کون کہے

پئے نشاط نفس دو نفس بچا کے رکھے
یہ مدّعا دل بے مدّعا سے کون کہے

گئی تو بُو ہی نہیں رنگ بھی گلوں سے گیا
پلٹ کے باغ میں آئے صبا سے کون کہے

وہ ملتفت ہیں مگر اب ہمیں دماغ نہیں
کہے ہوئے کو پھر اب ابتدا سے کون کہے

Scanned by CamScanner

بہت سے روگ دعا مانگنے سے جاتے ہیں
یہ بات خوگرِ رسمِ دوا سے کون کہے

وہ دل کا درد، وہ ناگفتنی سخن خورشید
خدا سے کہہ لیا خلقِ خدا سے کون کہے

Scanned by CamScanner

○

دیکھ واعظ کو کہ آزادِ گنہ خود بھی نہیں
جس طرح لفظِ ثقاہت کہ ثقہ خود بھی نہیں

آتشِ غیظ بھڑکتی رہی شریانوں میں
اپنے شب خون سے محفوظ سپہ خود بھی نہیں

دم بدم ہم ہی نہ تھے اُس کو منانے والے
ٹھیرتی اُس دلِ نازک میں گرہ خود بھی نہیں

ہے یہ بیدارئ شب وضع نبھانے کے لئے
ورنہ اب چشمِ طلب، چشم برہ خود بھی نہیں

Scanned by CamScanner

جانے شاہوں سے یہ کیا مانگتے پھرتے ہیں فقیر
جب فقیری سے تھی حسرت شہِ خود بھی نہیں

شکوہ آئینے سے رکھتی ہیں وہ آنکھیں کہ جنہیں
چشمِ نرگس کی طرح ذوقِ نگہ خود بھی نہیں

جل رہا ہے کسی سائے کی طلب میں خورشید
اپنی حدّت سے ملی اُس کو پنہ خود بھی نہیں

Scanned by CamScanner

○

اترا ہے ترا ہاتھ مرے دل کے سبو پر
یوں جیسے دھنک پھیل گئی بام کے اوپر

میں تیرے لئے ٹوٹ گیا ذات سے اپنی
تو سے خطِ تنسیخ نہ کھینچا من و تو پر

لوٹی تو ہے کچھ طاقتِ پرواز ہماری
کچھ بادِ بہاری نے کئے تو ہیں رفو پر

میں تیری محبت میں وہ پامال ہوا ہوں
ملتا ہے ترا نقشِ قدم ہر بُنِ مو پر

اِس شدّتِ احساس کا کیا کیجئے خورشید
لہریں سی بناتی ہے صبا میرے لہو پر

Scanned by CamScanner

○

یہ شہرت ہے کہ رسوائی مگر حد سے زیادہ ہے
میں خود اتنا نہیں، سایہ مرے قد سے زیادہ ہے

مرے دل کی گرہ باتیں بنانے سے نہیں کھلتی
کہ مجھ میں بستگی کچھ قفلِ ابجد سے زیادہ ہے

کسی کے پاس حرفِ دل نشیں باقی نہیں ورنہ
قبول اب بھی دلوں کی خاک میں رد سے زیادہ ہے

سویدا کو مرے نسبت بہت ہے سنگِ اسود سے
مگر نقشِ کفِ پائے محمدؐ سے' زیادہ ہے

یہ جانِ ناتواں میری یہ شوقِ بے اماں میرا
توانائی کفِ سیلاب میں سد سے زیادہ ہے

Scanned by CamScanner

گٹھریاں

صبح کی پہلی کرن رکھتی ہے میرے دوش پر
میلی اُجلی، چھوٹی چھوٹی، موٹی موٹی گٹھریاں
کچھ پرانی کچھ نئی
گٹھریاں جن میں بندھے ہیں لاکھ ناکردہ خیال
کارِ دنیا کے وبال

یہ ہزاروں رنگ کی آپس میں اُلجھی کترنیں
یہ قبائے زندگی کی دھجیاں
منتشر کابوس میرے ناتواں دل پر محیط

دل کہ جس میں بند ہے وہ بقچۂ سربند کتنے سال سے
اَن سلے جس میں ہزاروں پیرہن خوابوں کے ہیں
اطلس و کمخواب و دیبا و حریر

Scanned by CamScanner

جن کے سینے کی مجھ فرصت نہیں

صبح کی پہلی کرن سے تا شعاعِ واپسینِ شام
میرے پاؤں کی زنجیر ہیں
کترنیں ہی کترنیں اور دھجیاں ہی دھجیاں
سلسلہ جن کا سمٹتا ہی نہیں
لاکھ نپٹاؤں نپٹتا ہی نہیں
میرے سر پر گٹھریوں کا بدنما اہرام
گھٹتا ہی نہیں

ایسا لگتا ہے کہ میں اک سنگِ مقناطیس ہوں
چار سو اڑتے ہوئے لوہے کے کانٹوں میں اسیر
خالقِ خواب! آمدِ تعبیر کی کوئی نوید
بقچۂ سربند کی کوئی کلید

Scanned by CamScanner

رباعیات

کھو کر اسے پا جاؤ تو حاصل کہہ لو
منجدھار سے لوٹ آؤ تو ساحل کہہ لو
ہے اپنا سفر اپنے ہی دل سے دل تک
چل پھر کے یہاں آؤ تو منزل کہہ لو

موجوں سے ہراساں نہ کنارے کی تلاش
آنکھوں کو ہے بس آنکھ کے تارے کی تلاش
کچھ عذر ہمیں جان کے دینے میں نہیں
جینا ہے فقط جان سے پیارے کی تلاش

Scanned by CamScanner

شبنم پہ بھی چل دیدۂ گریاں میں بھی جھانک
اوروں سے بھی مل اپنے گریباں میں بھی جھانک
دو دھارے ہیں اک موج کے جلوت خلوت
آئینہ بھی دیکھ آئنۂ جاں میں بھی جھانک

تھے دید سے غافل ہمیں، ہوں گے تو ضرور
گو آنکھ سے دیکھے نہیں، ہوں گے تو ضرور
سینہ کہ سمندر سے نہیں کم اپنا
سینے میں بھی موتی کہیں، ہوں گے تو ضرور

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِمکان

Scanned by CamScanner

اِمکان

خورشید رضوی

Scanned by CamScanner

عابد صدّیق کے نام

اے رہ نوردِ عالم بالا چگونہ ای

Scanned by CamScanner

بپا دل میں پیہم یہ ماتم رہا
مجھے اپنے امکان کا غم رہا

Scanned by CamScanner

ترتیب

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

شاعری انسان اور کائنات کے رشتے کا ایک اظہار ہی تو ہے۔ سوچنے اور محسوس کرنے والے انسان کا مقدر یہی ہے کہ وہ کائنات کے روبرو اس تحیر اور تفکر' اس بہجت اور سرخوشی' اس حزن و ملال کو وصول کرے جو اس کا مقدر ہے۔ یہی راستہ محسوسات اور وجدان تک جاتا ہے۔ غالب نے کہا تھا:

گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

اور یہ بھی کہہ دیا:

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

کائنات کے ازلی اسرار کو سامنے موجود پا کر اس کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ایک حجاب کے بعد دوسرا حجاب۔ ایک راز کو (اپنی دانست میں) پا کر دوسرے راز کے روبرو ہو کر ششدر رہ جانا کوئی معمولی سعادت نہیں ہے۔ یہ فلسفیوں' مفکروں اور شاعروں کا مقدر ہے۔ یہی داخلی کیفیت محسوساتی سطح پر طبیعت کو وجدان عطا کرتی ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان محسوسات' اِن داخلی کیفیات اور اِس وجدان کو شعر کے سانچے میں ڈھال لینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ روحانی تجربہ کیسے لفظوں کے پیکر میں ڈھل جاتا ہے' اس کا کوئی آسان نسخہ دریافت نہیں ہو سکا۔ یہ کیفیت شعر کا کیا روپ اختیار کرتی ہے' غزل کے سانچے میں ڈھلتی ہے یا نظم کا پیکر استعمال کرتی ہے' یہ داخلی کیفیت کی مجبوری کے علاوہ شاعر کی تربیت' شاعر کی ترجیحات اور اظہار کی قدرت پر منحصر ہے اور غالباً اس امر پر بھی منحصر ہے کہ شاعر کس سرزمین پر اور کس دور میں شعر گوئی کر رہا ہے۔ کیونکہ یہی دو باتیں اس کو ادب کی روایت اور اس کے عہد سے وابستہ کرتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

یہاں ایک ایسے واقعے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو بعض دوستوں کے ہاں بادی النظر میں کوئی خاص معانی نہیں رکھتا یعنی خورشید رضوی صاحب کا لاہور میں قیام۔ دوست کہیں گے اس کا بھلا شاعری سے کیا تعلق ہوا مگر میری دانست میں یہ ایک قابل توجہ امر ہے۔ ہر چند کہ نقادوں اور محققوں نے کبھی دبستانِ لاہور کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن واقع یہی ہے کہ لاہور میں گزشتہ سو برس میں اُردو ادب کی ایک نئی روایت پھولی پھلی ہے۔ یہ روایت اقبال کی شاعری سے ہو کر بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں جدید شاعری کی تخلیق اور فروغ سے ہوتی ہوئی حلقہء اربابِ ذوق کی تربیت گاہ تک پہنچتی ہے۔ یہ ادارہ 1939ء میں قائم ہو گیا تھا۔

اس موقع پر ایک بات اگر زیرِ نظر رہے تو مناسب ہو گا۔ ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا کہ جب لاہور سے مولوی محبوب عالم نے ''پیسہ اخبار'' کا اجرا کیا تو مولانا حالؔی نے انہیں اپنے پیغام میں لکھا:

''جو لوگ پنجابی اُردو پر نکتہ چینی کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اُردو زبان ان کے ہاتھوں سے نکل کر پنجاب میں جا رہی ہے۔ اگر یہی سلسلہ مدت تک جاری رہا تو جس طرح عربی زبان عرب سے نکل کر مصر اور شام میں چلی گئی یقیناً وہ وقت دور نہیں ہے کہ دِلی اور لکھنؤ کی بجائے لاہور اُردو کا گھر ہو جائے گا اور اِس طرح ہمیشہ کے لئے اس بحث کا فیصلہ ہو جائے گا''۔

میری ناچیز رائے میں اِس بحث کا فیصلہ تو نہ ہو سکا لیکن مولانا حالی کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ اِسی لیے میں نے دبستانِ لاہور کی اصطلاح استعمال کرنے کی جرأت کی ہے۔

1938ء کے آتے آتے اقبال کی شاعری تو اُردو شاعری کی کلاسیک میں شامل ہو چکی تھی لیکن اس کے بعد اُردو شعر میں ایک بغاوت کا دور شروع ہوتا ہے جسے اس دور میں جدید شاعری کا نام دیا گیا۔ یہ بغاوت ایک نئی جہت کی تلاش بھی تھی اور یافت بھی تھی۔ یہ فیضؔ، راشدؔ اور میرا جی کا دور تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اُردو زبان اور اُردو شاعری کی روایت سے کماحقہٗ واقف تھے۔ یہ بغاوت جہالت نہیں علم کی بنیاد پر ہوئی تھی۔

عجیب اتفاق ہے کہ پچھلے دنوں حلقہء اربابِ ذوق کے 2003ء کے سالانہ جلسے کی

Scanned by CamScanner

صدارت کا قرعۂ فال خورشید رضوی کے نام پڑا اور انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں یہی بات اِن لفظوں میں کہی۔

''روایت کے سانچے جب فرسودگی میں ڈھلنے لگتے ہیں تو تخلیق کی تازہ کاری انہیں توڑ ڈالنے کی ضرورت بھی محسوس کرتی ہے اور یقیناً اس کا حق بھی رکھتی ہے۔لیکن اصولی طور پر کسی بھی روایت کو توڑنے یا رد کرنے کے لئے اس کا علم اور اس پر قدرت رکھنا شرط ہے۔ چنانچہ خود روایت شکنی کے لئے روایت کو جاننا اور عملاً اس پر قادر ہونا ضروری ہے۔ اِس علم اور قدرت کے بغیر روایت کے خلاف بغاوت کا نعرہ دراصل اپنی کمزوری کو چھپانے کا ایک بہانہ ہوتا ہے''۔

بیسویں صدی کے تیسرے اور چوتھے عشرے میں پنجاب میں جدید شاعری جس بغاوت کی پیغامبر تھی اس کے پیچھے اس عہد کے نئے شاعروں کی اُردو شاعری کی روایت سے پوری واقفیت اور آگہی تھی۔ راشدؔ، فیضؔ اور میراؔجی، جو اِس تحریک کے پیش رو تھے، روایت کی فرسودگی سے واقف نہ ہوتے تو یہ تحریک کامیاب نہ ہوتی۔ نئی نظم اور نئی غزل تخلیق ہونا شروع ہوئی۔ یہ روایت سے قطع تعلق نہیں روایت کو آگے لے جانے کا شعوری عمل تھا جس کے لئے روایت کے فہم کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں بھی لازم تھیں۔ نظم کو قافیے اور ردیف کی قیود سے آزاد کرنا مشکل سہی مگر ممکن بھی تھا۔ البتہ غزل کو ردیف اور قافیے سے آزاد کرنا بے معنی ہوتا۔ دوسری طرف اُردو غزل کے فارم میں وہ جادو تھا جو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ غزل تو راشدؔ نے بھی لکھی اور میراؔجی نے بھی لکھی مگر بے دلی سے لکھی۔ مگر جدید اُردو شاعری کے ان بانیوں میں سے ایک شاعر جس نے اُردو غزل کو جدید تر مضامین سے مالا مال کرتے ہوئے ایک نیا لحن عطا کیا وہ فیض احمد فیضؔ تھے۔ ہر چند کہ راشدؔ اور میراؔجی غزل گوئی سے گریزاں رہے لیکن واقع یہی ہے کہ اس تحریک کی برکت سے غزل بطور صنف سخن قائم بھی رہی اور اس پر نئے مضامین اور نئے طرزِ اظہار کے دروازے کھل گئے۔

یہاں اِس دلچسپ سلسلے میں ایک بات عرض کرتا چلوں۔ ن۔م۔ راشدؔ صاحب سے متعلق میرے پاس جو مخطوطے اور مکتوبات محفوظ ہیں ان میں ان کا ایک خط وہ بھی ہے جس پر دو جون

Scanned by CamScanner

1953ء کی تاریخ درج ہے اور جو نیو یارک، امریکہ سے لکھا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ایک غزل کہی ہے۔ اس کے چند شعر اِس مختصر سی جگہ میں لکھ رہا ہوں۔ کس قدر Labourd غزل ہے۔ غزل کہنے کے بعد ہمیشہ یہی احساس ہوا۔ الفاظ اور معانی کے بے معنی ہیر پھیر کا احساس۔ قافیہ بازی کی رہنمائی اکثر گمراہی کا باعث ہوئی۔ پیش پا افتادہ فلسفہ کبھی اپنایا نہ جا سکا نہ اپنا کوئی فلسفہ حیات پورے طور پر غزل کے بطن میں راہ پا سکا۔''

دوسری طرف واقع یہ ہے کہ میری دانست میں راشدؔ صاحب کی یہ غزل نہایت اچھی غزل ہے اور بعض شعر تو پڑھتے ہی دل میں اُتر جاتے ہیں لیکن یہ موقع اُس غزل کے تذکرے کے لئے مناسب نہیں۔ ان کا یہ خط غزل کے بارے میں راشدؔ کے خیالات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ راشد صاحب کا بیشتر وقت اس سرزمین سے دُور گزرا۔ پہلے ایران میں اور پھر کئی برس امریکہ میں قیام کیا اور پھر جب یو این او کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو واپس آنے کی بجائے انگلستان کو اپنا گھر بنالیا۔ سال دو سال کے بعد رخصت پر وطن آتے تو ملاقاتیں مختصر اور گفتگو سے لبریز ہوتیں۔ افسوس کہ اِس مضمون پر ان سے گفتگو نہ ہوئی۔ میری ناچیز رائے میں قافیہ تو ایک طلسماتی دروازہ ہے جس سے گزر کر شاعر پر وہ کیفیت اور وہ مضمون وارد ہوتا ہے جس سے وہ خود بھی چند لمحے پہلے تک واقف نہ تھا۔ یہ ایک ذاتی عمل ہے جو بالکل منفرد ہے اور شاعر کی ذات سے وابستہ ہے۔ وہ جو اُردو کے ایک عظیم شاعر نے کہا تھا ''آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں'' غالباً اس کا بھی یہی مفہوم تھا کہ شعر کا مضمون شاعر کی شخصیت کی پُر اسرار تہوں میں محفوظ پڑا ہوتا ہے اور ایک لحہ معرفت میں برآمد ہو کر اس پر وارد ہوتا ہے۔ اس لحہء معرفت کی ایک کلید تو قافیہ بھی ہے۔ یقین نہ آئے تو آیئے ایک فرضی اور خیالی مشاعرے کا انعقاد کریں۔ یہ ایک طرحی مشاعرہ ہوگا اور اِس میں میر تقی میرؔ، اقبالؔ اور غالبؔ شریک ہیں۔ ردیف تو خیر اپنے آپ کو دہرا کر مسلسل ایک صوتی موسیقی پیدا کرے گی لیکن طرحی مصرعے کے قافیے تو زیادہ سے زیادہ دس بارہ نہیں تو پندرہ بیس ہوں گے لیکن اندازہ کیجئے کہ ایک ہی قافیہ جو مضمون غالبؔ پر وارد کرے گا وہ اس مضمون سے کس قدر مختلف ہوگا جو اقبال پر وارد ہوگا اور میر تقی میرؔ اِسی قافیے کی بدولت جس کیفیت سے دو چار ہو جائیں گے وہ اِن دونوں کے اشعار

سے کس قدر مختلف کیفیت ہوگی۔ یہ سب قافیے ہی کے تو کمالات اور کرشمے ہیں۔ لیکن اگر شاعر روایتی ہے تو قافیہ اس کے لئے جو مضمون اپنے ساتھ لائے گا وہ بھی روایتی ہوگا۔

یہاں پہنچ کر مجھے جدید شاعری کے تذکرے میں میراجی کی ایک تحریر کا خیال آ گیا جو راشد صاحب کے اس خط سے کم وبیش بیس برس پہلے کی ہے۔ میراجی اپنے مضمون بعنوان ''نئی شاعری کی بنیادیں'' میں جو اپریل 1934ء کے شمارہ ''ادبی دنیا'' لاہور میں شائع ہوا' لکھتے ہیں:

> ''نئی شاعری ہر اس موزوں کلام کو کہا جا سکتا ہے جس میں ہنگامی اثر سے ہٹ کر کسی بات کو محسوس کرنے' سوچنے اور بیان کرنے کا انداز نیا ہو یعنی کوئی شاعر روایتی بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنی انفرادیت کو نمایاں کرتا ہے تو وہ نیا شاعر ہے ورنہ پرانا''۔

میراجی کے اس بیان سے یہ واضح ہوگیا کہ نئی شاعری کے سلسلے میں غزل یا نظم کی کوئی قید نہیں۔ صنفِ سخن کوئی بھی ہو امتحان یہی ہے کہ شاعر نے روایتی بندھنوں سے آزاد ہو کر کس حد تک اپنی انفرادیت کو نمایاں کیا۔ میراجی کے اِس امتحان میں فیضؔ سے زیادہ کون سرخرو ہوگا۔ جدید شاعری کے ان بانیوں میں سے میراجی اور راشدؔ نے تو غزل کو ترک کیا اور ان کا شاعرانہ اظہار بیشتر نظم ہی میں محفوظ ہوا لیکن فیضؔ صاحب نے اپنی غزل گوئی سے یہ بات واضح کر دی کہ غزل بھی اپنی روایتی بندشوں سے آزاد ہو سکتی ہے۔ فیض نے اپنے قید و بند' اور زندان و سلاسل کے گہرے تجربات کا اظہار غزل میں کچھ ایسے کیا کہ روایتی ترکیبات اور کلاسیکی تصورات نئے معانی سے جگمگا اُٹھے۔ وہی لفظیات' وہی اسلوب جو روایتی شاعروں کے ہاں گھس پٹ کر بے کیف ہو چکا تھا' جب فیضؔ نے اپنے نئے تجربے اور سیاسی نظریے کے اظہار کے لئے اُستعمال کیا تو اُردو غزل کو ایک نیا اسلوب مل گیا۔

نئی اُردو غزل کے سلسلے میں ایک اور اہم صورت حال ایسی ہے جس پر توجہ کئے بغیر یہ تبدیلی کلی طور پر گرفت میں نہیں آ سکتی۔ جب دبستانِ لاہور نئی نظم اور نئی غزل کی تلاش اور دریافت کے مقام سے گزر رہا تھا تو برصغیر کی اُردو شاعری کے تاریخی مراکز یعنی دلی' لکھنؤ اور

Scanned by CamScanner

حیدرآباد میں غزل اپنی نئی شان اور نئی چاشنی کے ساتھ فروغ پا رہی تھی، داغ دہلوی، فانی بدایونی اور اصغر گونڈوی سے گزر کر اب جگر، جوش، فراق اور یگانہ، گویا ایک پورے کا پورا مکتب اِس نئی غزل کی آبیاری کر رہا تھا اور کلاسیکی غزل اب نئی آب و تاب سے جلوہ گری کر رہی تھی۔ اِس صورت حال میں ایک مشاہدہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خورشید رضوی کے گھرانے کی روایت اور رہائش امروہہ سے وابستہ ہے اور وہ خود اپنی روایت اور رہائش کے اعتبار سے لاہور سے وابستہ ہیں۔ اور یوں ان کی غزل گوئی کلاسیکی اور ماڈرن دونوں روایتوں سے فیض یاب ہوئی ہے۔

شہزاد احمد شہزاد کی رائے میں ''خورشید رضوی غزل کے ان شعراء میں سے ہیں جن کی وابستگی جدید علوم سے اتنی ہی گہری ہے جتنی خود غزل کے کرافٹ سے'' لیکن واقع یہ ہے کہ نئی شاعری کے اِس کامیاب تجربے کے بعد اُردو شاعری کی وہ روایت پختہ ہوگئی جس کا آغاز اقبالؔ کر چکے تھے یعنی ایک ہی شاعر غزل گوئی بھی کر سکتا ہے اور نظم نگاری بھی کر سکتا ہے۔ شاعری کا مضمون اور احساساتی تجربہ البتہ اپنی صنف اظہار اپنے ساتھ لائے گا۔ دوسرے لفظوں میں ''مسجد قرطبہ'' نظم کا مضمون ہے غزل کا نہیں۔

اس کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے یہ کام آسان ہوگیا۔ آج کا اُردو شاعر چاہے تو مقفّیٰ نظم لکھے چاہے تو معرّا اور جب غزل وارد ہو تو اس سے بھی حجاب نہ کرے۔

آج ہمارے درمیان جو احباب اعلیٰ پایے کی قابل توجہ شاعری کر رہے ہیں۔ ان میں ایک مؤقر اور معتبر نام خورشید رضوی ہے۔ جن کے کلام کے تین مجموعے قاری تک پہنچ چکے ہیں۔ اور چوتھا مجموعہ ''امکان'' آپ کے سامنے ہے۔ اس میں ''تہ دل''، ''جزیرہ''، ''مدینہ میں''، ''سالگرہ'' اور ''ہوک'' قابل توجہ نظمیں ہیں۔ توجہ کیجئے تو معانی کے پرت کھلتے چلے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ غزل کا ایک سدابہار گلزار ہے مگر زمین اور مضمون روایتی نہیں ہیں۔ قافیہ جو مضمون اپنے ساتھ لاتا ہے وہ بالکل ذاتی اور منفرد ہے۔ البتہ صنف شعر کے مختلف ہونے کے باوجود اکثر تخلیق کار کے تشخص کی جھلک ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ گویا غزل ہو یا نظم شاعر کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

Scanned by CamScanner

''حمد'' اس مجموعے کی پہلی نظم ہے جس میں حقیقتِ کاملہ کو ''جانِ تنہائی'' کہا گیا ہے۔ میں نے پڑھا تو سوچ میں پڑ گیا کہ تنہائی تو اِس طرف ہے' کیا اُس طرف بھی تنہائی ہے مگر معانی کے دوسرے ریلے میں خیال آیا کہ تنہائی تو صرف اِدھر ہے اُدھر تو یکتائی ہے اور یکتائی میں غالباً تنہائی نہیں ہوتی۔ دل اس نکتے پر مطمئن ہونے کو تھا کہ چند صفحوں بعد غزل کا یہ شعر سامنے آ گیا:

خدا بھی خلق میں چاہے کہ آئنہ دیکھے
اُسے بھی راس نہ آیا سرورِ یکتائی

تو کیا پہلا خیال ہی درست تھا کہ تنہائی دونوں طرف ہے' اِدھر بھی اور اُدھر بھی۔ مگر اصل چیز تو اِس کائناتِ ہست و بود میں اکیلے انسان کا یہ کمال ہے کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ چند روزہ زندگی حیاتِ مستعار ہے نہ اپنی ذات سے الگ ہو سکتا ہے نہ اسے ترک کر سکتا ہے۔ کیا ہر ایک ذات اس کی عطا کی ہوئی یکتائی ہے۔

یہ اعتماد تو دیکھو بھرے سمندر میں
حباب کھینچ کے بیٹھا حصارِ تنہائی

(کیا اِس مقام پر یہ بات قابل توجہ ہو سکتی ہے کہ خورشید رضوی کے سب سے پہلے مجموعے کا نام ''شاخِ تنہا'' تھا)

ذرا آگے چل کر ایک نظم ہے ''شیشے کی دیوار'' جس کے چار مصرعوں میں اِس خیال کی گونج اِس طرح سنائی دیتی ہے۔

''ذات کا خول بہت پختہ ہے
بے در ' بے روزن
اندر کی باتیں ہیں اندر
باہر کی اُس پار''

اِس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل توجہ نظم ''جزیرہ'' ہے۔

''مری زندگی اب

Scanned by CamScanner

اَنا کے جزیرے میں سلکرک کی زندگی ہے۔
کوئی لمس، کوئی صدا، کوئی خوشبو، کوئی ذائقہ، کوئی چہرہ شناسا نہیں ہے
سمندر کی نمکین لہروں میں
اپنے ہی چہرے کے بنتے بگڑتے خدوخال سے زندگی میں نمک ہے
مری ناتواں انگلیاں، وقت کی آہنی انگلیوں کے فشارِ مسلسل میں تھکنے لگی ہیں''

''تہِ دل'' ایک بے حد تہ دار نظم ہے جس میں شاعر اپنی ذات کے ہر پہلو سے شناسائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ذات جس کے اندر طہارت بھی موجود ہے اور نجاست بھی، یقین بھی موجود ہے اور گمان بھی، یک روئی بھی موجود ہے اور تضاد بھی۔ مگر شاعر اس طہارت سے خوفزدہ ہے:

''جو طہارت چوبِ منبر کو بنائے چوبِ دار
اے تہ دل اس طہارت سے بہت ڈرتا ہوں میں''

شاعر اپنی ذات کی اس نجاست سے بھی ڈرتا ہے:

''جس کا اِک قطرہ
سمندر کو بھی آلودہ کرے''

اور نظم کا خاتمہ اِن مصرعوں پر ہوتا ہے:

''اے تہ دل
اے بلائے جاودانی
اے سیہ ناگوں کے بل
میرے سینے میں گڑی میری صلیب
اے معمائے عجیب''

اور جب یہی ''معمائے عجیب'' غزل میں وارد ہوتا ہے تو کیسا شاندار شعر اپنے ساتھ لاتا ہے۔

دیکھ رہا ہوں دور سے اپنی شبیہِ سربلند
میں نہیں بستۂ رسن پھر سرِ دار کون ہے

Scanned by CamScanner

تو گویا ذات جب اپنے جزیرے سے باہر آتی ہے تو کائنات کا جزو بن جاتی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ نظم اور غزل کے مضامین کا یہ امتزاج تخلیقِ شعر کے پیچھے ذات کی اکائی کا مظہر ہے۔ شاعری کی صنف چاہے بدل جائے، نظم ہو یا غزل، اس کے پیچھے جو شخصیت ہے وہ بہر حال غیر منقسم ہے۔

اب اِس مجموعے میں شامل ایک جاوداں شعر سنا کر اجازت چاہتا ہوں۔

آج بھی بزم میں ہیں رفتہ و آئندہ کے لوگ
ہر زمانے میں ہیں موجود زمانے سارے

اعجاز حسین بٹالوی

لاہور، 28 جولائی 2003ء

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف09.03.2020

Scanned by CamScanner

حرفِ سپاس

اس مجموعے کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا بجز اس کے کہ میں اپنے مشفق و کرم فرما جناب اعجاز حسین بٹالوی کا بہت بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے بے حد مصروف ہونے کے باوجود وقت نکالا اور نہایت مفصل اور فکر انگیز پیش لفظ تحریر فرمایا جو میرے لئے باعثِ اعزاز ہے۔ میرے بیٹے عامر نے ان غزلوں اور نظموں کی بہم آوری میں مدد دی، برادرِ عزیز عابد سیال کے خلوص نے کمپوزنگ کا نقش درست کیا اور برادرم صفدر حسین کی محبت انہیں موجودہ شکل میں آپ تک پہنچانے کا وسیلہ بنی۔ میں ان سب کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خورشید رضوی

لاہور

۲۲، ستمبر ۲۰۰۳ء

Scanned by CamScanner

حمد

جانِ تنہائی!
تغیّر کے سمندر میں ترا دستِ دوام
نور کے مینار کی صورت
مِری ڈھارس بندھاتا ہے مُدام

سب گزرتے جا رہے ہیں، کوہ وصحرا، خار وخس
وقت ہے اور اعتبار اور جسم
پے در پے طِلسم
اور اِن کے درمیاں دل
ایک طائر ہے، قفس اندر قفس

تیرے پرتو سے مگر اِس کے لئے ذوقِ یقیں، اِذنِ وجود
تیرا پرتو دمبدم ردِّ طلسمِ دیر وزود
عینِ شب میں صبحِ روشن کی نوید
تیرہ دروازوں کی نورانی کلید
تیرا اِسم

مدینہ میں

کیا حسیں گنبد و محراب ہیں لیکن مرا دل
ڈھونڈتا ہے وہی مٹی کے مکاں
چھت پہ وہی عودِ نخیل
اور دروازوں پہ حجروں کے
سیہ اُون کے موٹے پردے

ڈالنا چاہتا ہوں سر پہ وہی خاکِ ریاضِ جنّت
پے بہ پے جس میں وہ تابندہ قدم آتے تھے
ہائے وہ سادہ سا منبر ہے کہاں
رشک سے جس کے ہوئی گریہ کناں حنّانہ

Scanned by CamScanner

میرا دل صورتِ غربال ہے یادوں سے فگار
چھاننا چاہتا ہے خاکِ بقیع
جس میں ہیں اتنے ستارے کہ فلک پر بھی نہیں

اے اُحُد تجھ سے محبت ہے مجھے
اے اُحُد تجھ سے محبت تھی مِرے مولاؐ کو
اے اُحُد تجھ کو محبت تھی مِرے مولاؐ سے

اے اُحُد آج بھی دامن میں ترے
ہے وہی ہیبتِ حمزہؓ کا جلالِ نفسِ بازپسیں
جیسے اِک شیر کی آنکھ
کِسی رُوبہ پہ ٹھہر جائے حقارت لے کر

شاہراہیں ہیں کہ اژدر ہیں جو سنگلے ہوئے ہیں
کتنے نشیب اور فراز
جن سے وابستہ مِرا کھویا ہوا حافظہ ہے

مدینہ میں

کیا حسیں گنبد و محراب ہیں لیکن مرا دل
ڈھونڈتا ہے وہی مٹّی کے مکاں
چھت پہ وہی عودِ نخیل
اور دروازوں پہ حجروں کے
سیہ اُون کے موٹے پردے

ڈالنا چاہتا ہوں سر پہ وہی خاکِ ریاضِ جنّت
پے بہ پے جس میں وہ تابندہ قدم آتے تھے
ہائے وہ سادہ سا منبر ہے کہاں
رشک سے جس کے ہوئی گریہ کناں حنّانہ

Scanned by CamScanner

میرا دل صورتِ غربال ہے یادوں سے فگار
چھاننا چاہتا ہے خاکِ بقیع
جس میں ہیں اتنے ستارے کہ فلک پر بھی نہیں

اے اُحُد تجھ سے محبت ہے مجھے
اے اُحُد تجھ سے محبت تھی مرے مولاؐ کو
اے اُحُد تجھ کو محبت تھی مرے مولاؐ سے

اے اُحُد آج بھی دامن میں ترے
ہے وہی ہیبتِ حمزہؓ کا جلالِ نفسِ بازپسیں
جیسے اِک شیر کی آنکھ
کِسی رُوبہ پہ ٹھہر جائے حقارت لے کر

شاہراہیں ہیں کہ اژدر ہیں جو نگلے ہوئے ہیں
کتنے نشیب اور فراز
جن سے وابستہ مِرا کھویا ہوا حافظہ ہے

Scanned by CamScanner

خوں رُلاتی ہے مجھے چشمِ تصوّر کی بھی نابینائی
کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ کہاں کیا کیا تھا
تُف ہے اے چشمِ تصوّر تجھ پر

اشک بہتے ہیں تو بہنے دے کہ اِن آنسوؤں میں
شاید اُس گزرے ہوئے وقت کی تصویریں ہوں
جو مِرے دل سے گزرتا ہی نہیں

Scanned by CamScanner

○

سحرِ آئینہ کچھ ایسا ہے کہ ڈر پیدا ہو
بول کچھ بول کہ دیوار میں در پیدا ہو

پھر وہی سلسلۂ نقشِ قدم دِکھلا دے
چشمکِ برقِ رواں ، بارِ دگر پیدا ہو

دل وہ پاگل ہے کہ ہو جائے گا غرقاب وہیں
جھیل کی تہ میں اگر عکسِ قمر پیدا ہو

حُسن ہے حُسن وہی جس کے مقابل آ کر
دیدۂ کور میں بھی تارِ نظر پیدا ہو

ہم نمائش کے تو قائل نہیں لیکن خورشید!
خود کو پنہاں بھی زمانے سے نہ کر ، پیدا ہو

Scanned by CamScanner

○

کچھ بھی تو نہیں حسرت و حیرت کے علاوہ
آئینے کے اندر ، تری صورت کے علاوہ

جس پھول کو دیکھوں یہی لگتا ہے کہ اِس میں
اِک رنج بھی رہتا ہے ، مسرّت کے علاوہ

ہر جبر سے خاموش گزر آئے کہ افسوس
سر بھی ہمیں درکار تھا ، عزّت کے علاوہ

ہم نے بھی بہت غور کیا رازِ جہاں پر
حکمت نہ کُھلی کوئی ، مشیت کے علاوہ

جی چاہتا ہے پھر سے مِلیں ، اور دلوں میں
کچھ اور تعلق ہو ، محبت کے علاوہ

Scanned by CamScanner

○

مئے پنہاں کبھی پیمانے سے باہر بھی دمک
اے غمِ دل! کبھی آنکھوں میں بھی ایک آدھ جھلک

دل میں اِک خوابِ حسیں، ذہن میں اندوہِ معاش
اور دروازے پہ ایّام کی پیہم دستک

زنگ آلود سلاسل کہ جو بج بھی نہ سکیں
پاؤں میں کہنہ زمیں، سر پہ یہ فرسودہ فلک

Scanned by CamScanner

فن ہے وہ آہوئے وحشی کہ لئے پھرتا ہے
سرِ صحرائے فنا ، خلد کے باغوں کی مہک

ہے کوئی شے مِرے اعماق کے اندر روشن
جس طرح حُجرۂ تاریک میں سونے کی ڈلک

سحر ایسا کہ مسخر کرے گویائی کو
حُسن ایسا کہ پلک سے نہیں لگتی ہے پلک

بجھتی آنکھوں میں اِک اُمّید ابھی کہتی ہے
ڈوبتے دل سے کہ دو چار گھڑی اور دھڑک

ہے تہِ دل میں کہیں ریزۂ الماس ابھی
چشمِ گریاں سے کہو اور چھلک اور چھلک

لب تو خورشید سے کھولے نہ گئے وقتِ وداع
نبض میں رہ گئی جاتے ہوئے قدموں کی دھمک

Scanned by CamScanner

شہرِ خواب

خوابوں میں بستا ہے کہیں
اِک شہر جو دیکھا نہیں
جِس شہر کی تقدیر پر
افسوس کا سایہ نہ ہو

حاکم ہو ایسا داد رس
چلتا نہ ہو ظالم کا بس
یہ بھی اگر ممکن نہ ہو
تو پنجۂ مظلوم کو
حاصل ہو اتنی دسترس
زنجیر تک آیا کرے
زنجیر ہِل جایا کرے
انصاف مِل جایا کرے

Scanned by CamScanner

○

صبح سے چاک بھی ہو دامنِ شب ، ضد ہے اُسے
عینِ ماتم میں سجے بزمِ طرب ، ضد ہے اُسے

خود ہر اک بات سے واقف ہے مگر اوروں کو
کچھ نہیں جاننے دیتا ، یہ عجب ضد ہے اُسے

اُس کو سب ایک ہے یوں ، درد و سکوں ، وصل و فراق
ہاں مگر میری تمنا کے سبب ضد ہے اُسے

Scanned by CamScanner

بات اپنوں کی پکڑ لے تو کہاں چھوڑتا ہے
درگزر غیر سے فرمائے ، تو کب ضد ہے اُسے

سر اگر خم ہے تو محفوظ خمِ تیغ سے ہے
اور اگر زیرِ سپر ہے تو غضب ضد ہے اُسے

سن کے قاصد نے کہا میری دلیلیں خورشیدؔ!
خیر پہلے جو نہیں بھی تھی تو اب ضد ہے اُسے

Scanned by CamScanner

○

خون سے لکھتا ہوں اور لفظ میں ٹھہراتا ہوں
پھر بھی عکسِ دلِ بے تاب کہاں پاتا ہوں

اے صدائے نہ شنیدہ، تو کہیں ہو کہ نہ ہو
پا بُریدہ مَیں تِری سمت کھچا آتا ہوں

ہاں مجھے گرمیِ بازار سے کچھ ربط نہیں
جو شکستہ ہو گُہر، چُن کے اُٹھا لاتا ہوں

صحبتِ اہلِ زمانہ مجھے کیا راس آتی
شور سے بھاگتا ہوں، زعم سے گھبراتا ہوں

زخم کھاتا ہوں دلِ زار سے باہر خورشیدؔ!
اور پھر کُنجِ دلِ زار میں ستاتا ہوں

Scanned by CamScanner

○

عالمِ سُکر میں جو کہتا ہوں ، کہنے دے مجھے
میرے اندر تو یہی کچھ ہے ، سو رہنے دے مجھے

آ کبھی لمس کو یکسر نظر انداز کریں
آنکھ سے آنکھ مِلا ، خون میں بہنے دے مجھے

دُور جا کر بھی مِری روح میں موجود نہ رہ
تو کبھی اپنی جدائی بھی تو سہنے دے مجھے

تو مجھے بنتے بگڑتے ہوئے اب غور سے دیکھ
وقت کل چاک پہ رہنے دے ، نہ رہنے دے مجھے

جانِ خورشید ! مجھے سائے سے محروم نہ رکھ
مَیں گہن میں اگر آتا ہوں تو گہنے دے مجھے

Scanned by CamScanner

○

وہی موسم ہے، وہی گُل ، وہی خوں ریز ہَوا
مار ہی ڈالے نہ ہم کو یہ جنوں خیز ہَوا

دلِ آشفتہ ، شجر ہیں ، نہ فصیلیں ، نہ پہاڑ
کچھ نہیں راہ میں آتی ہے بہت تیز ہَوا

دن کو کرتی ہے کڑی دھوپ چمن کو پامال
شب کو آتی ہے اُڑاتی ہوئی شبدیز ہَوا

دل پہ اب شہرِ خموشاں کی خموشی ہے محیط
کچھ بھی حاصل نہیں اے ولولہ انگیز ہَوا

کہیں منظر نہ بدل جائے یکایک خورشید
کہیں آندھی میں نہ ڈھل جائے دل آویز ہَوا

Scanned by CamScanner

○

گُل کھلاتی ہے، کبھی خاک اُڑاتی ہے یہ خاک
شعبدے کرتی ہے، نیرنگ دکھاتی ہے یہ خاک

مَیں تو خود خاک ہوں میرا تو بھلا کیا مذکور
آسمانوں سے ستاروں کو بلاتی ہے یہ خاک

سال ہا سال کھلاتی ہے جسے رزق اپنا
آخرِ کار اُس انسان کو کھاتی ہے یہ خاک

سب سے آخر میں اُبھارے تھے جو رفتہ رفتہ
سب سے پہلے وہ خدوخال مٹاتی ہے یہ خاک

ہے کبھی جسم، کبھی قبر کی مٹّی خورشیدؔ
جس طرف جاؤں، مری راہ میں آتی یہ خاک

Scanned by CamScanner

شیشے کی دیوار

دل کا دکھ اور سوچ کے دھارے
اب تک ہیں بے کار
پانی میں ہے بند جزیرہ
میان میں ہے تلوار

ذات کا خول بہت پختہ ہے
بے در، بے روزن
اندر کی باتیں ہیں اندر
باہر کی اُس پار

ہونٹ ہلیں، آواز نہ آئے
بات چھپائے، روپ دکھائے
شیشے کی دیوار

Scanned by CamScanner

○

زمیں کا رزق ہے یا سُوئے آسماں گئی ہے
ہمارے گنبدِ دل کی صدا کہاں گئی ہے

ملے کہاں سے کہ اب رائگاں نہ ہونے دوں
یہ زندگی تو مِری سخت رائگاں گئی ہے

مَیں دل ہی دل میں نشیمن کی خیر مانگتا ہوں
چمن کی سمت صبا یوں تو مہرباں گئی ہے

گماں یہی تھا کہ اب وہ شبیہِ خون آلود
چلی گئی تہِ دل سے مگر کہاں گئی ہے

Scanned by CamScanner

یہ سوچتا ہوں بھٹکتی ہوئی نظر اے کاش
وہیں وہیں پہ نہ جاتی جہاں جہاں گئی ہے

ہر ایک شے پہ مجھے اعتبار آنے لگا
یقیں کی لہر بہ اندازۂ گماں گئی ہے

سمجھ نہ خود کو تو اے بحرِ بیکراں تنہا
نظر بھی ساتھ ترے ہو کے بے کراں گئی ہے

ہزار ساعتِ آئندہ خون روتی ہے
یہ چشمِ نم جو کبھی سُوئے رفتگاں گئی ہے

یہ موج ، اس کو چٹانوں پہ سر پٹکنا ہے
جو آبشار کی جانب رواں دواں گئی ہے

ہر ایک نیند میں ڈوبے ہوئے شبستاں تک
بلا سے کوئی نہ جاگے ، مگر اذاں گئی ہے

Scanned by CamScanner

○

ہَوا کے زور پہ چلنا بھی چاہیے کچھ کچھ
مگر ہَوا کو بدلنا بھی چاہیے کچھ کچھ

بجا کہ خوب ہے یہ سحرِ چشم و آئینہ
اب ان حدوں سے نکلنا بھی چاہیے کچھ کچھ

گُہر جو خواب کے آسودہ ہیں تہِ دل میں
اِنھیں تہوں سے اچھلنا بھی چاہیے کچھ کچھ

زمانے کو جو ہمیں ڈھالتا رہا ہے سدا
ہمارے رنگ میں ڈھلنا بھی چاہیے کچھ کچھ

جما ہُوا ہے لہو تہ بہ تہ رگِ جاں میں
ہمیں لہُو یہ اگلنا بھی چاہیے کچھ کچھ

Scanned by CamScanner

○

کہیں بھی مقامِ صدائے لب نہیں آ سکا
مَیں تری صدائے نگہ پہ کب نہیں آ سکا

ترے ہجر، تیرے وصال، اپنے خیال میں
کسی آئنے میں، مَیں سب کا سب نہیں آ سکا

ترے قرب میں مجھے موت یاد نہیں رہی
وہ سحر ہوئی کہ خیالِ شب نہیں آ سکا

Scanned by CamScanner

جو تمام عمر رہا سبب کی تلاش میں
وہ تری نگاہ میں بے سبب نہیں آ سکا

ہوئی ایسے سایۂ رنج میں مری تربیت
کبھی کوئی وسوسۂ طرب نہیں آ سکا

یہ مری متاعِ گراں ہوا میں بکھر گئی
مجھے اپنے سوزِ نہاں کا ڈھب نہیں آ سکا

Scanned by CamScanner

○

حیراں ہوں مَیں کیونکر سفرِ خاک سے گزرا
شعلہ سا سمٹتا ہُوا خاشاک سے گزرا

ہر دیکھنے والے کا مقدر یہی حیرت
ہر سوچنے والا اِسی پیچاک سے گزرا

آلائشِ دنیا میں ٹھہرنے نہیں پایا
منظر جو نواحِ نگہِ پاک سے گزرا

Scanned by CamScanner

اب لطفِ سخن ہو کے کھلے گا ترے لب پر
وہ پھول جو رنگینیِ پوشاک سے گزرا

اے گردشِ ایّام مرے دل پہ نظر کر
ایسا بھی کوئی جام، ترے چاک سے گزرا

اے خالقِ امکاں ترے زندانِ قضا میں
کیا کیا نہ ہمارے دلِ غم ناک سے گزرا

جب انجمِ افلاک اترتے تھے زمیں پر
مَیں گرد ہُوا اور سرِ افلاک سے گزرا

Scanned by CamScanner

تہِ دل

اے تہِ دل

رونمائی سے تری ڈرتا ہوں مَیں

اے تہِ دل

تو کنواں ہے اور مَیں یوسف ہوں

کچھ مایوس، کچھ مانوس

تیرے بطن میں

تیرے سوتوں سے کہیں زہراب رِستا ہے

کہیں آبِ حیات

Scanned by CamScanner

اے تہِ دل

تجھ میں ہے کتنی طہارت

تجھ میں ہے کیسی نجاست

تجھ میں ہیں کتنے گماں، کتنے یقیں

کتنے تضاد

اے تہِ دل، رونمائی سے تِری ڈرتا ہوں مَیں

اے تہِ دل

تجھ میں ہے کتنی طہارت

اہلِ ظاہر جس کی تابانی کے آگے خیرہ چشم

اہلِ فتویٰ جس کے آئینے کے آگے روسیاہ

جو طہارت چوبِ منبر کو بنائے چوبِ دار

اے تہِ دل اُس طہارت سے بہت ڈرتا ہوں مَیں

اے تہِ دل

تجھ میں ہے کیسی نجاست

جس کا اِک قطرہ

سمندر کو بھی آلودہ کرے

Scanned by CamScanner

اہلِ ظاہر کی صدائے آفریں کے باوجود
جس کی آمیزش سے لگتا ہے مجھے
حُسنِ عمل، کارِ گناہ
اے تہِ دل، اُس نجاست سے بہت ڈرتا ہوں مَیں

اے تہِ دل
اے بلائے جاودانی
اے سیہ ناگوں کے بل
میرے سینے میں گڑی میری صلیب
اے معمّائے عجیب

Scanned by CamScanner

○

جذبے کی کوئی شکل بنانی ہی پڑے گی
سونے میں مجھے کھوٹ ملانی ہی پڑے گی

یوں لاکھ رہیں جادۂ لذّت پہ سبک گام
آخر کو مگر دل پہ گرانی ہی پڑے گی

گو دست کشی دل کو سہاروں سے بہت ہے
ڈوبے گی تو یہ نبض دکھانی ہی پڑے گی

Scanned by CamScanner

ہر ایک بلا سر پہ ہمارے صفتِ زیست
جب آن پڑے گی تو اُٹھانی ہی پڑے گی

ہم کھوئے ہوئے لوگوں کو ڈھونڈے گا بھلا کون
اب اپنی خبر خود ہمیں لانی ہی پڑے گی

آزار یہ پہلو سے نکل جائے تو اچھا
دل ہو گا تو پھر چوٹ بھی کھانی ہی پڑے گی

خورشیدؔ غزل تم یہ سرِ بزم سنا دو
کچھ اور نہیں ، طرحِ روانی ہی پڑے گی

Scanned by CamScanner

○

بپا دلِ میں پیہم یہ ماتم رہا
مجھے اپنے امکان کا غم رہا

حسیں جنتوں سے گزرتے ہوئے
مِرے ساتھ میرا جہنّم رہا

مجھے رونقِ بزم سمجھا گیا
مگر بزم میں مَیں بہت کم رہا

Scanned by CamScanner

دلوں پر وہی زنگِ فرسودگی
وہی شکوۂ دہر باہم رہا

ہوئی بات جب بھی کوئی لازوال
بہت دیر تک وقت برہم رہا

ہوئے رنگ اور لفظ گردِ سفر
رہا تو بس اِک دیدۂ نم رہا

نہیں چھو سکے آسماں کو تو کیا
ارادہ تو دل میں مصمّم رہا

Scanned by CamScanner

○

بادل سرِ آسماں رواں ہے
اور دل میں خیالِ رفتگاں ہے

ہے یوں تو گراں ہی زندگانی
پر آج کی شب بہت گراں ہے

کچھ بار ہے لطفِ دشمناں کا
کچھ رنجِ جفائے دوستاں ہے

Scanned by CamScanner

ہے دار پہ حلقۂ رسن تنگ
اور موج میں طبعِ سرکشاں ہے

ہم وقت کے پار جا رہے ہیں
اے عمرِ گزشتہ تُو کہاں ہے

آغوش میں لے سکوں تو جانوں
وہ کیا ہے، جسم ہے کہ جاں ہے

یا کوہِ گراں سُبک ہے دل پر
یا پھول کی پنکھڑی گراں ہے

Scanned by CamScanner

جزیرہ

مِری زندگی اب
انا کے جزیرے میں سلکرکؔ کی زندگی ہے
کوئی لمس، کوئی صدا، کوئی خوشبو، کوئی ذائقہ، کوئی چہرہ
شناسا نہیں ہے
سمندر کی نمکین لہروں میں
اپنے ہی چہرے کے بنتے بگڑتے خدو خال سے
زندگی میں نمک ہے
مِری ناتواں انگلیاں، وقت کی آہنی انگلیوں کے
فشارِ مسلسل میں تھکنے لگی ہیں

ازل سے یہ بگڑی ترازو
یہ انسان کا وقت سے نامساوی تصادم
مشیت کا اِک جبر ہے، حُسنِ ظن ہے، تماشا ہے،
کیا ہے؟

Scanned by CamScanner

زمانوں جہانوں پہ پھیلے کسی کے ارادے
ہمارے دُکھی دل کے قرطاس پر کتنے زخموں کی تحریر
لکھتے رہے ہیں

اسی رسمِ افسوس میں
مَیں فسردہ بھی ہوں وقت سے پنجہ افگن
سمندر سے اٹھ کر سمندر میں غرقاب ہوتے ہوئے
سورجوں اور ستاروں کی تسبیح کو گن رہا ہوں

انھی سورجوں اور ستاروں کی لَو پر
دمک اٹھے شاید وہ بھٹکا سفینہ
جو میری کھلی آنکھ کے خواب کی سرد اور زرد محراب میں
سُرخ روشن دیا ہے

٭ سکاٹ لینڈ کا ملاح Alexander Selkirk (۱۶۷۶ء - ۱۷۲۱ء) جو چار سال چار ماہ ایک دور افتادہ جزیرے پر تنہا رہا۔ ڈیفو کے ''روبنسن کروزو'' کا کردار اُسی کی شخصیت سے ماخوذ ہے۔ ولیم کوپر نے اُس کی تنہائی پر ایک یادگار نظم لکھی ہے۔

Scanned by CamScanner

○

سماں غروب کا دل میں رہا ابھرتے ہوئے
خیال خاک میں ملنے کا تھا، سنورتے ہوئے

زمیں اداس ہے اور آسماں پہ، خندہ گناں
گزر رہے ہیں ستارے اداس کرتے ہوئے

بکھر گیا تو مجھے کوئی غم نہیں اس کا
کہ راز مجھ پہ کئی وا ہوئے، بکھرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

فسردہ اتنی ہے اس بار رہگزارِ خیال
خرامِ یار جھجکتا ہے گُل کترتے ہوئے

مجھے بھی اپنا دلِ رفتہ یاد آتا ہے
کبھی کبھی ، کِسی بازار سے گزرتے ہوئے

زمانہ لب پہ یہ انگشت رکھ کے کہتا ہے
کہ دردِ دل نہ کہو اور کہو تو ڈرتے ہوئے

لبوں سے نیم تبسم بھی اُٹھ گیا خورشیدؔ
اداسیوں کا مداوا تلاش کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

○

حیران ہیں اہلِ دل خدایا
کیا تُو نے یہ سلسلہ بنایا

جس چیز پہ شوق سے نظر کی
اس چیز نے ہم سے منہ چھپایا

جو صفحۂ دہر پر نہیں تھا
کیوں خواب میں وہ چمن دکھایا

کانٹوں نے پاؤں میں خلش کی
پھولوں کی طلب نے دل دُکھایا

مَیں قریۂ خواب کا مسافر
تعبیر میں کون کھینچ لایا

Scanned by CamScanner

○

صرفِ خزاں ہیں کِس کے رنگ ، وجہِ بہار کون ہے
ابلقِ صبح و شام کا شاہسوار کون ہے

دیکھ رہا ہوں دُور سے اپنی شبیہہِ سربلند
مَیں نہیں بستۂ رسن ، پھر سرِ دار کون ہے

وہ تو جہاں جہاں گیا تیرگیاں رہیں نہیں
نُور کو کیا خبر ، کہاں ، تیرہ و تار کون ہے

کچھ نہ کھلا کہ راز کیا سلسلۂ سخن میں ہے
حرف کے اِس طرف ہوں مَیں ، حرف کے پار کون ہے

مجھ کو بھی کچھ بتا کہ تُو ، کس سے ہے محوِ گفتگو
اے دلِ زار کون ہے ، اے دلِ زار کون ہے

Scanned by CamScanner

○

زہراب ہوں مَیں یا قند ہوں مَیں
یا دونوں کا پیوند ہوں مَیں

خوشبو سے چٹخ جاؤں نہ کہیں
نافے کی طرح سر بند ہوں مَیں

بدحال سہی ، شہزادہ ہوں
پامال سہی ، الوند ہوں مَیں

Scanned by CamScanner

مِرا ذرّہ ذرّہ جاگتا ہے
بغداد ہوں مَیں ، سرہند ہوں مَیں

مَیں تیری سمجھ میں کیا آتا
آزادۂ چون و چند ہوں مَیں

مَر جانے کی شرطیں سوچ کے رکھ
وعدے کا بہت پابند ہوں مَیں

مُدّت میں مِلے اور اتنا کہا
آباد ہوں مَیں ، خورسند ہوں مَیں

Scanned by CamScanner

○

دل کو پیہم وہی اندوہ شماری کرنا
ایک ساعت کو شب و روز پہ طاری کرنا

اب وہ آنکھیں نہیں مِلتیں کہ جنھیں آتا تھا
خاک سے دل جو اَٹے ہوں انھیں جاری کرنا

موت کی ایک علامت ہے، اگر دیکھا جائے
رُوح کا چار عناصر پہ سواری کرنا

Scanned by CamScanner

تُو کہاں مرغِ چمن ، فکرِ نشیمن میں پڑا
کہ ترا کام تو تھا نالہ و زاری کرنا

ہوں مَیں وہ لالۂ صحرا کہ ہُوا میرے سپرد
دشت میں پیرویٔ بادِ بہاری کرنا

اس سے پہلے کہ یہ سودا مِرے سر میں نہ رہے
دستِ قاتل کو عطا ضربتِ کاری کرنا

یہ جو ٹپکا ہے زباں پر سو کرم ہے یہ ترا
اب رگ و پے میں اسے جاری و ساری کرنا

بخشنا لعل و جواہر سے سوا تابِ سخن
خاک کو انجمِ افلاک پہ بھاری کرنا

Scanned by CamScanner

ہُوک

جب کتابوں کے نوشتوں سے پھسل کر
مری درماندہ نگاہ
چارسُو پھیلے ہوئے صفحۂ ایام پہ جا پڑتی ہے
دل میں اِک ہوک سی اٹھتی ہے
ابھر آتے ہیں دکھتے ہوئے جانکاہ سوال
پھر اسی ہوک کے لہجے میں خدا بولتا ہے

''زندگانی کی کڑی شرطیں ہیں
یہ عبادت ہے تمھاری کہ مِرے بخشے ہوئے دکھ جھیلو
ان پرندوں کا، بہائم کا تصوّف دیکھو

Scanned by CamScanner

کیسے منقار شکستہ طائر
دانے دانے کو ترس جاتا ہے دانوں میں گھرا
مشتِ پر خاک میں ڈھل جاتی ہے رفتہ رفتہ
جان کھو دینے کے بے زار ارادے کے بغیر
کِسی شکوے کے بغیر''

اور یہ مجھ سے بڑا درس سمجھ میں نہیں آتا میری
کِس لئے اُس کی مشیت نے کیا دکھ پیدا
سوچتا ہوں تو ڈھلک آتے ہیں اشکوں میں سوال
ہے مِری سوچ مرے اپنے لئے ایک عذاب
اُس پہ عائد ہی نہیں میرے سوالوں کا جواب

Scanned by CamScanner

○

فرصت ہی نہ تھی نغمۂ تارِ رگِ جاں سے
ہنگامۂ دنیا کو سُنا گوشِ گراں سے

اے حسرتِ خوش فہم، ترے وہم بھی ہیں خوب
خوشبوئے بہار آنے لگی بادِ خزاں سے

جس طرح سمندر سے گزرتا ہے سفینہ
مجھ کو بھی گزرنا ہے جہانِ گزراں سے

Scanned by CamScanner

تھمنے سے مِرے سیلِ زمانہ نہیں تھمتا
دنیا ہے روانی میں ، الگ عمرِ رواں سے

کُھلتا ہے کوئی راز تو رہ جاتا ہوں حیران
پوشیدہ ہے کیا کیا مِری چشمِ نگراں سے

مٹّی میں تو رنگوں کے خزانے نہیں ہوتے
کیوں ، اے گُلِ نورُستہ ، تُو آیا ہے کہاں سے

بے درد ہیں اور درد سنانے پہ ہے اصرار
کچھ دل میں نہیں اور شکایت ہے زباں سے

Scanned by CamScanner

○

اے دردِ نہاں مار ہی ڈالا مجھے آخر
اِس رنج سے باہر نہ نکالا مجھے آخر

کب تک عملِ گریہ رہا کچھ نہیں معلوم
خود میری طبیعت نے سنبھالا مجھے آخر

ہستی مِری خود میری تہِ دل میں تھی معدوم
گرداب کی گردش نے اُچھالا مجھے آخر

پھولوں سے، ستاروں سے، شراروں سے گزارا
اک شعلۂ بے تاب میں ڈھالا مجھے آخر

ڈرتا ہوں بہت روشنیِ طبع سے خورشید
اندھا ہی نہ کر دے یہ اجالا مجھے آخر

Scanned by CamScanner

○

مَیں ہوں خود سے بھی خفا، مجھ کو لبھائے نہ کوئی
مہرباں ہو کے کبھی پاس بُلائے نہ کوئی

وقت ہر دور میں تھا دل کی امنگوں کا رقیب
فیض اس پیرِ جواں بخت سے پائے نہ کوئی

ایک تصویر جو ہو مائلِ تصویرِ دگر
ساتھ ساتھ ان کو زمانے میں سجائے نہ کوئی

ہاں وہی دشت، وہی گم شدگی اچھی تھی
اب کے بھٹکوں تو مجھے راہ پہ لائے نہ کوئی

مَیں کِسی راز کا پردہ نہیں ہونے پاتا
پردہ کرنا ہو تو پھر مجھ میں سمائے نہ کوئی

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ ۔ کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن۔۔۔۔ پی ڈی ایف09.03.2020

○

حسرت ہے نظر کو کہ نظر آئیں پرندے
معدوم تو منظر سے نہ ہو جائیں پرندے

چلتے ہوں تو قدموں میں بچھا جاتا ہو سبزہ
شاخیں کہیں لہرائیں، کہیں گائیں پرندے

اُن کانپتی پلکوں میں وہ نم ہوتی ہوئی آنکھ
یوں جیسے کسی جھیل پہ منڈلائیں پرندے

Scanned by CamScanner

وہ آگ برستی ہے کہ کتراتے ہیں دریا
وہ حبس کہ اڑتے ہوئے گھبرائیں پرندے

ویراں ہیں شجر اور گھروں میں نہیں آنگن
اے کشمکشِ رزق کہاں جائیں پرندے

تا حدِّ نظر دام کہ دانہ نہیں جس میں
ہیرے کی کنی عام، اگر کھائیں پرندے

آرامِ قفس وہ کہ نشیمن نہ رہے یاد
چاکِ قفس ایسا کہ گزر آئیں پرندے

Scanned by CamScanner

○

جھیل گیا تمام زور ، یورشِ ماہ و سال کا
روپ ترے خیال کا ، رنگ مرے ملال کا

ہم سخنی سے آدمی ، ہمسرِ ہمنشیں نہیں
صحبتِ روز و شب میں ہے فصل ہزار سال کا

عینِ وصال میں سہی ، ایک سے حال میں سہی
ایک سے حال میں مگر فرق بہت ہے حال کا

Scanned by CamScanner

ہے مرے سینے میں کہیں ایک خروشِ بے نمود
سوئے ہوئے پہاڑ میں اٹھتے ہوئے ابال کا

اُس کو کسی سے کیا غرض جس دلِ بے نیاز کو
شوق نہ ہو عروج کا خوف نہ ہو زوال کا

ہے کبھی میرا سنگِ میل اور کبھی میری گردِ راہ
دل کہ نہیں ہے راہ رَو جادۂ اعتدال کا

Scanned by CamScanner

○

وہی بہار وہی شغلِ باد پیمائی
وہی خیال وہی اُس کی بے سروپائی

کُھلے ہوئے ہیں دریچے ہر ایک سمت مگر
کِسی طرف سے کچھ اپنی خبر نہیں آئی

محبتیں بھی کیں، اور نفرتیں بھی کیں
نہ آدمی نے مگر آدمی کی تہ پائی

Scanned by CamScanner

یہ اعتماد تو دیکھو بھرے سمندر میں
حباب کھینچ کے بیٹھا حصارِ تنہائی

تم اپنے آپ میں گُم تھے تو ایک عالم تھا
بُرے کو دھیان پڑا ذوقِ عالم آرائی

زمانے کا مِرے خوابوں پہ کچھ اثر نہ ہوا
وہی نکھار وہی تازگی و رعنائی

خدا بھی خلق میں چاہے کہ آئنہ دیکھے
اُسے بھی راس نہ آیا سرورِ یکتائی

Scanned by CamScanner

○

وقت ہجرت کا ہے ہجرت کی زمیں نامعلوم
کِس مکاں کا ہو دلِ زار مکیں نامعلوم

ثبت پتھر پہ ہو دیکھیں کہ ہَوا میں اُڑ جائے
یہ مِرا نام کہ ہے جس کا نگیں نامعلوم

خواب میں دیکھ لیا کھو دیا بیداری میں
کہیں معلوم ہے تُو اور کہیں نامعلوم

Scanned by CamScanner

جتنے اسبابِ طرب دہر میں ہیں سب موجود
کیا تقاضا ہے ترا طبعِ حزیں نامعلوم

گونج اپنی ہے کہ آتا ہے سوالوں کا جواب
اس خرابے میں کوئی ہے کہ نہیں نامعلوم

کس کو دوں اپنی طبیعت کی وراثت خورشیدؔ
اِک امانت ہے مرے پاس امیں نامعلوم

Scanned by CamScanner

انقلاب

کیا کھرے کھوٹے میں رکھا ہے
کہ سکّہ تو چلن کا نام ہے
اس قدر پایا غل وغش نے فروغ
صیرفی آخر بدلوانے لگے اپنے محک، اپنے عیار
مَیں زرِ خالص ہوں، ہر بازار میں مشکوک ہوں
یہ کھرا ہونا بھی ہے کیسا عذاب
انقلاب، اے انقلاب

Scanned by CamScanner

سالگرہ

جیسے اِک سانپ ہے ڈستا ہے مجھے سال بہ سال
جب پلٹ کر وہی موسم وہی دن آتا ہے
پھولنے لگتا ہے مجھ میں وہی مسموم خمیر
اُس کا بوسہ مِری پوروں میں مہک اٹھتا ہے

اور وہ اپنی ہی خوشبو کی کشش سے بے چین
مَیں کہیں بھی ہوں، مِرے پاس چلا آتا ہے
در و دیوار اُسے راستہ دے دیتے ہیں
اور مَیں اُس کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا ہوں

نیل بڑھتے چلے جاتے ہیں مگر چارہ نہیں
ہے مِری زیست کی تصدیق یہی زہر کی مُہر
جس سے انکار کی قیمت ہے مِرا اپنا وجود

Scanned by CamScanner

○

ماضی کو بھی دیکھیں گے اب اپنی ہی نظر سے
اِس کی بھی خبر کچھ نہ مِلی ، اہلِ خبر سے

کچھ گُم ہوئے اوراق روایت میں نہ آ کر
کچھ مسخ ہوئے حُسنِ روایت کے اثر سے

فرسودگیٔ رنگِ گلستاں سے ہُوں بیزار
اُکتایا ہُوا برگ و بر و شاخ و ثمر سے

Scanned by CamScanner

آئے تو سہی سامنے وہ عکسِ گریزاں
آنکھیں بھی نہ جھپکوں گا گزر جانے کے ڈر سے

گردش میں ہیں سب دشت و دیار و در و دیوار
وہ بھی ہیں سفر میں کہ جو نکلے نہیں گھر سے

فارغ نہیں مَیں خود سے کہ رہتا ہے شب و روز
آشوب مرے دِل میں مرے فتنۂ سر سے

Scanned by CamScanner

○

خیالات لفظوں میں ڈھالے بہت
بنائے پہاڑوں کے گالے بہت

کشش نے تِری اے جبینِ نیاز
صنم پتّھروں سے نکالے بہت

زمیں کا سفر بے جہت ہے تو کیا
کتابِ فلک کے حوالے بہت

Scanned by CamScanner

شبِ تیرہ میں ہو کوئی دستگیر
سحر ہوتے ہوتے اُجالے بہت

نہیں گوہرِ دل کی کوئی نظیر
سمندر جنوں نے کھنگالے بہت

ہر اِک لمحہ ہے ایک کوہِ ندا
بلاوے بہت آنے والے بہت

سمٹتا نہیں خواہشوں کا سفر
مسافت ہے کم اور چھالے بہت

Scanned by CamScanner

○

کہیں شطرنج کے خانے ستارے
کہیں تسبیح کے دانے ستارے

ہم آغوشی ، سحر تک ، ظلمتوں نے
بہت چاہی ، نہیں مانے ستارے

زمیں پر اجنبی صدیوں کی یلغار
فلک پر جانے پہچانے ستارے

یہ لشکر ، یہ الاؤ ، یہ خم و پیچ
چلے ہیں کِس سے ٹکرانے ستارے

سراسر بے نیازِ مطلعِ صبح
رواں رہتے ہیں دیوانے ستارے

Scanned by CamScanner

○

ہم اِس دشت سے کیوں گزارے گئے
کہاں بال و پر وہ ہمارے گئے

رہا اِس سے آگے سہاروں کا وہم
قدم دو قدم تک سہارے گئے

تہِ خاک سب مسند آرائے خاک
اکیلے اکیلے اُتارے گئے

نہ تھا تیرگی میں کوئی ہم سفر
فقط ہم گئے یا ستارے گئے

ذرا دُور پر روشنی بھی رہی
مگر ہم اندھیرے میں مارے گئے

Scanned by CamScanner

○

پیڑ ہلے کس لئے
پھول کھلے کس لئے

کھل اٹھے غنچے تو پھر
ہونٹ سلے کس لئے

دستِ صبا نرم تھا
زخم چھلے کس لئے

Scanned by CamScanner

وہ جو مِلے صبح و شام
پھر نہ مِلے کِس لئے

لب پہ تبسّم ہے کیوں
دِل میں گِلے کِس لئے

مانگنے لگتا ہے دِل
غم کے صِلے کِس لئے

Scanned by CamScanner

○

کام بڑے رہ گئے
دِل میں گڑے رہ گئے

دید کی فرصت نہ تھی
خواب پڑے رہ گئے

ختم سفر ہو گیا
کوس کڑے، رہ گئے

Scanned by CamScanner

آنکھ کُھلی رہ گئی
عکس جڑے رہ گئے

جا کے نہ آئی ہَوا
پیڑ کھڑے رہ گئے

بات پہ اپنی اَڑے
اور اَڑے رہ گئے

Scanned by CamScanner

○

نہ موجِ بادِ صبا گُل کھِلانے آئے گی
نہ اب چمن میں خزاں خاک اُڑانے آئے گی

نکل گیا ہے سفینہ کُھلے سمندر میں
نہ کوئی غم نہ خوشی دِل دُکھانے آئے گی

وفائے یار سے بھی بے نیاز ہے اب دِل
جفائے یار بھی کیا مُنہ دِکھانے آئے گی

Scanned by CamScanner

غرض حیات کے سب امتحان ختم ہوئے
بس اب تو موت مجھے آزمانے آئے گی

وہ جاں کنی کی کم آمیز نیلگوں ساعت
دبے قدم جو کسی دن سرہانے آئے گی

وہ اپنے سرد لبوں کے اُداس بوسے سے
مرے لہو کی حرارت چُرانے آئے گی

بس ایک لمحۂ لرزاں میں اختصار کے ساتھ
وہ عمر بھر کی کہانی سنانے آئے گی

Scanned by CamScanner

○

پوشیدہ ہے تہوں میں پھرتی ہے ساحلوں میں
اِک آگ سی رواں ہے ہر سمت پانیوں میں

چیتے کی جست جیسے، اِک چشمِ مست جیسے
کیا کیا خیال آئے جنگل کی بارشوں میں

پو پھوٹتے ہی دوڑا چاندی کا حاشیہ سا
جلتے ہوئے دِیوں کی بجھتی ہوئی لووں میں

وہ آگیا تو جیسے سبزے میں جان آئی
دوڑی رمق ہَوا کی ساکت صنوبروں میں

Scanned by CamScanner

کچھ زخم رہ گئے ہیں، شعلہ سے، دل کے اندر
کچھ درد بہہ گیا ہے، پانی سا، آنسوؤں میں

لرزاں ہے شاخِ دل پر اِک یاد کا نشیمن
تپتے ہوئے دنوں کی مہکی ہوئی شبوں میں

شاید اِسی لئے ہے شوریدگی زیادہ
آنے لگا سمندر گھٹ کے ندّیوں میں

کب زندگی ہوئی ہے اُس کے اثر سے خالی
رہتا ہے وہ ابھی تک اندر کے ولولوں میں

رفتارِ آسماں میں کوئی کجی نہیں ہے
ساری کجی نہاں ہے آنکھوں کے زاویوں میں

اے اشکِ غم بپھر کر یہ بام و دَر ہِلا دے
کب تک پڑا رہے گا، دُکھتے ہوئے دِلوں میں

Scanned by CamScanner

دِل سمجھتا ہے

چمنِ زیست میں ہیں فصلِ خزاں کے آثار
وقت کہتا ہے کہ تم کل بھی تھے گرد آج بھی ہو
دل سمجھتا ہے کہ اب گرد بھی کب باقی ہے
اب تو شریانوں سے تھم تھم کے گزرتا ہے لہو
آہ یہ میرا دلِ زار یہ بڑھتا ہُوا بوجھ
بھول جانے کی سہولت جِسے حاصل ہی نہیں

Scanned by CamScanner

غوّاص

مَیں کیسا عجیب آدمی ہوں
اَن دیکھے سمندروں کا غوّاص
سنسان تہوں میں سانس روکے
مٹھی میں دبائے گوہرِ خاص
جب سطح پہ آنکھ کھولتا ہوں
مبہوت خلا میں بولتا ہوں

Scanned by CamScanner

○

جب یاد کے سائے میں ستائے فراموشی
تصویر بھی دیکھوں تو یاد آئے فراموشی

آنکھوں کو شکایت تھی یادوں کے عذابوں سے
اب دیکھئے جو کچھ بھی دکھلائے فراموشی

دو دن کو ہے یہ سارا ہنگامہ من و تُو کا
ہر نقش بہا دے گا دریائے فراموشی

Scanned by CamScanner

اُس دِل کے بھی ہو شاید باقی کِسی گوشے میں
اِک یاد جِسے کہیے ، ہمتائے فراموشی

معمورۂ ہستی میں ہر شے کا مقدر ہے
امروزِ شناسائی ، فردائے فراموشی

ہر بام کے ماتھے پر فرمانِ فنا کندہ
ہر یاد کے باطن میں ایمائے فراموشی

جو خاک نشانی تھی اِک صورتِ پنہاں کی
اب وہ بھی پریشاں ہے، اے وائے فراموشی

پوچھو نہ خبر اس سے گُم گشتہ بہاروں کی
ہے طائرِ دِل وقفِ سرمائے فراموشی

خورشید ، سُنا تُو نے اُس بزم میں کل تیرا
وہ ذکر ہُوا جس سے شرمائے فراموشی

Scanned by CamScanner

○

وہ مجھے خاک سے باہر نہیں جانے دیتے
دستِ ساحل سے سمندر نہیں جانے دیتے

سطح پر آئے ہوئے بن کے کف و موج و حباب
زیرِ دریا یہی گوہر نہیں جانے دیتے

ہیں مری راہ کا پتھّر، مری آنکھوں کا حجاب
زخم باہر کے جو اندر نہیں جانے دیتے

مجھ کو اِس گنبدِ بے در سے پرے کا بھی ہے ذوق
یہ مرے بال، مرے پَر نہیں جانے دیتے

حدِّ افلاک پہ جا کر تو صدا دے آیا
مگر افلاک سے اُوپر نہیں جانے دیتے

Scanned by CamScanner

○

جب پاؤں صبا بہرِ تگ و تاز نکالے
یہ شرط ہے اُس پر کہ نہ آواز نکالے

تُو آ تو سہی ، صحنِ گلستاں میں بہر گام
استادہ ہیں سب سرو و سمن ، ساز نکالے

اب بھی کبھی یاد آئے جو وہ سروِ خراماں
دل میں کوئی طائر پرِ پرواز نکالے

وہ بھی ہیں بہت عقل پہ نازاں کہ جنھوں نے
خلقت پہ نئے ظلم کے انداز نکالے

آ پہنچا ہے وہ وقت کہ خورشید سرِ بزم
جو دِل میں چھپا رکھا ہے ، وہ راز نکالے

Scanned by CamScanner

○

ہمیں رکھتی ہے یوں قیدِ مقام آزردہ
کہ جیسے تیغ کو رکھے نیام آزردہ

ہے جانے کِس لئے ماہِ تمام آزردہ
کھڑا ہے دیر سے بالائے بام آزردہ

گریباں چاک کر لیتی ہیں کلیاں سُن کر
ہوائے صبح لاتی ہے پیام آزردہ

Scanned by CamScanner

بتا اے زندگی یہ کون سی منزل ہے
ہے خواب آنکھوں سے اور لب سے کلام آزردہ

یہ خاکِ سُست رَو اس کے ہیں اپنے عنصر
نہ ہو اس سے ہَوائے تیز گام آزردہ

گِری ہے تاک پر شاید چمن میں بجلی
پڑے ہیں سر نِگوں مینا و جام آزردہ

غزل کِس بحر میں خورشیدؔ یہ لکھ ڈالی
نہ کر محفل کو یوں اے کج خرام آزردہ

Scanned by CamScanner

○

گھر بھی جُھکے جُھکے سے ہیں دَر بھی جُھکے جُھکے
بستی کے ہیں تمام شجر بھی جُھکے جُھکے

سبزے میں ہے خرامِ صبا بھی اُداس اُداس
شاخوں پہ طائروں کے ہیں پَر بھی جُھکے جُھکے

افسردگی سے دستِ طلب میں سکت نہیں
گُل بھی جُھکے جُھکے ہیں، ثمر بھی جُھکے جُھکے

Scanned by CamScanner

ایسا زوال ہے کہ بلندی نہیں کہیں
مدّت سے سرکشوں کے ہیں سر بھی جُھکے جھکے

منظر کی پستیوں سے نگاہیں بھی پست ہیں
محوِ نظر ہیں اہلِ نظر بھی ، جُھکے جُھکے

انگڑائی لے کے وقت کہیں اُٹھ کھڑا نہ ہو
دُکھتی ہے آسماں کی کمر بھی جُھکے جُھکے

پلکیں اُٹھا کہ پھر سے رواں کائنات ہو
تھکنے لگے ہیں شمس و قمر بھی جُھکے جُھکے

Scanned by CamScanner

○

مجھ سے محروم رہا میرا زمانہ خورشید
مجھ کو دیکھا، نہ کسی نے مجھے جانا خورشید

آنکھ میں تھی کہیں تازہ کہیں فرسودہ نگاہ
زیرِ افلاک، نیا کچھ نہ پرانا خورشید

ڈھونڈنا ہے تو مجھے ڈھونڈ سخن میں میرے
تابِ خورشید حقیقت ہے فسانہ خورشید

Scanned by CamScanner

ڈوبتی شام یہ کہتی ہے ہلاتے ہوئے ہاتھ
صبح دَم دیر نہ کرنا ، پلٹ آنا خورشید

اُس کے آنسو میں ہے ڈوبے ہوئے تاروں کا ملال
اخترِ صبح سے آنکھیں نہ مِلانا خورشید

راہ میں گوہر و زر ، خوف و خطر ، کچھ بھی سہی
گزر آنا ، گزر آنا ، گزر آنا خورشید

یہ جہانِ گزراں لائقِ اندیشہ نہیں
دِل بھی ٹوٹے تو ذرا دِل نہ دُکھانا خورشید

Scanned by CamScanner

○

خوفِ زیاں کے واسطے ، خواہشِ سُود کے لئے
کشتیِ جانِ ناتواں ، بحرِ وجود کے لئے

دھوپ کے پاس ایک ہی چادرِ ہفت رنگ ہے
سرخ و سیاہ کے لئے ، سبز و کبود کے لئے

موجِ ہَوا کے سامنے ایک شرر کی کشمکش
بود و نبود کے لئے ، آتش و دُود کے لئے

Scanned by CamScanner

نام ونمود سب کی ہے منزلِ آخریں فنا
اور مِلی ہے زندگی نام و نمود کے لئے

راحت و رنجِ دہر کے رفت و گزشت سے گزر
خونِ جگر بچا کے رکھ نقشِ خلود کے لئے

لب کہیں ، سامعہ کہیں ، غنچہ کہیں ، صبا کہیں
صورتیں نَو بہ نَو بنیں ، گفت و شنود کے لئے

ہے مرے دِل میں ایک نام اور مرے منہ میں ہے زبان
اُس پہ سلام کے لئے ، اُس پہ درود کے لئے

Scanned by CamScanner

جانے کیا ہے

جانے کیا ہے موت کیا ہے زندگی
چلتے چلتے کیسے تھم جاتی ہیں تصویریں تمام
خاک ہو جاتی ہے پھر سے مشتِ خاک
گاہے گاہے سنگ ہو جاتے ہیں چہروں کے نقوش
اپنے اپنے زاویے پر منجمد
دم بخود، رہتے ہیں محوِ انتظار

Scanned by CamScanner

ناتمام

Scanned by CamScanner

○

تُو نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کون ہے؟ جس نے
آواز تجھے ، ذوقِ سماعت مجھے بخشا

پہلے رسن و دار کو رفعت سے نوازا
پھر اُن کے برابر قد و قامت مجھے بخشا

○

زندگی کٹتی چلی جاتی ہے ، اِس کا نہیں رنج
رنج یہ ہے کہ کبھی ڈھنگ سے زندہ نہ رہے

اِسی دورانِ اسیری میں کبھی ہم سے ملو
جانے کب خاک کے پنجرے میں پرندہ نہ رہے

Scanned by CamScanner

○

اُن پرندوں کو نشیمن سے بھلا کیا لینا
جن کو پرواز کے دوران میں مَر جانا ہے

پھیل جاتی ہے بہر گام مِری حدِّ سفر
سخت مشکل ہے کہ تا حدِّ نظر جانا ہے

○

بھلانا بہت دُور کی بات ہے
کہوں کیا کہ تجھ کو بھلایا نہیں

کہ مَیں نے کبھی چہرۂ غیر سے
نظر کا دِیا تک جلایا نہیں

Scanned by CamScanner

○

یہ اپنا ذوق ہے اور اپنی اپنی فطرت ہے
جواز تو نہ خوشی کا یہاں نہ غم کا ہے

رمق تو دِل سے گزرتی ہے چارہ جُوئی کی
مگر خیال ترے زخمِ محترم کا ہے

○

دُعا یہ ہے کہ تنو مند ہو شجر میرا
نہ یہ کہ صحنِ گلستاں میں آندھیاں نہ چلیں

شکست کھا کے بھی رفتارِ عاشقاں ہے وہی
عناں گسستہ چلیں اور کشاں کشاں نہ چلیں

Scanned by CamScanner

○

بھرم اِسی میں تحمّل کا ہے کہ مَر جائیں
جئے تو پھوٹ بہے گا یہ سب کبھی نہ کبھی

نہ میرے بس میں نہ میری سمجھ میں آتا ہے
یہ میرا دِل کہ ہے طوفاں کبھی سفینہ کبھی

○

سوچو تو ہیں فقیر کو آزادیاں بہت
دنیا میں یہ نصیب کہاں بادشاہ کے

جب جی میں آئی مثلِ ہَوا اُٹھ کھڑے ہوئے
جب چاہا ، ساتھ بیٹھ گئے گردِ راہ کے

Scanned by CamScanner

○

اے گردشِ دہر، اب تو خوش ہو
پابندِ رواج ہو گئے ہم

پھولوں کو تلاش کرتے کرتے
کانٹوں کی رِدا پہ سو گئے ہم

○

زندگی کا یہی ہے رنگ تو پھر
زندگی کو ثبات ہو بھی تو کیا

دل کو ڈوبے ہوئے زمانہ ہوا
اب ترا التفات ہو بھی تو کیا

Scanned by CamScanner

○

جو شعلۂ تصویر سے جل جائے وہ دامن
جو ابر کو دیکھے سے گُہر دے وہ صدف ہوں

جو درد کسی سے نہ اُٹھا مَیں نے اُٹھایا
ہر ناوکِ گُم کردہ ہدف کا مَیں ہدف ہوں

○

جیسی شوریدہ سری مجھ میں رہی ہے اِک عمر
ویسی شوریدہ سری جُوئے کُہستاں میں نہ تھی

کِسی ترکش میں کوئی زخم نہ آتے دیکھا
زخم دِل میں تھا، خلش دل میں تھی، پیکاں میں نہ تھی

Scanned by CamScanner

○

تم کو کیا خبر خامہ کس دھنک سے گزرا ہے
کالی روشنائی سے کالی روشنائی تک

○

ہنگامۂ دنیا کا حاصل ہیں سو دو آنسو
اِک اشکِ محبت ہے، اِک اشکِ ندامت ہے

○

بجا کہ فقر کا مسکن دِلوں میں ہے لیکن
وہ فقر بھی نہ رہا، جب وہ بوریا نہ رہا

○

کِسی کی یاد بھی ہو۔۔۔خلوتیں نہیں کافی
خیالِ غیر کو دِل سے نکالنے کے لئے

Scanned by CamScanner

○

بہارِ تازہ ہے اپنی مہک کی آپ شہید
لئے ہے پھول ہر اِک شاخ دستِ نازک میں

○

زباں سے مَیں بھی لگایا کِیا بہت پیوند
کِسی طرح مرے دِل کی شکستگی نہ گئی

○

شعر ہے ہستیِ موہوم کا اِک عکسِ مزید
مَیں ہوں تصویر کی تصویر بنانے والا

○

ہر ایک چہرے کو دِل سے گزار کر دیکھو
گزر گیا تو ستارہ، ٹھہر گیا تو قمر

Scanned by CamScanner

○

مَیں زمانے کی نظر میں ہوں عبث گریہ سرشت
کوئی سمجھا ہی نہیں رنجِ فراواں میرا

○

آج کِس چہرۂ شاداب کو دیکھا کہ ہمیں
طاقِ نسیاں میں جو رکھے تھے، وہ گُل یاد آئے

○

مسکرانے پہ نہ جا، شرطِ مسرّت یہ ہے
کہ تہِ دِل میں کہیں گوشۂ افسوس نہ ہو

○

گھر بناتے ہوئے سیلاب کا سوچا ہی نہ تھا
اب سرِ بام ہے بنیاد کا ماتم کیا کیا

Scanned by CamScanner

○

ترتیب جس جہاں کو دیا جاگ جاگ کر
اب آنکھ بند کر کے اسے دیکھنا بھی ہے

○

آج بھی بزم میں ہیں رفتہ و آئندہ کے لوگ
ہر زمانے میں ہیں موجود زمانے سارے

○

دلِ حزیں غمِ فردا میں اس قدر گُم تھا
خوشی گزر گئی اور اِس کو کچھ خبر نہ ہوئی

○

ترے کرم سے قدم کو سہارتی ہے زمیں
مرا غرور سلامت ترے کرم سے ہے

Scanned by CamScanner

فیس بک گروپ - کتابیں پڑھئیے سید حسین احسن--- پی ڈی ایف09.03.2020

میں عمیق تھا کہ پلا ہوا تھا سکوت میں
یہ جو لوگ محوِ کلام تھے، مجھے کھا گئے

خورشید رضوی جدید غزل گو ہے مگر وہ اپنی جدّت کی نمائش نہیں کرتا۔ اُسے نمائش کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی جدّت ہیئت کی بجائے موضوع اور الفاظ کی بجائے مفہوم سے رشتہ رکھتی ہے۔ وہ اپنے رویّے اور اپنی سوچ کی جدّت کی وجہ سے جدید ہے۔ آخرِ کار، اسی نوعیت کی جدّت سلسلۂ غزل کی ایک ارتقائی کڑی کو مکمل کرے گی اور مستقبل میں آج کے دور کی غزل کی انفرادیت خورشید رضوی کے سے شعراء ہی کی غزلوں سے پہچانی جائے گی۔

بنیادی طور پر خورشید رضوی جذبے کی گہرائیوں اور لطافتوں کا شاعر ہے اور جذبے کی انتہائی باریک پرتوں کو وہ جس بے ساختگی اور سادگی سے اپنی غزل میں چھوتا ہے وہ آج کے دور میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ آج کل تو جذبے کا قتل ہی نام نہاد جدّت کی پہچان ہے۔ مگر جب جذبہ قتل ہوتا ہے تو شاعری بھی دم توڑ دیتی ہے۔ خورشید رضوی کا جذبہ بھی زندہ ہے اس لیے اُس کی غزل بھی توانا ہے اور اسی لیے اُس کا مستقبل بھی فروزاں ہے۔

احمد ندیم قاسمی

Scanned by CamScanner

شبخون

احمد مشتاق

Scanned by CamScanner
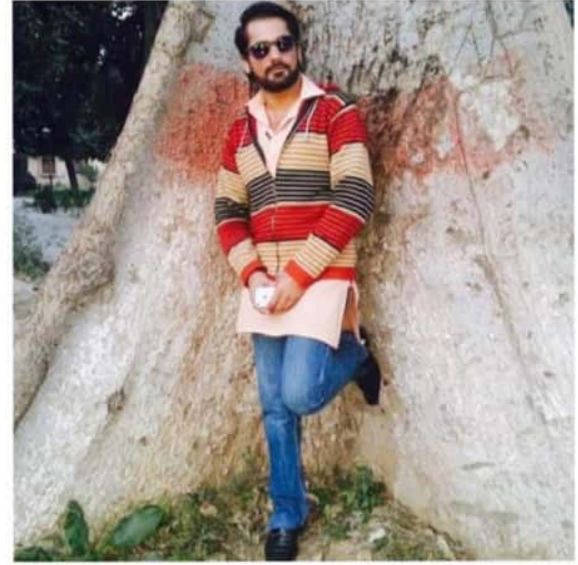
احمد مشتاق

کلیات

۱۹۵۲ تا ۲۰۰۳

شب خون کتاب گھر، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

rekhta

Scanned by CamScanner

باراول، لاہور، ۱۹۹۲

باردوم (مع تصحیح و اضافہ) الہ آباد، مارچ، ۲۰۰۴

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

ناشر : شب خون کتاب گھر، ۳۱۳، رانی منڈی، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

فون نمبر : 91-532-2622693

سرورق : عادل منصوری

کمپوزنگ : ریاض کمپیوٹرز، الہ آباد

طابع : بھارگو آفسٹ، الہ آباد

باہتمام : امین اختر، شاداب مسیح الزماں، ریاض احمد، خواجہ جاوید اختر

قیمت : دوسو پچاس روپے

ل
851
A25KA

rekhta

Scanned by CamScanner

rekhta

Scanned by CamScanner

کلیات احمد مشتاق

۱۹۵۲ تا ۲۰۰۳

فہرست

مجموعہ

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

گرد مہتاب

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

کلیات: طباعت اول

نیا کلام

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

مجموعہ

rekhta

Scanned by CamScanner

غالب احمد

کے نام

rekhta

Scanned by CamScanner

درہمی حال کی ہے ساری مرے دیواں میں
سیر کر تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا

میر

rekhta

Scanned by CamScanner

۱۹۵۳

سے

۱۹۶۳

تک

rekhta

Scanned by CamScanner

ترے دیوانے ہر رنگ رہے ترے دھیان کی جوت جگائے ہوئے
کبھی نتھرے ستھرے کپڑوں میں کبھی انگ بھبھوت رمائے ہوئے

اس راہ سے چھپ چھپ کر گذری رت سبز سنہرے پھولوں کی
جس راہ پہ تم کبھی نکلے تھے گھبرائے ہوئے شرمائے ہوئے

اب تک ہے وہی عالم دل کا وہی رنگ شفق وہی تیز ہوا
وہی سارا منظر جادو کا میرے نین سے نین ملائے ہوئے

چہرے پہ چمک آنکھوں میں حیا لب گرم خنک چھب نرم نوا
جنھیں اتنے سکون میں دیکھا تھا وہی آج ملے گھبرائے ہوئے

ہم نے مشتاق یوں ہی کھولا یادوں کی کتاب مقدس کو
کچھ کاغذ نکلے خستہ سے کچھ پھول ملے مرجھائے ہوئے

Scanned by CamScanner

۞

تو آپ سے آپ آ گیا تھا
میں کب تجھے ڈھونڈھنے چلا تھا

اب رات تھی اور گلی میں رکنا
اس وقت عجیب سا لگا تھا

دبلا پتلا نحیف سا چاند
شاخوں سے پرے گذر رہا تھا

بدلی بوندیں اتارتی تھی
اب چاند رکا ہوا کھڑا تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

بادل کی گرج ڈراؤنی تھی
چھاجوں پانی برس رہا تھا

کوئی بے حد پرانا نغمہ
ساحل سے بلند ہورہا تھا

ساز و آواز دینے والے
مشتاق فقیر بے نوا تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

شفق میں رنگ ہیں بیتے ہوئے زمانے کے
بہت اداس ہیں دن تیرے یاد آنے کے

وہ پتیوں سے بھری ٹہنیاں تری باہیں
بلا رہے ہیں شجر تیرے آستانے کے

وہ جن دنوں میں کرم بے حساب تھا تیرا
وہی تو دن تھے مرے کھیلنے کے کھانے کے

سفر میں منزل واماندگی بھی شامل ہے
اٹھا رہا ہوں مزے تھک کے بیٹھ جانے کے

سلگ رہی ہے فضا میں بہار کی خوشبو
چمن سے دور کھلے پھول آشیانے کے

Scanned by CamScanner

گم ہے انھیں گلیوں میں کوئی ہم سفر اپنا
یہ جھانکنا یوں ہی تو نہیں در بدر اپنا

آنکھوں ہی سے شاید کوئی صورت نکل آئے
باتوں سے تو قصہ نہ ہوا مختصر اپنا

اب شوق کی آواز نہیں دور کی آواز
اب کر بھی چکیں کام یہ قلب و نظر اپنا

اب آنکھ بھی نم درد بھی کم تیرے لئے ہے
اب گریۂ شب ہے نہ سکون سحر اپنا

دل ہی تو نہیں منزل آشفتہ مزاجاں
اس آبلے پر ختم نہیں ہے سفر اپنا

رسے کے پلوں پر سے گذرتے ہیں مسافر
ٹھہری ہوئی جھیلوں میں گھرا ہے نگر اپنا

rekhta

Scanned by CamScanner

چاند بھی نکلا ستارے بھی برابر نکلے
مجھ سے اچھے تو شبِ غم کے مقدر نکلے

شام ہوتے ہی برسنے لگے کالے بادل
صبح دم لوگ دریچوں میں کھلے سر نکلے

کل ہی جن کو تیری پلکوں پہ کہیں دیکھا تھا
رات اسی طرح کے تارے مری چھت پر نکلے

دھوپ ساون کی بہت تیز ہے دل ڈرتا ہے
اس سے کہہ دو کہ ابھی گھر سے نہ باہر نکلے

پیار کی شاخ تو جلدی ہی ثمر لے آئی
درد کے پھول بڑی دیر میں جا کر نکلے

دلِ ہنگامہ طلب یہ بھی خبر ہے تجھ کو
مدتیں ہوگئیں اک شخص کو باہر نکلے

Scanned by CamScanner

چھٹ گیا ابر شفق کھل گئی تارے نکلے
بند کمروں سے ترے درد کے مارے نکلے

شاخ پر پنکھڑیاں ہوں کہ پلک پر آنسو
تیرے دامن کی جھلک دیکھ کے سارے نکلے

تو اگر پاس نہیں ہے کہیں موجود تو ہے
تیرے ہونے سے بڑے کام ہمارے نکلے

تیرے ہونٹوں مری آنکھوں سے نہ بدلی دنیا
پھر وہی پھول کھلے پھر وہی تارے نکلے

رہ گئی لاج مری عرض وفا کی مشتاق
خامشی سے تری کیا کیا نہ اشارے نکلے

Scanned by CamScanner

۞

رنگ کیا کیا نہ دکھانے آئے
یار پھر مجھ کو منانے آئے

قصرِ ویراں کے پرانے سپنے
جاگتی آنکھ سلانے آئے

سوئیں شاخوں سے لپٹ کر کرنیں
زرد پھولوں کے زمانے آئے

اب نہ کلیوں کے دریچوں میں صبا
بات کرنے کے بہانے آئے

ان مکینوں کو مکاں روتے ہیں
جو انھیں پھر نہ بسانے آئے

خالی ڈھنڈار پڑی ہے بستی
پھر کوئی آگ جلانے آئے

پھر نہیں ٹھور ٹھکانا اپنا
کیا خبر کون بلانے آئے

Scanned by CamScanner

نین ساگر میں چلی رات کی ناؤ
کون اب پار لگانے آئے

کتنے دن ڈوب گئے غم نہ ہوا
کون اس درد کو جانے، آئے

برگ صد رنگ ہے اندیشۂ حسن
کوئی دیکھے کوئی مانے، آئے

نہ ملی جوہر بے زخم کی داد
ہم بہر رنگ دکھانے آئے

کوئی لے جس سے ستارے شق ہوں
دل کو خوابوں سے جگانے آئے

کھل گیا راز تمنا مشتاق
ہمیں آنسو نہ بہانے آئے

Scanned by CamScanner

چھوڑ آتی ہے کہاں ان کو ستم گر چاندنی
جو اتر آتے تھے دل میں ساتھ لے کر چاندنی

بھیجنے والے ! انھی خاموش مہمانوں کو بھیج
تو برابر بھیجتا رہتا تھا جن پر چاندنی

جن پہ بچھتی تھی کبھی گہرے خنک سایوں کی سیج
ان منڈیروں سے لپٹ جاتی ہے اکثر چاندنی

دل میں اٹھتا ہے انھی لمحوں کی آوازوں کا شور
جن کی خدمت میں رہا کرتی تھی اکثر چاندنی

پہلے در آتی تھی جب بستی میں آتا تھا کوئی
اب کھڑی رہتی ہے دروازوں کے باہر چاندنی

جب کھلی آنکھوں میں رکتے ہیں ہوا کے قافلے
جاگتی مٹی پہ سو لیتی ہے دم بھر چاندنی

Scanned by CamScanner

۞

یہ تنہا رات یہ گہری فضائیں
اسے ڈھونڈیں کہ اس کو بھول جائیں

خیالوں کی گھنی خاموشیوں میں
گھلی جاتی ہیں لفظوں کی صدائیں

یہ رستے رہروؤں سے بھاگتے ہیں
یہاں چھپ چھپ کے چلتی ہیں ہوائیں

یہ پانی خامشی سے بہ رہا ہے
اسے دیکھیں کہ اس میں ڈوب جائیں

جو غم جلتے ہیں شعروں کی چتا میں
انھیں پھر اپنے سینے سے لگائیں

چلو ایسا مکاں آباد کر لیں
جہاں لوگوں کی آوازیں نہ آئیں

Scanned by CamScanner

۞

کہاں ڈھونڈھیں اسے کیسے بلائیں
یہاں اپنی بھی آوازیں نہ آئیں

پرانا چاند ڈوبا جا رہا ہے
وہ اب کوئی نیا جادو جگائیں

اب ایسا ہی زمانہ آرہا ہے
عجب کیا وہ تو آئیں ہم نہ آئیں

ہوا چلتی ہے پچھلے موسموں کی
صدا آتی ہے ان کو بھول جائیں

بس اب لے دے کے ہے ترکِ تعلق
یہ نسخہ بھی کوئی دن آزمائیں

rekhta
Scanned by CamScanner

۞

بہتا آنسو ایک جھلک میں کتنے روپ دکھائے گا
آنکھ سے ہو کر گال بھگو کر مٹی میں مل جائے گا

بھولنے والے! وقت کے ایوانوں میں کون ٹھہرتا ہے
بیتی شام کے دروازے پر کس کو بلانے آئے گا

آنکھ مچولی کھیل رہا ہے اک بدلی سے اک تارا
پھر بدلی کی یورش ہوگی پھر تارا چھپ جائے گا

اندھیارے کے گھور نگر میں ایک کرن آباد ہوئی
کس کو خبر ہے پہلا جھونکا کتنے پھول کھلائے گا

پھر اک لمحہ آن رکا ہے وقت کے سونے صحرا میں
پل بھر اپنی چھب دکھلا کر لمحوں میں مل جائے گا

Scanned by CamScanner

منھ دیکھے کی ساری باتیں روٹھو گے کہ مناؤ گے
دل کو کیسے رام کرو گے کون سا رنگ دکھاؤ گے

کتنی خوشیاں ناچ رہی ہیں سانجھ سمے کی اداسی میں
ڈال ڈال پہ تھرکتے پتو ہنس ہنس کر مرجھاؤ گے

جاگتی آنکھوں صبح کے سپنے ڈوب چلے اندھیاروں میں
کب تک جھوٹی تعبیروں سے اپنا من بہلاؤ گے

میں تھک ہار چکا ہوں مجھ میں اتنی سکت کب باقی ہے
کچھ تو بتاؤ اڑتے پتو ! اور کہاں لے جاؤ گے

شاید تم کو ڈھونڈھنے نکلیں جی کی اداسی زور کرے
جانے والو! کن راہوں پر پھول گراتے جاؤ گے

دل میں چبھن سی رہتی ہے مشتاق تو کوئی غزل لکھو
کب تک اوروں کے شعروں کو اپنے شعر بناؤ گے

Scanned by CamScanner

کس کی تلاش میں چلے عشق کے خانماں خراب
چشم تمام تیرگی زخم تمام ماہتاب

سر پہ مثال آسماں چادر غم تنی ہوئی
زیر قدم بچھا ہوا حسن کا دشت بے سراب

خامشیاں دمن دمن روشنیاں چمن چمن
یاد کے اپنے مشرقین شوق کے اپنے آفتاب

میں، مرے ہم نشیں، تمام نکتہ سرائے بزم عام
تیرے حریم خاص میں کوئی نہیں ہے باریاب

rekhta
Scanned by CamScanner

برگ کہیں، شجر کہیں، شاخ کہیں، ثمر کہیں
آج ورق ورق ملی عہد بہار کی کتاب

کس کی نگاہ کھا گئی، کون ہوا اڑا گئی
خواب کی ٹہنیوں کے پھول، پھول کی ٹہنیوں کے خواب

پرچم صبح کی اڑان، گرم دلوں کی آرزو
زرد لبوں کی جستجو ایک دعاے مستجاب

rekhta
Scanned by CamScanner

دورِ خزاں کی صبح سے بھید ملے بہار کے
جبر کی رات میں کھلے دن مرے اختیار کے

اب کہیں آسماں پر رنگ نہیں صفا نہیں
آنکھ پہ میل آ گیا شہر میں دن گزار کے

ہم کہیں کھو گئے وہیں تیری گلی کے آس پاس
اپنے گھروں کو چل دیئے لوگ تجھے پکار کے

دیکھ کے زرد رو پہاڑ ساری تکان اتر گئی
کون زمیں پہ رکھ گیا بار سفر اتار کے

Scanned by CamScanner

رات ڈراؤنی سہی رونہیں غم زدہ نہ ہو
میں ترے ساتھ ساتھ ہوں دیکھ مجھے پکار کے

صبح ہوئی تو سارا گھر روشنیوں سے بھر گیا
رنگ بکھر بکھر گئے گیسوے تابدار کے

اب کوئی اور بھی تو ہو وجہ بحالی جنوں
بیٹھ گئی بہار کیوں دامن گل پسار کے

Scanned by CamScanner

۞

منظر صبح دکھانے اسے لایا نہ گیا
آتی جاتی رہیں شامیں کوئی آیا نہ گیا

رات بستر پہ کھلے چاند میں سوتا تھا کوئی
میں نے چاہا کہ جگاؤں تو جگایا نہ گیا

ایک مدت اسے دیکھا اسے چاہا لیکن
وہ کبھی پاس سے گذرا تو بلایا نہ گیا

گھیرے رہتی تھیں اسے ایک جہاں کی نظریں
پھر جو دیکھا تو وہ اس آن میں پایا نہ گیا

سر اٹھاتے ہی کڑی دھوپ کی یلغار ہوئی
دو قدم بھی کسی دیوار کا سایہ نہ گیا

تھا مقرر کہ ملاقات رہے گی اس سے
وہ تو پہنچا تھا مگر مجھ سے ہی آیا نہ گیا

rekhta
Scanned by CamScanner

کل یہی رات تھی، نیند آئی تھی حسب معمول
اب وہی رات کھڑی ہے شب ہجراں بن کر

کہیں پتی کہیں کانٹا کہیں شاخیں کہیں پھول
وہ مرے سامنے آتا ہے گلستاں بن کر

جب سر راہ تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
چاندنی ساتھ لگی تھی ترا داماں بن کر

اجنبی جسم کے ساحل کے سنہرے ذرے
کبھی چمکیں گے تری مانگ میں افشاں بن کر

جو شب و روز کی محنت سے سرانجام نہ ہوں
ہم نے وہ کام سنوارے ہیں تن آساں بن کر

وہی باتیں جنھیں اب سوچ کے ہنس دیتا ہوں
ہو نہ جائیں کہیں ظاہر غم پنہاں بن کر

Scanned by CamScanner

آنکھیں تو نہ مانیں گی آنکھوں کو تو بہنا ہے
اب دل سے الجھنا ہے ان سے نہیں کہنا ہے

ویران درختوں کی ٹوٹی ہوئی بانہوں سے
اب کچھ بھی نہیں کہنا بس دیکھتے رہنا ہے

ہر ظلم سہا جائے خاموش رہا جائے
کچھ بھی نہ کہا جائے یہ بھی تو الہنا ہے

ڈوبی ہوئی آوازیں ٹوٹے ہوئے سناٹے
یہ سب مری باتیں ہیں یہ سب مرا کہنا ہے

یہ کہہ کے پہاڑوں سے منہ موڑ گئے دریا
اب اپنے مقدر میں میدان کا بہنا ہے

rekhta

Scanned by CamScanner

ترانۂ غم دل قصۂ شب محزوں
سنے تو کون سنے اور کہوں تو کس سے کہوں

بڑے گلاب کی شاخیں پسند ہیں مجھ کو
مرا نصیب یہی ہے کہ دور سے دیکھوں

زمیں کی پیاس مرے آنسوؤں سے بجھتی ہے
مگر یہ بات کھڑے بادلوں سے کیسے کہوں

یہ زرد شاخ مجھے کیوں اجاڑ دیتی ہے
اگر برا نہ مناؤ تو اس سے پوچھ ہی لوں

مرا وجود تو جب ہے کہ تم بھی ہو موجود
اب اپنے آپ سے باتیں کروں کہ تم سے کروں

rekhta

Scanned by CamScanner

روشنی گو مرے سخن میں نہیں
دل میں جو چاند ہے گہن میں نہیں

چاک سب بند ہیں گریباں کے
دل کا اک تار پیرہن میں نہیں

ریت میں دب کے مر گیا ہوگا
اب وہ آہو کسی ختن میں نہیں

ہونٹ کا چاند نین کا تارا
میری تنہائیوں کے بن میں نہیں

رنگ و نکہت ہوا کے ساتھی ہیں
پھول کا آشیاں کرن میں نہیں

rekhta

Scanned by CamScanner

آنکھ اٹھاتا ہوں تو ہٹ جاتے ہیں
دن ترے دھیان میں کٹ جاتے ہیں

ابر اندیشہ بکھرتا ہی نہیں
اور بادل ہیں جو چھٹ جاتے ہیں

کسی بے نام ہوا کے جھونکے
درد کی تان پلٹ جاتے ہیں

زلزلے ہیں کہ تمھاری یادیں
دھیان کے شہر الٹ جاتے ہیں

rekhta
Scanned by CamScanner

ذائقے بن کے پرانے موسم
میرے تالو سے چمٹ جاتے ہیں

کون منزل کا سفر ہے درپیش
راستے راہ سے ہٹ جاتے ہیں

ہاتھ کاغذ پہ دھرے بیٹھا ہوں
شعر آ آ کے پلٹ جاتے ہیں

rekhta
Scanned by CamScanner

جلتے جلتے بنسے پتنگے
روئیں بے اختیار شمعیں

خالی کمروں میں پھر رہا ہوں
بجھ جاتی ہیں بار بار شمعیں

آنکھیں پگھلا کے سو گئی ہیں
تھیں رونق انتظار شمعیں

میں کون ہوا سے لڑنے والا
لیکن سر رہگذار شمعیں

rekhta
Scanned by CamScanner

رستے سب بند ہو گئے ہیں
جلتی ہیں پسِ غبار شمعیں

ساحل کی ہوا میں لڑکھڑائیں
ٹھہری ہوئی بے کنار شمعیں

لکھ لو ابھی روشنی ہے مشتاق
جلتیں نہیں بار بار شمعیں

rekhta

Scanned by CamScanner

مرے خوابوں میں کب زلفوں کو بکھرا کر نہیں آیا
وہ پیکر جو کسی دروازے سے باہر نہیں آیا

کسے معلوم جس کے واسطے محفل سجائی تھی
وہ کیوں دہلیز تک آیا تھا کیوں اندر نہیں آیا

ابھی بیٹھے رہیں اس شمع رو کی انجمن والے
ابھی آوازۂ دریائے خاکستر نہیں آیا

میں اس مٹی کا ذرہ ہوں جو صحرا پر نہیں برسی
میں اس بادل کا ٹکڑا ہوں جو دریا پر نہیں آیا

میں اس آنسو کو روتا ہوں جو مژگاں تک نہیں پہنچا
جو مژگاں تک اگر پہنچا تو دامن پر نہیں آیا

رلاتی ہیں مجھے اس کے جواں لفظوں کی فریادیں
جو الہامی صحیفہ تھا مگر مجھ پر نہیں آیا

Scanned by CamScanner

چاند اس گھر کے دریچوں کے برابر آیا
دلِ مشتاق ٹھہر جا وہی منظر آیا

میں بہت خوش تھا کڑی دھوپ کے سناٹے میں
کیوں تری یاد کا بادل مرے سر پر آیا

بجھ گئی رونقِ پروانہ تو محفل چمکی
سو گئے اہلِ تمنا تو ستم گر آیا

یار سب جمع ہوئے رات کی خاموشی میں
کوئی رو کر تو کوئی بال بنا کر آیا

Scanned by CamScanner

ٹوٹتا ہے کلی کلی کا خمار
چلی پھولوں کی وادیوں سے بہار

اپنی دھن میں گذر گیا کوئی
اور کھلے رہ گئے دلوں کے دوار

کوئی ڈھونڈو کوئی سراغ لگاؤ
انھیں پتوں میں چھپ گئی ہے بہار

کتنے عالم ورائے عالم ہیں
کبھی دیکھو نگاہ کے اس پار

rekhta

Scanned by CamScanner

۞

سن اے ہر قدم پر ٹھہر جانے والے
یہ سب قافلے ہیں گذر جانے والے

جہاں سوکھتی گھاس بکھری پڑی ہے
یہ تختے تھے پھولوں سے بھر جانے والے

کہاں گم ہوئے وقت کی وسعتوں میں
چڑھے پانیوں میں اتر جانے والے

گھنی تیرگی میں بھٹکتے پھریں گے
گھروں میں سر شام ڈر جانے والے

جنھیں لکھ کے مشتاق پچھتا رہے ہو
وہی شعر ہیں کام کر جانے والے

rekhta

Scanned by CamScanner

شاخ سے دور شاخسار سے دور
پھول کھلتے رہے بہار سے دور

اجنبی رہزنوں نے لوٹ لئے
کچھ مسافر ترے دیار سے دور

ان گنت قافلے گزرتے رہے
منزل غم کی رہگذار سے دور

کیا خبر کتنے دل تڑپتے رہے
کاہش وصل و انتظار سے دور

دل نے کچھ بستیاں بسائی ہیں
شہر سے دور شہر یار سے دور

لئے جاتا ہے کاروان خیال
عالم جبر و اختیار سے دور

Scanned by CamScanner

اداس کر کے دریچے نئے مکانوں کے
ستارے ڈوب گئے سبز آسمانوں کے

گئی وہ شب جو کبھی ختم ہی نہ ہوتی تھی
ہوائیں لے گئیں اوراق داستانوں کے

ہر آن برق چمکتی ہے دل دھڑکتا ہے
مری قمیص پہ تنکے ہیں آشیانوں کے

ترے سکوت سے وہ راز بھی ہوئے افشا
کہ جن کو کان ترستے تھے رازدانوں کے

یہ بات تو جرسِ شوق کو بھی ہے معلوم
قدم اٹھیں گے تو بس تیرے ناتوانوں کے

Scanned by CamScanner

کوئی اپنی دھن میں گذر جائے گا
کوئی چلتے چلتے ٹھہر جائے گا

بڑے چاند کی آخری رات ہے
وہ دفتر سے نکلا تو گھر جائے گا

یوں بین باجی درختوں سے دور
وہ رستے میں ہوگا تو ڈر جائے گا

انوکھی چمک اس کے چہرے پہ تھی
مجھے کیا خبر تھی کہ مر جائے گا

جواڈے ہیں آنسوتو روکیوں نہ لیں
چلو بوجھ سر سے اتر جائے گا

Scanned by CamScanner

✿

بھٹک نہ جائیں کہیں رہروانِ راہِ وفا
کہ اس سفر میں کوئی قافلہ نہیں ملتا

لبوں پہ گیت، نگاہوں میں روشنی کی جھلک
مگر دلوں میں گھنے جنگلوں کا سناٹا

سلگ رہی ہے دلوں میں کسی کے درد کی آگ
یہ زرد چاند، یہ پچھلے پہر کی نرم ہوا

بہت دنوں سے ہے سنسان رہگذارِ حیات
نہ کوئی خاک بسر ہے نہ کوئی آبلہ پا

Scanned by CamScanner

طلسم خامشی رہگذر کو توڑ لی ہے
کسی کی چاپ سے پتوں کے ٹوٹنے کی صدا

ترے وصال کے لمحے عجب طرح گذرے
نظر خموش دلوں میں قیامتیں برپا

بہت عجیب ہے افسانۂ دل مشتاق
کہ یہ دیار اجڑ بھی گیا بسا بھی رہا

rekhta
Scanned by CamScanner

پوچھتے ہیں کہ مری بے خبری کیسی ہے
پوچھنے والوں کی بے بال و پری کیسی ہے

دل بدستور ہے آئینۂ ایام جمال
تو بتا تیری پریشاں نظری کیسی ہے

میں تو پھرتا ہوں کہ مل جائے ٹھکانا کوئی
تو جو نکلا ہے تری دربدری کیسی ہے

میں تو جاؤں گا جہاں تو مجھے ملنے آئے
میرے ہمراہ تری ہمسفری کیسی ہے

rekhta

Scanned by CamScanner

کوئی موسم ہو گریباں نہیں چھٹنے پاتے
گردش قسمت آشفتہ سری کیسی ہے

آنکھ کھلتی ہے تو دل ڈوبنے لگ جاتا ہے
آج تاثیر ہوائے سحری کیسی ہے

کوئی موجود نہیں اور کھلی ہیں آنکھیں
مرنے والے کی یہ دریوزہ گری کیسی ہے

Scanned by CamScanner

کہوں کس سے رات کا ماجرا نئے منظروں پہ نگاہ تھی
نہ کسی کا دامن چاک تھا نہ کسی کی طرف کلاہ تھی

کئی چاند تھے سرِ آسماں کہ چمک چمک کے پلٹ گئے
نہ لہو مرے ہی جگر میں تھا نہ تمھاری زلف سیاہ تھی

دل کم الم پہ وہ کیفیت کہ ٹھہر سکے نہ گذر سکے
نہ حضر ہی راحت روح تھا نہ سفر میں رامش راہ تھی

مرے چار دانگ تھی جلوہ گر وہی لذت طلب سحر
مگر اک امید شکستہ پر کہ مثال درد سیاہ تھی

وہ جو رات مجھ کو بڑے ادب سے سلام کر کے چلا گیا
اسے کیا خبر مرے دل میں بھی کبھی آرزوے گناہ تھی

Scanned by CamScanner

ابھی جن کے دم قدم سے مرے رت جگے ہیں روشن
کہیں دل میں بجھ نہ جائیں وہی طلعتیں پرانی

نئے پیار کے اندھیرے مجھے کیا ڈرا سکیں گے
مرا دل بڑھا رہی ہیں مری چاہتیں پرانی

نئی زندگی نے مجھ کو نئے غم عطا کئے ہیں
مجھے کیا سنا رہے ہو یہ حکایتیں پرانی

نہ رتیں بدل رہی ہیں نہ فنا میں ڈھل رہی ہیں
مرے ساتھ چل رہی ہیں وہی عادتیں پرانی

Scanned by CamScanner

ترے چھوٹے چھوٹے فقرے مرے ننھے ننھے آنسو
نہ طبیعتیں پرانی ، نہ محبتیں پرانی

مرے بولنے کا موسم نہ قریب آ رہا ہو
کہیں دل میں گونجتی ہیں وہ سماعتیں پرانی

Scanned by CamScanner

میں وہ نہیں جو کلبۂ احزاں میں بند ہے
تو وہ نہیں جو ہے سر محفل گھرا ہوا

دریا کا پیچ و تاب بھنور کا اسیر ہے
زنجیر عافیت میں ہے ساحل گھرا ہوا

رستوں کے موڑ پاؤں کو زنجیر ہو گئے
چلتا رہا ہوں جانب منزل گھرا ہوا

گذری ہے آج یوں مرے دل سے کسی کی یاد
جیسے غبار میں کوئی محمل گھرا ہوا

rekhta
Scanned by CamScanner

چھائی ہوئی ہے غم کی گھٹا کائنات پر
کیا وقت آپڑا ہے حیات و ممات پر

کیوں تیرے حال سے مری آنکھیں نہ ہوں اداس
ہوتا ہے موسموں کا اثر پات پات پر

شاید پھر اپنے کام انھیں یاد آگئے
ہوتے تھے جو فدا تری اک ایک بات پر

دیکھا تجھے تو بھول گئے اے نگاہ یار
جو کچھ پڑھا تھا قلب کی اس واردات پر

بس اتنا یاد ہے کسی محفل کا ذکر تھا
تم مسکرا دیئے تھے مری ایک بات پر

مشتاق جن کو دیکھ کے ہنس چھوڑتے ہو تم
رویا کریں گے لوگ انھیں واقعات پر

Scanned by CamScanner

تاروں سے پرے نکلنے والے
دم توڑ گئے چلا چلی میں

چونک اٹھتے ہیں اونگھتے دریچے
وہ شور نہیں رہا گلی میں

شاید چمکیں مرے مقدر
پھرتا ہے لہو کلی کلی میں

Scanned by CamScanner

لے کے ہمراہ چھلکتے ہوئے پیمانے کو
آن پہنچی ہے یہ ساعت بھی گزر جانے کو

ہاں اسے رہگذر خندۂ گل کہتے ہیں
ہاں یہی راہ نکل جاتی ہے ویرانے کو

فائدہ بھی کوئی جل جل کے مرے جانے سے
کون اس شمع سے روشن کرے پروانے کو

سنگ اٹھانا تو بڑی بات ہے اب شہر کے لوگ
آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے دیوانے کو

کل بھی دیکھا تھا انھیں آج بھی درشن ہوں گے
حسب معمول وہ نکلیں گے ہوا کھانے کو

Scanned by CamScanner

مسلسل یاد آتی ہے چمک چشم غزالاں کی
اکیلی ذات ہے اور رات ہے جنگل بیاباں کی

ذرا دیکھو ہوائے صبح کیسے کھینچ لائی ہے
اکیلی پنکھڑی میں دلکشی سارے گلستاں کی

انھیں گلیوں میں کھلتے تھے ملاقاتوں کے دروازے
انھیں گلیوں میں چلتی ہیں ہوائیں شام ہجراں کی

کوئی ذرے کو ذرہ ہی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے
کسی کو سوجھتی ہے اس سے تعمیر بیاباں کی

rekhta

Scanned by CamScanner

یہ وہ موسم ہے جس میں کوئی پتہ بھی نہیں ہلتا
دل تنہا اٹھاتا ہے صعوبت شام ہجراں کی

یہی کافی ہے دل سے مدتوں کا بوجھ تو اترا
چلو اس چشم گریاں نے کوئی مشکل تو آساں کی

ستارے درد کی آواز سے غافل نہیں رہتے
دم آہو سے روشن مشعلیں ریگ بیاباں کی

rekhta

Scanned by CamScanner

کہو کیسے اب سناؤں تمھیں نغمۂ جدائی
کوئی لے گیا اٹھا کر میرا ساز بے نوائی

قسم ان محبتوں کی جنھیں تم بھلا چکی ہو
ابھی دن ڈھلا نہیں تھا کہ تمھاری یاد آئی

کہو کوئی ایک پل میں اسے کیسے بھول جائے
جو نظر سے چھپ گئے پر، دیا دور تک دکھائی

مرے ہمسفر بتائیں یہ مقام شوق کیا ہے
نہ اوائل جدائی نہ طلوع آشنائی

مرے چار سو مہک ہے مرے اولیں لہو کی
مجھے پھر بلا رہا ہے وہی دشت دلربائی

اسی دشت میں جلے تھے مری خواہشوں کے خیمے
اسی راہ میں لٹے گی مری یاد کی کمائی

Scanned by CamScanner

دل اندر سے کچھ کہتا تھا
باہر کچھ کرتا رہتا تھا

خوشی ہمیں کو راس نہ آئی
پیارے تو سچ ہی کہتا تھا

جس رستے سے ابھی گذرے ہیں
پہلے یہاں دریا بہتا تھا

برے کام کا انت برا ہے
میں تو پہلے ہی کہتا تھا

ہجر میں طور ہی اور تھا میرا
روتا تھا اور خوش رہتا تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

آخر تمام داغ مٹے زخم بھر گئے
باتیں کسی کی یاد رہیں دن گذر گئے

کس کو خبر طلب کی اندھیری رتوں سے دور
غم کے سفید پھول کھلے اور بکھر گئے

گوشوں میں دل کے اب کوئی خواہش نہیں رہی
ان ٹہنیوں سے سارے پرندے اتر گئے

جو ساحل مراد کے لمبے سفر پہ تھے
بول اے ہوائے غم وہ سفینے کدھر گئے

Scanned by CamScanner

اپنی نظر کو اور مناظر بھی تھے پسند
ہم رفتہ رفتہ اس کی گلی سے گذر گئے

وہ میرے ہمصفیر تو تھے ہمسفر نہ تھے
جو تھوڑی دور ساتھ چلے پھر بکھر گئے

اک تہمت ستم بھی اٹھانے نہ دی اسے
کیا لوگ تھے کہ ایک ہی دھمکی میں مر گئے

Scanned by CamScanner

۞

اک پھول میرے پاس تھا اک شمع میرے ساتھ تھی
باہر خزاں کا زور تھا اندر اندھیری رات تھی

ایسے پریشاں تو نہ تھے ٹوٹے ہوئے سناہٹے
جب عشق کی تیرے مرے غم پر، بسر اوقات تھی

کچھ تم کہو تم نے کہاں کیسے گذارے روز و شب
اپنے نہ ملنے کا سبب تو گردش حالات تھی

اک خامشی تھی تر بتر دیوار مژگاں سے ادھر
پہنچا ہوا پیغام تھا برسی ہوئی برسات تھی

سب پھول دروازوں میں تھے سب رنگ آوازوں میں تھے
اک شہر دیکھا تھا کبھی اس شہر کی کیا بات تھی

یہ ہیں نئے لوگوں کے گھر سچ ہے اب ان کو کیا خبر
دل بھی کسی کا نام تھا غم بھی کسی کی ذات تھی

Scanned by CamScanner

یک جہتی جنوں سے گریزاں ہے آج بھی
شیرازۂ خیال پریشاں ہے آج بھی

آتے ہیں اب بھی طشت تمنا میں لخت دل
خون جگر قیامت مژگاں ہے آج بھی

کھینچے پھرے ہے نوحۂ زنجیر بے صدا
عزم شکستن در زنداں ہے آج بھی

خلعت طلب ہے شعبدہ آرائی سخن
چشم خیال آئینہ ساماں ہے آج بھی

سونے پڑے تھے کل بھی تحیر کے راستے
ویرانی نگاہ پریشاں ہے آج بھی

Scanned by CamScanner

دھیمی ہے مسافروں کی رفتار
کھلنے لگے راستوں کے اسرار

کس نے پھینکی کمند آواز
گرنے لگے خامشی کے مینار

پھر ایک صدا کی وسعتوں میں
گونجے گا سکوت شام کہسار

کروٹ نہ بدل سکیں گے پتے
حائل ہوگی ہوا کی دیوار

پھر پچھلے پہر کی چاندنی میں
ہو جائیں گے کتنے درد بیدار

rekhta

Scanned by CamScanner

اٹھیں گی سمندروں سے موجیں
گر جائیں گے روشنی کے مینار

بہ جائے گی آنکھ کی سیاہی
آرام نہ پاسکے گا بیمار

پھر کچھ نہ رہے گا دشت دل میں
خوشیوں کی فغاں نہ غم کی للکار

مارا مجھے غم کی سختیوں نے
میں نرمی صبح کا پرستار

rekhta
Scanned by CamScanner

تنہائیوں میں نغمہ سرا ہوگیا کوئی
مجلس گران شب کی نوا ہوگیا کوئی

لو مٹ گئے تصور جاناں کے فاصلے
لو رشتۂ نظر سے جدا ہوگیا کوئی

لو کاٹ لی کسی نے شب مژدۂ وصال
شائستۂ فریب وفا ہوگیا کوئی

یاد آ گئے فسون تمنا کے شعبدے
بیتے ہوئے دنوں کی صدا ہوگیا کوئی

Scanned by CamScanner

آنکھیں بھی کھلی ہیں اس ہوا میں
پتے بھی کہیں کہیں ہلے ہیں

یوں دیکھ رہا ہے پھول کو پھول
جیسے کوئی اجنبی ملے ہیں

قربت ہے تمام شوق تصویر
مٹتے ہوئے رنگ فاصلے ہیں

سونے جنگل دمک اٹھیں گے
وہ پھول ابھی کہاں کھلے ہیں

Scanned by CamScanner

۞

نہ باقی رہا کچھ نشانِ بہار
ہوا پتہ پتہ اڑا لے گئی

کسی بولتی آنکھ کی بے رخی
سکوتِ سخن آشنا لے گئی

جلی ٹہنیاں زرد پتوں کے ڈھیر
خزاں سب خزانے چھپا لے گئی

مرے آنسوؤں کی جھلک جس میں تھی
وہ مٹی کدھر کی ہوا لے گئی

rekhta
Scanned by CamScanner

تقدیس سحر تھی کہ نوائے دل شب تھی
وہ تم سے بچھڑ جانے کی ساعت بھی عجب تھی

کچھ سوچ کے وہ آپ ہی چہرے کا کھل اٹھنا
وہ ایک کرن روزن دیوار تعب تھی

کچھ درد بھی تھا دل کے کناروں سے بہت دور
کچھ ہم سخنی سایۂ انفاس طرب تھی

وہ ایک ملاقات کہ پھر تم نہیں آئے
وہ خامشی چشم نہ تھی جنبش لب تھی

Scanned by CamScanner

نت نئے منظر دکھاتا ہے ان آنکھوں کا بناؤ
پاس آ دیکھو تو ساگر دور سے دیکھو تو ناؤ

کس قدر شفاف ہوتی ہیں دلوں کی چادریں
آرزوؤں کی سیاہی کی جھلک ان کو دکھاؤ

اب چمکتی ریت کے ٹیلے ہوا کی یورشیں
اب نہ وہ نیندوں کے سکھ ساگر نہ وہ خوابوں کی ناؤ

اب کھلے سورج کی گرمی دل کا دکھ محفل کی بات
اب دنوں کے سرد ویرانوں میں یادوں کے الاؤ

Scanned by CamScanner

تم جو تارے توڑ لاتے تھے فراز چرخ سے
تم میں ہمت ہے کسی ڈوبے ہوئے دن کو بلاؤ

چپکے چپکے یوں گذرتی ہے گئے لمحوں کی یاد
چاندنی راتوں میں جیسے سست دریا کا بہاؤ

کیا مسافر ہیں کہ جن سے بھاگتے ہیں راستے
اور آواز جرس کہتی ہے میرے پاس آؤ

Scanned by CamScanner

گردش شام و سحر دن کوئی ایسا نکلے
وہ مرے ساتھ ہو اور صبح کا تارا نکلے

چھپ گیا چاند کھلی زلف کی خوشبو لے کر
اب چلی آؤ کہ آنکھوں سے اندھیرا نکلے

کھو گیا ہوں تری یادوں کے گھنے جنگل میں
کیا عجب ہے جو یہیں سے کوئی رستہ نکلے

ایک مدت سے سر راہ کھڑا ہوں مشتاق
اس توقع پہ کہ شاید کوئی تجھ سا نکلے

rekhta
Scanned by CamScanner

زلف دیکھی وہ دھواں دھار، وہ چہرہ دیکھا؟
سچ بتا دیکھنے والے اسے کیسا دیکھا

رات ساری کسی ٹوٹی ہوئی کشتی میں کٹی
آنکھ بستر پہ کھلی خواب میں دریا دیکھا

زرد گلیوں میں کھلے سبز دریچے، جن میں
دھوپ لیٹی رہی اور سائے کو چلتا دیکھا

کالے کمروں میں کٹی ساری جوانی اس کی
جس نے اے خوابِ محبت ترا رستہ دیکھا

سنتے رہتے تھے کہ یوں ہوگا وہ ایسا ہوگا
لیکن اس کو تو کسی اور طرح کا دیکھا

rekhta

Scanned by CamScanner

نکلے تھے کسی مکان سے ہم
روٹھے رہے اک جہان سے ہم

بدنامیاں دل سے آنکھ تک تھیں
رسوا نہ ہوئے زبان سے ہم

ہے تنگ جہان بود و نابود
اترے ہیں کسی آسمان سے ہم

پھولوں میں بکھر گئے تھے رستے
گذرے نہیں درمیان سے ہم

جو شان تھی ملتے وقت مشتاق
بچھڑے اسی آن بان سے ہم

Scanned by CamScanner

کیا صبا ڈھونڈھتی پھرتی ہے پریشاں، خالی
روزن گل سے ہے دیوار گلستاں خالی

شفق چشم بھی ہے شامل غم ہائے بہار
سرخی شام نہیں خون شہیداں خالی

اب میسر ہی نہیں وسعت صحرا کا خمار
نشۂ ریگ سے ہے چشم غزالاں خالی

وحدت دشت رہے جس کی چمک سے قائم
ایسے گوہر سے رہی خاک بدخشاں خالی

آخر شب کوئی دیکھے تو دلہن کی صورت
مانگ افشاں سے بھری مانگ سے افشاں خالی

سفر شب سے جو لوٹا تو کہیں پھول ملے
رات پھر چاند سے تھا چاند کا داماں خالی

Scanned by CamScanner

ساتھ شبنم کے رو گئے ہم بھی
پتیاں کچھ بھگو گئے ہم بھی

ہوگئی شام راہ لامحدود
کسی جنگل میں کھو گئے ہم بھی

دور تھا ڈوبتا ہوا سورج
ہم نے سوچا کہ لو گئے ہم بھی

دیر تک گھومتے رہے آخر
سوئے پھولوں میں سو گئے ہم بھی

بوئے گل لے کے جب صبا نکلی
ساتھ چپکے سے ہو گئے ہم بھی

Scanned by CamScanner

ادا و ناز کو انداز دلبرانہ سمجھ
مگر جفا کو جفا ہی سمجھ وفا نہ سمجھ

بدل بھی سکتی ہے اک آن میں رضا ہی تو ہے
رضائے دوست کو تقدیر کا لکھا نہ سمجھ

کسی کا چاند سا چہرہ اگر نگاہ میں ہے
تو اس کو چاند ہی گردان چاند سا نہ سمجھ

نئے شگوفے انھی ٹہنیوں سے پھوٹیں گے
جو ٹوٹتے ہیں انھیں شاخ سے جدا نہ سمجھ

انھی سے نغمۂ فصل بہار ابھرے گا
ملے دلے ہوئے پھولوں کو بے نوا نہ سمجھ

rekhta
Scanned by CamScanner

میں لہو کی بوند مژگاں پر لئے پھرتا رہا
خلوتوں کی چیز کو باہر لئے پھرتا رہا

صبح کی دیوار کے سائے میں تھک کر سو گئے
چاند جن کو شہر میں شب بھر لئے پھرتا رہا

میں طلب کے اجنبی رستوں پہ پھیلی دھوپ میں
سر پہ تیرے درد کی چادر لئے پھرتا رہا

تم کہیں گھٹنوں پہ سر رکھے ہوئے بیٹھے رہے
میں کہیں آنکھوں میں خاکستر لئے پھرتا رہا

تم کہو کیا تھا تمھاری کم نمائی کا سبب
مجھ کو تو یہ پاؤں کا چکر۔ لئے پھرتا رہا

ہمسفر سارے پرانے راستوں پر آ گئے
میں نگاہوں میں نئے منظر لئے پھرتا رہا

Scanned by CamScanner

دلوں کی اور دھواں سا دکھائی دیتا ہے
یہ شہر تو مجھے جلتا دکھائی دیتا ہے

جہاں کہ داغ ہے یاں آگے درد رہتا تھا
مگر یہ داغ بھی جاتا دکھائی دیتا ہے

پکارتی ہیں بھرے شہر کی گذرگاہیں
وہ روز شام کو تنہا دکھائی دیتا ہے

یہ لوگ ٹوٹی ہوئی کشتیوں میں سوتے ہیں
مرے مکان سے دریا دکھائی دیتا ہے

خزاں کے زرد دنوں کی سیاہ راتوں میں
کسی کا پھول سا چہرہ دکھائی دیتا ہے

کہیں ملے وہ سر راہ تو لپٹ جائیں
بس اب تو ایک ہی رستہ دکھائی دیتا ہے

rekhta

Scanned by CamScanner

اب کے اس باغ میں وہ رنگ خزاں دیکھو گے
نہ اڑے گا کوئی شعلہ نہ دھواں دیکھو گے

اب جو اوروں پہ چمکتا ہے تو چپ رہتے ہو
اسی خنجر کو قریب رگ جاں دیکھو گے

جیسے ممکن ہو بچا لو یہ اجڑتے ہوئے شہر
پھر نہ یہ رنگ نہ چہرے نہ مکاں دیکھو گے

جانے والو ! چمن دل کی زیارت کرلو
اب کے لوٹو گے تو کچھ بھی نہ یہاں دیکھو گے

دیدنی ہے شفق شام الم کا منظر
پھر یہ بجھتے ہوئے چہرے بھی کہاں دیکھو گے

Scanned by CamScanner

ہر لمحہ ظلمتوں کی خدائی کا وقت ہے
شاید کسی کی چہرہ نمائی کا وقت ہے

کہتی ہے ساحلوں سے یہ جاتے سمے کی دھوپ
ہشیار ! ندیوں کی چڑھائی کا وقت ہے

ہوتی ہے شام آنکھ سے آنسو رواں ہوئے
یہ وقت قیدیوں کی رہائی کا وقت ہے

کوئی بھی وقت ہو کبھی ہوتا نہیں جدا
کتنا عزیز اس کی جدائی کا وقت ہے

دل نے کہا کہ شام شب وصل سے نہ بھاگ
اب پک چکی ہے فصل کٹائی کا وقت ہے

میں نے کہا کہ دیکھ یہ میں یہ ہوا یہ رات
اس نے کہا کہ میری پڑھائی کا وقت ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

خواب کے پھولوں کی تعبیریں کہانی ہوگئیں
خون ٹھنڈا پڑ گیا آنکھیں پرانی ہوگئیں

جس کا چہرہ تھا چمکتے موسموں کی آرزو
اس کی تصویریں بھی اوراق خزانی ہوگئیں

دل بھر آیا کاغذ خالی کی صورت دیکھ کر
جن کو لکھنا تھا وہ سب باتیں زبانی ہوگئیں

جو مقدر تھا اسے تو روکنا بس میں نہ تھا
ان کا کیا کرتے جو باتیں ناگہانی ہوگئیں

رہ گیا مشتاق دل میں رنگ یادِ رفتگاں
پھول مہنگے ہوگئے قبریں پرانی ہوگئیں

Scanned by CamScanner

دل میں شور برابر ہے
کون اس گھر کے اندر ہے

عشق میں کوئی وقت نہیں
دن اور رات برابر ہے

دل پر کوئی بوجھ نہیں
یعنی آپ ہی پتھر ہے

باہر خوب ہنسو بولو
رونے دھونے کو گھر ہے

دکھ کی مسلیں چار طرف
دل بھی میرا دفتر ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

ترکِ عشق سے جی کا حال
پہلے سے کچھ بہتر ہے

ختم ہوا سب کاروبار
یادیں ہیں اور بستر ہے

تم ہو شاد نہ میں غمگیں
یہ موسم کا چکر ہے

ساحل سے پوچھو مشتاق
کتنی دور سمندر ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

تم آئے ہو تمھیں بھی آزما کر دیکھ لیتا ہوں
تمھارے ساتھ بھی کچھ دور جا کر دیکھ لیتا ہوں

ہوائیں جن کی اندھی کھڑکیوں پر سر پٹکتی ہیں
میں ان کمروں میں پھر شمعیں جلا کر دیکھ لیتا ہوں

عجب کیا اس قرینے سے کوئی صورت نکل آئے
تری باتوں کو خوابوں سے ملا کر دیکھ لیتا ہوں

سحر دم کرچیاں ٹوٹے ہوئے خوابوں کی ملتی ہیں
تو بستر جھاڑ کر چادر ہٹا کر دیکھ لیتا ہوں

بہت دل کو دکھاتا ہے کبھی جب درد مجبوری
تری یادوں کی جانب مسکرا کر دیکھ لیتا ہوں

Scanned by CamScanner

اڑا کر رنگ کچھ ہونٹوں سے کچھ آنکھوں سے کچھ دل سے
گئے لمحوں کو تصویریں بنا کر دیکھ لیتا ہوں

نہیں ہو تم بھی وہ اب مجھ سے یارو کیا چھپاؤ گے
ہوا کی سمت کو مٹی اڑا کر دیکھ لیتا ہوں

سنا ہے بے نیازی ہی علاج ناامیدی ہے
یہ نسخہ بھی کوئی دن آزما کر دیکھ لیتا ہوں

محبت مر گئی مشتاق لیکن تم نہ مانو گے
میں یہ افواہ بھی تم کو سنا کر دیکھ لیتا ہوں

Scanned by CamScanner

ہاتھ سے ناپتا ہوں درد کی گہرائی کو
یہ نیا کھیل ملا ہے مری تنہائی کو

تھا جو سینے میں چراغ دل پرخوں نہ رہا
چاہیے بیٹھ کے اب صبر و شکیبائی کو

دل افسردہ کسی طرح بہلتا ہی نہیں
کیا کریں آپ کی اس حوصلہ افزائی کو

خیر بدنام تو پہلے بھی بہت تھے لیکن
تجھ سے ملنا تھا کہ پر لگ گئے رسوائی کو

نگہ ناز نہ ملتے ہوئے گھبرا ہم سے
ہم محبت نہیں کہنے کے شناسائی کو

دل ہے نیرنگی ایام پہ حیراں اب تک
اتنی سی بات بھی معلوم نہیں بھائی کو

Scanned by CamScanner

وہ چلتی تو خیال وصل اس کے ساتھ چلتا تھا
نظر اٹھتی کسی پر اور رنگ اس کا بدلتا تھا

وہ اٹھتی تو ہوا اس کے کھلے بالوں میں چلتی تھی
کبھی بادل اڈتے تھے کبھی سورج نکلتا تھا

اسے کل راستے میں دیکھ کر حیرت ہوئی مجھ کو
یہی لوتھی کبھی جس سے چراغ عشق جلتا تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

ورق الٹ رہا ہوں مدتوں پرانی بات کے
جھڑی لگی ہوئی ہے اور دس بجے ہیں رات کے

نحیف کھڑکیوں سے دور کس ہوا کا شور ہے
کہ پھڑ پھڑا رہے ہیں پر پرانے واقعات کے

میں راستے میں کوئلوں کی راکھ دیکھتا رہا
اگرچہ دور بھی نہ تھے نشاں تری برات کے

Scanned by CamScanner

نہیں کہ صبح تلک اس کی راہ تکتے رہو
اسے بھی یاد کرو آنکھ بھی جھپکتے رہو

عجب نہیں جو وہ نام ونشاں ہی بتلا دے
کبھی ملو بھی اسے دور سے نہ تکتے رہو

ستم گزیدو کوئی ہاؤ ہو کوئی فریاد
جو یہ نہیں ہے تو مرتے رہو سسکتے رہو

rekhta
Scanned by CamScanner

۞

حیران ہوں سحر کے نظارے کو دیکھ کر
روتا ہے پھول صبح کے تارے کو دیکھ کر

کل دیکھنا کہ بحر فنا میں اتر گئے
چلتا ہے وقت جن کے اشارے کو دیکھ کر

rekhta
Scanned by CamScanner

خبر نہیں تری آنکھوں کے اس طرف کیا ہے
سمندروں کے کنارے نظر نہیں آتے

نکل کے دیکھ طلوع و غروب حسن کے رنگ
کہ روز روز یہ شام و سحر نہیں آتے

rekhta
Scanned by CamScanner

میں تجھے بھول نہ جاتا تو خزاں ہی رہتی
شاخ پر پھول تری یاد دلانے آیا

آخر اس کو مری آنکھوں کی کشش لے آئی
وہ کسی اور سے ملنے کے بہانے آیا

rekhta

Scanned by CamScanner

روئے تھے ہم پچھلے ساون میں
لمبی گھاس اُگی آنگن میں

پھولو اس کا نام نہ پوچھو
کانٹے ہیں اپنے دامن میں

rekhta
Scanned by CamScanner

❋

کیسے اس ہجر کی بستی میں گزارہ ہوگا
پانی اچھا ہے یہاں کا نہ ہوا اچھی ہے

جیسی اس وقت ہے اس طرح کی تاریکی میں
شمع افسردہ بھی اے شعلہ نوا اچھی ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

یہ مٹی جس پہ سورج ناچتا ہے
جنھیں معلوم ہے وہ چھانتے ہیں

یہ آبادی جہاں بادل نہ پانی
یہاں کچھ لوگ مجھ کو جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

اشعار

rekhta

Scanned by CamScanner

خالی شاخیں بلا رہی ہیں
پھولو آؤ کہاں گئے ہو

مند نے لگی جب آنکھ ہوائے بہار سے
لے منہ پہ چاندنی کی ردا سو گیا کوئی

خزاں کی یادیں بہار بن بھی گئیں تو اب چپ رہا کریں گے
بہت ہوا تو کوئی ہری شاخ دیکھ کر رو دیا کریں گے

آواز نہ زمزمہ نہ پرواز
چپ چاپ بھری بہار گذری

جو اپنے خشک لبوں سے گذر گئی چپ چاپ
اسی نوا سے دلوں کو گداز ہم نے کیا

دیدۂ نرم و دل گرم سے ہے جو کچھ ہے
شوق آوارگی و ذوق ادب کچھ بھی نہیں

فٹ پاتھ کی دیوار سے چمٹے ہوئے پتے
اک شام ہواؤں کو درختوں پہ ملے تھے

Scanned by CamScanner

بس ہمیں چھاؤں درختوں کی بھلی لگتی ہے
بس یونہی گھومتے رہتے ہیں سب کچھ بھی نہیں

مشتاق کسی کے روٹھنے کا
غم بھی ہے مگر خوشی بہت ہے

شفق کی عمارت میں سب لگ گیا
جوانی کے پہلے دنوں کا لہو

وہ کس خیال میں ان راستوں پہ شام ڈھلے
طلوع صبح سی گردن جھکا کے چلتا ہے

پھولوں کے ہاتھ دے کے زمینوں کا انتظام
تارے تمام لوٹ گئے شام کی طرف

بات تو جب ہے کہ دل کا رنگ بھی تبدیل ہو
پھول کھلنے سے نہ آتی ہے نہ جاتی ہے بہار

حویلی کی دیوار سونی سپید
مگر حرف دیوار لا تقنطوا

اب راہ طلب اور بھی دشوار ہوئی ہے
اب سوچ سمجھ کر کوئی دیوانہ بنے گا

Scanned by CamScanner

کوئی ہو معالج چشم نم مرے دل کا بوجھ اتار دے
مرے سارے کام بگاڑ دے مرا ایک کام سنوار دے

مجھے اب بھی یاد ہے خواب سا گل شام ہجر کھلا ہوا
کوئی ہے جو داغ وصال سے مری آستیں کو جدا کرے

رہا ہے ناؤ کا تختہ نہ کوئی لہر کا رنگ
مگر وہ سبزۂ خودرو کنار دریا کا

کہاں اتنا دم کہ ہوائے غم مرے سب چراغ بجھا سکے
کبھی کوئی پھول کھلا رہا کبھی کوئی شاخ ہری رہی

---

rekhta

Scanned by CamScanner

گرد مہتاب

rekhta

Scanned by CamScanner

پہلی بار : فروری ۱۹۸۱
ناشر : حسن سلطان
مکتبۂ خیال، لاہور
مطبع : منظور پرنٹنگ پریس

rekhta
Scanned by CamScanner

فرخندہ، آفاق اور اعتزاز

کے نام

rekhta

Scanned by CamScanner

نیند آتی نہیں تو صبح تلک
گردِ مہتاب کا سفر دیکھو

ناصر کاظمی

rekhta

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

جب اس پری پیکر کے سامنے رہتے رہتے دن گذرے تو شہزادے کو خیال آیا کہ اس کا کچھ اتا پتا تو لینا چاہئے۔ پوچھا کہ اے مہ لقا کچھ بتا کہ تو کون ہے، تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ مت پوچھ، پچھتائے گا۔ اس نے کہا ضرور پوچھوں گا۔ نام بتانے سے اس نازنین نے جتنا انکار کیا اتنا ہی شہزادے نے اصرار کیا۔ اس کا اصرار دیکھ وہ پری لوٹ پوٹ ہوئی اور فاختہ بن کر اڑ گئی۔ شہزادہ اپنی ضد پر پچھتایا اور ہاتھ ملنے لگا۔

میں نے تو پرانی کہانیوں کو سیدھی سچی کہانیوں کے طور پر سنا اور پڑھا ہے۔ مگر اب سننے میں یہ آ رہا ہے کہ ان کہانیوں کا ایک علامتی مفہوم ہوتا ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ اس کہانی کا کوئی علامتی مفہوم اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ کوئی کوئی شاعری بالکل اسی قماش کی ہوتی ہے۔ احمد مشتاق کے شعر میں کب سے پڑھ رہا ہوں۔ مگر عجب شاعری ہے۔ اپنا نام نہیں بتاتی۔

احمد مشتاق کے تجربے سے مجھے یہ پتہ چلا کہ نظریاتی شاعری بہت شریفانہ شاعری ہوتی ہے۔ چھوٹتے ہی اپنا نام بتا دیتی ہے۔ اس میں سب ہی فریقوں کو سہولت رہتی ہے۔ شاعر کو شعر کہنے میں، نقاد کو تنقید کرنے میں، قاری کو سمجھنے میں، دانشور کو چائے کی میز پر بات کرنے میں۔ اسی لئے اس ڈھب کی شاعری جلدی قبول ہو جاتی ہے مگر مزہ یہ ہے کہ جلدی فراموش بھی ہو جاتی ہے۔

مشتاق کی شاعری کے بارے میں اتنا تو میں آسانی سے بتا سکتا ہوں کہ اس میں کس کس چیز کی کمی ہے۔ ایک بات تو یہی ہے کہ اس میں نظریئے کی سخت کمی ہے۔ سماجی

Scanned by CamScanner

دکھ سکھ کا احساس بھی نہیں پایا جاتا۔ پھر قومی تقاضے پورے کرنے کی لگن بھی نہیں ملتی۔ ایسی بات نہیں ہے کہ مشتاق کے پاس ان چیزوں کی کمی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ سب کچھ اس کے دامن میں ہے۔ مگر یہ سب کچھ چائے کی میز کے صرفے میں آجاتا ہے۔ شاعری کی عبادت گاہ میں مشتاق جوتیاں اتار کر داخل ہوتا ہے۔

اچھا چلئے یوں دیکھتے ہیں کہ مشتاق کی غزل روایتی غزل ہے یا نئی غزل کے ذیل میں آتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ احمد مشتاق نے بہت شروع میں اپنی ایک غزل میں فٹ پاتھ کا لفظ استعمال کیا تھا، اس پر ہم دوستوں نے اسے خوب داد دی کہ تم نے تغزل سے بغاوت کر کے آج کی زندگی سے رشتہ جوڑا ہے۔ پتہ نہیں مشتاق کیوں اس روش سے بدک گیا حالانکہ آگے چل کر اس روش نے بہت زور پکڑا۔ اسی کے پیٹ سے وہ غزل پیدا ہوئی جسے عرف عام میں نئی غزل کہا جاتا ہے۔ ویسے اس نئی غزل کو دیکھ کر مجھے میرا جی اور راشد سے پہلے کی وہ نئی شاعری یاد آتی ہے جس میں شاعر کسی سائنسی ایجاد مثلاً ریل گاڑی یا ہوائی جہاز کو موضوع بنا کر نظم باندھا کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ نئی زندگی سے اس کی شاعری کا رشتہ استوار ہو گیا۔ ممکن ہے مشتاق نے غزل کو نیا بنانے کے اس طریقہ کی حقیقت کو پہچان لیا ہو۔ یا پھر وہ خاص و عام کو اس روش پر چلتے دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا ہو۔ کیوں کہ ہے تو آدمی اکل کھرا، زندگی میں بھی شاعری میں بھی۔

میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مشتاق نے شاعری کے معروف و مقبول برانڈ اپنے اوپر حرام کر لئے ہیں۔ اس کی شاعری سے ایسے نشانات گم ہیں جن سے کوئی نظریۂ حیات، کوئی فلسفۂ زندگی مرتب کیا جا سکے یا کوئی سماجی، سیاسی، اقتصادی شعور کشید کیا جا سکے۔ ایسے نشانات کے راستے شاعر جلد پکڑا جاتا ہے۔ مشتاق کو پکڑنا اسی لئے مشکل ہے کہ اس نے اپنی غزل میں ایسے نشانات کو راہ نہیں دی ہے۔ بس اتنا ہوتا ہے کہ آدمی پڑھتے پڑھتے کبھی کبھی کچھ چونکتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے مثلاً یہ غزلیں پڑھتے ہوئے مجھے ایک دم سے خیال آیا کہ اس شخص کے یہاں بار بار دریا کا ذکر کیوں آتا ہے، میرا دھیان پیچھے کی طرف گیا جب شاید ۱۹۵۴ میں ناصر کاظمی نے مجھے اپنے ساتھ ملا کر ایک ٹیبل ٹاک کر ڈالی تھی۔

Scanned by CamScanner

غالب کے خلاف رواں ہونے کے بعد اس نے مشتاق کا یہ شعر پڑھا۔

یہ پانی خامشی سے بہہ رہا ہے
اسے دیکھیں کہ اس میں ڈوب جائیں

اور کہا کہ اس کا رشتہ تحلیل کے فلسفہ سے ملتا ہے اس پر کراچی سے لاہور تک ادبی حلقوں میں بہت اودھم مچا اور بہت پھبتیاں ہوئیں۔ خیر میں اس بات کو آگے نہیں بڑھاؤں گا کہ فلسفوں سے میری آشنائی نہیں۔ مگر یہ خیال تو آتا ہی ہے کہ آخر اس وقت سے اب تک مشتاق کی غزل میں دریا کیوں آئے چلا جا رہا ہے۔ میں نقاد ہوتا تو کہتا کہ دریا مشتاق کے یہاں فلاں چیز کا استعارہ ہے۔ مثلاً وقت کا۔ مگر نقاد تو ایسا بیان دینے کے بعد جوڑ سے جوڑ ملاتا ہے۔ میرے بس کی تو یہ بات نہیں۔ اور دریاؤں کے ساتھ تو یوں بھی میں ایسے سلوک کو روا نہیں سمجھوں گا۔ میں تو دریا کو دریا ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ دریا رہتے ہوئے وہ اگر کہیں کہیں وقت کا استعارہ بنتا نظر آئے تو خیر اس میں کوئی حرج نہیں۔ ویسے یہ مجھے اندازہ ہے کہ وقت مشتاق کے لئے ایک مسئلہ ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کے یہاں بنیادی مسئلہ ہی یہ ہے۔ ان غزلوں میں گذرتے وقت کا احساس کتنی اذیت ناکی سے ابھرتا ہے۔

وہی گلشن ہے لیکن وقت کی پرواز تو دیکھو
کوئی طائر نہیں پچھلے برس کے آشیانوں میں

جاتے ہوئے ہر چیز یہیں چھوڑ گیا تھا
لوٹا ہوں تو اک دھوپ کا ٹکڑا نہیں ملتا

اور اگر کوئی ملتا بھی ہے تو وقت کے ہاتھوں کیا سے کیا ہو چکا ہے۔

دل فسردہ تو ہوا دیکھ کے اس کو لیکن
عمر بھر کون جواں کون حسیں رہتا ہے

اچھا وقت کا احساس تو ہوا۔ مگر وقت کے ساتھ یہ مکان کا کیا چکر ہے۔ مکان کا ذکر بھی مشتاق کے یہاں بہت آتا ہے اور یہ ذکر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ مشتاق اپنی شاعری میں کسی لمبی مار پر نہیں ہے۔ یوں دیکھئے کہ ان غزلوں میں مکان کا ذکر بار بار آتا ہے، کائنات کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ احمد مشتاق کے پاس جس طرح کوئی

Scanned by CamScanner

نظریہ حیات نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی تصور کائنات بھی نہیں ہے۔ اس کی کائنات مکان ہے۔ بس اس کے واسطے سے وقت کے عمل کو جاننے سمجھنے کی کوشش نظر آتی ہے۔

سونے دالان کھڑکیاں سنسان
خالی کمرے مکان کے دیکھے
جس کی سانسوں سے مہکتے تھے در و بام ترے
اے مکاں بول کہاں اب وہ مکیں رہتا ہے

مکان مشتاق کے یہاں کوئی تجرید نہیں ہے، اس کی استعاراتی حیثیت ہوگی، مگر یہ بعد کی بات ہے۔ اولاً وہ سیدھے سچے مکان ہیں، برجیوں والے مکان، کھڑکیوں اور دالانوں والے مکان۔ کوئی درختوں کی اوٹ میں اپنی نیچی چھت کے ساتھ کھڑا ہوا، کوئی اپنی برجیوں کے ساتھ گلی کے بیچ کھڑا ہوا۔ اصل میں ان غزلوں میں پورے ایک شہر کا نقشہ ابھرتا ہے۔ دور سے دیکھو تو اس کی صرف برجیاں نظر آئیں گی۔ قریب آیئے اور دیکھئے کہ یہاں گلیوں کا ایک جال بچھا ہے اور چھوٹے بڑے مکان کھڑے ہیں۔ ویسے تو یہاں بھی ساری توجہ اسی مکان پر ہے جو غزل میں ہمیشہ سے مرجع عاشقاں رہا ہے۔ مگر وہاں مکان کے اندر کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا، بام نظر آتی تھی یا ڈیوڑھی۔ یہاں کمرے کا بہت ذکر ہے بس اس ایک بات سے پتہ چلتا ہے کہ اس غزل میں وقت بدل چکا ہے۔ وہ اور وقت اور تہذیب تھی جب محبوب کو بالائے بام ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ سو غزل میں سارے مضمون بام پر صرف ہو گئے اب اور وقت اور تہذیب ہے۔ مشتاق غزل کو بام سے اتار کر کمرے میں لے آیا ہے۔ اور ہاں گلی جس کا ذکر غزل میں بہت رہا ہے۔ مگر وہ گلی سے زیادہ گلی کی تجرید ہے۔ مشتاق کے یہاں گلی جیتی سانس لیتی نظر آتی ہے۔ لیجئے کیا شعر یاد آیا۔

اب رات تھی اور گلی میں رکنا
اس وقت عجیب سا لگا تھا

میں اس شعر کو پڑھتے ہوئے غزل کی دنیا سے نکلتا ہوں اور چیخوف کی طرف چل پڑتا ہوں۔ جیسے میں غزل نہیں پڑھ رہا ہوں، چیخوف کی کوئی کہانی پڑھ رہا ہوں مگر چیخوف والے لہجہ کے ساتھ بڑی قباحتیں ہیں۔ یہ لہجہ لکھنے والے کو عہد کا نقیب نہیں بننے دیتا، کوئی علم

Scanned by CamScanner

نہیں اٹھانے دیتا۔ یہاں اونچی آواز سے بولنا ہی منع ہے۔ لیجئے مجھے ایک شعر اور یاد آ گیا۔

بہت رک رک کے چلتی ہے ہوا خالی مکانوں میں
بجھے ٹکڑے پڑے ہیں سگرٹوں کے راکھ دانوں میں

اس قبیل کے شعروں کو پڑھتے ہوئے مجھے کچھ اس قسم کی بات سمجھ میں آئی کہ مشتاق کہانی کو وہاں سے پکڑتا ہے جہاں وہ ختم ہوتی نظر آتی ہے۔ وہ عمل کا شاعر نہیں ہے۔ عمل کے انجام کا شاعر ہے۔ نہ کوئی تبصرہ نہ کوئی محاکمہ۔ نہ نالہ وشیون۔ بات بالعموم ایک آہ سرد پر ختم ہو جاتی ہے ع

کوئی طائر نہیں پچھلے برس کے آشیانوں میں

یا زیادہ سے زیادہ ایک قسم کی افسردگی آمیز بے تعلقی پر۔

موسم گل ہو کہ پت جھڑ ہو بلا سے اپنی
ہم کہ شامل ہیں نہ کھلنے میں نہ مرجھانے میں

بس کبھی کبھی ایک پھریری سی آتی ہے۔

کوئی شرر نہیں بچا پچھلے برس کی راکھ میں
ہم نفسان شعلہ خو آگ نئی جلایئے

مگر یہ پچھلے برس کا کیا قصہ ہے۔ مشتاق پچھلے برس کی بات بہت کرتا ہے، یہ نہیں بتاتا کہ پچھلے برس ہوا کیا تھا۔ یہی تو اس شاعر کے ساتھ دقت ہے پوری بات نہیں بتاتا۔ اشارے کر کے چپ ہو جاتا ہے۔ چلئے میں اب چیخوف کو درمیان میں نہیں لاؤں گا ورنہ خواہ مخواہ گمان ہو گا کہ میں اردو غزل میں کسی چیخوف کی تلاش میں نکلا ہوں۔ مجھے اپنی غزل میں چیخوف کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں میر پہلے سے موجود ہے لیکن اگر میر کے یہاں کھلم کھلا بات کرنا اور اعلان کرنا منع ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تہذیب ہی اس مزاج کی تھی کہ اس میں جذبے کا کھلا اظہار معیوب سمجھا جاتا تھا اور اونچی آواز سے بولنا خلاف شائستگی جانا جاتا تھا۔ پھر اس تہذیب کے اندر میر کی اپنی تہذیب تھی جیسے اس شخص نے اس تہذیب کا سارا عطر اپنی ذات میں سمیٹ لیا ہو۔

دور بیٹھا غبار میر اس سے ‏ ‏ ‏ عشق بن یہ ادب نہیں آتا

Scanned by CamScanner

مگر یہ ادب بھی عشق سے اکیلے میر ہی نے سیکھا تھا اور نہ اس تہذیب میں عاشق اور شاعر اور بھی موجود تھے۔اب میں مشتاق کے شعر پڑھتا ہوں۔

ہم ان کو سوچ میں گم دیکھ کر واپس پلٹ آئے
وہ اپنے دھیان میں بیٹھے ہوئے اچھے لگے ہم کو

وہ سو رہا ہو اور اسے دیکھتا رہوں
مشتاق چاہتی ہے طبیعت کبھی کبھی

میر سے ملے بن یہ ادب نہیں آتا کہ دور سے محبوب کو سوچ میں گم دیکھے اور دبے پاؤں پلٹ آئے یا اسے سوتا ہوا پائے اور بس دیکھتا رہے۔مشتاق کے یہاں عاشق اتنا ہی مہذب نظر آتا ہے جتنا میر کے یہاں ہے۔ یہ عاشق اپنی تمنا میں مگن نظر آتا ہے، اظہار تمنا سے دور ہے۔کیوں؟ مہذب عاشق جو ہوا۔

تنہائی میں کرنی تو ہے اک بات کسی سے
لیکن وہ کسی وقت اکیلا نہیں ہوتا

فرض کیجئے وہ اکیلا مل جاتا ہے اور اظہار تمنا بھی ہو جاتا ہے۔پھر؟ پھر یہی کہ

میں نے کہا کہ دیکھ یہ میں یہ ہوا یہ رات
اس نے کہا کہ میری پڑھائی کا وقت ہے

بیچارہ مہذب عاشق۔اس نے کس رکھ رکھاؤ سے کس شائستگی سے اظہار تمنا کیا۔ادھر سے جواب کیا آیا جیسے کوئی ڈلا مار دے۔ یہ نئے زمانے کا محبوب ہے۔عاشق کوٹر خانے کے اس نے بہانے سیکھ لئے ہیں۔عشق کی تہذیب پرانی ہے۔محبوبوں کے ناز و انداز زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔مشتاق کا زور عشق کی تہذیب پر ہے، محبوب کی سیاست پر نہیں۔ اس تہذیب کے اپنے آداب ہیں۔ یہ اعلانات کا زمانہ ہے، جذبوں کو اچھالنے کا زمانہ ہے، کم ظرف عاشقوں اور اوچھی محبوباؤں کا زمانہ ہے۔مگر مشتاق کے یہاں عشق کے ادب آداب اور ہیں۔

اس لئے حال دل نہیں کہتا
کہیں جذبات میں نہ بہہ جاؤں

Scanned by CamScanner

کچھ اپنے رنج اپنی مسرت بچا کے رکھ
پڑتی ہے آدمی کو ضرورت کبھی کبھی

مشتاق بہت کفایت شعار آدمی ہے۔ رنج اور مسرت دونوں کو بہت بچا بچا کر رکھتا ہے۔ جذبے کو سنبھال کر رکھنا اس جذباتی فضول خرچی کے دور میں کوئی مشتاق سے سیکھے۔ ہمارے زمانے میں شاعری کے ساتھ یہی تو سانحہ گذرا ہے کہ شاعر جلدی بہہ نکلتا ہے۔ نتیجہ جذباتیت۔ اس صدی کی تیسری دہائی کی ترقی پسند شاعری اور افسانہ اس کی عبرت بھری مثالیں ہیں۔ اس کم ظرف زمانے میں مشتاق کی طاقت یہ ہے کہ اسے اپنے آپ کو تھام کر رکھنا آتا ہے۔ جذبے کو سنبھالنا، تخلیقی طور پر اس کی پرورش کرنا، تہذیب کرنا اسے خوب آتا ہے۔ سو اس کے یہاں زور جذبے کے اعلان پر نہیں بلکہ جذبے کے ضبط پر ہے۔ جذباتیت کے اس دور میں مشتاق کی غزل جذبے کی شاعری کی مثال پیش کرتی ہے۔ خالص جذبے کی شاعری۔ کہہ لیجئے خالص شاعری۔

غالب کا استدلال یہ تھا کہ لطافت بے ثقافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی۔ مشتاق کو دھن یہ ہے کہ لطافت سے ثقافت یکسر خارج کر دی جائے۔ وہ چیزوں کو پاک صاف دیکھنا چاہتا ہے ع

کتنے نفیس تھے مکاں صاف تھا کتنا آسماں

مگر اب آسمان کو کیا ہو گیا، ع

دھوئیں سے آسماں کا رنگ میلا ہوتا جاتا ہے

زمین کا یہاں ذکر نہیں۔ یہ تو پہلے ہی میلی ہو چکی تھی۔ آسمان رہ گیا تھا۔ سو زمین سے اٹھتا دھواں اب اسے بھی میلا کئے دے رہا ہے اور اب میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا ہے کہ مشتاق کے یہاں دریا کا ذکر بار بار کیوں آتا ہے۔ چیزوں کو پاک و صاف دیکھنے کی خواہش نے دریا میں اس کے لئے اتنی کشش اتنی جاذبیت پیدا کر دی ہے۔ اس زمین پر آبِ رواں سے زیادہ پاک و صاف شے کون سی ہو سکتی ہے۔ رہ گئے آدمی تو

بہت شفاف تھے جب تک کہ مصروفِ تمنا تھے
مگر اس کارِ دنیا میں بڑے دھبے لگے ہم کو

Scanned by CamScanner

زندگی میں اس شخص کا رویہ یہ ہے کہ اسے ہر آدمی تمنا سے دور اور کار دنیا میں ملوث نظر آتا ہے۔ دشمن کی نظر جوتے پر اور احمد مشتاق کی نظر دوستوں کے دامن پر۔ ہر دامن پر وہ کوئی دھبہ ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اپنے دامن کو دھبے سے بچانے کا اس نے یہ طریقہ سوچا کہ گھر سے دفتر، دفتر سے ٹی ہاؤس۔ ٹی ہاؤس سے قدم باہر مت نکالو، مبادا کہ تم کار دنیا میں ملوث ہو جاؤ اور دامن پر دھبہ آ جائے۔ اس رویے کو لے کر جب وہ شاعری میں آیا تو اس نے ایسی شاعری کرنے کی کوشش کی جس کا خمیر تمنا سے اٹھا ہو۔ کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں، شاعری پیدا کرنے کا یہ نسخہ اس کے مطلب کا نہیں تھا۔ غم جاناں اور صرف غم جاناں کے یہ غم صفائے قلب کا ضامن ہے۔

مگر بات یہاں آ کر ختم نہیں ہو جاتی۔ مشتاق نے زندگی میں کار دنیا سے تو بے شک اپنے آپ کو دور رکھا۔ مگر غم دوراں تو اس کے یہاں وافر مقدار میں موجود ہے۔ شاعری کی اقلیم میں داخل ہوتے ہوئے اس کا کیا بندوبست کیا جائے مگر بندوبست کہاں تک کیا جا سکتا ہے۔ بندہ بشر ہے۔ بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ مشتاق کے دامن پر ممکن ہے کہ کوئی دھبہ نہ ہو مگر شاعری میں تو اس سے بھول چوک ہوئی ہے اور کبھی کبھار ایسا شعر بھی اس میں نظر آ جاتا ہے۔

تبدیلی حالات کے چرچے تو بہت ہیں
لیکن وہی حالات کی صورت ہے ابھی تک

مگر اکا دکا ایسا شعر صرف اتنا ظاہر کرتا ہے کہ مشتاق سے کبھی کبھی غفلت بھی ہو جاتی ہے۔ ویسے اس کا بندوبست بہت سخت ہے۔ بندوبست یہ ہے کہ غم دوراں اگر اس کے شعر کی اقلیم میں آتا ہے تو اس پر پابندی یہ ہوگی کہ وہ غم جاناں کی تابعداری قبول کرے۔ اور مشتاق اپنے غم دوراں سے غم جاناں کی اتنی تابعداری کراتا ہے کہ اس کی اپنی خودمختار حیثیت ختم ہو جاتی ہے، بس وہ غم جاناں کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس سے غم جاناں کو بے شک فائدہ پہنچتا ہے کہ اس اثر سے اس میں ایک نئی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر غم دوراں اس طرح تحلیل ہوتا ہے کہ اسے اس شاعری میں پکڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس قسم کے شعر میں کہ۔

Scanned by CamScanner

موسموں کا کوئی محرم ہو تو اس سے پوچھوں
کتنے پت جھڑ ابھی باقی ہیں بہار آنے میں

آسانی سے تو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اپنے عہد کا وہ کیا احوال ہے یا ہماری اجتماعی زندگی کا وہ کیا نقشہ ہے جو بھیس بدل کر یہاں ظاہر ہوا ہے۔ یا کچی کھری عشقیہ غزل کے بیچ کوئی ایسا شعر بھی آجائے۔

کوئی شرر نہیں بچا پچھلے برس کی راکھ میں
ہم نفسان شعلہ خو آگ نئی جلائیے

تو وہ باقی غزل سے ہٹ کر اپنے معنی کا اعلان نہیں کرے گا۔ میں تو اس وجہ سے ٹھٹکا کہ میں کسی پچھلے برس میں مشتاق کا یہ شعر پڑھ چکا تھا۔

دلوں کی اور دھواں سا دکھائی دیتا ہے
یہ شہر تو مجھے جلتا دکھائی دیتا ہے

اور اب پھر مجھے خیال آرہا ہے کہ معلوم کیا جائے کہ یہ پچھلا برس آخر کون سا برس ہے اور مشتاق کی شاعری میں کیا کر رہا ہے۔ موسموں کے اس قدر ذکر کی بات تو میری سمجھ میں کسی قدر آتی ہے صفائی اور پاکیزگی کی جسے تلاش ہے وہ فطرت کی طرف جائے ہی جائے۔ ہوا، پانی، بادل، آسمان، گل پھول، درخت، پرندے، اان غزلوں میں پاکیزگی انھی واسطوں سے اپنے درشن دیتی ہے اور گذرتا وقت بھی انھی واسطوں سے اپنا اعلان کرتا ہے۔ شاعری میں بالعموم اور غزل میں بالخصوص یہ دقت چلی آتی ہے کہ اشیا اپنی شیئیت کو برقرار نہیں رکھ پاتیں۔ اشیا اپنی شیئیت کو کم کر کے تجریدی رنگ پکڑ لیتی ہیں اور مظاہر فطرت اپنی مہک کھو کر استعاروں میں ڈھل جاتے ہیں۔ یہی دقت اب علامت نگاری کی بدولت افسانے میں پیدا ہوتی جارہی ہے۔ اگر لکھنے والے کی طرف سے کسر رہ جاتی ہے تو اسے نقاد پوری کر دیتے ہیں۔ نقاد شیئیت کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ وہ ادب میں شے کو شے کے طور پر قبول ہی نہیں کرتے جیسے شے ہونا کوئی چھوٹی بات ہے۔ ہر شے ہر مظہر کو اپنے تجزیئے اور تعبیر کے زور سے علامت ثابت کرتے ہیں اور پھر اس پر داد دیتے ہیں۔ میں مشتاق کے سلسلہ میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گا۔ اس شاعری میں مجھے بادل،

Scanned by CamScanner

آسمان، دریا، اولاً اپنی ساری شادابی اور پاکیزگی کے ساتھ بادل، آسمان اور دریا ہی نظر آتے ہیں اگر استعاراتی رنگ پکڑتے ہیں تو دوسری سطح پر جا کر۔ استعارہ بننے کے شوق میں وہ اپنی سطح کو گم نہیں کرتے ع

کوئی طائر نہیں پچھلے برس کے آشیانوں میں

اس مصرع کے ساتھ میرے تصور میں سچ مچ کے پرندے اور سچ مچ کے گھونسلے ابھرتے ہیں۔ گھونسلے جو پچھلے موسم میں اپنے مکینوں کے ساتھ کتنے زندہ اور حرارت بھرے نظر آتے تھے اور اب شاخ شاخ مردہ سے لٹکے ہوئے ہیں، بے آباد بے حرارت۔ میرے لئے تو اتنا کافی ہے۔ اس میں علامتی رنگ آپ خود ڈھونڈ لیجئے۔

یہ پانی خامشی سے بہ رہا ہے
اسے دیکھیں کہ اس میں ڈوب جائیں

اس میں فلسفے کی بات ناصر کاظمی جانیں۔ میرے لئے یہ خالص پانی ہے۔

ویسے ناصر کو غالب سے شکایت کیا تھی؟ یہی کہ اس شخص نے اشیا کو اشیا کے طور پر قبول نہیں کیا۔ غزل کا یہ شیوہ ہی نہیں رہا۔ اس کا اثر نئی نظم پر بھی پڑا کہ اشیا سے وہ بھی خائف ہے، انھیں استعارے کا جامہ پہنا لیتی ہے تب اپناتی ہے۔ ہمارے زمانے میں غزل میں اس سے انحراف ناصر نے کیا تھا یا مشتاق نے کیا ہے اور صحیح کیا۔ آخر غزل کو موسموں کا کیوں پتہ نہ چلے۔ کیوں یہ خبر نہ ہو کہ جاڑے کی رت کیسے آتی ہے اور برکھا رت کیا کرتی ہے۔ آسمان بیضۂ قمری بھی نظر آسکتا ہے اور بیضۂ مور بھی۔ مگر اسے آسمان بھی تو نظر آنا چاہئے۔ مشتاق کے یہاں آسمان آسمان ہے اور موسم سچ مچ کے موسم ہیں ع

گرمیاں سردیاں بہار خزاں

جب ہی تو میں مشتاق کی غزل کو خالی غزل سمجھ کر نہیں پڑھتا۔ کیا سمجھ کر پڑھتا ہوں، اس پر سوچنا پڑے گا۔

انتظار حسین

۵ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

یہ ہم غزل میں جو حرف و بیاں بناتے ہیں
ہوائے غم کے لئے کھڑکیاں بناتے ہیں

انھیں بھی دیکھ کبھی اے نگار شام بہار
جو ایک رنگ سے تصویر جاں بناتے ہیں

نگاہ ناز کچھ ان کی بھی ہے خبر تجھ کو
جو دھوپ میں ہیں مگر بدلیاں بناتے ہیں

ہمارا کیا ہے جو ہوتا ہے جی اداس بہت
تو گل تراشتے ہیں تتلیاں بناتے ہیں

کسی طرح نہیں جاتی فسردگی دل کی
تو زرد رنگ کا اک آسماں بناتے ہیں

Scanned by CamScanner

دل ستم زدہ کیا ہے لہو کی بوند تو ہے
اس ایک بوند کو ہم بیکراں بناتے ہیں

بلا کی دھوپ تھی دن بھر تو سائے بنتے تھے
اندھیری رات ہے چنگاریاں بناتے ہیں

ہنر کی بات جو پوچھو تو مختصر یہ ہے
کشید کرتے ہیں آگ اور دھواں بناتے ہیں

rekhta

Scanned by CamScanner

۞

خون دل سے کشت غم کو سینچتا رہتا ہوں میں
خالی کاغذ پر لکیریں کھینچتا رہتا ہوں میں

آج سے مجھ پر مکمل ہوگیا دین فراق
ہاں تصور میں بھی اب تجھ سے جدا رہتا ہوں میں

تو دیار حسن ہے، اونچی رہے تیری فصیل
میں ہوں دروازہ محبت کا، کھلا رہتا ہوں میں

شام تک کھینچے لئے پھرتے ہیں اس دنیا کے کام
صبح تک فرش ندامت پر پڑا رہتا ہوں میں

ہاں کبھی مجھ پر بھی ہوجاتا ہے موسم کا اثر
ہاں کسی دن شا کی آب و ہوا رہتا ہوں میں

اہل دنیا سے تعلق قطع ہوتا ہی نہیں
بھول جانے پر بھی صورت آشنا رہتا ہوں میں

rekhta

Scanned by CamScanner

اب نہ بہل سکے گا دل اب نہ دیئے جلائیے
عشق وہوس ہیں سب فریب آپ سے کیا چھپائیے

اس نے کہا کہ یاد ہیں رنگ طلوع عشق کے؟
میں نے کہا کہ چھوڑیئے اب انھیں بھول جائیے

کیسے نفیس تھے مکاں صاف تھا کتنا آسماں
میں نے کہا کہ وہ سماں آج کہاں سے لائیے

کچھ تو سراغ مل سکے موسم درد ہجر کا
سنگ جمال یار پر نقش کوئی بنائیے

کوئی شرر نہیں بچا پچھلے برس کی راکھ میں
ہم نفسان شعلہ خو آگ نئی جلائیے

Scanned by CamScanner

میٹھی نیند میں آئیں گے سپنے نئے جہان کے
ہجر کی ٹھنڈی رات میں سو جا چادر تان کے

ہر موسم کے پھول سے سجی تھی خواب کی کارنس
آنکھ کھلی تو فرش پر ٹکڑے تھے گلدان کے

شہر تو کب کا مٹ چکا لیکن اب تک یاد ہیں
کسی مکان کی جالیاں شیشے کسی مکان کے

نئے ہیں اب تک دو ورق یاد کی پھٹی کتاب میں
نرم عبارت آنکھ کی جملے دبی زبان کے

دل کے اندر دیر سے موسم تھا برسات کا
آخر دھندلے پڑ گئے نقش تری پہچان کے

Scanned by CamScanner

خیر اوروں نے بھی چاہا تو ہے تجھ سا ہونا
یہ الگ بات کہ ممکن نہیں ایسا ہونا

دیکھتا اور نہ ٹھہرتا تو کوئی بات بھی تھی
جس نے دیکھا ہی نہیں اس سے خفا کیا ہونا

تجھ سے دوری میں بھی خوش رہتا ہوں پہلے کی طرح
بس کسی وقت برا لگتا ہے تنہا ہونا

یوں میری یاد میں محفوظ ہیں تیرے خد و خال
جس طرح دل میں کسی شے کی تمنا ہونا

زندگی معرکۂ روح و بدن ہے مشتاق
عشق کے ساتھ ضروری ہے ہوس کا ہونا

Scanned by CamScanner

دنیا میں سراغ رہ دنیا نہیں ملتا
دریا میں اتر جائیں تو دریا نہیں ملتا

باقی تو مکمل ہے تمنا کی عمارت
اک گذرے ہوئے وقت کا شیشہ نہیں ملتا

جاتے ہوئے ہر چیز یہیں چھوڑ گیا تھا
لوٹا ہوں تو اک دھوپ کا ٹکڑا نہیں ملتا

جو دل میں سمائے تھے وہ اب شامل دل ہیں
اس آئینے میں عکس کسی کا نہیں ملتا

تو نے ہی تو چاہا تھا کہ ملتا رہوں تجھ سے
تیری یہی مرضی ہے تو اچھا نہیں ملتا

دل میں تو دھڑکنے کی صدا بھی نہیں مشتاق
رستے میں ہے وہ بھیڑ کہ رستہ نہیں ملتا

Scanned by CamScanner

میں نے اپنے آپ سے دھوکا کیا
تم نے اپنی خواہشوں کا کیا کیا

جگمگاتے آسمانوں سے پرے
ایک بادل دیر تک برسا کیا

راستوں پر گھاس لمبی ہوگئی
دل کی باتوں نے بہت رسوا کیا

لگ گئے لوگ اپنے اپنے کام سے
اور میں تیرا پتہ پوچھا کیا

rekhta
Scanned by CamScanner

میں نے جو سوچا تھا غارت ہو گیا
تم نے جو چاہا اسے پورا کیا

خود لکھا خود ہی مٹا ڈالا اسے
اب کوئی پوچھے کہ کیوں ایسا کیا

خواب سارے ریزہ ریزہ کر دیئے
جاگنے والے نے کیا اچھا کیا

rekhta

Scanned by CamScanner

یہ نقش محبت ہے دوبارہ نہ بنے گا
چاہو بھی تو اس طرح کا نقشہ نہ بنے گا

کب لفظ محبت کی سیاہی کو خبر تھی
یہ لفظ چراغ دل پروانہ بنے گا

اس آگ نے کچھ روز تماشا تو دکھایا
اب آگ لگے گی تو تماشا نہ بنے گا

ہاں رنگ خزاں کو بھی ترس جائیں گی آنکھیں
ہاں اہل چمن اب یہاں ویرانہ بنے گا

اب راہ طلب اور بھی دشوار ہوئی ہے
اب سوچ سمجھ کر کوئی دیوانہ بنے گا

Scanned by CamScanner

کیوں چھوڑ گیا مجھے ترستا
بادل تھا تو دو گھڑی برستا

مر تو نہیں جائیں گے مگر ہاں
کچھ روز رہیں گے دل شکستہ

صحرائے ہوس میں کھو گیا ہوں
اے عشق نکال کوئی رستہ

مہنگی ہیں یہاں تمام چیزیں
بس خون ہے آدمی کا سستا

rekhta

Scanned by CamScanner

یوں خلق خدا جئے گی کب تک
بندہ بھی تو بن خدا پرستا

سیکھا ہے جو زندگی سے میں نے
کہتا پھرتا تو گھر نہ بستا

وہ چھوڑ گیا ہے مجھ کو مشتاق
دریا نے بدل لیا ہے رستہ

rekhta
Scanned by CamScanner

بظاہر تو بپھرتے جا رہے ہیں
مگر اندر سے ڈرتے جا رہے ہیں

جنھیں جینا ہے وہ جیتے رہیں گے
جنھیں مرنا ہے مرتے جا رہے ہیں

توانائی تھی جن کی قابل رشک
وہ رستے میں بکھرتے جا رہے ہیں

نئی بیلیں بنا اے ناخن شوق
پرانے زخم بھرتے جا رہے ہیں

بدلتے موسمو ! غافل نہیں ہم
ہم اپنا کام کرتے جا رہے ہیں

کبھی جن پر توجہ ہی نہیں دی
وہی دل میں اترتے جا رہے ہیں

rekhta
Scanned by CamScanner

زلفیں پکارتی ہیں پریشاں کہاں گئے
آئینے پوچھتے ہیں وہ حیراں کہاں گئے

شائستۂ فراق یہاں اب کوئی نہیں
تھی جن سے عزت شب ہجراں کہاں گئے

جن کا وجود تھا سرو سامان زندگی
اے زندگی وہ بے سرو ساماں کہاں گئے

تھی جن کو آرزو کوئی انساں دکھائی دے
دنیا تجھے خبر ہے وہ انساں کہاں گئے؟

آنکھیں کھلی تو دھوپ چمکتی ہوئی ملی
میرے طلوع صبح کے ارماں کہاں گئے

rekhta
Scanned by CamScanner

تم ملے بھی تو ملاقات نہ ہونے پائی
شام آئی تھی مگر رات نہ ہونے پائی

ان کہی بات نے اک حشر اٹھا رکھا تھا
شور اتنا تھا کوئی بات نہ ہونے پائی

درد نے سیکھ لیا اپنی حدوں میں رہنا
خواہش وصل مناجات نہ ہونے پائی

کون سے وہم کے پردے تھے دلوں میں حائل
کیوں تری ذات مری ذات نہ ہونے پائی

دل ہی آمادۂ صحرا ہو تو کیوں کر کہئے
زندگی باغ طلسمات نہ ہونے پائی

Scanned by CamScanner

ہوا سکوں بھی میسر تو اضطراب رہا
دل خراب ہمیشہ دل خراب رہا

کہیں شفق کہیں یادوں کے بیکراں سائے
نہ دھوپ ہی رہی باقی نہ آفتاب رہا

خیال و خواب کا موسم بدل گیا چپ چاپ
نہ شاخ سبز نہ وہ نغمۂ گلاب رہا

تمام عمر کبھی جس سے کھل کے بات نہ کی
ہر اک سخن میں اسی سے مرا خطاب رہا

وہ اپنے گھر میں رہے خوش ہم اپنے گھر میں خوش
یہ تجربہ تھا محبت میں کامیاب رہا

rekhta
Scanned by CamScanner

❁

شبد سب زبان کے دیکھے
زور سارے بیان کے دیکھے

گرمیاں سردیاں بہار خزاں
سب مزے اس جہان کے دیکھے

گیروا، سبز، چمپئی، دھانی
رنگ سب آسمان کے دیکھے

بھر گئی تھی زمین پھولوں سے
راستے درمیان کے دیکھے

rekhta
Scanned by CamScanner

برجیاں دور سے نظر آئیں
شہر نزدیک آن کے دیکھے

سونے دالان کھڑکیاں سنسان
خالی کمرے مکان کے دیکھے

غیر دلچسپ تھا یقین کا کھیل
سب کرشمے گمان کے دیکھے

rekhta
Scanned by CamScanner

عشق میں کون بتا سکتا ہے
کس نے کس سے سچ بولا ہے

ہم تم ساتھ ہیں اس لمحے میں
دکھ سکھ تو اپنا اپنا ہے

مجھ کو تو سارے ناموں میں
تیرا نام اچھا لگتا ہے

بھول گئی وہ شکل بھی آخر
کب تک یاد کوئی رہتا ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا
ایسا شخص بھی مر سکتا ہے

کبھی کبھی تو ہنسی آتی ہے
یہ دنیا کیسی دنیا ہے

اچھے دنوں کی آس نہ چھینو
یہی تو ایک دیا جلتا ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

٭

بہت رک رک کے چلتی ہے ہوا خالی مکانوں میں
بجھے ٹکڑے پڑے ہیں سگرٹوں کے راکھ دانوں میں

دھوئیں سے آسماں کا رنگ میلا ہوتا جاتا ہے
ہرے جنگل بدلتے جا رہے ہیں کارخانوں میں

بھلی لگتی ہے آنکھوں کو نئے پھولوں کی رنگت بھی
پرانے زمزمے بھی گونجتے رہتے ہیں کانوں میں

وہی گلشن ہے لیکن وقت کی پرواز تو دیکھو
کوئی طائر نہیں پچھلے برس کے آشیانوں میں

زبانوں پر الجھتے دوستوں کو کون سمجھائے
محبت کی زباں ممتاز ہے ساری زبانوں میں

Scanned by CamScanner

افسردگیِ شوق کی فرصت ہے ابھی تک
صد شکر مرا عشق سلامت ہے ابھی تک

پتھر ابھی پنہاں ہے خد و خال کے پیچھے
قائم ترے چہرے کی صباحت ہے ابھی تک

دل میں ابھی روشن ہے شفق تیرے لبوں کی
اس آتشِ خاموش میں حدت ہے ابھی تک

تبدیلیِ حالات کے چرچے تو بہت ہیں
لیکن وہی حالات کی صورت ہے ابھی تک

ہنستا ہوں کہ قدغن کوئی رونے پہ نہیں ہے
زندہ ہوں کہ مرنے کی اجازت ہے ابھی تک

Scanned by CamScanner

تیری نظروں نے یہ بات اب مجھے سمجھائی ہے
کل محبت تھی ہوس آج کی سچائی ہے

جس سے گذرا ہوں مرے شعر ہیں اس آگ کی راکھ
جس میں لپٹا ہوں وہ چادر مری تنہائی ہے

جنگ اپنے سے لڑی ہو تو شکایت کیسی
مرا دشمن مرا بازو ہے مرا بھائی ہے

کچھ تو بولے مجھے ناکام تمنا تو کہا
یہ بھی یادوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہے

جمع تفریق سے تھا دشت تمنا خالی
حاصل شوق یہی ہے جو ہوا کھائی ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

دل کو یاد شام ہجر پھر اداس کر گئی
پھر چراغ وصل سے روشنی اتر گئی

دیکھ اے فسردگی زندگی عجیب ہے
خواہش بہار اگر مر گئی تو مر گئی

ساری رات ایک خواب دیکھتا رہا ہوں میں
ایک ہی خیال میں زندگی گذر گئی

شوق بے کنار سے چشم ناصبور تک
روشنی تھی دور تک دور تک نظر گئی

Scanned by CamScanner

ہے بے تو جہی میں نہاں اس کا دیکھنا
ہوتا نہیں ہے سب پہ عیاں اس کا دیکھنا

اہل نظر کو اس کا تغافل بہار ہے
اہل ہوس کے حق میں خزاں اس کا دیکھنا

ہاں اے شگفت غنچہ کہاں اس کی گفتگو
اے چشمک ستارہ کہاں اس کا دیکھنا

اب ایک شغل ہے ترے ایذا پسند کا
جو زخم بھر چکا ہے نشاں اس کا دیکھنا

مقصد ہے زندگی کا اگر کچھ تو بس یہی
سگرٹ کا کش لگا کے دھواں اس کا دیکھنا

Scanned by CamScanner

کیسے انھیں بھلاؤں محبت جنھوں نے کی
مجھ کو تو وہ بھی یاد ہیں نفرت جنھوں نے کی

دنیا میں احترام کے قابل وہ لوگ ہیں
اے ذلت وفا، تری عزت جنھوں نے کی

تزئین کائنات کا باعث وہی بنے
دنیا سے اختلاف کی جرأت جنھوں نے کی

آسودگان منزل لیلیٰ اداس ہیں
اچھے رہے، نہ طے یہ مسافت جنھوں نے کی

اہل ہوس تو خیر ہوس میں ہوئے ذلیل
وہ بھی ہوئے خراب محبت جنھوں نے کی

Scanned by CamScanner

تراوجود ہی سب سے بڑی حقیقت ہے
تجھے بھلا نہیں سکتا یہی محبت ہے

گلہ نہیں ہے تری بے تعلقی سے مجھے
میں جانتا ہوں تجھے بھولنے کی عادت ہے

دلِ حزیں کو بڑی دیر میں ہوا معلوم
یہی کہ تیری محبت میری ضرورت ہے

مری طلب میں ہے ٹھنڈک گئے زمانوں کی
ترے لہو میں نئے موسموں کی حدت ہے

خود اپنی ذات کا جب تجزیہ کیا تو کھلا
ترے بغیر بھی جینے کی ایک صورت ہے

Scanned by CamScanner

جانا ہے جب سے دل کو ہے دھڑکا لگا ہوا
میں چھوڑ جاؤں گا یہ تماشا لگا ہوا

محفوظ دستبرد زمانہ سے کچھ نہیں
ہر شے کی گھات میں ہے یہ چیتا لگا ہوا

افسردگی حسن سے اے دل نہ ہو ملول
ہر روشنی کے ساتھ ہے سایہ لگا ہوا

تنہائی تو کسی کو میسر نہیں یہاں
ہر راہرو کے ساتھ ہے رستہ لگا ہوا

Scanned by CamScanner

کیسے ہر آن بدل جاتا ہے منظر دیکھو
کس قدر تیز ہوا چلتی ہے باہر دیکھو

اک نظر حال دل زار بتا سکتی ہے
آنکھ رکھتے ہو تو قطرے میں سمندر دیکھو

اس قدر گونج ہے اس رات کے سناٹے میں
نہ یقیں آئے تو آواز لگا کر دیکھو

دل کو بے وجہ سکوں ملنے لگا ہے مشتاق
کوئی شے ٹوٹ رہی ہے مرے اندر دیکھو

rekhta
Scanned by CamScanner

روشنی رہتی تھی دل میں، زخم جب تک تازہ تھا
اب جہاں دیوار ہے پہلے یہاں دروازہ تھا

درد کی اک موج ہر خواہش بہا کر لے گئی
کیا ٹھہرتیں بستیاں ، پانی ہی بے اندازہ تھا

رات ساری خواب کی گلیوں میں ہم چلتے رہے
کھڑکیاں روشن تھیں لیکن بند ہر دروازہ تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

✡

رخصت شب کا سماں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا
اتنا روشن آسماں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

دور تک پھیلا ہوا صحرا نظر آیا مجھے
ایک ذرہ بھی جہاں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

دیدنی تھا موج دریا کا نشاط بے پناہ
جلوۂ آب رواں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

اہل دنیا تو ہمیشہ ہی سے ایسے تھے مگر
عشق اتنا ناتواں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

دل پریشاں ہوگیا رنگ زوال حسن سے
آگ دیکھی تھی، دھواں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

اس قدر حیراں نہ ہو آنکھوں میں آنسو دیکھ کر
تجھ کو اتنا مہرباں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا

rekhta
Scanned by CamScanner

کیا خبر راستے میں رہ جاؤں
سوچتا ہوں کسی سے کہہ جاؤں

اس لئے حال دل نہیں کہتا
کہیں جذبات میں نہ بہہ جاؤں

وہ مجھے بھول تو نہیں سکتے
ہاں اگر ان کو یاد رہ جاؤں

دل نے کچھ بستیاں بسائی ہیں
کاش انھی بستیوں میں رہ جاؤں

Scanned by CamScanner

وہ جس کی آرزو میرے دلِ تنہا میں رہتی ہے
انھی رستوں پہ چلتی ہے اسی دنیا میں رہتی ہے

محبت ہے جہاں میں منبعِ حسن و توانائی
اسی قوت کے بل پر زندگی اشیا میں رہتی ہے

محبت میں فراق و وصل کا جھگڑا نہیں ہوتا
ستارے عرش پر ہیں روشنی صحرا میں رہتی ہے

خوشی ہی اس سے واقف ہے نہ غم ہی کو خبر اس کی
وہ سرشاری جو اک رنج نشاط افزا میں رہتی ہے

اگر دیکھیں تو چپ لگ جائے ان ساحل نشینوں کو
جو طغیانی سکوتِ سینۂ دریا میں رہتی ہے

Scanned by CamScanner

جس نے ایجاد کیا روح کی سرشاری کو
جسم کی جلوہ نمائی بھی ہنر اس کا ہے

راہ اس کی ہے تھکن اس کی ہے منزل اس کی
ہم کرائے کے مسافر ہیں سفر اس کا ہے

اپنا حصہ ہے فقط سایۂ اشجار میں سیر
باغ اس کا ہے گل اس کے ہیں ثمر اس کا ہے

اجنبی لوگ ہیں اور ایک سے گھر ہیں سارے
کس سے پوچھیں کہ یہاں کون سا گھر اس کا ہے

Scanned by CamScanner

چاندنی رات تھی اک پھول تھا اک سایہ تھا
پھول سے پھول اگا سائے سے نکلا سایہ

میں تجھے بھول نہ جاتا تو خزاں ہی رہتی
شاخ پر پھول تری یاد دلانے آیا

کیسے لہراتے تھے پت جھڑ کی ہوا میں ترے بال
میں نے دیکھا ہی نہیں جی تو بہت للچایا

موسم درد بنا دیتا ہے شعلے کو گلاب
دکھ اٹھانے سے پلٹ جاتی ہے دکھ کی کایا

rekhta

Scanned by CamScanner

مل ہی جائے گا کبھی دل کو یقیں رہتا ہے
وہ اسی شہر کی گلیوں میں کہیں رہتا ہے

جس کی سانسوں سے مہکتے تھے در و بام ترے
اے مکاں بول! کہاں اب وہ مکیں رہتا ہے

اک زمانہ تھا کہ سب ایک جگہ رہتے تھے
اور اب کوئی کہیں کوئی کہیں رہتا ہے

روز ملنے پہ بھی لگتا تھا کہ جگ بیت گئے
عشق میں وقت کا احساس نہیں رہتا ہے

دل فسردہ تو ہوا دیکھ کے اس کو لیکن
عمر بھر کون جواں کون حسیں رہتا ہے

Scanned by CamScanner

ہمیں سب اہل ہوس ناپسند رکھتے ہیں
کہ ہم لوائے محبت بلند رکھتے ہیں

اسی لئے تو خفا ہیں ستم شعار کہ ہم
نگاہ نرم و دل درد مند رکھتے ہیں

اگر چہ دل وہی رجعت پسند ہے اپنا
مگر زبان ترقی پسند رکھتے ہیں

ہم ایسے عرش نشینوں سے وہ درخت اچھے
جو آندھیوں میں بھی سر کو بلند رکھتے ہیں

چلے ہو دیکھنے مشتاق جن کو پچھلی رات
وہ لوگ شام سے دروازہ بند رکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

کہیں امید سی ہے دل کے نہاں خانے میں
ابھی کچھ وقت لگے گا اسے سمجھانے میں

موسمِ گل ہو کہ پت جھڑ ہو بلا سے اپنی
ہم کہ شامل ہیں نہ کھلنے میں نہ مرجھانے میں

ہم سے مخفی نہیں کچھ رہگذرِ شوق کا حال
ہم نے اک عمر گذاری ہے ہوا کھانے میں

ہے یوں ہی گھومتے رہنے کا مزا ہی کچھ اور
ایسی لذت نہ پہنچنے میں نہ رہ جانے میں

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے
ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں

موسموں کا کوئی محرم ہو تو اس سے پوچھوں
کتنے پت جھڑ ابھی باقی ہیں بہار آنے میں

Scanned by CamScanner

یہ کہنا تو نہیں کافی کہ بس پیارے لگے ہم کو
انھیں کیسے بتائیں ہم کہ وہ کیسے لگے ہم کو

مکیں تھے یا کسی کھوئی ہوئی جنت کی تصویریں
مکاں اس شہر کے بھولے ہوئے سپنے لگے ہم کو

ہم ان کو سوچ میں گم دیکھ کر واپس پلٹ آئے
وہ اپنے دھیان میں بیٹھے ہوئے اچھے لگے ہم کو

بہت شفاف تھے جب تک کہ مصروف تمنا تھے
مگر اس کار دنیا میں بڑے دھبے لگے ہم کو

جہاں تنہا ہوئے دل میں بھنور سے پڑنے لگتے ہیں
اگرچہ مدتیں گذریں کنارے سے لگے ہم کو

Scanned by CamScanner

چپکے چپکے گھر میں بیٹھے عاشقی کرتے رہے
چھاؤں میں رہ کر عبادت دھوپ کی کرتے رہے

اس لئے گھر سے نہ نکلے تم نہ آ جاؤ کہیں
تم نہ آئے عمر بھر ہم یاد ہی کرتے رہے

یوں تو پندار خدائی تھا پر اس کے باوجود
چھوٹی چھوٹی خواہشوں کی بندگی کرتے رہے

کاش ہم نے بھی سنی ہوتی کبھی دل کی پکار
چاہتی تھی ہم سے جو دنیا وہی کرتے رہے

اب بتائیں بھی تو کیسے دل کے بجھنے کا سبب
ہم کہ اپنے آپ سے پہلو تہی کرتے رہے

مطمئن تو خیر کیا ہوں گے مگر نادم نہیں
دل میں جب تک آگ تھی ہم روشنی کرتے رہے

Scanned by CamScanner

لبھاتا ہے اگرچہ حسن دریا ڈر رہا ہوں میں
سبب یہ ہے کہ اک مدت کنارے پر رہا ہوں میں

یہ جھونکے جن سے دل میں تازگی آنکھوں میں ٹھنڈک ہے
انھی جھونکوں سے مرجھایا ہوا شب بھر رہا ہوں میں

ترے آنے کا دن ہے تیرے رستے میں بچھانے کو
چمکتی دھوپ میں سائے اکٹھے کر رہا ہوں میں

کوئی کمرہ ہے جس کے طاق میں اک شمع جلتی ہے
اندھیری رات ہے اور سانس لیتے ڈر رہا ہوں میں

مجھے معلوم ہے اہل وفا پر کیا گذرتی ہے
سمجھ کر سوچ کر تجھ سے محبت کر رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

پرزے بن کر اڑ گئیں پریاں گہری نیند کی
تند ہوائیں لے گئیں ٹکڑے اجلے خواب کے

صحرا بن کر رہ گیا دریا ٹھاٹھیں مارتا
موجیں بن کر چل پڑے ذرے ریت سراب کے

کتنی فصلیں کاٹتی کند درانتی درد کی
لہریں ماریں چارسو پھیلے کھیت عذاب کے

لیٹی تھیں دو مورتیں سبز سنہری گھاس پر
ان کے چاروں اور تھے بوٹے لال گلاب کے

Scanned by CamScanner

سدا سہاگ ہو گودی رہے بھری تیری
مسرتوں سے لبالب ہو زندگی تیری

سدا رہیں تری جلوہ گری کے ہنگامے
سدا رہے یہ منور فسردگی تیری

رہِ وفا میں خوشی کم ہے اور ملال بہت
خدا کرے کہ سلامت رہے ہنسی تیری

Scanned by CamScanner

تیری تلاش میں چل تو پڑا ہوں جانے تجھے پاؤں کہ نہ پاؤں
شاید اس گنجان سفر میں آپ ہی اپنے ہاتھ آجاؤں

گھر کی باس اور جسم کی خوشبو بڑے بڑوں کو بھلا دیتی ہے
مجھ میں کیا سرخاب کا پر ہے آخر کیوں تجھ کو یاد آؤں

آگ تو چاروں اور لگی ہے پتی پتی بھڑک رہی ہے
دھڑ دھڑ جلتی ہیں شاخیں دیکھوں اور گذرتا جاؤں

ایک سے بڑھ کر ایک نظارہ دمک رہا ہے عالم سارا
آنکھیں دو اور حسن بہت ہے کہاں کہاں دامن پھیلاؤں

چھوٹے ہیں خوابوں کے ٹکڑے درد کے رقبے بڑے بڑے ہیں
جس میں سما جائیں دکھ سارے ایسا خواب کہاں سے لاؤں

Scanned by CamScanner

خبر کیا تجھ کو پیارے دردِ ہستی کے شکنجے کی
ابھی شاید شکن بھی تیرے بستر میں نہیں ہو گی

جو اک خاموش سے کمرے میں رونق میں نے دیکھی ہے
وہ رونق شہر کے شاید کسی گھر میں نہیں ہو گی

کلی ایسی ہے وہ پورا گلستاں جس سے خالی ہے
وہ موج ایسی ہے جو سارے سمندر میں نہیں ہو گی

شفق پھولی ہے آؤ بادلوں کے رنگ ہی دیکھیں
جو صورت اب ہے یہ صورت گھڑی بھر میں نہیں ہو گی

Scanned by CamScanner

وہی نظر کہ جو اٹھتی رہی مری جانب
اسی نظر میں کسی اور کا خیال بھی تھا

مجھے ہی بات بڑھانے کی آرزو نہ ہوئی
یہ اور بات کہ ملنا ترا محال بھی تھا

میں تیرا کون تھا لیکن سلوک میں تیرے
خلوص بھی تھا محبت کا احتمال بھی تھا

کھڑی ہے دل میں تری رخصتی کی شام اب تک
عجب طرح کی مسرت بھی تھی ملال بھی تھا

تمام رات بچھڑتے رہے گلاب کے پھول
ہوا بھی تیز تھی اور ٹہنیوں کا جال بھی تھا

Scanned by CamScanner

زندگی سے ایک دن موسم خفا ہو جائیں گے
رنگ گل اور بوئے گل دونوں ہوا ہو جائیں گے

آنکھ سے آنسو نکل جائیں گے اور ٹہنی سے پھول
وقت بدلے گا تو سب قیدی رہا ہو جائیں گے

پھول سے خوشبو بچھڑ جائے گی سورج سے کرن
سال سے دن وقت سے لمحے جدا ہو جائیں گے

کتنے پر امید کتنے خوبصورت ہیں یہ لوگ
کیا یہ سب بازو یہ سب چہرے فنا ہو جائیں گے

rekhta

Scanned by CamScanner

چھن گئی تیری تمنا بھی تمنائی سے
دل بہلتے ہیں کہیں حوصلہ افزائی سے

کیسا روشن تھا ترا نیند میں ڈوبا چہرہ
جیسے ابھرا ہو کسی خواب کی گہرائی سے

وہی آشفتہ مزاجی وہی خوشیاں وہی غم
عشق کا کام لیا ہم نے شناسائی سے

نہ کبھی آنکھ بھر آئی نہ ترا نام لیا
بچ کے چلتے رہے ہر کوچۂ رسوائی سے

ہجر کے دم سے سلامت ہے ترے وصل کی آس
ترو تازہ ہے خوشی غم کی توانائی سے

کھل کے مرجھا بھی گئے فصلِ ملاقات کے پھول
ہم ہی فارغ نہ ہوئے موسم تنہائی سے

Scanned by CamScanner

❂

رات پچھلے پہر وہ ہوائیں چلیں پھول رونے لگے زخم گانے لگے
تیرے جانے کے دن تیرے آنے کے دن یاد کی شاخ پر چہچہانے لگے

کون آیا مرے گھر کی دہلیز پر کچی مٹی کا فانوس تھامے ہوئے
بام پر جل اٹھیں گھاس کی پتیاں آنگنوں میں دیے سرسرانے لگے

آنکھ میں ان کہے ان سنے واہمے کان میں گرم آغوش کے زمزمے
تھک کے سونے لگیں سیج پر دلہنیں خواب ٹھنڈے دنوں کے ستانے لگے

خشک تالاب ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں ادھ کھلے پھول پر سوختہ کھڑکیاں
پھر کوئی شہر آنکھوں میں پھرنے لگا پھر مجھے راستے یاد آنے لگے

رفتہ رفتہ سبھی خواہشیں بجھ گئیں آج پھر تیز بارش کا امکان ہے
دل سے وہ حرف بھی مٹ نہ جائیں کہیں جس کی شکلیں بناتے زمانے لگے

Scanned by CamScanner

کس شے پہ یہاں وقت کا سایہ نہیں ہوتا
اک خواب محبت ہے کہ بوڑھا نہیں ہوتا

وہ وقت بھی آتا ہے جب آنکھوں میں ہماری
پھرتی ہیں وہ شکلیں جنھیں دیکھا نہیں ہوتا

بارش وہ برستی ہی کہ بھر جاتے ہیں جل تھل
دیکھو تو کہیں ابر کا ٹکڑا نہیں ہوتا

گھر جاتا ہے دل درد کی ہر بند گلی میں
چاہو کہ نکل جائیں تو رستہ نہیں ہوتا

rekhta
Scanned by CamScanner

یادوں پہ بھی جم جاتی ہے جب گردِ زمانہ
ملتا ہے وہ پیغام کہ پہنچا نہیں ہوتا

تنہائی میں کرنی تو ہے اک بات کسی سے
لیکن وہ کسی وقت اکیلا نہیں ہوتا

کیا اس سے گلہ کیجئے بربادیِ دل کا
ہم سے بھی تو اظہار تمنا نہیں ہوتا

rekhta

Scanned by CamScanner

وہ جو ایک وقفۂ عمر تھا تری آرزو میں بسر کیا
کبھی منتظر رہے شام کے کبھی انتظار سحر کیا

کبھی سال سال نہ طے ہوئیں کسی نقش پا کی مسافتیں
کبھی ایک لمحۂ شوق میں کئی منزلوں کا سفر کیا

یہ خرد نہ روک سکی کبھی مرے خیر و شر کے فساد کو
مری خواہشوں کے تضاد کو ترے غم نے شیر و شکر کیا

میں کبھی یہ حرف نہ بولتا میں کبھی یہ راز نہ کھولتا
تری آنکھ نے دیا حوصلہ تو یہ بوجھ ادھر سے ادھر کیا

rekhta
Scanned by CamScanner

گو اس طرف سے بات کا امکاں نہ تھا کوئی
لیکن مرے سوال پہ حیراں نہ تھا کوئی

چھوٹا سا ایک گھر تھا درختوں کی اوٹ میں
بام بلند و زینۂ پیچاں نہ تھا کوئی

یوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہم رہے
جیسے دلوں میں دید کا ارماں نہ تھا کوئی

آنکھوں میں عمر بھر وہی صورت بسی رہی
جس سے دل و نگاہ کا پیماں نہ تھا کوئی

گذرے نظر سے یوں تو کئی ارمغاں مگر
دیکھا تو اس کی شان کے شایاں نہ تھا کوئی

حسن و جمال عشق و ہوس وصل و انتظار
سب درد ہی کے روپ تھے درماں نہ تھا کوئی

Scanned by CamScanner

نین کھلتے نہ تھے نیند آتی نہ تھی رات آہستہ آہستہ ڈھلتی رہی
سارے اوراق غم منتشر ہو گئے دیر تک دل میں آندھی سی چلتی رہی

گھاس تھی جگنوؤں کو چھپائے ہوئے پیڑ تھے تیرگی میں نہائے ہوئے
ایک کونے میں سر کو جھکائے ہوئے درد کی شمع افسردہ جلتی رہی

پہلا دن تھا محبت کی برسات کا وقت ٹھہرا تھا تجھ سے ملاقات کا
قطرہ قطرہ گذرتی رہیں ساعتیں سائے لپٹے رہے دھوپ چلتی رہی

رنج پچھلی مسرت کے سہتے تھے ہم ایک ہی قریۂ جاں میں رہتے تھے ہم
دن ڈھلے یا کسی صبح کے موڑ پر اپنے ملنے کی صورت نکلتی رہی

ایک راتوں سے بچھڑی ہوئی رات میں ہم اکیلے تھے خواب ملاقات میں
دونوں اک دوسرے کی طرف چل پڑے خواب گھٹتا رہا رات ڈھلتی رہی

Scanned by CamScanner

چہروں سے پھوٹتی ہے مسرت کبھی کبھی
روحوں میں بولتی ہے یہ دولت کبھی کبھی

ہر بوسے کو نصیب نہیں لمحۂ نشاط
جسموں میں جاگتی ہے یہ لذت کبھی کبھی

اٹھا ہے کس سے بار غم عشق عمر بھر
آتی ہے جسم و جاں میں یہ طاقت کبھی کبھی

کچھ اپنے رنج اپنی مسرت بچا کے رکھ
پڑتی ہے آدمی کو ضرورت کبھی کبھی

وہ سو رہا ہو اور اسے دیکھتا رہوں
مشتاق چاہتی ہے طبیعت کبھی کبھی

rekhta

Scanned by CamScanner

عجب نہیں کبھی نغمہ بنے فغاں میری
مری بہار میں شامل ہے اب خزاں میری

میں اپنے آپ کو اوروں میں رکھ کے دیکھتا ہوں
کہیں فریب نہ ہوں درد مندیاں میری

میں اپنی قوت اظہار کی تلاش میں ہوں
وہ شوق ہے کہ سنبھلتی نہیں زباں میری

یہی سبب ہے کہ احوال دل نہیں کہتا
کہوں تو اور الجھتی ہیں گتھیاں میری

میں اپنے عجز پہ نادم نہیں ہوں ہم سخنو
ہزار شکر طبیعت نہیں رواں میری

rekhta
Scanned by CamScanner

کھلی فضا میں بھی چاروں طرف سلاخیں تھیں
میں وہ اسیر جو خوابوں میں بھی رہا نہ ہوا

فسانۂ غم دل اعتراف جرم نہ تھا
یہ کیا ہوا کہ سنانے کا حوصلہ نہ ہوا

rekhta

Scanned by CamScanner

کیوں میرے حالِ دل پر اس کی نظر نہیں ہے
شاید اسے خبر ہو مجھ کو خبر نہیں ہے

سب کی نظر بچا کر میں دیکھتا ہوں اس کو
کیوں دیکھتا ہوں اس کو وہ بے خبر نہیں ہے

Scanned by CamScanner

وہ جن کے ساتھ چلتا تھا زمانہ
ابھی اس راہ سے تنہا گئے ہیں

جدائی عشق میں ہے کیوں ضروری
وہ سب باتیں مجھے سمجھا گئے ہیں

اندھیرا دیکھ کر کمرہ کسی کا
ستارے روزنوں تک آ گئے ہیں

rekhta

Scanned by CamScanner

وقت نے رنگ اڑا دیئے سارے
کل جو تصویر تھی کہاں ہے آج

کار دنیا میں کھو نہ جاؤں کہیں
تو مجھے یاد کر جہاں ہے آج

Scanned by CamScanner

بجھا ہو دل تو کسی کی ادا نہیں چلتی
کوئی گذارش آب و ہوا نہیں چلتی

کسی طرح نہیں جاتی فسردگی دل کی
کوئی دعا کوئی حمد و ثنا نہیں چلتی

rekhta
Scanned by CamScanner

اشعار

rekhta

Scanned by CamScanner

وہ شخص ہمیشہ سکھی رہے جس کے اس شہر میں ہونے سے
شاداب رہے مہ و سال مرے سرسبز مرے اوقات رہے

کیا بتائیں تجھے کیا ہجر میں دل پر گزری
آنکھیں سبزے کو ترس جائیں تو کیا ہوتا ہے

وقت ہر چیز کی تقدیر بدل دیتا ہے
میں نے دیکھا ہے محبت کا فنا ہو جانا

دوپہر کے وقت ٹھنڈی گھاس پر لیٹا ہوا
صاف نیلے آسماں کو دیکھتا رہتا ہوں میں

ہم اپنے دکھ بھرے دل کی کہانی کہتے رہتے ہیں
ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں دریا بہتے رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

کلیات، طباعت اول

rekhta

Scanned by CamScanner

اجلا ترا برتن ہے اور صاف ترا پانی
اک عمر کا پیاسا ہوں مجھ کو بھی پلا پانی

ہے اک خط نادیدہ دریائے محبت میں
ہوتا ہے جہاں آ کر پانی سے جدا پانی

دونوں ہی تو سچے تھے الزام کسے دیتے
کانوں نے کہا صحرا آنکھوں نے سنا پانی

کیا کیا نہ ملی مٹی کیا کیا نہ دھواں پھیلا
کالا نہ ہوا سبزہ میلا نہ ہوا پانی

جب شام اترتی ہے کیا دل پہ گذرتی ہے
ساحل نے بہت پوچھا خاموش رہا پانی

پھر دیکھ کہ یہ دنیا کیسی نظر آتی ہے
مشتاق مئے غم میں تھوڑا سا ملا پانی

Scanned by CamScanner

فضائے دل پہ کہیں چھا نہ جائے یاس کا رنگ
کہاں ہو تم کہ بدلنے لگا ہے گھاس کا رنگ

تمھارے بعد بہت آندھیاں چلیں پھر بھی
بجھا نہیں مری آنکھوں کے آس پاس کا رنگ

ملی ہیں اور بھی خوش وضع صورتیں لیکن
نہ وہ بدن کی مہک تھی نہ وہ لباس کا رنگ

جدا ہوئے تو کئی رنگ تھے خیالوں میں
ملے تو ایک تھا پانی کا رنگ پیاس کا رنگ

تو چھپتے ہوئے لفظ کیا کریں مشتاق
جھلک اٹھے جو غزل میں دل اداس کا رنگ

Scanned by CamScanner

اشک دامن میں بھرے خواب کمر پر رکھا
پھر قدم ہم نے تری راہگذر پر رکھا

ہم نے ایک ہاتھ سے تھاما شب غم کا آنچل
اور اک ہاتھ کو دامان سحر پر رکھا

چلتے چلتے جو تھکے پاؤں تو ہم بیٹھ گئے
نیند گٹھری پہ دھری خواب شجر پر رکھا

جانے کس دم نکل آئے ترے رخسار کی دھوپ
مدتوں دھیان ترے سایۂ در پر رکھا

جاتے موسم نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا مشتاق
رہ گیا ساغر گل سبزۂ تر پر رکھا

Scanned by CamScanner

یہ کس ترنگ میں ہم نے مکان بیچ دیا
درخت کاٹ لئے سائبان بیچ دیا

دری لپیٹ کے رکھ دی بساط الٹ ڈالی
چراغ توڑ دیئے شمع دان بیچ دیا

خزاں کے ہاتھ خزاں کے نیازمندوں نے
نوائے موسم گل کا نشان بیچ دیا

اٹھا جو شور تو اہل ہوس نے گھبرا کر
زمین لیز پہ دے دی کسان بیچ دیا

یہی ہے بھوک کا عالم تو دیکھنا اک دن
کہ ہم نے دھوپ بھرا آسمان بیچ دیا

Scanned by CamScanner

کوئی نہیں جو کہے داستان موسم گل
ملیں گے یوں تو بہت محرمان موسم گل

کھلی جو آنکھ تو پتوں کا مینھ برسنے لگا
تنا ہوا تھا ابھی سائبان موسم گل

وہ جن کے ہاتھ ہیں خون گلاب سے رنگیں
بنے ہوئے ہیں وہی عاشقان موسم گل

دلوں میں خواب ہیں اور جھولیوں میں پت جھڑ ہے
عجیب حال میں ہیں بیکسان موسم گل

ہم ایسے خاک نشینوں کا آسرا ہے یہی
یہ سرزمین خزاں آسمان موسم گل

rekhta

Scanned by CamScanner

۞

برس کر کھل گیا ابر خزاں آہستہ آہستہ
ہوا میں سانس لیتے ہیں مکاں آہستہ آہستہ

بہت عرصہ لگا رنگ شفق معدوم ہونے میں
ہوا تاریک نیلا آسماں آہستہ آہستہ

کہیں پتوں کے اندر دھیمی دھیمی سرسراہٹ ہے
ابھی ہلنے لگیں گی ڈالیاں آہستہ آہستہ

جہاں ڈالے تھے اس نے دھوپ میں کپڑے سکھانے کو
ٹپکتی ہیں ابھی تک رسیاں آہستہ آہستہ

سماعت میں ابھی تک آہٹوں کے پھول کھلتے ہیں
کوئی چلتا ہے دل کے درمیاں آہستہ آہستہ

بدل جائے گا موسم، درد کی شاخ برہنہ میں
نکلتی آرہی ہیں پتیاں آہستہ آہستہ

rekhta
Scanned by CamScanner

ملا ہی آتے ہیں اسے ایسا بھی کیا ہو جائے گا
بس یہی نہ، درد کچھ دل کا سوا ہو جائے گا

وہ مرے دل کی پریشانی سے افسردہ ہو کیوں
دل کا کیا ہے کل کو پھر اچھا بھلا ہو جائے گا

گھر سے، کچھ خوابوں سے ملنے کے لئے نکلے تھے ہم
کیا خبر تھی زندگی سے سامنا ہو جائے گا

رونے لگتا ہوں محبت میں تو کہتا ہے کوئی
کیا ترے اشکوں سے یہ جنگل ہرا ہو جائے گا

کیسے آ سکتی ہے ایسی دل نشیں دنیا کو موت
کون کہتا ہے کہ یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا

Scanned by CamScanner

وہ جو بے کلی مرے دل کو تھی وہ جو اضطراب تھا اب کہاں
جو بہت ہوا تو چمک گئیں کبھی درد ہجر کی بجلیاں

مرے جسم و جاں کے نواح سے وہ ہوا وہ دھوپ گذر گئی
نہ وہ دل گداز مسرتیں نہ وہ دل نواز اداسیاں

سر شاخ درد نہ گھاس پر، نہ کسی کے زرد لباس پر
وہ گلاب جانے کدھر گئے جو ابھی کھلے تھے یہاں وہاں

مرے راستے میں اگے ہوئے کسی اور راہ کے پیڑ ہیں
مرے شہر پر ہے جھکا ہوا کسی اور شہر کا آسماں

ہوئی فصل گل تو کھلیں گے ہم رہی زندگی تو ملیں گے ہم
کسی اور دھیان کے روبرو کسی اور خواب کے درمیاں

Scanned by CamScanner

نیا کلام

rekhta

Scanned by CamScanner

صورتیں بدلیں محبت نے جوانی میں بہت
موڑ آئے دردِ ہستی کی کہانی میں بہت

ہر نئے چہرے کے ساتھ اک آرزو جاتی رہی
گم ہوئیں چیزیں مری نقل مکانی میں بہت

کچھ تو میں بھی تنگیِ دل سے تھا گھبرایا ہوا
کچھ کشش بھی تھی فضا کی بیکرانی میں بہت

ہاں ترے ملنے سے پہلے اس قدر دوری نہ تھی
فاصلہ کم تھا ملال و شادمانی میں بہت

اب ہوا معلوم دل میں دائرے کیسے بنے
میں جو کنکر پھینکتا رہتا تھا پانی میں بہت

Scanned by CamScanner

ہوگیا شہر پرندوں کی صدا سے خالی
پیٹ بھرتے ہیں کہیں آب و ہوا سے خالی

چھن گئی چھاؤں درختوں سے ہوا سے ٹھنڈک
دجلۂ عشق ہوا آب صفا سے خالی

آستاں منقبت درد کے محرم نہ رہے
ساز سرمست ہوا سوز و صدا سے خالی

میں بظاہر تو ہوں درویش مگر دل میرا
حرص دنیا سے ہے پر خوف خدا سے خالی

ایسا کچھ کر کہ یہ دل لذت غم سے بھر جائے
جی بہلتا نہیں انداز و ادا سے خالی

rekhta
Scanned by CamScanner

تھا مجھ سے ہم کلام مگر دیکھنے میں تھا
جانے وہ کس خیال میں تھا کس سے میں تھا

کیسے مکاں اجاڑ ہوا کس سے پوچھتے
چولھے میں روشنی تھی نہ پانی گھڑے میں تھا

تا صبح برگ و شاخ و شجر جھومتے رہے
کل شب بلا کا سوز ہوا کے گلے میں تھا

نیندوں میں پھر رہا ہوں اسے ڈھونڈھتا ہوا
شامل جو ایک خواب مرے رتجگے میں تھا

Scanned by CamScanner

ہوئے شاخ شاخ دھواں دھواں گئے موسموں کے ملال میں
وہ جو بجلیوں کے درخت تھے میرے آشیان خیال میں

وہ خمار دیدۂ سرمگیں وہ تراش لب وہ خط جبیں
وہ نشاط ساعت اولیں نہ فراق میں نہ وصال میں

یہ ہوائے قریۂ رفتگاں لئے پھر رہی ہے کہاں کہاں
کبھی جگنوؤں کے جنوب میں کبھی تتلیوں کے شمال میں

نہ دلوں میں خوف خدنگ لا نہ غم خروش نہنگ لا
وہی بے کلی سر شاخ ہے وہی اضطراب ہے جال میں

میں پھروں ہزار ادھر ادھر نہیں گرد و پیش سے بے خبر
مری آنکھ عہد قدیم پر مرا دل زمانۂ حال میں

Scanned by CamScanner

۞

دریچے کھل رہے ہیں شور برپا ہے مکانوں میں
سپاہی چوریاں کروا کے لوٹ آئے ہیں تھانوں میں

خیالوں میں کوئی کھڑکی کھلی چہرہ نظر آیا
شجر جاگے پرندے چہچہائے آشیانوں میں

ہوئیں بیدار ساز آرزو سے لرزشیں دل میں
صدا دینے لگے بھولے ہوئے نغمات کانوں میں

اب ان کے بے نوا اوراق فٹ پاتھوں پہ بکھرے ہیں
مقید تھیں کبھی شہزادیاں جن داستانوں میں

چراغ درد ہی بجھنے کو ہے جلنے سے کیا حاصل
زیادہ رتجگے اچھے نہیں ایسے زمانوں میں

Scanned by CamScanner

کلی کھلی کسی بھولی ہوئی ادا کی طرح
بہار آئی محبت کی ابتدا کی طرح

تمام رات کسی اور آسمان کی دھوپ
نواحِ دل پہ برستی رہی گھٹا کی طرح

حصارِ غم کی شکستہ فصیل سے کوئی یاد
ٹھہر ٹھہر کے گذرتی رہی ہوا کی طرح

گذرنے والے تو کب کے گذر چکے دل سے
یہ کون چیز چمکتی ہے نقشِ پا کی طرح

rekhta
Scanned by CamScanner

آنسوؤں سے نہ ڈرو آہ و بکا ہونے دو
جشن رامش گری آب و ہوا ہونے دو

دیکھنا پھر اسی اجڑے ہوئے گلشن کی بہار
مینھ برسنے دو درختوں کو ہرا ہونے دو

مستی عشق ہو یا خواب فراموشی ہو
جس کا جو قرض بھی سر پر ہے ادا ہونے دو

میں نے دل سے کہا ہم جھیل گئے ہجر کا دن
دل نے چپکے سے کہا شام ذرا ہونے دو

Scanned by CamScanner

اس کی کنج گلی سے آگے گلیاں کوچے اور بھی ہیں
اور بھی ہیں کچھ پریم کے بندھن درد کے رشتے اور بھی ہیں

ادھر ادھر لوگوں سے مل کر اتنا تو معلوم ہوا
میں ہی نہیں دنیا میں تنہا میرے جیسے اور بھی ہیں

عشق و وفا کے کھیل کو اتنا سیدھا سادہ مت جانو
وصل کے اور فرقت کے علاوہ اس میں جھگڑے اور بھی ہیں

ایک انوکھا کنج ہے اس میں یادوں کے گل بوٹوں کا
یوں تو دل میں باغ بغیچے جنگل بیلے اور بھی ہیں

Scanned by CamScanner

۞

یہ سلگتے درودیوار یہ جلتا موسم
گردش شام و سحر لا کوئی ٹھنڈا موسم

وہ مرے دھوپ سے دن چاندنی جیسی راتیں
کیسا اجلا تھا تری دید کا پہلا موسم

لے اڑے رونق گل خوف خزاں کے جھونکے
کردیا ہجر کی برسات نے میلا موسم

دل نہ اچھا ہو تو کچھ بھی نہیں اچھا لگتا
سایۂ گیسوے دلدار نہ اچھا موسم

گردش عشق جدا گردش ایام جدا
رت بدلنے سے بدلتا نہیں دل کا موسم

موسم گل جسے کہتے ہیں یقیناً ہوگا
آج تک ہم نے تو دیکھا نہیں ایسا موسم

rekhta
Scanned by CamScanner

سب اگلے پچھلے سے لوٹ آئے پانی میں
ترے خیال نے جادو جگائے پانی میں

کنار آب رواں جگنوؤں کا میلہ تھا
ستارے صبح تلک جھلملائے پانی میں

جنھیں قریب سے دیکھا تھا خشکیوں پہ کبھی
وہ لوگ ہم کو بہت یاد آئے پانی میں

اندھیری رات ہے اب اور کوئی نہیں اتنا
جو جاکے موج سحر کھینچ لائے پانی میں

گذر رہی ہے تمنا کے ساحلوں سے ہوا
لرز رہے ہیں درختوں کے سائے پانی میں

Scanned by CamScanner

۞

(محمد سلیم الرحمٰن کے لئے)

شبنم کو ریت پھول کو کانٹا بنا دیا
ہم نے تو اپنے باغ کو صحرا بنا دیا

اس اونچ نیچ پر تو ٹھہرتے نہیں تھے پاؤں
کس دستِ شوق نے اسے دنیا بنا دیا

کن مٹھیوں نے بیج بکھیرے زمین پر
کن بارشوں نے اس کو تماشا بنا دیا

سیراب کر دیا تری موجِ خرام نے
رکھا جہاں قدم وہاں دریا بنا دیا

اک رات چاندنی مرے بستر پہ آئی تھی
میں نے تراش کر ترا چہرہ بنا دیا

پوچھے اگر کوئی تو اسے کیا بتاؤں میں
دل کیا تھا تیرے غم نے اسے کیا بنا دیا

Scanned by CamScanner

(شاہد حمید کے لئے)

دل میں وہ شور نہ آنکھوں میں وہ نم رہتا ہے
اب تپ ہجر توقع سے بھی کم رہتا ہے

کبھی شعلے سے لپکتے تھے مرے سینے میں
اب کسی وقت دھواں سا کوئی دم رہتا ہے

کیا خدا جانے مرے دل کو ہوا تیرے بعد
نہ خوشی اس میں ٹھہرتی ہے نہ غم رہتا ہے

رشتۂ تار تمنا نہیں ٹوٹا اب تک
اب بھی آنکھوں میں تری زلف کا خم رہتا ہے

چھوڑ جاتی ہے ہر اک رت کوئی خوشبو کوئی رنگ
نہ ستم رہتا ہے باقی نہ کرم رہتا ہے

Scanned by CamScanner

کہاں کی گونج دل ناتواں میں رہتی ہے
کہ تھرتھری سی عجب جسم و جاں میں رہتی ہے

قدم قدم پہ وہی چشم و لب وہی گیسو
تمام عمر نظر امتحاں میں رہتی ہے

مزہ تو یہ ہے کہ وہ خود تو ہے نئے گھر میں
اور اس کی یاد پرانے مکاں میں رہتی ہے

پتہ تو فصل گل و لالہ کا نہیں معلوم
سنا ہے قرب و جوار خزاں میں رہتی ہے

میں کتنا وہم کروں لیکن اک شعاع یقیں
کہیں نواح دل بدگماں میں رہتی ہے

ہزار جان کھپاتا رہوں مگر پھر بھی
کمی سی کچھ مرے طرز بیاں میں رہتی ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

۞

وہ لڑکپن کے دن وہ پیار کی دھوپ
چھاؤں لگتی تھی رہگذار کی دھوپ

وہ کھلی کھڑکیاں مکانوں کی
وہ دوپہریں وہ کوئے یار کی دھوپ

کنج سورج مکھی کے پھولوں کے
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ سبزہ زار کی دھوپ

یہ بھی اک منظر زمینی ہے
خوف کے سائے گیرودار کی دھوپ

برف چاروں طرف ہے اور دل میں
گل آئندہ اور بہار کی دھوپ

Scanned by CamScanner

کس جھٹپٹے کے رنگ اجالوں میں آ گئے
ٹکڑے شفق کے دھوپ سے گالوں میں آ گئے

افسردگی کی لے بھی ترے قہقہوں میں تھی
پت جھڑ کے سر بہار کے جھالوں میں آ گئے

اڑ کر کہاں کہاں سے پرندوں کے قافلے
نادیدہ پانیوں کے خیالوں میں آ گئے

حسن تمام تھے تو کوئی دیکھتا نہ تھا
تم درد بن کے دیکھنے والوں میں آ گئے

کانٹے سمجھ کے گھاس پہ چلتا رہا ہوں میں
قطرے تمام اوس کے چھالوں میں آ گئے

کچھ رتجگے تھے جن کی ضرورت نہیں رہی
کچھ خواب تھے جو میرے خیالوں میں آ گئے

Scanned by CamScanner

(ایک غزل شمس الرحمٰن فاروقی کے لئے)

دھڑکتی رہتی ہے دل میں طلب کوئی نہ کوئی
پکارتا ہے مجھے روز و شب کوئی نہ کوئی

شب الم ترے سادہ دلوں پہ کیا گذری
سحر ہوئی تو سنائے گا سب کوئی نہ کوئی

زبان بند ہے آنکھوں کے بند رہنے تک
کھلے گی آنکھ تو کھولے گا لب کوئی نہ کوئی

ہوائے ساز الم لاکھ احتیاط کرے
لرز ہی اٹھتا ہے تار طرب کوئی نہ کوئی

گھنے بنوں میں بھی رستہ نکل ہی آتا ہے
بنا ہی دیتی ہے قدرت سبب کوئی نہ کوئی

Scanned by CamScanner

(انتظار حسین کے لئے)

شام غم یاد ہے کب شمع جلی یاد نہیں
کب وہ رخصت ہوئے کب رات ڈھلی یاد نہیں

دل سے بہتے ہوئے پانی کی صدا گذری تھی
کب دھندلکا ہوا کب ناؤ چلی یاد نہیں

ٹھنڈے موسم میں پکارا کوئی ہم آتے ہیں
جس میں ہم کھیل رہے تھے وہ گلی یاد نہیں

ان مضافات میں چھپ چھپ کے ہوا چلتی تھی
کیسے کھلتی تھی محبت کی کلی یاد نہیں

جسم و جاں ڈوب گئے خواب فراموشی میں
اب کوئی بات بری ہو کہ بھلی یاد نہیں

Scanned by CamScanner

وہ ابھی محو ناز تھے اپنے لب و عذار میں
عکس خزاں گذر گیا آئینۂ بہار میں

یہ نہ سمجھ کہ حسن کو عشق سے واسطہ نہیں
موج غبار دل بھی ہے موج خرام یار میں

ایک لہولہان خواب چھوڑ گئی ہیں آندھیاں
اور تو کچھ نہیں بچا جان امیدوار میں

دامن صبر سے جدا ہونے لگی ہیں انگلیاں
کچھ نہیں جبر کے سوا اب ترے اختیار میں

rekhta
Scanned by CamScanner

٭

شمعیں خموش ہو گئیں پروانے سو گئے
شہرِ خیال تیرے صنم خانے سو گئے

بوسے ہوئے نڈھال لبوں کی تلاش میں
ہاتھوں کے انتظار میں دستانے سو گئے

دیوانے اگلے رقص کی تیاریوں میں ہیں
سمجھو نہ درد تھم گیا ویرانے سو گئے

Scanned by CamScanner

پھر دل کو نئی خوشی سے بھر جا
آ اور مجھے اداس کر جا

پھرتا رہوں دور دور کب تک
اک روز قریب سے گذر جا

سب لوگ اتر رہے ہیں اے دل
تو بھی کسی گھاٹ پر اتر جا

گلشن کو بہار کو خزاں کو
ٹک پیار سے دیکھ اور گذر جا

گل بھی تہ خاک گل بدن بھی
تو بھی اسی خاک میں بکھر جا

Scanned by CamScanner

اک پھول کہیں مہک رہا ہے
موسم پلکیں جھپک رہا ہے

کل رات کی برف کو بھرا پیڑ
ہولے ہولے جھٹک رہا ہے

اب دھوپ ہے اور ایک رخسار
کندن کی طرح دمک رہا ہے

اب شہر میں شام ہو رہی ہے
پیمانۂ جاں چھلک رہا ہے

ہنستی ہوئی رات میں کوئی ساز
بچوں کی طرح بلک رہا ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

❁

پتہ اب تک نہیں بدلا ہمارا
وہی گھر ہے وہی قصبہ ہمارا

وہی ٹوٹی ہوئی کشتی ہے اپنی
وہی ٹھہرا ہوا دریا ہمارا

یہ مقتل بھی ہے اور کنج اماں بھی
یہ دل یہ بے نشاں کمرہ ہمارا

کسی جانب نہیں کھلتے دریچے
کہیں جاتا نہیں رستہ ہمارا

ہم اپنی دھوپ میں بیٹھے ہیں مشتاق
ہمارے ساتھ ہے سایہ ہمارا

rekhta
Scanned by CamScanner

وابستہ ہیں اس جہان سے ہم
آئے نہیں آسمان سے ہم

دکھ درد ہے ذکر و فکر اپنا
کہتے نہیں کچھ زبان سے ہم

اس جوش نمو سے لگ رہا ہے
اترے نہیں اس کے دھیان سے ہم

کمروں میں اجنبی مکیں تھے
کچھ کہہ نہ سکے مکان سے ہم

محفل تو جمی رہے گی مشتاق
اٹھ جائیں گے درمیان سے ہم

rekhta

Scanned by CamScanner

کبھی کبھی ہم ایسے باتیں کرتے ہیں
جیسے نیند میں بچے باتیں کرتے ہیں

جن کو کھڑے دیکھا کرتے تھے اب ان سے
رات گئے تک بیٹھے باتیں کرتے ہیں

دل جانے کیوں افسردہ ہو جاتا ہے
بچے جب ہنس ہنس کے باتیں کرتے ہیں

آؤ سنیں پیلی آوازیں پتوں کی
دیکھو پیڑ پون سے باتیں کرتے ہیں

پھولوں کو چپ رہنے پر الزام نہ دو
اس موسم میں کانٹے باتیں کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

کرتے رہیں دور سے نظارے
شاید یہی بھاگ تھے ہمارے

کس دیس کی کشتیاں کھڑی ہیں
جلتی ہوئی شام کے کنارے

جنگل کے اداس جھٹپٹے میں
دریا کو پکارتے ہیں دھارے

تبدیل ہوئے ہیں جگنوؤں میں
کس آتش ہجر کے شرارے

Scanned by CamScanner

کس صبح کی راہ دیکھتے ہیں
یہ رات یہ آسماں یہ تارے

تھمتی نہیں وقت کی صدائیں
اس شور میں دل کسے پکارے

حیرت سے جہاں کو دیکھتا ہوں
کیا روپ ہیں زندگی نے دھارے

rekhta

Scanned by CamScanner

یوں تو در وا تھے بہت فکر و عمل کی جانب
ہم تمھیں دیکھ کے آئے تھے غزل کی جانب

ایسی دلچسپ ہوئیں دشت جنوں کی راہیں
مڑ کے دیکھا نہ کبھی باغ ازل کی جانب

جو بڑے زور سے لائے تھے خدا پر ایمان
جلد ہی لوٹ گئے لات و ہبل کی جانب

آ ہی جاتی تھی کبھی نعرۂ یاہو کی صدا
ہو کا عالم تو نہ تھا دشت و جبل کی جانب

آرزو ہے کہ کبھی ہاتھ پکڑ کر میرا
لے چلو تم کسی گذرے ہوئے کل کی جانب

Scanned by CamScanner

لکھے تھے حرف ترے نام کے درختوں میں
انھیں کو ڈھونڈھتے پھرتے رہے درختوں میں

ابھی جو گھاس پہ تھے ٹولیاں بنائے ہوئے
بکھر گئے وہ پرندے گھنے درختوں میں

وہ میرے خواب کی پریاں مرے خیال کے جن
چھپے ہوئے تھے عجب واہمے درختوں میں

نہ جانے کون رتوں کے بچے ہوئے بادل
تمام رات گرجتے رہے درختوں میں

نہ جانے کب کے سنے زمزموں کی آوازیں
پکارتی رہیں بھیگے ہوئے درختوں میں

ادھر بھی آئے گی شاخ نہال غم سے کہو
ہوا چلی ہے ابھی، دوسرے درختوں میں

Scanned by CamScanner

چشم و لب کیسے ہوں رخسار ہوں کیسے تیرے
ہم خیالوں میں بناتے رہے نقشے تیرے

تیرے ساونت کو سولی کی زباں چاٹ گئی
جسم ابھی گرم تھا اور بال تھے گیلے تیرے

کیا کہوں، کیا ترے افسردہ دلوں پر گذری
کیسے تاراج ہوئے آئینہ خانے تیرے

اب کہاں دیکھنے والوں کو یقیں آئے گا
باغِ جنت تھا بدن خواب تھے بوسے تیرے

Scanned by CamScanner

دل سے کبھی گذرا تھا آغاز جوانی میں
عکس گل داؤدی، ٹھہرے ہوئے پانی میں

یاں سیکڑوں تفسیریں اے قصۂ غم تیری
واں فرق نہیں کوئی الفاظ و معانی میں

یہ سرخ لکیریں جو دل میں نظر آتی ہیں
رستے ہیں بہاروں کے اس برگ خزانی میں

کچھ اپنے تغافل سے فرصت نہ ملی اس کو
کچھ دیر ہوئی مجھ سے اظہار زبانی میں

Scanned by CamScanner

دم گھٹا جاتا ہے سبزے کی فراوانی سے
میں نکل جاؤں گا اس قریۂ بارانی سے

ایسی بستی سے تو اچھا ہے بیاباں اپنا
آدمی سانس تو لے سکتا ہے آسانی سے

چار سو پیش نظر صبح ازل ہو جیسے
دیکھتا رہتا ہوں ہر شکل کو حیرانی سے

rekhta
Scanned by CamScanner

۞

پانی میں عکس اور کسی آسماں کا ہے
یہ ناؤ کون سی ہے یہ دریا کہاں کا ہے

دیوار پر کھلے ہیں نئے موسموں کے پھول
سایہ زمین پر کسی پچھلے مکاں کا ہے

چاروں طرف ہیں سبز سلاخیں بہار کی
جن میں گھرا ہوا کوئی موسم خزاں کا ہے

سب کچھ بدل گیا ہے تہ آسماں مگر
بادل وہی ہیں رنگ وہی آسماں کا ہے

دل میں خیال شہر تمنا تھا جس جگہ
واں اب ملال اک سفر رائیگاں کا ہے

Scanned by CamScanner

❁

تھم گیا درد، اجالا ہوا تنہائی میں
برق چمکی ہے کہیں رات کی گہرائی میں

باغ کا باغ لہو رنگ ہوا جاتا ہے
وقت مصروف ہے کیسی چمن آرائی میں

شہر ویران ہوئے بحر بیابان ہوئے
خاک اڑتی ہے در و دشت کی پہنائی میں

ایک لمحے میں بکھر جاتا ہے تانا بانا
اور پھر عمر گذر جاتی ہے یکجائی میں

اس تماشے میں نہیں دیکھنے والا کوئی
اس تماشے کو جو برپا ہے تماشائی میں

Scanned by CamScanner

اب وہ گلیاں وہ مکاں یاد نہیں
کون رہتا تھا کہاں یاد نہیں

جلوۂ حسن ازل تھے وہ دیار
جن کے اب نام ونشاں یاد نہیں

کوئی اجلا سا بھلا سا گھر تھا
کس کو دیکھا تھا وہاں یاد نہیں

یاد ہے زینۂ پیچاں اس کا
درودیوار مکاں یاد نہیں

یاد ہے زمزمۂ ساز بہار
شور آواز خزاں یاد نہیں

Scanned by CamScanner

مونس دل کوئی نغمہ کوئی تحریر نہیں
حرف میں رس نہیں آواز میں تاثیر نہیں

آہی جاتا ہے اجڑتی ہوئی دنیا کا خیال
باور آیا کہ ترا درد ہمہ گیر نہیں

ہجر اک وقفۂ بیدار ہے دو نیندوں میں
وصل اک خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں

میرے اطراف یہ زنجیر علائق کیسی
زندگی جرم سہی قابل تعزیر نہیں

کس طرح پائیں اس افسردہ مزاجی سے نجات
ہمدمو! ہم سخنو! کیا کوئی تدبیر نہیں

Scanned by CamScanner

رہ شوق میں کیا ہوا کون جانے
مرا حال میرے سوا کون جانے

ترے غم رسیدوں کا غم کون سمجھے
ترے گمشدوں کا پتہ کون جانے

کدھر بہ گیا سبز دریا کا پانی
کنارہ کہاں رہ گیا کون جانے

دیا جو تمنا کا جلتا تھا دل میں
کہاں گل ہوا کب ہوا کون جانے

جو میں نے کہا تھا وہ میں جانتا ہوں
کسی نے مگر کیا سنا کون جانے

جو سب پر گذرتی ہے مجھ پر بھی گذرے
برا تھا کوئی یا بھلا کون جانے

rekhta
Scanned by CamScanner

بتا رہا تھا کوئی آشنائے آب رواں
کہ جنتیں ہیں عجب زیر پائے آب رواں

وہی طلوع مسلسل ہے جس طرف دیکھو
تمام آب رواں ہے ورائے آب رواں

حواس اگرچہ نظر بندی سراب میں ہیں
دلوں کو کھینچ رہی ہے صدائے آب رواں

جو روشنی سے بھرے تھے اب ان علاقوں میں
نہ دھوپ ہے نہ کہیں جھلملائے آب رواں

ترے خیال کے آتے ہی یاد آتے ہیں
شفق کے رنگ، درختوں کے سائے، آب رواں

rekhta

Scanned by CamScanner

۞

ہم ہیں اب اور گھر ہمارا ہے
یہی سیر و سفر ہمارا ہے

وہ درختوں کے جھنڈ دیکھتے ہو؟
وہیں بستی میں گھر ہمارا ہے

بار بار اس گلی میں جاتے ہیں
جیسے کوئی ادھر ہمارا ہے

کیوں پریشاں کریں زمانے کو
دردِ دل دردِ سر ہمارا ہے

ہم ہیں مزدور کارخانۂ شوق
خواب سازی ہنر ہمارا ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

دیکھئے ہوتی ہے کب نشو ونما پانی کی
ہم نے اک اشک سے ڈالی ہے بنا پانی کی

اپنی قسمت میں ہے اک دشت بلا کا منظر
اور اطراف سے آتی ہے صدا پانی کی

دست خالی کے سوا ان کے تصرف میں ہے کیا
کیا کریں لوگ جو مانگیں نہ دعا پانی کی

اس سے پہلے کہ ترس جائیں نمی کو آنکھیں
لوح دل پر کوئی تصویر بنا پانی کی

رات کچھ یوں دل پر درد سے گذری تری یاد
جیسے صحرا سے گذرتی ہے ہوا پانی کی

سوکھتا جاتا ہے دریائے محبت مشتاق
مصرع تر سے کوئی موج اٹھا پانی کی

Scanned by CamScanner

پھر وہی آنسو وہی خاموشیاں سازوں کے بعد
نغمہ آوازوں سے پہلے ہے نہ آوازوں کے بعد

کتنے گھر باقی ہیں کتنی دستکیں باقی ہیں اور
تیرا دروازہ کھلے گا کتنے دروازوں کے بعد

جانے کس کس سے ملیں ہم تجھ سے ملنے کے لئے
پھر تری آواز آئے کتنی آوازوں کے بعد

پھر وہی ٹوٹی ہوئی شاخیں وہی پتوں کے ڈھیر
کیا ملا ان بے جہت بے درد پروازوں کے بعد

شوق ہنگامہ طلب کچھ اس کا اندازہ بھی ہے
وہ جو اک پرہول سناٹا ہے آوازوں کے بعد

Scanned by CamScanner

(سہیل احمد خاں کے لئے)

بام و دیوار و در نہیں کوئی
کہاں جائیں کہ گھر نہیں کوئی

گم ہوئے یوں غبار ہستی میں
ہم کو اپنی خبر نہیں کوئی

رات جاتی نظر نہیں آتی
اور آگے سحر نہیں کوئی

دستکوں کی صدائیں آتی ہیں
اور بیرون در نہیں کوئی

rekhta

Scanned by CamScanner

بجھ گیا منظر کنارۂ بام
دوستو بام پر نہیں کوئی

یوں نہ حیران ہو کے دیکھ مجھے
جیسے تجھ کو خبر نہیں کوئی

ہنرِ غم کو چشمِ کم سے نہ دیکھ
اس سے بہتر ہنر نہیں کوئی

Scanned by CamScanner

رات پھر رنگ پہ تھی اس کے بدن کی خوشبو
دل کی دھڑکن تھی کہ اڑتے تھے لہو میں جگنو

جیسے ہر شے ہو کسی خواب فراموش میں گم
چاند چمکا نہ کسی یاد نے بدلا پہلو

صبح کے زینۂ خاموش پہ قدموں کے گلاب
شام کی بند حویلی میں ہنسی کا جادو

صحن کے سبز اندھیرے میں دہکتے رخسار
صاف بستر کے اجالے میں چمکتے گیسو

جھلملاتے رہے وہ خواب جو پورے نہ ہوئے
درد بیدار ٹپکتا رہا آنسو آنسو

Scanned by CamScanner

غزل : بغداد میں صبح

وہی ان کی ستیزہ کاری ہے
وہی بے چارگی ہماری ہے

وہی ان کا تغافل پیہم
وہی اپنی گلہ گذاری ہے

وہی رخسار و چشم ولب ان کے
وہی بے چہرگی ہماری ہے

حسن ہو خیر ہو صداقت ہو
سب پہ ان کی اجارہ داری ہے

ہاتھ اٹھا توسن تخیل سے
یہ کسی اور کی سواری ہے

Scanned by CamScanner

دل کا بوجھ تو ہلکا ہوتا
رو لیتے تو اچھا ہوتا

یہ شب یہ گیلی تاریکی
کوئی جگنو چمکا ہوتا

rekhta
Scanned by CamScanner

اس حسن بے اماں کی حفاظت میں ہوں کہ جو
دکھلائی بھی نہ دے نظر انداز بھی نہ ہو

اے جان دلبری وہ تمنا کہاں سے لاؤں
جس کا سراغ بھی نہ ملے راز بھی نہ ہو

rekhta
Scanned by CamScanner

خوشی ضرور ملی لیکن اس قدر بھی نہیں
کہ بارشوں کے دنوں کے لئے بچا رکھتے

صدائے نغمۂ جاں کس طرف سے آتی ہے
یہ جانتے تو سراغ نشان پا رکھتے

rekhta

Scanned by CamScanner

کھڑے ہیں دل میں جو برگ و ثمر لگائے ہوئے
تمھارے ہاتھ کے ہیں یہ شجر لگائے ہوئے

بہت اداس ہو تم اور میں بھی بیٹھا ہوں
گئے دنوں کی کمر سے کمر لگائے ہوئے

ابھی سپاہ ستم خیمہ زن ہے چار طرف
ابھی پڑے رہو زنجیر در لگائے ہوئے

کہاں کہاں نہ گئے عالم خیال میں ہم
نظر کسی کے در و بام پر لگائے ہوئے

وہ شب کو چیر کے سورج نکال بھی لائے
ہم آج تک ہیں امید سحر لگائے ہوئے

دلوں کی آگ جلاؤ کہ ایک عمر ہوئی
صدائے نالۂ دود و شرر لگائے ہوئے

Scanned by CamScanner

ان موسموں میں ناچتے گاتے رہیں گے ہم
ہنستے رہیں گے شور مچاتے رہیں گے ہم

لب سوکھ کیوں نہ جائیں گلا بیٹھ کیوں نہ جائے
دل میں ہیں جو سوال اٹھاتے رہیں گے ہم

اپنی رہ سلوک میں چپ رہنا منع ہے
چپ رہ گئے تو جان سے جاتے رہیں گے ہم

نکلے تو اس طرح کہ دکھائی نہیں دیئے
ڈوبے تو دیر تک نظر آتے رہیں گے ہم

دکھ کے سفر پہ دل کو روانہ تو کر دیا
اب ساری عمر ہاتھ ہلاتے رہیں گے ہم

Scanned by CamScanner

گردش میں پیمانے آئے
مست الست زمانے آئے

پھول تھے یا شمعیں روشن تھیں؟
اڑ اڑ کر پروانے آئے

جنگل دھڑ دھڑ جلتا تھا
دریا پیاس بجھانے آئے

اپنے دیوانوں سے ملنے
شہروں میں ویرانے آئے

ہم بھی اس برباد جہاں میں
تھوڑی خاک اڑانے آئے

rekhta
Scanned by CamScanner

۞

میں بے وجہ روتا رہا رات بھر
بھرے زخم دھوتا رہا رات بھر

سر بزم دل حسرتیں جمع تھیں
ترا ذکر ہوتا رہا رات بھر

برستا رہا وقفے وقفے سے مینھ
دریچے بھگوتا رہا رات بھر

بھری ٹہنیوں سے، ہواؤں کا شور
گلے لگ کے روتا رہا رات بھر

چمکتی رہیں رات بھر بجلیاں
اجالا سا ہوتا رہا رات بھر

rekhta

Scanned by CamScanner

جب پرندے پسِ دیوار خزاں بولتے ہیں
دل میں نادیدہ بہاروں کے نشاں بولتے ہیں

سرخیِ شامِ الم گیت میں ڈھل جاتی ہے
زخمۂ درد سے تارِ رگِ جاں بولتے ہیں

کیا لکھا ہے ترے قانونِ طرب میں اے دوست
اپنے اطراف تو نغمے کو فغاں بولتے ہیں

جاگتا ہوں تو صدا دیتی ہیں قاتل یادیں
سونے لگتا ہوں تو زخموں کے نشاں بولتے ہیں

حسرتیں چپ ہیں مگر تیز ہے دل کی دھڑکن
جب مکیں مہر بلب ہوں تو مکاں بولتے ہیں

Scanned by CamScanner

ملال دل سے علاج غم زمانہ کیا
ضیائے مہر سے روشن چراغ خانہ کیا

سحر ہوئی تو وہ آئے لٹوں کو چھٹکاتے
ذرا خیال پریشانی صبا نہ کیا

ہزار شکر کہ ہم مصلحت شناس نہ تھے
کہ ہم نے جس سے کیا عشق، والہانہ کیا

وہ جس کے لطف میں بیگانگی بھی شامل تھی
اسی نے آج گذر دل سے محرمانہ کیا

وہ بزم حرف ہو یا محفل سماع خیال
جہاں بھی وجد کیا ہم نے بے ترانہ کیا

Scanned by CamScanner

یہ کون خواب میں چھو کر چلا گیا مرے لب
پکارتا ہوں تو دیتے نہیں صدا مرے لب

یہ اور بات کسی کے لبوں تلک نہ گئے
مگر قریب سے گذرے ہیں بارہا مرے لب

اب اس کی شکل بھی مشکل سے یاد آتی ہے
وہ جس کے نام سے ہوتے نہ تھے جدا مرے لب

اب ایک عمر سے گفت و شنید بھی تو نہیں
ہیں بے نصیب مرے کان بے نوا مرے لب

یہ شاخسانۂ وہم و گمان تھا شاید
کجا وہ ثمرۂ باغ طلب کجا مرے لب

rekhta

Scanned by CamScanner

چمک دمک پہ نہ جاؤ کھری نہیں کوئی شے
سوائے شاخ تمنا ہری نہیں کوئی شے

دل گداز و لب خشک و چشم تر کے بغیر
یہ علم و فضل یہ دانش وری نہیں کوئی شے

تو پھر یہ کشمکش دل کہاں سے آئی ہے
جو دل گرفتگی و دلبری نہیں کوئی شے

عجب ہیں وہ رخ و گیسو کہ سامنے جن کے
یہ صبح و شام کی جادوگری نہیں کوئی شے

Scanned by CamScanner

ملال سایۂ دیوار یار کے آگے
شب طرب تری نیلم پری نہیں کوئی شے

جہان عشق سے ہم سرسری نہیں گذرے
یہ وہ جہاں ہے جہاں سرسری نہیں کوئی شے

تری نظر کی گلابی ہے شیشۂ دل میں
کہ ہم نے اور تو اس میں بھری نہیں کوئی شے

rekhta
Scanned by CamScanner

اب منزل صدا سے سفر کر رہے ہیں ہم
یعنی دل سکوت میں گھر کر رہے ہیں ہم

کھویا ہے کچھ ضرور جو اس کی تلاش میں
ہر چیز کو ادھر سے ادھر کر رہے ہیں ہم

گویا زمین کم تھی تگ و تاز کے لئے
پیمائش نجوم و قمر کر رہے ہیں ہم

کافی نہ تھا جمال رخ سادۂ بہار
زیبائش گیاہ و شجر کر رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

اس روے صاف و زلف پریشاں کو کیا خبر
کن الجھنوں نے شام و سحر کر رہے ہیں ہم

آنکھیں چرائیں درد جہاں سے کہاں تلک
حتیٰ الوسع تو صرف نظر کر رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

مجھے اس نے تری خبر دی ہے
جس نے ہر شام کو سحر دی ہے

گم رہا ہوں ترے خیالوں میں
تجھ کو آواز عمر بھر دی ہے

دن تھا اور گرد رہگذار نصیب
رات ہے اور ستارہ گردی ہے

سرد و گرم زمانہ دیکھ لیا
نہ وہ گرمی ہے اب نہ سردی ہے

rekhta
Scanned by CamScanner

کیا جہاں میں ہے جو نہیں دل میں
دل نوردی جہاں نوردی ہے

دل غمیں ہے کہ تیری یاد نے کیوں
آج آنے میں دیر کر دی ہے

rekhta

Scanned by CamScanner

اشعار

rekhta

Scanned by CamScanner

رات باقی نہ چراغ رخ زیبا باقی
وہ زماں ہو کہ مکاں کچھ نہیں رہتا باقی

یہ دھواں سا نظر آتا ہے جو پیڑ
شعلۂ رنگ خزاں تھا پہلے

محبت میں زیادہ سوچنا اچھا نہیں ہوتا
زیادہ سوچنے سے وسوسے گھر دیکھ لیتے ہیں

کل جس کا تصور ہی نشاط دل و جاں تھا
آج اس سے ملاقات بھی اچھی نہیں لگتی

دیکھیں کیا گذرے ہم ایسے سوختہ جانوں کے ساتھ
جو نہ دیوانوں میں شامل ہیں نہ فرزانوں کے ساتھ

پانی میں کانپتے ہیں ابھی تک پلوں کے عکس
وہ سیل بے پناہ تو کب کا گذر گیا

Scanned by CamScanner

ہم نے بھی ایک دریچے کو مہتاب میں ڈھلتے دیکھا ہے
اے عشق کبھی ہم بھی تیری جادو نگری میں رہتے تھے

پریوں کی تلاش میں گیا تھا
لوٹا نہیں آدمی ہمارا

تمام شد کلیات احمد مشتاق بعونہٖ تعالیٰ
در شہر الٰہ آباد باہتمام شب خون کتاب گھر طبع گردید
مارچ ۲۰۰۴

rekhta
Scanned by CamScanner